توفیق الباری
شرح
صحیح بخاری
كتاب المغازى
• فتح الباری • فیض الباری • شرح تراجم
شاہ ولی اللہ کے تمام مباحث کا مکمل ترجمہ
مترجم
پروفیسر ڈاکٹر عبدالکبیر محسن
حسب حکم
شیخ الحدیث مولانا عبدالحلیم رحمہ اللہ
مکتبہ اسلامیہ

توفیق الباری

شرح

صحیح بخاری

جلد ششم

فتح الباری ۞ فیض الباری ۞ شرحِ تراجم

شاہ ولی اللہ کے تمام مباحث کا مکمل ترجمہ

سند و متن سے متعلقہ تمام معلومات، طرق حدیث کا ذکر
دیگر کتب حدیث سے احادیثِ صحیح بخاری کا حوالہ اور تفصیل فقہی مسالک

مترجم
پروفیسر ڈاکٹر عبدالکبیر محسن

حسبِ حکم
شیخ الحدیث مولانا عبدالحلیم رحمہ اللہ

مکتبہ اسلامیہ

فہرس

مضمون .... صفحہ نمبر

ہدیہِ تشکّر

اس جلد کی اشاعت میں برادرِ کبیر ڈاکٹر حافظ عبد الوحید آف امریکہ، جناب حنیف لغاری اور جناب سرفراز احمد نے تعاون کیا ہے، اللہ تعالیٰ انکے اس تعاون کو شرفِ قبولیت سے نوازے اور اسے انکی میزانِ حسنات میں شامل فرمائے۔

آمین

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

1- باب غَزْوَةِ الْعُشَيْرَةِ أَوِ الْعُسَيْرَةِ (غزوۂ عشیرہ)

قَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ أَوَّلُ مَا غَزَا النَّبِيُّ ﷺ الْأَبْوَاءَ ثُمَّ بُوَاطَ ثُمَّ الْعُشَيْرَةَ بقول ابن اسحاق آنجناب کا اولین غزوہ ابواء کا ہے پھر بواط پھر عشیرہ کا۔

یہ لشکر مقامِ ینبع کے قریب پہنچا، آنجناب ایک سو پچاس اور ایک قول کے مطابق دو سو صحابہ کے ساتھ نکلے، ابوسلمہ بن عبد الاسد کو مدینہ میں اپنا نائب بنایا، مغازی مغزیٰ کی جمع ہے کہا جاتا ہے: (غزا یغزو غزواً و مغزیً) اصل میں غزواً ہے، اسکا واحد غزوہ، اور غزاۃ ہے، میم زائدہ ہے، ثعلب کے بقول غزوہ اسمِ مرۃ اور غزاۃ سال بھر مصروف کار رہنا ہے، غزو کا لغوی معنی قصد کرنا ہے اسی سے مغزی الکلام ہے یعنی مقصدہ (لبِ لباب)، یہاں مغازی سے مراد آنجناب کا کفار کے ساتھ لڑائی کے قصد سے خود نکلنا یا لشکر روانہ کرنا، اس میں عموم ہے چاہے ان کے علاقوں کی طرف جانا یا لشکر بھیجنا یا وہ خود حملہ آور ہو کر چڑھائی کریں جیسے احد و خندق میں، تو ان سے لڑائی کا قصد، غزو کہلایا۔

(قال ابن اسحاق الخ) ابواء ہمزہ کی زبر کے ساتھ، ایک بستی تھی اس کے اور جحفہ کے درمیان مدینہ کی جہت سے تئیس میل کا فاصلہ تھا، کہا جاتا ہے کہ اس کے وبا زدہ ہونے کی وجہ سے یہ نام پڑا، یہ مقلوب ہے وگرنہ اوباء کہا جاتا، ابن حجر لکھتے ہیں مغازی (یعنی سیرت) ابن اسحاق میں لکھا ہے کہ غزوہ ودان آنجناب کا پہلا غزوہ ہے، آپ ماہِ صفر میں مدینہ آمد کے بارہ مہینے بعد قریش سے مڈھ بھیڑ کے ارادہ سے نکلے اس اثناء بنی ضمرہ بن بکر بن عبد مناۃ جو کنانہ سے تھے، کے ساتھ معاہدہ صلح ہوا ان کے رئیس مجدی بن عمرو ضمری نے یہ معاہدہ کیا اس غزوہ میں لڑائی کی نوبت نہ آسکی بقول ابن ہشام اس دوران مدینہ میں سعد بن عبادہ کو امیر بنایا، تو سیرت ابن اسحاق کے اس بیان اور یہاں جو امام بخاری نے ابن اسحاق کے حوالے سے نقل کیا، کے مابین اختلاف نہیں کیونکہ ابواء اور ودان قریب قریب واقع ہیں دونوں کے درمیان چھ یا آٹھ میل کا فاصلہ ہے اس لئے حدیثِ صعب بن جثامہ میں یہ عبارت مذکور ہے: (وھو بالأ بواء أو بودان) یہ کتاب الحج میں گزری ہے، مغازی اموی میں ہے کہ میرے والد ابن اسحاق سے نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم بذات خود جہاد کے ارادہ سے نکلے حتی کہ ودان جا پہنچے، یہ ابواء ہے۔ موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں آنجناب کا پہلا غزوہ ابواء تھا، طبرانی میں کثیر بن عبداللہ عن ابیہ عن جدہ کے طریق سے مروی ہے کہتے ہیں پہلا غزوہ جو ہم نے نبی اکرم کی معیت میں لڑا، ابواء تھا اسے بخاری نے بھی التاریخ میں اسماعیل بن ابواویس عن کثیر مذکور سے نقل کیا ہے، کثیر اکثر کے نزدیک ضعیف ہیں لیکن بخاری کے ہاں قابل قبول ہیں ترمذی نے بھی اس میں بخاری کی پیروی کی ہے۔

ابو اسود اپنی مغازی میں عروہ سے اور ابن عائذ نے بھی اسے ابن عباس سے موصول کیا، ناقل ہیں کہ جب نبی اکرم ابواء پہنچے تو عبیدہ بن حارث کو ساٹھ سواروں کے ہمراہ آگے روانہ کیا جہاں ان کی مڈھ بھیڑ قریش کے ایک جتھے سے ہوئی، تیر اندازی کا تبادلہ ہوا اس میں حضرت سعد بن ابی وقاص نے اللہ کی راہ میں پہلا تیر چلایا، اموی لکھتے ہیں اسلام میں اولین علم بردار حضرت حمزہ ہیں، انہیں تیس سواروں کے ساتھ قریش کے ایک قافلہ سے متعرض ہونے روانہ کیا گیا، یہ سن ایک ماہِ رمضان کا واقعہ ہے، ان کا سامنا ایک کثیر جماعت سے ہوا جس میں ابوجہل بھی موجود تھا، مجدی ان کے مابین حائل ہو گیا (یعنی جنگ کی نوبت نہ آسکی)۔

جہاں تک بواط کا تعلق ہے یہ باء کی زبر کے ساتھ ہے، پیش بھی پڑھی گئی ہے ینبع کے قریب جہینہ کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ کا نام تھا، ابن اسحاق اس بارے لکھتے ہیں کہ آنجناب ماہ ربیع الاول میں قریش کے قصد سے نکلے حتی کہ بواط پہنچ گئے جو رضویٰ کے قرب و جوار میں ہے اس غزوہ میں کسی سے مڈھ بھیڑ نہ ہوئی رضویٰ بھی ینبع میں ایک عظیم پہاڑ کا نام ہے، ابن ہشام کے بقول اس دوران مدینہ میں سائب بن عثمان بن مظعون کو امیر بنایا ایک نسخہ میں سائب بن مظعون درج ہے، سہیلی نے اسی کو اختیار کیا، واقدی لکھتے ہیں سعد بن معاذ کو بنایا تھا۔ عشیرہ کو تمام اہلِ مغازی (یعنی جنہوں نے سیرت کا مواد جمع کیا مثلا ابن اسحاق، موسی بن عقبہ، اور اموی وغیرہ) نے سین کے ساتھ لکھا ہے بقول ابن اسحاق یہ بھی وادی ینبع میں واقع ہے قریش سے تعرض کے قصد سے جمادی اولیٰ کے مہینہ میں نکلے، اس سفر میں کنانہ کے بنی مدلج سے صلح کا معاہدہ کیا، ابن ہشام کہتے ہیں حضرت ابوسلمہ کو حاکمِ مدینہ بنایا، واقدی لکھتے ہیں یہ تینوں غزوات قریش کے شام جانے والے تجارتی قافلوں سے تعرض کی نیت سے تھے، بدر کی جنگ بھی اسی سبب پیش آئی قبل ازیں تمام سرایا جو بھیجے بھی اسی ارادہ ونیت سے تھے۔ ابن اسحاق لکھتے ہیں اس سفر سے مدینہ واپسی کے چند دن بعد ہی کرز بن جابر فہری نے سرحِ مدینہ پر شبخون مارا، آنجناب اس کا پیچھا کرتے ہوئے نکلے حتی کہ بدر کے نواح میں مقام سفران تک پہنچ گئے کرز ہاتھ نہ آسکا، یہ مہم بدرِ اولیٰ کے نام سے مشہور ہے۔ کتاب العلم میں سریہ عبداللہ بن جحش کا حال بیان ہوا ہے جو ایک قافلہ قریش کی سرکوبی کیلئے بھیجے گئے تھے، معرکہ برپا ہوا متعدد کو قتل کیا اور کئی ایک قیدی بنائے، اتفاقا اس کا وقوع ماہِ رجب میں ہوا، یہ اسلام کی اولین لڑائی، فتح اور غنیمت تھی، قتل ہونے والوں میں عمرو بن حضرمی کا بھائی عبداللہ بھی تھا ابو جہل نے اس کا نام لے کر اہلِ مکہ کو معرکہ بدر پر ابھارا، زہری لکھتے ہیں مجھے عروہ نے حضرت عائشہؓ کے حوالے سے خبر دی کہ قتال کی اجازت کے بارہ میں پہلی آیت :(أُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوْا)[الحج:۳۹] ہے، اسے نسائی نے بسند صحیح نقل کیا نسائی اور ترمذی کی سعید بن جبیر عن ابن عباس کے حوالے سے ایک روایت جسے حاکم نے صحیح قرار دیا، میں ہے کہ جب نبی اکرم نے مکہ سے ہجرت کی ابو بکر کہنے لگے اپنے نبی کو نکال دیا؟ ضرور ہلاک ہوں گے، تو یہ آیت نازل ہوئی۔

(أذن للذين يقاتلون الخ) ابن عباس کہتے ہیں قتال کی بابت یہ پہلی آیت ہے بعض دیگر کہتے ہیں کہ اذنِ قتال درجِ ذیل آیت میں ہوا مگر یہ ان کی بابت تھا جو مسلمانوں سے لڑیں: (وَ قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ الخ)[البقرة: ۱۹۰]، پھر اس آیت میں: (اِنْفِرُوْا خِفَافاً وَ ثِقَالاً وَ جَاهِدُوْا)[التوبة: ۴۱]مطلقا قتال کا حکم ملا۔

علامہ انور لکھتے ہیں غزوہ وہ ہوتا ہے جس میں نبی اکرم بذاتِ خود شریک ہوئے وگرنہ سریہ ہے، لڑائی کا ہونا شرط نہیں صرف نکلنا ہی کافی تھا، یہاں المغازی سے مراد ہر دو قسم کی مہمات ہیں پھر وہ بھی جو انکے علاقوں کی طرف روانہ کی گئیں اور وہ بھی جو ان کے حملہ آور ہونے کی صورت میں پیش آئیں، امام ابوحنیفہ سے نقل کیا جاتا ہے کہ سریہ وہ جس میں چار سو تک افراد ہوں، اگر اس سے زائد ہوں تو وہ جیش کہلائے گا، غزوات کی تعداد میں اختلافِ آراء ہے یہ کوئی تناقض نہیں کہ اس بارے مفہومِ عدد غیر معتبر ہے، کہتے ہیں ابن اسحاق سیرت نگاری کے ائمہ میں سے ہیں مگر ان کی کتابِ سیرت ملتی نہیں (الحمد للہ اب آسانی سے میسر ہے) ابن ہشام ان کے شاگرد تھے انہوں نے بھی آنجناب کی سیرت (یعنی حالات دغزوات وغیرہ) پر کتاب لکھی، یہ موجود ہے۔

3949 - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَهبٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ كُنْتُ

إِلَى جَنْبِ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ فَقِيلَ لَهُ كَمْ غَزَا النَّبِيُّ ﷺ مِنْ غَزْوَةٍ قَالَ تِسْعَ عَشْرَةَ قِيلَ كَمْ غَزَوْتَ أَنْتَ مَعَهُ قَالَ سَبْعَ عَشْرَةَ قُلْتُ فَأَيُّهُمْ كَانَتْ أَوَّلَ قَالَ الْعُسَيْرَةُ أَوِ الْعُشَيْرُ فَذَكَرْتُ لِقَتَادَةَ فَقَالَ الْعُشَيْرُ طرفاه 4404، - 4471

زید بن ارقم سے پوچھا گیا نبی پاک نے کتنے غزوات کئے؟ کہا انیس، راوی کہتے ہیں میں نے پوچھا آپ نے کتنوں میں شرکت کی؟ کہا سترہ میں، پوچھا پہلا کون سا ہے؟ کہا عسیرہ یا عشیر، کہتے ہیں میں نے قتادہ سے ذکر کیا تو کہنے لگے یہ عشیر ہے۔

سند میں وہب بن جریر بن حازم اور ابو اسحاق سبیعی ہیں۔(فقيل له) قائل ابو اسحاق ہیں، اسرائیل بن یونس عن ابی اسحاق کی اسی روایت میں اس کی صراحت موجود ہے، یہ روایت اواخر المغازی میں آئے گی، روایت کی اس عبارتِ ہذا میں بھی اس کی دلالت موجود ہے:(فقلت فأيهم الخ)۔

(تسع عشرة) ان کی مراد ان مہمات سے ہے جن میں نبی اکرم بنفس نفیس شریک ہوئے، چاہے لڑائی کی نوبت آئی یا نہیں لیکن ابویعلی نے ابوزبیر عن جابر سے نقل کیا ہے کہ غزوات کی تعداد اکیس ہے، اس کی اسناد صحیح ہے، اس کی اصل مسلم میں بھی ہے، اس پر زید بن ارقم سے دو غزوات کا ذکر رہ گیا، شائد وہ ابواء اور بواط ہوں، اس کی تائید مسلم کی روایت سے ہوتی ہے جس میں ہے، راوی کہتے ہیں میں نے پوچھا پہلا غزوہ کون سا ہے؟ کہا(ذات العشير أو العشيرة) اور یہ۔جیسا کہ ذکر ہوا۔تیسرا غزوہ ہے، ابن تین اس کی یہ توجیہہ کرتے ہیں کہ انہوں نے عشیرہ کو اپنا پہلا غزوہ شمار کیا یعنی جس میں وہ شریک ہوئے، یہ بھی محتمل ہے البتہ دو غزوے وہ ذکر کرنا بھول گئے، یا ممکن ہے دونوں کو ایک شمار کرتے ہوں، موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں نبی اکرم کے وہ غزوات جن میں لڑائی کی نوبت پیش آئی، آٹھ ہیں: بدر، احد، احزاب، فتح مکہ، حنین اور پھر معرکہِ طائف، انہوں نے غزوہ بنی قریظہ کا الگ سے ذکر نہیں کیا، اسے احزاب کے ساتھ ہی ملا دیا، دوسروں نے علیحدہ سے ذکر کیا ہے۔ابن سعد نے توسع کی راہ اختیار کی اور ان غزوات کی تعداد جن میں نبی اکرم شریک ہوئے، ستائیس لکھی ہے واقدی نے بھی اسی کی پیروی کی، ابن اسحاق کی گنتی بھی یہی ہے، البتہ انہوں نے وادی القریٰ کے معرکہ کو خیبر سے علیحدہ شمار نہیں کیا، سہیلی نے بھی یہی اشارہ کیا ہے گویا چھ جو زائد ہیں، اسی قبیل سے ہیں اس پر عبدالرزاق کی نقل کردہ روایت جو صحیح سند کے ساتھ سعید بن مسیّب سے منقول ہے، کو اسی پر محمول کیا جائے گا، اس میں ہے کہ نبی پاک نے چوبیس غزوات لڑے، اسے یعقوب بن سفیان نے بھی سلمہ بن شبیب عن عبدالرزاق کے حوالے سے نقل کیا ہے، ان کی روایت میں ہے، سعید نے اولاً اٹھارہ پھر چوبیس کہے، زہری کہتے ہیں میں نہیں جانتا پہلی بات وہم تھی یا باقی کی بابت بعد میں علم ہوا، بقول ابن حجر میری ذکر کردہ توجیہہ دافعِ وہم ہے، اس سے تمام اقوال کے درمیان تطبیق ہو جاتی ہے۔

وہ بعوث وسرایا (مہمات) جو آپ نے مختلف اطراف کو روانہ کیں، ابن اسحاق نے چھتیس شمار کی ہیں، واقدی چوراسی بتلاتے ہیں، ابن جوزی التلقیح میں پینسٹھ لکھتے ہیں مسعودی نے ساٹھ شمار کی ہیں، ہمارے شیخ نے نظمِ سیرت میں ستر سے زائد کا تذکرہ کیا ہے، حاکم نے اکلیل میں سو سے زائد قرار دیا ہے انہوں نے شائد غزوات بھی ساتھ ضم کر دئے۔

(قلت فأيهم الخ) سب کے ہاں یہی ہے، ابن مالک کہتے ہیں درست (فأيها) ہے یا(أيهن) بعض نے یہ توجیہہ کی ہے کہ مضاف محذوف ہے، تقدیرِ کلام یہ ہے: (فأي غزوتهم)، ترمذی نے محمود بن غیلان عن وہب بن جریر کے حوالے سے اسی سند

کے ساتھ (قلت فأيتهن) کے الفاظ ذکر کئے ہیں، تو اس سے دلالت ملی کہ یہ بخاری یا ان کے شیخ یا کسی اور راوی کا تصرف ہے، اگر یہ الفاظ قابلِ توجیہہ نہیں تو ممکن ہے وہب نے کبھی درست تعبیر اور کبھی اس مذکور کے ساتھ بیان کیا ہوا۔

(العشير أو العسيرة) ترمذی کے ہاں دونوں الفاظ بلا ہاء ہیں۔(فذكرت لقتادة) قائل شعبہ ہیں، قولِ قتادہ عشیرہ یعنی شین اور ثبوتِ ہاء کے ساتھ ہے، یہی تمام اہلِ سیر نے اختیار کیا اور یہی درست ہے، غزوہ عسیرہ سے مراد تو غزوۂ تبوک ہے قرآن میں ہے:(الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ الْعُسْرَةِ) [التوبة:117] اس کے پُراز مشقت ہونے کی وجہ سے یہ نام دیا، آگے بحث ہوگی۔ یہ مکبراً ہے، یہ زیرِ نظر غزوہ اس جگہ کے نام کی مناسبت سے غزوۃ العشیرۃ کہلایا جو ھاء اور بلا ھاء، دونوں طرح مستعمل تھا ابن سعد لکھتے ہیں اصل ہدف وہ تجارتی قافلہ تھا جو مکہ سے شام کیلئے روانہ ہوا تھا مگر وہ ہاتھ نہ آسکا اسی کی واپسی پر اس سے تعرض کیلئے دوبارہ نکلے جو آخر کار معرکۂ بدر پر منتج ہوا۔ ابن اسحاق رقمطراز ہیں کہ غزوہ بدر کا سبب مجھے یزید بن رومان نے عروہ سے یہ بیان کیا کہ ابوسفیان تجارتی قافلہ کے ساتھ مع تیس سواروں کے جن میں مخرمہ بن نوفل اور عمرو بن عاص بھی تھے، شام میں تھا یہ ایک عظیم قافلہ تھا جس میں تمام قریش کا مال لگا تھا آنجناب نے صحابہ کرام کو اس پر قابو پانے کیلئے تیار کیا ادھر ابوسفیان کو اس کے مخبر نے بتلا دیا کہ واپسی کے سفر میں مسلمانوں کی طرف خطرہ ہے اس نے ضمضم بن عمرو غفاری کو مکہ دوڑایا تا کہ اہلِ مکہ قافلہ بچانے کیلئے نکلیں چنانچہ وہ ایک ہزار افراد کے ساتھ جن میں سو گھڑ سوار تھے، نکلے ابوسفیان نے نہایت احتیاط سے کام لیتے ہوئے ساحل کا راستہ اختیار کیا اور تیز رفتاری سے چلا حتی کہ بچ گیا مکہ کے قریب پہنچ کر اس لشکر کو پیغام بھیجا کہ قافلہ اب محفوظ ہے واپس آجائیں مگر ابوجہل نے واپس لوٹنے سے انکار کیا اور آگے بدر میں جا پڑاؤ کیا آخر یہاں معرکہ بدر پیش آیا۔

اسے مسلم نے (المغازی اور المناسك) اور ترمذی نے (الجهاد) میں روایت کیا ہے۔

2 - باب ذِكْرُ النَّبِيِّ ﷺ مَنْ يُقْتَلُ بِبَدْرٍ (لسانِ نبوت سے مقتولینِ بدر کا ذکر)

یعنی جنگ بدر وقوع پذیر ہونے سے قبل، چنانچہ جیسے آپ نے بیان کیا ویسے ہی ہوا، مسلم کی انس عن عمر سے روایت میں ہے کہ نبی پاک نے بدر کے میدان مین ہمیں ان جگہوں کی نشاندہی فرمائی جہاں جہاں سردارانِ قریش قتل ہونے والے تھے، آپ فرماتے: (هذا مصرع فلان غداً إن شاء الله تعالىٰ و هذا مصرع الخ)، یہ کل اِن شاءاللہ فلان کی جائے قتل ہے، یہ فلان کی۔۔۔۔ الخ، کہتے ہیں قسم ہے اس ذات کی جس نے حق کے ساتھ آپ کو مبعوث کیا ذرا بھی ادھر ادھر نہیں ہوئے تو یہ جنگ سے ایک رات پہلے کی بات ہے مگر حدیثِ باب میں جو مذکور ہے وہ اس سے ایک عرصہ قبل کا امر واقع ہے۔

3950 - حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا شُرَيْحُ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ مَيْمُونٍ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ حَدَّثَ عَنْ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ أَنَّهُ قَالَ كَانَ صَدِيقًا لِأُمَيَّةَ بْنِ خَلَفٍ وَكَانَ أُمَيَّةُ إِذَا مَرَّ بِالْمَدِينَةِ نَزَلَ عَلَى سَعْدٍ وَكَانَ سَعْدٌ إِذَا مَرَّ بِمَكَّةَ نَزَلَ عَلَى أُمَيَّةَ فَلَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْمَدِينَةَ

انْطَلَقَ سَعْدٌ مُعْتَمِرًا فَنَزَلَ عَلَى أُمَيَّةَ بِمَكَّةَ فَقَالَ لِأُمَيَّةَ انْظُرْ لِي سَاعَةَ خَلْوَةٍ لَعَلِّي أَنْ أَطُوفَ بِالْبَيْتِ فَخَرَجَ بِهِ قَرِيبًا مِنْ نِصْفِ النَّهَارِ فَلَقِيَهُمَا أَبُوجَهْلٍ فَقَالَ يَا أَبَا صَفْوَانَ مَنْ هَذَا مَعَكَ فَقَالَ هذَا سَعْدٌ فَقَالَ لَهُ أَبُوجَهْلٍ أَلَا أَرَاكَ تَطُوفُ بِمَكَّةَ آمِنًا وَقَدْ أَوَيْتُمُ الصُّبَاةَ وَزَعَمْتُمْ أَنَّكُمْ تَنْصُرُونَهُمْ وَتُعِينُونَهُمْ أَمَا وَاللَّهِ لَوْلَا أَنَّكَ مَعَ أَبِي صَفْوَانَ مَا رَجَعْتَ إِلَى أَهْلِكَ سَالِمًا فَقَالَ لَهُ سَعْدٌ وَرَفَعَ صَوْتَهُ عَلَيْهِ أَمَا وَاللَّهِ لَئِنْ مَنَعْتَنِي هذَا لَأَمْنَعَنَّكَ مَاهُوَ أَشَدُّ عَلَيْكَ مِنْهُ طَرِيقَكَ عَلَى الْمَدِينَةِ فَقَالَ لَهُ أُمَيَّةُ لَا تَرْفَعْ صَوْتَكَ يَا سَعْدُ عَلَى أَبِي الْحَكَمِ سَيِّدِ أَهْلِ الْوَادِي فَقَالَ سَعْدٌ دَعْنَا عَنْكَ يَا أُمَيَّةُ فَوَاللَّهِ لَقَدْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ إِنَّهُمْ قَاتِلُوكَ قَالَ بِمَكَّةَ قَالَ لَا أَدْرِي فَفَزِعَ لِذَلِكَ أُمَيَّةُ فَزَعًا شَدِيدًا فَلَمَّا رَجَعَ أُمَيَّةُ إِلَى أَهْلِهِ قَالَ يَا أُمَّ صَفْوَانَ أَلَمْ تَرَىْ مَا قَالَ لِي سَعْدٌ قَالَتْ وَمَا قَالَ لَكَ قَالَ زَعَمَ أَنَّ مُحَمَّدًا أَخْبَرَهُمْ أَنَّهُمْ قَاتِلِيَّ فَقُلْتُ لَهُ بِمَكَّةَ قَالَ لَا أَدْرِي فَقَالَ أُمَيَّةُ وَاللَّهِ لَا أَخْرُجُ مِنْ مَكَّةَ فَلَمَّا كَانَ يَوْمَ بَدْرٍ اسْتَنْفَرَ أَبُوجَهْلٍ النَّاسَ قَالَ أَدْرِكُوا عِيرَكُمْ فَكَرِهَ أُمَيَّةُ أَنْ يَخْرُجَ فَأَتَاهُ أَبُو جَهْلٍ فَقَالَ يَا أَبَا صَفْوَانَ إِنَّكَ مَتَى مَا يَرَاكَ النَّاسُ قَدْ تَخَلَّفْتَ وَأَنْتَ سَيِّدُ أَهْلِ الْوَادِي تَخَلَّفُوا مَعَكَ فَلَمْ يَزَلْ بِهِ أَبُوجَهْلٍ حَتَّى قَالَ أَمَّا إِذْ غَلَبْتَنِي فَوَاللَّهِ لَأَشْتَرِيَنَّ أَجْوَدَ بَعِيرٍ بِمَكَّةَ ثُمَّ قَالَ أُمَيَّةُ يَا أُمَّ صَفْوَانَ جَهِّزِينِي فَقَالَتْ لَهُ يَا أَبَا صَفْوَانَ وَقَدْ نَسِيتَ مَا قَالَ لَكَ أَخُوكَ الْيَثْرِبِيُّ قَالَ لَا مَا أُرِيدُ أَنْ أَجُوزَ مَعَهُمْ إِلَّا قَرِيبًا فَلَمَّا خَرَجَ أُمَيَّةُ أَخَذَ لَا يَنْزِلُ مَنْزِلًا إِلَّا عَقَلَ بَعِيرَهُ فَلَمْ يَزَلْ بِذَلِكَ حَتَّى قَتَلَهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ بِبَدْرٍ.

طرفه - 3632۔ (توفیق جلد: پنجم ص: ۳۵۴ میں ترجمہ گزر چکا)

ابراہیم اپنے والد یوسف بن اسحاق بن ابی اسحاق سبیعی سے راوی ہیں۔(قال کان صدیقا) یہ ایک رائے کے مطابق اسلوبِ التفات ہے، سیاق کے مطابق (کنت صدیقا) ہونا چاہئے تھا، یہ بھی محتمل ہے کہ (قال) زائدہ ہو اور (کان الخ) کلامِ ابن مسعود سے ہو، نسفی کے ہاں یہی ہے۔ (علی أمیة) علامات النبوۃ میں اسرائیل عن أبي إسحاق سے روایت میں (أمیة بن خلف بن صفوان) تھا، مروزی کے ہاں بھی یہی ہے احمد اور بیہقی کی اسرائیل ہی کے طریق سے روایت میں بھی یہی ہے مگر درست وہ جو باقیوں کے ہاں ہے یعنی (أمیة بن خلف أبی صفوان)، اسماعیلی کی روایت میں: (أبی صفوان أمیة بن خلف) ہے، اس کے بیٹے صفوان کی وجہ سے یہ کنیت ہے، اصحابِ ابی اسحاق پھر اصحابِ اسرائیل سب اس امر پر متفق ہیں کہ سعد امیہ کے مہمان بنے تھے مگر ابو علی حنفی ان کی مخالفت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ عتبہ بن ربیعہ کے ہاں اترے تھے، باقی قصہ یہی روایت کیا، اسے بزار نے تخریج کیا، جماعت کا قول اَولیٰ ہے، عتبہ بھی بدر میں قتل ہوا تھا لیکن وہ مکہ سے نکلنے میں امیہ کی طرح پس وپیش نہ کرتا تھا البتہ قافلہ بچ جانے پر اس کی رائے تھی کہ اب واپس چلا جائے مگر ابوجہل نے مخالفت کی (فقال لا مرأته یا أم صفوان) سے بھی ابو علی حنفی کی تغلیط ثابت ہوتی

ہے کیونکہ عتبہ کی بیوی کی کنیت ام صفوان نہ تھی۔

(انظر لی ساعة خلوة) اسرائیل کی روایت میں تھا کہ خود امیہ نے تجویز کیا کہ دوپہر کے وقت چلیں گے، تطبیق ممکن ہے کہ سعد نے ساعتِ خلوت کہا اور اس نے جواب میں دوپہر کا وقت تجویز کیا کہ یہی وقتِ خلوت ہے۔ (أویتم) مد وقصر، دونوں کے ساتھ مستعمل ہے، صباۃ صابی کی جمع ہے، یاء کے ساتھ بغیر ہمزہ، جو ایک سے دوسرے دین کی طرف منتقل ہو، اسرائیل کی روایت میں: (محمداً وأصحابه) تھا۔

(طريقك على المدينة) یعنی شام کی طرف کا تجارتی راستہ جو مدینہ کے قریب سے گزرتا تھا، کرمانی اعرابی توجیہہ کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ رفع ونصب، دونوں صحیح ہیں بقول ابن حجر نصب اصح ہے کیونکہ اس کا عامل (لأمنعنك) ہے یہ سابقہ جملہ: (ما هو أشد عليك) سے بدل تھا، اگر مرفوع قرار دیں تو یہ محتاجِ تقدیر ہوگا، اسرائیل کی روایت میں: (متجرك إلى الشام) ہے یہاں بھی وہی مفہوم مراد ہے۔

(على أبي الحكم) یہ اس کی اصل کنیت تھی نبی اکرم نے اسے بدل کر ابوجہل کر دیا۔ (إنهم قاتلوك) ضمیرِ جمع کے ساتھ، اشارہ مسلمانوں کی طرف ہے یا نبی اکرم کی طرف اور تعظیماً صیغہِ جمع استعمال کیا باقی سیاقِ روایت سے اس ثانی احتمال کی تائید ملتی ہے بعض نسخوں میں: (قاتليك) ہے انہوں نے اسے لحن قرار دیا ہے اسرائیل کی روایت میں: (إنه قاتلك) تھا۔

(ففزع لذلك الخ) اس کی گھبراہٹ کا سبب روایتِ اسرائیل میں مذکور ہے کہ محمدﷺ کی بات کبھی غلط ثابت نہیں ہوتی بیہقی کی روایت میں یہ بھی ہے: (فكاد أن يُحدِث) حدث سے یعنی شدتِ گھبراہٹ سے پیشاب یا۔۔۔۔۔۔۔۔۔خطا ہونے کے قریب ہوگیا۔ ابن حجر کہتے ہیں مجھے یہ لفظ تصحیف لگتا ہے۔ (يا أم صفوان) اس کا نام صفیہ بعض نے کریمہ کہا ہے، بنت معمر بن حبیب بن وہب، امیہ اس کا چچا زاد تھا بعض نے اس کی بیوی کا نام فاختہ بنت اسود ذکر کیا ہے۔

(فلما كان يوم بدر) اسرائیل کی روایت میں مزید یہ جملہ بھی تھا: (وجاء الصريخ) ابن اسحاق کے حوالے سے ذکر ہوا کہ اس صریخ کا نام ضمضم تھا، ابن اسحاق لکھتے ہیں مکہ پہنچ کر (جاہلیت کے رسم ورواج کے مطابق) اس نے اپنے اونٹ کی ناک کاٹ دی پالان الٹ دیا اور قمیص پھاڑ دی اور چیخنے لگا اے معشرِ قریش! ابوسفیان کے پاس موجود تمہارے اموال کو محمد سے خطرہ ہے، مدد مدد۔

(أنك متى يراك الخ) کشمیہنی کے نسخہ میں (متى ما يراك) ہے یہ۔ ما۔ زائدہ کافہ عن العمل ہے اس کے حذف کی صورت میں: یراك کا الف متروک ہونا چاہئے تھا کیونکہ متیٰ شرطیہ ہے جو فعل مضارع کے لئے جازم ہے، ابن مالک اس ضمن میں لکھتے ہیں ثبوتِ الف سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ (یراك) ایسا فعل مضارع ہے جس میں ہمزہ سے پہلے الف بھی ہے، یہ (رأى) میں ایک لغت ہے، شاعر کا یہ قول بطورِ استشہاد پیش کیا: (إذا راء ني أبدى بشاشة واصل) تو اس کا مضارع (يراء) ہے، مد کے ساتھ، آخر میں ہمزہ مجزوم ہونے کی صورت میں الف محذوف ہوا پھر ہمزہ کو الف میں بدل دیا تو یہ ہوا: (يراء)، لکھتے ہیں ایک اعرابی توجیہہ یہ بھی ممکن ہے کہ یہاں متیٰ إذا کے مشابہ قرار دیا جائے تب جازم نہیں بنتا، اس کی نظیر حضرت ابوبکر کے بارہ میں حضرت عائشہ کا قول ہے جو کتاب الصلاۃ میں گزرا: (متى يقوم مقامك) یا یہ کہ معتل کا فعلِ صحیح کے بطور اجراء کیا گیا ہے جیسے شاعر کا یہ قول: (ولا ترضاها ولا تملق)، یا یہ اشباع ہے جیسے اس آیت میں: (إِنَّهُ مَنْ يَتَّقِي)[یوسف: ۹۰]۔ ابن حجر کہتے ہیں اسماعیلی

کی روایت میں حذفِ الف کے ساتھ ہی مروی ہے، وھو الوجہ۔

(سید أھل الوادی) یعنی وادیٔ مکہ، خود امیہ نے بھی ابوجہل کو اسی وصف کے ساتھ متصف کیا تھا تو یہ تقارضِ تعریف ہے دراصل دونوں طبقہ اشرافیہ میں سے تھے۔(فلم یزل یه أبو جھل) ابن اسحاق نے ابن أبي نجیح کے حوالے سے اپنی ایک روایت میں ایک حیلہ کا ذکر کیا ہے جو ابوجہل نے امیہ کو ہمراہ چلنے پر مجبور کرنے کے لئے اختیار کیا، کہتے ہیں امیہ نے جب نہ جانے کا فیصلہ کیا تو عقبہ بن ابومعیط ایک مجمرہ (یعنی عود سلگانے کی انگھیٹی) لئے آیا اور اس کے سامنے رکھ کر کہا: (إنما أنت من النساء) آپ تو عورتوں میں سے ہو، اس پر اسے (قبحك الله) کہا اور عار سے بچنے کے لئے نکل پڑا، کہتے ہیں عقبہ کو یہ کرنے پر ابوجہل نے مامور کیا تھا۔

(لأشترین أجود الخ) تا کہ اگر کوئی خطرہ محسوس کرے تو وہ بھگا لے آئے۔(لا یترك منزلا) نسخۂ کشمیہنی میں (لا ینزل منزلا) ہے، یہی اوجہ ہے۔ (حتی قتله الله ببدر) الوکالۃ کی ابن عوف کی روایت میں اس کے قتل ہونے کا حال ذکر ہوا، آگے غزوہ بدر کے باب میں بھی اشارہ آئے گا۔ واقدی لکھتے ہیں اس کے قتل کی تولیت خبیب بن اساف انصاری پہ ہے جب کہ ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ اس کا قاتل انصار کے قبیلہ بنی مازن سے تھا، ابن ہشام کے بقول معاذ بن عفراء، خارجہ بن زید اور خبیب ابن اساف نے مشترکہ طور پر کیا، حاکم المستدرک میں بیان کرتے ہیں کہ رفاعہ بن رافع نے بھی تلوار کے ساتھ زخم لگایا بعض نے حضرت بلال کو قاتل شمار کیا ہے، اس کا بیٹا علی بن امیہ بھی ساتھ قتل ہوا اس کے قاتل حضرت عمار تھے۔

حدیث سے حضرت سعد کی قوتِ نفس و یقین کا ثبوت ملا، یہ بھی کہ صحابہ کرام کو آنجناب کے ادائیگیٔ عمرہ سے قبل عمرہ کے لئے جانے کی اجازت تھی بخلاف حج کے۔

علامہ انور اس باب کے تحت رقمطراز ہیں کہ آنجناب نے جگہوں کی نشاندہی کر کے سردارانِ قریش کے مقتول ہونے کی پیشین گوئی فرمادی تھی تو ایسے ہی ہوا، انبیاء کی اخبار اس طرح امرِ واقع کے مطابق ہوتی ہیں بال برابر بھی فرق نہیں ہوسکتا البتہ رواۃ کی جانب سے ان کی اخبار کی نقل و روایت میں بسا اوقات خبط واقع ہو جاتا ہے کیونکہ وہ معصوم عن الخطا نہیں، تو جاہل اغلاطِ رواۃ اور اخبارِ انبیاء کے مابین تفریق نہیں کرتا، وہ رواۃ کے خبط و اغلاط کو انبیاء کرام کی گردنوں پر تھوپ دیتا ہے، یہی کچھ لعینِ قادیان نے کیا، دراصل جب اس نے دیکھا کہ اس کی اکثر پیشین گوئیاں غلط ثابت ہوئی ہیں اور وہ اس کا کوئی عذر تلاش نہ کر سکا تو لگا انبیاء کرام کی پیشین گوئیوں کا تمسخر اڑانے اور ثابت کرنے کہ ان میں سے بھی کئی ثابت نہ ہوئیں تھیں (یعنی اس ضمن میں بعض رواۃ کے تقصیرِ بیان کو بنیاد بنایا) مگر اس کی یہ کوشش نقش برآب ثابت ہوئی (وَمَا كَيْدُ الْكَافِرِيْنَ إلافِيْ ضَلالٍ)،

روایت کے الفاظ (قد أویتم الصبا) کے تحت کہتے ہیں صابیٔ قرآن میں صرف مہموزاً ہی استعمال ہوا ہے، حدیث میں دونوں طرح مستعمل ہے، مہموز بھی اور ناقص بھی، لکھتے ہیں کثیر مفسرین پر ان کے عقائد مخفی رہے حتی کہ ابن تیمیہ نے دعوی کیا کہ یہ بھی کسی زمانہ میں ایک دینِ سماوی کے پیروکار تھے مگر یہ صحیح نہیں، یہ دراصل ستاروں کے ساتھ تعبُّد کرتے تھے عراق کے باسی اور کلدانی زبان بولتے تھے، میرے علم کے مطابق صرف دو علماء نے ان کی حقیقت کا ادراک کیا ہے پہلے ابوبکر جصاص نے اپنی کتاب الأحکام میں اور دوسرے ابن ندیم نے الفہرست میں، (أدرکوا عیر کم) کی نسبت سے لکھتے ہیں آنجناب اس قافلہ سے تعرض کی غرض سے چندسو صحابہ کو ساتھ لئے نکلے تھے آپ کا ارادہ لڑائی کا نہ تھا اسی لئے کوئی خاص تیاری یا اہتمام نہ کیا، ابوسفیان کو اس امر کی خبر مل گئی تو وہ عام

شاہراہ چھوڑ کر ساحل پر جا نکلا، اس طرح قافلہ بچا لے گیا، تو بدر کے میدان میں اہل اسلام کا ابو جہل کے لشکر سے سامنا ان کی طرف سے اس توقع پہ نہ تھا کہ اتنے بڑے لشکر سے معرکہ درپیش ہو جائے گا، (أخذ لا يترك منزلا إلا عقل الخ) کے تحت لکھتے ہیں امیہ اگر چہ کافر تھا مگر اتنا یقین تھا کہ محمد ﷺ کی خبریں غلط نہیں ہوتیں تو یہ حیلہ سازی اور احتیاط لازم پکڑی کہ جب بھی کسی جگہ پڑاؤ ہوتا تو اپنے قریب ہی اونٹ باندھ رکھتا تا کہ اگر خطرہ درپیش ہو تو فورا بھاگ نکلے مگر تقدیر پر تدبیر کیونکر غالب آ سکتی ہے، اللہ نے وہاں سے پکڑا جہاں سے گماں تک نہ تھا، اس نے جب دیکھا کہ کافر منہزم ہو رہے ہیں اونٹ پر اپنے بیٹے کے ہمراہ سوار ہوا اور بھاگ پڑا حضرت بلال کی نظر پڑ گئی تو انصار کے بعض افراد کو آواز دی کہ امیہ اگر آج بچ نکلا تو میری زندگی کا کوئی فائدہ نہیں میں ہمیشہ اس کے بچ جانے پر متململ رہوں گا یہی امیہ مکہ میں اسلام لانے کی پاداش میں حضرت بلال کو سخت تشدد کا نشانہ بنایا کرتا تھا، انصار نے یہ سن کر اس کا تعاقب کیا امیہ نے اپنے بیٹے کو آگے کیا تا کہ وہ انہیں مشغول رکھے اور وہ خود نجات پا سکے مگر صحابہ نے جلد ہی اسے قتل کر ڈالا اور آگے بڑھ کر امیہ کو گھیر لیا جب اس نے اپنے آپ کو گھرا دیکھا تو اونٹ سے اتر آیا، ابن عوف اس کے دوست رہے تھے انہوں نے اسے بچانے کی غرض سے اپنے آپ کو اس پر گرا دیا مگر انصاری نوجوانوں نے ان کے نیچے سے تلواریں چلا کر اس کا کام تمام کر دیا

آخر بحث فائدہ کے عنوان سے تحریر کرتے ہیں کہ آیت: (وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ الخ) کا مفہوم یہ نہیں کہ ہر جل وقل کو اس کی کنہہ وحقیقت سمجھ آ جاتی ہے بلکہ معنی یہ ہے کہ ہر غلیل (پیاسا) اس سے اپنی تشنگی دور کرنے کے لئے مغترف ہو سکتا ہے (یعنی اس کے چشمۂ شیریں سے چلو بھرنے کے لئے ہاتھ بڑھا سکتا ہے) اور ہر علیل اس سے مشتفی ہو سکتا ہے، ہر ایک کو اس کے ذریعہ اتنی ہی ہدایت ملتی ہے جو رب کی مرضی ہو، اس ضمن میں کسی بڑی تنقیر وتفکیر کی ضرورت نہیں بڑتی مگر جہاں تک اس کے معانی غامضہ، مزایا رائقہ اور مرامی ناعمہ ہیں (یعنی دقیق مفاہیم) تو ان کے ادراک سے فحول کی کمریں منقصم ہوتی ہیں (یعنی ٹوٹ جاتی ہیں) اور افکار اس کی حریم کے تطواف سے اظہارِ عجز کرتے ہیں۔

3 - باب قِصَّةُ غَزْوَةِ بَدْرٍ (غزوہ بدر)

وَقَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى (وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ إِذْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ أَلَنْ يَكْفِيَكُمْ أَنْ يُمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلاثَةِ آلافٍ مِنَ الْمَلائِكَةِ مُنْزَلِينَ بَلَى إِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا وَيَأْتُوكُمْ مِنْ فَوْرِهِمْ هَذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ آلافٍ مِنَ الْمَلائِكَةِ مُسَوِّمِينَ وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوبُكُمْ بِهِ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوا خَائِبِينَ) وَقَالَ وَحْشِيٌّ قَتَلَ حَمْزَةُ طُعَيْمَةَ بْنَ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ يَوْمَ بَدْرٍ وَقَوْلُهُ تَعَالَى (وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللَّهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ) الآيَةَ

(ترجمہ) اللہ تعالی کا فرمان ہے: اور البتہ اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی جبکہ تم کمزور تھے پس اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ تم شکر گزار بنو۔ اور فرمایا: (اے نبی) جب آپ مومنوں سے کہہ رہے تھے کیا تمہیں کافی نہیں کہ تمہارا رب تمہاری مدد کیلئے تین ہزار فرشتے اتار دے؟ کیوں نہیں اگر تم صبر سے کام لو اور تقوی اختیار کرو، وہ فی الفور آ جائیں، تمہارا رب پانچ ہزار نشان زد کئے فرشتے تمہاری مدد کو اتارے گا، اور نہیں کیا ایسا اللہ نے مگر تمہاری بشارت کیلئے اور تا کہ تمہارے دل مطمئن ہوں اور نہیں ہے نصرت مگر اللہ غالب وحکیم ہی کی طرف سے، تا کہ وہ کافروں کا ایک حصہ ہلاک کر دے یا انہیں مغلوب کرے تو نا کام واپس جائیں۔ وحشی کہتے

ہیں حضرت حمزہ کے ہاتھوں بدر کے دن طعیمہ بن عدی بن خیار قتل ہوا تھا۔ اللہ کا فرمان: اور جب اللہ تم سے دو جماعتوں میں سے ایک کا وعدہ کرتا تھا کہ اس پہ تمہیں قابو دے گا۔

بدر ایک مشہور بستی تھی (آج بھی ہے) بدر بن مخلد بن نضر بن کنانہ کی طرف منسوب ہے جو یہاں اترا تھا، بعض نے بدر بن حارث لکھا ہے، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہاں موجود ایک کنویں کا نام بدر تھا اس کے پانی کے صاف ہونے یا کنویں کے متدیر (گول) ہونے کی وجہ سے یہ نام پڑا گویا اس میں بدر نظر آتا تھا، واقدی نے ان مذکورہ توجیہات کا بنی غفار کے متعدد شیوخ کے حوالے سے انکار کیا ہے، ان کے بقول یہ ان کا ماویٰ و منزل ہے کبھی کسی بدر نامی شخص کی ملکیت نہیں رہا، یہ بس اس کا نام ہے جیسے دوسرے شہروں کے ہوتے ہیں۔

(وأنتم أذلة) یعنی قلیل، بنسبت لشکرِ کفار کے اور مادی وسائل کے لحاظ سے کمزور بھی کہ اکثر پیدل اور ضروری ہتھیاروں سے عاری تھے، اس کا سبب یہ بنا کہ نبی اکرم نے صحابہ کرام کو ابوسفیان کے قافلہ سے تعرض کی غرض سے نکالا تھا، اکثر انصار کو یہ توقع نہ تھی کہ قافلہ کی بجائے مکہ سے آئے ہوئے ایک بھاری بھرکم لشکر سے معرکہ آرائی ہوسکتی ہے تو ساتھ جانے والے لوگ کم تعداد میں تھے اور جنگ کیلیے جو تیاری و اسلحہ درکار ہوتا ہے وہ بھی نہ تھی، جب کہ مشرکین باقاعدہ تیاری سے تھے۔

(إِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ) اہلِ تاویل اس کی بابت باہم اختلاف کرتے ہیں، بعض کے مطابق یہ (نصر کم) سے متعلق ہے، اس پر یہ قصہ بدر کی بابت ہے مصنف کا بھی یہی رجحان ہے یہی اکثر کا قول ہے اور داؤدی بھی اس پہ جزم کرتے ہیں، بعض کے نزدیک یہ (وَإِذْ غَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ) سے متعلق ہے، اس پر یہ غزوہ احد کی بابت ہوگا، یہ عکرمہ اور ایک گروہ کی رائے ہے، اول کی تائید ابن ابی حاتم کی شعبہ تک صحیح سند کے ساتھ ایک روایت سے ملتی ہے جس میں ہے کہ مسلمانوں کو یوم بدر میں خبر ملی کہ کرز بن جابر مشرکوں کی مدد کرے گا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: (أَلَنْ يَكْفِيَكُمْ أَنْ يُمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلَاثَةِ آلَافٍ) [آل عمران: ۱۲۴] کہتے ہیں تو کرز ان کی مدد کو نہ آسکا اور نہ مسلمانوں کو پانچ ہزار فرشتوں کی مدد کی ضرورت پڑی، سعید عن قتادہ کے طریق سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ ہزار فرشتوں کے ساتھ اہل اسلام کی مدد کی، ربیع بن انس سے منقول ہے کہ بدر کے دن اللہ نے اولا ایک ہزار فرشتے پھر ان کی تعداد بڑھا کر تین ہزار، آخر تعداد میں اضافہ کر کے پانچ ہزار فرشتے بطورِ مدد بھیجے، گویا انہوں نے آل عمران اور سورہ انفال کی آیتوں کو باہم جمع کر دیا (سورہِ انفال میں ایک ہزار جبکہ آل عمران میں تین پھر پانچ ہزار کا ذکر ہے)۔ امام بخاری نے غزوہِ احد کے باب میں بھی (وإذ غدوتَ الخ) کے شانِ نزول میں موجود اختلاف کی جانب اشارہ کیا ہے اس طرح آیت: (لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ) کی بابت بھی، باقی آیات کو غزوہ بدر میں ذکر کیا، یہی معتمد ہے۔

(فورهم غضبهم) یہ عکرمہ اور مجاہد کا قول ہے ابن عباس سے بھی منقول ہے۔ حسن، قتادہ اور سدی کہتے ہیں اس کا معنی ہے: (من وجههم)۔ (وقال وحشی) یعنی ابن حرب۔ (عدی بن خیار) خیار کا لفظ وہم ہے، درست (ابن نوفل) ہے آگے غزوہ احد میں اس پر بات ہوگی۔

(وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ إِحْدَى الخ) یہ آیت بالاتفاق بدر کے بارہ میں نازل ہوئی بلکہ ساری سورہِ انفال یا اسکا بیشتر حصہ بدر سے متعلقہ ہے، التفسیر میں سعید بن جبیر کا قول آئے گا کہ میں نے ابن عباس سے سورہ انفال کے بارہ میں پوچھا تو کہنے لگے یہ بدر کی

بابت نازل ہوئی ، طائفتین سے مراد قافلہ اور مکہ سے آیا ہوا لشکر تھا، مسلمان چاہتے تھے کہ قافلہ پر تسلط حاصل ہو اسی طرف آیت :(وَ تَوَدُّوْنَ أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ)[الأنفال: ۷] میں اشارہ ہے، ذات الشوکۃ سے مراد مسلح ۔ (الشوکۃ الحد) یہ ابوعبیدہ کا قول ہے کتاب المجاز میں لکھتے ہیں کہا جاتا ہے: (ما أشدَّ شوكةَ بني فلان) أي حدهم، گویا یہ شوک کے واحد سے استعارہ ہے (اردو میں بھی یہی محاورہ ہے: کیل کانٹے سے لیس)۔ طبرانی نے اور ابونعیم نے الدلائل میں ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ شام سے اہل مکہ کا ایک قافلہ آرہا تھا نبی اکرم اس کی سرکوبی کی غرض سے نکلے اہل مکہ کو اطلاع ہوئی تو قافلہ کی حفاظت اور اسے بچانے کیلئے مسلح ہو کر آئے قافلہ تو ہاتھ سے نکل گیا اللہ تعالیٰ نے دونوں میں سے ایک کا مسلمانوں سے وعدہ کر رکھا تھا، مسلمانوں کی خواہش تھی کہ قافلہ مل جائے ، وہ نہ ملا اور بدر کے میدان میں اہل مکہ کے لشکر سے مڈھ بھیڑ ہوگئی۔

سید انور کشمیری (وأنتم أذلة) کے تحت لکھتے ہیں یعنی قلیل تعداد والے تھے، ہتھیار بھی کافی نہ تھے اور نہ سواریاں تھیں، تین سو اور کچھ اوپر دس تھے، ٹھیک وہی تعداد جو حضرت طالوت کے لشکر کی تھی اور حضرت ابرہیم کے ساتھیوں کی جب حضرت لوط کو کفار کے ہاتھوں سے بچانے کے لئے نکلے جو انہیں لے گئے تھے، اصحابِ مہدی کی تعداد بھی یہی ہوگی (یہ محل نظر ہے) یہی عددِ رسل (؟) ہے، اللہ ہی کو علم ہے کہ اس عدد میں کیا راز ہے، کہتے ہیں آیت میں ایک اشکال ہے وہ یہ کہ ایک آیت میں ہزار، دوسری آیت میں تین پھر پانچ ہزار فرشتوں کی مدد کا ذکر ہے، میں کہتا ہوں کفار کی تعداد ایک ہزار تھی، افواہ اڑی کہ کرز دو ہزار لوگوں کے ساتھ ان کی مدد کو آرہا ہے لوگوں کو گھبراہٹ ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری:(أَلَنْ يَكْفِيَكُمْ أَنْ يُمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلَاثَةِ آلَافٍ الخ)استفہامیہ انداز ہے جیسے مخاطبات میں ہوتا ہے، اب صریحِ خبر اور اسلوبِ انشاء بصورۃ الخبر میں فرق ملحوظ رکھو، اس میں وعد نہیں اور نہ ان کے انزال کی خبر، جب کرز حسبِ افواہ نہ آیا تو اس تعدادِ مذکور میں فرشتے بھیجنے کی بھی ضرورت نہ رہی، پھر فرمایا:(بَلٰى إِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا الخ) تو اس میں پانچ ہزار فرشتوں کے انزال کا وعدہ کیا اور اسے صبر و تقویٰ پہ معلق رکھا، تا کہ انہیں یہ خبر نہ دے کہ وہ کیا کرنے والا ہے، پس ہزار کا وعدہ مطلقاً اور پانچ ہزار کا وعدہ صبر و تقوی کے ساتھ مشروط تھا جبکہ تین ہزار تب اگر کرز دو ہزار مددگار لئے آجاتا، یا اصل امداد پانچ ہزار ہی تھی مگر تدریجاً خبر دی کہ زیادہ خوشی ہو، یہ بھی سنن بیان سے ہے یعنی حصہ بحصہ القائے مراد، جیسے نبی اکرم نے ایک مرتبہ فرمایا کیا اس بات پہ راضی نہیں کہ تم اہل جنت کا ثلث بنو، پھر فرمایا اہلِ جنت کا نصف ، تو یہ قلیل سے کثیر کی طرف تدرُّج ہے، میری نظر میں نمازوں کے ضمن میں بھی پچاس سے پانچ تک آجانے میں یہی مراد ہے جیسا کہ تقریر گزری۔

رہا یہ سوال کہ درحقیقت آخر کار کتنی تعداد میں فرشتے اترے؟ تو اللہ ہی کو اس کا علم ہے! ممکن ہے اس کی جانب سے تفصلاً پانچ ہزار آئے ہوں، ہزار کا وعدہ تو اسلئے تھا کہ لشکرِ کفار کی تعداد بھی یہی تھی امام بخاری کے ان تمام آیات کو اس ترجمہ میں جمع کرنے سے یہ اشارہ مقصود ہے کہ سب کا نزول بدر کی بابت ہے، لکھتے ہیں بعض مفسرین نے فرشتوں کے بارہ میں اس تفاوُتِ عدد کو مختلف غزوات سے جوڑا ہے، کئی دیگر وجوہ بھی مذکور ہیں، بخاری نے سب کو بدر سے متعلق قرار دیا ہے،(وَ لِتَطْمَئِنَّ بِهِ قُلُوْبُكُمْ) کی نسبت لکھتے ہیں کہ لام بمعنی کَیْ ہے، واو اس سے متقدم ہے اور مابعد کا جملہ ایک جملۂ مقدرہ پر معطوف ہے، زمخشری نے کشاف میں اس پر توجہ دی ہے شاہ عبد القادر نے بھی اپنی فوائد میں علیٰ طریق الضابطہ اس کا فائدہ ذکر کیا ہے، (مسومین) یعنی وردی پہنے ہوئے ، یہ کفار کے دلوں میں القائے رعب کیلئے تھا کہ زیِّ حَسن (یعنی خوبصورت وردی، یونیفارم) کی ایک ہیبت و وقار ہوتا ہے قدیم زمانہ میں بہادر جنگوں کیلئے

نکلتے ہوئے ریشم کی قمیص پہنا کرتے تھے پھر وہ انفع واحسن ہوتی تھیں پھر اگرچہ اللہ تعالیٰ کرز کا حال جانتا تھا کہ وہ نہیں آئے گا اور فرشتوں کا حال بھی کہ ہزار عدد اتریں گے یا پانچ ہزار، لیکن اللہ کی سنت ہے کہ کبھی معاملہ کومخفی رکھتا ہے، اپنے رسل پر بھی ظاہر نہیں کرتا کئی مصالح کی وجہ سے جنہیں وہی جانتا ہے اس طور کہ سامع کا ذہن ہر طرف جاتا اور اس کے نفس سے تردد ختم نہیں ہوتا، یہی قرآن میں (لَعلَّ) کا معنی ہے جیسا کہ سیبویہ نے اختیار کیا نہ کہ جو سیوطی نے اختیار کیا کہ وہ ہمیشہ قرآن میں یقین کا مفہوم دیتا ہے بلکہ اس لئے کہ اللہ تعالی جب چاہتا ہے کہ ہمیں حقیقتِ امر کی خبر نہ دے تو وہی الفاظ استعمال کرتا ہے جو اس غرض سے ہماری کلام میں مستعمل ہیں کیونکہ قرآن کسی بھی جگہ لوگوں کے محاورات سے منفک نہیں، وہ ان سے ان کے عرف کے مطابق کلام کرتا ہے جب اس کی مشیت نہیں ہوتی کہ کسی معاملہ کی حقیقت کو ہم پہ منکشف کرے تو ایسے اسلوب سے ادا فرماتا ہے کہ ابہام باقی رہتا ہے۔

3951 - حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَعْبٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ كَعْبٍ قَالَ سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ ؓ يَقُولُ لَمْ أَتَخَلَّفْ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي غَزْوَةٍ غَزَاهَا إِلاَّ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ غَيْرَ أَنِّي تَخَلَّفْتُ عَنْ غَزْوَةِ بَدْرٍ وَلَمْ يُعَاتَبْ أَحَدٌ تَخَلَّفَ عَنْهَا إِنَّمَا خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُرِيدُ عِيرَ قُرَيْشٍ حَتَّى جَمَعَ اللَّهُ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ عَدُوِّهِمْ عَلَى غَيْرِ مِيعَادٍ.

أطرافه 2757، 2947، 2948، 2949، 2950، 3088، 3556، 3889، 4418، 4673، 4676، 4677، 4678، 6255، 6690، - 7225

کعب بن مالک کہتے ہیں سوائے تبوک کے میں کسی غزوہ سے پیچھے نہ رہا، ہاں بدر میں بھی حاضر نہ تھا مگر بدر سے غیر حاضر کسی فرد پہ آپ نے عتاب نہ کیا تھا کیونکہ آپ تو قافلہِ قریش کے ارادہ سے نکلے تھے، اللہ نے بغیر میعاد مسلمانوں اور دشمنوں کو آمنے سامنے لا کھڑا کیا تھا

حضرت کعب کے تبوک سے پیچھے رہ جانے اور ان کی توبہ کے قصہ پر مشتمل روایت کا ایک حصہ ہے، غزوہ تبوک کے باب میں مطولاً آئے گی یہاں غرضِ ترجمہ اس کا یہ جملہ ہے: (ولم يعاتَب أحد) یہاں صیغہِ مجہول ہے مگر نسخہِ کشمیہنی میں ہے: (ولم يعاتب الله أحداً)۔ (على غير ميعاد) یعنی بغیر ارادہ قتال کے، کہا جاتا ہے اس قافلہ میں ایک ہزار اونٹ اور پچاس دینار تھے، قریش کے تیس ایک قول کے مطابق چالیس اور ایک قول کے مطابق ساٹھ افراد جن میں عمرو بن عاص اور مخرمہ بن نوفل بھی تھے، ہمراہ تھے۔

(غير أني تخلفت الخ) یہ ان کے قول (لم أتخلف إلا في تبوك) کے مفہوم سے استثناء ہے اس کا مفہوم یہ تھا کہ سوائے تبوک کے تمام غزوات میں موجود رہا پھر مزید اس سے معرکہِ بدر کو استثناء کیا، دونوں کو ایک ہی لفظِ استثناء سے ذکر کیوں نہیں کیا؟ اس کا سبب یہ ہے کہ تبوک میں وہ اپنی مرضی سے باوجود اس امر کے کہ رسول اللہ نے سب کو ہمراہ چلنے کا کہا تھا، پیچھے رہ گئے اور اس میں پیچھے رہنے والوں پر اظہارِ عتاب ہوا تھا بدر میں یہ صورتحال نہ تھی (یعنی نہ تو نبی اکرم نے سب کو نکلنے کا حکم دیا اور نہ متخلفین پر اظہارِ عتاب کیا تھا) تو اس لئے دونوں تخلف کو الگ الگ ذکر کیا۔

4 - باب قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى (إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُمْ بِأَلْفٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهِ قُلُوبُكُمْ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ إِذْ يُغَشِّيكُمُ النُّعَاسَ أَمَنَةً مِنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لِيُطَهِّرَكُمْ بِهِ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَى قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا سَأُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقُّوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَمَنْ يُشَاقِقِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ)

اللہ تعالی کا فرمان: یاد کرو جب تم اپنے رب سے فریاد کناں تھے تو اس نے تمہاری فریاد قبول کی اور کہا میں ایک دوسرے کے پیچھے آنے والے ہزار فرشتے تمہاری مدد کو بھیجوں گا اور نہیں کیا اللہ نے یہ مگر تمہارے لئے بشارت اور اطمینانِ قلبی اور نہیں ہے نصرت مگر فقط اللہ ہی کی طرف سے بے شک اللہ غالب وحکمت والا ہے، جب تم پہ اس کی طرف سے چین دینے کو اونگھ چھا رہی تھی اور وہ آسمان سے پانی اتار رہا تھا تا کہ تمہاری طہارت ہو اور تم سے شیطان کا وسوسہ دور کرے اور تمہارے دل مربوط اور قدم جمائے رکھے، جب (اے نبی) آپ کا رب فرشتوں کی طرف وحی کر رہا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اہلِ ایمان کو جمائے رکھو، عنقریب میں اہلِ کفر کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا پس تم انکی گردنوں اور پوروں پر وار کرو، یہ اس لئے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے مخالف ہیں اور جس نے اللہ اور اسکے رسول کی مخالفت کی تو بے شک اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔

علامہ انور ان آیات کی بابت لکھتے ہیں کہ ان میں ہزار فرشتوں کی مدد کا وعدہ ہے اور زمخشری کی یہ کلام کس قدر پرلطف ہے کہ (مردفین) کا لفظ یہ ظاہر کرتا ہے کہ اور فرشتے بھی پیچھے آتے ہیں تو ممکن ہے یہ ہزار آگے ہوں (بطور مقدمۃ الجیش) اور دو ہزار ان کے پیچھے، (إِذْ يُغَشِّيكُمُ النُّعَاسَ) کے تحت لکھتے ہیں باطنی کیفیات کے وقت بھی اونگھ طاری ہو جاتی ہے جیسے نبی پاک پر نزولِ وحی کے وقت اونگھ سی طاری ہوتی تھی، مروی ہے کہ حضرت عیسیٰ بھی اسی حالت میں آسمانوں کی طرف اٹھائے گئے تھے۔

3952 - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ مُخَارِقٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ مَسْعُودٍ يَقُولُ شَهِدْتُ مِنَ الْمِقْدَادِ بْنِ الأَسْوَدِ مَشْهَدًا لأَنْ أَكُونَ صَاحِبَهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا عُدِلَ بِهِ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ وَهْوَ يَدْعُو عَلَى الْمُشْرِكِينَ فَقَالَ لاَ نَقُولُ كَمَا قَالَ قَوْمُ مُوسَى (اذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلاَ) وَلَكِنَّا نُقَاتِلُ عَنْ يَمِينِكَ وَعَنْ شِمَالِكَ وَبَيْنَ يَدَيْكَ وَخَلْفَكَ. فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ أَشْرَقَ وَجْهُهُ وَسَرَّهُ يَعْنِي قَوْلَهُ. طرفه - 4609

ابن مسعود کا بیان ہے میں نے حضرت مقداد کو نبی پاک سے ایسی بات کہتے سنا، اگر میں نے وہ کہی ہوتی تو وہ مجھے ہر شئ سے عزیز ہوتی، وہ آنجناب کے پاس آئے جب آپ مشرکین کے خلاف بددعا فرما رہے تھے، کہنے لگے ہم وہ بات نہ کہیں گے جو قومِ موسیٰ نے کہی تھی (جسکا ذکر قرآن نے یوں کیا) کہ آپ اور آپ کا رب جا کر لڑیئے، لیکن ہم تو آپ کے دائیں، بائیں، آگے اور پیچھے لڑیں گے، کہتے ہیں یہ بات سن کر نبی پاک کا چہرہ مبارک خوشی سے چمک اٹھا۔

مخارق سے مراد ابن عبداللہ بن جابر بجلی احمسی ہیں، ابوسعید سے مکنیٰ اور تمام کے نزدیک ثقہ ہیں، طارق کے سوا کسی اور سے ان کی روایت نہیں دیکھی طارق کو شرفِ رؤیت حاصل ہے۔ (المقداد بن الأسود) پہلے گزرا کہ مقداد کے والد کا نام عمرو تھا، اسود نے انہیں متبنیٰ بنایا ہوا تھا۔ (مما عدل به) یعنی اس کے مقابل دنیویات میں سے کسی بھی شئ کا وزن، بعض کے مطابق ثوابِ آخرت مراد

تھا یا اس سے اعم، مبالغہ کے طور سے ان کی اس عظیم بات کے مدنظر یہ کہا (کیونکہ ان کی اس بات سے سرورِ عالم کا چہرہ اقدس خوشی سے گلنار ہوگیا تو خواہش ظاہر کرتے رہے کہ کاش اس کے بالمقابل کسی بھی عمل کے عامل ہونے کی بجائے انہوں نے یہ بات کہی ہوتی)۔

(لأن أکون صاحبه) صاحبہ یہاں منصوب ہے نسخۂ کشمیہنی میں اس سے قبل (أنا) بھی ہے وہاں رفع ونصب دونوں جائز ہیں بقول ابن مالک نصب اجود ہے۔ (وهويدعو على المشركين) نسائی کی روایت میں ہے کہ مقداد بدر کے دن گھوڑے پر سوار آئے تب یہ بات کہی، ابن اسحاق لکھتے ہیں انہوں یہ بات تب کہی جب نبی پاک مقام صفراء پہنچ چکے تھے اور یہاں آپکو اطلاع ملی کہ ابوسفیان کا قافلہ تو نکل گیا ہے مگر قریش کا ایک لشکر بدر میں ان کا منتظر ہے تو لوگوں سے مشورہ کیا ابوبکر کھڑے ہوئے عمدہ باتیں کی پھر حضرت عمر نے بھی ، پھر مقداد کھڑے ہوئے اور یہ مذکورہ بات کہی مزید یہ بھی کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا اگر آپ جہاد کیلئے برکِ غماد بھی جائیں تو ہمیں اپنے ہمراہ پائیں گے، آپ نے پھر فرمایا مجھے مشورہ دو، اس پر لوگ سمجھ گئے کہ آپ انصار کی رائے بھی سننا چاہتے ہیں آپکو اندیشہ تھا کہ مبادا وہ ساتھ نہ دیں کیونکہ ان سے آپکا معاہدہ یہ ہوا تھا کہ صرف مدینہ پر حملہ ہونے کی صورت میں لڑیں گے، سعد بن معاذ کہنے لگے یارسول اللہ جو آپکو حکم دیا گیا ہے اس پر کاربند رہئے ہم آپکے ساتھ ہیں، اس پر آپ کو خوشی ہوئی، موسی بن عقبہ نے بھی مبسوطاً اس کا ذکر کیا ہے، اسے ابن عائذ نے بھی ابوالاسود عن عروہ، اور ابن ابی شیبہ نے مرسلِ علقمہ بن وقاص سے نقل کیا ہے اس میں مقداد جیسا قول سعد بن معاذ کی طرف منسوب ہے، اس میں ہے جس طرف چاہیں جائیں جس سے چاہیں صلح کریں جس سے چاہیں جنگ کریں اور ہمارے اموال سے جو چاہیں لیں ہم آپکے ہمراہ ہیں، ابن ابی حاتم نے حضرت ابوایوب سے روایت کیا کہ ہم ابھی مدینہ میں تھے کہ نبی اکرم نے ہمیں بتلایا کہ مجھے ابوسفیان کے قافلہ کی بابت خبر ملی ہے کیا اس کی طرف نکلو گے؟ شائد اللہ تعالیٰ ہمیں غنیمت عطا فرمائے، ہم نے کہا جی ہاں تو ہم نکلے ایک یا دو دن چلے تو فرمایا مکہ سے لڑائی کیلئے ایک لشکر چلا آتا ہے، ہم نے عرض کیا بڑی لڑائی کے لئے تو ہماری تیاری وطاقت نہیں ہے آپ نے پھر بات کی تو مقداد نے کہا ہم بنی اسرائیل کی طرح یہ نہ کہیں گے کہ موسیٰ سے کہا آپ جایئے اور آپ کا رب اور لڑیں، ہم تو یہیں بیٹھے ہیں، کہتے ہیں بعد میں ہمیں پچھتاوا ہوا کہ کاش یہ بات ہم انصار نے کہی ہوتی، اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: (كَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَ إِنَّ فَرِيْقاً مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكَارِهُوْنَ)[الأنفال: ۵]۔

ابن مردویہ نے محمد بن عمرو عن علقمہ بن وقاص عن أبیہ عن جدہ کے طریق سے نحوہ روایت تخریج کی مگر اس میں یہی قول حضرت سعد بن معاذ کی طرف منسوب ہے، موسیٰ بن عقبہ نے بھی یہی ذکر کیا، ابن عائذ کی حدیثِ عروہ میں ہے کہ سعد نے کہا اگر آپ یمن کے برک من الغمد بھی چلیں تو ہم ساتھ نہ چھوڑیں گے مسلم میں ہے کہ سعد بن عبادہ نے یہ بات کہی تھی، ابن ابی شیبہ کے مرسلِ عکرمہ میں بھی یہی ہے مگر یہ محلِ نظر ہے کیونکہ وہ تو معرکہِ بدر میں موجود ہی نہ تھے اگرچہ بدری شمار اس طور سے کئے گئے کہ نبی اکرم نے غنیمت میں ان کا بھی حصہ رکھا تھا، آگے ذکر آئے گا، تطبیق کی صورت یہ ہوسکتی ہے کہ ممکن ہے نبی پاک نے دو مرتبہ مشورہ کیا ہو، پہلی مرتبہ مدینہ میں جب ابوسفیان کے قافلہ سے تعرض کیلئے صحابہ سے مشورہ لیا، روایتِ مسلم میں یہ مراد ہے، اسکی عبارت ہے:(إن النبی ﷺ شاور حين بلغه إقبال أبی سفيان)، دوسری دفعہ آگے راستے میں جو اس حدیثِ باب میں مذکور ہوا۔ طبرانی میں ہے کہ سعد بن عبادہ نے یہی بات حدیبیہ میں کہی تھی، یہ اولیٰ بالصواب ہے، کتاب الہجرۃ میں برک الغماد کی تشریح گزری ہے، ابن عائذ کی مشار الیہ روایت سے پتہ

چلا کہ یہ یمن کی جہت ہے بقول سہیلی انہوں نے بعض کتب میں پڑھا کہ یہ ارضِ حبشہ ہے گویا انہوں نے حضرت ابوبکر اور ابن دغنہ کے قصہ سے اسے ماخوذ کیا جس میں تھا کہ وہ حبشہ جانے کی نیت سے برک غماد پہنچے تھے اور ابن دغنہ انہیں پناہ دیکر واپس لے آیا، تو تطبیق یہ ہے کہ حبشہ بھی آگے اسی جہت ہے یمن اور حبشہ کے درمیان چوڑائی کی جہت سے سمندر حائل ہے۔

3953 - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَوْشَبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ بَدْرٍ اللَّهُمَّ أَنْشُدُكَ عَهْدَكَ وَوَعْدَكَ اللَّهُمَّ إِنْ شِئْتَ لَمْ تُعْبَدْ فَأَخَذَ أَبُو بَكْرٍ بِيَدِهِ فَقَالَ حَسْبُكَ فَخَرَجَ وَهُوَ يَقُولُ (سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ) . أطرافه 2915، 4875، - 4877

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ نبی پاک نے بدر کے دن فرمایا اے اللہ! میں تجھے تیرے عہد اور تیرے وعدے کا واسطہ دیتا ہوں کہ (مسلمانوں کو فتح دے دے) اے اللہ! اگر تو چاہے تو آج کے بعد پھر کبھی تیری عبادت نہ کی جائے گی حضرت ابوبکرؓ نے آپ کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ یا رسول اللہ کافی ہے پس آپ یہ کہتے ہوئے نکلے: ''عنقریب یہ جماعت بھگا دی جائے گی اور یہ لوگ پیٹھ پھیر لیں گے

عبدالوہاب سے ابن عبدالمجید ثقفی اور خالد سے مراد حذاء ہیں۔(عن ابن عباس الخ) یہ مراسیلِ صحابہ میں سے ہے کیونکہ ابن عباس اس موقع پہ موجود نہ تھے شائد حضرت ابوبکر یا عمر سے اسے اخذ کیا ہو، مسلم میں ابوزمیل عن ابن عباس کے حوالے سے روایت میں (حدثنی عمر لما کان یوم بدر الخ) کی عبارت ہے، اس میں ہے کہ قبلہ رو ہو کر دعا کی حتی کہ آپ کی چادر مبارک کندھوں سے ڈھلک گئی، سعید بن منصور کی عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ سے روایت میں ہے کہ میدانِ بدر میں آنحضرت نے کفار کی کثرت اور اہل اسلام کی قلت ملاحظہ فرمائی تو دو رکعت ادا کر کے۔ابوبکر بھی شریکِ نماز تھے، نماز ہی میں دست بدعا ہوئے اور فرمایا: (اللہم لا تُودع سنی اللہم لا تَخذلنی اللہم لا تترنی اللہم أنشدُك ماوعدتَنی) اے اللہ مجھے مت چھوڑنا اے اللہ مجھے رسوا نہ کرنا اے اللہ مجھے تکلیف نہ دینا اے اللہ میں تجھے تیرے وعدہ کا واسطہ دیتا ہوں۔ابن اسحاق نے یہ الفاظ ذکر کئے ہیں اے اللہ تیری وہ نصرت مانگتا ہوں جس کا تو نے وعدہ کیا ہے۔

(یوم بدر) التفسیر میں وہیب عن خالد کی روایت میں (فی قبة) بھی مذکور ہے اس سے مراد وہ عریش (عارضی چھتہ سا آجکل اس جگہ مسجد بنا دی گئی ہے، سعودی خاندان کی حسنات میں سے ہے کہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر ہر اس جگہ جہاں نبی اکرم نے نماز ادا فرمائی یا بیٹھے یا پڑاؤ فرمایا، مساجد تعمیر کرا دی ہیں)۔

(اللہم إنی أنشدك) یعنی تجھ سے مانگتا ہوں، طبرانی کی اسنادِ حسن کے ساتھ ابن مسعود سے روایت میں ہے کسی گم شدہ چیز کے طلبگار کو نہیں سنا کہ ایسی شدتِ طلب کا اظہار کرتا ہو جو نبی اکرم نے میدانِ بدر میں کیا، سہیلی لکھتے ہیں آنجناب کے اس شدتِ اجتہاد کا سبب یہ ہے کہ آپ نے فرشتوں کو دیکھا کہ لڑائی کیلئے صفیں بناتے میں اور انصار غمارِ موت میں داخل ہوتے ہیں جہاد کبھی ہتھیاروں کے ساتھ اور کبھی دعاؤں کے ساتھ ہوتا ہے اور سنت یہ ہے کہ امام لشکر کے پیچھے ہوتا ہے وہ خود دست بدست لڑائی نہیں کرتا تو آپ دونوں میں سے ایک کام یعنی دعا کے ساتھ مشغول رہے۔

(اللهم إن شئت لم تعبد) حدیثِ عمر میں ہے اے اللہ اگر یہ جماعت ہلاک ہوگئی تو کوئی زمین پر تیرا عابد نہ بچے گا، یہ اس لئے کہا کیونکہ جانتے تھے کہ آپ خاتمِ رُسل ہیں، اگر آپ اور یہ اہلِ ایمان فنا ہو جاتے ہیں تو کوئی اور مبعوث تو نہ آئے گا پھر مشرک اپنے شرک میں جاری رہیں گے تو مفہوم یہ کہ اس شریعتِ محمدیہ پر عمل پیرا نہ ہوں گے، مسلم کی حدیثِ انس میں ہے کہ احد کے دن بھی یہ کلام کہی تھی، نسائی اور حاکم نے حضرت علی سے روایت کیا، کہتے ہیں بدر کے دن کچھ دیر لڑائی میں شرکت کر کے نبی پاک کو دیکھنے پلٹا تو دیکھا سجدہ میں پڑے ہیں اور یا حی یا قیوم کا ورد کر رہے ہیں میں پھر لڑائی میں شریک ہوا کچھ دیر بعد پھر ایک دفعہ آیا تو آپ ہنوز اسی حالت میں تھے۔

(فأخذ أبو بكر بيده الخ) التفسیر کی وہیب عن خالد سے روایت میں یہ بھی مذکور ہوگا کہ کہا: (قد ألححتَ علىٰ ربك) آپ نے گڑگڑانے کا حق ادا کر دیا ہے، طبرانی نے بھی یہ عثمان عن عبدالوہاب ثقفی عن أبیہ سے نقل کیا ہے، مسلم کی روایت میں ہے حضرت ابوبکر نے گری ہوئی چادر مبارک اٹھا کر کندھے پر ڈالی پھر پیچھے سے چھا ڈال کر عرض گزار ہوئے اے اللہ کے نبی اپنے رب سے یہ مناشدت کافی ہے وہ عنقریب اپنا وعدہ پورا کرے گا، اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:(إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ) تو اللہ نے فرشتے ازرہِ مدد بھیجے، اس زیادت سے ترجمہ کے ساتھ حدیث کی مناسبت خوب عیاں ہوتی ہے، مسلم کی روایت میں ہے کہ کہا:(كذاك)، یہ بمعنی (كفاكَ) ہے، قاسم بن ثابت لکھتے ہیں یہ لفظ بول کر اِغراء اور کسی فعل سے رک جانے کا امر مراد ہوتا ہے، یہاں یہی مراد ہے اسی سے شاعر کا یہ قول ہے: (كذاك القول إن عليك عيبا) یعنی (حسبك من القول فاتركه) یعنی اتنا کہنا ہی کافی ہے، بعض کا یہ دعوی کہ یہ تصحیف ہے، غلط ہے، خطابی کہتے ہیں کسی کو یہ توہُم نہ ہونا چاہئے کہ اس حالت میں ابوبکر کو نبی پاک کی نسبت اللہ کے وعدہِ موعود پر زیادہ وثوق تھا، دراصل نبی اکرم کی اس دعائے مسلسل کی وجہ اپنے اصحاب پر آپ کی شفقت اور ان کے قلوب کی تقویت تھی کیونکہ یہ اسلام کا اولین معرکہ تھا تو توجہ، دعا اور ابتہال میں حد درجہ مبالغہ فرمایا تا کہ ان کے دلوں کی تسکین ہو، ابوبکر نے اپنے دل میں آپ کی دعا کے سبب قوت اور طمانیت پا کر آپ سے عرض کی کہ بس کریں، کافی ہے بعض نے لکھا ہے کہ نبی اکرم اس وقت مقامِ خوف میں تھے جو نماز کا اکمل حال ہے، آپ کے ہاں یہ سوچنا جائز تھا کہ نصرت کا وعدہ شائد کسی اور مقام یا معرکہ کے لئے ہو، کیونکہ وہ وعدہ مجملاً تھا (تو دولتِ یقین کے حصول کے لئے مسلسل دعاؤں میں مصروف رہے)۔

ابن حجر کہتے ہیں بعض جاہل صوفیوں کی طرف اس موقع کے متعلق کوئی نامناسب بات منسوب ہے، شائد وہی جس کی طرف خطابی نے اشارہ کیا (کہ حضرت ابوبکر آپ کی نسبت۔نعوذ باللہ۔اس موقع پر زیادہ پر اعتماد و متوکل تھے) تو یہ ان کی گمراہی و ذلت ہے۔

(فخرج وهو يقول الخ) ایوب عن عکرمہ عن ابن عباس کی روایت میں ہے کہ جب یہ آیت:(سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ)[القمر:۴۵] نازل ہوئی تو حضرت عمر نے پوچھا کونسی جمعیت ہزیمت سے دو چار ہوگی؟ عمر کہتے ہیں پھر جب جنگ بدر کا مرحلہ آیا تو میں نے نبی اکرم کو دیکھا زرہ پہلے جوش سے کہے جاتے تھے:(سيهزم الجمع) ، اسے طبری اور ابن مردویہ نے تخریج کیا ہے، انہی کی ابوہریرہ عن عمر سے بھی یہی مروی ہے، اس سے سابق الذکر اس بات کی تائید ملتی ہے کہ یہ حدیث ابن عباس نے حضرت عمر سے اخذ کی ہوگی، التفسیر میں حضرت عائشہ کی روایت آئے گی کہ مکہ میں یہ سورت نازل ہوئی اور میں جو ایک کم سن بچی تھی، کھیلنے کے دوران یہ آیت (بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ) [القمر: ۴۶] پڑھتی رہتی۔

علامہ انور روایت کے الفاظ: (فأخذ أبوبكر يده فقال حسبك) کے تحت لکھتے ہیں یہ اس لئے کہ ابوبکر اس امر کے زعیم (قائد) نہ تھے انہیں حالات کی سنگینی کا وہ احساس نہ تھا جو رسول اکرم کو تھا اس لئے آنجناب جیسی گھبراہٹ ان پر طاری نہ ہوئی تو وہ آپ کو تسلیاں دینا شروع ہوئے آنجناب چونکہ صاحب الواقعہ تھے تو نہایت تضرع اور الحاح کا اظہار فرما رہے تھے حتی کہ نصرت کی بشارت مل گئی، کہتے ہیں وعدۂ نصرت کے باوجود نبی اکرم پر یہ خشیت اس لئے طاری ہوئی کہ کبھی متکلم کی کلام میں شروط و قیود ہوتی ہیں مخاطب جن کا ادراک نہیں کر سکتا، خاشع کا طریق کار یہ ہوتا ہے کہ وہ ان ممکنہ قیود کے پیش نظر متشجع نہیں ہوتا، اب اہل بدر کو دیکھو! باوجود اس امر کے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں جنت کی بشارت ملی، کیا ان میں سے کوئی اس پر مطمئن ہو کر بیٹھ گیا؟ ابھی کچھ صفحات قبل ابو موسیٰ اور حضرت عمر کا مکالمہ گزرا ہے، عمر راضی تھے کہ نبی پاک کے بعد کئے ہوئے اعمال کفاف بن جائیں، وہ راساً برأس ان سے نکل آئیں، تو مومن سے کسی حال میں بھی خوف منقطع نہیں ہوتا، جہاں تک انبیاء علیہم السلام کا تعلق ہے تو ان کا حال تو اعلیٰ وارفع ہے، اس کی تقریر و نظائر گزر چکیں، اسی باب سے آنجناب کا بادل آتے دیکھ کر کثرتِ تر داد اور اضطراب کا تعلق ہے حالانکہ آپ مامون من العذاب تھے، (رجز الشيطان) کا ترجمہ کرتے ہیں أي (وساوسه)، فائدہ مہمہ کے عنوان سے لکھتے ہیں نبی پاک کا الٰہی نام احمد تھا اس لئے اس نام کے ساتھ بشارت واقع ہوئی اسی طرف اس آیت میں اشارہ ہے: (مُبَشِّراً بِرَسُوْلٍ يَأْتِيْ مِنْ بَعْدِاسْمُه أَحْمَد) [الصف:٦] تو (اسمه) کا اضافہ ذکر کیا یہ نہیں کہا: (يأتي من بعدی أحمد) تا کہ اس امر پر دلالت کناں ہو کہ اگرچہ لوگوں کے درمیان محمد کے نام سے مشہور ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کا نام احمد ہے جیسے یحیٰؑ کا نام، وہ بھی اللہ تعالیٰ نے رکھا تھا، دنیا میں انہیں یوحنا کہا جاتا تھا، اور جیسے عیسیٰؑ، لوگ انہیں یسوع یا ایشوع کے نام سے پکارتے تھے تو اسے بدل کر عیسیٰ کر دیا، احمد اور فارقلیط ہم معنی ہیں (انجیل کے نسخوں میں فارقلیط آنے والے نبی کا نام، مذکور ہے) یہی راز ہے اسمِ احمد کے ساتھ بشارت واقع ہونے میں۔

اسے نسائی نے بھی تخریج کیا۔

5 - باب

یہ تمام نسخوں میں بلا ترجمہ ہے، بقول ابن حجر ہمارے شیخ ابن ملقن کی شرح میں اس کا یہ عنوان مذکور ہے: (فضل من شهد بدرا) مگر یہ خطا ہے کیونکہ یہی عنوان آگے ایک ترجمہ کی شکل میں آ رہا ہے۔

3954 - حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا هِشَامٌ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْكَرِيمِ أَنَّهُ سَمِعَ مِقْسَمًا مَوْلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ (لاَ يَسْتَوِى الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ) عَنْ بَدْرٍ وَالْخَارِجُونَ إِلَى بَدْرٍ . طرفه - 4595

ابن عباس آیتِ قرآنی: (لاَ يَسْتَوِى الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ) کی تفسیر میں کہتے تھے اس سے مراد بدر کو نکلنے والے اور پیچھے رہ جانے والے ہیں۔

عبدالکریم سے مراد جزری ہیں، ابونعیم نے مستخرج میں یحیٰ بن سعید اموی عن ابن جریج کے طریق سے اس کی تبیین کی ہے اسی طبقہ میں ایک اور راوی عبدالکریم بن ابی المخارق نام کے بھی ہیں جو مقسم سے روایت کرتے ہیں اور ابن جریج ان سے، مگر وہ ضعیف

ہیں، ان سے بخاری نے تخریج نہیں کی، مقسم جن کی کنیت ابو القاسم تھی، مولی ابن عباس ہیں اصل میں عبداللہ بن حارث ہاشمی کے مولیٰ تھے مگر ابن عباس کی طولِ مصاحبت کی وجہ سے ان کی طرف نسبت سے مشہور ہوئے ان کی بھی بخاری میں یہی ایک روایت ہے، اس کی شرح کتاب التفسیر میں آئیگی۔ اسے ترمذی نے بھی تخریج کیا۔

6 - باب عِدَّةِ أَصْحَابِ بَدْرٍ (بدری صحابہ کی تعداد)

یعنی جو لڑائی میں شریک ہوئے اور جو ان میں شامل سمجھے گئے۔

3955 - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ اسْتُصْغِرْتُ أَنَا وَابْنُ عُمَرَ

طرفه 3956 (ترجمہ آگے ہے)

حضرت براء کی مراد یہ ہے کہ لڑائی کے وقت انہیں مع دیگر ہمعمروں کے نبی اکرم پر پیش کیا گیا، آنجناب لڑائی سے قبل یہی کیا کرتے تھے۔ (أنا وابن عمر) عیاض لکھتے ہیں ایک روایت میں قولِ ابن عمر (استصغرت یوم أحد) اس قولِ براء کا رد کرتا ہے، ابن تین نے بھی یہی اعتراض کیا ہے اور مزید کہا کہ ابن عمر کی بات براء کی بات سے اولیٰ ہے، یہ اعتراض مردود ہے کیونکہ دونوں روایتوں کے مابین کوئی تضاد نہیں ابن عمر بدر میں بھی پیش کئے گئے مگر چھوٹے ہونے کی وجہ سے اجازتِ شرکت نہ ملی اور احد (بدر سے ایک برس بعد) میں بھی یہی معاملہ ہوا بلکہ خود ابن عمر سے بھی مروی ہے کہ وہ بدر میں پیش کئے گئے جب وہ تیرہ برس کے تھے اور احد میں بھی جب انکی عمر چودہ برس تھی، غزوہ خندق میں اس کا بیان ہوگا۔ ابن حجر کہتے ہیں پھر ابن ابی شیبہ کے ہاں مطرف عن أبي اسحاق عن براء کے طریق سے ایک روایت ملی جو اسی حدیثِ باب کی مانند ہے اس میں (و شھدنا أحدا) کے الفاظ بھی ہیں، اس زیادت کو اگر اس معنی پر محمول کیا جائے کہ احد کے بارہ میں یہ بات صرف اپنے متعلق کہہ رہے ہیں تو ٹھیک ہے وگرنہ جو صحیح کی روایت میں ہے، اصح ہے۔

3956 - حَدَّثَنِي مَحْمُودٌ حَدَّثَنَا وَهْبٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ اسْتُصْغِرْتُ أَنَا وَابْنُ عُمَرَ يَوْمَ بَدْرٍ وَكَانَ الْمُهَاجِرُونَ يَوْمَ بَدْرٍ نَيِّفًا عَلَى سِتِّينَ وَالأَنْصَارُ نَيِّفًا وَأَرْبَعِينَ وَمِائَتَيْنِ. طرفه 3955 -

براء کہتے ہیں مجھے اور ابن عمر کو (بدر کے موقع پر) نابالغ قرار دیا گیا اور مہاجرین ساٹھ سے زیادہ اور انصار دو سو چالیس سے زیادہ تھے۔

محمود سے ابن غیلان جبکہ وہب سے ابن جریر بن حازم مراد ہیں وہب کے نسخہ میں بھی یہ روایت موجود ہے۔ (عن البراء) مسندِ اسحاق بن راہویہ کی روایت میں (سمعت البراء) ہے۔ (وکان المهاجرون الخ) اس روایت میں یہی عدد مذکور ہے آگے اثنائے بحث ذکر ہوگا کہ مہاجرین کی تعداد اسی یا اس سے بھی زائد تھی وہیں تطبیق ذکر کی جائے گی، یعقوب بن سفیان نے جو مرسلِ عبیدہ سلمانی سے نقل کیا ہے کہ انصار دو سو ستر تھے، تو یہ ثابت نہیں، حاکم کے ہاں عبد الملک بن ابراہیم جسری عن شعبہ کے حوالے سے اسی روایت میں ہے کہ مہاجرین (نیف و ثمانون)۔ (یعنی اسی سے کچھ اوپر) تھے تو یہ اس طریق میں خطا ہے کیونکہ تمام اصحابِ شعبہ نے یہی عدد ذکر کیا جو اس روایتِ بخاری میں ہے۔

(والأنصار نیفا الخ) نیف نونِ مفتوحہ اور یائے مشدد کے ساتھ ہے کبھی مخففاً بھی پڑھی جاتی ہے، دو دھاکوں کے درمیانی اعداد پر اس کا اطلاق ہوتا ہے، پہلے جملہ میں (نیفا) یعنی منصوب ہے بطورِ خبرِ کان، دوسرے میں مرفوع ہے اس طور کہ مبتدا محذوف کی خبر ہے بیہقی کی روایت میں دونوں جگہ منصوب ہے، یہ واضح ہے۔ شعبہ کی اس روایت میں مہاجرین وانصار کی تعداد کی جو تفصیل مذکور ہے وہ فی الجملہ زہیر، اسرائیل اور سفیان کی روایتوں کے موافق ہے کہ مسلمان تین سو اور کچھ اوپر دس تھے: (بضعة عشر) لیکن دس سے اوپر کی زیادت مبہم ہے، قبل ازیں ذکر ہوا کہ مسلم کی ایک روایت میں ان کی تعداد تین سو انیس بتلائی گئی ہے مگر ابوعوانہ اور ابن حبان نے اسنادِ مسلم ہی کے ساتھ اپنی روایتوں میں (بضعة عشر) نقل کیا ہے، بزار کی حدیثِ ابی موسی مین تین سو سترہ ہے۔ احمد، بزار اور طبرانی کی ابن عباس سے روایت میں تین سو تیرہ مذکور ہے یہی تعداد ابن ابی شیبہ اور بیہقی کی عبیدہ بن عمر سلمانی جو کبار تابعین میں سے ہیں، کے حوالے سے روایت میں ہے، بعض نے اسے حضرت علی کے حوالے سے موصولا تخریج کیا ہے یہی تعداد ابن اسحاق اور اربابِ سیرت کی ایک جماعت کے ہاں مشہور ہے ابن اسحاق یقال کے لفظ سے چودہ بھی ذکر کرتے ہیں، سعید بن منصور نے مرسلِ أبي الیمان عامر ہوزنی جسے طبرانی اور بیہقی نے ایک دیگر سند کے ساتھ ابوایوب انصاری سے موصول کیا، میں ہے کہ نبی اکرم بدر کو نکلے فرمایا گنتی کرو تو تین سو چودہ پائے گئے پھر فرمایا دوبارہ گنتی کرو اسی اثناء ایک اور شخص ایک کمزور سے اونٹ پر سوار پہنچا تو اسے ملا کر پندرہ ہو گئے، بیہقی نے اسنادِ حسن کے ساتھ عبداللہ بن عمرو سے تین سو پندرہ نقل کیا ہے تو ممکن ہے جس روایت میں تیرہ کا ذکر ہے وہ نبی پاک اور اس بعد میں پہنچنے والے صحابی کے بغیر مراد ہو

جس روایت میں انیس کا ذکر ہے تو محتمل ہے اس گنتی میں وہ صحابہ بھی شامل سمجھے گئے جنہیں بوجہ صغرسنی عین لڑائی کے وقت اذنِ شرکت نہ ملا جیسے حضرات براء، ابن عمر اور انس۔ احمد نے بسند صحیح روایت کیا ہے کہ ان سے پوچھا گیا کیا آپ بدر میں حاضر تھے؟ کہا میں بدر سے کیسے غائب رہ سکتا تھا گویا وہ برائے خدمتِ نبوی ہمراہ تھے یا ممکن ہے اپنے چچا اور اپنی والدہ کے شوہر حضرت ابوطلحہ کے ہمراہ نکلے ہوں (لڑائی میں شریک نہ ہوئے)۔ سہیلی لکھتے ہیں مسلمانوں کے ہمراہ ستر جن بھی معرکہِ بدر میں شریک تھے، مشرکین کی تعداد ایک ہزار تھی بعض نے سات سو پچاس کہی، ان کے ہمراہ سات سو اونٹ اور سو گھوڑے تھے، حضرت جابر بن عبداللہ بھی اسی قبیل سے تھے (یعنی جو موجود تو تھے مگر صغرِ عمری کے باعث شریکِ قتال نہ ہوئے) چنانچہ ابوداؤد نے باسناد صحیح ان سے روایت کیا ہے کہ میں بدر کے دن اپنے اصحاب کو پانی پلاتا تھا، تو ان سب روایات سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ سبھی حاضرین عملی لڑائی میں شریک نہ تھے عملی لڑائی میں شریک افراد کی تعداد تین سو پانچ یا چھ ہے جیسا کہ ابن جریر نے نقل کیا، ایک روایتِ انس میں آئے گا کہ ان کے پھوپھی زاد حارثہ بن سراقہ بدر میں برائے نظارہ نکلے تھے اور وہ ابھی لڑکے ہی تھے، ناگاہ ایک تیر آلگا اور وہ شہید ہو گئے ابن جریر کی ابن عباس سے روایت میں ہے کہ اصحابِ بدر تین سو اور چھ افراد تھے ابن سعد نے تین سو پانچ نقل کیا گویا نبی اکرم کو شمار نہیں کیا، وجہِ تطبیق یہ ہے کہ آٹھ نفوس اہل بدر میں شمار کئے گئے مگر وہ حاضر نہ ہوئے تھے، وہ نبی پاک کے حکم سے بعض دیگر خدمات پر مامور تھے مگر غنیمت میں ان کا حصہ رکھا گیا، ان میں حضرت عثمان ہیں جو اپنی زوجہ رقیہ بنت رسول کی تیمارداری کو بحکمِ رسول مدینہ میں رہے، طلحہ اور سعید بن زید بھی جنہیں قافلہِ ابی سفیان کی جاسوسی پر مقرر کیا تھا، یہ مہاجرین میں سے تھے انصار میں سے حضرت ابولبابہ ہیں جنہیں مقامِ روحاء سے واپس کر دیا تاکہ مدینہ کے معاملات سنبھالیں، عاصم بن عدی کو اہلِ عالیہ (یعنی مدینہ کے مضافات) کے امور کی دیکھ بھال پر لگایا تھا اسی طرح حارث بن حاطب کو

بنی عمرو بن عوف کی دیکھ بھال کے لئے پیچھے چھوڑا، حارث بن صمہ روحاء میں سواری سے گر پڑے کوئی ہڈی ٹوٹ گئی اسی طرح فوات بن جبیر بھی، دونوں کو مدینہ بھجوا دیا، یہ سب ابن سعد نے ذکر کیا ہے، دوسروں نے حضرت سہل کے والد سعد بن مالک ساعدی کا بھی تذکرہ کیا ہے جو راستے میں فوت ہو گئے، حضرت سعد بن عبادہ کے بارہ میں اختلاف ہے کہ خود ہی پیچھے رہ گئے یا نبی اکرم نے کسی خدمت پر مامور کر دیا تھا، ان کا ذکر مسلم میں ہے اس طرح ایک صحابی صبیح مولیٰ احیحہ کی بابت کہا گیا ہے کہ یہ بوجہِ مرض واپس ہو گئے حاکم نے نقل کیا کہ حضرت جعفر بن ابی طالب کا بھی غنیمت میں حصہ رکھا گیا۔

3957 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ يَقُولُ حَدَّثَنِي أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا أَنَّهُمْ كَانُوا عِدَّةَ أَصْحَابِ طَالُوتَ الَّذِينَ جَازُوا مَعَهُ النَّهَرَ بِضْعَةَ عَشَرَ وَثَلَاثَمِائَةٍ قَالَ الْبَرَاءُ لَا وَاللَّهِ مَا جَاوَزَ مَعَهُ النَّهَرَ إِلَّا مُؤْمِنٌ .

طرفاه 3958، 3959

براء کہتے ہیں مجھے بعض اصحاب محمد ﷺ نے بتلایا کہ اہلِ بدر کی تعداد ان اصحابِ طالوت کی تعداد کے برابر تھی جنہوں نے ان کے ہمراہ نہر عبور کی تھی، تین سو دس سے کچھ اوپر، کہتے ہیں واللہ صرف خالص ایمان والوں نے ہی نہر عبور کی تھی۔

(عدة أصحاب طالوت) یہ طالوت بن قیس ہیں جو حضرت بنیامین بن یعقوب کی نسل سے تھے، کہا جاتا ہے (بادشاہ بننے سے پہلے) سقاء (ماشکی) تھے بعض نے دباغ (رنگساز) لکھا ہے۔(لا واللہ) یہ کلامِ محذوف کا جواب ہے جو یا تو دعویٰ تھا یا استفہام، وہ یہ کہ :(هل كان بعضهم غير مؤمن ؟) یہ بھی محتمل ہے کہ (لا) زائدہ ہو، تاکیداً للخبر قسم کھائی ہو، حضرت طالوت کی جنگ جالوت کے ساتھ ہوئی تھی جس کا سورۃ البقرۃ میں تذکرہ موجود ہے، دوسرے پارہ کے آخری دو رکوعات میں۔ اہلِ علم لکھتے ہیں یہ دریا، دریائے اردن تھا، جالوت جبارین کا رئیس تھا حضرت طالوت نے اعلان کیا تھا کہ جو جالوت کو قتل کرے گا وہ اس کی شادی اپنی بیٹی سے کریں گے اور بادشاہت میں بھی اسے شریک کریں گے تو حضرت داؤد نے یہ کام کیا، طالوت نے وعدہ ایفاء کیا بعد ازاں ایک موقع پر ان کی نیت بدلی تو حضرت داؤد کو قتل کرنے کا ارادہ بنایا مگر ایسا نہ کر سکے پھر توبہ کی اور بادشاہت ان کے حق میں چھوڑ دی اور خود راہِ جہاد میں نکلے اور سارے بیٹوں سمیت شہید ہو گئے، ابن اسحاق نے المبتدأ میں ان کا طویل تذکرہ کیا ہے۔(قرآن پاک کے حضرت طالوت کے قصہ کے ضمن میں اسلوبِ بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت داؤد کے ارادۂ قتل کی یہ کہانی بے سرو پا ہوگی بہر حال اسرائیلیات کی بابت ہمیں حکم ہے کہ توقف اختیار کریں)۔

3958 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ كُنَّا أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ ﷺ نَتَحَدَّثُ أَنَّ عِدَّةَ أَصْحَابِ بَدْرٍ عَلَى عِدَّةِ أَصْحَابِ طَالُوتَ الَّذِينَ جَاوَزُوا مَعَهُ النَّهَرَ وَلَمْ يُجَاوِزْ مَعَهُ إِلَّا مُؤْمِنٌ بِضْعَةَ عَشَرَ وَثَلَاثَمِائَةٍ

طرفاه 3957، 3959 - (سابقہ ہے)

3959 - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ كُنَّا نَتَحَدَّثُ

أَنَّ أَصْحَابَ بَدْرٍ ثَلاَثُمِائَةٍ وَبِضْعَةَ عَشَرَ بِعِدَّةِ أَصْحَابِ طَالُوتَ الَّذِينَ جَاوَزُوا مَعَهُ النَّهَرَ وَمَا جَاوَزَ مَعَهُ إِلَّا مُؤْمِنٌ .طرفاه 3957، 3958 1851 - (ایضا)

7 - باب دُعَاءُ النَّبِيِّ ﷺ عَلَى كُفَّارِ قُرَيْشٍ شَيْبَةَ وَعُتْبَةَ وَالْوَلِيدِ وَأَبِي جَهْلِ بْنِ هِشَامٍ وَهَلاَكُهُمْ
(آنجناب کی کفارِ قریش شیبہ، عتبہ، ولید اور ابو جہل پر بددعا اور انکی ہلاکت)

ترجمہ میں (شيبة و عتبة) بدل ہونے کی بناء پر مجرور ہیں۔(وأبي جهل الخ) اس دعا سے مراد وہ جو آپ نے مکہ میں کی تھی کتاب الطھارہ میں ابن مسعود ہی کے حوالے سے اس کا بیان گزرا ہے جب آپ کعبہ میں نماز میں مشغول تھے تو ان لوگوں کی انگیخت پر عقبہ بن ابومعیط نے دورانِ سجدہ اونٹ کی بچہ دانی کمر مبارک پر رکھ دی، کتاب الجہاد کے باب (الدعاء على المشركين) کے تحت بھی گزری ہے اس طرح الجزیہ اور المبعث میں بھی۔

3960 - حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ ؓ قَالَ اسْتَقْبَلَ النَّبِيُّ ﷺ الْكَعْبَةَ فَدَعَا عَلَى نَفَرٍ مِنْ قُرَيْشٍ عَلَى شَيْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ وَعُتْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ وَالْوَلِيدِ بْنِ عُتْبَةَ وَأَبِي جَهْلِ بْنِ هِشَامٍ فَأَشْهَدُ بِاللَّهِ لَقَدْ رَأَيْتُهُمْ صَرْعَى قَدْ غَيَّرَتْهُمُ الشَّمْسُ وَكَانَ يَوْمًا حَارًّا (ترجمہ کیلئے: جلد چہارم ص: ۴۳۷)

أطرافه 240، 520، 2934، 3185، 3854 -

ابن مسعود راوی ہیں کہ نبی اکرم نے کعبہ کی جانب رخِ انور کیا اور کفار کی ایک جماعت کے خلاف بددعا فرمائی، شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ اور ابوجہل بن ہشام کے خلاف، میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں میں نے انہیں میدان میں مقتول دیکھا، سورج کی تپش نے انہیں متغیر کر دیا ہوا تھا، وہ ایک گرم دن تھا۔

(قدغيرتهم الشمس) یعنی دھوپ میں ان کے رنگ سیاہ پڑ گئے تھے یا یہ مراد کہ جسم پھول گئے تھے۔

8 - باب قَتْلِ أَبِي جَهْلٍ (ابوجہل کا قتل)

3961 - حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ أَخْبَرَنَا قَيْسٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ؓ أَنَّهُ أَتَى أَبَا جَهْلٍ وَبِهِ رَمَقٌ يَوْمَ بَدْرٍ فَقَالَ أَبُو جَهْلٍ هَلْ أَعْمَدُ مِنْ رَجُلٍ قَتَلْتُمُوهُ

عبداللہ کہتے ہیں کہ وہ ابوجہل کے پاس پہنچے ابھی اس میں رمق باقی تھی، کہنے لگا کیا آج مجھ سے بڑا کوئی آدمی مارا ہے؟

شیخِ بخاری محمد بن عبداللہ بن نمیر ہیں، اسماعیل سے مراد ابن ابی خالد جبکہ قیس، ابن ابی حازم ہیں تمام راوی کوفی ہیں، راویِ حدیث عبداللہ بن مسعود ہیں۔(هل أعمد الخ) بعض کلام یہاں محذوف ہے جس کے جواب میں یہ بات کہی، طبرانی کی عمرو بن میمون عن ابن مسعود سے روایت میں اس کی تبیین ہے، اس میں ہے کہ میں نے کہا اے اللہ کے دشمن اللہ نے تجھے رسوا کر دیا، جوابا یہ بات کہی، أعمد اسمِ تفضیل ہے عمد بمعنی ہلک سے، (عمد البعير) کہا جاتا ہے جب عضِ قتب (یعنی پالان لگنے) سے اس کی سنان

ورم زدہ ہو جائے تب وہ عمید کہلاتا ہے یہ ہلاکت سے کنایہ ہے بعض نے یہ تفصیل دی ہے کہ کسی اونٹ کی کوہان ورم زدہ ہو پھر اس پر بھاری بوجھ رکھ دیا جائے جس کے سبب وہ ٹوٹ جائے اور چربی ختم ہو جائے ، بعض نے أعمد کا معنی (أعجب) ، بعض نے (أغضب) کیا ہے، ابو عبید لکھتے ہیں اس کا معنی ہے: (هل زاد علی سيدٍ قتله قومُه) کہتے ہیں عربوں کا محاورہ ہے: (أعمدُ من كل محق) أي (هل زاد علی مكيالٍ نقص كيله) یہ شعر بطورِ استشہاد پیش کیا:(و أعمد من قوم كفا هم أخوهم صدام الأعادي حين قلّتْ بيوتها) یعنی ہمارے فعل پر کوئی زیادت نہیں، ہم دشمنوں کے لئے کافی ہیں (گویا معنی ہوا اس سے بھی بڑھا ہوا کوئی آدمی ہے جسے تم لوگوں نے قتل کر دیا؟) اگلی روایت کے الفاظ: (وهل فوق رجل الخ) سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، کشمیہنی کے نسخہ میں بجائے (أعمد) کے (أغدر) ہے۔

علامہ انور (وبه رمق) کے تحت لکھتے ہیں اس مکالمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابھی اس کے حواس حاضر اور عقل صحیح تھی ابھی عالم الغیب کا مشاہدہ نہ کیا تھا (وگرنہ ایسی تکبر بھری بات نہ کہتا) علماء نے مطلقا یہ بات کہی ہے کہ نزع کے وقت ایمان لانا معتبر نہیں، حالانکہ کبھی وقتِ نزع اور بعض اعضاء سے روح نکل جانے کے بعد بھی حواس سالم رہ سکتے ہیں ابھی عالمِ روحانی منکشف نہیں ہوا ہوتا تو اس مسئلہ میں عالمِ غیب منکشف ہو جانے کے بعد (جیسے فرعون نے تب آمنت الخ کہا جب حضرت جبریل عذاب کا کوڑا لئے نظر آئے) ایمان لائے تو یہ غیر معتبر ہوگا وگرنہ اعتبار کیا جائے گا، یہی اولیٰ ہے۔

3962 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُمْ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ ح وَحَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَنْ يَنْظُرُ مَا صَنَعَ أَبُو جَهْلٍ فَانْطَلَقَ ابْنُ مَسْعُودٍ فَوَجَدَهُ قَدْ ضَرَبَهُ ابْنَا عَفْرَاءَ حَتَّى بَرَدَ قَالَ آأَنْتَ أَبُو جَهْلٍ قَالَ فَأَخَذَ بِلِحْيَتِهِ قَالَ وَهَلْ فَوْقَ رَجُلٍ قَتَلْتُمُوهُ أَوْ رَجُلٍ قَتَلَهُ قَوْمُهُ قَالَ أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ أَنْتَ أَبُو جَهْلٍ. طرفاه 3963، 4020 -

انس روایت کرتے ہیں کہ نبی پاک نے فرمایا کوئی جاکے ابو جہل کی خبر لائے، تو ابن مسعود چلے دیکھا کہ عفراء کے دو بیٹوں نے مار کر ٹھنڈا کر دیا ہے، اس کی داڑھی پکڑ کر کہا تم ہو ابو جہل، کہنے لگا کیا مجھ سے بڑا آدمی مارا ہے؟ یا یہ کہا کہ اسکی قوم نے مارا۔

سلیمان سے مراد ابن طرحان تیمی ہیں۔(إن أنسا حدثهم الخ) اسماعیلی کی روایت میں یحیی قطان عن سلیمان تیمی کے طریق سے ہے کہ حضرت انس نے اسے حضرت ابن مسعود سے سنا۔(فانطلق ابن الخ) ابن خزیمہ اور انکے طریق سے ابو نعیم کی مستخرج میں ہے کہ ابن مسعود نے کہا:(أنا، فانطلق)۔ (ابنا عفراء) یعنی معاذ اور معوذ، آگے اس کا بیان آئے گا۔ (حتی برد) حتی کہ مر گیا، یہی مراد بیان کی گئی ہے، مسلم کی سمرقندی سے روایت میں (حتی برك) ہے بمعنی (سقط)۔ احمد کی انصاری عن تیمی سے روایت میں بھی یہی ہے، بقول عیاض یہ روایت اولیٰ ہے کیونکہ اس نے ابن مسعود سے گفتگو کی تو ظاہر ہے یہ مرنے سے قبل کی بات ہے اس پر (حتی برد) کا معنی یہ ہونا محتمل ہے کہ حالتِ موت میں ہوا (یعنی آخری دموں پہ، یقینی موت کی وجہ سے یہ لفظ ذکر کیا) اسی سے تلواروں کو بوارد کہا جاتا ہے أي قواتل (قتل کر دینے والی) تلوار سے قتل ہونے والے کو (برد) کہا جاتا ہے یعنی اسے متنِ حدید سے ضرب لگی کیونکہ لوہے کی طبع برودت ہے، بردَ بمعنی سَكَنَ وفترَ بھی کہا گیا ہے،(بردَ النبيذُ) کہتے ہیں جب اس کا غلیان (یعنی

جوش) ٹھہر جائے۔

(أو قتله قومه) راوی کو شک ہے، ابن علیہ نے سلیمان تیمی سے روایت کرتے ہوئے اس شک کو ان کی طرف منسوب کیا ہے آگے یہ روایت آرہی ہے اس میں مزید یہ بھی ہے کہ بقول سلیمان ابومجلز کہتے ہیں، جو ایک مشہور تابعی ہیں کہ ابوجہل کہنے لگا کاش کوئی غیرِ اکّار میرا قاتل بنتا، اکار یعنی کاشتکار چونکہ انصار زراعت پیشہ تھے تو تحقیراً یہ کہا، مسلم کی روایت میں ہے:(لو غيرك كان قتلني) یہ تصحیف ہے۔

(أنت أبا جهل) مستملی کے نسخہ میں (أبو) ہے اول معتمد ہے، ابن علیہ نے تیمی سے تصریح کی ہے کہ حضرت انس نے نصب کے ساتھ ہی کہا تھا، ابن خزیمہ نے اور ان کے حوالے سے ابونعیم کی روایت میں انہی شیخِ بخاری کے واسطہ سے (أبو) ہے گویا یہ کسی راوی نے اصلاح کر دی، اسماعیلی کی قطان سے روایت میں بھی (أبا) ہے اس کی توجیہہ اسے اس لغت پر محمول کرنا ہے جو تمام اعرابی حالتوں میں اسمائے ستہ کا الف ثابت رکھتے ہیں، جیسے کہا گیا:(إن أباها و أبا أباها قد بلغا في المجد غايتا ها)، بعض نے یہ توجیہہ کی کہ (أعني) مضمر ہے، ابن تین اس کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس اضمار کی شرط یہ ہے کہ متعدد صفات مذکور ہوں، داؤدی کہتے ہیں ابن مسعود نے جان بوجھ کر ابوجہل کی تصغیر اور اس کے غیظ کو بڑھانے کے ارادہ سے اس لحن کا ارتکاب کیا، ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں کس قدر بعید بات کہی، بعض کے مطابق أنت مبتدا محذوف الخبر اور أبا جهل منادیٰ محذوف الأ داۃ ہے۔

ابن مسعود نے یہ بات متشفیاً کہی کیونکہ وہ بھی مکہ میں اس کے کشتہ ستم لوگوں میں شامل تھے، ابن اسحاق اور حاکم کی حدیثِ ابن عباس میں ہے، ابن مسعود کہتے ہیں میں نے اس کی گردن پر پاؤں رکھا اور کہا اے دشمنِ خدا اللہ نے تجھے رسوا کر دیا، بولا کیسی رسوائی؟ کیا مجھ سے بڑا سردار تم نے مارا ہے؟ کہتے ہیں بعض بنی مخزوم کے اشخاص کا کہنا ہے کہ ابن مسعود سے یہ بھی کہا (جب اس کی گردن پر پاؤں رکھا) (لقد ارتقيتَ يا رُويع الغنم مرتقىً صعبا) اے بکریوں کے معمولی چرواہے تم ایک دشوار مقام پر کھڑے ہو، کہتے ہیں پھر میں اس کا سر کاٹ کر نبی پاک کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا یہ اللہ کے دشمن ابوجہل کا سر ہے۔

اسے مسلم نے بھی (المغازی) میں نقل کیا ہے۔

3963 - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ بَدْرٍ مَنْ يَنْظُرُ مَا فَعَلَ أَبُو جَهْلٍ فَانْطَلَقَ ابْنُ مَسْعُودٍ فَوَجَدَهُ قَدْ ضَرَبَهُ ابْنَا عَفْرَاءَ حَتَّى بَرَدَ فَأَخَذَ بِلِحْيَتِهِ فَقَالَ أَنْتَ أَبَا جَهْلٍ قَالَ وَهَلْ فَوْقَ رَجُلٍ قَتَلَهُ قَوْمُهُ أَوْ قَالَ قَتَلْتُمُوهُ .طرفاه 3962، 4020 -

3963 - حَدَّثَنِي ابْنُ الْمُثَنَّى أَخْبَرَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ أَخْبَرَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ نَحْوَهُ

سلیمان سے مراد سابقہ روایت کے راوی تیمی ہیں۔(أخبرنا أنس الخ)ابن خزیمہ اور ان کے طریق سے ابونعیم نے اس روایت میں یہ بھی ذکر کیا:(فقال ابن مسعود أنا يا نبي الله)۔

3964 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كَتَبْتُ عَنْ يُوسُفَ بْنِ الْمَاجِشُونِ عَنْ صَالِحِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ فِي بَدْرٍ يَعْنِي حَدِيثَ ابْنَيْ عَفْرَاءَ .طرفاه 3141، 3988 - (سابقہ)

شیخ بخاری ابن مدینی ہیں۔(كتبت عن يوسف الخ) بظاہر سماع نہیں کیا، ان سے لکھی ہے الخمس میں مسدد عن یوسف کے طریق سے مطولاً گزری ہے۔(عن صالح بن ابراهيم) یعنی ابن عبد الرحمٰن بن عوف۔(في بدر) بدر کے بارہ میں (یعنی حدیث ابنی عفراء) یعنی وہ جس کا ذکر الخمس میں مسدد عن یوسف بن ماجشون کے حوالے سے ہوا ہے، آگے باب (شهود الملائكة بدرا) میں ایک اور سند کے ساتھ ابراہیم سے ملخصا آئے گی، حاصل یہ ہے کہ عفراء کے ان دونوں بیٹوں نے ابن عوف سے ابوجہل کی نشاندہی کرنے کا مطالبہ کیا پھر جب نشاندہی کی تو دونوں پل پڑے اور اسے جہنم واصل کر دیا، حدیثِ مسدد میں تھا کہ یہ معاذ بن عمرو بن جموع اور معاذ بن عفراء ہیں عفراء معاذ کی والدہ تھیں والد کا نام حارث تھا وہ جو ابن عمرو بن جموع ہیں ان کی والدہ کا نام عفراء نہیں، تغلیباً (ابنی عفراء) کہہ دیا، یہ بھی احتمال ہے کہ واقعی ان کی والدہ کا نام بھی عفراء ہو یا یہ کہ معوذ کے ایک بھائی کا نام بھی معاذ ہو، تو راوی پر اشتباہ ہوا اس نے ابوجہل کے قتل میں شریک معاذ بن عمرو کو ان معوذ بن عفراء کا بھائی معاذ سمجھ لیا، حاکم نے ابن اسحاق سے نقل کیا، کہتے ہیں مجھے ثور بن یزید نے عکرمہ عن ابن عباس سے بیان کیا، اور یہی روایت عبداللہ بن ابوبکر بن حزم نے بھی تحدیث کی، کہ معاذ بن عمرو بن جموع نے کہا میں نے لوگوں کو یہ کہتے سنا کہ ابوجہل تک پہنچا نہیں جا سکتا کہتے ہیں میں نے اس تک پہنچنے کا عزم کر لیا اور آخر اسے پا کر ایسی ضرب لگائی کہ اس کا پاؤں زخمی ہو گیا اس کے بیٹے عکرمہ نے مجھ پر وار کیا جس سے میرا بازو کٹ گیا، کہتے ہیں حضرت معاذ بن عمرو زمانۂ عثمان تک زندہ رہے، کہتے ہیں پھر معوذ بن عفراء کا ابوجہل سے گزر ہوا ابھی رمق باقی تھی تو ایک ضرب سے اس کا کام تمام کر دیا پھر خود بھی لڑتے ہوئے شہید ہو گئے بعد ازاں عبداللہ بن مسعود ابوجہل کے پاس آئے اس کی آخری رمق باقی تھی، اس کے بعد یہی روایت نقل کی۔تو ابن اسحاق کی یہ روایت اس ضمن کی سب روایات کے مابین جامع ہے لیکن یہ صحیح کی روایتِ ابن عوف کی مخالف ہے جس میں ذکر گزرا کہ انہوں نے معاذ و معوذ دونوں کو اس پر حملہ آور ہوتے دیکھا، ابن اسحاق کہتے ہیں ابن عفراء سے مراد معوذ ہیں جبکہ صحیح میں معاذ مذکور ہے اور معوذ ان کے بھائی تھے، تو محتمل ہے کہ معاذ بن عفراء اور معاذ بن عمرو نے اکٹھے حملہ کیا جیسا کہ صحیح میں مذکور ہے پھر ان کے بعد معوذ نے ضرب لگائی اور اسے زمین بوس کر دیا اس کے بعد ابن مسعود پہنچے اور آخری ضرب لگا کر سر کاٹ لیا تو اس طرح تمام اقوال کے درمیان تطبیق ہو جائے گی، مطلقاً ان دونوں (یعنی معاذ و معوذ) کو اس کا قاتل قرار دینا حدیثِ ابن مسعود کے ظاہر کے خلاف ہے تو تاویل یہ کی جائے گی کہ ان کی ضرب سے ایسا گرا کہ بچنے کی اب امید نہ تھی صرف حرکتِ مذبوح ہی باقی تھی کہ ابن مسعود آ گئے۔

3965 - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الرَّقَاشِيُّ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ حَدَّثَنَا أَبُو مِجْلَزٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَّهُ قَالَ أَنَا أَوَّلُ مَنْ يَجْثُو بَيْنَ يَدَيِ الرَّحْمَنِ لِلْخُصُومَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَقَالَ قَيْسُ بْنُ عُبَادٍ وَفِيهِمْ أُنْزِلَتْ (هَذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ) قَالَ هُمُ الَّذِينَ تَبَارَزُوا يَوْمَ بَدْرٍ حَمْزَةُ وَعَلِيٌّ وَعُبَيْدَةُ أَوْ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْحَارِثِ وَشَيْبَةُ بْنُ رَبِيعَةَ وَعُتْبَةُ وَالْوَلِيدُ بْنُ عُتْبَةَ . طرفاه 3967، 4744 -

راوی کا بیان ہے کہ حضرت علی کہا کرتے تھے کہ قیامت کے روز میں پہلا شخص ہوں گا جو اللہ کے سامنے اپنا جھگڑا چکانے دوزانو ہو کر بیٹھوں گا، قیس بن عباد کہتے ہیں انہی کے بارہ میں یہ آیت نازل ہوئی: (ترجمہ) یہ دوگروہ ہیں جن کی اپنے رب کی بابت باہمی مخاصمت ہوئی کہتے ہیں یہ وہ جو بدر کے روز ایک دوسرے کے سامنے دعوتِ مبارزت دیتے ہوئے نکلے تھے، (مسلمانوں کی جانب سے) حمزہ، علی اور عبیدہ یا ابوعبیدہ بن حارث (اور کفار کی طرف سے) شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ۔

حضرت علی کے بدر کے دن طلبِ مبارزت کے جواب میں حضرات حمزہ اور عبیدہ کے ہمراہ نکلنے کے بارہ میں یہ روایت متعدد طرق سے نقل کی ہے (اس زمانہ کی جنگوں میں باقاعدہ صفوں کے باہم گتھم گتھا ہونے سے پہلے آغاز میں کسی ایک لشکر کی طرف سے ایک ایک کر کے کئی بہادر یا ایک ہی دفعہ متعدد جنگجو میدان میں اترتے اور انفرادی مقابلہ کیلئے مخالف لشکر کو عمومی یا کسی بہادر کا نام لیکر مبارزت یعنی مقابلہ کی دعوت دیتے، چنانچہ معرکہِ بدر کے آغاز میں سالارِ قریش عتبہ، اس کا بیٹا ولید اور بھائی شیبہ نکلے، مسلمانوں کی جانب سے تین انصاری نکلے مگر مشرک کہنے لگے ہمارے خاندان کے ہم پلہ بہادروں کو بھیجو چنانچہ حضرات حمزہ، علی اور عبیدہ نکلے اور فتح یاب رہے)۔

(من يحثو) یعنی گھٹنوں کے بل بیٹھنا تو اس سے مراد یہ کہ وہ اہل اسلام کے اولین مبارز ہیں۔ (وقال قيس الخ) اسی سند کے ساتھ متصل ہے۔ (وفيهم أنزلت الخ) معتمر بن سلیمان کی روایت میں یہ ایسے ہی مرسلاً ہے آگے یوسف بن یعقوب کی سلیمان والدِ معتمر سے روایت میں یہ بات حضرت علی کے حوالے سے منقول ہے، تفسیر سورۃ الحج میں آئے گا کہ منصور نے اسے ابو ہاشم عن أبی مجلز سے روایت کرتے ہوئے حضرت علی پر موقوف کیا ہے۔

(فی ستة من قريش) یعنی تین مسلمان جو بنی عبد مناف سے تھے دو بنی ہاشم اور ایک بنی مطلب سے، تینوں مشرکوں کا تعلق بنی عبد شمس بن عبد مناف سے تھا، علی و عبیدہ عمزاد اور حمزہ دونوں کے چچا تھے۔ (وشيبة بن ربيعة) أی ربیعہ بن عبد شمس، ابن اسحاق نے اس مبارزت کی یہ تفصیل ذکر کی ہے کہ عبیدہ اور عتبہ ان چھ میں سب سے سن رسیدہ تھے تو دونوں آمنے سامنے ہوئے، حمزہ شیبہ اور علی ولید کے بالمقابل ہوئے حضرت علی نے ولید اور حضرت حمزہ نے اپنے مقابل کو قتل کر دیا جبکہ عبیدہ اور ان کے مقابل، دونوں نے ایک دوسرے پر وار کیا حضرت عبیدہ کے گھٹنے میں زخم آیا جس کی وجہ سے واپسی کے سفر میں صفراء پہنچ کر انتقال کر گئے عتبہ جو زخمی تھا، حضرات علی و حمزہ کے ہاتھوں قتل ہو گیا، موسیٰ بن عقبہ نے عتبہ کو حضرت حمزہ اور شیبہ کو حضرت عبیدہ کا مقابل لکھا ہے حاکم کی عبد خیر عن علی سے روایت میں بھی یہی ہے اسود عن عروہ سے بھی یہی منقول ہے ابن سعد نے عبیدہ سلمانی کے طریق سے ابن اسحاق کی مانند ذکر کیا ہے پھر لیث کے حوالے سے موسی بن عقبہ کی مثل بھی نقل کیا، کہتے ہیں اس امر پر تو سب کا اتفاق ہے کہ علیؓ اور ولید آمنے سامنے تھے، باقیوں کی بابت اختلاف ہے اکثر کے قول کے مطابق شیبہ عبیدہ کے بالمقابل تھے ابن حجر اضافہ کرتے ہیں کہ ابو داؤد نے حارثہ بن مضرب عن علی کے حوالہ سے روایت کیا ہے کہ عتبہ آگے بڑھا، اس کے پیچھے پیچھے اس کا بیٹا اور بھائی بھی، میدان میں جا کر دعوتِ مبارزت دی انصار کے تین نوجوان آگے بڑھے مگر انہوں نے کہا کہ ہم تو اپنے عمزادوں سے مقابلہ چاہتے ہیں، یہ سن کر نبی اکرم نے فرمایا اے حمزہ، علی اور عبیدہ کھڑے ہو جاؤ، تو حمزہ اور عتبہ، میں اور شیبہ جبکہ عبیدہ اور ولید باہم متقاتل ہوئے، ان دونوں نے ایک دوسرے کو زخمی کر دیا، ہم نے آگے بڑھ کر ولید کو قتل کر دیا، بقول ابن حجر یہ اصح الروایات ہے البتہ کتبِ سیرت میں وہی تفصیل ہے جو مذکور ہوئی، یہی مشہور اور لائق بالمقام ہے کیونکہ عبیدہ اور شیبہ ادھیڑ عمر اسی طرح عقبہ اور حمزہ بھی مگر علی اور ولید نوجوان تھے تو انہیں کا متقابل

ہونا درست نظر آتا ہے، طبرانی نے بھی بسندِ حسن حضرت علی سے نقل کیا ہے کہ میں نے اور حمزہ نے عبیدہ کی ولید کے خلاف مدد کی تو نبی اکرم نے اس کا برا نہ منایا تو یہ ابوداؤد کی روایت کے موافق ہے، اللہ أعلم۔

حدیث سے جوازِ مبارزت کا ثبوت ملا بعض اس کے مخالف تھے مثلاً حسن بصری۔ اوزاعی، ثوری، احمد اور اسحاق نے اذنِ امیر کی شرط عائد کی ہے، مبارز کے ساتھ اس کے بالمقابل کے خلاف تعاون کا جواز بھی ثابت ہوا۔

3966 - حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي هَاشِمٍ عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ نَزَلَتْ (هَذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ) فِي سِتَّةٍ مِنْ قُرَيْشٍ عَلِيٍّ وَحَمْزَةَ وَعُبَيْدَةَ بْنِ الْحَارِثِ وَشَيْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ وَعُتْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ وَالْوَلِيدِ بْنِ عُتْبَةَ .

أطرافه 3968، 3969، 4743 -

قیس بن عباد کہتے ہیں میں نے حضرت ابوذر سے سنا قسم کھا کر کہتے تھے کہ یہ آیات بدر کے دن قریش کے ان چھ افراد کی بابت نازل ہوئیں، حضرات علی، حمزہ اور عبیدہ بن حارث، اور (کفار کے) شیبہ، عتبہ اور ولید بن عتبہ

ابوذر کے حوالے سے سابقہ روایت کی تائید ہے۔ اسے نسائی نے (السیر، المناقب اور التفسیر) جبکہ ابن ماجہ نے (الجھاد) میں تخریج کیا ہے۔

3967 - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الصَّوَّافُ حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ يَعْقُوبَ كَانَ يَنْزِلُ فِي بَنِي ضُبَيْعَةَ وَهُوَ مَوْلًى لِبَنِي سَدُوسَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ فِينَا نَزَلَتْ هَذِهِ الآيَةُ (هَذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ) (ایضاً).

طرفاه 3965، 4744 -

(وهو مولى لبنى سدوس) اس لئے انہیں، سدوسی، ضبعی اور سلعی کی نسبتوں سے ذکر کیا جاتا ہے، سلعی اس لئے کہ سر پر سامان اٹھایا کرتے تھے (شائد اس طرح سے تجارت کر کے کسبِ حلال کرتے تھے) بخاری میں ان کی یہی ایک روایت ہے۔ (فینا نزلت الخ) اسماعیلی نے ابن صاعد عن ہلال بن بشر عن یوسف ہذا سے (وفی مبارزتنا یوم بدر) کے الفاظ بھی ذکر کئے ہیں ایک اور طریق کے ساتھ سلیمان تیمی سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: (فی الذین برزوا یوم بدر من الفریقین)، نام بھی ذکر کئے۔

3968 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ جَعْفَرٍ أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي هَاشِمٍ عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ سَمِعْتُ أَبَا ذَرٍّ يُقْسِمُ لَنَزَلَتْ هَؤُلاَءِ الآيَاتُ فِي هَؤُلاَءِ الرَّهْطِ السِّتَّةِ يَوْمَ بَدْرٍ نَحْوَهُ . أطرافه 3966، 3969، 4743 (سابقہ)

ضمیر سیاقِ قبیصہ عن سفیان کی طرف راجع ہے اس کی توضیح اسماعیلی کی ایک دیگر طریق کے ساتھ وکیع کی روایت سے ہوتی ہے اس میں ان چھ کے اسماء بھی مذکور ہیں۔ علامہ انور اس روایت کے الفاظ (هؤلاء الرهط) کی بابت لکھتے ہیں کہ ہؤلاء غیر ذوی العقول کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اس طرح اولئک بھی۔

3969 - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا أَبُو هاشِمٍ عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ عَنْ

قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا ذَرٍّ يُقْسِمُ قَسَمًا إِنَّ هَذِهِ الآيَةَ (هَذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ) نَزَلَتْ فِي الَّذِينَ بَرَزُوا يَوْمَ بَدْرٍ حَمْزَةَ وَعَلِيٍّ وَعُبَيْدَةَ بْنِ الْحَارِثِ وَعُتْبَةَ وَشَيْبَةَ ابْنَيْ رَبِيعَةَ وَالْوَلِيدِ بْنِ عُتْبَةَ. أطرافه 3966، 3968، 4743 - (سابقہ)

ابوذر کے نسخہ بخاری میں شیخ بخاری کی نسبت (الدورقی) بھی مذکور ہے۔

3970 - حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ سَأَلَ رَجُلٌ الْبَرَاءَ وَأَنَا أَسْمَعُ قَالَ أَشَهِدَ عَلِيٌّ بَدْرًا قَالَ بَارَزَ وَظَاهَرَ

راوی کہتے ہیں ایک شخص نے حضرت براء سے پوچھا کیا حضرت علی بدر میں موجود تھے؟ کہا (ہاں) وہ تو کافروں کی دعوتِ مبارزت کے جواب میں آگے آئے اور غالب رہے تھے۔

ابرہیم بن یوسف، ابو اسحاق سبیعی کے پوتے ہیں۔ (وبارزوا ظاهروا) دونوں فعل ماضی ہیں، ابن حجر نے (ظاهر) کا معنی یہ کیا ہے کہ زرہ کے اوپر زرہ پہنی، اسماعیلی کی روایت میں ہے کہ سائل کے جواب میں کہا (قال حقا)۔ حضرت براء کی یہ روایت مراسیلِ صحابہ میں سے کیونکہ وہ بدر میں حاضر نہ ہوئے تھے ممکن ہے کسی بدر میں شریک صحابی یا خود نبی اکرم سے یہ تفصیل سنی ہو (سابقہ ایک روایت میں براء کی زبانی مذکور تھا کہ انہیں اور ابن عمر کو نبی اکرم پر پیش کیا گیا مگر کم سنی کے سبب قتال میں شرکت کی اجازت نہ ملی تو ممکن ہے، جیسا کہ ابن حجر نے بھی اہلِ بدر کی تعداد کی بحث میں لکھا، وہ موقع پہ موجود رہے ہوں اور سارا ماجرا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہو، حضرت انس بھی جوان سے بھی ایک یا دو برس چھوٹے تھے، یہاں موجود تھے، تب یہ مرسل قرار نہ پائے گی)۔

3971 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنِي يُوسُفُ بْنُ الْمَاجِشُونِ عَنْ صَالِحِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ كَاتَبْتُ أُمَيَّةَ بْنَ خَلَفٍ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ فَذَكَرَ قَتْلَهُ وَقَتْلَ ابْنِهِ فَقَالَ بِلَالٌ لَا نَجَوْتُ إِنْ نَجَا أُمَيَّةُ.

طرفه 2301 - (ترجمہ کیلئے: جلد چہارم ص: ۴۹۹)

3972 - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ بْنُ عُثْمَانَ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الأَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَرَأَ (وَالنَّجْمِ) فَسَجَدَ بِهَا وَسَجَدَ مَنْ مَعَهُ غَيْرَ أَنَّ شَيْخًا أَخَذَ كَفًّا مِنْ تُرَابٍ فَرَفَعَهُ إِلَى جَبْهَتِهِ فَقَالَ يَكْفِينِي هَذَا قَالَ عَبْدُ اللَّهِ فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ بَعْدُ قُتِلَ كَافِرًا. أطرافه 1067، 1070، 3853، 4863

عبد اللہ (بن مسعود) راوی ہیں کہ نبی پاک نے سورۂ (والنجم) کی تلاوت فرمائی اور (آخر میں) سجدہ کیا اور تمام (مسلم و کافر) حاضرین نے بھی سوائے ایک شیخ کے، اس نے کف میں مٹی لی اور اسے پیشانی تک لا کر بولا مجھے اتنا ہی کافی ہے، عبد اللہ کہتے ہیں بعد ازاں میں نے اسے حالتِ کفر میں مقتول دیکھا۔

اسود سے مراد ابن یزید ہیں۔ (إنه قرأ والنجم) سجود القرآن اور المبعث کے ابواب میں اس پر بحث گزر چکی ہے آگے تفسیر

سورۃ النجم کی روایت میں اس امر کی تصریح آئے گی کہ اس شخص سے مراد امیہ بن خلف ہے، اس سے ترجمہ کے ساتھ اس کی مناسبت ہے (کیونکہ وہ بدر میں مقتول ہوا)۔

3973 - أَخْبَرَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ عُرْوَةَ قَالَ كَانَ فِي الزُّبَيْرِ ثَلَاثُ ضَرَبَاتٍ بِالسَّيْفِ إِحْدَاهُنَّ فِي عَاتِقِهِ قَالَ إِنْ كُنْتُ لَأُدْخِلُ أَصَابِعِي فِيهَا قَالَ ضُرِبَ ثِنْتَيْنِ يَوْمَ بَدْرٍ وَوَاحِدَةً يَوْمَ الْيَرْمُوكِ قَالَ عُرْوَةُ وَقَالَ لِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مَرْوَانَ حِينَ قُتِلَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الزُّبَيْرِ يَا عُرْوَةُ هَلْ تَعْرِفُ سَيْفَ الزُّبَيْرِ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَمَا فِيهِ قُلْتُ فِيهِ فَلَّةٌ فُلَّهَا يَوْمَ بَدْرٍ قَالَ صَدَقْتَ بِهِنَّ فُلُولٌ مِنْ قِرَاعِ الْكَتَائِبِ ثُمَّ رَدَّهُ عَلَى عُرْوَةَ قَالَ هِشَامٌ فَأَقَمْنَاهُ بَيْنَنَا ثَلَاثَةَ آلَافٍ وَأَخَذَهُ بَعْضُنَا وَلَوَدِدْتُ أَنِّي كُنْتُ أَخَذْتُهُ .طرفاه 3721، - 3975، 3974 -

عروہ کہتے ہیں حضرت زبیر کے جسم میں تلوار کے تین گھاؤ تھے ایک ان میں سے گردن میں تھا میں بچپن میں اپنی انگلیاں ان میں ڈال کر کھیلا کرتا تھا، دو زخم تو بدر کے دن اور ایک جنگِ یرموک میں لگا، عروہ کہتے ہیں مجھے عبد الملک بن مروان نے ابن زبیر کی شہادت کے بعد کہا تم زبیر کی تلوار پہچانتے ہو؟ میں نے کہا ہاں، کہا کیا نشانی ہے؟ میں کہا اس میں دندانے پڑے ہوئے ہیں، کہا سچ کہا، پھر یہ شعر پڑھا (بھن فلول الخ) پھر اسے انہیں لوٹا دیا، ہشام کہتے ہیں ہم میں کسی نے اسے تین ہزار کے بدلے رکھ لیا، کاش میں اسے اپنے لئے لے لیتا

(إحداهن فی عاتقه) مناقبِ زبیر میں ابن مبارک عن ہشام کے حوالے سے گزرا کہ تینوں ضربات کے نشان ان کی گردن میں تھے آمدہ روایت میں بھی ہے۔ (ضرب ثنتين يوم بدر الخ) ابن مبارک کی روایت میں دو ضربیں جنگ یرموک اور ایک ضرب معرکہِ بدر کی طرف منسوب ہیں، اگر اس اختلاف کا تعلق ہشام سے ہے تو ابن مبارک کی روایت اثبت ہے کیونکہ معمر کی ہشام سے روایت میں مقال ہے وگرنہ اس امر پر محمول ہوگا کہ گردن کے علاوہ بھی کسی اور جگہ دو زخموں کے نشان تھے (یعنی کل پانچ نشانات تھے) اس سے دونوں روایتوں کے درمیان تطبیق ہو جاتی ہے، جنگ یرموک ۱۳ھ بعض کے مطابق ۱۵ھ شام میں ہوئی، پہلا راجح ہے کیونکہ اگلی حدیث میں ہے کہ ابن زبیر اس وقت دس سال کے تھے، یرموک کی یاء پر زبر اور پیش دونوں پڑھے جاتے ہیں، نواحی فلسطین کی ایک جگہ ہے بعض نے دریا کا نام بتلایا ہے، اس جنگ میں، جو تین دن جاری رہی، ایک ہی مقام پر ستر ہزار رومی قتل ہوئے کیونکہ انہوں نے باہم اپنے آپ کو زنجیروں سے باندھ رکھا تھا (تاکہ اکٹھے جئیں یا مریں) شکست ہوئی تو ان میں سے اکثر اسی وجہ سے قتل ہو گئے، رومیوں کے امیرِ لشکر کا نام باھان تھا جب کہ مسلمانوں کے سالارِ لشکر ابوعبیدہ بن جراح تھے، کہا جاتا ہے اس جنگ میں سو بدری صحابہ بھی شریک تھے (اس جنگ نے شام اور دیگر مقبوضاتِ روم کا فیصلہ کر دیا، ہرقل کچھ فاصلہ پر نتیجہ کا منتظر تھا، ہزیمت کی خبر ملی تو کہا اے شام ہمیشہ ہمیشہ کے لئے الوداع)۔

(قال عروه وقال لی عبدالملك الخ) یہ اسی اسناد کے ساتھ موصول ہے عروہ مکہ میں جب حجاج بن یوسف نے عبدالملک کی طرف سے ان کا محاصرہ کیا، اپنے بھائی عبداللہ کے ہمراہ تھے عبداللہ کے شہید ہو جانے کے بعد حجاج نے تمام مال و اسباب عبدالملک کی طرف

روانہ کر دیا ان میں حضرت زبیر کی یہ تلوار بھی تھی بعد ازاں عروہ عبد الملک سے ملنے شام گئے تو وہاں یہ مذکورہ مکالمہ ہوا۔
(بهن فلول من قراع الكتائب) یہ مشہور جاہلی شاعر نابغہ ذبیانی کی ایک مشہور نظم کے شعر کا مصرعہ ہے اس نظم کا مطلع ہے:(كَلِينى لِهَمٍّ يا أميمة ناصِبُ ولَيْلٍ أقاسِيه مِنْ بَطىء الكواكب) آگے ہے: (ولا عيبَ فِيهم غيرَ أَنَّ سيوفهم بهِنَّ فلولٌ مِن قراع الكتائب)(یعنی ان میں ایک ہی عیب ہے کہ مسلسل جنگوں کیوجہ سے ان کی تلواروں میں دندانے پڑ چکے ہیں) یہ بلغاء کے ہاں اسلوبِ مدح بمایشبہ الذم ہے کیونکہ بظاہر دند پڑنا تلوار کا حسی نقص ہے مگر ساتھ ہی یہ اس تلوار باز کی بہادری اور جنگ جوئی کا ثبوت ہے۔ (قال هشام الخ) یہ بھی اسی کے ساتھ موصول ہے۔(وأخذه بعضنا) یعنی ہمارے بعض وارثوں نے، یہ ہشام کے بھائی عثمان تھے۔

3975 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ أَصْحَابَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالُوا لِلزُّبَيْرِ يَوْمَ الْيَرْمُوكِ أَلَا تَشُدُّ فَنَشُدَّ مَعَكَ فَقَالَ إِنِّي إِنْ شَدَدْتُ كَذَبْتُمْ فَقَالُوا لَا نَفْعَلُ فَحَمَلَ عَلَيْهِمْ حَتَّى شَقَّ صُفُوفَهُمْ فَجَاوَزَهُمْ وَمَا مَعَهُ أَحَدٌ ثُمَّ رَجَعَ مُقْبِلًا فَأَخَذُوا بِلِجَامِهِ فَضَرَبُوهُ ضَرْبَتَيْنِ عَلَى عَاتِقِهِ بَيْنَهُمَا ضَرْبَةٌ ضُرِبَهَا يَوْمَ بَدْرٍ قَالَ عُرْوَةُ كُنْتُ أُدْخِلُ أَصَابِعِي فِي تِلْكَ الضَّرَبَاتِ أَلْعَبُ وَأَنَا صَغِيرٌ قَالَ عُرْوَةُ وَكَانَ مَعَهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الزُّبَيْرِ يَوْمَئِذٍ وَهُوَ ابْنُ عَشْرِ سِنِينَ فَحَمَلَهُ عَلَى فَرَسٍ وَكَّلَ بِهِ رَجُلًا. طرفاه 3721، 3973

عروہ کہتے ہیں کہ جنگِ یرموک میں نبی پاک کے صحابہ نے حضرت زبیر سے کہا اگر آپ حملہ کریں تو ہم بھی آپکا ساتھ دیں؟ وہ بولے تم ساتھ نہ دے سکو گے، بہر حال رومیوں پر زوردار حملہ کیا اور انکی صفیں پھاڑ دیں، آگے نکل گئے کوئی ساتھ نہ دے سکا واپسی میں انہوں نے انکے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور گردن پر دو گھاؤ لگائے، ایک پہلے سے بدر والا زخم تھا، کہتے ہیں ابن زبیر بھی اس موقع پہ موجود تھے انکی عمر دس برس تھی انہیں ایک گھوڑے پہ بٹھایا ہوا اور ایک شخص انکا نگران مقرر کیا ہوا تھا

(وهوا بن عشرسنين) الغائے کسر کے بحسب ہے وگرنہ صحیح یہ ہے کہ ان کی عمر تب بارہ برس تھی۔ (ووكل به رجلا) بقول ابن حجر ان کا نام معلوم نہ ہو سکا، مفہوم یہ ہے کہ حضرت زبیر کو اپنے بیٹے میں فروسیت وشجاعت کے آثار نظر آتے تھے انہوں نے اس ڈر سے کہ اثنائے لڑائی وہ آگے پیچھے ہوں تو کہیں عبد اللہ جوشِ جذبات میں لڑائی میں نہ کود پڑیں تو احتیاطا ایک شخص کی ڈیوٹی لگادی کہ وہ ان کا خیال رکھیں، ابن مبارک نے الجہاد میں ہشام بن عروہ عن ابیہ عن عبد اللہ بن زبیر نقل کیا ہے کہ وہ جنگ یرموک میں اپنے والد کے ہمراہ موجود تھے جب رومی منہزم ہوئے تو یہ ان کے زخمیوں کو قتل کرتے جاتے تھے،تو یہ بچپن اور اس صغر سنی میں ہی ان کی قوتِ قلب اور شجاعت پر دال ہے۔

حَدَّثَنَا فَرْوَةُ عَنْ عَلِيٍّ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ سَيْفُ الزُّبَيْرِ مُحَلًّى بِفِضَّةٍ قَالَ هِشَامٌ وَكَانَ سَيْفُ عُرْوَةَ مُحَلًّى بِفِضَّةٍ (ہشام کہتے ہیں عروہ کی تلوار چاندی کے ساتھ آراستہ تھی)

شیخ بخاری فروہ بن مغراء ہیں، علی سے ابن مسہر اور ہشام سے مراد ابن عروہ ہیں۔

3976 - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ سَمِعَ رَوْحَ بْنَ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ ذَكَرَ لَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَنْ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ أَمَرَ يَوْمَ بَدْرٍ بِأَرْبَعَةٍ وَعِشْرِينَ رَجُلًا مِنْ صَنَادِيدِ قُرَيْشٍ فَقُذِفُوا فِي طَوِيٍّ مِنْ أَطْوَاءِ بَدْرٍ خَبِيثٍ مُخْبِثٍ وَكَانَ إِذَا ظَهَرَ عَلَى قَوْمٍ أَقَامَ بِالْعَرْصَةِ ثَلَاثَ لَيَالٍ فَلَمَّا كَانَ بِبَدْرٍ الْيَوْمَ الثَّالِثَ أَمَرَ بِرَاحِلَتِهِ فَشُدَّ عَلَيْهَا رَحْلُهَا ثُمَّ مَشَى وَاتَّبَعَهُ أَصْحَابُهُ وَقَالُوا مَا نُرَى يَنْطَلِقُ إِلَّا لِبَعْضِ حَاجَتِهِ حَتَّى قَامَ عَلَى شَفَةِ الرَّكِيِّ فَجَعَلَ يُنَادِيهِمْ بِأَسْمَائِهِمْ وَأَسْمَاءِ آبَائِهِمْ يَا فُلَانُ بْنَ فُلَانٍ وَيَا فُلَانُ بْنَ فُلَانٍ أَيَسُرُّكُمْ أَنَّكُمْ أَطَعْتُمُ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّا قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا قَالَ فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا تُكَلِّمُ مِنْ أَجْسَادٍ لَا أَرْوَاحَ لَهَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ لِمَا أَقُولُ مِنْهُمْ قَالَ قَتَادَةُ أَحْيَاهُمُ اللَّهُ حَتَّى أَسْمَعَهُمْ قَوْلَهُ تَوْبِيخًا وَتَصْغِيرًا وَنَقِيمَةً وَحَسْرَةً وَنَدَمًا.

طرفه 3065 -

ابوطلحہؓ کہتے ہیں کہ نبی پاک نے بدر کے دن قریش کے چوبیس سرداروں کی لاشوں کو بدر کے کنوؤں میں سے ایک گندے اور ناپاک کنویں میں پھینکنے کا حکم دیا اور نبی اکرم جب کسی قوم پر غلبہ پاتے تو تین راتیں اسی مقام پر ٹھہرے رہتے تھے پس جب بدر میں (رہتے ہوئے) تیسرا دن تھا تو آپ نے حکم دیا، تو آپ کی اونٹنی پر زین کسی گئی پھر آپ چلے اور آپ کے پیچھے صحابہؓ بھی چلے وہ سمجھے کہ شاید آپ کسی کام سے جا رہے ہیں، یہاں تک کہ آپ اس کنویں کی منڈیر پر کھڑے ہوئے اور انہیں (کفار قریش کو) ان کے اپنے نام اور ان کے باپوں سے کے نام سے پکارنے لگے کہ اے فلاں کے بیٹے فلاں، اے فلاں! کے بیٹے فلاں! کیا اب تمہیں یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کر لیتے، پس بے شک ہم سے ہمارے رب نے جو وعدہ کیا تھا، ہم نے پا لیا، کیا تم سے بھی تمہارے رب نے جو وعدہ کیا تھا تم نے اس سچے پایا؟ ابوطلحہؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ ان جسموں سے باتیں کرتے ہیں جن میں روح (موجود) نہیں ہے؟ تو آپ نے فرمایا قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے! میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اس کو تم ان (کافروں) سے زیادہ نہیں سن رہے

شیخ بخاری عبداللہ جعفی ہیں۔(ذكر لنا أنس عن الخ) احمد کے ہاں شیبان نے قتادہ سے اسے روایت کرتے ہوئے ابو طلحہ کا ذکر نہیں کیا، سعید کی روایت اولیٰ ہے مسلم نے بھی حماد بن سلمہ عن ثابت عن انس کے طریق سے ابوطلحہ کے ذکر کے بغیر نقل کیا ہے۔ (من صناديد) یہ صندید بروزنِ عفریت کی جمع ہے بمعنی سید و شجاع، ابن عائذ کے ہاں سعید بن بشیر عن قتادہ سے (بضعة و عشرين) منقول ہے دونوں میں کوئی منافات نہیں، ان سب کے نام معلوم نہ ہو سکے البتہ بعض کے اسماء آگے ذکر ہو رہے ہیں، ابن اسحاق نے جو بدر کے کفار مقتولین کے نام ذکر کئے ہیں ان کے تتبع سے ان چوبیس کے اسماء معلوم کئے جا سکتے ہیں کہ ان میں سے جو صاحبِ سیادت و ریاست ہیں یا بالتبعیت ان کے بیٹے اور بھتیجے، وہی قلیب بدر میں پھینکے گئے تھے، حدیثِ براء میں آ رہا ہے کہ کفار کے مقتولین کی تعداد ستر تھی، کنویں میں ڈالے جانے والے رؤسائے قریش تھے انہی کے ساتھ آنحضرت مخاطب ہوئے کیونکہ انکا اہلِ اسلام سے عناد و بغض سب سے بڑھ کر تھا، باقی مقتولین کے اجسام دیگر جگہوں میں پھینک دئے گئے تھے، واقدی لکھتے ہیں مذکورہ کنواں

بنی نار کے ایک آدمی نے کھودا تھا، اسی مناسبت (یعنی نار کے لفظ کی مناسبت سے) انہیں اس میں پھینک دیا گیا۔

(على شفة الركى) کشمیہنی کے نسخہ میں (شفیر) کا لفظ ہے ایک ہی معنی ہے، رکی نامکمل کنویں کو کہا جاتا ہے جس کی اینٹوں یا پتھروں سے ابھی دیواریں نہ بنی ہوں، اطواء طوی کی جمع ہے وہ کنواں جو دیواریں وغیرہ بنا کر مکمل کر دیا گیا ہو، دونوں روایتوں میں تطبیق یہ ہوگی کہ دیواریں بنائی گئیں تھیں مگر مرورِ ایام سے وہ منہدم ہو چکی تھی (یعنی خشک اور ویران کنواں تھا)۔

(فجعل يناديهم الخ) حمید عن انس کی روایت میں ہے کہ اے عتبہ بن ربیعہ، اے شیبہ بن ربیعہ، اے امیہ بن خلف اے ابوجہل بن ہشام، کہہ کر ندا دی، اسے ابن اسحاق واحمد نے تخریج کیا، احمد و مسلم کی ثابت عن انس کی روایت میں بھی یہ ہے اس میں مزید یہ ہے کہ حضرت عمر نے یہ سن کر عرض کی یا رسول اللہ آپ تیسرے دن انہیں صدا دے رہے ہیں؟ جبکہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے: (إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتىٰ)[النمل: ۸۰] آپ نے یہ مذکورہ جواب دیا، بقول ابن حجر اس روایت کے بعض مذکورات محلِ نظر ہیں کیونکہ امیہ بن خلف کی لاش اس کنویں میں پھینکی جانے والی لاشوں میں شامل نہ تھی، اسے وہیں مٹی اور پتھر ڈال کر ڈھانپ دیا گیا تھا، اسے ابن اسحاق نے حضرت عائشہ کے حوالے سے نقل کیا ہے مگر تطبیق یہ دینا ممکن ہے کہ وہ قریب ہی پڑا تھا جس وجہ سے اسے بھی مخاطبین میں شامل کیا کیونکہ وہ بھی رؤسائے مکہ میں سے تھا بقیہ رؤسائے قریش میں سے عبیدہ، ابواحیحہ کے والد عاص، سعید بن عاص بن امیہ، حنظلہ بن ابوسفیان، ولید بن عتبہ، یہ بنی عبد شمس میں سے تھے بنی نوفل بن عبد مناف سے حارث بن عامر بن نوفل، طعیمہ بن عدی، باقی قریش میں سے نوفل بن خویلد بن اسد، زمعہ بن اسود بن مطلب بن اسد اور اس کا بھائی عقیل، ابوجہل کا بھائی عاصی بن ہشام، حضرت خالد کے بھائی ابوقیس بن ولید، حجاج سہمی کے دو بیٹے نبیہ اور منبہ، علی بن امیہ بن خلف، حضرت طلحہ کے عمزاد عمرو بن عثمان، حضرت ام سلمہ کے بھائی مسعود بن ابوامیہ، قیس بن فاکہ بن مغیرہ، حضرت ابوسلمہ کے بھائی اسود بن عبدالاسود، ابوالعاص بن قیس بن عدی سہمی، امیہ بن رفاعہ، تو یہ بیس بنتے ہیں، انکے ساتھ یہ چار مذکورین منضم کئے جائیں تو کل عدد بنا چوبیس، ابن اسحاق کی ایک روایت میں ہے کہ آنجناب نے یہ بھی فرمایا اے اہلِ قلیب تم نبی کے برے ہم قبیلہ تھے، لوگوں نے میری تصدیق کی اور تم نے تکذیب کی۔

(قال قتادہ الخ) اسی کے ساتھ موصول ہے۔ (أحياهم الله) اسماعیلی کے ہاں (بأعيانهم) بھی ہے۔ (توبيخا الخ) اسماعیلی کی روایت میں (وتَنَدُّماً وذِلَّةً و صغاراً) بھی ہے، قتادہ اس تادیل کے ساتھ ان حضرات کا رد کر رہے ہیں جو ان کے سماع کا انکار کرتے تھے جیسے حضرت عائشہ سے منقول ہے کہ آیت (إنك لا تُسْمِعُ الْمَوْتىٰ) سے استدلال کرتے ہوئے اس کا انکار کیا، اس بارے مفصل بحث آمدہ حدیث میں آئے گی۔

3977 - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عَمْرٌو عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ (الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعْمَةَ اللَّهِ كُفْرًا) قَالَ هُمْ وَاللَّهِ كُفَّارُ قُرَيْشٍ قَالَ عَمْرٌو هُمْ قُرَيْشٌ وَمُحَمَّدٌ ﷺ نِعْمَةُ اللَّهِ (وَأَحَلُّوا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ) قَالَ النَّارَ يَوْمَ بَدْرٍ .طرفه 4700 -

ابن عباس قرآن کی آیت: (وَأَحَلُّوا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ) کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ آیت میں قریش کی طرف اشارہ ہے اور نعمة الله سے مراد آنجناب ہیں، (دَارَ الْبَوَارِ) یعنی آگ، اور یہ بدر کے دن ہوا۔

عمرو سے ابن دینار اور عطاء سے مراد ابن ابی رباح ہیں۔ (كفار قريش) التفسیر میں (كفار أهل مكة) ہے، عبد

الرزاق نے ابن عیینہ سے (هم لكفار قريش أو أهل مكة) کے الفاظ ذکر کئے ہیں، عبد بن حمید نے التفسیر میں ابوطفیل سے نقل کیا کہ عبداللہ بن کواء نے حضرت علی سے پوچھا: (مَن الذين بدّلوا نعمة الله كفرا؟) کہا قریش کے دوافجران (یعنی سب سے بڑھ کر فاجر) بنوامیہ اور بنومخزوم، اللہ نے بدر کے دن انہیں مکبوت کیا، طبرانی نے ایک دیگر طریق کے ساتھ اسی روایت میں یہ الفاظ نقل کئے: (فأما بنومخزوم فقطع الله دابرهم يوم بدر أما بنو أمية فمُتِّعوا إلى حين) کہ بنی مخزوم کی تو اللہ نے بدر کے دن جڑ کاٹ دی اور جو بنی امیہ ہیں، وہ ایک مدت تک مہلت دیے گئے ہیں طبرانی نے حضرت عمر سے بھی یہی نقل کیا ہے۔

(قال عمرو الخ) یعنی ابن دینار، اسی سند کے ساتھ متصل ہے۔ (و محمد الخ) یہ عمرو بن دینار پر موقوف ہے، دار البوار کی بابت ان کا قول بھی، تفسیر ابن عیینہ میں سعید بن عبدالرحمٰن مخزومی عنہ عن عمرو بن دینار سے آیت: (أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعْمَةَ اللَّهِ كُفْراً الخ)[ابراهیم: ۲۸] کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ یہ کفار قریش ہیں، محمد ﷺ یہ نعمتِ مذکورہ ہیں اور دار البوار سے مراد یومِ بدر ہے۔ (یوم بدر) ان کے قول۔ أحلوا۔ کا ظرف ہے یعنی وہ بدر کے دن اپنی قوم کی ہلاکت کا سبب اور نتیجۃً جہنم کا ایندھن بنے، بور بمعنی ہلاکت ہے، طبرانی کی ابن جریج عن ابن عباس سے روایت میں بھی یہی منقول ہے۔

3978 - حَدَّثَنِي عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ ذُكِرَ عِنْدَ عَائِشَةَ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَفَعَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ إِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ فِي قَبْرِهِ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ فَقَالَتْ إِنَّمَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّهُ لَيُعَذَّبُ بِخَطِيئَتِهِ وَذَنْبِهِ وَإِنَّ أَهْلَهُ لَيَبْكُونَ عَلَيْهِ الآنَ .طرفاه 1288، 1289 - 3979 - قَالَتْ وَذَاكَ مِثْلُ قَوْلِهِ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَامَ عَلَى الْقَلِيبِ وَفِيهِ قَتْلَى بَدْرٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَقَالَ لَهُمْ مَا قَالَ إِنَّهُمْ لَيَسْمَعُونَ مَا أَقُولُ إِنَّمَا قَالَ إِنَّهُمُ الآنَ لَيَعْلَمُونَ أَنَّ مَا كُنْتُ أَقُولُ لَهُمْ حَقٌّ ثُمَّ قَرَأَتْ (إِنَّكَ لاَ تُسْمِعُ الْمَوْتَى) (وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ) تَقُولُ حِينَ تَبَوَّءُوا مَقَاعِدَهُمْ مِنَ النَّارِ. طرفاه 1371، 3981 -

(ترجمہ کیلئے جلد دوم ص: ۱۸۷ اور ۲۶۹)

(ذکر) صیغۂ مجہول کے ساتھ، اسماعیلی کے ہاں یہ الفاظ ہیں: (أن عائشة بلغها) اس مبلّغ کا نام معلوم نہیں ہو سکا مگر ایک روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ عروہ ہونگے۔ (وهل) فتح ہاء کے ساتھ بھی کہا گیا ہے مگر مشہور اس کی زیر کے ساتھ ہے، غلط کا ہم وزن و معنی ہے، ہاء کی زبر کے ساتھ (فرع، نسی، جبن اور قلق) کے ہم معنی ہے فارابی، ازہری، ابن قطاع، ابن فارس اور قالبی وغیرہم لکھتے ہیں کہ وهل يهل بروزنِ ضرب يضرب، وهلا ہائے ساکن کے ساتھ بمعنی (إذا ذهب وهمك إليه)۔ (إن الميت ليعذب فى قبره) اس پر کتاب الجنائز میں تفصیلی بحث گزر چکی ہے۔

(ذلك مثل قوله) ضمیر ابن عمر کی طرف راجع ہے۔ (يقول حين تبوأوا الخ) یقول کا فاعل عروہ ہیں، حضرت عائشہ کے قول کی وضاحت کرنا چاہتے ہیں تو اشارہ کیا کہ آیت: (إنك لا تسمع الموتى) میں اطلاقِ نفی ان کے استقرار فی النار کے ساتھ مقید ہے اس تاویل پر انکارِ عائشہ اور اثباتِ ابن عمر میں کوئی معارضہ نہیں جیسا کہ الجنائز میں توضیح ہوئی لیکن اگلی روایت سے دلالت ملتی

ہے کہ حضرت عائشہ مطلقاً ہی سماعِ موتی کا انکار کرتی تھیں کہ اصل میں حدیثِ نبوی یوں تھی: (إنهم ليعلمون الخ) اور ابن عمر نے توہُماً اسے (يسمعون) سمجھ لیا، اس پر بیہقی تبصرہ کرتے ہیں کہ علم سماع سے مانع نہیں، آیت کا جواب یہ ہے کہ حالتِ سماع میں وہ مردہ نہ تھے بلکہ اللہ نے اس لحہ انہیں زندہ کر دیا حتی کہ یہ بات سن لی، جیسا کہ قتادہ نے کہا، حضرت عمر اور ابن عمر ہی اس حکایت کے بیان میں منفرد نہیں بلکہ ابوطلحہ سے بھی یہ مروی ہے، جیسا کہ ذکر ہوا، طبرانی نے صحیح سند کے ساتھ ابن مسعود سے بھی یہی روایت کیا ہے، اس طرح عبداللہ بن سیدان سے بھی، ان کی روایت میں ہے کہ صحابہ کرام نے کہا یا رسول اللہ کیا یہ سن رہے ہیں؟ فرمایا ایسے ہی سن رہے ہیں جیسے تم، مگر جواب کی طاقت نہیں، حدیثِ ابن مسعود میں ہے: (ولكنهم اليوم لا يجيبون)۔

اس ضمن میں عجیب بات یہ ہے کہ سیرت ابن اسحاق میں جید اسناد کے ساتھ یونس بن بکیر کے حوالے سے حضرت عائشہ سے بھی یہی مروی ہے، اس میں یہ الفاظ ہیں: (ما أنتم بأسمع لِما أقول منهم) اسے احمد نے بھی بسند حسن تخریج کیا ہے اگر یہ محفوظ ہے تو گویا اپنے انکار سے رجوع کر لیا تھا کیونکہ وہ خود تو اس موقع پہ موجود نہ تھیں ممکن ہے دیگر صحابہ سے بعد میں تحقیق ہوگئی ہو، اسماعیلی لکھتے ہیں حضرت عائشہ کے ہاں فہم، ذکاء، کثرتِ روایت اور دقائقِ علم کی غواصی کی وہ صلاحیت تھی کہ (لا مزيد عليه) اس سے زیادہ ممکن نہیں، مگر ثقہ کی روایت کو رد کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ اس جیسی یا اس سے بھی فائق ترنص موجود ہو جو اس کے نسخ، تخصیص یا استحالہ پر دال ہو، پھر اس انکار و اثبات کے مابین تطبیق ممکن ہے کیونکہ قولہ تعالیٰ (إنك لا تسمع الموتى) آنجناب کے قول: (إنهم الآن يسمعون) کے منافی نہیں کیونکہ اِسماع سے مراد مُسمع کی طرف سے سامع کے کان میں ابلاغِ صوت ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہاں آنجناب کی آواز ان کے کانوں میں پہنچادی، جہاں تک حضرت عائشہ کا یہ کہنا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ اب وہ جان چکے ہیں تو اگر انہوں نے آپ سے یہ لفظ سنا ہے تو یہ یسمعون کی روایت کے منافی نہیں بلکہ اس کا مؤید ہے، سہیلی کی اس بابت کلام کا ماحصل یہ ہے کہ نفسِ خبر میں یہ دلالت موجود ہے کہ یہ دراصل آپ کا معجزہ تھا کیونکہ جب صحابہ نے کہا: (أ تخاطب أقواما قد جيفوا؟) تو آپ نے یہ مذکورہ جواب دیا، کہتے ہیں اگر جائز ہے کہ وہ اس حالت میں (يعلمون) تھے تو یہ بھی جائز ہے کہ وہ (يسمعون) بھی ہوں اور یہ سماع یا تو۔ جیسا کہ اکثر کا قول ہے۔ انہی سر کے کانوں سے یا پھر آذانِ قلوب (دل کے کانوں) سے تھا، لکھتے ہیں اس حدیث سے ان اہلِ علم کا تمسک ہے جن کی رائے میں (منکر نکیر کا) سوال روح و بدن، دونوں سے ہوگا، اس کے منکرین کا جواب یہ ہے کہ فقط روح سے ہوگا کیونکہ ممکن ہے زیرِ نظر مسئلہ میں ان مشرکین نے سر اور دل کے کانوں سے سنا ہو لہذا حجت باقی نہیں رہتی، ابن حجر اضافہ کرتے ہیں اگر اسے نبی پاک کا معجزہ قرار دیا جائے تب تو یہ اصلاً سوال کے مسئلہ میں بطورِ دلیل صالح نہیں

اہل علم نے آیت میں مذکور موتی کی بابت اختلاف کیا ہے کہ ان سے کون مراد ہیں؟ اسی طرح (مَنْ فِي القُبور) سے مراد میں بھی، حضرت عائشہ نے اسے محمول علی حقیقت کیا اور اسے اصل قرار دیا ہے کہ جس کے ساتھ نبی پاک کے قول: (ما أنتم بأسمع الخ) کی تاویل کی ضرورت ہے، یہی قولِ اکثر ہے، بعض نے اسے مجاز قرار دیا اور کہا کہ موتی اور من فی القبور سے مراد کفار ہیں انہیں حالتِ حیات ہی میں موتی سے مشابہ قرار دیا گیا ہے اس لحاظ سے آیت سے استدلال کرتے ہوئے حضرت عائشہ جو سماعِ موتی کی نفی کرتی ہیں، اس کی یہ دلیل نہیں بنتی۔

علامہ انور (ما أنتم بأسمع لما أقول لهم) کی بابت رقم طراز ہیں کہ مسئلہ سماعِ اموات گزر چکا ہے جہاں تک اللہ تعالیٰ

کا یہ فرمان ہے: (وَمَا أَنتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُورِ) تو کوئی قائل یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ اس سماع کی نفی پر محمول ہے جس پر جواب مترتب ہو، (یعنی ایسا سننا کہ وہ جواب دیں) یا ہمارے عالم کے بحسب اس کی نفی پر محمول ہے اگر یہ سماع ہے تو ایک دیگر عالم میں ہے، ہمارے عالم کے لحاظ سے یہ کالمعدوم ہے یا یہ علیٰ حدِ قولہ تعالیٰ ہے: (صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ) مع وجودِ سمع، نطق اور بصر کے جیسا کہ سیوطی نے اپنی ایک نظم میں جواب دیا، کہتے ہیں: (وآية النفي معناها سماعُ هديٍ لا يقبلون ولا يُصغون للأدب) لکھتے ہیں تفتازانی نے علمِ اموات کے اثبات پر اجماع کا دعویٰ نقل کیا ہے اختلاف صرف ان کے سماع میں ہے یہ بھی نقل کیا ہے کہ سماع کے علاوہ باقی صفات کی نفی میں کوئی اختلاف نہیں، ذہاب وایاب وغیرہ راساً ان سے منفی ہیں، ابن حجر اپنے فتاوی میں لکھتے ہیں کہ مردے ایک جگہ سے دوسری جگہ آجا سکتے ہیں (والدہِ مرحومہ کی وفات کے کچھ عرصہ بعد خواب آیا کہ ایک گھر کے صحن میں چار پائیاں بچھی ہوئی ہیں جن پر ہم افرادِ خانہ سوئے ہوئے ہیں رات کے کسی وقت وہ اپنی چار پائی سے اٹھ کر مجھے بیدار کر کے کہتی ہیں کہ میری آنکھوں میں یہ سامنے کے بلب کی روشنی کھبتی ہے میری چار پائی کا رخ بدل دو، اس سے قبل کہ میں کچھ کروں وہ خود ہی ایک دوسری خالی چار پائی جو دوسرے رخ پہ تھی، پر لیٹ گئیں، اس وقت میرے ذہن میں یہ تعبیر آئی تھی کہ اوکاڑہ کے گھوڑے شاہ کے قبرستان میں ان کی جو قبر ہم نے بنائی تھی اس کے عین سامنے والدہ موحومہ کے قدموں کی طرف بابے بلوچ کا مزار تھا، تو شائد اس کی وجہ سے مضطرب تھیں اور رخ تبدیل کر لیا، آج ابن حجر کے حوالے سے علامہ کی یہ بات پڑھ کر یہ تین برس پرانا خواب یاد آ گیا، اللہ اعلم) اس بارے اتفاق کا انکار کیا ہے، میں کہتا ہوں تفتازانی کی کلام اجساد کے بارہ میں ہے نہ کہ ارواح کے جبکہ ابن حجر کا اثبات ارواح کے بارہ میں ہے، تو دونوں باتیں درست ہیں ،(قال قتادة أحياهم الله حتى أسمعهم) کے تحت لکھتے ہیں یہ راوی ابن کثیر کے ہاں مذکور اس بات کا مؤید ہے کہ جب تم میں سے کوئی اپنے کسی جاننے والے کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے تو اللہ اس لمحہ اس کی روح اس میں لوٹا دیتا ہے تو یہ ردِ روح کی دلیل ہے، یہ نہیں کہ ہر وقت مردے سنتے ہوں۔

3980 - حَدَّثَنِي عُثْمَانُ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ ؓ قَالَ وَقَفَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى قَلِيبِ بَدْرٍ فَقَالَ هَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ثُمَّ قَالَ إِنَّهُمُ الآنَ يَسْمَعُونَ مَا أَقُولُ

طرفاه 1370، 4026 - (سابقہ حوالہ)

3981 - فَذُكِرَ لِعَائِشَةَ فَقَالَتْ إِنَّمَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِنَّهُمُ الآنَ لَيَعْلَمُونَ أَنَّ الَّذِي كُنْتُ أَقُولُ لَهُمْ هُوَ الْحَقُّ ثُمَّ قَرَأَتْ (إِنَّكَ لاَ تُسْمِعُ الْمَوْتَى) حَتَّى قَرَأَتِ الآيَةَ .

طرفاه 1371، 3979 (ایضاً)

ہشام اپنے والد عروہ سے راوی ہیں، سابقہ کے ہم مفہوم ہے۔

9 - باب فَضْلُ مَنْ شَهِدَ بَدْرًا (بدری صحابہ کی فضیلت)

شائد افضلیت کا بیان مراد ہے نہ کہ مطلق فضیلت کا۔

3982 -حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ عَنْ حُمَيْدٍ

قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًاؓ يَقُولُ أُصِيبَ حَارِثَةُ يَوْمَ بَدْرٍ وَهُوَ غُلَامٌ فَجَاءَتْ أُمُّهُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَدْ عَرَفْتَ مَنْزِلَةَ حَارِثَةَ مِنِّي فَإِنْ يَكُنْ فِي الْجَنَّةِ أَصْبِرْ وَأَحْتَسِبْ وَإِنْ تَكُ الْأُخْرَى تَرَى مَا أَصْنَعُ فَقَالَ وَيْحَكِ أَوَهَبِلْتِ أَوَجَنَّةٌ وَاحِدَةٌ هِيَ؟ إِنَّهَا جِنَانٌ كَثِيرَةٌ وَإِنَّهُ فِي جَنَّةِ الْفِرْدَوْسِ أطرافه 2809، 6550، 6567 - (ترجمہ کیلئے جلد چہارم ص: ۳۲۷)

(أصيب حارثه الخ) یہ ابن سراقہ بن حارث بن عدی انصاری، بنی نجار میں سے تھے ان کے والد بھی صحابی ہیں وہ جنگِ حنین میں شہید ہوئے تھے۔(فجاء ت أمه) ان کا نام ربیع بنت نضر تھا حضرت انس کی پھوپھی تھیں، اوائل کتاب الجہاد میں شیبان عن قتادہ عن انس کے حوالے سے روایت میں تھا:(أن أم الربيع ابن البراء وهى أم حارثة) وہاں کہا تھا کہ یہ وہم ہے درست یوں ہے: (أم حارثة الربيع عمة البراء) وہاں اس حدیث کی مفصل شرح ہو چکی ہے۔

(و يحك) کلمہ رحمت ہے اگر کسی اپنے سے اثنائے تخاطب استعمال کیا جائے (اہلِ بلاغت نے یہ بات لکھی ہے) داؤدی کا خیال ہے کہ کلمہِ توبیخ ہے (اصلاً کلمہ توبیخ ہی ہے مگر اس قید کے ساتھ کہ معرضِ ذم میں استعمال کیا جائے)۔

(هبلت) ہائے مضموم اور بائے مکسور کے ساتھ، ثکلت کے ہم وزن و معنی، کبھی باء پر زبر بھی پڑھی جاتی ہے، بمعنی (ثكلته) کبھی مدح واعجاب کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے، کہتے ہیں اس کی اصل یہ ہے کہ اگر بچہ مہبل (یعنی رحم) میں مر جائے تو گویا اس کی والدہ (وجع مهبلها بموت الولدفيه) یعنی اس وجہ سے رحم میں جو پیچیدگی پیدا ہوتی ہے اور والدہ جو تکلیف اٹھاتی ہے (کیونکہ اس صورت میں مردہ بچہ کو نکالنا ضروری ہوتا ہے آجکل آپریشن کیا جاتا ہے وگرنہ رسولی بننے کا خطرہ ہوتا ہے) بقول داؤدی یہاں اسکا معنی (أجهلت) ہے مگر کسی اہلِ لغت نے نہیں کہا کہ اس کا یہ معنی بھی ہوتا ہے۔

علامہ انور (أو هبلت) کا اردو میں یہ معنی لکھتے ہیں: کیا تیری عقل ماری گئی، اہل بدر کے بارہ میں الجمل عن الدوانی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ان کے اسماء کا وظیفہ ہر پریشانی کا دافع اور ہر ضیق و بلاء سے منجی ہے، اس پر عمل بھی مستمر ہے (اگر حرف ندا۔ یا۔ کے ساتھ یہ وظیفہ ہے تب تو شرک کے مماثل ہے)۔

3983 - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِدْرِيسَ قَالَ سَمِعْتُ حُصَيْنَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ السُّلَمِيِّ عَنْ عَلِيٍّؓ قَالَ بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَبَا مَرْثَدٍ وَالزُّبَيْرَ وَكُلُّنَا فَارِسٌ قَالَ انْطَلِقُوا حَتَّى تَأْتُوا رَوْضَةَ خَاخٍ فَإِنَّ بِهَا امْرَأَةً مِنَ الْمُشْرِكِينَ مَعَهَا كِتَابٌ مِنْ حَاطِبِ بْنِ أَبِي بَلْتَعَةَ إِلَى الْمُشْرِكِينَ فَأَدْرَكْنَاهَا تَسِيرُ عَلَى بَعِيرٍ لَهَا حَيْثُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقُلْنَا الْكِتَابُ فَقَالَتْ مَا مَعَنَا كِتَابٌ فَأَنَخْنَاهَا فَالْتَمَسْنَا فَلَمْ نَرَ كِتَابًا فَقُلْنَا مَا كَذَبَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَتُخْرِجِنَّ الْكِتَابَ أَوْ لَنُجَرِّدَنَّكِ فَلَمَّا رَأَتِ الْجِدَّ أَهْوَتْ إِلَى حُجْزَتِهَا وَهِيَ مُحْتَجِزَةٌ بِكِسَاءٍ فَأَخْرَجَتْهُ فَانْطَلَقْنَا بِهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَدْ خَانَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالْمُؤْمِنِينَ فَدَعْنِي

فَلأَضْرِبُ عُنُقَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَا حَمَلَكَ عَلَى مَا صَنَعْتَ قَالَ حَاطِبٌ وَاللَّهِ مَا بِي أَنْ لَا أَكُونَ مُؤْمِنًا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ﷺ أَرَدْتُ أَنْ يَكُونَ لِي عِنْدَ الْقَوْمِ يَدٌ يَدْفَعُ اللَّهُ بِهَا عَنْ أَهْلِي وَمَالِي وَلَيْسَ أَحَدٌ مِنْ أَصْحَابِكَ إِلَّا لَهُ هُنَاكَ مِنْ عَشِيرَتِهِ مَنْ يَدْفَعُ اللَّهُ بِهِ عَنْ أَهْلِهِ وَمَالِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ صَدَقَ وَلَا تَقُولُوا لَهُ إِلَّا خَيْرًا فَقَالَ عُمَرُ إِنَّهُ قَدْ خَانَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالْمُؤْمِنِينَ فَدَعْنِي فَلأَضْرِبَ عُنُقَهُ فَقَالَ أَلَيْسَ مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ لَعَلَّ اللَّهَ اطَّلَعَ إِلَى أَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ وَجَبَتْ لَكُمُ الْجَنَّةُ أَوْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ فَدَمَعَتْ عَيْنَا عُمَرَ وَقَالَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ .أطرافه 3007، 3081، 4274، 4890، 6259،6939 -

(ترجمہ کیلئے جلد چہارم ص:۴۹۲)

قصہ حاطب بن ابی بلتعہ کے بارہ میں حضرت علی کی روایت، اس واقعہ پر مفصل بحث آگے فتح مکہ کے باب میں آرہی ہے برقانی نے ذکر کیا ہے کہ مسلم نے اسی کی مانند روایت بحوالہ ابن عباس عن عمر تخریج کی ہے، یہاں غرض ترجمہ اس کے جملہ (اعملوا ماشئتم فقد غفرت لکم الخ) سے ہے فی الحقیقت یہ اہل بدر کے حق میں عظیم بشارت ہے ان کے غیر کیلئے اس کا صدور نہیں ہوا۔ (لعل اللہ اطلع الخ) علماء لکھتے ہیں کلام اللہ اور کلام نبوی میں حروفِ ترجی (یعنی جن کا معنی: شائد، امید ہے، ہوتا ہے) امرِ واقع پر دال ہے (علامہ انور نے زمخشری کے حوالے سے یہ بات سابق الذکر کہی ہے) احمد، ابو داؤد اور ابن ابی شیبہ کی ابو ہریرہ سے روایت میں صیغۂ جزم مستعمل ہے:(إن اللہ اطلع علیٰ أھل بدر الخ) ،مسند احمد میں مسلم کی شرط پر حضرت جابر سے یہ مرفوع حدیث مروی ہے:(لن ید خل النارَ أحدٌ شھدَ بدرا) کہ ہرگز اہل بدر میں سے کوئی آگ میں داخل نہ ہوگا۔

(اعملوا ما شئتم) میں یہ اشکال سمجھا گیا ہے کہ بظاہر یہ الفاظ ہر چیز کی اہل بدر کیلئے اباحت پر دال ہیں اور یہ عقدِ شرع کے خلاف ہے؟ جواب دیا گیا ہے کہ یہ اخبار عن الماضی ہے یعنی ماضی میں جو بھی قصور تم سے سرزد ہوئے معاف کرتا ہوں، اس کی تائید اس امر سے بھی ملتی ہے کہ ماضی کا صیغہ (غفرت) استعمال کیا اگر مستقبل مراد ہوتا تو (فسأ غفرہ لکم) کہا جاتا، مگر اس تاویل کا یہ کہہ کر تعاقب کیا گیا ہے کہ اگر یہ فقط ماضی سے متعلق ہے تو حضرت حاطب کے اس قصہ میں جو بدر کے چھ سال بعد پیش آیا، اس جملہ سے نبی اکرم نے کیونکر استدلال فرمایا؟ تو اس سے دلالت ملی کہ مستقبل مراد ہے اور ماضی کا صیغہ مبالغۃً فی التحقیق استعمال کیا، یہ توجیہہ بھی کی گئی ہے کہ (اعملوا) کا فعلِ امر برائے تشریف وتکریم اور اس امر کا اظہار ہے کہ ان سے ہونے والے کسی قصور اور کوتاہی پر انکا مواخذہ نہ ہوگا، انہیں اس کے ساتھ اس لئے خاص کیا کہ اس عظیم عمل (بدر میں شرکت) کی بدولت ان کے ماضی کے تمام گناہ محو کر کے اللہ کی مغفرت کا متاہل بنا دیا، ان گناہوں کی نسبت سے بھی جو ان سے مستقبل میں ہو سکتے ہیں، بعض نے لکھا کہ یہ دراصل ان سے کسی گناہ کے عدمِ صدور کی بشارت ہے مگر یہ محلِ نظر ہے کیونکہ روایت میں ہے کہ ایک بدری صحابی قدامہ بن مظعون نے حضرت عمر کے عہد میں شراب پی لی تھی اور حضرت عمر نے ان پر حد بھی نافذ کی تھی وہ اس سبب مدینہ چھوڑ کر کہیں چلے گئے تھے، تو حضرت عمر کو خواب میں ایک شخص نظر آیا جو ان سے کہہ رہا تھا قدامہ کو منا کر واپس لائیں، تو بظاہر سابقہ احتمال اس قصہ کے سیاق سے مفہوم دکھائی دیتا ہے (یعنی

اللہ ان کے ہونے والے گناہوں کو معاف کر دے گا، یہ نہیں کہ اب بلا دریغ منکرات وفواحش اور محرمات سے اجتناب چھوڑ دیں) یہی مفہوم مشہور تابعی ابوعبدالرحمٰن سلمی نے بیان کیا ہے جب حبان بن عطیہ سے کہا تھا مجھے علم ہے تمہارے صاحب کو کس وجہ سے یہ جرأت ملی ہے کہ یہ کشت وخون کرے، پھر یہی حدیث ذکر کی (ان کی یہ روایت گزر چکی ہے) آگے باب (استتابة المرتدين) میں بھی آئے گی۔ علماء نے اس امر پر اتفاق کیا ہے کہ مذکورہ بشارت کا تعلق احکامِ آخرت سے ہے نہ کہ احکامِ دنیا سے، اقامتِ حدود وغیرہ، اسی لئے حضرت قدامہ سے شراب پینے کی غلطی سرزد ہوئی تو حضرت عمر نے اجرائے حد کیا۔

علامہ انور (اعملوا ما شئتم) کے تحت لکھتے ہیں آنجناب کا یہ فرمان آپکے حضرت عثمان کے حق میں کہی گئی آپ کی بات کی طرح ہے:(ما علىٰ عثمان لو لم يعمل بعد اليوم)اس قسم کے اسلوب میں عموم غیر مقصود ہوتا ہے اصل مراد فضائلِ امور اور اس میں لوگوں کو ترغیب دلانا ہے نہ کہ واجبات وفرائض مراد ہیں، اس ضمن میں شاہ ولی اللہ کی المسوی اور المصفی کا مطالعہ مفید رہے گا (دونوں شرحِ مؤطا ہیں، ایک عربی دوسری فارسی میں) پھر اللہ کی توفیق ان کے شاملِ حال تھی تو وہ اسراف علی النص کے مرتکب نہ تھے لہذا یہ کوئی تخییر نہیں (کہ عمل کریں یا نہ کریں) صرف لفظی تشریف وتکریم ہے (یہ کہنا بھی بے جا نہ ہوگا کہ آنجناب کی مراد یہ تھی کہ اس عمل کی وجہ سے وہ جنت کے دخول اور جہنم سے نجات کے حق دار بن چکے ہیں، اس غرض کیلئے اب ان سے کوئی اور عمل مطلوب نہیں انبیاء، صلحاء کی عبادت تو اصلاً بطورِ شکرانہ ہوتی ہے)۔ لکھتے ہیں ایسی کلام جو علی سنن المحاورات (یعنی بطورِ محاورہ) لسانِ نبوت سے صادر ہوئی اور وہ کلام جو کسی مسئلہ کے بیان کیلئے صادر ہوئی، کے مابین تمییز کرنا ہوگی لہذا اس میں رفعِ تکلیف نہیں (یعنی یہ نہیں کہ اب وہ مکلّف نہیں رہے) بلکہ مجرد تشریف ہے۔

10- باب

یہ تمام اصول میں بلا ترجمہ ہے، بدر ہی سے متعلق ہے۔

3984 - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْغَسِيلِ عَنْ حَمْزَةَ بْنِ أَبِي أُسَيْدٍ وَالزُّبَيْرِ بْنِ الْمُنْذِرِ بْنِ أَبِي أُسَيْدٍ عَنْ أَبِي أُسَيْدٍ قَالَ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ بَدْرٍ إِذَا أَكْثَبُوكُمْ فَارْمُوهُمْ وَاسْتَبْقُوا نَبْلَكُمْ .

طرفاه 2900، 3985 - (ترجمہ کیلئے جلد چہارم ص:۴۱۶)

ابواحمد سے مراد محمد بن عبداللہ بن زبیر زبیری ہیں اگلی روایت میں ان کی نسبت مذکور ہے۔ (عن حمزة الخ) آمدہ روایت کی سند میں (الزبير بن أبي أسيد) ہے، تو کہا گیا ہے کہ وہ ان کے چچا تھے ایک رائے یہ ہے کہ یہی ہیں وہاں اپنے دادا کی طرف منسوب ہیں، اول اصوب ہے، یہ کہنا ابعد ہے کہ زبیر سے مراد منذر ہیں ابو اسید کا نام مالک بن ربیعہ خزرجی ساعدی ہے۔ (إذا أكثبوكم) یعنی جب وہ قریب آجائیں، اگلی روایت میں اسکی تفسیر کے طور سے (یعنی أكثروكم) واقع ہے، یہ ایسی تفسیر ہے جس کو اہل لغت نہیں پہچانتے، الجہاد میں ذکر ہوا کہ یہ داؤدی کی تفسیر ہے اور اس پر انکار کیا گیا ہے، تو اب آکر اس کے مستند کا علم ہوا کہ یہ روایت ہے لیکن یہ اعتراض کہ اہلِ لغت کے ہاں یہ غیر معروف ہے، برقرار ہے گویا کسی راوی کی طرف سے ہے ابو داؤد کی روایت میں

اسی جگہ (یعنی غشو کم)ہے، یہ اشبہ بالمراد ہے، یہ کثب سے ہے، جو قرب ہے، ہمزہ برائے تعدیہ ہے، ابن فارس کہتے ہیں (أكثب الصيد) جب وہ اپنے آپ پر قابو ممکن بنا دے! تو مفہوم یہ ہوا کہ انہیں قریب آنے دو، ظاہر ہو کہ تم اپنا آپ ان کے لئے ممکن بنا رہے ہو، پھر تیروں کی بارش کر دینا (یہ اس لئے فرمایا تا کہ دور سے تیر چلا کر ضائع نہ کر دیں)۔

(واستبقوا نبلكم) یعنی تیروں کو باقی رکھو (سابقہ حکم کی تعلیل ہے) داؤدی یہ معنی کرتے ہیں کہ تیروں کی بجائے انہیں پتھروں سے مارو کیونکہ اگر پتھر کسی گروہ پر لگا تار پھینکے جائیں تو ضرور کسی نہ کسی کو ہٹ کریں گے، کہتے ہیں مراد یہ تھی کہ تیروں کو وقتِ مصادمت تک باقی رکھو، بعض نے یہ معنی کیا ہے کہ سارے تیر نہ استعمال کر بیٹھنا، بعض کو باقی رکھو، ابن حجر کے بقول مجھے یہ لگتا ہے کہ (واستبقوا نبلكم) سابقہ فرمان (ارموهم) سے غیر متعلق ہے یہ دراصل اس فرمان کی مراد کے بیان و وضاحت کیلئے ہے کہ دور سے تیر اندازی کر کے انہیں ضائع نہ کر دینا، تو معنی یہ ہوگا کہ جب وہ ابھی دور ہیں تو تیروں کو باقی رکھو، قریب آ جائیں تو پھر مارنا۔

3985 - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْغَسِيلِ عَنْ حَمْزَةَ بْنِ أَبِي أُسَيْدٍ وَالْمُنْذِرِ بْنِ أَبِي أُسَيْدٍ عَنْ أَبِي أُسَيْدٍ قَالَ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ بَدْرٍ إِذَا أَكْثَبُوكُمْ يَعْنِي كَثَرُوكُمْ فَارْمُوهُمْ وَاسْتَبْقُوا نَبْلَكُمْ.

طرفاه 2900، 3984 - (سابقہ)

3986 - حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ قَالَ جَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى الرُّمَاةِ يَوْمَ أُحُدٍ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ جُبَيْرٍ فَأَصَابُوا مِنَّا سَبْعِينَ وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَصْحَابُهُ أَصَابُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ يَوْمَ بَدْرٍ أَرْبَعِينَ وَمِائَةً سَبْعِينَ أَسِيرًا وَسَبْعِينَ قَتِيلاً قَالَ أَبُو سُفْيَانَ يَوْمٌ بِيَوْمِ بَدْرٍ وَالْحَرْبُ سِجَالٌ.

أطرافه 3039، 4043، 4067، 4561 - (ترجمہ کیلئے جلد چہارم ص:۵۲۰)

احد کے دن (درے پر مقرر کئے گئے پچاس) تیر اندازوں کے واقعہ کی بابت حدیثِ براء ہے۔ (وسبعين قتيلا) یہی تعداد معتبر و درست ہے، اہلِ سیر نے پچاس مقتول تقریباً ذکر کئے ہیں ابن اسحاق نے پچاس نام ذکر کئے، واقدی نے مزید تین یا چار، کئی اہل سیرت نے بضعة و أربعون کہا ہے، لیکن ان کے ذکر کردہ ناموں سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ یہی مقتول تھے (باقیوں کے نام انہیں معلوم نہ ہو سکے) ابن عباس بھی اس تعداد پر حضرت براء سے موافق ہیں مسلم نے ان سے یہ نقل کیا ہے۔ قولہ تعالیٰ (أَوَلَمَّا أَصَابَتْكُمْ مُصِيبَةٌ قَدْ أَصَبْتُمْ مِثْلَيْهَا) [آل عمران: ۱۶۵] کی تفسیر میں اہل تفسیر اس امر پر متفق ہیں کہ (مثليها) سے مراد بدر کے دن مشرکین کو اہل اسلام کے ہاتھوں پہنچنے والا نقصان ہے اور یہ کہ احد میں مسلمانوں کے شہداء کی تعداد ستر ہے (تو گویا بدر میں مسلمانوں نے اس تعداد کا دوگنا انہیں نقصان پہنچایا یعنی ستر قتل اور ستر کو اسیر بنایا)۔

ابن ہشام نے اسی پر جزم کیا ہے، کعب بن مالک کے اس شعر کو بطور استشہاد پیش کیا: (فأقام بالطعن المطعن منهم سبعون عتبة منهم والأسود) عتبہ سے مراد ابن ربیعہ، اور اسود سے مراد ابن عبدالاسود بن ہلال مخزومی جسے حضرت حمزہ نے قتل کیا، ابن ہشام نے کئی اور نام بھی ذکر کئے جو ابن اسحاق کے ہاں مذکور نہیں۔

3987 - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ جَدِّهِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى أُرَاهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ وَإِذَا الْخَيْرُ مَا جَاءَ اللَّهُ بِهِ مِنَ الْخَيْرِ بَعْدُ وَثَوَابُ الصِّدْقِ الَّذِي آتَانَا بَعْدَ يَوْمِ بَدْرٍ . أطرافه 3622، 4081، 7035، 7041 - (جلد پنجم ص:۳۴۹)

آنجناب کے خواب کے بارہ میں حدیثِ ابی موسی، یہاں نہایت مختصر طور سے ہے، علامات النبوۃ میں بتمامہ ذکر کی گئی وہاں کہا تھا کہ اس کی شرح غزوہ احد میں آئے گی غزوہ احمد میں اس کا یہ حصہ مذکور نہیں لہذا اب اس حصہ کی تشریح کتاب التعبیر میں کی جائے گی۔

علامہ انور (بعد یو م بدر) کی نسبت سے کہتے ہیں۔ بعد مبنی علی الضم ہے اور یوم بدر اس سے بدل، معنی یہ کہ جو خیر ہمیں اللہ تعالیٰ نے بدر کے دن عطا کی، غلبہ حرب مراد ہے؟ اگر یہ ترکیب اضافی ہے تو اس بدر سے مراد بدرِ صغریٰ ہے جو غزوہ احد کے بعد تھا (ابو سفیان احد سے واپس جاتے ہوئے چیلنج کر کے گیا تھا کہ ہمت ہے تو اگلے سال بدر میں آنا، آنجناب اس کا چیلنج قبول کرتے ہوئے مع صحابہ بدر پہنچ گئے وہ بھی لشکر لیکر نکلا پھر ہمت جواب دے گئی اور راستے سے پلٹ گیا) یا بُعدیت سے مراد بعدیتِ متراخیہ ہے، حتی کہ احد سے بھی، وگرنہ یہ اشکال لازم آئے گا کہ بدر کے بعد تو غزوہ احد تھا جس میں مسلمان منہزم ہوئے تھے، اس میں خیر کہاں؟

3988 - حَدَّثَنِي يَعْقُوبُ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ إِنِّي لَفِي الصَّفِّ يَوْمَ بَدْرٍ إِذِ الْتَفَتُّ فَإِذَا عَنْ يَمِينِي وَعَنْ يَسَارِي فَتَيَانِ حَدِيثَا السِّنِّ فَكَأَنِّي لَمْ آمَنْ بِمَكَانِهِمَا إِذْ قَالَ لِي أَحَدُهُمَا سِرًّا مِنْ صَاحِبِهِ يَا عَمِّ أَرِنِي أَبَا جَهْلٍ فَقُلْتُ يَا ابْنَ أَخِي وَمَا تَصْنَعُ بِهِ قَالَ عَاهَدْتُ اللَّهَ إِنْ رَأَيْتُهُ أَنْ أَقْتُلَهُ أَوْ أَمُوتَ دُونَهُ فَقَالَ لِي الْآخَرُ سِرًّا مِنْ صَاحِبِهِ مِثْلَهُ قَالَ فَمَا سَرَّنِي أَنِّي بَيْنَ رَجُلَيْنِ مَكَانَهُمَا فَأَشَرْتُ لَهُمَا إِلَيْهِ فَشَدَّا عَلَيْهِ مِثْلَ الصَّقْرَيْنِ حَتَّى ضَرَبَاهُ وَهُمَا ابْنَا عَفْرَاءَ . طرفاه 3141، 3964 -
(مفصل ترجمہ کیلئے جلد چہارم ص: ۶۳۰)

ابو ذر اور اصیلی کے علاوہ باقی نسخوں میں شیخ بخاری بغیر نسبت کے مذکور ہیں، تو کلاباذی نے جزم سے لکھا کہ یہ ابن حمید بن کاسب ہیں حاکم نے بھی اپنے مشائخ کے حوالے سے اسی پہ جزم کیا پھر اس امکان کا بھی اظہار کیا کہ یعقوب بن محمد زہری بھی ہو سکتے ہیں بقول ابن حجر آگے اس کی تقویت ظاہر ہوگی، حاکم لکھتے ہیں مجھ سے میرے شیخ ابو احمد حاکم نے اس بات پر مناظرہ کیا کہ امام بخاری نے صحیح میں یعقوب بن حمید سے روایت نقل کی ہے! میرا موقف تھا کہ وہ یعقوب بن محمد ہیں مگر وہ اپنی بات پہ قائم رہے، ابن حجر لکھتے ہیں ابن مندہ اور ابو اسحاق حبال اور غیر واحد قطعیت سے وہی بات کہتے ہیں جو ابو احمد نے کہی مگر ان کی یہ بات اصیلی اور ابو ذر کی روایتِ صحیح بخاری میں اس مذکور سے متعاقَب ہے، ابو علی جیانی لکھتے ہیں ابن سکن کے یہاں (حدثنا یعقوب بن محمد) ہے جبکہ ابو ذر اور اصیلی کے نسخوں میں یعقوب بن ابراہیم اور باقیوں کے ہاں غیر مذکور النسبت ہیں اور مسعود نے الأ طراف میں ابن ابراہیم ہونے پر جزم کیا ہے لیکن جائز قرار دیا کہ ابن ابراہیم بن سعد بھی ہو سکتے ہیں بقول ابن حجر یہ تجویز غلط ہے کیونکہ مذکورہ راوی امام بخاری کی آمد سے قبل ہی رحلت کر چکے تھے اور بخاری نے کثیر روایات ان سے بالواسطہ نقل کی ہیں، کرمانی نے بھی انہیں ابن ابراہیم بن سعد سمجھ کر لکھا

کہ یہ سند ایک ہی نسل کے افراد پر مشتمل ہے، مزی کا میلان یہ ہے کہ یہ ابن ابراہیم دورقی ہیں، الصلاۃ کے باب (الصلاة فی مسجد قباء) اورالمناقب کے باب (قول النبی ﷺ للأنصار أنتم أحب الناس إلی) کے تحت نقل کردہ روایات میں دورقی کی نسبت کی تصریح موجود ہے، برقانی المصافحہ میں لکھتے ہیں کہ یعقوب بن حمید تو بخاری کی شرط پر ہی نہیں، بعض نے یہ بھی کہا کہ یہ یعقوب بن ابراہیم بن سعد ہیں مگر یہاں واسطہ کتابت سے چھوٹ گیا، ابن سعد سے بخاری کا سماع نہیں، راجح یہ ہے کہ کوئی واسطہ نہیں چھوٹا، ان سے مراد دورقی یا ابن محمد زہری ہیں۔

(عن أبيه عن جده) ان کے والد سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف ہیں، سابقہ باب میں ذکر گزرا کہ صالح بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف نے بھی اسے اپنے والد سے روایت کیا ہے، یہ الخمس میں بتمامہ گزری ہے۔(لم آمن بمكانهما) اس کا مفہوم ابن عائذ کی اپنی سیرت میں نقل کردہ اس قصہ پر مشتمل روایت سے ظاہر ہوتا ہے اس میں ابن عوف کا یہ قول مذکور ہے کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ ان دونا تجربہ کاروں کی وجہ سے میری طرف سے کفار آگے بڑھ کر شگاف نہ ڈال دیں۔

(الصقرين) صقر کا تثنیہ، سباع الطیر اور چار شکاری پرندوں میں سے ایک، جو یہ ہیں: صقر (شکرا) بازی (باز) شاہین اور عقاب، اس کے ساتھ اس لئے تشبیہ دی کہ مشہور ہے وہ نہایت سرعت اور شجاعت وشہامت سے شکار پر جھپٹتا ہے، یہ بھی مشہور ہے کہ اگر کسی چیز کے ساتھ چمٹ جائے تو اسے پکڑے بغیر نہیں چھوڑتا، عربوں میں سب سے قبل حارث بن معاویہ بن ثور کندی نے اسے شکار میں استعمال کیا پھر رواج چل نکلا۔

3989 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ أَسِيدِ بْنِ جَارِيَةَ الثَّقَفِيُّ حَلِيفُ بَنِي زُهْرَةَ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَشَرَةً عَيْنًا وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ عَاصِمَ بْنَ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيَّ جَدَّ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ حَتَّى إِذَا كَانُوا بِالْهَدَةِ بَيْنَ عُسْفَانَ وَمَكَّةَ ذُكِرُوا لِحَيٍّ مِنْ هُذَيْلٍ يُقَالُ لَهُمْ بَنُو لِحْيَانَ فَنَفَرُوا لَهُمْ بِقَرِيبٍ مِنْ مِائَةِ رَجُلٍ رَامٍ فَاقْتَصُّوا آثَارَهُمْ حَتَّى وَجَدُوا مَأْكَلَهُمُ التَّمْرَ فِي مَنْزِلٍ نَزَلُوهُ فَقَالُوا تَمْرُ يَثْرِبَ فَاتَّبَعُوا آثَارَهُمْ فَلَمَّا حَسَّ بِهِمْ عَاصِمٌ وَأَصْحَابُهُ لَجَئُوا إِلَى مَوْضِعٍ فَأَحَاطَ بِهِمُ الْقَوْمُ فَقَالُوا لَهُمُ انْزِلُوا فَأَعْطُوا بِأَيْدِيكُمْ وَلَكُمُ الْعَهْدُ وَالْمِيثَاقُ أَنْ لَا نَقْتُلَ مِنْكُمْ أَحَدًا فَقَالَ عَاصِمُ بْنُ ثَابِتٍ أَيُّهَا الْقَوْمُ أَمَّا أَنَا فَلَا أَنْزِلُ فِي ذِمَّةِ كَافِرٍ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ أَخْبِرْ عَنَّا نَبِيَّكَ ﷺ فَرَمَوْهُمْ بِالنَّبْلِ فَقَتَلُوا عَاصِمًا وَنَزَلَ إِلَيْهِمْ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ عَلَى الْعَهْدِ وَالْمِيثَاقِ مِنْهُمْ خُبَيْبٌ وَزَيْدُ بْنُ الدَّثِنَةِ وَرَجُلٌ آخَرُ فَلَمَّا اسْتَمْكَنُوا مِنْهُمْ أَطْلَقُوا أَوْتَارَ قِسِيِّهِمْ فَرَبَطُوهُمْ بِهَا قَالَ الرَّجُلُ الثَّالِثُ هَذَا أَوَّلُ الْغَدْرِ وَاللَّهِ لَا أَصْحَبُكُمْ إِنَّ لِي بِهَؤُلَاءِ أُسْوَةً يُرِيدُ الْقَتْلَى فَجَرَّرُوهُ وَعَالَجُوهُ فَأَبَى أَنْ يَصْحَبَهُمْ فَانْطُلِقَ بِخُبَيْبٍ وَزَيْدِ بْنِ الدَّثِنَةِ حَتَّى بَاعُوهُمَا بَعْدَ وَقْعَةِ بَدْرٍ فَابْتَاعَ بَنُو الْحَارِثِ بْنِ عَامِرِ

بْنِ نَوْفَلٍ خُبَيْبًا وَكَانَ خُبَيْبٌ هُوَ قَتَلَ الْحَارِثَ بْنَ عَامِرٍ يَوْمَ بَدْرٍ فَلَبِثَ خُبَيْبٌ عِنْدَهُمْ أَسِيرًا حَتَّى أَجْمَعُوا قَتْلَهُ فَاسْتَعَارَ مِنْ بَعْضِ بَنَاتِ الْحَارِثِ مُوسَى يَسْتَحِدُّ بِهَا فَأَعَارَتْهُ فَدَرَجَ بُنَيٌّ لَهَا وَهِيَ غَافِلَةٌ حَتَّى أَتَاهُ فَوَجَدَتْهُ مُجْلِسَهُ عَلَى فَخِذِهِ وَالْمُوسَى بِيَدِهِ قَالَتْ فَفَزِعْتُ فَزْعَةً عَرَفَهَا خُبَيْبٌ فَقَالَ أَتَخْشَيْنَ أَنْ أَقْتُلَهُ مَا كُنْتُ لأَفْعَلَ ذَلِكَ قَالَتْ وَاللَّهِ مَا رَأَيْتُ أَسِيرًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ خُبَيْبٍ وَاللَّهِ لَقَدْ وَجَدْتُهُ يَوْمًا يَأْكُلُ قِطْفًا مِنْ عِنَبٍ فِي يَدِهِ وَإِنَّهُ لَمُوثَقٌ بِالْحَدِيدِ وَمَا بِمَكَّةَ مِنْ ثَمَرَةٍ وَكَانَتْ تَقُولُ إِنَّهُ لَرِزْقٌ رَزَقَهُ اللَّهُ خُبَيْبًا فَلَمَّا خَرَجُوا بِهِ مِنَ الْحَرَمِ لِيَقْتُلُوهُ فِي الْحِلِّ قَالَ لَهُمْ خُبَيْبٌ دَعُونِي أُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ فَتَرَكُوهُ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ فَقَالَ وَاللَّهِ لَوْلاَ أَنْ تَحْسِبُوا أَنَّ مَا بِي جَزَعٌ لَزِدْتُ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ أَحْصِهِمْ عَدَدًا وَاقْتُلْهُمْ بَدَدًا وَلاَ تُبْقِ مِنْهُمْ أَحَدًا ثُمَّ أَنْشَأَ يَقُولُ: فَلَسْتُ أُبَالِي حِينَ أُقْتَلُ مُسْلِمًا عَلَى أَيِّ جَنْبٍ كَانَ لِلَّهِ مَصْرَعِي وَذَلِكَ فِي ذَاتِ الإِلَهِ وَإِنْ يَشَأْ يُبَارِكْ عَلَى أَوْصَالِ شِلْوٍ مُمَزَّعِ۔ ثُمَّ قَامَ إِلَيْهِ أَبُو سِرْوَعَةَ عُقْبَةُ بْنُ الْحَارِثِ فَقَتَلَهُ وَكَانَ خُبَيْبٌ هُوَ سَنَّ لِكُلِّ مُسْلِمٍ قُتِلَ صَبْرًا الصَّلاَةَ وَأَخْبَرَ أَصْحَابَهُ يَوْمَ أُصِيبُوا خَبَرَهُمْ وَبَعَثَ نَاسٌ مِنْ قُرَيْشٍ إِلَى عَاصِمِ بْنِ ثَابِتٍ حِينَ حُدِّثُوا أَنَّهُ قُتِلَ أَنْ يُؤْتَوْا بِشَىْءٍ مِنْهُ يُعْرَفُ وَكَانَ قَتَلَ رَجُلاً عَظِيمًا مِنْ عُظَمَائِهِمْ فَبَعَثَ اللَّهُ لِعَاصِمٍ مِثْلَ الظُّلَّةِ مِنَ الدَّبْرِ فَحَمَتْهُ مِنْ رُسُلِهِمْ فَلَمْ يَقْدِرُوا أَنْ يَقْطَعُوا مِنْهُ شَيْئًا وَقَالَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ ذَكَرُوا مُرَارَةَ بْنَ الرَّبِيعِ الْعَمْرِيَّ وَهِلاَلَ بْنَ أُمَيَّةَ الْوَاقِفِيَّ رَجُلَيْنِ صَالِحَيْنِ قَدْ شَهِدَا بَدْرًا (دیکھئے مفصل ترجمہ: جلد چہارم ص:۵۲۶)

أطرافه 3045، 4086، 7402 -

بئرِ معونہ کا مشہور واقعہ، اس کی تفصیلی شرح غزوۃ الرجیع کے باب میں ہوگی، ترجمہ ہذا سے اس کے اس جملہ کا تعلق ہے (وكان قد قتل عظيما من عظمائهم) دوسرے طریق میں تصریح ہے کہ یہ جنگ بدر میں ہوا تھا، ان کے ہاتھوں اس قتل ہونے والے کا نام جیسا کہ ابن اسحاق وغیرہ نے لکھا، عقبہ بن ابی معیط بن ابی عمرو بن امیہ تھا، آنجناب کے حکم سے حضرت عاصم نے اسے باندھ کر قتل کیا (گویا وہ بدر کے قیدیوں میں شامل تھا اور شائد واحد قیدی تھا جو اپنے کرتوتوں کی پاداش میں قتل کیا گیا، یہ وہی تھا جس نے کعبہ میں دورانِ سجدہ آنجناب کی پشت مبارک پر اونٹ کی اوجھری لا رکھی تھی)۔ (أخبرني عمرو بن جارية) دادا کی طرف نسبت ہے، کشمیہنی اور اصیلی کے ہاں (عمرو بن أبي أسيد بن جارية) ہے غزوۃ الرجیع کی روایت میں (عمرو بن أبي سفيان) ہے یہ اسید کی کنیت تھی (مگر کشمیہنی کے حوالے سے پہلے: أبي أسيد، لکھا ہے، یہاں اس کے والد کا نام اسید لکھ رہے ہیں) اکثر اصحاب زہری نے بجائے عمرو کے عمر ذکر کیا مگر بخاری عمرو کو ترجیح دیتے ہیں نسفی اور ابوزید مروزی نے نام ذکر ہی نہیں کیا، (أخبرنا ابن أسيد) لکھا ہے ابن سکن کی روایت میں (عمير) ہے مگر راجح عمرو ہے۔

(عشرة عينا)ان کا بیان غزوۃ الرجیع میں آئے گا۔ (جد عاصم الخ) یعنی ان کے نانا، کہتے ہیں یہ بعض رواۃ کا وہم ہے کیونکہ وہ ان کے نانا نہیں بلکہ ماموں ہیں کیونکہ عاصم کی والدہ جمیلہ بنت ثابت حضرت عاصم مذکور کی بہن ہیں اصل نام عاصیہ تھا نبی پاک نے بدل دیا۔عیاض لکھتے ہیں اگرا سے جد یعنی جیم مکسور کے ساتھ بطور صفتِ ثابت، پڑھا جائے تو کلام مستقیم اور اشکال ختم ہو جاتا ہے۔

علامہ انور روایت کے الفاظ (فلم یقدروا أن یقطعوا منه شیئا) کے تحت لکھتے ہیں یہ اللہ تعالی کے عجائبِ قدرت سے ہے کہ اولاً تو انہیں درجہ شہادت پر فائز کیا پھر دشمنوں سے ان کے جسم کی حفاظت کی، قریب تک نہ آسکے حضرت زکریا علیہ السلام کے ساتھ بھی یہی ہوا جب اپنی قوم سے بھاگے تو آگے ایک درخت ان کے کیلئے منشق ہو گیا جس کے اندر چھپ گئے ان کے لباس کا ایک حصہ باہر رہ گیا تھا، بدبختوں نے آرے سے درخت کاٹنا شروع کیا، ان کے سر تک آرا پہنچا تو قریب تھا کہ ہائے ہائے کرتے اللہ تعالی نے ندا دی کہ صبر کریں اگر تاؤہ کیا تو تمام لوگوں پر میرا غضب پڑے گا اور سب ہلاک ہو جائیں گے،شہادتِ حسین میں بھی یہی ہوا، اولا قتل ہونے دیا پھر ان کے قاتلوں کو عبرتناک سزا کا نمونہ بنایا، ہزاروں اس پاداش میں قتل ہوئے۔

(وقال کعب بن مالك الخ) یہ حصہ ان کے قصہ توبہ پر مشتمل طویل حدیث میں سے ہے جو آگے غزوہ تبوک میں موصولاً آرہی ہے گویا بخاری کے علم میں ہوا کہ کچھ اہلِ علم مرارہ اور ہلال کے بدری ہونے کا انکار کرتے ہیں اور وہ اس بارے یہ بیان (کہ دونوں بدری ہیں) زہری کا وہم قرار دیتے ہیں، تو حضرت کعب کے اس قول کے ذریعہ اس کی تردید کی، وہ بطور صحابی اہل بدر سے زیادہ واقف ہیں جہاں تک بعض متاخرین مثلا دمیاطی کا یہ قول ہے کہ کسی نے ذکر نہیں کیا کہ مرارہ اور ہلال اہلِ بدر سے ہیں تو یہ اس قولِ کعب سے مردود ہے، محمد بن سعد نے بھی انہی جیسی بات لکھی ہے مگر اہلِ سیر کے بیان کو کسی صحیح حدیث بالخصوص صحیحین کی روایات پر ترجیح نہیں دی جاسکتی، ہشام بن کلبی جو ابن سعد کے استاذ ہیں، نے مرارہ کے بارہ میں لکھا ہے کہ بدری ہیں۔ ابن حجر کہتے ہیں میں نے تحقیق کی کہ کون سے اہلِ علم ان کے بدری ہونے کا انکار کرتے ہیں تو پتہ چلا سب سے پہلے اثرم صاحبِ امام احمد جنکا پورا نام اثرم احمد بن محمد بن ھانیٔ تھا، نے یہ کہا، ابن جوزی لکھتے ہیں میں عرصہ سے اس حدیث کی بابت تعجب کا شکار تھا اور کشفِ حال کا خواہاں تھا تا آنکہ پڑھا کہ اثرم زہری کے علم وفضل کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ سوائے اس جگہ کے ان سے کوئی غلطی یا سہو منقول نہیں کہ وہ نقل کر بیٹھے کہ مرارہ اور ہلال بدری صحابی ہیں اور غلطی تو انسان سے ہو ہی جاتی ہے، ابن حجر تبصرہ کرتے ہین یہ بات اس امر پر مبنی ہے کہ حضرت کعب کے حوالے سے مذکور یہ بات اس روایت میں زہری کا ادراج قرار دیا جائے، مگر ایسا نہیں ، ادراج بلا دلیل ثابت نہیں ہوتا (گویا یہ دراصل ایک علیحدہ معلق روایت ہے جو غزوہ تبوک کے باب میں موصولاً آرہی ہے) ابن قیم اس بارے لکھتے ہیں اگر مرارہ اور ہلال بدری ہوتے تو (چونکہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر سے کہہ دیا جو چاہو کرو، سب کچھ معاف کیا) غزوہ تبوک میں نہ جانے کی وجہ سے ان سے تسامح کیا جاتا جیسے حاطب بن ابوبلتعہ سے کیا گیا بقول ابن حجر یہ نص کی موجودی کے باوجود قیاس ہے (جو روا نہیں)۔

3990 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ ذُكِرَ لَهُ أَنَّ سَعِيدَ بْنَ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ وَكَانَ بَدْرِيًّا مَرِضَ فِي يَوْمِ جُمُعَةٍ فَرَكِبَ إِلَيْهِ بَعْدَ أَنْ تَعَالَى النَّهَارُ وَاقْتَرَبَتِ الْجُمُعَةُ وَتَرَكَ الْجُمُعَةَ

ابن عمر کے سامنے حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل جو بدری صحابی ہیں، کا ذکر ہوا کہ بیمار ہیں، جمعہ کا دن تھا اور خاصا دن چڑھ

چکا اور جمعہ کا وقت قریب تھا تو ابن عمر سوار ہو کر (عیادت کو) چل دئے اور جمعہ چھوڑ دیا۔

یحی سے مراد ابن سعید انصاری ہیں۔ (ذکر لہ) ذاکر کا نام معلوم نہ ہو سکا غرضِ ترجمہ اس کا یہ جملہ ہے: (وکان بدریا) یہ لڑائی میں حاضر نہ تھے مگر نبی اکرم نے مالِ غنیمت میں ان کا حصہ رکھا کیونکہ انہیں اور حضرت طلحہ کو جاسوسی کیلئے روانہ کیا ہوا تھا ان کی واپسی سے قبل لڑائی ختم ہو چکی تھی تو نبی اکرم نے حصہ بھی دیا اور اجر میں بھی شریک قرار دیا۔

علامہ انور روایت کے جملہ (وترك الجمعة) کے تحت لکھتے ہیں کہ اس دن ابن عمر ذوالحلیفہ میں تھے جو مدینہ سے چھ میل کے فاصلہ پر ہے تو اس سے دلالت ملی کہ ابن عمر کے ہاں دیہات میں جمعہ مشروع نہیں، مولانا بدر عالم اس مقام پر حاشیہ فیض میں اپنے ایک ہم درس مولانا عبدالقدیر کے درسِ شیخ سے لئے گئے مذکرہ کے حوالے سے تحریر کرتے ہیں کہ مسلمان اول الأمر امورِ دین میں متساہل نہ تھے بلکہ ان کا حد درجہ اہتمام کرتے اور باقی ہر مشغولیت پر انہیں ترجیح دیتے تھے، اپنے امراء کے امصار میں جمعات کو حاضر ہوتے اسی طرح مدینہ کے مضافاتی علاقوں کے کئی حضرات مسجد نبوی میں جمعہ کی فضیلت کے مدنظر وہاں چلے آتے تو اس دور میں دیہات میں جمعہ ہوتا تھا یا نہیں؟ اس بارے معاملہ واضح نہیں، جب اسلام اطراف میں پھیل گیا اور اس کا حلقہ وسیع ہوا تو عام لوگوں کی ہمم (پہلے کی نسبت) فاتر ہوئیں (یعنی سستی چھائی) اب دیہات میں اقامتِ جمعہ کی بابت تساہُل ظاہر ہوا، اس بارے ہر ایک نے اپنے حسبِ اجتہاد توجیہہ کی، بعض نے دیہات میں بھی جائز قرار دیا (یعنی واجب نہیں سمجھا) جبکہ بعض نے اسے صرف شہروں پر مقصور کیا، ہم نے کسی کو نہیں پایا جو اسے باقی نمازوں کی طرح خیال کرتا ہو، امت کا اتفاق ہے کہ اقامتِ جمعہ کی ایسی شروط ہیں جو عام نمازوں میں نہیں اگرچہ ان میں سے بعض دیہات میں بھی اس کی اقامت جائز قرار دیتے ہیں، پس جس نے جمعہ اور باقی نمازوں کے مابین تسویہ کیا وہ آراءِ ائمہ سے وامہ (یعنی غافل) نکلا۔

3991 - وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ أَبَاهُ كَتَبَ إِلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْأَرْقَمِ الزُّهْرِيِّ يَأْمُرُهُ أَنْ يَدْخُلَ عَلَى سُبَيْعَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ الْأَسْلَمِيَّةِ فَيَسْأَلَهَا عَنْ حَدِيثِهَا وَعَنْ مَا قَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حِينَ اسْتَفْتَتْهُ فَكَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْأَرْقَمِ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ يُخْبِرُهُ أَنَّ سُبَيْعَةَ بِنْتَ الْحَارِثِ أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا كَانَتْ تَحْتَ سَعْدِ ابْنِ خَوْلَةَ وَهُوَ مِنْ بَنِي عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا فَتُوُفِّيَ عَنْهَا فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَهِيَ حَامِلٌ فَلَمْ تَنْشَبْ أَنْ وَضَعَتْ حَمْلَهَا بَعْدَ وَفَاتِهِ فَلَمَّا تَعَلَّتْ مِنْ نِفَاسِهَا تَجَمَّلَتْ لِلْخُطَّابِ فَدَخَلَ عَلَيْهَا أَبُو السَّنَابِلِ بْنُ بَعْكَكٍ رَجُلٌ مِنْ بَنِي عَبْدِ الدَّارِ فَقَالَ لَهَا مَا لِي أَرَاكِ تَجَمَّلْتِ لِلْخُطَّابِ تُرَجِّينَ النِّكَاحَ فَإِنَّكِ وَاللَّهِ مَا أَنْتِ بِنَاكِحٍ حَتَّى تَمُرَّ عَلَيْكِ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ وَعَشْرٌ قَالَتْ سُبَيْعَةُ فَلَمَّا قَالَ لِي ذَلِكَ جَمَعْتُ عَلَيَّ ثِيَابِي حِينَ أَمْسَيْتُ وَأَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذَلِكَ فَأَفْتَانِي بِأَنِّي قَدْ حَلَلْتُ حِينَ وَضَعْتُ حَمْلِي وَأَمَرَنِي بِالتَّزَوُّجِ إِنْ بَدَا لِي تَابَعَهُ

أَصْبَغُ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ .طرفه - 5319- 3991 وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ وَسَأَلْنَاهُ فَقَالَ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ ثَوْبَانَ مَوْلَى بَنِي عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ إِيَاسِ بْنِ الْبُكَيْرِ وَكَانَ أَبُوهُ شَهِدَ بَدْرًا أَخْبَرَهُ

راوی کہتے ہیں ان کے والد عبداللہ بن عتبہ نے عمر بن عبداللہ بن ارقم کو خط لکھا کہ سبیعہ بنت حارث اسلمیہ کے ہاں جائیں اور ان سے دریافت کریں کہ نبی پاک نے ان سے کیا فرمایا تھا جب انہوں نے آپ سے مسئلہ پوچھا؟ تو عمر نے انہیں خط میں لکھا کہ سبیعہ نے بتلایا کہ وہ سعد بن خولہ کی زوجہ تھیں جو بنی عامر بن لوی میں سے ہیں، بدری ہیں، حجۃ الوداع کے دوران انکی وفات ہوگئی، یہ اس وقت امید سے تھیں جلد ہی وضعِ حمل ہوا، جب نفاس ختم ہوا تو نکاح کا پیغام بھیجنے والوں کیلئے اچھے کپڑے پہنے، بنی عبدالدار کے ایک شخص ابوسنابل انکے ہاں آئے، کہنے لگے لگتا ہے نئے نکاح کی غرض سے یہ تزیین وآرائش کی ہے؟ لیکن واللہ تم ایسا نہیں کرسکتی حتی کہ چار ماہ اور دس دن گزر جائیں، سبیعہ کہتی ہیں یہ سنا تو شام کو کپڑے بدل کر آنجناب کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس بارے استفسار کیا آپ نے فتوئی دیا کہ وضعِ حمل کے ساتھ ہی میری عدت ختم ہوچکی ہے، آپ نے مجھے، اگر چاہوں تو شادی کر لینے کی اجازت دی۔

اس کی مفصل شرح کتاب النکاح میں آئے گی، غرضِ ترجمہ حضرت سعد بن خولہ کے بدری ہونے کا ذکر ہے، لیث کا یہ طریق قاسم بن اصبغ نے اپنی مصنف میں موصول کیا ہے۔

(تابعه أصبغ الخ) اسے اسماعیلی نے موصول کیا ہے۔ (وقال الليث) اسے بخاری نے التاریخ میں عبداللہ بن صالح کے حوالے سے موصول کیا ہے۔ (البکیر) اسے مصغراً بھی اور باء کی زیر اور کافِ مشدد کے ساتھ بھی ضبط کیا گیا ہے۔ (وكان أبوه قد شهد بدرا) التاریخ کی روایت میں یہ زیادت بھی ہے کہ انہوں نے ابوہریرہ، ابن عباس اور عبداللہ بن عمر سے بھی اس بابت یعنی اگر طلاقِ ثلاثہ واقع ہو جائے تو آیا یہ اب اسکے لئے حلال نہیں رہی؟ سوال کیا۔

11 - باب شُهُودِ الْمَلَائِكَةِ بَدْرًا (فرشتوں کا بدر میں حاضر ہونا)

اس بارے دو ابواب قبل ذکر گزر چکا ہے، یونس بن بکیر نے زیادات المغازی اور بیہقی نے ربیع بن انس کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ لوگوں کے قتل کئے ہوئے اور فرشتوں کے قتل کئے ہوئے کفار کے مقتولوں کی پہچان ہوگئی تھی، ان کے مارے ہوؤں کی گردنوں اور پوروں پر وسمِ نار کی مثل نشانات تھے (یعنی جیسے آگ سے داغے گئے ہوں) مسندِ اسحاق میں جبیر بن مطعم سے منقول ہے، کہتے ہیں میں نے (یہ اس وقت تک کافر اور لشکرِ کفار میں موجود تھے) دیکھا کہ آسمان سے نجادِ اسود (یعنی دراز سائے سے) کی طرح کی کوئی شئ چیونٹیوں کے جتھوں کی مانند آتی ہے مجھے کوئی شک نہ رہا کہ یہ فرشتے ہوں گے پھر جلد ہی اہل مکہ شکست کھا گئے۔ مسلم کی ابن عباس سے روایت میں ہے کہ ایک مسلمان کسی مشرک کا پیچھا کر رہا تھا کہ اپنے آگے مشرک کے اوپر کوڑے اور کسی شہسوار کی آواز سی محسوس کی، اس میں ہے کہ نبی اکرم نے فرمایا تھا یہ مدد تیسرے آسمان سے آئی تھی۔

3992 - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ مُعَاذِ بْنِ

رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ الزُّرَقِيِّ عَنْ أَبِيهِ وَكَانَ أَبُوهُ مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ قَالَ جَاءَ جِبْرِيلُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ مَا تَعُدُّونَ أَهْلَ بَدْرٍ فِيكُمْ قَالَ مِنْ أَفْضَلِ الْمُسْلِمِينَ أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا قَالَ وَكَذَلِكَ مَنْ شَهِدَ بَدْرًا مِنَ الْمَلاَئِكَةِ . طرفه 3994 -

معاذ بن رافع زرقی اپنے والد جو بدری ہیں، سے روایت کرتے ہیں کہتے ہیں کہ حضرت جبریل نبی اکرم کے پاس آئے اور پوچھا آپ اہلِ بدر کو اپنے درمیان کیسا خیال کرتے ہیں؟ فرمایا افضل ترین مسلمانوں میں سے، یا اس جیسا کوئی اور لفظ ذکر کیا، وہ بولے یہی مقام بدری فرشتوں کا ہے۔

یحیی سے مراد انصاری ہیں۔ (عن معاذ بن رفاعة) اسے ان سے تین طرق کے ساتھ وارد کیا ہے، روایتِ جریر میں (معاذ عن أبيه) ہے، یہ موصول ہے، حماد جو کہ ابن زید ہیں، کی روایت میں (معاذ بن رفاعة الخ) ہے، یہ شکلاً مرسل ہے مگر تأمل سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس میں بھی معاذ بن رفاعہ بن رافع (عن أبيه عن جده) راوی ہیں، یزید جو کہ ابن ہارون ہیں، کی روایت میں معاذ کہتے ہیں کہ (إن ملكا سأله) یہ بظاہر مرسل ہے لیکن یحییٰ بن سعید کے معاذ سے سماع کی تصریح ہے اسی لئے اسماعیلی اس روایت کی بابت لکھتے ہیں کہ اسے یحییٰ بن سعید اور جریر بن عبد الحمید سے موصول کیا ہے جبکہ یحیی بن ایوب نے متابعت کرتے ہوئے حماد اور یزید سے اسے مرسلاً نقل کیا ہے، آخرِ روایت کے جملہ (وعن يحيىٰ أن يزيد بن الهاد حدثه) سے یہ مستفاد ہے کہ اس سائل فرشتہ کے نام حضرت جبریل، کی تصریح یحیی نے یزید بن ہاد عن معاذ سے تلقی کی ہے تو یہ اس امر کو مقتضی ہے کہ جریر کی روایت میں ان کے نام پر مذکور جزم یحیی بن سعید کی روایت میں ادراج ہے۔

3993 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ مُعَاذِ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ وَكَانَ رِفَاعَةُ مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ وَكَانَ رَافِعٌ مِنْ أَهْلِ الْعَقَبَةِ فَكَانَ يَقُولُ لاِبْنِهِ مَا يَسُرُّنِي أَنِّي شَهِدْتُ بَدْرًا بِالْعَقَبَةِ قَالَ سَأَلَ جِبْرِيلُ النَّبِيَّ ﷺ بِهَذَا

معاذ بن رفاعہ بن رافع سے مروی ہے، رفاعہ بدری جبکہ رافع بیعتِ عقبہ کرنے والوں میں سے ہیں۔ تو وہ اپنے بیٹے سے کہا کرتے تھے مجھے پسند نہیں کہ عقبہ کی بجائے میری بدر میں حاضری ہوئی ہوتی، کہتے ہیں حضرت جبریل نے بھی نبی پاک سے اس بابت پوچھا تھا۔

(بدرا بالعقبة) مراد یہ کہ ان کے نزدیک حضورِ عقبہ حضورِ بدر سے افضل ہے، روایت کے آخر میں (بهذا) سے سابقہ روایتِ جریر کے مضمون کی طرف اشارہ ہے، اسے بیہقی نے اسماعیل بن اسحاق قاضی کے حوالے سے انہی شیخ بخاری سلیمان سے نقل کیا، اس میں (عن معاذ بن رفاعة بن رافع) مذکور ہے، حضرت رفاعہ بدری ہیں جبکہ رافع عقبی، بظاہر رافع بن مالک نے آنجناب سے اہل بدر کی افضلیت کی تصریح نہیں سنی تو بیعتِ عقبہ کے بارہ میں اپنی ذاتی رائے کا اظہار کیا، اسبارے ان کی دلیل یہ ہے کہ عقبہ ہی کے نتیجہ میں ہجرتِ نبوی ہوئی جس سے ان غزوات وفتوحات کا در کھلا اور اسلام کی اشاعت ہوئی، بقول ابن حجر لیکن فضیلت دینا تو اللہ کے اختیار میں ہے جسے چاہے دے۔

3994 - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا يَزِيدُ أَخْبَرَنَا يَحْيَى سَمِعَ مُعَاذَ بْنَ رِفَاعَةَ أَنَّ

مَلَكًا سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ وَعَنْ يَحْيَى أَنَّ يَزِيدَ بْنَ الْهَادِ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ كَانَ مَعَهُ يَوْمَ حَدَّثَهُ مُعَاذٌ هَذَا الْحَدِيثَ فَقَالَ يَزِيدُ فَقَالَ مُعَاذٌ إِنَّ السَّائِلَ هُوَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ. طرفه 3992 -

یحی راوی ہیں کہ معاذ بن رفاعہ نے کہا کہ ایک فرشتہ نے نبی پاک سے سوال کیا، بقول یحی یزید بن ہاد نے انہیں بتلایا کہ وہ بھی جب معاذ نے یہ حدیث بیان کی، انکے ہمراہ تھے اور یہ یہ فرشتہ حضرت جبریل تھے

یحی سے مراد انصاری ہیں۔

3995 - حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ يَوْمَ بَدْرٍ هَذَا جِبْرِيلُ آخِذٌ بِرَأْسِ فَرَسِهِ عَلَيْهِ أَدَاةُ الْحَرْبِ

.طرفه 4041 -

ابن عباس کہتے ہیں نبی اکرم نے بدر کے روز فرمایا یہ جبریل ہیں جو مسلح حالت میں اپنے گھوڑے کا سر تھامے ہوئے ہیں۔

(هذا جبريل) یہ مراسیلِ صحابہ میں سے ہے شائد ابن عباس نے اسے حضرت ابوبکر سے اخذ کیا ہو، ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ بدر کے دن نبی اکرم کچھ دیر مراقبہ کی سی کیفیت میں رہے پھر متنبہ ہوئے اور فرمایا اے ابوبکر خوش ہو جاؤ تمہارے پاس اللہ کی مدد آن پہنچی یہ جبریل اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے دھول اڑاتے چلے آرہے ہیں، بعض مراسیل میں اس حدیث کا تتمہ مذکور ہے مثلا سعید بن منصور نے مرسلِ عطیہ بن قیس سے روایت کیا ہے کہ بدر کی جنگ ختم ہو جانے کے بعد حضرت جبریل زرہ پہنے سرخ گھوڑے پر سوار آنجناب کے پاس آئے اور کہا اے محمد اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ آپکے ہمراہ اس وقت تک رہوں جب تک آپکی آنکھیں ٹھنڈی نہیں ہو جاتیں، تو کیا آپ اب راضی ہیں؟ فرمایا ہاں، سیرت ابن اسحاق میں ابو واقد لیثی کی روایت ہے، کہتے ہیں میں اثنائے معرکہ ایک قریشی کا پیچھا کر رہا تھا، کیا دیکھا کہ میری تلوار اس کے کاسہِ سر تک پہنچنے سے قبل ہی اس کا سر الگ ہو گر پڑا۔ بیہقی کے ہاں حضرت علی سے مروی ہے کہ شدید آندھی چلی پھر چلی شائد تین مرتبہ کہا، کہتے ہیں پہلی دفعہ میں حضرت جبریل آئے تھے پھر میکائیل پھر اسرافیل، میکائیل نبی اکرم کے داہنی جانب تھے ابوبکر بھی ادھر تھے اور اسرافیل بائیں جانب تھے، میں بھی ادھر تھا، ابو صالح عن علی کے طریق سے ہے کہ مجھے اور ابوبکر سے بدر کے دن کہا گیا کہ تم میں سے ایک کے ساتھ جبریل ہے اور دوسرے کے ساتھ میکائیل، اسے احمد اور ابو یعلی نے تخریج کیا اور حاکم نے صحیح قرار دیا ہے۔ تقی الدین سبکی لکھتے ہیں مجھ سے پوچھا گیا کہ اتنے فرشتوں کے معرکہِ بدر میں حاضری کی کیا حکمت ہے؟ جبکہ اکیلے جبریل ہی اس امر پر قادر تھے کہ اپنے دونوں پروں کی ایک ریش کے ساتھ کفار کو مار بھگائیں، میرا جواب تھا کہ حکمت یہ تھی کہ کفار کی ہزیمت کا یہ عمل نبی اکرم اور آپکے صحابہ کے فعل سے ہی ہو اور فرشتوں کا آنا بطور مدد کے تھا جیسے دنیا کی جنگوں کا رواج ہے کہ لشکروں کی مدد کو لشکر آتے ہیں تا کہ صورتِ اسباب اور سنتِ جاریہ کی رعایت ہو جو اللہ تعالی نے اپنے بندوں میں جاری کر رکھی ہے اور ہر فعل کا فاعل اللہ ہی کی ذات ہے (بقول اقبال: فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی)۔

12 - باب

بدر میں حاضر بعض صحابہ کرام کے تذکرہ میں ہے۔

3996 - حَدَّثَنِي خَلِيفَةُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ مَاتَ أَبُو زَيْدٍ وَلَمْ يَتْرُكْ عَقِبًا وَكَانَ بَدْرِيًّا . أطرافه 3810، 5003، 5004 -

حضرت انس کہتے ہیں ابوعقبہ بے اولاد ہی فوت ہوئے، یہ بدری تھے۔

شیخ بخاری خلیفہ بن خیاط ہیں ان کے شیخ بھی بخاری کے کبار شیوخ میں سے ہیں کبھی ان سے بالواسطہ روایت نقل کرتے ہیں، سعید سے مراد ابن ابوعروبہ ہیں۔(وکان بدریا) یہ محلِ غرض ہے، مختصراً نقل کی ہے مناقب الأنصار میں اتم سیاق کے ساتھ گزر چکی ہے وہاں ان کی بابت اختلاف کا ذکر ہوا تھا۔

3997 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ خَبَّابٍ أَنَّ أَبَا سَعِيدِ بْنِ مَالِكٍ الْخُدْرِيَّ قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ فَقَدَّمَ إِلَيْهِ أَهْلُهُ لَحْمًا مِنْ لُحُومِ الْأَضْحَى فَقَالَ مَا أَنَا بِآكِلِهِ حَتَّى أَسْأَلَ فَانْطَلَقَ إِلَى أَخِيهِ لِأُمِّهِ وَكَانَ بَدْرِيًّا قَتَادَةَ بْنِ النُّعْمَانِ فَسَأَلَهُ فَقَالَ إِنَّهُ حَدَثَ بَعْدَكَ أَمْرٌ نَقْضٌ لِمَا كَانُوا يُنْهَوْنَ عَنْهُ مِنْ أَكْلِ لُحُومِ الْأَضْحَى بَعْدَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ .طرفه 5568 -

راوی کا بیان ہے کہ حضرت ابوسعید بن مالک خدریؓ سفر سے واپس ہوئے تو اہلِ خانہ نے قربانی کا گوشت پیش کیا، کہنے لگے نہیں کھاؤں گا حتی کہ اس بارے پوچھ نہ لوں چنانچہ اپنی والدہ کی طرف سے اپنے بھائی قتادہ بن نعمان جو بدری صحابی تھے، کے پاس گئے اور سوال کیا انہوں نے کہا تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانے سے نہی کا جو حکم تھا وہ بعدازاں منسوخ کر دیا گیا تھا۔

ابن خباب کا نام عبداللہ تھا، اس سند میں تین تابعین ہیں شرحِ حدیث کتاب الأضاحی میں ہوگی۔

3998 - حَدَّثَنِي عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ الزُّبَيْرُ لَقِيتُ يَوْمَ بَدْرٍ عُبَيْدَةَ بْنَ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ وَهُوَ مُدَجَّجٌ لَا يُرَى مِنْهُ إِلَّا عَيْنَاهُ وَهُوَ يُكْنَى أَبُو ذَاتِ الْكَرِشِ فَقَالَ أَنَا أَبُو ذَاتِ الْكَرِشِ فَحَمَلْتُ عَلَيْهِ بِالْعَنَزَةِ فَطَعَنْتُهُ فِي عَيْنِهِ فَمَاتَ قَالَ هِشَامٌ فَأُخْبِرْتُ أَنَّ الزُّبَيْرَ قَالَ لَقَدْ وَضَعْتُ رِجْلِي عَلَيْهِ ثُمَّ تَمَطَّأْتُ فَكَانَ الْجَهْدَ أَنْ نَزَعْتُهَا وَقَدِ انْثَنَى طَرَفَاهَاقَالَ عُرْوَةُ فَسَأَلَهُ إِيَّاهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَأَعْطَاهُ فَلَمَّا قُبِضَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَخَذَهَا ثُمَّ طَلَبَهَا أَبُو بَكْرٍ فَأَعْطَاهُ فَلَمَّا قُبِضَ أَبُو بَكْرٍ سَأَلَهَا إِيَّاهُ عُمَرُ فَأَعْطَاهُ إِيَّاهَا فَلَمَّا قُبِضَ عُمَرُ أَخَذَهَا ثُمَّ طَلَبَهَا عُثْمَانُ مِنْهُ فَأَعْطَاهُ إِيَّاهَا فَلَمَّا قُتِلَ عُثْمَانُ وَقَعَتْ عِنْدَ آلِ عَلِيٍّ فَطَلَبَهَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الزُّبَيْرِ فَكَانَتْ عِنْدَهُ حَتَّى قُتِلَ

حضرت زبیر کہتے ہیں بدر کے روز میری مڈھ بھیڑ عبیدہ بن سعید بن عاص سے ہوئی جو لوہے کے لباس میں غرق تھا صرف آنکھیں

ہی دکھائی دیتی تھیں اس کی کنیت ابوالکرش تھی، کہنے لگا میں ابوالکرش ہوں، کہتے ہیں میں نے چھوٹے برچھے سے اس کی آنکھ پر حملہ کیا جو کارگر ثابت ہوا اور وہ مرگیا، ہشام کا بیان ہے مجھے خبر ملی کہ زبیر نے کہا میں نے اس پہ اپنا پاؤں رکھا اور پورا زور لگا کر برچھا اسکی آنکھ سے باہر کھینچا اسکے دونوں کنارے مڑ گئے تھے، عروہ کہتے ہیں پھر نبی پاک نے ان سے وہ برچھا مانگ لیا آپ کی وفات کے بعد حضرت زبیر نے اسے واپس لے لیا پھر حضرت ابوبکر کے طلب کرنے پہ انہیں دیدیا پھر یہ حضرت عمر کے پاس رہا پھر حضرت عثمان کے پاس، انکی شہادت کے بعد یہ آلِ علی کے پاس تھا، ان سے ابن زبیر نے مانگ لیا جو انکی شہادت تک انہی کے پاس رہا۔

(عبیدۃ) سعید بن عاص حضرت عمرو بن عاص کے بھائی تھے، ان کے دو اور بھائی خالد اور ابان بھی اسلام لے آئے تھے، عاص حالتِ کفر میں قتل ہوا۔ (قال هشام الخ) اسی سند سے متصل ہے۔ (تمطأت) ایک قول ہے کہ بغیر ہمزہ کے درست ہے یعنی: (تمطیت)۔ (قال عروة) اسی سند سے موصول ہے۔

3999 - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو إِدْرِيسَ عَائِذُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ وَكَانَ شَهِدَ بَدْرًا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ بَايِعُونِي .

أطرافه 18، 3892، 3893، 4894، 6784، 6801، 6873، 7055، 7199، 7213، 7468 -

(إن أبا حذيفة) یعنی ابن عتبہ بن ربیعہ، بدر میں ان کے والد کے قتل کا تذکرہ گزرا ہے۔ (تبنى سالما) یہ اس آیت کے نزول سے قبل کی بات ہے: (أُدْعُوهُمْ لآبَائِهِمْ) بعد میں مولیٰ ابی حذیفہ کہا جانے لگا، حضرت سالم بدری صحابی تھے ابوحذیفہ بھی، ہند کے والد ولید بن عتبہ بھی بدر میں قتل ہوئے جیسا کہ گزرا، ہند مذکورہ اپنی پھوپھی ہند بنت عتبہ (والدہ امیر معاویہ) کی ہمنام تھیں، دمیاطی لکھتے ہیں اس روایت کو یونس، یحیی بن سعید اور شعیب وغیرہ نے زہری سے نقل کرتے ہوئے ہند جبکہ مالک نے زہری سے فاطمہ ذکر کیا ہے، ابوعمر نے بھی اپنی کتاب الصحابہ میں فاطمہ بنت ولید ذکر کیا ہے، ہند بنت ولید کا کوئی تذکرہ نہیں، ابن سعد کے ہاں بھی نہیں ہے، انہوں نے فاطمہ بنت عتبہ لکھا ہے اب یا تو انہیں دادا کی طرف منسوب کر دیا یا یہ ہند کی بہن نہیں بلکہ پھوپھی ہیں ابوعمر نے بعض سے نقل کیا ہے کہ فاطمہ بنت ولید کے دادا کا نام مغیرہ ہے، اگر یہ ثابت ہے تو یہ ابوحذیفہ کی بھتیجی نہیں (بلکہ حضرت خالد بن ولید کی بہن ہیں) یہ بھی کہا جانا ممکن ہے کہ بنت ابی حذیفہ (بنت أخي أبي حذيفة ہونا چاہئے) کے دو نام تھے (یعنی ہند اور فاطمہ)۔

(مولى امرأة من الأنصار) یہ ثُبیتہ بنت یعار ہیں، مناقبِ انصار کی ایک روایت میں سالم مولیٰ ابی حذیفہ مذکور تھا، یہ مجازی نسبت ہے، (فجاء ت سهلة الخ) یہ بنت سہیل بن عمرو ہیں حضرت ابوحذیفہ کی بیوی۔ (فذكر الحديث) اس کا بیان کتاب النکاح میں آئے گا۔

4000 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ أَبَا حُذَيْفَةَ وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ تَبَنَّى سَالِمًا وَأَنْكَحَهُ بِنْتَ أَخِيهِ هِنْدَ بِنْتَ الْوَلِيدِ بْنِ عُتْبَةَ وَهُوَ مَوْلًى لِامْرَأَةٍ مِنَ الأَنْصَارِ كَمَا تَبَنَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ زَيْدًا وَكَانَ مَنْ تَبَنَّى رَجُلاً فِي الْجَاهِلِيَّةِ دَعَاهُ النَّاسُ إِلَيْهِ وَوَرِثَ

مِنْ مِيرَاثِهِ حَتَّى أَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى (ادْعُوهُمْ لآبَائِهِمْ) فَجَاءَ تْ سَهْلَةُ النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ .طرفه 5088 -

حضرت عائشہ روایت کرتی ہیں کہ ابو حذیفہ جو بدری صحابی ہیں، نے حضرت سالم کو اپنا متبنیٰ بنایا اور انکی شادی اپنے بھتیجی ہند بنت ولید بن عتبہ سے کردی، سالم ایک انصاری خاتون کے مولیٰ تھے، جیسے نبی اکرم نے حضرت زید کو اپنا متبنیٰ بنایا ہوا تھا، زمانہ جاہلیت میں جو کسی کو متبنیٰ بناتا اب وہ اسی کی طرف منسوب کیا جاتا اور اسکی میراث میں اسکا حصہ بھی ہوتا تا آنکہ اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی:(ادعوهم لآبائهم) تو سہلہ نبی پاک کے پاس آئیں، پھر راوی نے انکا قصہ بیان کیا۔

4001 - حَدَّثَنَا عَلِيٌّ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ ذَكْوَانَ عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ غَدَاةَ بُنِيَ عَلَيَّ فَجَلَسَ عَلَى فِرَاشِي كَمَجْلِسِكَ مِنِّي وَجُوَيْرِيَاتٌ يَضْرِبْنَ بِالدُّفِّ يَنْدُبْنَ مَنْ قُتِلَ مِنْ آبَائِهِنَّ يَوْمَ بَدْرٍ حَتَّى قَالَتْ جَارِيَةٌ وَفِينَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَا تَقُولِي هَكَذَا وَقُولِي مَا كُنْتِ تَقُولِينَ .طرفه 5147 -

ربیع بنت معوذ کہتی ہیں جس رات میری شادی ہوئی اسکی صبح نبی اکرم میرے ہاں تشریف لائے میرے بستر پر بیٹھے جیسے تم بیٹھے ہوئے ہو، کچھ لڑکیاں دف بجا کر ایسے اشعار گا رہی تھیں جن میں بدر کے شہداء کا تذکرہ تھا، اسی اثناء جب یہ شعر پڑھا:(و فينا نبی يعلم ما فی غد) کہ ہمارے درمیان ایسا نبی ہے جو آنے والے کل کی باتیں بھی جانتا ہے تو نبی پاک نے فرمایا یہ شعر نہ پڑھو، وہی پڑھو جو پہلے پڑھ رہی تھیں۔

شیخ بخاری ابن مدینی ہیں، ربیع بنت معوذ وہی جن کا قتلِ ابوجہل کے قصہ میں ذکر آیا ہے۔ (يندبن الخ) بدر میں حضرت ربیع کے والد، چچا عوف یا عوذ اسی طرح قریبی خزرجی اقارب میں حارثہ بن سراقہ، شہید ہوئے تھے، ندب سے مراد میت کے اوصافِ حسنہ کا ایسے انداز میں ذکر جو مُہیج شوق و بکاء ہو، دف کی دال پر پیش اور زبر، دونوں درست ہیں، اس سے شادی بیاہ کی مناسبات میں دف بجانے کا جواز ثابت ہوا، کسی مخلوق کی طرف علمِ غیب کی نسبت کی کراہت بھی ثابت ہوئی۔

علامہ انور اس بابت لکھتے ہیں تعجب ہے ان حضرات پر جو نبی اکرم کیلئے علمِ کلی ثابت کرتے ہیں (کہ آپ کے پاس کل علمِ غیب تھا) حالانکہ یہ قرآن کی نصوص اور آنجناب کے صریح اقوال کے خلاف ہے اللہ انہیں سواء الصراط کی ہدایت عطا فرمائے، انہوں نے اللہ کی قدر کا حق ادا نہیں کیا اور نہ وہ رسول کی معرفت رکھتے ہیں۔

اسے ابوداؤد نے (الأدب)، ترمذی اور ابن ماجہ نے (النكاح) میں نقل کیا ہے۔

4002 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي أَخِي عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي عَتِيقٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو طَلْحَةَ صَاحِبُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَكَانَ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيهِ كَلْبٌ وَلَا صُورَةٌ يُرِيدُ التَّمَاثِيلَ الَّتِي فِيهَا الْأَرْوَاحُ (ترجمہ کیلئے جلد چہارم ص: ۷۱۸)

.أطرافه 3225، 3226، 3322، 5949، 5958 -

کتاب اللباس میں اس کی مکمل شرح آئے گی۔(وکان قد شهد بدرا) کی وجہ سے یہاں نقل کیا ہے۔

4003 - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ أَخْبَرَنَا يُونُسُ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ أَنَّ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَلِيًّا قَالَ كَانَتْ لِي شَارِفٌ مِنْ نَصِيبِي مِنَ الْمَغْنَمِ يَوْمَ بَدْرٍ ، وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ أَعْطَانِي مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَيْهِ مِنَ الْخُمُسِ يَوْمَئِذٍ فَلَمَّا أَرَدْتُ أَنْ أَبْتَنِيَ بِفَاطِمَةَ - عَلَيْهَا السَّلَامُ بِنْتِ النَّبِيِّ ﷺ وَاعَدْتُ رَجُلًا صَوَّاغًا فِي بَنِي قَيْنُقَاعَ أَنْ يَرْتَحِلَ مَعِي فَنَأْتِيَ بِإِذْخِرٍ فَأَرَدْتُ أَنْ أَبِيعَهُ مِنَ الصَّوَّاغِينَ فَنَسْتَعِينَ بِهِ فِي وَلِيمَةِ عُرْسِي فَبَيْنَا أَنَا أَجْمَعُ لِشَارِفَيَّ مِنَ الْأَقْتَابِ وَالْغَرَائِرِ وَالْحِبَالِ وَشَارِفَايَ مُنَاخَانِ إِلَى جَنْبِ حُجْرَةِ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ حَتَّى جَمَعْتُ مَا جَمَعْتُ فَإِذَا أَنَا بِشَارِفَيَّ قَدْ أُجِبَّتْ أَسْنِمَتُهَا وَبُقِرَتْ خَوَاصِرُهُمَا وَأُخِذَ مِنْ أَكْبَادِهِمَا فَلَمْ أَمْلِكْ عَيْنَيَّ حِينَ رَأَيْتُ الْمَنْظَرَ قُلْتُ مَنْ فَعَلَ هَذَا قَالُوا فَعَلَهُ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَهُوَ فِي هَذَا الْبَيْتِ فِي شَرْبٍ مِنَ الْأَنْصَارِ عِنْدَهُ قَيْنَةٌ وَأَصْحَابُهُ فَقَالَتْ فِي غِنَائِهَا أَلَا يَا حَمْزَ لِلشُّرُفِ النِّوَاءِ فَوَثَبَ حَمْزَةُ إِلَى السَّيْفِ فَأَجَبَّ أَسْنِمَتَهُمَا وَبَقَرَ خَوَاصِرَهُمَا وَأَخَذَ مِنْ أَكْبَادِهِمَا قَالَ عَلِيٌّ فَانْطَلَقْتُ حَتَّى أَدْخُلَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَعِنْدَهُ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ وَعَرَفَ النَّبِيُّ ﷺ الَّذِي لَقِيتُ فَقَالَ مَا لَكَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا رَأَيْتُ كَالْيَوْمِ عَدَا حَمْزَةُ عَلَى نَاقَتَيَّ فَأَجَبَّ أَسْنِمَتَهُمَا وَبَقَرَ خَوَاصِرَهُمَا وَهَا هُوَ ذَا فِي بَيْتٍ مَعَهُ شَرْبٌ فَدَعَا النَّبِيُّ ﷺ بِرِدَائِهِ فَارْتَدَى ثُمَّ انْطَلَقَ يَمْشِي وَاتَّبَعْتُهُ أَنَا وَزَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ حَتَّى جَاءَ الْبَيْتَ الَّذِي فِيهِ حَمْزَةُ فَاسْتَأْذَنَ عَلَيْهِ فَأُذِنَ لَهُ فَطَفِقَ النَّبِيُّ ﷺ يَلُومُ حَمْزَةَ فِيمَا فَعَلَ فَإِذَا حَمْزَةُ ثَمِلٌ مُحْمَرَّةٌ عَيْنَاهُ فَنَظَرَ حَمْزَةُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ صَعَّدَ النَّظَرَ فَنَظَرَ إِلَى رُكْبَتِهِ ثُمَّ صَعَّدَ النَّظَرَ فَنَظَرَ إِلَى وَجْهِهِ ثُمَّ قَالَ حَمْزَةُ وَهَلْ أَنْتُمْ إِلَّا عَبِيدٌ لِأَبِي فَعَرَفَ النَّبِيُّ ﷺ أَنَّهُ ثَمِلٌ فَنَكَصَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى عَقِبَيْهِ الْقَهْقَرَى فَخَرَجَ وَخَرَجْنَا مَعَهُ

.أطرافه 2089، 2375، 3091، 5793 - (ترجمہ کیلئے جلد سوم ص:۵۷۳)

حضرت علی کی اونٹیوں کو ذبح کرنے کا واقعہ، کتاب الخمس میں اس کی شرح گزر چکی ہے، (من المغنم یوم بدر) غرضِ ترجمہ ہے۔(من الخمس یومئذ) سے استدلال کیا گیا ہے کہ بدر کی غنیمت سے خمس نکالا گیا تھا، اس بارے ابو عبیدہ نے کتاب الأموال میں مخالف رائے کا اظہار کیا ہے، ان کے نزدیک آیت خمسِ بدر کی غنائم کی تقسیم کے بعد نازل ہوئی، محلِ استدلال (یومئذٍ) کا

لفظ ہے لیکن الخمس کے مذکورہ سیاق میں یہ جملہ تھا: (و أعطاني شارفا من الخمس) یعنی اس میں خمس کیلئے (یو مئذٍ) کا حوالہ مذکور نہ تھا، مسلم کی روایت میں خمس و یوم کے حوالے کے بغیر مذکور ہے کہ مجھے ایک اور اونٹنی بھی مرحمت فرمائی، جمہور کا یہی موقف ہے کہ خمس کے حکم پر مشتمل آیت بدر کے موقع پر نازل ہوئی تھی۔

4004 - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ أَنْفَذَهُ لَنَا ابْنُ الْأَصْبَهَانِيِّ سَمِعَهُ مِنِ ابْنِ مَعْقِلٍ أَنَّ عَلِيًّا كَبَّرَ عَلَى سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ فَقَالَ إِنَّهُ شَهِدَ بَدْرًا

راوی کہتے ہیں حضرت علی نے حضرت سہل بن حنیف کے جنازہ پر تکبیریں کہیں اور کہا کہ یہ بدری صحابی ہیں۔

شیخ بخاری مکی ہیں، نزیلِ بغداد ہوئے، ثقہ و مشہور ہیں، بخاری کے ہاں ان کی یہی ایک حدیث ہے۔ (أنفذه لنا ابن الأصبهاني) یعنی (بلغ منتهاه من الرواية و تمام السياق فنفذ فيه) پورا سیاق بیان کیا۔ (أنفذت السهم) کہا جاتا ہے جب ٹھیک ٹھیک نشانے پر لگے، بعض نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ روایت یا اجازت لکھ کر بھیجی، ابن الأصبہانی سے مراد عبدالرحمن بن عبداللہ کوفی ہیں ابو مسعود لکھتے ہیں ابن عیینہ نے یہ حدیث اسماعیل بن ابی خالد عن شعبی عن عبداللہ بن معقل سے سنی تھی پھر دو درجہ عالی سند مل گئی (یہی بخاری والی)۔

(فقال لقد شهد بدرا) اصول میں یہی ہے، تکبیروں کی تعداد مذکور نہیں، ابونعیم نے مستخرج میں بخاری کے طریق سے اسی سند کے حوالے سے پانچ تکبیروں کا ذکر کیا ہے، بغوی نے معجم الصحابہ میں محمد بن عباد سے اسی سند کے ساتھ، اسماعیلی، برقانی اور حاکم نے اپنے اپنے طریق سے چھ ذکر کیا ہے، بخاری نے بھی التاریخ میں انہی محمد بن عباد سے چھ کا ذکر کیا ہے، سعید بن منصور نے ابن عیینہ سے پانچ نقل کیا، حاکم کی روایت میں یہ زیادت بھی ہے کہ ہماری طرف مڑے اور کہا یہ بدری ہیں، حضرت علی کی یہ بات اس امر کی مُشعِر ہے کہ اہلِ بدر دوسروں سے افضل ہیں حتی کہ جنازوں میں اوروں کی نسبت زیادہ تکبیریں کہیں، اس سے یہ اشارہ بھی ملا کہ عام طور پر چار تکبیریں کہی جاتی تھیں، یہی اکثر صحابہ کا قول ہے بعض سے پانچ کا قول بھی منقول ہے، مسلم میں اس بابت زید بن ارقم سے مرفوع حدیث بھی ہے، الجنائز میں حضرت انس کا قول گزرا کہ جنازہ پر تین تکبیریں کہی جاتی تھیں اور پہلی تکبیرِ افتتاح ہوتی تھی، ابن ابی خیثمہ نے ایک اور طریق کے ساتھ ان سے روایت کیا ہے کہ آنجناب چار، پانچ چھ، سات اور آٹھ تک بھی تکبیریں کہتے تھے، حضرت نجاشی کے جنازہ میں چار کہیں پھر آپ کی وفات تک اسی پر عمل رہا، ابوعمر کہتے ہیں چار پر اجماع ہو گیا تھا اور فقہائے امصار میں سوائے ابن ابی لیلی کے کسی نے اس سے کم یا زیادہ نہیں کہیں، وہ پانچ کہتے تھے، حنفیہ کی المبسوط میں ابو یونس سے بھی یہی منقول ہے، نووی شرح المہذب میں لکھتے ہیں کہ شروع میں صحابہ کے مابین اس ضمن میں اختلاف تھا جو بالآخر منقرض ہو گیا اور چار پہ ان کا اجماع ہوا۔ لیکن اگر کوئی امام پانچ (یا زیادہ) کہہ لے تو نمازِ جنازہ باطل نہ ہوگی چاہے بھول کر کہے یا جان بوجھ کر لیکن مقتدیوں کو چاہئے کہ وہ چار سے زائد میں اس کی اقتداء نہ کریں۔

علامہ انور اس مسئلہ میں لکھتے ہیں کہ حضرت علی اولاً اہل بدر کے جنازوں میں ان کی فضیلت کے پیش نظر عددِ تکبیرات میں اضافہ کر دیتے تھے، پھر عہدِ عمری میں معاملہ چار پر مستقر ہوا، اسے اجماعیاتِ عمری میں شمار کیا گیا ہے جو کثیر ہیں، کہتے ہیں میں اس پر ایک مرفوع حدیث سے بھی استدلال کرتا ہوں جسے طحاوی نے کتاب الزیادات میں نقل کیا ہے اس کی سند قوی ہے، اس میں ہے راوی

کہتے ہیں نبی پاک نے ہمیں نماز عید پڑھائی تو چار چار تکبیریں کہیں پھر رخِ انور ہماری طرف کیا اور فرمایا: (لا تنسوا كتكبير الجنائز فأشار بأصابعه و قبض إبهامه) یعنی مت بھولنا، تکبیرِ جنائز کی طرح ہیں، انگوٹھے کو بند کر کے (باقی کی چار) انگلیوں سے اشارہ کیا، کہتے ہیں اس حدیث پر عینی، زیلعی اور ابن ہمام مطلع نہ ہو سکے اور یہ اس لئے کہ بابِ اجنبی کے تحت منقول ہے، یہ ہمیں عیدین کی تکبیرات میں فائدہ دے سکتی ہے۔

4005 - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ ؓ يُحَدِّثُ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ حِينَ تَأَيَّمَتْ حَفْصَةُ بِنْتُ عُمَرَ مِنْ خُنَيْسِ بْنِ حُذَافَةَ السَّهْمِيِّ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا تُوُفِّيَ بِالْمَدِينَةِ قَالَ عُمَرُ فَلَقِيتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ حَفْصَةَ فَقُلْتُ إِنْ شِئْتَ أَنْكَحْتُكَ حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَ قَالَ سَأَنْظُرُ فِي أَمْرِي فَلَبِثْتُ لَيَالِيَ فَقَالَ قَدْ بَدَا لِي أَنْ لَا أَتَزَوَّجَ يَوْمِي هَذَا قَالَ عُمَرُ فَلَقِيتُ أَبَا بَكْرٍ فَقُلْتُ إِنْ شِئْتَ أَنْكَحْتُكَ حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَ فَصَمَتَ أَبُو بَكْرٍ فَلَمْ يَرْجِعْ إِلَيَّ شَيْئًا فَكُنْتُ عَلَيْهِ أَوْجَدَ مِنِّي عَلَى عُثْمَانَ فَلَبِثْتُ لَيَالِيَ ثُمَّ خَطَبَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَأَنْكَحْتُهَا إِيَّاهُ فَلَقِيَنِي أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ لَعَلَّكَ وَجَدْتَ عَلَيَّ حِينَ عَرَضْتَ عَلَيَّ حَفْصَةَ فَلَمْ أَرْجِعْ إِلَيْكَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَإِنَّهُ لَمْ يَمْنَعْنِي أَنْ أَرْجِعَ إِلَيْكَ فِيمَا عَرَضْتَ إِلَّا أَنِّي قَدْ عَلِمْتُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَدْ ذَكَرَهَا فَلَمْ أَكُنْ لِأُفْشِيَ سِرَّ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَلَوْ تَرَكَهَا لَقَبِلْتُهَا .أطرافه 5122، 5129، 5145 -

عبداللہ بن عمر بیان کرتے تھے کہ جب حضرت حفصہ خنیس بن حذافہ سہمی سے بیوہ ہوئیں جو نبی پاک کے اصحاب میں سے اور بدری ہیں، انکا مدینہ میں انتقال ہوگیا تو حضرت عمر کہتے ہیں میں حضرت عثمان سے ملا اور حفصہ کا رشتہ پیش کیا، وہ بولے چند دن سوچتا ہوں پھر جواب دیا کہ میں ابھی شادی نہیں کرنا چاہتا، عمر کہتے ہیں پھر میں حضرت ابوبکر سے ملا اور کہا اگر چاہیں تو میں حفصہ کا نکاح آپ سے کرنے کو تیار ہوں؟ ابوبکر بالکل خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا، کہتے ہیں انکا یہ طرزِ عمل میرے لئے حضرت عثمان کے طرزِ عمل کی نسبت زیادہ تکلیف دہ تھا، چند دن بعد نبی اکرم نے اپنا پیغام بھیجا اور میں نے حفصہ کی شادی آنجناب سے کر دی بعد ازاں ابوبکر کی مجھ سے ملاقات ہوئی تو کہنے لگے شاید میرے انداز سے تمہیں دکھ محسوس ہوا کہ میں نے حفصہ کے سلسلے میں کوئی جواب نہ دیا؟ میں نے کہا جی ہاں، کہا دراصل بات یہ تھی مجھے سوائے اسکے کسی امر نے منع نہ کیا تھا کہ جانتا تھا نبی پاک نے حفصہ کا ذکر کیا تھا چنانچہ میں آپ کا راز فاش نہ کرسکتا تھا، اگر آنجناب کا ارادہ بدل جاتا تو پھر میں ضرور قبول کرتا۔

خنیس حضرت عبداللہ بن حذافہ بن قیس سہمی کے برادر تھے، مفصل شرح کتاب النکاح میں آئیگی۔ (أوجد منى عليه) یعنی زیادہ غصہ آیا، کیونکہ حضرت ابوبکر کی محبت و منزلت ان کے دل میں حضرت عثمان کی نسبت زیادہ تھی لہذا ان پر انکی نسبت زیادہ غصہ محسوس کیا (اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ حضرت عثمان نے تو آخر کوئی نہ کوئی جواب دیدیا تھا مگر ابوبکر بالکل خاموش رہے، اس وجہ سے بھی زیادہ دکھ لگا)۔

4006 - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيٍّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَزِيدَ سَمِعَ أَبَا مَسْعُودٍ الْبَدْرِيَّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ نَفَقَةُ الرَّجُلِ عَلَى أَهْلِهِ صَدَقَةٌ .طرفاه 55، 5351 -

ابومسعود بدری کہتے ہیں نبی پاک نے فرمایا انسان کا اپنے اہل پر خرچ کرنا صدقہ ہے۔

کتاب النکاح میں بھی آئے گی، ابومسعود کا بدری ہونا مذکور ہے اس وجہ سے اس کے تحت بھی لائے، مسلم شیخ بخاری، ابن ابراہیم اور عدی سے مراد ابن ثابت ہیں۔(سمع أبا مسعود الخ) اگلی روایت میں ان کا نام مذکور ہے انکے بدری ہونے میں اختلاف ہے، اکثر نفی کرتے ہیں، محمد بن اسحاق اور ان کے تابعین نے اہل بدر میں ان کا شمار نہیں کیا، واقدی اور ابراہیم حربی بھی یہی کہتے ہیں انکی رائے میں نزیلِ بدر ہونے کی وجہ سے بدری کہلائے، اسماعیلی بھی یہی رائے رکھتے ہیں، کہتے ہیں یہاں ان کا مسکن تھا جس کے سبب بدری کہلائے، اشارہ کیا ہے کہ روایات میں انکے نام کے ساتھ بدری لکھے ہونے سے انہیں اہلِ بدر میں سے قرار دینا قوی نہیں کیونکہ یہ اس امر کو مستلزم ہے کہ تمام اہلِ بدر کو بدری کہا جائے، حالانکہ ایسا نہیں۔ ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں کہ امام بخاری نے فقط اس وجہ سے انہیں اہلِ بدر میں سے نہیں سمجھا کہ ان کے نام کے ساتھ بدری لکھا ہے بلکہ اگلی حدیث میں صراحت سے ہے کہ (إنه شهد بدرا) وہ معرکہِ بدر میں حاضر تھے تو بظاہر یہ عروہ کی کلام ہے جو اس امر میں حجت ہیں کیونکہ ابومسعود سے ان کی لقاء ثابت ہے، اگرچہ یہ حدیث ان سے بالواسطہ روایت کی ہے، بخاری کی اس رائے کو قولِ نافع سے بھی ترجیح ملتی ہے کہ جب ابولبابہ بدری نے انہیں حدیث کی تحدیث کی تو انہیں شہودِ بدر نہ کہ نزولِ بدر، کی طرف منسوب کیا، ابوعبید قاسم بن سلام بھی انہیں بدری قرار دیتے ہیں، اسے بغوی نے اپنی معجم میں (عن عمه علي بن عبد العزيز عنه) کے حوالے سے نقل کیا، ابن کلبی اور مسلم الکنیٰ میں اسی پہ جزم کرتے ہیں، طبرانی اور ابو احمد حاکم لکھتے ہیں کہا جاتا ہے کہ وہ بدری ہیں، ابن برقی کہتے ہیں ابن اسحاق نے بدری صحابہ میں ان کا شمار نہیں کیا مگر اس حدیث کے علاوہ روایات بھی ہیں جن میں ان کا بدری ہونا ثابت ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ مثبت نافی پر مقدم ہے، ابن حجر کہتے ہیں نفی کرنے والوں کو شبہ اس لئے پڑا کہ اس روایت و دیگر کئی جگہ ان کے نام کے ساتھ بدری لکھا ہے اس سے انکا ذہن بنا کہ وہ اس مقام کے ساکن ہوں گے اس وجہ سے بدری کہلائے وگرنہ تمام اہل بدر کے ناموں کے ساتھ بدری لکھا جانا عام ہوتا، مگر کئی جگہ صراحت سے ہے کہ وہ بدر کے معرکہ میں حاضر تھے (یعنی۔ شهد بدرا۔ کی عبارت غزوۂ بدر کے حاضرین صحابہ پر ہی بولی گئی ہے)۔

4007 - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ سَمِعْتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ يُحَدِّثُ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ فِي إِمَارَتِهِ أَخَّرَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ الْعَصْرَ وَهُوَ أَمِيرُ الْكُوفَةِ فَدَخَلَ أَبُو مَسْعُودٍ عُقْبَةُ بْنُ عَمْرٍو الْأَنْصَارِيُّ جَدُّ زَيْدِ بْنِ حَسَنٍ شَهِدَ بَدْرًا فَقَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ نَزَلَ جِبْرِيلُ فَصَلَّى فَصَلَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ خَمْسَ صَلَوَاتٍ ثُمَّ قَالَ هَكَذَا أُمِرْتَ كَذَلِكَ كَانَ بَشِيرُ بْنُ أَبِي مَسْعُودٍ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ .طرفاه 521، 3221 -

راوی کا بیان ہے کہ عروہ بن زبیر نے عمر بن عبد العزیز سے ان کے زمانۂ امارت میں بیان کیا کہ ایک مرتبہ امیرِ کوفہ حضرت مغیرہ بن شعبہ نے نمازِ عصر میں تاخیر کردی تو زید بن حسن کے دادا ابومسعود عقبہ بن عمرو انصاری جو بدری ہیں، انکے پاس آئے اور کہا تم جانتے ہو کہ حضرت جبریل آئے تھے اور (نمازوں کے اوقات کی تعلیم دینے کو) نمازیں پڑھائیں نبی پاک نے پانچوں نمازیں ان کی

اقتداء میں ادا کیں پھر فرمایا مجھے اس طرح حکم ملا ہے، بشیر بن ابومسعود بھی اپنے والد سے یہ واقعہ بیان کیا کرتے تھے۔

(حدزید بن الحسن) یعنی ابن علی بن ابی طالب، کیونکہ ان کی والدہ ام بشیر ابومسعود کی بیٹی ہیں وہ حضرت حسن سے قبل سعید بن زید کی اہلیہ تھیں پھر حضرت حسن کے بعد عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن أبي ربیعہ کے حبالۂ عقد میں آئیں۔

4008 - حَدَّثَنَا مُوسَى حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْبَدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْآيَتَانِ مِنْ آخِرِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ مَنْ قَرَأَهُمَا فِي لَيْلَةٍ كَفَتَاهُ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ فَلَقِيتُ أَبَا مَسْعُودٍ وَهُوَ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ فَسَأَلْتُهُ فَحَدَّثَنِيهِ .أطرافه 5008، 5009، 5040، 5051

ابومسعود بدری راوی ہیں کہ نبی اکرم نے فرمایا جس نے ہررات سورہ بقرۃ کی آخری دو آیات تلاوت کیں، وہ اسے کفایت کریں گی، عبدالرحمٰن کہتے ہیں بعد ازاں طواف میں مشغول ابومسعود سے میری ملاقات ہوئی تو اس بارے دریافت کیا، انہوں نے یہ حدیث مجھے بیان کی۔

سورۃ البقرۃ کی آخری آیات کی فضیلت کے بارہ میں اس حدیث کی مکمل شرح فضائل القرآن میں آئے گی، بخاری کے شیخ موسیٰ سے مراد ابن اسماعیل تبوذکی ہیں، سند میں چار تابعی ہیں، سب کے سب کوفی ہیں۔

علامہ انور (من قرأهما في ليلة كفتاه) کے تحت لکھتے ہیں جانو کہ ہر مسلمان پر حق ہے کہ وہ ہررات کچھ نہ کچھ قرآن پڑھے چاہے وہ حافظ ہے یا نہیں، تو جس نے یہ دو آیتیں: (آمن الرسول الخ) پڑھ لیں تو گویا اس نے اپنا اس رات کا حق ادا کر دیا، وتر میں انکی قراءت کرنے والے کیلئے فضلِ عظیم ہے جیسا کہ مسندِ ابی حنیفہ میں ابومسعود سے مروی ہے۔

یہ حدیث مسلم، ابن ماجہ اور ابوداؤد نے (الصلاۃ) جبکہ ترمذی اور نسائی نے (فضائل القرآن) میں نقل کی ہے۔

4009 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي مَحْمُودُ بْنُ الرَّبِيعِ أَنَّ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مِنَ الْأَنْصَارِ أَنَّهُ أَتَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ .أطرافه 424، 425، 667، 686، 838، 840، 1186، 4010، 5401، 6423، 6938

راوی کہتے ہیں عتبان بن مالک جو اہلِ بدر میں سے ہیں، نے بیان کیا کہ وہ نبی پاک کے ہاں آئے، آگے ایک واقعہ بیان کیا۔

4010 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ هُوَ ابْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ حَدَّثَنَا يُونُسُ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ ثُمَّ سَأَلْتُ الْحُصَيْنَ بْنَ مُحَمَّدٍ وَهُوَ أَحَدُ بَنِي سَالِمٍ وَهُوَ مِنْ سَرَاتِهِمْ عَنْ حَدِيثِ مَحْمُودِ بْنِ الرَّبِيعِ عَنْ عِتْبَانَ بْنِ مَالِكٍ فَصَدَّقَهُ .

أطرافه 424، 425، 667، 686، 838، 840، 1186، 4009، 5401، 6423، 6938 -

ابن شہاب کہتے ہیں پھر میں نے حصین بن محمد جو بنی سالم میں سے ہیں، سے عتبان بن مالک سے محمود بن ربیع کی اس حدیث کی تصدیق چاہی، جو انہوں نے کی۔

دوطریق سے حدیثِ عتبان کا ایک حصہ نقل کیا ہے، کتاب الصلاۃ کے ابواب المساجد میں پورا سیاق گزرا ہے دوسرے طریق کے شیخ بخاری احمد، ابن صالح مصری ہیں، عنبسہ سے مراد ابن خالد اور یونس سے ابن یزید ہیں۔

4011 - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ وَكَانَ مِنْ أَكْبَرِ بَنِي عَدِيٍّ وَكَانَ أَبُوهُ شَهِدَ بَدْرًا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ عُمَرَ اسْتَعْمَلَ قُدَامَةَ بْنَ مَظْعُونٍ عَلَى الْبَحْرَيْنِ وَكَانَ شَهِدَ بَدْرًا وَهُوَ خَالُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ وَحَفْصَةَ

زہری کہتے ہیں مجھے عبداللہ بن عامر بن ربیعہ جو قبیلہِ بنی عدی کے بوڑھوں میں سے ہیں، ان کے والد اہلِ بدر میں سے ہیں، نے بیان کیا حضرت عمر نے قدامہ بن مظعون کو بحرین کا گورنر بنایا، وہ بھی بدری صحابی اور عبداللہ بن عمر اور حضرت حفصہ کے ماموں ہیں۔

(وكان من أكبر بني عدى) یعنی عدی بن کعب بن لؤی، دراصل یہ ان کے حلیف تھے، أكبر منهم کی یہ صفت ان کے ان لوگوں کی نسبت سے ہے جن سے زہری کی ملاقات ہوئی۔ (وكان أبوه شهد بدرا) یہ عامر بن ربیعہ مزنی ہیں جن کا ذکر اوائل الھجرۃ میں اولین ہجرت کرنے والے صحابہ میں گزر چکا ہے۔

(استعمل قدامه الخ) یعنی مظعون بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمح الجمحی، جو حضرت عثمان بن مظعون کے بھائی تھے، بخاری نے پورا قصہ اس وجہ سے ذکر نہیں کیا کہ موقوف ہے اور ان کی شرط پر نہیں، ان کی غرض فقط ان کا بدری ہونا ثابت کرنا ہے، عبد الرزاق نے اپنی مصنف میں معمر عن زہری کے حوالے سے اسے نقل کیا، اس میں ہے کہ جارود عقدی وہاں سے حضرت عمر کے پاس آئے اور الزام لگایا کہ قدامہ نے شراب پی ہے، پوچھا کوئی گواہ موجود ہے؟ کہا ابو ہریرہ ہیں، تو ابو ہریرہ نے گواہی دی کہ حالتِ نشہ میں قئ کرتے دیکھا ہے، اس پر انہیں طلب کیا جارود نے کہا اس پر اجرائے حد کریں، حضرت عمر بولے تم حَکم ہو یا خصم، وہ چپ رہا پھر بولا (کہ جلدی کریں حد نافذ کریں) حضرت عمر کہنے لگے اب بولے تو برا حشر کروں گا، کہنے لگا اس میں میرا کیا قصور کہ آپ کے عمزاد نے شراب پی ہے اور آپ مجھے دھمکی دیتے ہیں؟ حضرت عمر نے ان کی زوجہ ہند بنت ولید کو پیغام بھیجا کیا واقعی شراب پی تھی؟ انہوں نے اثبات میں جواب دیا، حضرت عمر قدامہ سے کہنے لگے حد کیلئے تیار ہو جاؤ، وہ بولے اس کا آپکو حق حاصل نہیں کیونکہ اللہ تعالی کہتا ہے: (لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا) حضرت عمر نے جواب دیا تم نے اس کی غلط تاویل سمجھی ہے، آگے کہا: (إِذَا مَا اتَّقَوْا) [المائدة: ٩٣] تو یہی تقوی ہے کہ محرمات سے اجتناب کیا جائے، پھر انہیں کوڑے لگائے جانے کا حکم دیا، حضرت قدامہ نے کچھ مغاضبت محسوس کی پھر ایک مرتبہ حج میں اکٹھے تھے کہ حضرت عمر گھبراہٹ کے عالم میں بیدار ہوئے اور کہا جلدی سے قدامہ کو لے کر آؤ، ابھی خواب میں کسی نے مجھ سے کہا قدامہ سے صلح کر لو، وہ آپکا بھائی ہے آخر شیر وشکر ہو گئے۔

4012 و 4013 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَنَّ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ أَخْبَرَهُ قَالَ أَخْبَرَ رَافِعُ بْنُ خَدِيجٍ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ أَنَّ عَمَّيْهِ وَكَانَا شَهِدَا بَدْرًا أَخْبَرَاهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنْ كِرَاءِ الْمَزَارِعِ قُلْتُ لِسَالِمٍ فَتُكْرِيهَا أَنْتَ قَالَ نَعَمْ إِنَّ رَافِعًا أَكْثَرَ عَلَى نَفْسِهِ.

حديث 4012 طرفاه 2339، - 2346 حديث 4013طرفه - 2347 (ترجمہ کیلئے: جلد سوم ص:۵۴۴)

(إن عميه) یہ ظہیر اور مظہر تھے، المزارعۃ میں شرحِ حدیث گزر چکی ہے (حاشیہ میں ہے کہ وہاں اس قول کو ترجیح دی تھی کہ ایک کا نام مہیر ہے)۔ (وکانا شهدا بدرا) دمیاطی نے انکار کرتے ہوئے لکھا کہ وہ احد میں تھے، اس بارے ان کا اعتماد ابن سعد کے قول پر ہے لیکن (جیسا کہ گزرا) مثبت کو نافی پر تقدم حاصل ہے۔

4014 - حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حُصَيْنِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ اللَّيْثِيَّ قَالَ رَأَيْتُ رِفَاعَةَ بْنَ رَافِعٍ الْأَنْصَارِيَّ وَكَانَ شَهِدَ بَدْرًا

عبداللہ بن شداد کا بیان ہے کہ میں نے رفاعہ بن رافع انصاری کو دیکھا جو ایک بدری صحابی ہیں۔

(رأيت رفاعة الخ) سابقہ باب میں ان کا نام ونسب مذکور ہو چکا، اس حدیث کا بقیہ اسماعیلی نے معاذ بن معاذ عن شعبہ سے تخریج کیا کہ راوی نے ایک بدری صحابی کو دیکھا کہ نماز میں داخل ہوتے ہوئے تکبیر کہی، ابن ابی عدی عن شعبہ سے مذکور ہے کہ رفاعہ سے جو بدری ہیں، منقول ہے کہ نماز میں داخل ہوتے ہوئے کہا: (الله أكبر كبيرا) بخاری نے اسے موقوف اور غیر متعلق ہونے کی وجہ سے ذکر نہیں کیا۔

4015 - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ وَيُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَمْرَو بْنَ عَوْفٍ وَهُوَ حَلِيفٌ لِبَنِي عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ وَكَانَ شَهِدَ بَدْرًا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بَعَثَ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ إِلَى الْبَحْرَيْنِ يَأْتِي بِجِزْيَتِهَا وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ هُوَ صَالَحَ أَهْلَ الْبَحْرَيْنِ وَأَمَّرَ عَلَيْهِمِ الْعَلَاءَ بْنَ الْحَضْرَمِيِّ فَقَدِمَ أَبُو عُبَيْدَةَ بِمَالٍ مِنَ الْبَحْرَيْنِ فَسَمِعَتِ الْأَنْصَارُ بِقُدُومِ أَبِي عُبَيْدَةَ فَوَافَوْا صَلَاةَ الْفَجْرِ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمَّا انْصَرَفَ تَعَرَّضُوا لَهُ فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حِينَ رَآهُمْ ثُمَّ قَالَ أَظُنُّكُمْ سَمِعْتُمْ أَنَّ أَبَا عُبَيْدَةَ قَدِمَ بِشَيْءٍ قَالُوا أَجَلْ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ فَأَبْشِرُوا وَأَمِّلُوا مَا يَسُرُّكُمْ فَوَاللَّهِ مَا الْفَقْرَ أَخْشَى عَلَيْكُمْ وَلَكِنِّي أَخْشَى أَنْ تُبْسَطَ عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا كَمَا بُسِطَتْ عَلَى مَنْ قَبْلَكُمْ فَتَنَافَسُوهَا كَمَا تَنَافَسُوهَا وَتُهْلِكَكُمْ كَمَا أَهْلَكَتْهُمْ . طرفاه 3158، 6425 - (ترجمہ کیلئے جلد چہارم ص:۶۴۸)

عبداللہ سے مراد ابن مبارک ہیں۔ (إن عمرو بن عوف الخ) یہ انصاری اور حلیف بنی لؤی ہیں ان کی یہ حدیث کتاب الجزیہ میں مشروح ہو چکی ہے، سند میں دو صحابی اور دو تابعی ہیں، الرقاق کی اسی روایت کی سند میں تین تابعین ہوں گے۔

4016 - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَقْتُلُ الْحَيَّاتِ كُلَّهَا . أطرافه 3297، 3310، 3312 -

4017 - حَتَّى حَدَّثَهُ أَبُو لُبَابَةَ الْبَدْرِيُّ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ قَتْلِ جِنَّانِ الْبُيُوتِ فَأَمْسَكَ

عَنْهَا

ابن عمر سے مروی ہے کہ وہ ہر قسم کے سانپوں کو مار دیا کرتے تھے حتی کہ ابولبابہ جو بدری ہیں، نے انہیں بتلایا کہ نبی پاک نے گھروں میں رہنے والے سانپوں کے قتل سے منع کیا ہے، تو وہ رک گئے۔

حدیث کی شرح اللباس میں آئے گی، ابولبابہ قتال میں حاضر نہ تھے مگر نبی اکرم نے اجر وغنیمت میں انہیں شریک کیا (کسی اور خدمت پر مامور تھے)۔

4018 - حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ رِجَالاً مِنَ الأَنْصَارِ اسْتَأْذَنُوا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالُوا ائْذَنْ لَنَا فَلْنَتْرُكْ لاِبْنِ أُخْتِنَا عَبَّاسٍ فِدَاءَهُ قَالَ وَاللَّهِ لاَ تَذَرُونَ مِنْهُ دِرْهَمًا .

طرفاه 2537، - 3048 (ترجمہ کیلئے: جلد چہارم ص: ۵۲۸)

(إن رجالا من الأنصار) یہی محلِ ترجمہ ہے کیونکہ بظاہر یہ بدری تھے کیونکہ حضرت عباس بدر کے قیدیوں میں شامل تھے مشرکین کے مجبور کرنے پر نکل آئے تھے، ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ نبی اکرم نے بدر میں صحابہ سے فرمایا کہ مجھے پتہ چلا ہے کہ بنی ہاشم کے کچھ افراد نہ چاہتے ہوئے (قریش کے مجبور کرنے پر) نکلے ہیں ان میں سے جو نظر آئے قتل نہ کرنا (گویا ان کے نام بھی بتلائے ہوں گے، حضرت عباس بھی ان میں شامل تھے) احمد نے حدیثِ براء سے نقل کیا ہے کہ ایک انصاری حضرت عباس کو قیدی بنا کر لایا، عباس کہنے لگے اس نے قیدی نہیں بنایا بلکہ وہ ایک أنزع (یعنی جسکے کن پٹیوں پہ بال نہ ہوں) آدمی تھا یہ سن کر آپ نے انصاری سے کہا اللہ نے ایک فرشتہ (ملك كريم) کے ساتھ تمہاری مدد کی تھی، بقول ابن حجر یہ انصاری ابوالیسر کعب بن عمرو تھے، طبرانی نے انہی سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے عباس کو قیدی بنایا، ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ میں نے والد صاحب سے پوچھا ابو یسر نے کیونکر آپکو قیدی بنایا؟ (ولو شئت لجعلته فى كفك) (یعنی وہ تو اتنے مختصر سے تھے) اگر آپ چاہتے تو انہیں اپنی مٹھی میں بند کر لیتے، عباس بولے ایسا نہ کہو اے بیٹے (بظاہر حضرت عباس نے جو اس وقت تک دل سے مسلمان ہی تھے ابو یسر کو مارنے یا ان سے لڑائی کرنے سے پہلوتہی کی اور قیدی بننا گوارا کر لیا پھر فرشتہ کا تعاون بھی موجود تھا)۔

(لابن أختنا عباس) دراصل ان کی دادی انصاری خاتون تھیں، ان کا نام سلمٰی بنت عمرو بن زید بن لبید ہے جو خزرج کی شاخ بنی عدی بن نجار سے تھیں، حضرت عباس کی والدہ کا نام نتیلہ بنت جناب؟ ہے جو بنی تیم اللات بن نمر بن قاسط سے تھیں، کرمانی کو وہم لگا جب لکھا کہ ام عباس انصاریہ تھیں انہوں نے انصار کے اس قول (ابن أختنا) کا ظاہر ملحوظ رکھا، یہ دراصل تجوزاً ہے (کیونکہ حضرت عباس کا والدہ کی جہت سے انصار سے کوئی تعلق نہیں، دادی کی جہت سے ہے) ابن عائذ نے مغازی میں ایک مرسل طریق کے ساتھ نقل کیا ہے کہ حضرت عمر نے جو قیدیوں کی نگرانی پر مامور تھے، حضرت عباس کو خوب کس کر باندھا نبی اکرم نے ان کے کراہنے کی آواز سنی تو سو نہ سکے انصار کو علم ہوا تو ان کی مشکیں کھول دیں تو گویا اسی باعث آنجناب کی رضا چاہتے ہوئے یہ تجویز پیش کی کہ انہیں بغیر فدیہ لئے چھوڑ دیں مگر آپ نے اس کی منظوری نہ دی، ابن اسحاق نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ نبی پاک نے حضرت عباس سے کہا اے عباس اپنا بھی، اپنے بھتیجوں عقیل بن ابوطالب اور نوفل بن حارث اور اپنے حلیف عتبہ بن عمرو کا فدیہ ادا کرو کیونکہ تم مالدار شخص ہو، وہ

بولے میں تو مسلمان تھا قوم کے مجبور کرنے پر نکل آیا، فرمایا اللہ خوب جانتا ہے، اگر ایسا ہی ہے جو تم کہہ رہے ہو تو اللہ تمہیں جزا دے گا، مگر ظاہری صورتحال یہی ہے کہ تم ہمارے خلاف نکلے ہو، موسیٰ بن عقبہ ذکر کرتے ہیں کہ ان کا فدیہ چالیس اوقیہ سونا تھا، ابونعیم نے الأوائل میں اسنادِ حسن کے ساتھ ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ ہر قیدی کا فدیہ چالیس اوقیہ سونا تھا حضرت عباس پر سو اور عقیل پر اسی اوقیہ عائد کیا گیا عباس بولے کیا رشتہ داری کی وجہ سے ایسا کیا ہے؟ اس پر یہ آیت اتری: (يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِمَنْ فِي أَيْدِيكُمْ مِنَ الْأَسْرَىٰ إِنْ يَعْلَمِ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمْ خَيْراً يُؤْتِكُمْ خَيْراً مِمَّا أُخِذَ مِنْكُمْ)[الأنفال: ۱۸۰] کہ اے نبی ان قیدیوں سے کہہ دیں اگر تمہارے دلوں میں خیر مضمر تھا تو اللہ تعالیٰ اس فدیہ کی ادائیگی کے عوض کہیں بہتر عطا کر دے گا، اس پر حضرت عباس بعد میں آنجناب سے کہتے تھے کاش آپ اس سے زیادہ فدیہ مجھ سے وصول کرتے۔

(لا تذرون) کہا جاتا ہے اس ہدایت کی حکمت یہ تھی کہ کہیں کسی کے دل میں یہ نہ آجائے کہ آپ نے انصار کی رشتہ داری نہیں بلکہ اپنے رشتہ کا پاس کیا ہے، اس سے یہ اشارہ بھی ملا کہ رشتہ داروں کو بظاہر بھی ایک دوسرے کا برا نہیں کرنا چاہئے خواہ دل میں اچھے جذبات ہی رکھتے ہوں، اس میں اولی الأمر کیلئے سبق مضمر ہے کہ اس قسم کی صورتِ احوال میں اس اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہونا ہے۔

4019 - حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَدِيٍّ عَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الأَسْوَدِ حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمِّهِ قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءُ بْنُ يَزِيدَ اللَّيْثِيُّ ثُمَّ الْجُنْدَعِيُّ أَنَّ عُبَيْدَ اللَّهِ بْنَ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ أَخْبَرَهُ أَنَّ الْمِقْدَادَ بْنَ عَمْرٍو الْكِنْدِيَّ وَكَانَ حَلِيفًا لِبَنِي زُهْرَةَ، وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ قَالَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَرَأَيْتَ إِنْ لَقِيتُ رَجُلاً مِنَ الْكُفَّارِ فَاقْتَتَلْنَا فَضَرَبَ إِحْدَى يَدَيَّ بِالسَّيْفِ فَقَطَعَهَا ثُمَّ لاَذَ مِنِّي بِشَجَرَةٍ فَقَالَ أَسْلَمْتُ لِلَّهِ آأَقْتُلُهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ بَعْدَ أَنْ قَالَهَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لاَ تَقْتُلْهُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهُ قَطَعَ إِحْدَى يَدَيَّ ثُمَّ قَالَ ذَلِكَ بَعْدَ مَا قَطَعَهَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لاَ تَقْتُلْهُ فَإِنْ قَتَلْتَهُ فَإِنَّهُ بِمَنْزِلَتِكَ قَبْلَ أَنْ تَقْتُلَهُ وَإِنَّكَ بِمَنْزِلَتِهِ قَبْلَ أَنْ يَقُولَ كَلِمَتَهُ الَّتِي قَالَ.

طرفه 6865 -

راوی کہتے ہیں مجھے مقداد بن عمرو کندی جو بنی زہرہ کے حلیف اور اہلِ بدر میں سے ہیں، نے خبر دی کہ انہوں نے کہا یا رسول اللہ اگر کسی موقع پہ میری کسی کافر سے مڈھ بھیڑ ہو، ہم دونوں باہم لڑیں وہ میرا تلوار سے ایک ہاتھ کاٹ دے پھر بھاگ کر کسی درخت پہ چڑھ جائے اور طالبِ پناہ ہو اور کہے میں نے اللہ کیلئے اسلام قبول کر لیا تو کیا میرے لئے جائز ہوگا کہ اسے قتل کروں؟ فرمایا نہیں، میں نے عرض کی اس نے تو میرا بازو کاٹ دیا تھا؟ فرمایا تم اسے قتل کرنے کے مجاز نہیں، اگر قتل کیا تو قتل سے قبل جو اسکا کلمہ پڑھنے سے پہلے مقام تھا وہ اب تمہارا اور تمہارا جو مقام تھا وہ اسکا ہوگا۔

اس کی سند میں تین تابعی ہیں، تینوں مدنی ہیں الدیات میں حدیث کی مفصل شرح آئے گی۔ (فإنك بمنزلته) میں موجود اشکال اور اس کا حل ذکر کیا جائے گا، غرضِ ترجمہ اس کا یہ جملہ ہے: (وكان ممن شهد بدرا) پہلے ذکر ہوا کہ وہ اس معرکہ میں شہ

سوار تھے، دوسرے طریق کے شیخ بخاری اسحاق سے مراد ابن منصور ہیں۔

4020 - حَدَّثَنِي يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ حَدَّثَنَا أَنَسٌ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ بَدْرٍ مَنْ يَنْظُرُ مَا صَنَعَ أَبُو جَهْلٍ فَانْطَلَقَ ابْنُ مَسْعُودٍ فَوَجَدَهُ قَدْ ضَرَبَهُ ابْنَا عَفْرَاءَ حَتَّى بَرَدَ فَقَالَ آنْتَ أَبَا جَهْلٍ قَالَ ابْنُ عُلَيَّةَ قَالَ سُلَيْمَانُ هَكَذَا قَالَهَا أَنَسٌ قَالَ أَنْتَ أَبَا جَهْلٍ قَالَ وَهَلْ فَوْقَ رَجُلٍ قَتَلْتُمُوهُ قَالَ سُلَيْمَانُ أَوْ قَالَ قَتَلَهُ قَوْمُهُ قَالَ وَقَالَ أَبُو مِجْلَزٍ قَالَ أَبُو جَهْلٍ فَلَوْ غَيْرُ أَكَّارٍ قَتَلَنِي .طرفاه 3962، 3963 -

غزوہ بدر کے آغاز میں قتل ابوجہل کا واقعہ مفصلا بیان ہو چکا ہے۔

4021 - حَدَّثَنَا مُوسَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ عَنْ عُمَرَ لَمَّا تُوُفِّيَ النَّبِيُّ ﷺ قُلْتُ لأَبِي بَكْرٍ انْطَلِقْ بِنَا إِلَى إِخْوَانِنَا مِنَ الأَنْصَارِ فَلَقِيَنَا مِنْهُمْ رَجُلاَنِ صَالِحَانِ شَهِدَا بَدْرًا فَحَدَّثْتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ فَقَالَ هُمَا عُوَيْمُ بْنُ سَاعِدَةَ وَمَعْنُ بْنُ عَدِيٍّ .

أطرافه 2462، 3928، 6829، 6830، 7323 -

ابن عباس حضرت عمر سے نقل کرتے ہیں کہ نبی پاک کی وفات کے بعد میں نے ابوبکر سے کہا آ ؤ اپنے انصاری بھائیوں کی طرف چلتے ہیں راستے میں ہمیں دو صالح شخص ملے جو بدر میں بھی موجود تھے، راوی کہتے ہیں میں نے عروہ کو یہ حدیث بیان کی تو کہا وہ دونوں عویم بن ساعدہ اور معن بن عدی تھے

حدیثِ سقیفہ کا ایک طرف نقل کیا ہے (قد شهدبدرا) محلِ ترجمہ ہے حضرت عویم بن ساعدہ بن عیاش بن قیس بن نعمان اوسی ہیں، قبیلہِ بنی عمرو بن عوف سے تعلق تھا جبکہ معن بن عدی بن جد بن عجلان، عاصم بن عدی کے بھائی ہیں، یہ بکری تھے جو بنی عمرو بن عوف کے حلیف تھے، شیخ بخاری موسی بن اسماعیل ہیں، یہ مشروح ہو چکی ہے۔

4022 - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ سَمِعَ مُحَمَّدَ بْنَ فُضَيْلٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ عَنْ قَيْسٍ كَانَ عَطَاءُ الْبَدْرِيِّينَ خَمْسَةَ آلاَفٍ خَمْسَةَ آلاَفٍ وَقَالَ عُمَرُ لأُفَضِّلَنَّهُمْ عَلَى مَنْ بَعْدَهُمْ

قیس کہتے ہیں بدری صحابہ کا سالانہ وظیفہ پانچ ہزار تھا، حضرت عمر کہا کرتے تھے کہ میں انہیں مابعد اسلام لانے والے صحابہ پر ترجیح دوں گا۔

اسماعیل سے ابن ابی خالد اور قیس سے ابن ابی حازم مراد ہیں۔ (کان عطاء الخ) یعنی حضرت عمر نے اپنے عہد میں لوگوں کا جو سالانہ وظیفہ مقرر کیا تھا، جو بعد ازاں بھی جاری رہا۔ (لأفضلنهم) مالک بن اوس عن عمر کی روایت میں ہے کہ انہوں نے مہاجرین کیلئے پانچ ہزار، انصاریوں کو چار چار اور ازواج مطہرات میں سے ہر ایک کیلئے بارہ بارہ ہزار مقرر کئے۔

4023 - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّورِ وَذَلِكَ أَوَّلَ مَا وَقَرَ

الإِيمَانُ فِي قَلْبِي . أطرافه 765، 3050، - 4854- 4024-

حضرت جبیر بن مطعم کہتے ہیں میں نے نبی پاک کو سنا کہ نمازِ مغرب میں سورت والطور کی قراءت کر رہے ہیں، یہ پہلا موقع تھا کہ اسلام نے میرے دل میں گھر کیا۔

وَعَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ فِي أُسَارَى بَدْرٍ لَوْ كَانَ الْمُطْعِمُ بْنُ عَدِيٍّ حَيًّا ثُمَّ كَلَّمَنِي فِي هَؤُلَاءِ النَّتْنَى لَتَرَكْتُهُمْ لَهُ .طرفه 3139 -

آنجناب نے بدر کے قیدیوں کے بارہ میں فرمایا اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتے پھر مجھ سے انہیں چھوڑ دینے کو کہتے تو چھوڑ دیتا۔

4024 - وَقَالَ اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ الْأُولَى يَعْنِي مَقْتَلَ عُثْمَانَ فَلَمْ تُبْقِ مِنْ أَصْحَابِ بَدْرٍ أَحَدًا ثُمَّ وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ الثَّانِيَةُ يَعْنِي الْحَرَّةَ فَلَمْ تُبْقِ مِنْ أَصْحَابِ الْحُدَيْبِيَةِ أَحَدًا ثُمَّ وَقَعَتِ الثَّالِثَةُ فَلَمْ تَرْتَفِعْ وَلِلنَّاسِ طَبَاخٌ

سعید بن مسیب کہتے تھے کہ پہلا فتنہ واقع ہوا یعنی شہادتِ عثمان تو اس نے کسی بدری صحابی کو باقی نہ چھوڑا پھر دوسرا فتنہ یعنی جنگِ حرہ، واقع ہوا تو اصحابِ حدیبیہ میں سے کوئی باقی نہ چھوڑا پھر یہ تیسرا فتنہ واقع ہوا جو ابھی ختم نہیں ہوا اور لوگ بے برکتی کا شکار ہیں

کتاب الصلاۃ میں مشروحا گزر چکی ہے چونکہ حضرت جبیر جیسا کہ الجہاد میں گزرا، بدر کے قیدیوں کے بارہ میں مذاکرات کرنے آئے تھے اس وجہ سے یہاں نقل کیا ہے۔

(وعن الزهري الخ) اسی سند کے ساتھ موصول ہے مطعم جبیر کے والد ہیں، نتنیٰ نتن کی جمع ہے، بدر کے قیدی مراد ہیں۔
(لیترکنهم له) یعنی بغیر فدیہ کے ہی چھوڑ دیتے، ابن شاہین نے یہ کہنے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ جب نبی اکرم طائف سے واپس مکہ آئے تو انہی مطعم نے آپ کو اپنی پناہ میں لے کر مکہ میں داخل کیا تھا (کیونکہ ابو طالب اور حضرت خدیجہ کا انتقال ہو چکا تھا اور مشرکینِ مکہ آپ کی نسبت خطرناک ارادے باندھے ہوئے تھے آپ کو کسی ذی سیادت سردار کی پناہ کی ضرورت پڑی جو مطعم نے مہیا کی) ابن اسحاق نے تفصیل سے یہ واقعہ نقل کیا ہے، فاکہی نے بھی ایک اسنادِ مرسل حسن کے ساتھ ذکر کیا، اس میں ہے کہ مطعم نے اپنے چار بیٹوں کو مسلح ہونے کا حکم دیا، ہر ایک کعبہ کے ایک ایک کونے کے پاس کھڑا ہو گیا، قریش کو علم ہوا تو ان سے کہنے لگے آپ وہ شخص ہیں جس کی دی گئی امان کی خلاف ورزی نہیں کی جا سکتی، بعض نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہی مطعم بنی ہاشم کے مقاطعہ کی دستاویز پھاڑنے اور شعبِ ابی طالب کا محاصرہ ختم کرانے میں بہت سرگرم عمل تھے، اوائل السیرۃ میں اس کا حال بیان ہو چکا ہے، طبرانی نے محمد بن صالح تمار عن زہری عن محمد بن جبیر عن ابیہ کے طریق سے نقل کیا ہے کہ مطعم قریش سے کہنے لگے تم نے محمدؐ کے ساتھ جو کیا سو کیا اب ان سے باز رہو، یہ آپ کی ہجرت کے بعد کا واقعہ ہے پھر جنگ بدر سے قبل ہی ان کا انتقال ہو گیا تھا، نوے سے اوپر ان کی عمر تھی فاکہی ذکر کرتے ہیں کہ حضرت حسان نے ان کی نبی اکرم کے ساتھ اسی قسم کی ہمدردیوں کے پیش نظر ان کا مرثیہ کہا تھا، ترمذی، نسائی، ابن حبان اور حاکم نے صحیح سند کے ساتھ حضرت علی سے روایت کیا ہے کہ حضرت جبریل آئے اور نبی پاک سے کہا ان قیدیوں کے بارہ میں اپنے صحابہ کو اختیار دیں کہ چاہے تو قتل کر دیں اور چاہیں تو فدیہ لیکر رہا کر دیں لیکن پھر اسی تعداد میں اگلے برس ان میں سے لوگ شہید ہوں گے، آپ نے یہ بات انہیں بتلائی تو کہنے لگے: (الفداء ويُقتل منا) ٹھیک ہے فدیہ لیں گے خواہ اتنے ہمارے شہید ہو جائیں، مسلم نے حضرت عمر کے حوالے سے

یہ سارا قصہ نقل کیا ہے، اس میں ہے کہ نبی اکرم نے جب قیدیوں کی بابت مشورہ طلب کیا تو ابوبکر کہنے لگے میری رائے میں فدیہ طلب کر لیں، ہم مالی طور سے مضبوط ہو جائیں گے پھر ہوسکتا ہے ان میں سے کئی ایک کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے، حضرت عمر کی رائے تھی کہ یہ ائمہِ کفر ہیں سب کی گردنیں اڑا دینی چاہیے، آنجناب کا میلان حضرت ابوبکر کی رائے کی طرف تھا، اسی بارے یہ آیت نازل ہوئی: (مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُوْنَ لَهُ أَسْرىٰ حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ) [الأنفال :٦٧]۔فدیہ قبول کرنے کی بابت اختلافِ ائمہ کا ذکر باب (فإما مَنّا بعد وإما فداء) کے تحت کتاب الجہاد میں گزر چکا ہے۔

سلف کے ہاں اس بارے اختلاف ہے کہ ابوبکر وعمر کی آراء میں سے کون سی اصوب تھی؟ بعض نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر کا مشورہ ہی مناسب و صائب تھا کیونکہ وہ تقدیر کے موافق ثابت ہوا پھر اس وجہ سے ان میں سے کثیر افراد مسلمان ہو گئے اور ان کی اولادیں بھی پھر یہ غلبہِ رحمت علیٰ غضب کے موافق ہے جو اللہ تعالیٰ کی نسبت مذکور ہوا، جہاں تک آیت میں مذکور اس عتاب کا تعلق ہے وہ اس کی ظاہری صورتحال کی وجہ سے کہ آخرت پر دنیا کو ترجیح دی، اگرچہ قلیل ہی ہو۔ (وقال الليث الخ) ابن حجر لکھتے ہیں لیث کے طریق سے یہ اثر نہیں مل سکا البتہ ابونعیم نے المستخرج میں احمد بن حنبل کے حوالے سے (عن يحيى قطان عن يحيىٰ الأنصارى) اسی کی مثل روایت کیا ہے۔(وقعت الفتنة الأولىٰ) یعنی حضرت عثمان کی شہادت پر منتج ہونے والا فتنہ، اس کے بعد اگلے فتنہ یعنی حرہ کی لڑائی سے پہلے تمام اصحابِ بدر فوت ہو چکے تھے، فوت ہونے والے آخری بدری صحابی حضرت سعد بن ابووقاص ہیں جو حرہ سے کئی برس قبل فوت ہوئے، بعض نے وہم کا شکار بنتے ہوئے یہ لکھا کہ روایت میں (حتى مقتل عثمان) کا جملہ غلط ہے کیونکہ حضرات علی، طلحہ، زبیر اور کئی بدری صحابی اس کے بعد بھی زندہ تھے وہ سمجھے کہ شہادتِ عثمان تک بدری صحابہ کا دنیا سے اٹھ جانا مراد ہے، حالانکہ یہ نہیں مراد، ابن ابی خیثمہ نے ایک اور طریق کے ساتھ یحییٰ بن سعید سے اس روایت میں (وقعت فتنة الدار) کے الفاظ نقل کئے ہیں اس سے مراد حضرت عثمان کے گھر کا محاصرہ اور آخر ان کا قتل ہے داؤدی نے دعوی کیا کہ فتنہِ اولی سے مراد شہادتِ حسین کا واقعہ ہے، یہ خطا ہے کیونکہ اس وقت کوئی بدری صحابی زندہ نہ تھا۔

(يعنى الحرة) یہ یزید بن معاویہ کے آخری برس پیش آیا، اس کے کئی واقعات کا بیان کتاب الفتن میں آئے گا (پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے)۔(ثم وقعت الثالثة) اصول میں یہی ہے ابن ابی خیثمہ کی روایت میں ہے: (ولو قد وقعت الثالثة) یعنی اگر تیسرا فتنہ واقع ہو جائے، دمیاطی نے اسے ہی ترجیح دی ہے اس امر پر بنا کرتے ہوئے کہ یحی نے یہ بات تیسرے کے وقوع سے قبل کہی تھی، اس تیسرے کی وضاحت نہیں کی جیسے باقی دو کی، داؤدی کا خیال ہے کہ اس سے مراد ازارقہ (یعنی خوارج) کا فتنہ ہے مگر یہ محلِ نظر ہے کیونکہ بظاہر یحییٰ کی ان فتنوں سے مراد مدینہ میں ظاہر ہونے والے فتنے ہیں، فتنہِ ازارقہ یزید کی موت کے بعد ہوا جو عرصہِ بیس سال جاری رہا، ابن تین لکھتے ہیں مالک نے یحییٰ انصاری سے نقل کیا ہے کہ تین ایام ایسے ہیں کہ مسجد نبوی میں جماعت نہیں ہوئی، ایک شہادت عثمان کے روز اور دوسرا حرہ کی جنگ کے دن، مالک کہتے ہیں تیسرا دن میں بھول گیا ہوں ابن عبدالحکیم کہتے ہیں وہ ابوحمزہ خارجی کے خروج کا دن ہے، ابن حجر کہتے ہیں یہ (آخری خلیفہ اموی) مروان بن محمد بن مروان بن حکم کے دور ۱۳۰ھ کا واقعہ ہے، یحیٰی کی وفات سے ایک مدت قبل، کہتے ہیں پھر دار قطنی کی غرائبِ مالک میں صحیح سند کے ساتھ یحی سے منقول یہی اثر دیکھا اس میں یہ الفاظ ہیں:(و إنْ وقعت الثالثة لم ترتفع و بالناس طباخ) ابن ابی خیثمہ نے (ولو وقعت) ذکر کیا ہے، یہ حدیثِ باب میں جزم

کے ساتھ تیسرے فتنہ کے ذکر کے مخالف ہے، تطبیق یہ ممکن ہے کہ یحی نے اولاً وہی کہا جو دوسروں کی روایت میں ہے پھر یہ فتنہ خارجی مذکور برپا ہوا تو یہ روایت بیان کی جو لیث بن سعد نے ان سے نقل کی ہے۔ طباخ بمعنی قوت ہے، بقول خلیل اس کی اصل :(السمن والقوة) ہے عقل وخیر کے معنی میں بھی مستعمل ہے، حسان کا شعر ہے: (المال يغشى رجالا لا طباح لهم كا لسيل يغشى أصول الدِندِنِ البالى) دندن سیاہ ہو چکی نبات (یعنی پودے جھاڑیاں وغیرہ) کو کہتے ہیں (شعر کا ترجمہ یوں ہے کہ مال عموما ایسے لوگوں کے پاس ہوتا ہے جن میں عقل وخیر نہیں ہوتی جیسے سیلاب خس و خاشاک پر ہی آتا ہے، یعنی بلند بالا درخت اس سے سالم آتے ہیں اس طرح اہلِ علم وفضل عام طور سے سیلابِ مال سے سالم رہتے ہیں)۔

4025 - حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ النُّمَيْرِيُّ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ قَالَ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ قَالَ سَمِعْتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ وَسَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ وَعَلْقَمَةَ بْنَ وَقَّاصٍ وَعُبَيْدَ اللَّهِ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ حَدِيثِ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ كُلٌّ حَدَّثَنِي طَائِفَةً مِنَ الْحَدِيثِ قَالَتْ فَأَقْبَلْتُ أَنَا وَأُمُّ مِسْطَحٍ فَعَثَرَتْ أُمُّ مِسْطَحٍ فِي مِرْطِهَا فَقَالَتْ تَعِسَ مِسْطَحٌ فَقُلْتُ بِئْسَ مَا قُلْتِ تَسُبِّينَ رَجُلاً شَهِدَ بَدْرًا فَذَكَرَ حَدِيثَ الإِفْكِ .

أطرافه 2593، 2637، 2661، 2688، 2879، 4141، 4690، 4749، 4750، 4757، 5212، 6662، 6679، 7369، 7370، 7500، 7545 (ترجمہ واقعہ افک والی حدیث کا ایک حصہ جو جلد چہارم ص:۱۲۲ میں مفصلاً مترجم ہے)

4026 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحِ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ هٰذِهِ مَغَازِي رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ يُلْقِيهِمْ هَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَكُمْ رَبُّكُمْ حَقًّا قَالَ مُوسَى قَالَ نَافِعٌ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ قَالَ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ تُنَادِي نَاسًا أَمْوَاتًا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ لِمَا قُلْتُ مِنْهُمْ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ فَجَمِيعُ مَنْ شَهِدَ بَدْرًا مِنْ قُرَيْشٍ مِمَّنْ ضُرِبَ لَهُ بِسَهْمِهِ أَحَدٌ وَثَمَانُونَ رَجُلاً وَكَانَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ يَقُولُ قَالَ الزُّبَيْرُ قُسِمَتْ سُهْمَانُهُمْ فَكَانُوا مِائَةً وَاللَّهُ أَعْلَمُ .

طرفاه 1370، 3980 (اسی کے سابقہ نمبر پہ ترجمہ موجود ہے)

(هذه مغازى الخ) یعنی غزوات کے ضمن میں جو معلومات موسی بن عقبہ نے ابن شہاب زہری سے اخذ کیں (جیسا کہ کئی مرتبہ ذکر ہوا موسی بن عقبہ نے بھی ابن اسحاق کی طرح سیرتِ نبوی کے احوال تدوین کئے، ابتدائی دور میں مغازی کے عنوان سے سیرت کے یہ احوال معروف ہوئے مثلا مغازی ابن اسحاق، مغازی موسی، مغازی واقدی وغیرہ، کیونکہ سیرت کے باب میں ان کی جمع کردہ اکثر معلومات کا تعلق غزوات نبوی سے تھا، تو یہاں ان الفاظ سے اغلبا یہ محدود مفہوم ہی مراد ہے)۔

(وهو يلقيهم) بابِ تفعیل سے، مستملی کے نسخہ میں بابِ افعال سے ہے جبکہ کشمیہنی کے نسخہ میں یہاں (وهو يلعنهم) ہے مغازی موسی میں بھی یہی لفظ ہے۔ (قال موسى الخ) اسی سند کے ساتھ، عبداللہ سے مراد ابن عمر ہیں۔ (قال ناس الخ) اس کی

شرح گزری، ان مخاطبین میں حضرت عمر بھی تھے۔ (فجمیع من شهد الخ) یہ موسی کی ابن شہاب سے اخذ کردہ کلام کا بقیہ ہے۔ (ضرب له الخ) یعنی غنیمت میں جن کا حصہ رکھا، ان میں جیسا کہ پہلے ذکر ہوا، کئی صحابہ کرام لڑائی میں شامل نہ تھے۔ (و کان عروة الخ) یہ بھی بقیہ کلام موسی عن زہری ہے، اگلی روایت سے اس قول کی تائید ثابت کی ہے مگر یہ مذکور عدد سابقہ حدیثِ براء میں مذکور عدد کے مغایر ہے جس میں یہ الفاظ تھے: (إن المهاجرين كانوا زيادةً على ستين) کہ مہاجرین ساٹھ سے زائد تھے، تو تطبیق یہ ہو سکتی ہے کہ ان کی مراد وہ جو عملاً شریکِ لڑائی ہوئے جبکہ حدیثِ ہذا ان مہاجرین کو بھی شامل ہے جو حکماً اہلِ بدر میں سے ہیں، یہ بھی محتمل ہے کہ حدیثِ براء کا عدد احرار مہاجرین اور یہاں کا عدد ان کے موالی و اتباع کو ساتھ شامل کر کے ہو، ابن اسحاق نے موالی و اتباع سمیت بدر میں شریک مہاجرین کے اسماء ذکر کئے ہیں جو تراسی بنتے ہیں، ابن ہشام نے تہذیب السیرۃ میں تین مزید ذکر کئے ہیں، واقدی نے پچاسی افراد کے نام لکھے ہیں، احمد، بزار اور طبرانی نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ مہاجرین کی تعداد ستتر تھی انہوں نے شائد ان افراد کو شمار نہیں کیا جو اہلِ بدر کے حکم میں قرار دیئے گئے۔

4027 - حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ الزُّبَيْرِ قَالَ ضُرِبَتْ يَوْمَ بَدْرٍ لِلْمُهَاجِرِينَ بِمِائَةِ سَهْمٍ

حضرت زبیر کہتے ہیں بدر کے دن مہاجرین کیلئے سو حصے رکھے گئے تھے

ہشام سے مراد ابن یوسف صنعانی ہیں۔ (ضربت یو م بدر الخ) ابن عائذ کے ہاں اسود عن عروہ کے حوالے سے منقول ہے، کہتے ہیں میں نے حضرت زبیر سے سوال کیا کہ بدر کی غنیمت میں مہاجرین کے لئے کتنے حصے رکھے گئے تھے؟ کہا سو حصے، داؤدی کہتے ہیں یہ ان کے قول (كانوا إحدى و ثمانين) کے مخالف ہے، کہتے ہیں اگر سو حصے کہنا کلامِ زبیر سے ہے تو شائد انہیں عدد میں شک لاحق ہوا، یہ بھی محتمل ہے کہ ان سے راوی کی یہ کلام ہو، کہتے ہیں بالتحریر ان کی تعداد چوراسی تھی، ان میں تین گھڑ سوار تھے جن کے لئے دو دو حصے رکھے، پھر کچھ حصے ان افراد کے لئے خاص کئے جنہیں سرکاری خدمات پر مامور کیا تھا تو اس لحاظ سے مجموعی طور سے سو حصے کا قول صحیح ہے، بقول ابن حجر یہ تاویلِ اخیر لاباً س بہ ہے لیکن بظاہر سو کا یہ اطلاق باعتبار خمس ہے، آنجناب نے غنیمت کا خمس علیحدہ فرمایا پھر بقیہ غنیمت میں سے مہاجرین کے لئے اسی حصے خاص کئے، ان کے ساتھ اگر خمس شامل کریں تو سو حصے بن جاتے ہیں (اس سے ہر دو قسم کے عدد کے ذکر پر مشتمل روایات کی باہمی تطبیق ہوگئی)۔

13 - باب تَسْمِيَةُ مَنْ سُمِّيَ مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ فِي الْجَامِعِ الَّذِي وَضَعَهُ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَلَى حُرُوفِ الْمُعْجَمِ

(اصحابِ بدر کے اسمائے مبارکہ جنہیں امام بخاری نے ابجدی ترتیب کے مطابق لکھا)

النَّبِيُّ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْهَاشِمِيُّ ﷺ، إِيَاسُ بْنُ الْبُكَيْرِ، بِلَالُ بْنُ رَبَاحٍ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ الْقُرَشِيِّ، حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ الْهَاشِمِيُّ، حَاطِبُ بْنُ أَبِي بَلْتَعَةَ حَلِيفٌ لِقُرَيْشٍ، أَبُو حُذَيْفَةَ بْنُ عُتْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ الْقُرَشِيُّ، حَارِثَةُ بْنُ الرَّبِيعِ الْأَنْصَارِيُّ قُتِلَ يَوْمَ بَدْرٍ وَهُوَ حَارِثَةُ بْنُ سُرَاقَةَ كَانَ فِي النَّظَّارَةِ، خُبَيْبُ بْنُ عَدِيٍّ الْأَنْصَارِيُّ، خُنَيْسُ بْنُ حُذَافَةَ السَّهْمِيُّ رِفَاعَةُ بْنُ رَافِعٍ الْأَنْصَارِيُّ، رِفَاعَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُنْذِرِ أَبُو لُبَابَةَ الْأَنْصَارِيُّ، الزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ الْقُرَشِيُّ، زَيْدُ بْنُ سَهْلٍ أَبُو طَلْحَةَ الْأَنْصَارِيُّ -أَبُو زَيْدٍ

الْأَنْصَارِيُّ -سَعْدُ بْنُ مَالِكٍ الزُّهْرِيُّ ، سَعْدُ ابْنُ خَوْلَةَ الْقُرَشِيُّ ، سَعِيدُ بْنُ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ الْقُرَشِيُّ ، سَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ الْأَنْصَارِيُّ ، ظُهَيْرُ بْنُ رَافِعٍ الْأَنْصَارِيُّ وَأَخُوهُ ، عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُثْمَانَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ الْقُرَشِيُّ ، عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ الْهُذَلِيُّ ، عُتْبَةُ بْنُ مَسْعُودٍ الْهُذَلِيُّ ، عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ الزُّهْرِيُّ ، عُبَيْدَةُ بْنُ الْحَارِثِ الْقُرَشِيُّ ، عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ الْأَنْصَارِيُّ ، عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ الْعَدَوِيُّ ، عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ الْقُرَشِيُّ خَلَّفَهُ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى ابْنَتِهِ وَضَرَبَ لَهُ بِسَهْمِهِ ، عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ الْهَاشِمِيُّ ، عَمْرُو بْنُ عَوْفٍ حَلِيفُ بَنِي عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ ، عُقْبَةُ بْنُ عَمْرٍو الْأَنْصَارِيُّ ، عَامِرُ بْنُ رَبِيعَةَ الْعَنَزِيُّ عَاصِمُ بْنُ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيُّ ، عُوَيْمُ بْنُ سَاعِدَةَ الْأَنْصَارِيُّ ، عِتْبَانُ بْنُ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيُّ ، قُدَامَةُ بْنُ مَظْعُونٍ ، قَتَادَةُ بْنُ النُّعْمَانِ الْأَنْصَارِيُّ ، مُعَاذُ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْجَمُوحِ ، مُعَوِّذُ ابْنُ عَفْرَاءَ وَأَخُوهُ ، مَالِكُ بْنُ رَبِيعَةَ أَبُو أُسَيْدٍ الْأَنْصَارِيُّ ، مُرَارَةُ بْنُ الرَّبِيعِ الْأَنْصَارِيُّ ، مَعْنُ بْنُ عَدِيٍّ الْأَنْصَارِيُّ ، مِسْطَحُ بْنُ أُثَاثَةَ بْنِ عَبَّادِ بْنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ عَبْدِ مَنَافٍ ، مِقْدَادُ بْنُ عَمْرٍو الْكِنْدِيُّ حَلِيفُ بَنِي زُهْرَةَ ، هِلاَلُ بْنُ أُمَيَّةَ الْأَنْصَارِيُّ رضي الله عنهم

الجامع سے مراد صحیح بخاری، سب اہل بدر کے اسماء ذکر نہیں کئے صرف وہی جن کا ذکر کسی نہ کسی روایت میں آ گیا اس تنصیص کے ساتھ کہ وہ بدر میں حاضر تھے اسی لئے ان اسماء میں حضرت ابوعبیدہ کا نام شامل نہیں حالانکہ بالاتفاق وہ بدری ہیں اور بخاری کی کئی روایات میں مذکور ہیں مگر ان کی بدر حاضری پر دال کوئی نص چونکہ بخاری میں موجود نہیں لہذا یہاں ذکر نہیں کیا، الف بائی کی ترتیب سے یہ اسماء ذکر کئے ہیں، آغاز میں تبرکاً وتیمناً نبی اکرم کا نام رکھا ہے وگرنہ آنجناب کا بدری ہونا تو مقطوع بہ ہے (آپ کے اور خلفائے راشدین کے ناموں کے اندراج میں اس ترتیبِ الفبائی کا بھی خیال نہیں رکھا) بعض نسخوں میں صرف نبی اکرم کا نام سرِفہرست ہے ابو بکر وغیرہ کا حسبِ ترتیب۔ (ابوبکر) کئی جگہ بدر حاضری کے حوالے سے انکا ذکر ہے مثلا باب (إذتستغيثون ربكم) میں۔ (عمر) حدیثِ ابی طلحہ میں مذکور ہیں۔ (عثمان) اس قصہ میں ان کا ذکر نہیں مگر المناقب میں ابن عمر کا قول گزرا کہ انکے لئے غنیمت میں حصہ خاص کیا گیا۔ (علی بن ابی طالب) حدیثِ مبارزت وغیرہ میں ان کا ذکر ہے۔ (ایاس بن بکیر) باب (شهود الملائكة بدرا) میں مذکور ہیں ان کے ہمراہ ان کے بھائی عاقل و عامر وغیرہما بھی تھے۔ (بلال) امیہ بن خلف کے قصہ قتل میں ان کا ذکر موجود ہے۔ (حمزہ) اول قصہ میں مذکور ہیں۔ (حاطب) باب (فضل من شهد بدرا) میں انکا ذکر ہے (ابوحذیفہ) آخری باب کی پانچویں حدیث میں مذکور ہیں۔ (حارثہ بن الربیع) ابن سراقہ ہیں، باب (من شهد بدرا) میں مذکور ہیں، (كان فى النظارة) سے عن انس کی روایت کی طرف اشارہ ہے، احمد ونسائی کی روایت مین مزید یہ جملہ بھی ہے کہ لڑائی کیلئے نہ نکلے تھے (کم عمر ہونے کی وجہ سے اذنِ قتال نہ ملا تھا مگر وہیں ایک طرف موجود تھے کہ ناگہانی تیر آ لگا جس سے شہادت واقع ہوگئی)۔ (خبیب بن عدی) حدیثِ ابی ہریرہ میں ذکر موجود ہے، غزوہ رجیع میں بھی ذکر آئے گا۔ (خنیس بن حذافہ) بابِ اخیر کی دسویں روایت میں مذکور ہیں۔ (رفاعہ بن رافع) فضل مَن شھد بدرا، میں ذکر موجود ہے۔ (رفاعہ بن عبدالمنذر) بابِ اخیر کی انیسویں روایت میں ان کا ذکر ہے بخاری نے جزم کے ساتھ ان کا نام رفاعہ ذکر کرنے میں اکثر کی مخالفت کی ہے، وہ بشیر بتلاتے ہیں اور یہ کہ رفاعہ ان کے بھائی تھے۔ (الزبیر) متعدد احادیث میں ان کے بدری ہونے کا ذکر ہے۔ (زید بن سہل) باب (الدعاء على المشركين) میں مذکور ہیں۔ (ابوزید الأنصاری) حدیثِ انس میں ان کا ذکر ہے۔ (سعد بن مالک) یعنی سعد بن ابی وقاص، اس قصہ میں ان کا تذکرہ موجود نہیں مگر بالاتفاق بدری ہیں شائد سعید بن

میتب کے ایک اثر سے ان کے بدری ہونے کی تخصیص اخذ کی ہو۔ (سعد بن خولہ) قصہ سبیعہ اسلمیہ میں ان کا ذکر ہے۔ (سعید بن زید) نافع عن ابن عمر کے اثر میں مذکور ہیں۔ (سہل بن حنیف) حدیثِ علی میں ان کا حوالہ موجود ہے جس میں ہے کہ ان کے جنازہ پر پانچ تکبیریں پڑھیں۔ (ظہیر بن رافع) رافع بن خدیج کی حدیث میں گزرا کہ یہ ان کے چچا تھے، اور یہ کہ ان کے بھائی مظہر نام کے بھی تھے، بخاری نے ان کے اس بھائی کا نام ذکر نہیں کیا۔ (عبداللہ بن مسعود) اس کے اوائل میں ان کا تذکرہ موجود ہے۔ (عتبہ بن مسعود) عبداللہ بن مسعود کے بھائی، ابن حجر کہتے ہیں بدری ہونے کے حوالے سے ان کا ذکر نہ بخاری میں ہے اور نہ اہل سیر کے ہاں، بخاری کے نسفی کے نسخہ میں ان کا نام ساقط ہے اسماعیلی اور ابونعیم نے بھی اپنی اپنی المستخرج میں ان کا نام ذکر نہیں کیا، یہی معتمد ہے۔ (عبد الرحمٰن بن عوف) ابوجہل کے قصہ قتل میں ان کا ذکر موجود ہے۔ (عبیدہ بن حارث) مبارزت والی حدیثِ علی میں مذکور ہیں۔ (عبادہ بن صامت) باب (شهود الملائكة بدرا) میں انکا ذکر موجود ہے، اسی میں عمرو بن عوف کا بھی ہے۔ (عقبہ بن عمرو) یعنی ابومسعود بدری، تین روایات میں بطور بدری ان کا تذکرہ گزرا ہے۔ (عامر بن ربیعہ العنزی) کشمیہنی کے نسخہ میں (العدوی) ہے دونوں درست ہیں، عنزی الاصل اور عدوی الحلف ہیں۔ (عاصم بن ثابت) حدیثِ ابی ہریرہ میں مذکور ہیں۔ (عویم بن ساعدہ) حدیثِ سقیفہ میں مذکور ہیں۔ (عتبان بن مالک) باب (شهود الملائكة) میں ذکر ہے، قدامہ بن مظعون بھی اسی میں مذکور ہیں۔

(قتادہ بن نعمان) اول الباب حدیثِ ابی سعید میں مذکور ہیں۔ (معاذ بن عمرو) قصہ قتلِ ابی جہل میں ذکر موجود ہے، اسی میں معوذ بن عفرا بھی مذکور ہیں، ان کے بھائی عوف بھی۔ (مالک بن ربیع ابو اسید) باب (من شهد بدرا) کے شروع میں مذکور ہیں، عیاض نے توجہ دلائی ہے کہ بعض علم و معرفت سے نابلد اس توہم کا شکار ہو سکتے ہیں کہ مالک ہذا معاذ کے بھائی ہیں کیونکہ بخاری کا سیاق یوں ہے: (معاذ بن عفراء أخوه مالك بن ربيعة) مگر یہ مراد نہیں، اصل میں (أخوه) کی ضمیر کا تعلق عوف سے ہے، انکا بھائی جنکا نام ذکر نہیں کیا پھر (مالک بن ربیعہ) جملہ مستأنفہ ہے، چاہئے یہ تھا کہ واوِ عطف استعمال کر لیتے تا کہ التباس نہ ہو، بعض رواۃ کے ہاں واؤ کے ساتھ ہی ہے۔

(مرارہ بن الربیع) حدیثِ کعب بن مالک میں مذکور ہیں۔ (معن بن عدی) عویم بن ساعدہ کے ساتھ ان کا ذکر کیا ہے۔ (مسطح بن اثاثہ) بابِ اخیر کے اواخر میں اس حوالے سے ان کا ذکر موجود ہے، یہاں ابوزید نے ان کے نسب نامہ میں بجائے المطلب کے عبدالمطلب لکھ دیا، یہ غلط ہے۔ (المقداد) نسخہِ کشمیہنی میں مقدام ہے مگر وہ درست نہیں۔ (ہلال بن امیہ) مرارہ کے ہمراہ مذکور ہیں۔ تو یہاں جملہ اہل بدر میں سے چوالیس صحابہ کرام کا تذکرہ ہوا، بخاری نے کہا اولین شخص ہیں جنہوں نے اس ضمن میں حروفِ تہجی کی ترتیب استعمال کی مگر صرف انہی ناموں کے ذکر پہ اختصار کیا جو ان کے ہاں صحیح بخاری میں بدر حاضری کے حوالے سے مذکور ہیں، حافظ ضیاء الدین مقدسی نے اپنی کتاب الأحکام میں تمام اہلِ بدر کے اسماء ضبط کئے ہیں، اہلِ سیر کے چند ناموں میں اختلاف کا بھی ذکر کیا ہے جو معمولی ہے، ابن سید الناس نے عیون الأثر میں ابن اسحاق کی طرح قبائل کی تقسیم کے لحاظ سے اصحابِ بدر کے اسماء ذکر کئے ہیں مگر ان کے ہاں تین سو تیرہ سے پچاس نام زیادہ بنتے ہیں، کہتے ہیں اس زیادت کا سبب بعض اسماء میں اہلِ سیر کا اختلاف ہے (یعنی تمام جہات سے مذکور نام ذکر کر دیئے) ابن حجر کہتے ہیں اگر تطویل کا خدشہ نہ ہوتا تو میں یہاں سارے نام ذکر کرتا اور اختلافی ناموں کے ضمن میں ہے ترجیحی آراء کا بھی، لیکن اس اشارہ میں کفایہ ہے۔

14 - باب حَدِيثِ بَنِي النَّضِيرِ (بنی نضیر کی مہم)

وَمَخْرَجِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ إِلَيْهِمْ فِي دِيَةِ الرَّجُلَيْنِ، وَمَا أَرَادُوا مِنَ الْغَدْرِ بِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ .قَالَ الزُّهْرِيُّ عَنْ عُرْوَةَ كَانَتْ عَلَى رَأْسِ سِتَّةِ أَشْهُرٍ مِنْ وَقْعَةِ بَدْرٍ قَبْلَ أُحُدٍ .وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى (هُوَ الَّذِي أَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ دِيَارِهِمْ لأَوَّلِ الْحَشْرِ) وَجَعَلَهُ ابْنُ إِسْحَاقَ بَعْدَ بِئْرِ مَعُونَةَ وَأُحُدٍ

نبی اکرم کا دو آدمیوں کی دیت کے ضمن میں انکے ہاں جانا اور انکا آپ سے دغابازی کا ارادہ کرنا، زہری عروہ سے ناقل ہیں کہ یہ جنگِ بدر کے چھ ماہ بعد کا واقعہ ہے احد سے قبل، اور اللہ تعالی کا قول: (ترجمہ) اور وہی ہے جس نے اہلِ کتاب کے کفار کو ان کے گھروں سے نکالا اور یہ (جزیرہ عرب سے) انکی پہلی جلا وطنی ہے، بقول ابن اسحاق یہ بیرِ معونہ اور احد کے بعد کا واقعہ ہے۔

بنی نضیر یہودیوں کا ایک بڑا قبیلہ تھا، کتاب الھجرہ کے اوائل میں ان کا تعارف گزر چکا ہے ہجرت کے بعد (مدینہ کے) کفار تین اقسام پر منقسم ہو گئے، ایک گروہ کے ساتھ اس شرط پر صلح ہوئی کہ نہ خود آپ سے جنگ کریں گے اور نہ دشمن کی مدد کریں گے اس صلح میں یہودِ مدینہ کے تینوں قبائل: قریظہ، نضیر اور قینقاع شریک ہوئے، ایک گروہ جو علی الاعلان دشمنی پر اتر آیا، ان کے ساتھ جنگوں کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا، یہ قریشِ مکہ ہیں، تیسرا گروہ ان لوگوں کا تھا جنہوں نے دیکھو اور انتظار کرو کی پالیسی اپنائی، یہ باقی قبائلِ عرب تھے ان میں بعض ایسے تھے جو دل سے چاہتے تھے کہ مسلمانوں کو غلبہ عنائت ہو مثلاً خزاعہ، بعض ان کے برعکس تھے جیسے بنی بکر، پھر ایسے افراد بھی بکثرت تھے جو بظاہر مسلمان مگر اندر سے اہلِ کفر کے ساتھ تھے، یہ منافقین کا گروہ ہیں، پہلا یہودی قبیلہ جس نے نقضِ عہد کیا وہ بنی قینقاع ہیں ان کی بدعہدی ان سے جنگ پر منتج ہوئی جو بدر کے فوراً بعد ماہِ شوال میں ہوئی انہوں اپنا آپ آنجناب کے فیصلہ پر چھوڑ دیا آپ نے انہیں بطورِ سزا قتل کر دینے کا ارادہ کیا مگر عبداللہ بن ابی (جس کا نفاق ابھی ظاہر نہیں ہوا تھا) جو ان کا حلیف تھا، کے کہنے پر معاف کر دیا البتہ انہیں اذرعات (شام کا ایک شہر) کی طرف جلاوطن کر دیا، ان کے بعد ایک موقع پر جس کی تفصیل آگے آرہی ہے، بنی نضیر نے عہد شکنی کی، ان کا سردار حیی بن اخطب تھا، پھر بنی قریظہ عہد شکنی کے مرتکب ہوئے، غزوہ خندق کے بعد ان کا حال بیان ہوگا۔

(و مخرج رسول الخ) آگے ابن اسحاق کی کلام پر بحث کے دوران اس واقعہ کی تفصیل آرہی ہے۔ (وقال الزھری عن عروۃ الخ) یہ مصنف عبدالرزاق میں اتم سیاق کے ساتھ موصول ہے، آخر اس امر کی اجازت ملی کہ اونٹوں پر جو اپنا مال و اسباب لاد کر لے جا سکتے ہیں، لے جائیں البتہ ہتھیار ادھر ہی چھوڑ دیں انہی کے بارہ میں سورۃ الحشر کی ابتدائی آیات (لأول الحشر) تک نازل ہوئیں، انہیں شام جلاوطن کر دیا، یہ بنی اسرائیل کی اس شاخ سے تھے جو قبل ازیں کبھی جلاوطن نہ ہوئی تھی، تو شام کی طرف ان کی جلاوطنی کو قرآن نے اول حشر قرار دیا اور یہ بھی کہ اگر ان کی بابت جلاوطنی مقدر نہ ہوتی تو دنیا میں سخت عذاب پہنچائے جاتے اور آخرت میں عذابِ نار تو ہے ہی۔ ابن تین بیان کرتے ہیں کہ داؤدی نے ابن اسحاق کی اس رائے کو راجح قرار دیا ہے کہ غزوہ بنی نضیر بئرِ معونہ کے واقعہ کے بعد تھا، اس آیت سے استدلال کیا ہے: (وَ أَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ صَيَاصِيهِمْ) [الأحزاب: ۲۶] کہتے ہیں یہ جنگ احزاب کے بارہ میں نازل ہوئی تھی، بقول ابن حجر یہ کمزور استدلال ہے کیونکہ اس آیت میں شانِ نزول تو بنی قریظہ کی عہد شکنی اور ان کا انجام ہے، انہی نے احزاب کی مدد کی تھی، بنی نضیر کا اس واقعہ میں کوئی کردار نہیں بلکہ جنگ احزاب کے منجملہ اسباب میں ان کی جلاوطنی بھی ایک سبب تھی، ان کے ایک سردار حیی نے مخالف عربوں کو تیار کیا کہ ایک لشکرِ جرار لے کر مدینہ پر حملہ آور ہوں اسی نے بنی قریظہ کو بھی ورغلا لیا کہ ان فوجوں کا ساتھ دیں۔

(وقول الله عزوجل هو الذی الخ) عبدالرزاق کا اثرِ مذکور اس آیت کی مراد واضح کرتا ہے ابن اسحاق نے بھی اس غزوہ کے ذکر میں اس کی تفسیر نقل کی ہے، اہلِ علم متفق ہیں کہ ان کے چھوڑے ہوئے باغات واموال آنجناب کیلئے خاص قرار پائے بقول قرآن مسلمانوں نے ان کے خلاف گھوڑے نہ دوڑائے، اصلاً جنگ ہوئی ہی نہ تھی۔

(وجعله ابن اسحاق بعد بئر الخ) سیرت ابن اسحاق میں اسی پر جزم کیا گیا ہے قابسی کے نسخہ میں ہے (وجعله اسحاق) عیاض اسے وہم کہتے ہیں اور یہ کہ درست (ابن اسحاق) ہے شرح کرمانی میں (محمد بن اسحاق بن نضیر) مکتوب ہے، یہ بھی غلط ہے، صاحب سیرت ابن اسحاق کے دادا کا نام یسار تھا، ابن اسحاق عبداللہ بن ابوبکر بن حزم وغیرہ کئی اہلِ علم سے نقل کرتے ہیں کہ عامر بن طفیل نے بئر معونہ کے واقعہ میں گرفتار صحابی حضرت عمرو بن امیہ کو اپنی والدہ کی ایک گردن آزاد کرنے کی نذر کے بطور آزاد کر دیا، عمرو آزادی پا کر مدینہ آرہے تھے کہ راستے میں بنی عامر کے دو اشخاص ملے جن کے ساتھ نبی اکرم کا معاہدِ صلح تھا مگر عمرو کو ان کا علم نہ تھا، عمرو نے پوچھا کہ کس قبیلہ کے ہو؟ کہا بنی عامر سے، پھر سوتے میں انہیں قتل کر دیا اور خیال کیا کہ ان کے قبیلہ کی طرف سے کی گئی غداری اور عہد شکنی کا کچھ انتقام لے لیا ہے (یہی بنی عامر واقعہِ بئر معونہ کے ذمہ دار تھے) آنجناب کو پتہ چلا تو فرمایا اب دیت دینا لازمی ہے آگے غزوہ احد کے بعد بئر معونہ کا باب آئے گا، ابن اسحاق یزید بن رومان سے نقل کرتے ہیں کہ انہی دو مقتولوں کی دیت میں تعاون حاصل کرنے نبی اکرم بنی نضیر کے ہاں تشریف لے گئے تھے، بنی نضیر اور بنی عامر کے مابین عقد وحلف کا معاہدہ تھا، آپ آئے تو کہنے لگے جی ہاں ابھی کرتے ہیں پھر باہم سازش کی کہ یہ بڑا سنہری موقع ملا ہے (کہ نبی اکرم تنہا ایک دو صحابہ کے ساتھ غیر مسلح آئے ہیں) انہیں (نعوذ باللہ) شہید کر دو، آپ ایک دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے تو سازش کی کہ کوئی اوپر سے آپ پر چٹان گرا دے، کہتے ہیں اس کام کیلئے عمرو بن جحاش بن کعب تیار ہوا، آپکو بذریعہ وحی اس سازش سے باخبر کر دیا گیا آپ ایسے انداز میں کھڑے ہوگئے کہ قضائے حاجت در پیش ہے، ساتھیوں سے کہا تم ابھی ادھر ہی بیٹھے رہو اور خود نہایت سرعت سے مدینہ واپس آئے ادھر جب وہاں موجود صحابہ نے تاخیر ہونے پر آپ کا پتہ کرایا تو معلوم ہوا آپ تو واپس جاچکے ہیں تو وہ بھی پلٹ آئے آپ نے صحابہ کرام کو مسلح ہونے اور بنی نضیر کا محاصرہ کر لینے کا حکم جاری فرمایا، یہ قلعہ بند ہوگئے آپ نے آس پاس کے درخت کاٹنے اور تحریق کا حکم دیا بقول ابن اسحاق چھ دن تک محاصرہ جاری رہا، منافقین نے انہیں پیغام بھیجا تھا کہ جمے رہنا اگر لڑائی ہوئی تو ہم تمہارا ساتھ دیں گے مگر (جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے) اللہ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا یہ اپنے کہے پہ پورا نہ اتر پائے آخر معاملہ ان کی جلاوطنی پر ختم ہوا

بیہقی نے محمد بن مسلمہ سے روایت کیا ہے کہ نبی پاک نے ان کے ہاتھ ان کی طرف پیغام بھیجا کہ تین دن کی مہلت ہے ابن مردویہ بھی نے سندِ صحیح کے ساتھ معمر عن زہری کے حوالے سے بنی نضیر کا واقعہ نقل کیا ہے، اس میں ہے کہ کفارِ قریش نے عبداللہ بن ابی وغیرہ منافقینِ مدینہ کو خط لکھا اور دھمکی دی کہ تم لوگوں نے محمدؐ اور انکے ساتھیوں کو مدینہ میں پناہ دی ہے اب ہم تمام عربوں کو لیکر تم پر حملہ آور ہوں گے اس پر ابن ابی نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ مسلمانوں سے جنگ کرنے کا ارادہ بنایا، نبی پاک کو علم ہوا تو آپ ان کے پاس گئے اور فرمایا یہ قریش کی ایک چال ہے وہ اہل مدینہ کو باہم برسرِ پیکار کرنا چاہتے ہیں، آپکی یہ بات ان کی سمجھ میں آگئی اور لڑائی سے باز آگئے، بدر کے بعد قریشِ مکہ نے یہودیوں کو اسی مضمون پر مشتمل دھمکی آمیز خطوط لکھے اس پر سب سے قبل بنی نضیر نے ریشہ دوانیوں کا پروگرام بنایا، آنجناب سے کہنے لگے آپ بھی تین ساتھیوں کے ہمراہ آجائیں ہمارے تین علماء آپ سے مناظرہ کرینگے اگر وہ آپ کی

دلیلوں کے قائل ہو کر مسلمان ہو گئے تو ہم سبھی اسلام قبول کر لیں گے اور سازش یہ کی کہ ان تین افراد کو خنجر بدست کرنے کا پروگرام بنایا تو بنی نضیر کی ایک خاتون جو ایک انصاری کی بہن بنی ہوئی تھی، نے اس انصاری کو اس سازش سے باخبر کر دیا، انہوں نے نبی پاک کو بتلایا آپ اس وقت راستے میں تھے تو وہیں سے پلٹ آئے اور اگلی صبح صحابہ کرام کے ہمراہ ان کا محاصرہ کر لیا آخر وہ جلا وطنی پر رضا مند ہوئے انہیں اجازت دی کہ جو کچھ اپنے ساتھ لے جا سکتے ہیں لے جائیں تو ہر ممکن مال واسباب حتی کہ اپنے گھروں کے دروازے بھی اکھاڑ کر لا دلئے اور خود ہی اپنے ہاتھوں سے اپنے گھروں کو گرا دیا (تا کہ بعد میں کوئی اور نہ ان میں رہائش اختیار نہ کر لے) ان میں لگی لکڑیاں اور ساز وسامان۔ جو ممکن ہوا، اٹھا لیا، اسے عبد بن حمید نے بھی اپنی تفسیر میں عبدالرزاق سے نقل کیا ہے اس سے ابن تین کے اس دعوی کا بھی رد ہوا کہ اس قصہ میں کوئی حدیثِ مسند موجود نہیں، بقول ابن حجر یہ ابن اسحاق کے ذکر کردہ سبب کہ ان دو عامری مقتولوں کی دیت میں تعاون طلب کرنے کے دوران پیش آیا واقعہ اس کا سبب بنا، سے قوی ہے لیکن اکثر اہلِ مغازی ابن اسحاق کے ہمنوا ہیں، اگر یہ ثابت ہے کہ ان کی جلا وطنی اسی طلبِ دیت کے واقعہ کی پاداش میں واقع ہوئی تب ابن اسحاق کا دعوی درست قرار پائے گا کیونکہ بئرِ معونہ کا واقعہ بالا تفاق غزوہ احد کے بعد تھا۔

شاہ انور کشمیری اس باب کے تحت رقمطراز ہیں کہ بنی نضیر اور بنی قریظہ دو بڑے یہودی قبائل تھے جن کے تحت کئی شاخیں تھیں مثلا بنی قینقاع اور یہودِ بنی حارثہ، ان کی عہد شکنی کے سبب انہیں اریحاء، تیماء اور وادی القریٰ کی طرف جلا وطن کر دیا گیا (هُوَ الَّذِیْ أَخْرَجَ الَّذِیْنَ کَفَرُوا۔ لِأَوَّلِ الْحَشْرِ الخ) کی بابت لکھتے ہیں یہ لفظ اس امر کا اشارہ دیتا ہے کہ ابھی ایک اور جلا وطنی کا سامنا پڑے گا تو یہ وہ جو حضرت عمر کے زمانہ میں متحقق ہوئی تب خیبر اور جزیرہ العرب کے تمام مقامات سے شام کی طرف جلا وطن کر دئے گئے، ایک قول یہ بھی ہے کہ ثانی حشر سے مراد قیامت کے دن حساب کتاب کا سامنا کرنے کیلئے شام کا رخ کرنا ہے اور یہ تمام لوگوں کو درپیش ہوگا، کہتے ہیں بیت اللہ کالدیوان الخاص ہے جبکہ ارضِ شام کالدیوان العام، تو حساب ارضِ شام میں ہوگا۔

4028 - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَیْجٍ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ حَارَبَتِ النَّضِیرُ وَقُرَیْظَةُ فَأَجْلَى بَنِی النَّضِیرِ وَأَقَرَّ قُرَیْظَةَ وَمَنَّ عَلَیْهِمْ حَتَّى حَارَبَتْ قُرَیْظَةُ فَقَتَلَ رِجَالَهُمْ وَقَسَمَ نِسَاءَ هُمْ وَأَوْلَادَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بَیْنَ الْمُسْلِمِینَ إِلَّا بَعْضَهُمْ لَحِقُوا بِالنَّبِیِّ ﷺ فَآمَنَهُمْ وَأَسْلَمُوا وَأَجْلَى یَهُودَ الْمَدِینَةِ کُلَّهُمْ بَنِی قَیْنُقَاعَ وَهُمْ رَهْطُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ وَیَهُودَ بَنِی حَارِثَةَ وَکُلَّ یَهُودِ الْمَدِینَةِ

ابن عمر کہتے ہیں نضیر اور قریظہ نے (مسلمانوں سے) لڑائی کی تو نتیجۃً بنی نضیر جلا وطن ہوئے اور قریظہ مدینہ میں باقی رہے، یہ آنجناب کا ان پہ احسان تھا تا آنکہ (خندق کے موقع پہ) پھر جنگ کی اب (حضرت سعد بن معاذ کے فیصلہ کے مطابق) انکے مردوں کو قتل کیا اور ان کی اولاد اور عورتیں قیدی بنا کر اہلِ اسلام پر تقسیم کر دیے سوائے ان بعض افراد کے جنہیں نبی اکرم نے امان دی اور انہوں نے اسلام قبول کیا، آپ نے مدینہ کے تمام یہودی آخر کار جلا وطن کر دئے، بنی قینقاع کو بھی جو عبداللہ بن سلام کا قبیلہ تھا اور بنی حارثہ کو بھی اور مدینہ کے ہر یہودی کو۔

بنی نضیر کے بارہ میں موسیٰ بن عقبہ لکھتے ہیں کہ ان مذکورہ بالا سازشوں کے ساتھ ساتھ وہ قریش کو مخبری بھی کرتے اور مسلمانوں

کے رازوں سے آگاہ کرتے تھے، دیت کے لئے آنجناب کے ان کے ہاں آنے کا واقعہ بھی درج کیا ہے، کہتے ہیں اسی بارہ میں یہ آیت نازل ہوئی (يَا أَيُّهَاالَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوانِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ هَمَّ قَوْمٌ أَنْ يَبْسُطُوْا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ أَيْدِيَهُمْ)[المائدہ : ۱۱]، ابن سعد نے نقل کیا ہے کہ نبی پاک نے ان کی طرف محمد بن مسلمہ کو یہ پیغام دے کر بھیجا کہ ان دسائس اور ریشہ دوانیوں کے بعد تم اور میں ایک شہر میں نہیں رہ سکتے، تمہیں دس دن کی مہلت ہے، نکل جاؤ، قریظہ کے ساتھ جنگ کی وجہ احزاب کی جنگ میں ان کی عظیم غداری و بدعہدی ہے جس کا ذکر غزوہ خندق میں ہوگا۔

(حاربت قريظة) اس کا ذکر آگے غزوہ خندق کے باب میں آرہا ہے ان کے شرف کے مدِ نظر ان کا تذکرہ نبی نضیر سے قبل کیا۔ (النضير) اولا انہیں دس دن کی مہلت کے ساتھ نکل جانے کا پیغام بھیجا مگر عبداللہ بن ابی کی ہلا شیری کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اور نبی قریظہ کے قول کہ اگر لڑائی ہوئی تو ہم بھی تمہارا ساتھ دیں گے، کی وجہ سے محمد بن مسلمہ سے کہنے لگے ہمیں یہ دھمکی قبول نہیں، کرلو جو کرنا ہے مگر جب نبی اکرم نے محاصرہ کیا تو نہ ابن ابی آیا اور نہ بنی قریظہ، عبد بن حمید اپنی تفسیر میں عکرمہ سے ناقل ہیں کہ ان سے لڑائی اس صبح ہوئی جس رات کعب بن اشرف قتل ہوا تھا، اس کا واقعہ اس کے بعد ذکر ہورہا ہے۔

(بني قينقاع) یہ بدلیت کی بنا پر منصوب ہے قینقاع کے نون پر تینوں حرکات پڑھی جاتی ہیں، اشہر پیش ہے سب سے پہلے مدینہ سے انہی کو جلا وطن کیا گیا، ابن اسحاق سیرت میں اپنے والد اور وہ عبادہ بن ولید، وہ حضرت عبادہ بن صامت سے نقل کرتے ہیں کہ نبی قینقاع سے لڑائی ہوئی تو عبداللہ بن ابی جو ان کا حلیف تھا، اس معاملہ میں پڑا، عبادہ بن صامت بھی اس کے ساتھ ہوئے وہ بھی ان کے حلیف تھے مگر جلد ہی لاتعلقی اختیار کرلی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی: (يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَاتَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارىٰ أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ- إلىٰ قوله- يَقُوْلُوْنَ نَخْشىٰ أَنْ تُصِيْبَنَا دَائِرَةٌ) [المائدہ: ۵۱-۵۲]، ابن ابی نے آنجناب سے مطالبہ کیا کہ ان پر احسان کریں، کہنے لگا اے محمد انہوں نے ہمیشہ مجھے اسود و احمر سے بچایا ہے (یعنی ہر مشکل میں میری مدد کی ہے) تو آپ نے اس کی درخواست قبول کی اور انہیں قتل کر دینے کا ارادہ بدل دیا، واقدی کہتے ہیں ان کی جلا وطنی شوال ۲ھ کو عمل میں آئی یعنی جنگ بدر کے ایک ماہ بعد، اس کی تائید ابن اسحاق کی ابن عباس سے نقل کردہ اس روایت سے بھی ملتی ہے جس میں ہے کہ جنگ بدر کے بعد ایک دن آنجناب نے بنی قینقاع کے بازار میں جلسہ کیا اور یہودیوں سے فرمایا اسلام قبول کرلو، قبل اس کے کہ قریش کی طرح تم بھی داغِ شکست لو، وہ کہنے لگے قریش تو لڑنے بھڑنے والے نہیں ہمارے ساتھ واسطہ پڑا تو آپ کو پتہ چلے گا کہ ہم ہیں مرد ہائے میدان، اس پر یہ آیت نازل ہوئی: (قُلْ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَ تُحْشَرُوْنَ- إلىٰ قوله- لِأُولِي الْأَبْصَارِ)[آل عمران:۱۲-۱۳] حاکم نے غرابت کا مظاہرہ کیا جب کہا کہ بنی نضیر اور بنی قینقاع کی جلاوطنی ایک ہی زمانہ میں ہوئی، وہ عروہ کے اس قول سے موافق نہیں کہ بنی نضیر کی جلا وطنی بدر کے چھ ماہ بعد ہوئی اور نہ ابن اسحاق کے قول سے کہ یہ واقعہ بدر سے ایک طویل مدت کے بعد پیش آیا۔

4029 - حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُدْرِكٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ سُورَةُ الْحَشْرِقَالَ قُلْ سُورَةُ النَّضِيرِ تَابَعَهُ هُشَيْمٌ عَنْ أَبِي بِشْرٍ .أطرافه 4645، 4882، 4883-

راوی کہتے ہیں میں نے ابن عباس سے کہا سورۃ الحشر، کہنے لگے سورۃ النضیر کہو۔

ابن عباس کی روایت سورۃ الحشر کو سورۃ النضیر کہنے کے بارہ میں، گویا وہ اس خیال سے کہ کوئی حشر سے مراد یوم قیامت نہ لے، اسے نضیر سے موسوم کرتے تھے کیونکہ انہی کی بابت تذکرہ کرتی ہے، ابن مردویہ نے ایک دیگر طریق کے ساتھ ابن عباس سے نقل کیا، کہتے ہیں سورۃ حشر کا نزول بنی نضیر کی بابت ہوا، اس میں اللہ تعالیٰ نے انہیں پہنچنے والی نقمہ کا ذکر فرمایا ہے۔ (تابعه هشيم الخ) یہ کتاب التفسیر میں موصول ہے۔

4030 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ أَبِيهِ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍؓ قَالَ كَانَ الرَّجُلُ يَجْعَلُ لِلنَّبِيِّ ﷺ النَّخَلَاتِ حَتَّى افْتَتَحَ قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيرَ فَكَانَ بَعْدَ ذَلِكَ يَرُدُّ عَلَيْهِمْ .أطرافه 2630، 3128، 4120 -

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ انصاری صحابہ اپنے بعض باغات کو نبی پاک کیلئے مختص کر دیتے مگر قریظہ اور نضیر کی فتح کے بعد آپ کو اس کی ضرورت نہ رہی۔

معتمر اپنے والد سلیمان تیمی سے روای ہیں۔ (كان الرجل يجعل الخ) الخمس میں اسی اسناد کے ساتھ گزر چکی ہے آگے غزوہ بنی قریظہ میں اتم سیاق کے ساتھ آ رہی ہے حاکم نے اکلیل میں ام العلاء کی حدیث سے نقل کیا ہے کہ فتح نضیر کے بعد نبی اکرم نے انصار سے فرمایا اگر چاہو تو اللہ تعالیٰ نے جو مجھے یہ مالِ فیء دیا ہے تمہارے درمیان تقسیم کر دوں اور مہاجرین کو جو تم لوگوں نے گھر مہیا کئے اور اموال دئے وہ انہی کے پاس رہیں اور چاہو تو یہ اموال انہیں دیدوں اور جو کچھ تم نے انہیں دیا ہے وہ تمہیں واپس کر دیں؟ تو انصار نے یہ دوسرا امر اختیار کیا۔

4031 - حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ حَرَّقَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ نَخْلَ بَنِي النَّضِيرِ وَقَطَعَ وَهِيَ الْبُوَيْرَةُ فَنَزَلَتْ (مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِينَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوهَا قَائِمَةً عَلَى أُصُولِهَا فَبِإِذْنِ اللَّهِ) أطرافه 2326، 3021، 4032، 4884 - (ترجمہ کیلئے جلد سوم ص:۵۲۵)

(وهى البويرة) بؤرة أى حفرة (گڑھا) کی تصغیر، یہ مدینہ اور تیماء کے مابین ایک معروف جگہ کا نام تھا جسے بویلہ بھی کہا جاتا تھا، یہ مسجد قباء کے قبلہ کی جہت سے جانبِ مغرب تھی۔ (فنزل: مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِينَةٍ الخ) لینہ کھجوروں کے درختوں کی ایک قسم ہے، بطورِ خاص صرف انہیں کاٹنے میں یہ ایماء تھا کہ اگر ایسا کرنے کی ضرورت پڑے تو ایسے درخت کاٹے جائیں جن کا پھر ذخیرہ نہیں کیا جاتا کیونکہ ان کے ہاں عرف یہ تھا کہ عجوہ اور برنی کھجوروں کے درختوں کا اقتیات ہوتا تھا لینہ کا نہیں، الجامع میں ہے لینہ بمعنی نخل ہے۔ بعض نے دقل (یعنی ردی کھجور) کہا ہے فراء سے منقول ہے کہ عجوہ کے سوا تمام اشجارِ نخل لینہ ہیں۔

4032 - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا حَبَّانُ أَخْبَرَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ أَسْمَاءَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ حَرَّقَ نَخْلَ بَنِي النَّضِيرِ قَالَ وَلَهَا يَقُولُ حَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ وَهَانَ عَلَى سَرَاةِ بَنِي لُؤَيٍّ حَرِيقٌ بِالْبُوَيْرَةِ مُسْتَطِيرُ قَالَ فَأَجَابَهُ أَبُو سُفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ أَدَامَ اللَّهُ ذَلِكَ مِنْ صَنِيعٍ

وَحَرَّقَ فِي نَوَاحِيهَا السَّعِيرُ سَتَعْلَمُ أَيُّنَا مِنْهَا بِنُزْهٍ وَتَعْلَمُ أَيَّ أَرْضَيْنَا تَضِيرُ

أطرافه 2326، 3021، 4031، 4884- (سابقه)

شیخ بخاری ابن راہویہ ہیں جو حبان بن ہلال سے راوی ہیں۔ (وهانَ علی سراة الخ) اکثر کے ہاں یہی ہے، نسخۂ کشمیہنی میں (لهان) ہے اسماعیلی کی روایت میں واؤ یالام کے بغیر ہے، سراۃ سری کی جمع ہے بمعنی سردار، حضرت حسان نے قریش کو عار دلانے کی غرض سے یہ کہا تھا کیونکہ انہی کی آشیر باد سے بنی نضیر عہد شکنی پر مائل ہوئے لیکن وہ وعدہ کے باوجود ان کی مدد کو نہ آسکے۔ (فأجابه أبو سفيان الخ) حضرت عبدالمطلب کے پوتے، آنجناب کے عمزاد، فتح مکہ کے بعد قبولِ اسلام کیا تھا حنین میں عارضی طور پر جب افراتفری مچی اور مسلمانوں کے قدم اکھڑے تو یہ ان چند بہادروں میں شامل تھے جو نبی اکرم کے ساتھ ثابت قدم رہے ابراہیم بن منذر کے بقول ان کا نام مغیرۃ تھا مگر ابن قتیبہ جزم کے ساتھ مغیرہ ان کے بھائی کا نام بتلاتے ہیں، ابن عبدالبر اور سہیلی بھی یہی کہتے ہیں۔ (ستعلم أينا منها بنزه) نزہ بُعد کے ہم معنی و وزن ہے نون پر زبر کے ساتھ بھی کہا گیا ہے۔ (أي أرضينا) تثنیہ کا صیغہ ہے۔

(تضير) ضير سے، بمعنی ضرّ، مشہور یہی ہے کہ حضرت حسان نے (و هَانَ الخ) اشعار کہے جن کا ابوسفیان نے ان شعروں کے ساتھ جواب دیا، مسلم کی روایت میں سب نہیں بعض اشعار مذکور ہیں مگر ہمارے شیخ الشیوخ ابوالفتح بن سید الناس قرار دیتے ہیں کہ (و هان على سراة الخ) ابوسفیان کے اشعار ہیں البتہ ھانَ کی بجائے (عزَّ) کا لفظ ذکر کیا اور جو یہاں ابوسفیان کی طرف اشعار منسوب ہیں انہیں وہ حضرت حسان کے اشعار قرار دیتے ہیں، کہتے ہیں یہی اشبہ (انسب) ہے مگر انہوں نے اس ترجیح کی کوئی دلیل ذکر نہیں کی بظاہر جو صحیح بخاری میں مذکور ہے، اصح ہے، دراصل قریش ہر دشمنِ نبی و اسلام کی تائید کرتے اور ان کی مدد کو پہنچنے کا وعدہ کرتے تھے، جب بنی نضیر کے اس واقعہ میں انہیں رسوائیاں سمیٹنا پڑیں تو حضرت حسان نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بزبانِ شعر ان پر سخت چوٹ کی اور طنز کیا کہ بنی لؤی یعنی قریش کے سردار بویرہ میں لگائی مسلمانوں کی اس آگ کو کیسے ٹھنڈے پیٹوں پی گئے اور کچھ بھی نہ کر سکے، ابن اسحاق کا دعوی ہے کہ یہ قصیدہ دراصل غزوہ بنی قریظہ کے بارہ میں تھا ان دو اشعار میں بنی نضیر کا تذکرہ استطرادا کر دیا، اسی نظم میں یہ اشعار بھی ہیں: (ألا يا سعد سعد بني معاذ فما فعلت قريظة والنضير) اسی کا ایک شعر ہے: (و قد قال الكريم أبو حباب أقيموا قينقاع ولا تسيروا) شروع کے چند اشعار یہ ہیں:

(تقاعدَ معشر نصروا قريشا و ليس لهم ببلدتهم نصير
هم أوتوا الكتاب فضيَّعُوه فَهُمْ عُمْيٌ عن التوراة بور
كفرتم بالقرآن لقد لقيتم بتصديق الذى قال النذير)

ابوسفیان کے جوابی شعر (و تعلم أي أرضينا تضير) سے بھی روایتِ بخاری کی تائید ہوتی ہے کیونکہ ارضِ بنی نضیر ارضِ انصار کی مجاور تھی اسکی خرابی اسے بھی متاثر کر سکتی تھی بخلاف ارضِ قریش کے کہ وہ وہاں سے کوسوں دور تھی تو وہ یہ کہنا چاہ رہے تھے کہ مسلمانوں کی سرزمین پہ اس کا برا اثر پڑے گا، کہتے ہیں اگرچہ جواباً یہ بھی کہا جا سکتا تھا کہ اس ارض نضیر کی کچھ پیداوار مکہ جاتی تھی اس پہلو سے وہ بھی متاثر ہوئے بنا نہیں رہ سکتا، مسلمانوں کے ہاں تو خیبر سے بھی پھل وغیرہ پہنچتے تھے، بہر حال تعارض کی صورت میں صحیح کی روایت راجح قرار پائے گی، ابو عمرو شیبانی کا قول ہے کہ ابوسفیان نے اپنی اس نظم میں حضرت حسان کے ایک شعر کو مضمن کیا تھا تاکہ

سے مستدم کریں (یعنی معمولی تصرف سے اپنے حسب منشا بنائیں، یعنی پورا شعر اپنی نظم میں شامل کیا جو ادبی اصطلاح میں تضمین کہلاتا ہے) کر یہ محفوظ ہے تو احتمال ہے کہ حسان نے (وھانَ علی سراۃ النخ) کہا، انہوں نے ھانَ کو (عز) میں تبدیل کر کے اپنا نقطہ نظر واضح کیا، شعراء کے ہاں یہ عمل سائغ ہے کعب بن مالک کا بھی اسی زمین میں ایک قصیدہ ہے جسے ابن اسحاق نے ذکر کیا، اس کا مطلع ہے:

(لقد منیت بغدرتها الجبور كذاك الدهر ذو صرف یدور)

یک شعر میں کعب بن اشرف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

(فغودر منهم كعبٌ صريعا فذلت عند مصرعه النضير)۔

4033 - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي مَالِكُ بْنُ أَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ النَّصْرِيُّ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ دَعَاهُ إِذْ جَاءَهُ حَاجِبُهُ يَرْفَا فَقَالَ هَلْ لَكَ فِي عُثْمَانَ وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ وَالزُّبَيْرِ وَسَعْدٍ يَسْتَأْذِنُونَ فَقَالَ نَعَمْ فَأَدْخِلْهُمْ فَلَبِثَ قَلِيلاً ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ هَلْ لَكَ فِي عَبَّاسٍ وَعَلِيٍّ يَسْتَأْذِنَانِ قَالَ نَعَمْ فَلَمَّا دَخَلاَ قَالَ عَبَّاسٌ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ اقْضِ بَيْنِي وَبَيْنَ هَذَا وَهُمَا يَخْتَصِمَانِ فِي الَّذِي أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ ﷺ مِنْ بَنِي النَّضِيرِ فَاسْتَبَّ عَلِيٌّ وَعَبَّاسٌ فَقَالَ الرَّهْطُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ اقْضِ بَيْنَهُمَا وَأَرِحْ أَحَدَهُمَا مِنَ الآخَرِ فَقَالَ عُمَرُ اتَّئِدُوا أَنْشُدُكُمْ بِاللَّهِ الَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالأَرْضُ هَلْ تَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ لاَ نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ يُرِيدُ بِذَلِكَ نَفْسَهُ قَالُوا قَدْ قَالَ ذَلِكَ فَأَقْبَلَ عُمَرُ عَلَى عَبَّاسٍ وَعَلِيٍّ فَقَالَ أَنْشُدُكُمَا بِاللَّهِ هَلْ تَعْلَمَانِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَدْ قَالَ ذَلِكَ قَالاَ نَعَمْ قَالَ فَإِنِّي أُحَدِّثُكُمْ عَنْ هَذَا الأَمْرِ إِنَّ اللَّهَ سُبْحَانَهُ كَانَ خَصَّ رَسُولَهُ ﷺ فِي هَذَا الْفَيْءِ بِشَيْءٍ لَمْ يُعْطِهِ أَحَدًا غَيْرَهُ فَقَالَ جَلَّ ذِكْرُهُ ﴿وَمَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلاَ رِكَابٍ﴾ إِلَى قَوْلِهِ ﴿قَدِيرٌ﴾ فَكَانَتْ هَذِهِ خَالِصَةً لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ وَاللَّهِ مَا احْتَازَهَا دُونَكُمْ وَلاَ اسْتَأْثَرَهَا عَلَيْكُمْ لَقَدْ أَعْطَاكُمُوهَا وَقَسَمَهَا فِيكُمْ حَتَّى بَقِيَ هَذَا الْمَالُ مِنْهَا فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُنْفِقُ عَلَى أَهْلِهِ نَفَقَةَ سَنَتِهِمْ مِنْ هَذَا الْمَالِ ثُمَّ يَأْخُذُ مَا بَقِيَ فَيَجْعَلُهُ مَجْعَلَ مَالِ اللَّهِ فَعَمِلَ ذَلِكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حَيَاتَهُ ثُمَّ تُوُفِّيَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ فَأَنَا وَلِيُّ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَبَضَهُ أَبُو بَكْرٍ فَعَمِلَ فِيهِ بِمَا عَمِلَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَنْتُمْ حِينَئِذٍ فَأَقْبَلَ عَلَى عَلِيٍّ وَعَبَّاسٍ وَقَالَ تَذْكُرَانِ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ عَمِلَ فِيهِ كَمَا تَقُولاَنِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّهُ فِيهِ لَصَادِقٌ بَارٌّ رَاشِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ ثُمَّ تَوَفَّى اللَّهُ أَبَا بَكْرٍ فَقُلْتُ أَنَا وَلِيُّ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ فَقَبَضْتُهُ سَنَتَيْنِ مِنْ إِمَارَتِي أَعْمَلُ فِيهِ بِمَا عَمِلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ

وَأَبُو بَكْرٍ وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَنِّي فِيهِ صَادِقٌ بَارٌّ رَاشِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ ثُمَّ جِئْتُمَانِي كِلَاكُمَا وَكَلِمَتُكُمَا وَاحِدَةٌ وَأَمْرُكُمَا جَمِيعٌ فَجِئْتَنِي يَعْنِي عَبَّاسًا فَقُلْتُ لَكُمَا إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ فَلَمَّا بَدَا لِي أَنْ أَدْفَعَهُ إِلَيْكُمَا قُلْتُ إِنْ شِئْتُمَا دَفَعْتُهُ إِلَيْكُمَا عَلَى أَنَّ عَلَيْكُمَا عَهْدَ اللَّهِ وَمِيثَاقَهُ لَتَعْمَلَانِ فِيهِ بِمَا عَمِلَ فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَبُو بَكْرٍ وَمَا عَمِلْتُ فِيهِ مُذْ وَلِيتُ وَإِلَّا فَلَا تُكَلِّمَانِي فَقُلْتُمَا ادْفَعْهُ إِلَيْنَا بِذَلِكَ فَدَفَعْتُهُ إِلَيْكُمَا أَفَتَلْتَمِسَانِ مِنِّي قَضَاءً غَيْرَ ذَلِكَ فَوَاللَّهِ الَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ لَا أَقْضِي فِيهِ بِقَضَاءٍ غَيْرِ ذَلِكَ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ فَإِنْ عَجَزْتُمَا عَنْهُ فَادْفَعَا إِلَيَّ فَأَنَا أَكْفِيكُمَاهُ .

أطرافه 2904، 3094، 4885، 5357، 5358، 6728، 7305

4034 - قَالَ فَحَدَّثْتُ هَذَا الْحَدِيثَ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ فَقَالَ صَدَقَ مَالِكُ بْنُ أَوْسٍ أَنَا سَمِعْتُ عَائِشَةَ ؓ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ تَقُولُ أَرْسَلَ أَزْوَاجُ النَّبِيِّ ﷺ عُثْمَانَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ يَسْأَلْنَهُ ثُمُنَهُنَّ مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ ﷺ فَكُنْتُ أَنَا أَرُدُّهُنَّ فَقُلْتُ لَهُنَّ أَلَا تَتَّقِينَ اللَّهَ أَلَمْ تَعْلَمْنَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقُولُ لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ يُرِيدُ بِذَلِكَ نَفْسَهُ إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ ﷺ فِي هَذَا الْمَالِ فَانْتَهَى أَزْوَاجُ النَّبِيِّ ﷺ إِلَى مَا أَخْبَرَتْهُنَّ قَالَ فَكَانَتْ هَذِهِ الصَّدَقَةُ بِيَدِ عَلِيٍّ مَنَعَهَا عَلِيٌّ عَبَّاسًا فَغَلَبَهُ عَلَيْهَا ثُمَّ كَانَ بِيَدِ حَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ ثُمَّ بِيَدِ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ ثُمَّ بِيَدِ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ وَحَسَنِ بْنِ حَسَنٍ كِلَاهُمَا كَانَا يَتَدَاوَلَانِهَا ثُمَّ بِيَدِ زَيْدِ بْنِ حَسَنٍ وَهِيَ صَدَقَةُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ حَقًّا .

طرفاه 6727، 6730 - (مفصل ترجمہ کیلئے جلد چہارم ص: ۵۷۳)

حضرت عمر کے ہاں حضرات عباس وعلی کی مالِ بنی نضیر سے نبی اکرم کے حصہ کی بابت ان کی باہمی مخاصمت کے بارہ میں یہ روایت مشروحا فرض الخمس میں گزر چکی ہے۔ (قال فحدثت هذا الخ) قائل زہری ہیں، اسی اسناد کے ساتھ موصول ہے یہ سابقہ روایت کے ساتھ فرض الخمس میں مشروح ہے۔

علامہ انور روایت کے الفاظ: (فقتل رجالهم وقسم نسائهم و أولادهم) کے تحت لکھتے ہیں ایک مرتبہ میرے سامنے ایک پادری نے ایک مسلمان سے کہا اگر تمہارے نبی صادق ہیں تو پھر یہودیوں کے چھ سو افراد کیوں قتل کئے (یہودِ بنی قریظہ کے) میں دیکھتا رہا کہ وہ مسلمان اس کا کیا جواب دیتا ہے مگر اس سے کوئی جواب بن نہ پڑا تو میں آگے بڑھا اور پادری سے کہا کیا تم مجھے بتلاؤ گے کہ اس سے قبل کتنی دفعہ (یہودیوں کی ریشہ دوانیوں اور عہد شکنی کے باوجود) ہمارے نبی نے ان سے درگزر کیا؟ تو تمہاری شریعت میں عہد شکنی کی کیا سزا ہے؟ اس پہ وہ خاموش رہا، میں نے کہا یوحنا (انجیل) کا نواں، یا سولھواں باب نکالو، وہ کھول کر پڑھنے لگا جب فارقلیط پہ پہنچا تو میں نے روکا اور پوچھا یہ فارقلیط کون ہے؟ کہنے لگا روح القدس، میں نے کہا کیا روح القدس ہمیشہ سیدنا عیسیٰؑ کے ساتھ تھے یا

کبھی ان سے جدا بھی ہوتے تھے حضرت عیسیٰ تو کہہ رہے ہیں فارقلیط تمہارے پاس تب تک نہ آئے گا جب تک میں چلا نہ جاؤں، اس پر وہ مبہوت ہوا، میں نے کہا میں تم سے زیادہ تمہاری کتاب کو جانتا ہوں پھر وہ مجھ سے کئی اشیاء کی بابت استفسار کرتا رہا اور میں جواب دیتا رہا گھر قریب آیا تو مجھے کھڑے ہو کر نہایت اکرام سے رخصت کیا۔

(هل لك في عثمان الخ) کی بابت لکھتے ہیں کئی دفعہ تم سن چکے ہو کہ فدک کے بارہ میں یہ کلام تولّیت کی بابت تھی نہ کہ ملکیت کے بارہ میں جیسا کہ سمہودی نے تحقیق کی ہے، وقف شدہ چیز مِلک نہیں بن سکتی اس کا کسی کو صرف نگران بنایا جاتا ہے مگر ہمارا مشاہدہ ہے کہ دو نسلوں کے بعد لوگ اسے اپنی ملکیت ہی بنا لیتے ہیں فقہ حنفیہ میں ہے کہ اولیٰ یہی ہے کہ واقف کی اولاد ہی کو اس کی تولیت سونپی جائے جب تک ان میں خیانت ظاہر نہ ہو، (فاستب علي و عباس) کی بابت رقمطراز ہیں کہ ان کا باہم گالم گلوچ ہونا کوئی تعجب انگیز امر نہیں، یہ آفرینش انسان سے لوگوں کی طبیعت ہے کہ باہمی تکرار میں کبھی آواز بلند ہو جاتی ہے کبھی نرم، کبھی شدت وغلظت ہوتی ہے، کبھی نرم روئی سے معاملات طے پا جاتے ہیں، صحابہ کرام کے مابین بھی اس قسم کے طبعی معاملات ہو جاتے ہیں آخر وہ بھی انسان تھے ہاں البتہ ان کے یہ جھگڑے کسی طمع و ہوی کے زیر اثر نہ تھے بلکہ اپنی دانست میں جسے حق سمجھتے اس کا احقاق و تائید کرتے، یہ شیعہ کا شور وشرابا ہے اللہ انہیں رسوا کرے کہ فدک کے مسئلہ کو ایسا گرم ایشو بنا لیا اور حضرت ابوبکر کی ذاتِ گرامی کو اس وجہ سے طعن و تشنیع کا نشانہ بناتے ہیں، یہ نہیں سمجھتے کہ ان کا یہ انکار کوئی ان کی ذاتی رائے نہ تھی بلکہ حدیثِ نبوی کو بیان کیا جسے سب نے مانا تو پھر ان کا کیا گناہ؟ کیا حضرت علی کی خاموشی ان کا تقیہ تھا؟ اگر تقیہ تھا تو اپنے دورِ خلافت میں کیوں نہ اسے وارثوں میں تقسیم کر دیا؟ جہاں تک یہ مذکور کہ پھر مرنے تک حضرت فاطمہ نے حضرت ابوبکر سے کلام نہ کی تو اس سے مراد یہ ہے کہ فدک کے بارہ میں پھر دوبارہ یہ مطالبہ نہ کیا، بہر حال اگر شیعہ والا معنی (کہ ان سے بائیکاٹ کر لیا) بھی مراد لیں تو یہ حضرت فاطمہ کا ذاتی فعل ہے، ابوبکر مطعون قرار نہیں دے جا سکتے، (أفاء الله) کے متعلق لکھتے ہیں یہ مال آنجناب کی مِلک نہ قرار پایا صرف آپکو حقِ تصرف دیا گیا کہ اللہ تعالی کے بیان کردہ مصارف میں اسے استعمال کریں، فدک کے موضوع پر التحفہ کے نام سے شاہ عبدالعزیز دہلوی کی اور الصواقع نام سے کابل کے ایک عالم کی کتاب ہے۔

لکھتے ہیں کبھی فئ اور غنیمت کے مابین فرق پہچاننا دشوار ہوتا ہے، فئ کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ جو بغیر ایجافِ خیل و رکاب (یعنی بغیر تگ ودو اور لڑائی) کے حاصل ہو، بنی نضیر کے مصلہ اموال کو فئ قرار دیا گیا ہے حالانکہ انکا محاصرہ کیا گیا تھا، اگر کہو لیکن لڑائی نہ ہوئی تھی، صلح سے معاملہ طے پا گیا تھا تو یہ بھی باعثِ اشکال ہے کیونکہ جنگوں میں کئی دفعہ معاہدہ ہائے صلح ہو جاتے ہیں، شائد توجیہہ یہ ہے کہ جنگ کے بعد کی صلح دراصل جنگ ہی قرار پائے گی، یہ بھی مسلمانوں کی طرف سے تنکیل کے بعد ہی مائل بصلح ہوئے تھے لہذا ان کے مصلہ اموال غنیمت معتبر ہوں گے لیکن جب قتال وحرب واقع ہی نہ ہوا تو ان سے صلح اس امر پر محمول کی جائے گی کہ اللہ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا، لہذا ان کے اموال کی حیثیت فئ کی ہے کیونکہ ایجاف خیل نہیں ہوا (مراد یہ کہ عملی لڑائی کی نوبت نہیں)۔

4035 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا هِشَامٌ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلاَمُ وَالْعَبَّاسَ أَتَيَا أَبَا بَكْرٍ يَلْتَمِسَانِ مِيرَاثَهُمَا أَرْضَهُ مِنْ فَدَكٍ وَسَهْمَهُ مِنْ خَيْبَرَ . أطرافه 3092، 3711، 4240، - 4036-6725 - فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ سَمِعْتُ

النَّبِیَّ ﷺ يَقُولُ لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ فِي هَذَا الْمَالِ وَاللَّهِ لَقَرَابَةُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ أَصِلَ مِنْ قَرَابَتِي .

(ترجمہ کیلئے جلد چہارم ص:۵۶۹) أطرافه 3093، 3712، 4241، 6726

یہ بھی اتم سیاق کے ساتھ وہیں گزر چکی ہے۔

15 - باب قَتْلُ كَعْبِ بْنِ الأَشْرَفِ (کعب بن اشرف کا قتل)

ابن اسحاق لکھتے ہیں کعب بن اشرف اصلاً عربی تھا قبیلہ طے کی شاخ بنی نبہان سے تعلق تھا زمانۂ جاہلیت میں اس کے والد کے ہاتھوں کسی کا خون ہوگیا تو بھاگ کر مدینہ آ گیا، بنی نضیر کا حلیف بنا اور ان کے ہاں عز وشرف حاصل کیا، یکے از سردارانِ یہود ابو الحقیق کی بیٹی عقیلہ سے شادی کر لی جس سے کعب تولّد ہوا، یہ طویل وجسیم انسان تھا معرکۂ بدر کے بعد مسلمانوں کے بارہ میں ہجو یہ اشعار کہے، پھر مکہ گیا ورا بن وداعہ سہمی والدِ مطلب کا مہمان بنا اس پر حسان نے اس کی اور اس کی بیوی عاتکہ بنت اسید بن ابوالعیص بن امیہ کی ہجو کہی، اس کی وجہ سے اس نے مزید مہمان نوازی سے انکار کیا، کعب واپس مدینہ آیا اور اپنے اشعار میں مسلمان خواتین کے بارہ میں تشبیب کرنے لگا (تشبیب سے مراد عاشقانہ انداز میں کسی خاتون کا شعروں میں تذکرہ کرنا) اس سے مسلمانوں کو ایذاء پہنچی، ابو داؤد اور ترمذی نے زہری عن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن کعب بن مالک عن ابیہ کے طریق سے روایت کی ہے کہ آنجناب کی ہجو بھی کرتا اور کفارِ قریش کو آپ کے خلاف ابھارتا رہتا تھا، جب مسلسل اس طرزِ عمل کو جاری رکھا تو نبی اکرم نے سعد بن معاذ سے کہا کہ کسی رہط کو بھیج کر اسے قتل کرادیں بقول ابن سعد ربیع الاول ۳ھ میں قتل ہوا۔

4037 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ عَمْرٌو سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ ؓ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ لِكَعْبِ بْنِ الأَشْرَفِ فَإِنَّهُ قَدْ آذَى اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَامَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتُحِبُّ أَنْ أَقْتُلَهُ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَأْذَنْ لِي أَنْ أَقُولَ شَيْئًا قَالَ قُلْ فَأَتَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَقَالَ إِنَّ هَذَا الرَّجُلَ قَدْ سَأَلَنَا صَدَقَةً وَإِنَّهُ قَدْ عَنَّانَا وَإِنِّي قَدْ أَتَيْتُكَ أَسْتَسْلِفُكَ قَالَ وَأَيْضًا وَاللَّهِ لَتَمَلُّنَّهُ قَالَ إِنَّا قَدِ اتَّبَعْنَاهُ فَلاَ نُحِبُّ أَنْ نَدَعَهُ حَتَّى نَنْظُرَ إِلَى أَيِّ شَيْءٍ يَصِيرُ شَأْنُهُ وَقَدْ أَرَدْنَا أَنْ تُسْلِفَنَا وَسْقًا أَوْ وَسْقَيْنِ وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو غَيْرَ مَرَّةٍ فَلَمْ يَذْكُرْ وَسْقًا أَوْ وَسْقَيْنِ أَوْ فَقُلْتُ لَهُ فِيهِ وَسْقًا أَوْ وَسْقَيْنِ فَقَالَ أُرَى فِيهِ وَسْقًا أَوْ وَسْقَيْنِ - فَقَالَ نَعَمِ ارْهَنُونِي قَالُوا أَيَّ شَيْءٍ تُرِيدُ قَالَ فَارْهَنُونِي نِسَاءَكُمْ قَالُوا كَيْفَ نَرْهَنُكَ نِسَاءَنَا وَأَنْتَ أَجْمَلُ الْعَرَبِ قَالَ فَارْهَنُونِي أَبْنَاءَكُمْ قَالُوا كَيْفَ نَرْهَنُكَ أَبْنَاءَنَا فَيُسَبُّ أَحَدُهُمْ فَيُقَالُ رُهِنَ بِوَسْقٍ أَوْ وَسْقَيْنِ هَذَا عَارٌ عَلَيْنَا وَلَكِنَّا نَرْهَنُكَ اللأْمَةَ قَالَ سُفْيَانُ يَعْنِي السِّلاَحَ فَوَاعَدَهُ أَنْ يَأْتِيَهُ فَجَاءَهُ لَيْلاً وَمَعَهُ أَبُو نَائِلَةَ وَهُوَ أَخُو كَعْبٍ مِنَ الرَّضَاعَةِ

فَدَعَاہُمْ إِلَی الْحِصْنِ فَنَزَلَ إِلَیْهِمْ فَقَالَتْ لَهُ امْرَأَتُهُ أَیْنَ تَخْرُجُ هَذِهِ السَّاعَةَ فَقَالَ إِنَّمَا هُوَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ وَأَخِی أَبُو نَائِلَةَ وَقَالَ غَیْرُ عَمْرٍو قَالَتْ أَسْمَعُ صَوْتًا كَأَنَّهُ یَقْطُرُ مِنْهُ الدَّمُ قَالَ إِنَّمَا هُوَ أَخِی مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ وَرَضِیعِی أَبُو نَائِلَةَ إِنَّ الْكَرِیمَ لَوْ دُعِیَ إِلَی طَعْنَةٍ بِلَیْلٍ لَأَجَابَ قَالَ وَیُدْخِلُ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ مَعَهُ رَجُلَیْنِ قِیلَ لِسُفْیَانَ سَمَّاهُمْ عَمْرٌو قَالَ سَمَّی بَعْضَهُمْ قَالَ عَمْرٌو جَاءَ مَعَهُ بِرَجُلَیْنِ وَقَالَ غَیْرُ عَمْرٍو أَبُو عَبْسِ بْنُ جَبْرٍ وَالْحَارِثُ بْنُ أَوْسٍ وَعَبَّادُ بْنُ بِشْرٍ قَالَ عَمْرٌو وَجَاءَ مَعَهُ بِرَجُلَیْنِ فَقَالَ إِذَا مَا جَاءَ فَإِنِّی قَائِلٌ بِشَعَرِهِ فَأَشَمُّهُ فَإِذَا رَأَیْتُمُونِی اسْتَمْكَنْتُ مِنْ رَأْسِهِ فَدُونَكُمْ فَاضْرِبُوهُ وَقَالَ مَرَّةً ثُمَّ أُشِمُّكُمْ فَنَزَلَ إِلَیْهِمْ مُتَوَشِّحًا وَهُوَ یَنْفَحُ مِنْهُ رِیحُ الطِّیبِ فَقَالَ مَا رَأَیْتُ كَالْیَوْمِ رِیحًا أَیْ أَطْیَبَ وَقَالَ غَیْرُ عَمْرٍو قَالَ عِنْدِی أَعْطَرُ نِسَاءِ الْعَرَبِ وَأَكْمَلُ الْعَرَبِ قَالَ عَمْرٌو فَقَالَ أَتَأْذَنُ لِی أَنْ أَشَمَّ رَأْسَكَ قَالَ نَعَمْ فَشَمَّهُ ثُمَّ أَشَمَّ أَصْحَابَهُ ثُمَّ قَالَ أَتَأْذَنُ لِی قَالَ نَعَمْ فَلَمَّا اسْتَمْكَنَ مِنْهُ قَالَ دُونَكُمْ فَقَتَلُوهُ ثُمَّ أَتَوُا النَّبِیَّ ﷺ فَأَخْبَرُوهُ .أطرافه 2510، 3031، 3032

حضرت جابر راوی ہیں کہ نبی پاک نے فرمایا کون کعب بن اشرف کا کام تمام کریگا؟ وہ اللہ اور اسکے رسول کو بہت ایذاء دے رہا ہے، محمد بن مسلمہ انصاری کھڑے ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ کیا آپ چاہتے ہیں میں اسے قتل کردوں؟ فرمایا ہاں، کہا پھر مجھے اجازت دیں کہ (بظاہر کچھ ناگوار) باتیں (اگر ضرورت پڑی) کروں، فرمایا اجازت ہے، وہ اس کے ہاں آئے اور کہا یہ (یعنی نبی پاک) ہم سے صدقہ مانگتے رہتے ہیں جس نے ہمیں مشقت میں ڈال رکھا ہے میں آپ سے ادھار لینے آیا ہوں، وہ بولا ابھی تو اور بھی مشقت سہنی پڑے گی، واللہ بالکل اکتا جاؤ گے یہ بولے اب ہم نے ان کی اتباع کی ہے اچھا نہیں لگتا کہ انہیں یوں چھوڑ دیں حتی کہ ہم دیکھیں کہ کیا انجام ہوتا ہے، ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمیں ایک یا دو وسق بطور ادھار دیں، عمرو نے کئی دفعہ حدیث بیان کرتے ہوئے وسق ذکر نہیں کئے، وہ کہنے لگا رہن رکھواؤ، بولے کیا چیز؟ کہا اپنی عورتیں، کہنے لگے ہم اپنی عورتیں کیسے رہن رکھوا سکتے ہیں اور تم عربوں کے حسین ترین آدمی ہو؟ کہا پھر اپنے بیٹے رہن رکھوا دو؟ کہا اپنے بیٹے بھی کیونکر رہن رکھوا سکتے ہیں کل انہیں طعنہ دیا جائیگا کہ ایک یا دو وسق کے عوض اسے گروی رکھا گیا، یہ ہمارے لئے باعث عار ہے لیکن ہم اپنا اسلحہ بطور رہن لے آئیں گے، اس پہ اتفاق ہوا اور وہ دوبارہ آنے کا کہہ کر چلے آئے، پھر رات کے وقت اس کے پاس آئے انکے ساتھ ابو نائلہ بھی تھے جو کعب کے رضاعی بھائی تھے، اسے قلعہ سے نیچے بلایا وہ اترنے لگا تو اسکی بیوی نے کہا اس ساعت کہاں جاتے ہو؟ کہا وہ تو محمد بن مسلمہ اور میرا رضاعی بھئی ابو نائلہ ہے، غیرِ عمرو کی روایت میں ہے کہ اس نے کہا میں ایسی آواز سنتی ہوں گویا اس سے خون ٹپکتا ہو، کہنے لگا (فکر نہ کرو) یہ محمد اور میرا بھائی ابو نائلہ ہے، معزز آدمی اگر رات کو بھی نیزہ بازی کے لئے بلایا جائے تو وہ انکار نہیں کرتا، راوی نے بیان کیا کہ جب محمد بن مسلمہ اندر داخل ہوئے تو انکے ہمراہ دو افراد اور بھی تھے بعض کا نام بھی لیا، غیرِ عمرو نے یہ نام ذکر کئے ہیں: ابو عبس بن جبر، حارث بن اوس اور عباد بن بشر، عمرو کہتے ہیں دو افراد کے ساتھ آیا، محمد نے پلان یہ بتلایا کہ جب آیگا میں اسکے بال کسی بہانے سونگھوں گا جب دیکھو کہ اسے اچھی طرح پکڑ لیا ہے تو اسکا قصہ تمام کر دینا، آخر کعب چادر لپیٹے آیا اسکے جسم سے خوشبو پھوٹ رہی تھی تو محمد نے کہا آج سے زیادہ عمدہ خوشبو نہیں دیکھی وہ بولا میرے پاس عربوں کی سب سے زیادہ خوشبو استعمال کرنے والی عورت ہے، محمد بولے کیا سونگھنے کی اجازت ہے؟ کہا سونگھ لو انہوں نے سونگھا پھر اپنے ساتھیوں

سے سونگھنے کا کہا، پھر کہا کیا پھر سونگھ لوں؟ کہا ہاں جب اسے اچھی طرح پکڑ لیا تو کہا سنبھالو انہوں نے قتل کر دیا پھر نبی پاک کو اسکی اطلاع دی۔

شیخِ بخاری ابن مدینی سفیان بن عیینہ سے راوی ہیں، عمرو سے مراد ابن دینار ہیں، الجہاد میں اور ابونعیم کے ہاں حمیدی عن سفیان کے حوالے سے (حدثنا عمرو) ہے۔ (آذی اللہ رسولہ) اکلیلِ حاکم کی محمد بن محمود بن محمد بن مسلمہ کی حضرت جابر سے روایت میں یہ الفاظ ہیں: (فقد آذانا بشعرہ و قوی المشرکین) کہ ہمیں اپنے اشعار سے ایذاء دیتا اور مشرکوں کی تقویت کرتا ہے۔ ابن عائذ نے کلبی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ کعب بن اشرف نے غلافِ کعبہ کے پاس کھڑے ہو کر مشرکینِ مکہ سے عہد و پیمان کئے کہ مسلمانوں سے جنگ میں وہ بھی تعاون کرے گا، ابواسود عن عروہ سے نقل کیا ہے کہ وہ نبی پاک اور مسلمانوں کی ہجو کہتا اور قریش کو مسلمانوں سے جنگ پر ابھارتا تھا، جب مکہ آیا تو قریش نے اس سے پوچھا ہمارا دین اہدیٰ (زیادہ ہدایت والا) ہے یا دینِ محمدی؟ کہا تمہارا دین، اس میں ہے کہ نبی اکرم نے فرمایا کون ہمارے لئے کعب بن اشرف کو ٹھکانے لگا دے، وہ اب ہماری کھلی دشمنی پہ اتر آیا ہے، ابن حجر کہتے ہیں فوائدِ عبداللہ بن اسحاق خراسانی میں عکرمہ کے حوالے سے ایک مرسل روایت، جس کی سند ضعیف ہے، میں ہے کہ ایک دفعہ اس نے نبی اکرم کی دعوت کی اور کچھ یہودیوں کو تیار کیا کہ جب نبی پاک کھانے پر آئیں تو وہ حملہ کر کے آپ کو شہید کر دیں، آنجناب کے بیٹھنے کے بعد حضرت جبرائیل نے آپ کو ان کی سازش سے آگاہ کیا اور اپنے پروں سے آپ پر سایہ فگن ہو کر ان کی نظروں سے اوجھل کر دیا یہودی آپ کو نہ پا کر متفرق ہو گئے، اس میں ہے کہ تب آپ نے صحابہ کرام سے یہ فرمایا۔

(فقال محمد الخ) مرسلِ عکرمہ میں (ھو خالی) بھی ہے۔ (قال نعم) محمد بن محمود کی روایت میں ہے (فقال أنت له)، ابن اسحاق کی روایت میں ہے: (فافعل إن قدرت علی ذلك) یعنی کرو اگر کر سکو، عروہ کی روایت میں ہے کہ نبی اکرم خاموش رہے، فوائدِ سمویہ میں بھی یہی ہے، ممکن ہے اولاً آپ خاموش رہے ہوں پھر مذکورہ جملہ ارشاد کیا، عروہ کی روایت میں یہ بھی ہے کہ اگر تم یہ کرنے جا رہے ہو تو جلدی نہ کرنا اور سعد بن معاذ سے مشورہ کر لینا، کہتے ہیں انہی کے مشورہ پر اس سے طعام ادھار لینے کی منصوبہ بندی کی۔ (قال قل) گویا بطورِ احتیال کچھ (بظاہر نامناسب) بات کہہ لینے کی اجازت طلب کی، اسی لئے بخاری نے اس روایت پر یہ باب بھی باندھا ہے: (باب الکذب فی الحرب)، ابن سعد کے نقل کردہ سیاق سے ظاہر ہوتا ہے کہ بتلا دیا کہ اس کے سامنے یہ ظاہر کریں گے کہ آپ کی وجہ سے سخت مصیبت میں ہیں، ابن اسحاق کی ابن عباس سے روایت میں ہے کہ نبی پاک بقیعِ غرقد تک ان کے ساتھ چلے پھر فرمایا اللہ کا نام لے کر چل پڑو، اے اللہ ان کی مدد فرما۔

(سألنا صدقۃ) واقدی کی روایت میں ہے کہ خود ہمیں کھانے کو ملتا نہیں اور یہ ہم سے تصدُّق کرنے کو کہتے ہیں، مرسلِ عکرمہ میں ہے کہ اس سے کہا اے ابوسعید ہمارے نبی نے ہم سے صدقہ کا تقاضہ کیا ہے جب کہ ہمیں اس کی استطاعت نہیں۔ (وحدثنا عمرو الخ) قائل ابن مدینی ہیں، یہ حمیدی کی روایت میں مذکور نہیں، عروہ کی روایت میں ہے کہ کہنے لگا تمہارا ذخیرہِ طعام کیا ہوا؟ محمد نے کہا وہ ہم نے ان پر اور آپ کے ساتھیوں پر خرچ کر دیا، بولا ابھی وقت نہیں آیا کہ یہ جان لو کس باطل دین کی پیروی کی ہے؟

آخرِ بحث تنبیہ کے عنوان سے ابن حجر لکھتے ہیں اس صحیح روایت سے ثابت ہے کہ کعب سے یہ مکالمہ کرنے والے محمد بن مسلمہ تھے مگر ابن اسحاق اور دیگر اہلِ مغازی نے لکھا ہے کہ وہ ابونائلہ تھے، ومیاطی نے اشارۃً اسے راجح کہا ہے، یہ بھی محتمل ہے کہ دونوں

ہمکلام ہوئے ہوں کیونکہ ابو نائلہ اس کے رضاعی بھائی تھے اور محمد بن مسلمہ اس کے بھانجے لگتے تھے، مرسلِ عکرمہ میں بغیر کسی کا نام ذکر کئے (قالوا) مستعمل ہے، ابن عائذ ذکر کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن معاذ نے ان کے ہمراہ اپنا بھتیجا حارث بن اوس بن معاذ بھی بھیجا تھا۔ (و أنت أجمل العرب) شائد تہکُّماً یہ بات کہی ہو یا اپنے آپ میں وہ خوبصورت ہی بنتا ہوگا، دوسرے مرسل طریق میں ہے: (وأنت رجل حسان تُعجِب النساء)۔

(قال سفيان يعني السلاح) دوسرے اہل لغت کہتے ہیں لأمۃ زرہ کو کہتے ہیں اس پر اطلاقِ سلاح، اطلاق اسم الکل علی البعض کی قبیل سے ہے واقدی کی روایت میں ہے اسلحہ رہن رکھنے کی بات اس لئے کہ تا کہ وہ انہیں مسلح آتا دیکھ کر شک وشبہ شکار نہ ہو۔ (ومعه أبو نائلة) ان کا نام سلکان بن سلامہ تھا۔ (و كان أخاه الخ) یعنی ابو نائلہ کعب کے رضاعی بھائی تھے، بتلایا جاتا ہے کہ قبل از اسلام اس کی محفلوں کے ساتھی تھے، واقدی کے بقول محمد خود بھی اس کے رضاعی بھائی تھے حمیدی کی روایت میں مزید یہ ہے کہ کل چار افراد تھے، عمرو نے دو کے نام ذکر کئے ہیں بقول ابن حجر آگے ان کے نام آرہے ہیں۔ (قالت أسمع صوتا الخ) کلبی کی روایت میں ہے کہ اس کی بیوی اسے چمٹ گئی اور کہا یہیں رہو اللہ کی قسم مجھے اس آواز کے ساتھ خون کی سرخی دکھائی دیتی ہے، عکرمہ کی مرسل روایت میں ہے کہ اس سے کہا تم دشمنیوں والے آدمی ہو اس ساعت میں نیچے نہ اترو۔

(قال و يدخل محمد الخ) حمیدی کی روایت میں ہے کہ محمد کے ساتھ آنے والوں میں ابو نائلہ، عباد بن بشر، ابو عبس بن جبر اور حارث بن معاذ تھے، حارث کو یہاں ان کے دادا کی طرف منسوب کیا ہے ابن سعد نے بھی یہی اسماء ذکر کئے ہیں اس پر کل پانچ بنتے ہیں، عباد بن بشر کی اس واقعہ کے بارہ میں ایک نظم ہے ان کے ایک شعر سے بھی یہی مترشح ہوتا ہے، کہتے ہیں: (و كان اللّٰه سادسنا فأبنا بأنعم نعمة و أعزنصر) یہ محمد بن محمود کی روایت سے اولی ہے جس میں ہے کہ محمد کے ہمراہ ابو عبس اور ابو عتیک تھے، مرسلِ عکرمہ میں یہ الفاظ ہیں: (ومعه رجلا ن من الأنصار) تطبیق بھی ممکن ہے کہ ایک مرتبہ تین اشخاص گئے اور ایک مرتبہ پانچ۔

(ريح الطيب) ابن سعد کی روایت میں ہے کہ حال ہی میں شادی کی تھی۔ (عندى أعطر الخ) اصیلی کے نسخہ میں (وأكمل) کی جگہ (أجمل) ہے، یہی انسب ہے، مرسلِ عکرمہ میں ہے: (هذا عطر أمّ فلان) ام فلان سے مراد اس کی بیوی ہے، واقدی کی روایت میں ہے کہ مشک وعنبر لگاتا تھا۔ (دونكم الخ) عروہ کی روایت میں ہے کہ محمد نے تلوار کا وار کیا، دھار حارث بن اوس کے بھی لگی جس سے ان کا خون بہنے لگا واپسی میں ایک جگہ بے ہوش ہو کر گر پڑے ساتھی اٹھا کر بسرعت مدینہ لائے واقدی کی روایت میں ہے کہ خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئے اور آپ نے حارث کے زخم پر لعابِ دہن لگایا جس سے ٹھیک ہو گئے، مرسلِ عکرمہ میں ہے لعاب لگا کر زخم کے ساتھ ملا دیا، ابن کلبی کی روایت میں ہے پہلا وار ہوتے ہی وہ چیخا جس پر یہودی اکٹھے ہوئے اور مسلمانوں کے پیچھے بھاگے مگر وہ دوسرے راستہ سے نکل کر بخیر و عافیت مدینہ پہنچ گئے ابن سعد کی روایت میں بھی اس کے اور اس کی بیوی کے (يا آل فريظة والنضير) کی ندا کا ذکر ہے۔

(فأخبروه) عروہ کی روایت میں ہے کہ اس پر اللہ کی حمد کی، ابن سعد کی روایت میں ہے بقیع غرقد پہنچ کر نعرۂ تکبیر بلند کر کیا آنجناب مسلسل جب سے انہیں رخصت کیا تہجد میں لگے رہے تھے ان کی تکبیر سن کر خود بھی اللہ اکبر کہا اور جان گئے کہ مہم کامیاب رہی ہے، اس میں ہے کہ سر کاٹ لائے تھے، مرسلِ عکرمہ میں ہے کہ صبح یہودی سراسیمگی کے عالم میں نبی اکرم کے پاس آئے اور کہا ہمارے

سردار کو دھوکہ سے قتل کیا گیا ہے، آپ نے جواباً اس کی صنیع اور جو وہ اہلِ اسلام کو ایذاء دیتا اور قریش کو ان کے خلاف ابھارتا تھا، کا تذکرہ کیا، ابن سعد نے مزید ذکر کیا کہ اس پر چپ ہو گئے۔ سہیلی کہتے ہیں اس قصہ سے ظاہر ہوا کہ معاھد اگر شارع علیہ السلام کو گالی دے (یعنی توہینِ رسالت کا مرتکب ہو) تو اس کی جزا قتل ہے، ابوحنیفہ کی رائے اس کے خلاف ہے، ابن حجر اس استدلال کو محلِ نظر کہتے ہیں، لکھتے ہیں کتاب الجہاد میں بخاری کی صنیع سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کعب بن اشرف کو (معاہد نہیں) بلکہ محارب سمجھتے ہیں وہاں اسی روایت پر یہ ترجمہ قائم کیا ہے: (الفتك بأهل الحرب) ایک اور ترجمہ یہ بھی قائم کیا: (الكذب في الحرب) اس سے ثابت ہوا کہ مشرک کو بغیر اسے خصوصی دعوتِ اسلام دئے قتل کرنا جائز ہے اس صورت میں کہ عمومی دعوت ہو چکی ہو، ایسی کلام کرنا بھی جائز ثابت ہوا جس کا حقیقی مفہوم مرادِ متکلم نہیں۔ اس بارے کتاب الجہاد میں مفصل بحث گزر چکی ہے۔

16 - باب قَتْلُ أَبِي رَافِعٍ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي الْحُقَيْقِ (ابو رافع کا قتل)

وَيُقَالُ سَلَّامُ بْنُ أَبِي الْحُقَيْقِ كَانَ بِخَيْبَرَ وَيُقَالُ فِي حِصْنٍ لَهُ بِأَرْضِ الْحِجَازِ وَقَالَ الزُّهْرِيُّ هُوَ بَعْدَ كَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ

حاکم نے اکلیل میں ایک طویل حدیث تخریج کی ہے اس میں ہے کہ نبی اکرم نے ایک جماعت جس میں عبداللہ بن عتیک، عبداللہ بن انیس، ابوقتادہ، ان کے ایک حلیف اور ایک اور انصاری شخص شامل تھے، کو عبداللہ بن ابوالحقیق کے قتل کو بھیجا یہ رات کے وقت خیبر پہنچے، ابن اسحاق لکھتے ہیں اوس اور خزرج کی باہمی منافست تھی تو جب اوسی افراد کے ہاتھوں کعب بن اشرف کیفرکردار کو پہنچا تو خزرجیوں نے اسی جیسے کردار والے کسی شخص کے بارے میں سوچا کہ اسے وہ قتل کر کے اوس کے ہم پلہ ہوں تو ابن ابی الحقیق ایسا شخص تھا جو کعب ہی کی طرح نبی پاک اور مسلمانوں کی عداوت میں پیش پیش تھا۔

(ويقال في حصن الخ) یہ عبارت اسی روایتِ باب میں مذکور ہے، تو محتمل ہے کہ اس کا یہ قلعہ خیبر کے قریب ارضِ حجاز کی طرف واقع ہو، اس ابو رافع کے دو مشہور بھائی بھی تھے جو معرکۂ خیبر میں کام آئے، ایک کنانہ جو ام المؤمنین حضرت صفیہ کا سابقہ خاوند تھا، دوسرا ربیع بن ابوالحقیق۔ (وقال الزهری هو بعد الخ) اسے یعقوب بن سفیان نے اپنی تاریخ میں حجاج بن ابومنیع عن جدہ عن زہری سے موصول کیا ہے، ابن سعد کے بقول یہ رمضان سن چھ ہجری کا واقعہ ہے ایک قول ذوالحجہ ۵ھ کا بھی ہے بعض نے ۴ھ اور بعض نے رجب ۳ھ لکھا ہے، امام بخاری نے یہ روایت ابواسحاق عن البراء سے تین واسطوں کے ساتھ تخریج کی ہے۔

4038 - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ ؓ قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ رَهْطًا إِلَى أَبِي رَافِعٍ فَدَخَلَ عَلَيْهِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَتِيكٍ بَيْتَهُ لَيْلًا وَهُوَ نَائِمٌ فَقَتَلَهُ .

أطرافه 3022، 3023، 4039، 4040 - (جلد چہارم ص: ۵۱۱ میں مفصل ترجمہ موجود ہے)

(بيته) اکثر کے ہاں یاء ساکن اور یہ مفعولیت کی بناء پر منصوب ہے، سرخسی اور مستملی کے نسخوں میں یائے مشدد کے ساتھ تبییت سے بطورِ فعل ماضی ہے۔

4039 - حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِي

إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى أَبِي رَافِعِ الْيَهُودِيِّ رِجَالاً مِنَ الْأَنْصَارِ فَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَتِيكٍ وَكَانَ أَبُو رَافِعٍ يُؤْذِي رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَيُعِينُ عَلَيْهِ وَكَانَ فِي حِصْنٍ لَهُ بِأَرْضِ الْحِجَازِ فَلَمَّا دَنَوْا مِنْهُ وَقَدْ غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَرَاحَ النَّاسُ بِسَرْحِهِمْ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ لِأَصْحَابِهِ اجْلِسُوا مَكَانَكُمْ فَإِنِّي مُنْطَلِقٌ وَمُتَلَطِّفٌ لِلْبَوَّابِ لَعَلِّي أَنْ أَدْخُلَ فَأَقْبَلَ حَتَّى دَنَا مِنَ الْبَابِ ثُمَّ تَقَنَّعَ بِثَوْبِهِ كَأَنَّهُ يَقْضِي حَاجَةً وَقَدْ دَخَلَ النَّاسُ فَهَتَفَ بِهِ الْبَوَّابُ يَا عَبْدَ اللَّهِ إِنْ كُنْتَ تُرِيدُ أَنْ تَدْخُلَ فَادْخُلْ فَإِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُغْلِقَ الْبَابَ فَدَخَلْتُ فَكَمَنْتُ فَلَمَّا دَخَلَ النَّاسُ أَغْلَقَ الْبَابَ ثُمَّ عَلَّقَ الْأَغَالِيقَ عَلَى وَتَدٍ قَالَ فَقُمْتُ إِلَى الْأَقَالِيدِ فَأَخَذْتُهَا فَفَتَحْتُ الْبَابَ وَكَانَ أَبُورَافِعٍ يُسْمَرُ عِنْدَهُ وَكَانَ فِي عَلَالِيَّ لَهُ فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْهُ أَهْلُ سَمَرِهِ صَعِدْتُ إِلَيْهِ فَجَعَلْتُ كُلَّمَا فَتَحْتُ بَابًا أَغْلَقْتُ عَلَيَّ مِنْ دَاخِلٍ قُلْتُ إِنِ الْقَوْمُ نَذِرُوا بِي لَمْ يَخْلُصُوا إِلَيَّ حَتَّى أَقْتُلَهُ فَانْتَهَيْتُ إِلَيْهِ فَإِذَا هُوَ فِي بَيْتٍ مُظْلِمٍ وَسْطَ عِيَالِهِ لَا أَدْرِي أَيْنَ هُوَ مِنَ الْبَيْتِ فَقُلْتُ يَا أَبَا رَافِعٍ قَالَ مَنْ هَذَا فَأَهْوَيْتُ نَحْوَ الصَّوْتِ فَأَضْرِبُهُ ضَرْبَةً بِالسَّيْفِ وَأَنَا دَهِشٌ فَمَا أَغْنَيْتُ شَيْئًا وَصَاحَ فَخَرَجْتُ مِنَ الْبَيْتِ فَأَمْكُثُ غَيْرَ بَعِيدٍ ثُمَّ دَخَلْتُ إِلَيْهِ فَقُلْتُ مَا هَذَا الصَّوْتُ يَا أَبَا رَافِعٍ فَقَالَ لِأُمِّكَ الْوَيْلُ إِنَّ رَجُلاً فِي الْبَيْتِ ضَرَبَنِي قَبْلُ بِالسَّيْفِ قَالَ فَأَضْرِبُهُ ضَرْبَةً أَثْخَنَتْهُ وَلَمْ أَقْتُلْهُ ثُمَّ وَضَعْتُ ظُبَةَ السَّيْفِ فِي بَطْنِهِ حَتَّى أَخَذَ فِي ظَهْرِهِ فَعَرَفْتُ أَنِّي قَتَلْتُهُ فَجَعَلْتُ أَفْتَحُ الْأَبْوَابَ بَابًا بَابًا حَتَّى انْتَهَيْتُ إِلَى دَرَجَةٍ لَهُ فَوَضَعْتُ رِجْلِي وَأَنَا أُرَى أَنِّي قَدِ انْتَهَيْتُ إِلَى الْأَرْضِ فَوَقَعْتُ فِي لَيْلَةٍ مُقْمِرَةٍ فَانْكَسَرَتْ سَاقِي فَعَصَبْتُهَا بِعِمَامَةٍ ثُمَّ انْطَلَقْتُ حَتَّى جَلَسْتُ عَلَى الْبَابِ فَقُلْتُ لَا أَخْرُجُ اللَّيْلَةَ حَتَّى أَعْلَمَ أَقَتَلْتُهُ فَلَمَّا صَاحَ الدِّيكُ قَامَ النَّاعِي عَلَى السُّورِ فَقَالَ أَنْعَى أَبَا رَافِعٍ تَاجِرَ أَهْلِ الْحِجَازِ فَانْطَلَقْتُ إِلَى أَصْحَابِي فَقُلْتُ النَّجَاءَ فَقَدْ قَتَلَ اللَّهُ أَبَا رَافِعٍ فَانْتَهَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَحَدَّثْتُهُ فَقَالَ ابْسُطْ رِجْلَكَ فَبَسَطْتُ رِجْلِي فَمَسَحَهَا فَكَأَنَّهَا لَمْ أَشْتَكِهَا قَطُّ

(سابقہ) .أطرافه 3022، 3023، 4038، 4040-

شیخ بخاری یوسف بن موسی قطان ہیں ان کے شیخ عبیداللہ جو عبسی ہیں، بھی بخاری کے شیوخ سے ہیں۔

4040 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا شُرَيْحٌ هُوَ ابْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ ؓ قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى أَبِي رَافِعٍ عَبْدَ

اللّٰهِ بْنَ عَتِيكٍ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُتْبَةَ فِي نَاسٍ مَعَهُمْ فَانْطَلَقُوا حَتَّى دَنَوْا مِنَ الْحِصْنِ فَقَالَ لَهُمْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَتِيكٍ امْكُثُوا أَنْتُمْ حَتَّى أَنْطَلِقَ أَنَا فَأَنْظُرَ قَالَ فَتَلَطَّفْتُ أَنْ أَدْخُلَ الْحِصْنَ فَفَقَدُوا حِمَارًا لَهُمْ قَالَ فَخَرَجُوا بِقَبَسٍ يَطْلُبُونَهُ قَالَ فَخَشِيتُ أَنْ أُعْرَفَ قَالَ فَغَطَّيْتُ رَأْسِي كَأَنِّي أَقْضِي حَاجَةً ثُمَّ نَادَى صَاحِبُ الْبَابِ مَنْ أَرَادَ أَنْ يَدْخُلَ فَلْيَدْخُلْ قَبْلَ أَنْ أُغْلِقَهُ فَدَخَلْتُ ثُمَّ اخْتَبَأْتُ فِي مَرْبِطِ حِمَارٍ عِنْدَ بَابِ الْحِصْنِ فَتَعَشَّوْا عِنْدَ أَبِي رَافِعٍ وَتَحَدَّثُوا حَتَّى ذَهَبَتْ سَاعَةٌ مِنَ اللَّيْلِ ثُمَّ رَجَعُوا إِلَى بُيُوتِهِمْ فَلَمَّا هَدَأَتِ الْأَصْوَاتُ وَلَا أَسْمَعُ حَرَكَةً خَرَجْتُ قَالَ وَرَأَيْتُ صَاحِبَ الْبَابِ حَيْثُ وَضَعَ مِفْتَاحَ الْحِصْنِ فِي كَوَّةٍ فَأَخَذْتُهُ فَفَتَحْتُ بِهِ بَابَ الْحِصْنِ قَالَ قُلْتُ إِنْ نَذِرَ بِي الْقَوْمُ انْطَلَقْتُ عَلَى مَهَلٍ ثُمَّ عَمَدْتُ إِلَى أَبْوَابِ بُيُوتِهِمْ فَغَلَّقْتُهَا عَلَيْهِمْ مِنْ ظَاهِرٍ ثُمَّ صَعِدْتُ إِلَى أَبِي رَافِعٍ فِي سُلَّمٍ فَإِذَا الْبَيْتُ مُظْلِمٌ قَدْ طَفِئَ سِرَاجُهُ فَلَمْ أَدْرِ أَيْنَ الرَّجُلُ فَقُلْتُ يَا أَبَا رَافِعٍ قَالَ مَنْ هَذَا قَالَ فَعَمَدْتُ نَحْوَ الصَّوْتِ فَأَضْرِبُهُ وَصَاحَ فَلَمْ تُغْنِ شَيْئًا قَالَ ثُمَّ جِئْتُ كَأَنِّي أُغِيثُهُ فَقُلْتُ مَا لَكَ يَا أَبَا رَافِعٍ وَغَيَّرْتُ صَوْتِي فَقَالَ أَلَا أُعْجِبُكَ لِأُمِّكَ الْوَيْلُ دَخَلَ عَلَيَّ رَجُلٌ فَضَرَبَنِي بِالسَّيْفِ قَالَ فَعَمَدْتُ لَهُ أَيْضًا فَأَضْرِبُهُ أُخْرَى فَلَمْ تُغْنِ شَيْئًا فَصَاحَ وَقَامَ أَهْلُهُ قَالَ ثُمَّ جِئْتُ وَغَيَّرْتُ صَوْتِي كَهَيْئَةِ الْمُغِيثِ فَإِذَا هُوَ مُسْتَلْقٍ عَلَى ظَهْرِهِ فَأَضَعُ السَّيْفَ فِي بَطْنِهِ ثُمَّ أَنْكَفِئُ عَلَيْهِ حَتَّى سَمِعْتُ صَوْتَ الْعَظْمِ ثُمَّ خَرَجْتُ دَهِشًا حَتَّى أَتَيْتُ السُّلَّمَ أُرِيدُ أَنْ أَنْزِلَ فَأَسْقُطُ مِنْهُ فَانْخَلَعَتْ رِجْلِي فَعَصَبْتُهَا ثُمَّ أَتَيْتُ أَصْحَابِي أَحْجُلُ فَقُلْتُ انْطَلِقُوا فَبَشِّرُوا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فَإِنِّي لَا أَبْرَحُ حَتَّى أَسْمَعَ النَّاعِيَةَ فَلَمَّا كَانَ فِي وَجْهِ الصُّبْحِ صَعِدَ النَّاعِيَةُ فَقَالَ أَنْعَى أَبَا رَافِعٍ قَالَ فَقُمْتُ أَمْشِي مَا بِي قَلَبَةٌ فَأَدْرَكْتُ أَصْحَابِي قَبْلَ أَنْ يَأْتُوا النَّبِيَّ ﷺ فَبَشَّرْتُهُ.

(ايضاً) أطرافه 3022، 3023، 4038، 4039 -

دوسرے طریق میں (عبد الله بن عتيك) عبداللہ منصوب علی المفعولیت ہے، عبداللہ بن عتبہ صرف اسی طریق میں مذکور ہیں، ابن اثیر جامع الأصول میں مدعی ہیں کہ یہ عبداللہ بن عِنَبہ ہیں مگر یہ ان کی غلطی ہے کیونکہ وہ انصاری نہیں بلکہ خولانی اور متاخر الاسلام ہیں جبکہ یہ واقعہ ان کے اسلام لانے سے قبل کا ہے۔

(رجالا من الأنصار) پہلے طریق میں اس مبہم عبارت کی تفسیر میں دوسرے طریق میں دو نام ذکر کئے گئے ہیں، ابن اسحاق نے یہ پانچ اسماء ذکر کئے ہیں: عبداللہ بن عتیک، مسعود بن سنان، عبداللہ بن انیس، ابوقتادہ اور خزاعی بن اسود، اگر عبداللہ بن عتبہ کا یہاں ذکر محفوظ ہے تو وہ چھٹے بنتے ہیں، ابن عتیک بن قیس بن اسود بنی سلیمہ میں سے تھے، مسعود بنی سلمہ کے حلیف تھے اور احد میں حاضر

ہوئے جنگ یمامہ (جو مسیلمہ کذاب کے خلاف ہوئی) میں شہید ہوئے عبداللہ بن انیس جوجہنی ہیں، بھی حلیفِ انصار تھے، منذری نے عبداللہ بن انیس جہنی اور عبداللہ بن انیس انصاری کو دوالگ الگ اشخاص قرار دیا اور جزم کے ساتھ لکھا کہ انصاری ابن ابی الحقیق کے قتل کو جانے والی اس جماعت میں شامل تھے، ابن مدینی نے بھی ان کی تائید کی ہے کئی ایک اہلِ علم انہیں ایک ہی شخصیت قرار دیتے ہیں ان کے نزدیک وہ جہنی الأصل ہیں اور انصاری بوجہ ان کے حلیف ہونے کے کہلائے ،خزاعی بن اسود کو بعض نے قلب کر کے اسود بن خزاعی بھی نقل کیا ہے اکلیل کی عبداللہ بن انیس سے روایت میں اسود بن حرام مذکور ہے، موسیٰ بن عقبہ نے بھی المغازی میں یہی لکھا ہے اگر یہ وہی شخص ہیں (جن کا یہاں تذکرہ خزاعی بن اسود کے نام سے ہوا) تو یہ تصحیف ہے، ابن حجر کہتے ہیں پھر مجھے دلائلِ بیہقی کی موسیٰ بن عقبہ کے طریق سے روایت میں شک کے ساتھ ملا کہ آیا وہ اسود بن خزاعی تھے یا اسود بن حرام؟

(و كان أبو رافع يؤذي الخ) ابن عائذ نے اسود عن عروہ کے طریق سے نقل کیا ہے کہ یہ ان لوگوں میں شامل تھا جنہوں نے غطفان وغیرہ مشرکینِ عرب کے ساتھ کثیر مالی تعاون کیا تا کہ وہ اہل اسلام پر حملہ آور ہوں۔(بسرحهم) یعنی مویشی، ابل، بقر اور غنم پر اس کا اطلاق ہوتا ہے جنہیں چرنے کیلئے لے جایا جائے۔(يا عبد الله) اے بندۂ خدا، اتفاقاً ان کا نام بھی عبداللہ تھا مگر دربان کا قصد یہ نہیں تھا وگرنہ تو گویا اس نے انہیں پہچان لیا۔

(الأغاليق علي ود) اغالیق اغلیق کی جمع ہے چابیاں مراد ہیں، لفظی ترجمہ جن کے ساتھ دروازے مقفل کئے جائیں، غیرِ ابی ذر کے نسخہ ہائے بخاری میں بجائے غین کے عین ہے، تب بلا اشکال چابیاں مراد ہیں، ود کا ترجمہ علامہ انور نے کھونٹی لکھا ہے کوۃ کا کاف پیش اور زبر، دونوں کے ساتھ پڑھا جاتا ہے، بعض نے کافِ مفتوح کے ساتھ، دیوار میں ایسا سوراخ سا جو کھڑکی کی طرح نہ ہو، جبکہ پیش کے ساتھ کھڑکی (نافذہ) مراد لینا بیان کیا ہے۔

اقالید اقلید یعنی مفتاح کی جمع ہے۔(علالي له) علیہ یعنی بالا خانہ، کی جمع،ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ لکڑی کا بنا ہوا تھا ابن قتیبہ نے کھجور کے درخت کی لکڑی سے بنا ہوا ذکر کیا ہے۔(نذروا بي) ذالِ مکسور کے ساتھ بمعنی (علموا) اصلاً انذار سے ہے یعنی کسی کو ایسے امر یا شیٔ کی جان کاری دینا جس سے اسے خطرہ ہو، ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عبداللہ نے یہودیوں کے لب ولہجہ میں بات کی اور دروازہ کھلوایا ابو رافع کی بیوی کے پوچھنے پر کہا: میں ان کیلئے تحفہ لایا ہوں چنانچہ اس نے دروازہ کھول دیا۔

(ما هذا الصوت يا أبا رافع) عبداللہ بن انیس کی روایت میں ہے کہ ابو رافع کی بیوی نے کہا یہ عبداللہ بن عتیک کی آواز لگتی ہے وہ بولا کملی ہوگئی ہو، وہ یہاں کہاں؟

(فأضربه) صورتحال کے استحضار کیلئے فعلِ مضارع استعمال کیا۔(لأمك الويل) ابن اسحاق کی روایت میں ہے اس کی بیوی چیخ و پکار کرنے لگی، میں نے اس پر تلوار بلند کی مگر پھر نبی اکرم کی نہی یاد آگئی کہ عورتوں پر ہاتھ نہیں اٹھانا۔(ضبيب السيف) رغیف کے وزن پر، خطابی لکھتے ہیں میں اسے محفوظ خیال نہیں کرتا (ظبة السيف) کہا جاتا ہے، اسکی جمع ظبیات ہے، کہتے ہیں ضبیب کا یہاں کوئی معنی نہیں بنتا کیونکہ یہ منہ سے خون بہنے کو کہا جاتا ہے، عیاض اس بارے لکھتے ہیں کہ ابو ذر کے نسخہ میں صاد کے ساتھ ہے، حربی نے بھی یہی ذکر کیا اور لکھا میرا خیال ہے کہ تلوار کی دھار کو کہتے ہیں، غیرِ ابی ذر کی روایتِ صحیح میں معجمہ کے ساتھ ہے جسکا معنی تلوار کا کنارہ ہے۔(و أنا أرى) بمعنی أظن ، بقول ابن اسحاق ان کی نظر کمزور تھی۔

(فانكسرت ساقى) یوسف کی روایت میں (فانخلعت رجلى) ہے، دونوں کے مابین تطبیق یہ ہوسکتی ہے کہ ممکن ہے پاؤں کا جوڑ ہلا ہواور ساتھ میں پنڈلی کی ہڈی بھی ٹوٹی ہو، داؤدی لکھتے ہیں کبھی تجوزاً ایک کی دوسرے کے ساتھ تعبیر کردی جاتی ہے کیونکہ انخلاع جوڑ کے اپنی جگہ سے ہل جانے کو کہتے ہیں بخلاف ہڈی کے کسر کے، بقول ابن حجر دونوں کے وقوع کی جو تاویل کی ہے وہی یہاں اولیٰ ہے۔ ابن اسحاق کی روایت میں (فوثبت يده) وہم ہے، درست (رجله) ہے اگر وہ محفوظ ہے تو وہ بھی متاثر ہوا ہوگا، ان کی روایت میں مزید یہ بھی ہے کہ ایک نہر میں چھپ گئے تھے اور لوگ چاروں جانب مشعلیں جلا کرانہیں تلاش کرتے رہے آخر مایوس ہو کر پلٹ گئے۔

(أنعى أبا رافع) روایات میں أنعى بفتح عین ہی ثابت ہے ابن تین کہتے ہیں یہ بھی لغت ہے جبکہ معروف (أنعو) ہے موت کی خبر دینا، اصمعی ذکر کرتے ہیں کہ عربوں کے ہاں عادت تھی کہ جب کسی بڑے کی موت ہوتی تو ایک شخص گھوڑے پر سوار کہتا چلتا: (نعى فلان)۔

(فقلت النجاء) یوسف کی روایت میں ہے کہ ایک پاؤں پر بوجھ ڈال کر چلتا ہوا (کیونکہ دوسرا زخمی تھا) ساتھیوں کے پاس آیا اور کہا چلو رسول اللہ کو خوشخبری سنا دو، (حجل فى مشيه) کہا جاتا ہے جب چھوٹے چھوٹے قدم اٹھا کر چلتا ہو، عبداللہ بن انیس کی روایت میں ہے کہ واپسی کے سفر میں ہم دن کو چھپے رہتے اور رات کو سفر کرتے پھر دن کو بھی ایک شخص پہرہ پر مامور رہتا۔ (فمسحها الخ) یوسف کی روایت میں ہے کہ جب اس کی موت کا اعلان ہوا میں اٹھ کر چل پڑا۔ (مابى قلبة) یعنی کوئی تکلیف محسوس نہ کی، یہ دراصل شروع کی بات ہے پھر زیادہ چلنے سے تکلیف کا احساس بڑھتا گیا جیسا کہ ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ آخر ساتھیوں کو سنبھالنا پڑا پھر جب خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئے آپکے دست مبارک پھیرنے سے ساری تکلیف رفع ہوگئی۔

17 - باب غَزْوَةِ أُحُدٍ (غزوہ احد)

وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى (وَإِذْ غَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّءُ الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ) وَقَوْلُهُ جَلَّ ذِكْرُهُ (وَلاَ تَهِنُوا وَلاَ تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ إِنْ يَمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِثْلُهُ وَتِلْكَ الأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَاءَ وَاللَّهُ لاَ يُحِبُّ الظَّالِمِينَ وَلِيُمَحِّصَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَمْحَقَ الْكَافِرِينَ أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّابِرِينَ وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَلْقَوْهُ فَقَدْ رَأَيْتُمُوهُ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ) وَقَوْلِهِ (وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللَّهُ وَعْدَهُ إِذْ تَحُسُّونَهُمْ بِإِذْنِهِ حَتَّى إِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الأَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِنْ بَعْدِ مَا أَرَاكُمْ مَا تُحِبُّونَ مِنْكُمْ مَنْ يُرِيدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَنْ يُرِيدُ الآخِرَةَ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ) (وَلاَ تَحْسِبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا) الآيَةَ

اللہ تعالی کا فرمان: (ترجمہ) اور جب آپ صبح کو اپنے گھر والوں سے نکلے مؤمنوں کو لڑائی کیلئے مورچہ بند کرتے ہوئے اور اللہ سمیع وعلیم ہے۔ مزید فرمایا: (ترجمہ) اور کمزور نہ پڑو اور نہ غم کرو، تمہی غالب رہو گے اگر ایمان پہ قائم رہے۔ اگر تمہیں زخم لگے ہیں تو انہیں بھی ایسے ہی زخم لگے تھے اور ہم دنوں کو لوگوں کے درمیان پھیرتے رہتے ہیں تا کہ اللہ اہلِ ایمان کی نشاندہی کرادے اور تم میں سے بعض کو شہادت سے سرفراز کرے اور اللہ ظالموں سے محبت نہیں کرتا اور تا کہ اللہ اہلِ ایمان کو میل کچیل سے صاف کردے اور کافروں کو مٹا دے۔ کیا تم نے خیال کرلیا ہے کہ جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ اللہ نے ابھی مجاہدوں کو معلوم نہیں کروایا اور صبر کرنے والوں کو بھی، اور البتہ تم مرنے کی تمنا کیا کرتے تھے قبل اسکے کہ اس سے ملو اب تم نے خوب کھلی آنکھوں سے اسے دیکھ لیا ہے۔ اور اسکا فرمان: (ترجمہ) اور یقیناً اللہ نے تم سے اپنا وعدہ سچ کر دکھلایا جب تم انہیں قتل کر رہے تھے اسکے حکم سے، حتی کہ جب تم خود ہی کمزور پڑے اور

باہمی تنازع کا شکار بنے اور نافرمانی کی بعد اسکے کہ اللہ نے تمہیں دکھلا دیا جو تم چاہتے تھے، تم میں کچھ ایسے تھے جو دنیا کے خواہاں تھے اور کچھ وہ جو آخرت کی طلب کرتے تھے پھر اس نے تمہیں ان سے پھیر لیا تا کہ تمہاری آزمائش کرے اور البتہ اس نے تمہیں معاف کر دیا ہے اور اللہ مؤمنوں پر فضل کرنے والا ہے۔ اور نہ گمان کر و ان لوگوں کو جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں، مردہ۔

احد مدینہ سے ایک فرسخ (تین میل) سے کم کی مسافت پر ایک مشہور پہاڑ ہے، یہاں بالاتفاق شوال ۳ھ میں مشہور معرکہ ہوا، ابن اسحاق کے بقول گیارہ شوال کو، سات، آٹھ، نو اور پندرہ کے بھی اقوال ہیں موسی بن عقبہ نے تفصیل سے اسکا تذکرہ کیا ہے، لکھتے ہیں بدر سے واپسی پر اہلِ مکہ غصہ وانتقام کے جذبہ سے سرشار اڑوس پڑوس سے مالی تعاون لے کر ابوسفیان کی قیادت میں احد کی وادی میں آ ترے آنجناب نے مسلمانوں سے مشورہ کیا بعض وہ اہلِ اسلام جو کسی وجہ سے جنگ بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے، کی رائے تھی کہ میدان میں اتر کر ان کا مقابلہ کیا جائے، آنجناب نے شبِ جمعہ خواب میں ایک ذبح ہوتی گائے دیکھی اور دیکھا کہ ان کی تلوار ذوالفقار کی دھار پر دندانے پڑ گئے ہیں، یہ بھی دیکھا کہ زرہ بکتر میں ملبوس ہیں اور کبش آپکا ردیف ہے، صحابہ کو خواب سنایا انہوں نے تعبیر کی بابت پوچھا تو فرمایا گائے کا ذبح ہونا تو ہمارے کئی افراد کے شہید ہونے کی طرف اشارہ ہے، کبش سے مراد کبشِ کتیبہ (یعنی لشکر) ہے زرہ بکتر سے اشارہ مدینہ کی طرف ہے تو میری رائے میں شہر ہی میں ٹھہر کر ان کا انتظار کرو، اگر دشمن مدینہ کی گلیوں میں داخل ہوتا ہے تو ہم ہر طرف سے اور گھروں کی چھتوں سے ان پر تیر اندازی کریں گے مگر یہ مسلمان جو بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے، عرضگزار ہوئے کہ اس دن کے تو ہم متمنی تھے، یہی اکثر کی رائے بنی تو آپ نے جمعہ کے بعد اپنے ہتھیار طلب فرمائے اور مسلح ہو گئے پھر لوگوں کو نکلنے کی ہدایت جاری فرمائی اس دوران وہ جوشیلے مسلمان جو باہر میدان میں نکل کر جنگ کرنے پر مصر تھے، نادم ہوئے اور عرض یا رسول اللہ ادھر ہی ٹھہریے، ہمیں آپ کی تجویز منظور ہے مگر آپ نے فرمایا کسی نبی کیلئے لائق نہیں کہ جب مسلح ہو جائے تو اب بغیر لڑے واپس آ جائے پھر آپ ہزار لوگوں کے ہمراہ چلے اہلِ مکہ کی تعداد تین ہزار تھی، راستے سے عبداللہ بن ابی تین سو افراد کے ہمراہ واپس ہو گیا باقی سات سو مسلمان میدانِ احد میں صف بستہ ہو گئے مشرکوں کے ہمراہ حضرت خالد بن ولید کی زیر قیادت ایک سو گھڑ سوار بھی تھے جبکہ مسلمانوں میں کوئی گھڑ سوار نہ تھا، طلحہ بن عثمان ان کا علم بردار تھا آنجناب نے عبداللہ بن جبیر کی سر کردگی میں پچاس تیر اندازوں کو درے پر مقرر کیا اور حکم دیا کہ جو بھی صورتحال ہو اپنی جگہ نہ چھوڑیں! خالد کے گھڑ سوار دستے نے ادھر سے تین مرتبہ حملہ کرنے کی کوشش کی مگر ہر دفعہ ان تیر اندازوں نے انہیں مار بھگایا ادھر میدان میں ہونے والی جنگ میں مسلمان کفار کی صفوں میں گھستے چلے گئے اور انہیں تتر بتر کر دیا یہ دیکھ کر تیر انداز سمجھے کہ فتح مکمل ہو گئی ہے چنانچہ وہ اپنی جگہ چھوڑ کر میدان میں اتر آئے موقع غنیمت سمجھتے ہوئے خالد اپنے دستہ کے ہمراہ حملہ آور ہوئے اس دوران کسی نے چیخ کر کہا محمد شہید ہو گئے جس سے مسلمانوں کے حوصلے ٹوٹ گئے اور ایسی بدنظمی مچی کہ وہ لاعلمی میں ایک دوسرے کو ہی قتل کرنے لگے، ایک گروہ منہزم ہو کر مدینہ کی راہ کو بھاگ کھڑا ہوا، صفیں ایسی بکھریں کہ کسی کو کسی کا یارا نہ تھا، افراتفری کے اس عالم میں نبی پاک مع چند صحابہ کے ثابت قدمی سے اپنی جگہ موجود تھے آپ کی آواز پہ کئی اور صحابہ پلٹ آئے آپ ساتھیوں کو تلاش کرتے پہاڑی کی جانب چلے تو سامنے سے مشرکین آڑے آئے اور حملہ کر کے چہرۂ اقدس کو لہولہان کر دیا سامنے کے اوپر نیچے کے چار دانت توڑ ڈالے، آپ اوپر گھاٹی پر چڑھتے گئے اس وقت آپ کے ہمراہ طلحہ وزبیر تھے، کہا جاتا ہے کہ انصار کا ایک گروہ بھی ساتھ تھا جن میں سہل بن بیضاء اور حارث بن صمہ بھی تھے

ادھر مشرکین شہید ہونے والے مسلمانوں کی نعشوں کا مثلہ کرنے (یعنی ناک کان اور شرمگاہیں کاٹنے اور پیٹ پھاڑنے) میں مشغول تھے، اس خیال میں تھے کہ اس معرکہ میں محمدؐ اور بڑے بڑے صحابہ کام آچکے ہیں، ابوسفیان نے ترنگ میں آکر ہبل کی جے، کا نعرہ بھی بلند کیا جس پر حضرت عمر نے (الله أعلیٰ وأجل) کا نعرہ بلند کیا بعد ازاں مشرک اپنے اونٹوں کی طرف پلٹ گئے نبی اکرم نے صحابہ سے فرمایا دیکھتے رہنا اگر وہ؟ سامان رکھ کر اونٹوں پر سوار گھوڑوں کے پیچھے چلتے ہیں تو ان کا رخ مدینہ کی طرف ہوگا اور اگر گھوڑوں کو خالی رکھتے اور اونٹوں پر مع ان کے سامان کے سوار ہوتے ہیں تب مکہ لوٹنے کا ارادہ ہوگا، حضرت سعد بن ابو وقاص یہ ملاحظہ کرنے کیلئے ان کے پیچھے گئے پھر واپس آکر بتلایا کہ میں نے گھوڑوں کو مجنویہ؟ دیکھا ہے، اس سے مسلمانوں کو خوشی ہوئی پھر وہ اپنے شہداء کی طرف متوجہ ہوئے انہی کپڑوں میں بغیر نہلائے اور بغیر نماز جنازہ ادا کئے دفن کیا، ادھر منافقین میں بباطن خوشی کی لہر دوڑ گئی، کہتے پھرتے تھے اگر ہماری بات (کہ مدینہ رہ کر ہی لڑیں) مان لی ہوتی تو آج ان کا یہ حشر نہیں ہوتا، یہودی کہتے تھے اگر یہ سچا نبی ہوتا تو مکہ والے بھلا غالب آتے

علماء لکھتے ہیں احد کے اس واقعہ اور جو مسلمانوں کو نقصان اٹھانا پڑا، میں کئی سبق اور حِکَمِ ربانیہ مضمر ہیں، مثلا سبق ملا کہ نبی اکرم کی ہدایت کی خلاف ورزی کرنے کا انجام برا ہوتا ہے، یہ سب ارتکابِ نہی کی نحوست ہے کیونکہ تیر انداز اس واضح ہدایت کہ جو بھی صورتحال ہو، اپنی جگہ نہیں چھوڑنا، کی خلاف ورزی کر گئے اور یہ سمجھ کر کہ کافر منہزم ہو چکے ہیں، غنیمت اکٹھی کرنے کے چکر میں درہ چھوڑ کر نیچے میدان میں اتر آئے پھر یہ بھی کہ اللہ کی سنتِ جاریہ ہے کہ وہ رسولوں کو ابتلاء میں ڈالتا ہے مگر عاقبت انہی کی ہوتی ہے، یہی بات ہرقل نے ابوسفیان سے کہی تھی جیسا کہ حدیثِ ہرقل میں گزرا، یہ بھی حکمت ہے کہ اگر ہمیشہ فتح و کامرانی انبیاء کے ہمرکاب رہے کبھی بھی ہزیمت نہ ہو تو سبھی لوگ ان کے دائرہِ اتباع میں آجائیں اور سچے دل سے آنے والوں اور جھوٹے دل سے آنے والوں میں تمییز نہ ہو سکے اور اگر ہمیشہ شکست ہی کھاتے رہیں تب مقاصدِ بعثت پورے نہ ہوں تو تمییزِ صادق من الکاذب کی غرض سے جمع بین امرین ہوتا رہا ہے اس وقت تک اہلِ نفاق کا نفاق ایک مخفی امر تھا، اس واقعہ سے ان کا معاملہ واضح ہو گیا اور مسلمانوں نے جان لیا کہ ایک دشمن ان کے اندر بھی موجود ہے لہذا وہ محتاط ہو گئے! پھر کئی مواطن میں نصرتِ الٰہی کی آمد میں تاخیر سے ممکنہ طور پر بعض مسلمانوں کے دلوں میں در آنے والے تکبر و شناخت؟ کی بیخ کنی ہوئی، یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کئی مومن بندوں کیلئے جنت میں ایسی منازل رکھی ہیں جہاں اپنے اعمال سے نہیں پہنچ سکتے تو ان کیلئے اسبابِ ابتلاء ومحن مقیض کئے تا کہ صبر کرنے کی صورت میں اس عظیم ثواب سے بہرہ ور ہوں پھر درجہِ شہادت ہے جو اعلیٰ ترین مراتبِ اولیاء میں سے ہے، وہ کئی ایک کو عطا کرنا مقصود ہوتا ہے۔

امام بخاری نے ترجمہ میں کئی آیات ذکر کی ہیں جو غزوہ احد سے متعلق ہیں، ابن اسحاق لکھتے ہیں اللہ تعالیٰ نے شانِ احد میں سورہِ آلِ عمران میں ساٹھ آیات نازل کی ہیں ابن ابو حاتم مسور بن مخرمہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے عبدالرحمٰن بن عوف سے کہا کچھ غزوہِ احد کی بابت بتلایئے، کہنے لگے تم آل عمران کی ایک سو اکیس نمبر آیت سے پڑھ لو سارا واقعہ جان لو گے یعنی: (وَإِذْ غَدَوْتَ) سے (أَمَنَةً نُعَاساً) تک (۱۲۱۔۱۵۴)۔

(وقول الله تعالى : و إِذْغَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّئُ الخ) تبوئ مآب سے ہے أی المرجع، جبکہ مقاعد مقعد کی جمع ہے یعنی مکانِ قعود۔ (ولا تَهِنُوا الخ) اصل میں (توهنوا) تھا واؤ حذف کر دی گئی، وھن بمعنی ضعف ہے بروزنِ ضرب

19681

یضرب ، یہ افصح ہے، وھن لازم ومتعدی، دونوں طرح مستعمل ہے،سورہِ مریم میں ہے:(وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ):[۴](یہاں بطورِلازم مستعمل ہوا) ایک حدیث میں ہے:(وَهَنَتهم حُمّى يثرب) یعنی اہلِ مکہ نے کہاان مسلمانوں کو یثرب کے بخار نے کمزور کر دیا ہے (یہاں بطورِمتعدی ہے)۔ أعلون أعلىٰ کی جمع ہے طبری نے مجاہد سے اس کا معنی یہ نقل کیا ہے:(أي ولا تضعفوا)، زہری سے نقل کیا، کہتے ہیں صحابہ کرام کثرت سے شہید وزخمی ہوئے تقریبا ہر ایک کو کوئی نہ کوئی دکھ برداشت کرنا پڑا،نہایت غمناک تھے تو اللہ تعالی نے بطریقِ احسن تسلی ودلاسہ دیا،قتادہ سے منقول ہے کہ اللہ نے دلاسہ دیا،قتالِ عدو پر ابھارا اور کمزور پڑنے سے منع کیا،ابن جریج کہتے ہیں یعنی اپنے دشمن کے معاملہ میں کمزور نہ پڑنا اور نہ غم وحزن کا شکار ہونا، کہتے ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ اولا جب ادھر ادھر بکھر گئے تھے پھر واپس ہوئے اور ایک دوسرے کی خیروخیریت کا پتہ کرنے لگے شہداء کے بارہ میں ایک دوسرے کو آگاہ کرنے لگے یہ خبر بھی اڑی تھی کہ رسولِ خدا شہید ہو گئے ہیں (مسلمانوں کو افراتفری کا شکار بنانے میں جس کے نتیجہ میں وہ سنبھل نہ سکے،اس افواہ کا بہت ہاتھ تھا) اس اثناء ناگہانی طور پر حضرت خالد کا گھڑ سوار دستہ ان پر پل پڑا اس سے بھی بہت نقصان ہوا،آخر تیر انداز سامنے آئے اور شدید تیر اندازی کر کے اسے مار بھگایا بعد ازاں مسلمان پہاڑ پر چڑھ گئے جہاں رسولِ پاک بھی موجود تھے،عوفی عن ابن عباس کے طریق سے منقول ہے کہ خالد اپنا دستہ لئے اوپر پہاڑ پر آنا چاہتے تھے آنجناب نے دعا کی:(اللّٰهم لا يَعْلون علينا) کہ اے اللہ وہ ہم پہ غالب نہ آئیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی: (وَلا تَهِنُوا ولا تَحزَنُوا وَ أَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إنْ كُنتُمْ مُؤْمِنِيْن)[آل عمران : ۱۳۹]۔

(وقوله تعالى: وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهُ الخ) طبری نے سدی وغیرہ کے طریق سے نقل کیا ہے کہ اس سے مراد تیر اندازوں سے نبی اکرم کا یہ کہنا ہے کہ اپنی جگہ جمے رہنا،تبھی غالب آؤ گے حتی کہ میں واپس آنے کا حکم بھیجوں،مصنف نے یہ قصہِ رُماۃ اسی باب میں نقل کیا، آگے اس کی شرح آتی ہے قتادہ اور مجاہد سے (إذْ تَحُسُّوْنَهُمْ) بمعنی (إذ تقتلونهم) منقول ہے،اس کی تفسیر میں بخاری کا نقل کردہ لفظ (تستأصلونهم) ابوعبیدہ کی کلام ہے طبری نے سدی کے طریق سے نقل کیا ہے کہ نبی اکرم نے تیر اندازوں سے فرمایا تھا تم اگر اپنی جگہ ثابت قدم رہو گے تو ہی غالب رہیں گے،مشرکین کی طرف سے سب سے قبل ان کا علم بردار طلحہ بن عثمان برائے مبارزت آگے آیا اور قتل ہوا پھر عام جملہ شروع ہوا جس میں کفار کو ہزیمت ہوئی تیر اندازوں نے جب یہ عالم دیکھا تو اپنی جگہ چھوڑ دی اور میدان میں آ کر کفار کا پیچھا کرنا شروع کیا جس سے حضرت خالد کو موقع ملا اور وہ اسی طرف سے باقی ماندہ تیر اندازوں کو شہید کر کے مسلمانوں پر اچانک حملہ آور ہوئے جیسا کہ گزرا،انہیں دیکھ کر منہزم ہوئے مشرکین بھی واپس آئے اور جوابی حملہ کیا اس سے مسلمانوں کو سخت نقصان اٹھانا پڑا۔

(حتى إذا فَشِلْتُمْ) حتی حرفِ جر اور متعلق بمحذوف ہے أی (دام لكم ذلك إلى وقت فشلكم) ابتدائیہ ہونا بھی جائز ہے جو جملہ شرطیہ میں داخل ہے جس کا جواب محذوف ہے۔(منكم من يريد الدنيا) سے انہی تیر اندازوں کی طرف اشارہ ہے جو مالِ غنیمت کی طلب میں اپنا اہم مورچہ چھوڑ بیٹھے،سدی عبد خیر کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن مسعود سے ناقل ہیں کہتے ہیں میرا نہیں خیال تھا کہ اصحابِ محمد میں سے کوئی طالبِ دنیا ہو سکتا ہے حتی کہ یہ آیت (مِنْكُمْ مَنْ يُرِيْدُ الدُّنْيَا) احد کے دن نازل ہوئی مسلم نے مسروق کے طریق سے روایت کیا ہے کہتے ہیں ہم نے ابن مسعود سے (وَلا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ) وغیرہ آیات کی بابت استفسار کیا تو کہا ہم نے بھی ان کی بابت پوچھا تھا تو ہمیں جواب ملا کہ تمہارے جو بھائی احد کے دن شہید ہوئے

ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی ارواح کو سبز پرندوں کے قالب میں رکھ دیا ہے جو جنت کی نہروں پر وارد ہوتے اور اس کے پھلوں سے فیض یاب ہوتے ہیں۔

علامہ انور اس ترجمہ کی بابت رقمطراز ہیں کہ احد نے برپا ہونا ہی تھا کیونکہ صحابہ کرام بدر کے قیدیوں کا فدیہ لینے پر راضی ہو گئے تھے اور اس موقع پر انہیں بتلایا بھی گیا تھا کہ پھر اسی تعداد میں ان کے افراد شہید ہوں گے (ولِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوا الخ) کے تحت لکھتے ہیں سیوطی اور امام راغب نے اس کی تفسیر (ولِيُمَيِّزَ اللهُ) کے الفاظ سے کی ہے میرے نزدیک یہ بس ایک امرِ عقلی ہے زمخشری اور صاحب المدارک نے اس پر عمدہ بحث کی ہے مولانا شیخ الہند نے بھی اپنی فوائد میں اس کی تفصیل دی ہے، میں کہتا ہوں قرآن کی صنیع سے متبین ہوتا ہے کہ وہ عربوں کے محاورات کے مطابق نازل ہوا ہے کسی بھی جگہ ان کے مالوف اسلوب ومحاورہ سے تنحی نہیں کیا تو اس سے مراد خارج میں کسی شئ کی رؤیت، عالمِ غیب سے اسکے خروج کے بعد، اگرچہ اللہ تعالیٰ قبل ازیں اس امر کے عالم وواقف تھے مگر چاہا کہ جو عالَمِ غیب میں اس کے ہاں معلوم ومعروف ہے، اسے خارج میں بھی دیکھے، اللہ تعالیٰ تمام اشیاء کی تفاصیل سے جو واقع ہونے والی ہیں، واقف ہے مگر اس کا ارادہ ومشیت ہوتی ہے کہ خارج میں بھی جیسا کہ جانا ہے انہیں دیکھے، دوسرے لفظوں میں اسے یوں تعبیر کیا جا سکتا ہے کہ یہ درحقیقت عالم غیب سے ساحۃ الوجود کی طرف چیز کا ابراز ہے، (مِنْ بَعْدِ مَا أَرَاكُمْ مَا تُحِبُّوْنَ) کے تحت کہتے ہیں اس سے مراد مالِ غنیمت اور نصرت (جو بدر میں حاصل ہوئی)۔

4041 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ أُحُدٍ هَذَا جِبْرِيلُ آخِذٌ بِرَأْسِ فَرَسِهِ عَلَيْهِ أَدَاةُ الْحَرْبِ .

طرفہ - 3995 (اس کے سابقہ نمبر میں مترجم ہے)

4042 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ أَخْبَرَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ عَدِيٍّ أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ حَيْوَةَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى قَتْلَى أُحُدٍ بَعْدَ ثَمَانِي سِنِينَ كَالْمُوَدِّعِ لِلأَحْيَاءِ وَالأَمْوَاتِ ثُمَّ طَلَعَ الْمِنْبَرَ فَقَالَ إِنِّي بَيْنَ أَيْدِيكُمْ فَرَطٌ وَأَنَا عَلَيْكُمْ شَهِيدٌ وَإِنَّ مَوْعِدَكُمُ الْحَوْضُ وَإِنِّي لأَنْظُرُ إِلَيْهِ مِنْ مَقَامِي هَذَا وَإِنِّي لَسْتُ أَخْشَى عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوا وَلَكِنِّي أَخْشَى عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا أَنْ تَنَافَسُوهَا .قَالَ فَكَانَتْ آخِرَ نَظْرَةٍ نَظَرْتُهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ .

(ترجمہ کیلئے جلد دوم ص:۲۴۳) أطرافه 1344، 3596، 4085، 6426، 6590 -

ابن حجر لکھتے ہیں یہ احادیث ان آیات کی تفسیر کے بطور ہیں، عقبہ کی حدیث میں مذکور یہ جملہ (صلى رسول الله ﷺ على قتلىٰ أحد) اللہ تعالیٰ کے اس قول مذکور سے متعلق ہے: (ولا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ أَمْوَاتا)۔ (ثم طلع المنبر الخ) ابن ابی شیبہ کے ہاں زہری کی روایت سے مرسلِ ایوب بن بشر میں ہے کہ آنجناب سر پہ پٹی باندھے نکلے حتی کہ منبر پر بیٹھے پھر سب سے پہلے آپ نے شہدائے احد کیلئے کثرت سے دعائے استغفار کی تو (روایتِ ہذا کی روشنی میں) اسے اس امر پر محمول

کیا جائے گا کہ شہداء کیلئے آپ کا یہ استغفار منبر پہ بیٹھنے سے قبل تھا۔

(کالمودع الخ) حیوۃ بن شریح نے یزید بن ابی حبیب عن یحی بن ایوب سے روایت میں جسے مسلم نے نقل کیا، اس زیادت پر متابعت کی ہے، اس کے الفاظ ہیں: (ثم صعد المنبر کالمودع للأحیاء والأموات)، تودیعِ احیاء تو ظاہر ہے کہ آپکا یہ آخری موقع تھا کہ منبر پہ جلوہ افروز ہوئے، تودیعِ اموات سے یہ محتمل ہے کہ صحابی کی مراد یہ ہو کہ اپنے جسدِ اطہر کے ساتھ ان کی قبور کی زیارت اب منقطع ہوئی کیونکہ آپ موت کے بعد، اگرچہ زندہ ہیں مگر یہ اخروی حیات ہے جو حیاتِ دنیوی سے مشابہ نہیں یا ممکن ہے اس تودیع سے مراد اہلِ بقیع کیلئے استغفار ہو جس کا ذکر حدیثِ عائشہ میں آیا ہے، حدیثِ ہذا الجنائز اور علامات النبوۃ میں مشروحا گزر چکی ہے کچھ باقی مباحث کتاب الرقاق میں آئیں گے۔

تنبیہ کے عنوان سے لکھتے ہیں ابوالوقت اور اصیلی کے نسخوں میں حدیثِ عقبہ سے قبل یہاں ابن عباس کی روایت کہ نبی اکرم نے احد کے دن فرمایا یہ جبریل اپنے گھوڑے کا سر پکڑے موجود ہیں، ذکر کی ہے مگر یہ دو وجہ سے وہم ہے ایک یہ کہ یہ حدیث اسی سند و متن کے ساتھ باب (شھود الملائکۃ بدرا) میں گزر چکی ہے اسی لئے ابوذر اور دوسرے متقنین ناقلینِ صحیح بخاری نے اسے یہاں ذکر نہیں کیا اور نہ اسماعیلی و ابونعیم نے اس کی یہاں تخریج کی ہے دوسرا یہ کہ اس متن میں معروف یہ ہے کہ یہ بات آپ نے بدر کے دن فرمائی تھی، جیسا کہ ذکر گزرا۔ نہ کہ احد کے دن۔

4043 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ ؓ قَالَ لَقِينَا الْمُشْرِكِينَ يَوْمَئِذٍ وَأَجْلَسَ النَّبِيُّ ﷺ جَيْشًا مِنَ الرُّمَاةِ وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ عَبْدَ اللَّهِ وَقَالَ لاَ تَبْرَحُوا إِنْ رَأَيْتُمُونَا ظَهَرْنَا عَلَيْهِمْ فَلاَ تَبْرَحُوا وَإِنْ رَأَيْتُمُوهُمْ ظَهَرُوا عَلَيْنَا فَلاَ تُعِينُونَا فَلَمَّا لَقِينَا هَرَبُوا حَتَّى رَأَيْتُ النِّسَاءَ يَشْتَدِدْنَ فِي الْجَبَلِ رَفَعْنَ عَنْ سُوقِهِنَّ قَدْ بَدَتْ خَلاَخِلُهُنَّ فَأَخَذُوا يَقُولُونَ الْغَنِيمَةَ الْغَنِيمَةَ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ عَهِدَ إِلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ لاَ تَبْرَحُوا فَأَبَوْا فَلَمَّا أَبَوْا صُرِفَ وُجُوهُهُمْ فَأُصِيبَ سَبْعُونَ قَتِيلاً وَأَشْرَفَ أَبُو سُفْيَانَ فَقَالَ أَفِي الْقَوْمِ مُحَمَّدٌ فَقَالَ لاَ تُجِيبُوهُ فَقَالَ أَفِي الْقَوْمِ ابْنُ أَبِي قُحَافَةَ قَالَ لاَ تُجِيبُوهُ فَقَالَ أَفِي الْقَوْمِ ابْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ إِنَّ هَؤُلاَءِ قُتِلُوا فَلَوْ كَانُوا أَحْيَاءً لأَجَابُوا فَلَمْ يَمْلِكْ عُمَرُ نَفْسَهُ فَقَالَ كَذَبْتَ يَا عَدُوَّ اللَّهِ أَبْقَى اللَّهُ عَلَيْكَ مَا يُخْزِيكَ قَالَ أَبُو سُفْيَانَ أُعْلُ هُبَلُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَجِيبُوهُ قَالُوا مَا نَقُولُ قَالَ قُولُوا اللَّهُ أَعْلَى وَأَجَلُّ قَالَ أَبُو سُفْيَانَ لَنَا الْعُزَّى وَلاَ عُزَّى لَكُمْ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَجِيبُوهُ قَالُوا مَا نَقُولُ قَالَ قُولُوا اللَّهُ مَوْلاَنَا وَلاَ مَوْلَى لَكُمْ قَالَ أَبُو سُفْيَانَ يَوْمٌ بِيَوْمِ بَدْرٍ وَالْحَرْبُ سِجَالٌ وَتَجِدُونَ مُثْلَةً لَمْ آمُرْ بِهَا وَلَمْ تَسُؤْنِي

أطرافه 3039، 3986، 4067، 4561- (مفصل ترجمہ کیلئے جلد چہارم ص:۵۲۰)

(لقینا المشرکین یومئذٍ) ابونعیم کی روایت میں بجائے (یومئذ) کے (یوم أحد) مذکور ہے۔ (الرماۃ) زہیر کی

روایت میں ہے کہ ان کی تعداد پچاس تھی یہی معتمد ہے الہدیٰ میں ہے کہ پچاس گھڑ سواروں کی تعداد تھی مگر یہ واضح غلطی ہے موسی بن عقبہ نے بیان کیا ہے کہ جنگ احد میں مطلقا مسلمانوں کے لشکر میں گھڑ سوار نہ تھے واقدی لکھتے ہیں بس ایک گھوڑا نبی اکرم کیلئے اور ایک ابو بردہ کے پاس تھا۔(أمر علیهم عبد الله) زہیر کے ہاں عبداللہ بن جبیر مذکور ہے سیرت ابن اسحاق میں ہے کہ ان سے فرمایا خالد کے گھڑ سوار دستہ کو تیروں سے روکنا کہ کہیں ہم پر عقب سے حملہ آور نہ ہو جائیں (آنجناب نے عظیم جنگی فراست کا ثبوت دیتے ہوئے مسلمانوں کی صفیں میدانِ احد کے اس طرف ایستادہ فرمائی تھیں جو مدینہ کی جہت تھا یعنی مدینہ کا شہر مسلمانوں کے عقب میں تھا اس کی حکمت یہ تھی کہ ان کے سامنے یعنی مشرکوں کی صفوں کے عقب میں پہاڑ تھے اور میدان اتنا تنگ تھا کہ وہ اپنی عددی برتری کا فائدہ نہ اٹھا سکتے تھے مقابلہ شروع ہوا تو ان کے اتنے ہی مقاتل عملاً لڑ سکے جتنی مسلمانوں کی تعداد تھی کیونکہ جگہ تنگ تھی اسی وجہ سے پہلے ہی ہلہ میں ان کے قدم اکھڑ گئے کیونکہ تقریبا ڈھائی ہزار ان کے افراد عضوِ معطل بن کر کھڑے رہے اس نقشہ میں بس خطرہ ایک ہی جانب سے تھا، مسلمانوں کے عقب میں ایک درہ تھا، آنجناب کی جنگی فراست کہتی تھی کہ خالد اپنے گھڑ سوار دستہ کے ساتھ اس طرف سے حملہ آور ہو سکتے ہیں اس کے سد باب کیلئے درہ پر پچاس تیر انداز مقرر فرمائے اور انہیں نہایت سختی سے حکم دیا کہ کسی بھی صورت میں درہ نہیں چھوڑنا مگر جب انہوں نے دیکھا کہ مشرکین کے قدم اکھڑ گئے ہیں تو سمجھے بس جنگ ختم ہوئی اب غنیمت لوٹنے کا وقت ہے بس یہی وہ نکتہِ انقلاب تھا جس سے کایا پلٹ گئی)۔

(ولا تبرحوا) روایتِ زہیر میں ہے حتی کہ میرا پیغام پہنچے۔(ظهروا علینا) زہیر کی روایت میں ہے اگر دیکھو کہ پرندے ہمیں اچک رہے ہیں (یعنی ہم شہید ہو چکے ہیں) تب بھی یہ درہ نہیں چھوڑنا، احمد، طبرانی اور حاکم کی ابن عباس سے روایت میں ہے اگر دیکھو کہ ہم شہید ہو رہے ہیں تب بھی ہماری مدد کیلئے مت آنا اور اگر دیکھو کہ (فتح ہو چکی ہے) اور غنیمت جمع کر رہے ہیں تب بھی ہمارے ساتھ آکر شامل نہ ہونا۔(یشتددن) یعنی تیز تیز چل رہی ہیں (بھاگ رہی ہیں) کشمیہنی کی روایتِ زہیر میں یہی لفظ ہے مگر روایتِ ہذا میں ان کے ہاں (یُسندن) ہے بمعنی (یصعدن) کہا جاتا ہے۔(أسند فی الجبل) یعنی اس پر چڑھا، بقول عیاض نسفی اور اسماعیلی کے ہاں (یشدون) ہے، سب الفاظ مترادف المعنی ہیں، اول باب میں گزرا کہ کئی اہلِ مکہ اپنی عورتوں کو ہمراہ لائے تھے تاکہ ان کی وجہ سے ثابت قدم رہیں، ابن اسحاق نے ان میں سے کئی کے اسماء ذکر کئے ہیں، ہند بنت عتبہ جو اپنے شوہر ابوسفیان کے ساتھ آئی، ام حکیم بنت حارث بن ہشام جو اپنے شوہر عکرمہ بن ابوجہل کے ہمراہ تھی، فاطمہ بنت ولید بن مغیرہ (حضرت خالد کی بہن) جو اپنے شوہر حارث بن ہشام کے ہمراہ تھی، برزہ بنت مسعود ثقفیہ اپنے خاوند صفوان بن امیہ کے ساتھ، ریطہ بنت شیبہ سہمیہ عمرو بن عاص کے ہمراہ، سلافہ بنت سعد طلحہ بن ابوطلحہ حاجبِ کعبہ کے ہمراہ، حضرت مصعب بن عمیر کی والدہ خناس بنت مالک اور عمرہ بنت علقمہ بن کنانہ، بعض نے لکھا ہے کہ عورتوں کی کل تعداد جو کفار کے لشکر میں تھیں، پندرہ ہے۔

(عن سوقهن) ساق کی جمع، تاکہ تیز بھاگنے میں آسانی ہو، ابن اسحاق کے ہاں حضرت زبیر کی روایت میں ہے کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ ہند اپنی خادماؤں اور ساتھنوں کے ہمراہ پنڈلیوں سے کپڑے اٹھائے بھاگ رہی ہے، اچانک تیر انداز میدان میں اتر آئے جس کے نتیجہ میں ہمارا عقب خالی ہو گیا تو پیچھے سے ہم پہ حملہ ہوا، اسی اثناء کسی نے چیخ کر کہا محمد (نعوذ باللہ) شہید ہو گئے جس سے ہمارا حوصلہ ٹوٹ گیا اور ہم پیچھے مڑے کفار نے جب یہ دیکھا تو پلٹ کر ہم پہ حملہ کیا حالانکہ قبل ازیں ہم انہیں ہزیمت سے دوچار کر چکے

تھے حتی کہ انکا علمبر دار مارا گیا تھا اور کوئی ان میں سے اس کے قریب نہ آتا تھا۔

(فأخذوا يقولون الغنيمة الخ) روایتِ زہیر میں ہے کہ کہنے لگے ہمارے ساتھی غالب آ گئے، اب کس کا انتظار ہے؟ عبداللہ کہنے لگے کیا بھول گئے نبی پاک نے کیا کہا تھا؟ مگر وہ کہنے لگے واللہ ہم تو ساتھیوں کے پاس جارہے ہیں تاکہ غنیمت لوٹیں، ابن عباس کی روایت میں ہے جب لشکرِ کفار ہزیمت زدہ ہو کر بھاگا اور مسلمان انکے کیمپ میں گھسے تو تمام تیر انداز بھی نیچے اتر آئے تاکہ غنیمت لوٹ سکیں، اور انگلیوں کو ایک دوسری میں ڈال کر کہا مسلمانوں کی صفیں درہم برہم ہوگئیں تو تیر اندازوں کی خالی کردہ جگہ سے کفار کا گھڑ سوار دستہ حملہ آور ہوا اب مسلمانوں کو ہوش نہ رہی اپنے ہی ساتھی ان پر ملتبس ہوئے، ایک دوسرے کو ہی دشمن سمجھ کر مارنے لگے کہتے ہیں اول نہار فتح ونصرت نبی پاک اور صحابہ کرام کے ہمرکاب تھی حتی کہ مشرکین کے نو یا سات لواء بردار قتل کر دئے، اس حالت میں مسلمان پہاڑ کی طرف بھاگے ادھر شیطان نے چیخ کر کہا محمد قتل ہو گئے۔

(فلما أبوا صرف وجوههم) زہیر کی روایت میں ہے: (فلما أتوهم) یعنی جب وہ آئے (شائد ضمیر مشرکین یا انکے گھڑ سواروں کی طرف راجع ہے) تو مسلمان بدحواس ہو گئے پتہ نہ چلتا تھا کدھر جائیں اسی موقع پر نبی اکرم جیسا کہ اس آیت میں ہے (إِذْ يَدْعُوهُمُ الرَّسُولُ فِي أُخْرَاهُمْ) جن کے ہمراہ صرف بارہ افراد رہ گئے تھے، انہیں پکارتے تھے ایک مرسل روایت میں ہے کہ یہ سب کے سب انصاری تھے، اس پر آگے ساتویں حدیث کی شرح کے دوران بحث ہوگی، نسائی نے ابو زبیر عن جابر کے حوالے سے روایت کیا ہے کہ جب احد کے دن مسلمان میدان سے پھرے تو نبی اکرم کے ساتھ صرف بارہ صحابہ رہ گئے، سبھی انصاری تھے البتہ حضرت طلحہ ان میں شامل تھے، طبری کے ہاں سدی کے طریق سے منقول ہے کہ صحابہ متفرق ہو گئے حتی کہ کچھ تو مدینہ داخل ہو گئے بعض پہاڑ کے اوپر چڑھ گئے، نبی پاک اپنی جگہ ثابت لوگوں کو پکارتے تھے اس دوران ابن قمیئہ نے ایک پتھر تاک کر مارا جس سے آپ کے سامنے کے دانت ٹوٹ گئے اور ناک پر زخم آیا، اس اثناء تیس کے قریب مسلمان آپ کے گرد اکھٹے ہو گئے اور مشرکوں کو دور ہٹانے لگے، حضرت طلحہ کے ہاتھ میں تیر لگا جس سے وہ شل ہو گیا، کچھ مسلمان کہنے لگے کیوں نہ ابن ابی کو پیغام بھیجیں کہ وہ آکر ابوسفیان سے ہمارے لئے پناہ طلب کرے، حضرت انس بن نضر کہتے لگے مسلمانوں کیا ہو گیا ہے اگر محمد شہید ہو گئے ہیں تو ربِ محمد تو شہید نہیں ہوا، پس لڑتے رہو آگے ان کی شہادت کا قصہ آ رہا ہے۔ آنجناب پہاڑ کی جانب بڑھے تو وہاں پہلے سے موجود مسلمانوں میں سے ایک نے دشمن کا کوئی آدمی سمجھ کر تیر چلانا چاہا آپ نے پکار کر کہا میں رسول اللہ ہوں، یہ سننا تھا کہ مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی (کیونکہ وہ تو سمجھے بیٹھے تھے کہ آپ شہید ہو گئے ہیں) اس پر سبھی آپکے گرد مجتمع ہو گئے اور ادھر ادھر بکھرے مسلمان واپس آنے لگے، آگے آنجناب کا چہرہ اقدس زخمی ہونے کی بابت ایک مستقل باب آ رہا ہے۔

(فأصيب سبعون قتيلا) کشمیہنی کے نسخہ میں ہے: (فأصابوا منا) یہ اوجہ ہے، سعید بن منصور کے نقل کردہ مرسلِ ابوضحیٰ میں ہے کہ ان ستر میں چار مہاجرین حضرات حمزہ، مصعب، عبداللہ بن جحش اور شماس بن عثمان تھے باقی تمام انصار تھے بقول ابن حجر واقدی رحمہ اللہ نے بھی اسی پہ جزم کیا ہے ابن سعد کی کلام میں اس کی مخالفت ہے، ابن حبان اور حاکم کے ہاں ابی بن کعب کی روایت میں ہے کہ چونسٹھ انصاری اور چھ مہاجر شہید ہوئے تھے، انہوں نے چار یہی مذکور اور پانچویں حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کے مولیٰ سعد کا ذکر کیا ہے اور چھٹے یوسف بن عمرو اسلمی حلیفِ بنی عبد شمس کا، محب طبری نے امام شافعی سے نقل کیا ہے کہ شہدائے احد کی تعداد بہتر ہے، امام

مالک سے پچھتر منقول ہے، ان میں سے اکہتر انصاری تھے، ابوفتح یعمری نے شہدائے احد کے جو نام ذکر کئے ہیں وہ چھیانوے بنتے ہیں جن میں گیارہ مہاجرین ہیں یعمری لکھتے ہیں آیتِ قرآنی: (أَوَ لَمَّا أَصَابَتْكُمْ مُصِيبَةٌ قَدْ أَصَبْتُمْ مِثْلَيْهَا) [آل عمران: ١٦٥] کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ یہ مسلمانوں کو جنگ احد میں ان کے نقصان پر تسلی دینے کیلئے نازل ہوئی تھی کیونکہ انہوں نے جنگ بدر میں انکے ستر قتل کئے اور ستر ہی قیدی بنائے تھے تو اس پر احد کے شہداء کی تعداد ستر بنتی ہے (کیونکہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں تم نے بدر میں اپنے سے دوگنا انہیں نقصان پہنچایا تھا کہ انکے ستر افراد قیدی بھی بنائے تھے) ترمذی اور نسائی کی ثوری عن ہشام بن حسان عن ابن سیرین عن عبیدہ بن عمرو عن علی کے حوالے سے نقل کردہ روایت میں ہے کہ بدر کے قیدیوں کا فدیہ لینے کی بحث کے دوران حضرت جبریل آئے اور کہا تھا اگر فدیہ لیا تو اگلی جنگ میں ان قیدیوں کی تعداد کے برابر تمہارے افراد شہید ہوں گے، اس پر لوگوں نے کہا تھا: (الفداء و يُقتَل مِنا) ابھی تو فدیہ ہی لیں گے چاہے اتنے ہمارے قتل ہو جائیں، ترمذی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے، ابن عون نے بھی اسے ابن سیرین عن عبیدہ سے مرسلاً تخریج کیا ہے، احمد کے ہاں ابن عمر سے اس کا شاہد بھی ہے، یعمری کے مطابق بعض کی رائے ہے کہ ستر شہداء خاص انصار میں سے تھے گویا اس آیتِ مذکورہ میں وہی مخاطَب ہیں اس کی تائید صحیح میں منقول ایک قولِ انس سے ہوتی ہے کہ یوم احد ہمارے ستر افراد شہید ہوئے (لیکن محتمل ہے کہ ہمارے سے مراد انصار، مہاجرین، دونوں ہوں)۔

(و أشرف أبوسفيان) ابن حرب جو لشکرِ کفار کا امیر تھا۔ (أ في القوم محمد) زہیر کی روایت میں ہے کہ تین مختلف جگہوں میں تین دفعہ یہ کہا۔ (لا تجيبوه) ابن عباس کی روایت میں ہے کہ ابوسفیان نے پکار کر کہا: (أين ابن أبي كبشة؟ أين ابن أبي قحافة ؟ أين ابن الخطاب؟) حضرت عمر کہنے لگے میں جواب دوں؟ فرمایا کیوں نہیں گویا تیسری مرتبہ پکارنے پہ اجازت دیدی۔ (ما يخزيك) روایتِ زہیر میں ہے کہ کہا جن کا تم نے نام لیا ہے وہ زندہ ہیں۔ (اعل هبل) زہیر کی روایت میں ہے اس پر رجزیہ اشعار پڑھنے لگا اور کہا (اعل هبل)۔ (یعنی ہبل زندہ باد) بقول ابن اسحاق اس کی مراد یہ تھی کہ ہبل کا دین غالب آ گیا بقول سہیلی معنی یہ ہے کہ اس کا مرتبہ اور بلند ہو، کرمانی لکھتے ہیں یہ بمعنی علیٰ کے ہے مراد یہ کہ وہ ہر چیز سے اعلیٰ ہو۔ زہیر کی روایت میں ہے کہ یہ بھی کہا: (يوم بيوم بدر و الحرب سجال) یہ بدر کا بدلہ ہے اور جنگ تو ڈول کی طرح ہے، ابن عباس کی روایت میں: (الأيام دول) کے الفاظ بھی ہیں (یعنی دن تو پھرتے رہتے ہیں)۔ سدی کی روایت میں طبرانی کے ہاں یہ بھی ہے کہ حنظلہ کے بدلہ حنظلہ اور احد بمقابلہ بدر، ابوسفیان کا یہ اعتقاد قائم رہا تھا حتی کہ بعد ازاں ہرقل کے سامنے بھی یہی بات کہی جب اس نے مسلمانوں اور کافروں کی باہمی جنگوں کے بارہ میں سوال کیا تھا جیسا کہ بدء الوحی میں تفصیل گزری، ابن ماجہ کی اوس بن ابو اوس سے روایت جس کی اصل ابو داؤد نے بھی تخریج کی، میں ہے کہ خود نبی اکرم نے اس کے کہے ان الفاظ کی تقریر فرمائی بلکہ (الحرب سجال) کا محاورہ خود بھی بولا، قرآن میں بھی اس طرف اشارہ ہے: (وَتِلْكَ الأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ)[آل عمران ؛ ١٤٠]۔ اس سے قبل (إِنْ يَمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِثْلُهُ) کہا، بالاتفاق یہ احد کی بابت ہے ابن ابو حاتم نے مرسلِ عکرمہ سے نقل کیا ہے کہ جب نبی اکرم پہاڑ پر چڑھے تو ابوسفیان آیا اور منجملہ باتوں کے یہ بھی کہا: (الحرب سجال) تو اللہ نے یہ آیت نازل کی: (إن يمسسكم قرح الخ) ابن عباس کی روایت میں ہے کہ اس پر حضرت عمر نے اسے جواب دیا تھا کہ معاملہ ایک جیسا نہیں، کیونکہ ہمارے مقتول تو جنت میں ہیں اور تمہارے آگ میں، وہ بولا یہ تمہارا خیال ہے (اگر یہ صحیح ہے) تب تو ہم بڑے خائب و خاسر ہوئے۔

(مثلة) میم کی پیش کی ساتھ، زبر بھی جائز ہے، ثاء ساکن ہے ابن تین نے میم مفتوح اور ثائے مضموم کے ساتھ ضبط کیا ہے ابن اسحاق رقمطراز ہیں کہ مجھے صالح بن کیسان نے بیان کیا کہ ہند اور اس کی ساتھی خواتین نے مسلمان شہداء کا مثلہ کرنا شروع کیا، کان اور ناک کاٹتی تھیں حتی کہ ہند نے شہداء کے کان ناک کاٹ کر ہار بنا لئے اور اپنے پہنے ہوئے زیورات وحشی کو قتلِ حمزہ کے انعام کے بطور دیدئے، اس نے حضرت حمزہ کا جگر نکال کر بھی چبایا۔

(لم آمر بها ولم تسؤني) یعنی اگر چہ یہ کام میرے حکم کے بغیر ہوا ہے مگر مجھے برا نہیں لگا، ابن عباس کی روایت میں ہے یہ اگر چہ ہمارے سرداروں کے حکم سے نہیں مگر جاہلی حمیت کے زیر اثر کہنے لگا مجھے یہ برا نہیں لگا، ابن اسحاق نے اس کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں:(واللہ مارضیتُ وما سخطتُ و مانهیتُ وما أمرتُ)۔

اس حدیث سے منجملہ دیگر فوائد کے یہ بھی ظاہر ہوا کہ حضرات ابوبکر وعمر نبی اکرم کے ہاں اہم حیثیت کے حامل تھے حتی کہ دشمن بھی اس امر کو پہچانتے تھے تبھی ابوسفیان نے آپ کا نام لے کر پکارا پھر ابوبکر کا پھر عمر کا، آنجناب کے حکم سے سرتابی کی شوم (یعنی نحوست) بھی ثابت ہوئی جس کا ارتکاب تیر اندازوں نے کیا پھر اس کے ضرر کی لپیٹ میں وہ بھی آ جاتے ہیں جو اس کے مرتکب نہیں ہوئے ہوتے جیسے اللہ تعالی کا فرمان ہے:(وَاتَّقُوا فِتْنَةً لا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنكُمْ خَاصَّةً)[الأنفال:۲۵]۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ آخرت پر دنیا کو ترجیح دینا امرِ آخرت کے لئے ضرر رساں ہے اور پھر اسے عموما دنیا بھی نہیں ملتی، اس جنگ کے واقعات کے منجملہ اسباق وفوائد میں سے یہ بھی ہے کہ خالص ایمان والوں کا نفاق دلوں میں چھپائے ہوؤں سے تمیز وتمحیص ہوگیا جیسا کہ قرآن نے کہا: (وَلِيُمَحِّصَ اللّهُ الَّذِينَ آمَنُواْ وَ يَمْحَقَ الْكَافِرِينَ) [آل عمران:۱۴۱]،آگے آیت نمبر۱۷۹ میں کہا:(حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ)۔

علامہ انور (أ في القوم محمد؟الخ) کے تحت رقم کرتے ہیں اس سے ظاہر ہوا کہ کفار بھی اس امر سے واقف تھے کہ مسلمانوں میں باہمی فضل اس ترتیب سے ہے،(اعل حبل) کی نسبت سے کہتے ہیں یہ ایک بت کا نام تھا جسے عمرو بن لحی لے کر آیا، کہا جاتا ہے ان کا ایک بت ہابیل جو بنی نوع انسان کا پہلا مقتول ہے، کے نام پر تھا تو وہ یہی ہوگا، نام کا یہ تصرف معمولی ہے جیسے عامر وعمر۔

یہ حدیث امام بخاری کے افراد میں سے ہے۔

4044 - أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ جَابِرٍ قَالَ اصْطَبَحَ الْخَمْرَ يَوْمَ أُحُدٍ نَاسٌ ثُمَّ قُتِلُوا شُهَدَاءَ .طرفاه 2815، 4618 - (جلد چہارم ص:۳۳۵)

(اصطبح الخمر الخ) وہب بن کیسان کی ان سے روایت میں اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمرو کا نام بھی ذکر کیا، اسے حاکم نے اکلیل میں تخریج کیا ہے، اس سے دلالت ملی کہ حرمتِ شراب احد کے بعد نازل ہوئی تھی یہی بات صراحۃً صدقہ بن فضل کی ابن عیینہ سے روایت میں ہے جو تفسیر سورۃ المائدہ میں آئے گی۔اس حدیث کے کچھ مباحث کتاب الجہاد میں ذکر ہو چکے ہیں۔

4045 - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِيهِ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ أُتِيَ بِطَعَامٍ وَكَانَ صَائِمًا فَقَالَ قُتِلَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ

وَهُوَ خَيْرٌ مِنِّي كُفِّنَ فِي بُرْدَةٍ إِنْ غُطِّيَ رَأْسُهُ بَدَتْ رِجْلَاهُ وَإِنْ غُطِّيَ رِجْلَاهُ بَدَا رَأْسُهُ وَأُرَاهُ قَالَ وَقُتِلَ حَمْزَةُ وَهُوَ خَيْرٌ مِنِّي ثُمَّ بُسِطَ لَنَا مِنَ الدُّنْيَا مَا بُسِطَ أَوْ قَالَ أُعْطِينَا مِنَ الدُّنْيَا مَا أُعْطِينَا وَقَدْ خَشِينَا أَنْ تَكُونَ حَسَنَاتُنَا عُجِّلَتْ لَنَا ثُمَّ جَعَلَ يَبْكِي حَتَّى تَرَكَ الطَّعَامَ .

(ترجمہ کیلئے جلد دوم ص:۱۷۳) طرفاہ 1274، 1275 -

عبداللہ سے مراد ابن مبارک ہیں، سعد بن ابراہیم حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے پوتے ہیں۔(بطعام) شمائلِ ترمذی کی نوفل بن ایاس سے روایت میں ہے کہ روٹی اور گوشت پر مشتمل کھانا لایا گیا، ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ یہ ان کی مرض الموت کا واقعہ ہے۔ (قتل مصعب الخ) اول الھجرۃ میں انکا نسب ذکر ہو چکا ہے سابقین الی الاسلام میں سے تھے آنجناب کی مدینہ آمد سے قبل مدینہ کے مسلمان ہو جانے والے لوگوں کو قرآن پڑھایا کرتے تھے ابن اسحاق کے بقول احد کے دن عمرو بن قمئہ لیثی کے ہاتھوں شہید ہوئے (چونکہ شکل میں آنخضورﷺ سے مشابہ تھے) اس لئے اس نے سمجھا کہ رسولِ خدا کو شہید کر دیا ہے واپس جا کر قریش سے کہنے لگا محمدﷺ کو قتل کر آیا ہوں، ابن منذر کی کتاب الجہاد میں مرسلِ عبید بن عمیر سے منقول ہے کہ نبی اکرم حضرت مصعب کی لاش کے پاس آئے وہ اس وقت اوندھے منہ پڑے تھے اور آپ کے لواء بردار تھے۔

(وھو خیر منی) شائد تواضعاً یہ بات کہی یا محتمل ہے عشرہ مبشرہ کا افضلِ صحابہ ہونا ان صحابہ کرام کی نسبت سے تھا جو عہدِ نبوی میں شہید نہ ہوئے تھے ایک مرتبہ حضرت ابوبکر نے بھی انہی جیسی بات کہی تھی ابن ہشام لکھتے ہیں کہ ایک شخص داخل ہوا اس وقت حضرت ابوبکر کے پاس حضرت سعد بن ربیع کی ایک کمسن بیٹی موجود تھی وہ پوچھنے لگا یہ کون ہے؟ کہا یہ ایسے شخص کی بیٹی ہے جو مجھ سے بہتر تھا، حضرت سعد نقباء میں سے اور اہلِ بدر میں سے ہیں، جنگ احد میں شہید ہوئے۔ (قتل حمزۃ) آگے ان کا واقعہِ شہادت ذکر ہوگا۔

(بسط لنا الخ) فتوحات اور محصلہ غنائم کی طرف اشارہ ہے جن کے سبب اللہ تعالیٰ نے تمام صحابہ کو مالِ دنیا سے وافر حصہ عطا کیا۔ (ثم جعل یبکی الخ) احمد کی غندر عن شعبہ سے روایت میں یہ گمان مذکور ہے کہ شائد کھانا نہیں کھایا گیا۔ حدیث سے زہد کی فضیلت عیاں ہوئی اور یہ کہ فضلاء کے شایانِ شان یہی ہے کہ توسُّع فی الدنیا سے احتراز کریں تا کہ اس وجہ سے انکی حسنات (یا انکے ثواب) میں کوئی نقص پیدا نہ ہو، اسی طرف حضرت ابن عوف اپنے اس قول سے اشارہ کرتے ہیں: (خشینا أن تکون حسناتنا قد عجلت) اس بارے کتاب الرقاق میں مزید بحث ہوگی۔ ابن بطال کہتے ہیں اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ صالحین کی سیرت وکردار اور دنیا کے بارہ میں ان کی کم رغبتی کے تذکرے کرتے رہنا چاہیے تا کہ دنیا کی رغبت کم ہو، ان کا رونا اس ڈر سے تھا کہ کہیں وہ اپنے پیشرو صحابہ کے ساتھ ملحق ہونے سے رہ نہ جائیں۔

4046 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ ؓ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ أُحُدٍ أَرَأَيْتَ إِنْ قُتِلْتُ فَأَيْنَ أَنَا قَالَ فِي الْجَنَّةِ فَأَلْقَى تَمَرَاتٍ فِي يَدِهِ ثُمَّ قَاتَلَ حَتَّى قُتِلَ

جابر کہتے ہیں احد کے دن ایک شخص نے نبی پاک سے کہا میں اگر شہید ہو جاؤں تو کہاں ہوں گا؟ فرمایا جنت میں، تو اس نے ہاتھ میں پکڑی کھجوریں پھینک دیں اور لڑتا ہوا جامِ شہادت نوش کر گیا۔

(قال رجل الخ) بقول ابن حجر پتہ نہیں چل سکا یہ کون تھے، ابن بشکوال کا دعوی ہے کہ یہ عمیر بن حُمام تھے ان سے قبل خطیب نے بھی یہی کہا ہے انکی حجت مسلم کی نقل کردہ حدیثِ انس ہے جس میں ہے کہ عمیر بن حمام نے کچھ کھجوریں نکال کر کھانا شروع کیں پھر کہنے لگے اگر یہ کھجوریں کھانے کیلئے زندہ رہا تو یہ تو بڑی طویل زندگی ہے، یہ کہہ کر انھیں پھینک دیا اور لڑتے ہوئے شہید ہوئے، ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں مگر اس میں تو تصریح ہے کہ یہ جنگ بدر کا واقعہ ہے جبکہ قصہِ باب غزوہ احد سے متعلق ہے تو بظاہر یہ دو مختلف واقعات ہیں۔

4047 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ خَبَّابٍؓ قَالَ هَاجَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِﷺ نَبْتَغِي وَجْهَ اللَّهِ فَوَجَبَ أَجْرُنَا عَلَى اللَّهِ وَمِنَّا مَنْ مَضَى أَوْ ذَهَبَ لَمْ يَأْكُلْ مِنْ أَجْرِهِ شَيْئًا كَانَ مِنْهُمْ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ لَمْ يَتْرُكْ إِلَّا نَمِرَةً كُنَّا إِذَا غَطَّيْنَا بِهَا رَأْسَهُ خَرَجَتْ رِجْلَاهُ وَإِذَا غُطِّيَ بِهَا رِجْلَاهُ خَرَجَ رَأْسُهُ فَقَالَ لَنَا النَّبِيُّﷺ غَطُّوا بِهَا رَأْسَهُ وَاجْعَلُوا عَلَى رِجْلِهِ الْإِذْخِرَ أَوْ قَالَ أَلْقُوا عَلَى رِجْلِهِ مِنَ الْإِذْخِرِ وَمِنَّا مَنْ قَدْ أَيْنَعَتْ لَهُ ثَمَرَتُهُ فَهُوَ يَهْدُبُهَا .

(سابقہ ہے) أطرافه 1276، 3897، 3913، 3914، 4082، 6432، 6448 -

کتاب الجنائز میں مشروح ہو چکی ہے، آگے بھی آرہی ہے۔

4048 - أَخْبَرَنَا حَسَّانُ بْنُ حَسَّانَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍؓ أَنَّ عَمَّهُ غَابَ عَنْ بَدْرٍ فَقَالَ غِبْتُ عَنْ أَوَّلِ قِتَالِ النَّبِيِّﷺ لَئِنْ أَشْهَدَنِي اللَّهُ مَعَ النَّبِيِّﷺ لَيَرَيَنَّ اللَّهُ مَا أُجِدُّ فَلَقِيَ يَوْمَ أُحُدٍ فَهُزِمَ النَّاسُ فَقَالَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعْتَذِرُ إِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ هَؤُلَاءِ يَعْنِي الْمُسْلِمِينَ وَأَبْرَأُ إِلَيْكَ مِمَّا جَاءَ بِهِ الْمُشْرِكُونَ فَتَقَدَّمَ بِسَيْفِهِ فَلَقِيَ سَعْدَ بْنَ مُعَاذٍ فَقَالَ أَيْنَ يَا سَعْدُ إِنِّي أَجِدُ رِيحَ الْجَنَّةِ دُونَ أُحُدٍ فَمَضَى فَقُتِلَ فَمَا عُرِفَ حَتَّى عَرَفَتْهُ أُخْتُهُ بِشَامَةٍ أَوْ بِبَنَانِهِ وَبِهِ بِضْعٌ وَثَمَانُونَ مِنْ طَعْنَةٍ وَضَرْبَةٍ وَرَمْيَةٍ بِسَهْمٍ .

(ترجمہ کیلئے جلد چہارم ص:۳۲۱) طرفاه 2805، 4783 -

شیخ بخاری ابوعلی بصری نزیلِ مکہ ہیں انہیں حسان بن ابوعباد بھی کہا جاتا ہے بعض نے وہم کا شکار بن کر انہیں دو سمجھا، بخاری کے قدیم شیوخ میں سے ہیں صحیح میں ان سے دو روایتیں ہیں دوسری العمرہ میں گزر چکی ہے، محمد بن طلحہ جو ابن مصرف کوفی ہیں، میں مقال ہے مگر وہ حمید سے اس میں منفرد نہیں، الجہاد میں یہی روایت اتم سیاق کے ساتھ عبدالأعلی بن عبدالأعلی عن حمید کے حوالے سے گزر چکی ہے۔ (لیرین اللہ) لفظِ اللہ فاعل ہے، مراد یہ کہ وہ نہایت جانفشانی سے لڑیں گے اگرچہ اس میں ان کی جان ہی کام آجائے، ثابت عن انس کی روایت میں ہے کہ ڈرتے تھے کہ کوئی اور لفظ نہ کہا ہو، یہ علیٰ سبیل الأدب ہے، خوف اس امر سے تھا کہ مبادا کوئی رکاوٹ آڑے آجاتی اور وہ اپنے کہے پہ پورا نہ اترتے تو مخالفِ وعد کی طرح بنتے۔

(ما أجد) اکثر رواۃ نے بطور فعلِ رباعی نقل کیا، ابن تین لکھتے ہیں درست ہمزہ کی زبر اور جیم کی پیش ہے (یعنی فعل ثلاثی) کہتے ہیں (أجد) تو ہموار زمین میں چلنے والے کو کہتے ہیں یہاں اس کا کوئی معنی نہیں بنتا، کہتے ہیں بعض نے ہمزہ کی زبر، جیم مکسور اور دالِ مخفف کے ساتھ بھی ضبط کیا ہے، وجدان سے یعنی جو شدتِ قتال مجھے لاحق ہو۔

(إني أجد ريح الخ) محتمل ہے کہ حقیقی مفہوم ہی مراد ہو، واقعۃً کوئی پاکیزہ خوشبو سونگھی ہو جسے خوشبوئے جنت قرار دیا یا مجازی معنی مراد ہے اپنی قوت یقین کی وجہ سے گویا غائب (یعنی جنت کی خوشبو) مثلِ حاضر محسوس کی ہو مفہوم یہ ہوگا کہ وہاں جا کر لڑنے والا بالضرور مآل کار جنت میں پہنچ جائے گا (کیونکہ وہاں یقینی شہادت تھی کہ کافروں کا جھمگٹا تھا اور مسلمان فی الوقت بکھر چکے تھے لہذا ادھر کا رخ کرنا بڑے بڑے بہادروں کا پتہ پانی کرنے کے مترادف تھا اسی لئے ایک روایت میں ہے کہ حضرت سعد کہا کرتے تھے میں ان جیسی ہمت نہ پیدا نہ کر سکا، بظاہر وہ اکیلے ہی صفِ دشمناں میں درانہ وار گھس گئے اور جیسا کہ روایتِ باب میں ہے کچھ اوپر اسی زخم کھائے)۔

(فمضى فقتل) عبدالأعلی کی روایت میں ہے حضرت سعد نے آنجناب کو یہ واقعہ سناتے ہوئے کہا یا رسول اللہ میں اتنی ہمت نہ کر سکا کہ انکا ساتھ دوں، ابن حجر کہتے ہیں یہ اس امر کا اشعار ہے کہ حضرت انس نے یہ واقعہ حضرت سعد سے سنا ہوگا کیونکہ وہ خود تو موقع پہ حاضر نہ تھے، حضرت انس بن نضر کی بے پایاں شجاعت بھی آشکارا ہوئی کہ حضرت سعد باوجود احد کی افراتفری میں ثابت قدم رہنے اور کمالِ شجاعت کے ان جیسی جسارت نہ کر سکے۔ (ببشامة أو ببنانه) یہاں اسی طرح شک کے ساتھ ہے، دوسرا لفظ ہی معروف ہے عبدالأعلی کی روایت میں اس پر جزم ہے مسلم کی ثابت عن انس کی روایت میں بھی یہی ہے۔

(وبه بضع الخ) عبدالأعلی کی روایت میں دونوں جگہ بجائے واو کے أو ہے یہ برائے شک نہیں بلکہ برائے تقسیم وتنویع ہے ان کی روایت میں مزید یہ بھی ہے کہ مثلہ بھی کر دئے گئے حضرت انس کا یہ قول بھی ذکر کیا کہ ہمارا خیال ہے یہ آیت: (مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُو اللّٰهَ عَلَيْهِ) انہی کی بابت نازل ہوئی، روایتِ ثابت میں جزم کے ساتھ ہے کہ انس نے کہا (فنزلت هذه الآية: مِنَ المؤمنين الخ) بخاری کی تفسیر سورۃ الأحزاب میں ثمامہ عن انس کے طریق سے بھی جزم کے ساتھ یہ منقول ہے۔

4049 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي خَارِجَةُ بْنُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّهُ سَمِعَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ يَقُولُ فَقَدْتُ آيَةً مِنَ الأَحْزَابِ حِينَ نَسَخْنَا الْمُصْحَفَ كُنْتُ أَسْمَعُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقْرَأُ بِهَا فَالْتَمَسْنَاهَا فَوَجَدْنَاهَا مَعَ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ الأَنْصَارِيِّ (مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَى نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ) فَأَلْحَقْنَاهَا فِي سُورَتِهَا فِي الْمُصْحَفِ .

(جلد چہارم ص:۳۲۳) أطرافه 2807، 4679، 4784، 4986، 4988، 4989، 7191، 7425

یہ روایت جو یہاں اختصار کے ساتھ ہے فضائل القرآن میں مطولاً آئے گی وہیں اسکی شرح کی جائے گی۔

علامہ انور (فوجدنا مع خزيمة الخ) کے تحت لکھتے ہیں یعنی فقط ان کے پاس مکتوب حالت میں پائی وگرنہ تو سارا قرآن متواتر (ومتداول) تھا حضرت عثمان نے (شائد حضرت ابو بکر لکھنا چاہیے تھا کیونکہ جمعِ اول جس کے متولی حضرت زید بنائے گئے انہی کے حکم سے تھا) حکم دیا ہوا تھا کہ یہ آیت مکتوباً ملنی چاہئے (پورے قرآن کے بارہ میں یہی حکم دیا تھا کہ مکتوباً ہی قبول کریں وگرنہ تو لا تعداد

حفاظ عہدِ نبوی میں موجود تھے) کہتے ہیں ایک آیت ابوخزیمہ کے پاس پائی وہ دوسرا واقعہ ہے (یعنی خزیمہ اور ابوخزیمہ دو الگ الگ شخصیات ہیں)۔

4050 - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ يَزِيدَ ، يُحَدِّثُ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ لَمَّا خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى أُحُدٍ رَجَعَ نَاسٌ مِمَّنْ خَرَجَ مَعَهُ وَكَانَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ ﷺ فِرْقَتَيْنِ فِرْقَةٌ تَقُولُ نُقَاتِلُهُمْ وَفِرْقَةٌ تَقُولُ لاَ نُقَاتِلُهُمْ فَنَزَلَتْ (فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فِئَتَيْنِ وَاللَّهُ أَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوا) وَقَالَ إِنَّهَا طَيْبَةُ تَنْفِي الذُّنُوبَ كَمَا تَنْفِي النَّارُ خَبَثَ الْفِضَّةِ . (ترجمہ کیلئے جلد سوم ص:۴۱) طرفاه 1884، 4589 -

عبداللہ بن یزید بھی صحابیٔ صغیر ہیں۔(رجع ناس الخ) یعنی عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھی، المغازی کی موسیٰ بن عقبہ سے روایت میں یہ صریحاً ہے اس میں ہے کہ ابن ابی آنجناب کی اس رائے سے متفق تھا کہ مدینہ میں رہ کر جنگ کی جائے مگر جب اکثریت نے مشورہ دیا کہ احد کے میدان میں نکلیں تو نبی اکرم نے ان کی بات مان لی تو کہنے لگا:(أطاعهم وعصاني) ان کی بات مانی میری نہ مانی ہم کیوں اپنی جانیں ضائع کریں، تو ایک تہائی تعداد کے ساتھ راستے سے پلٹ آیا، ابن اسحاق لکھتے ہیں والدِ جابر، عبداللہ بن عمرو بن حرام جو ابن ابی کے ہم قبیلہ تھے اس کے پیچھے گئے اللہ کا واسطہ دے کر کہا کہ ایسا نہ کرو مگر وہ مان کر نہ دیا، وہ (أبعدكم الله) کہہ کر پلٹ آئے۔

(فرقتين) یعنی ابن ابی کے گروہِ منافقاں کے بارہ میں کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔(فنزلت الخ) یہی اس کے شانِ نزول کے بارہ میں صحیح قول ہے ابن ابی حاتم نے زید بن اسلم عن ابی سعید بن معاذ کے طریق سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت انصار کی بابت نازل ہوئی، نبی اکرم نے خطاب کیا اور فرمایا:(مَنْ لي بمن يؤذيني؟) اس پر سعد بن معاذ، سعد بن عبادہ، اسید بن حضیر اور محمد بن مسلمہ کی باہمی منازعت کا قصہ ذکر کیا، کہتے ہیں (یہ واقعہِ افک کے دوران ہوا) اس پر یہ آیت نازل ہوئی، ایک اور قول بھی اس کے شانِ نزول کی بابت منقول ہے اسے احمد نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن عن ابیہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ کچھ لوگ مدینہ آکر مسلمان ہوئے پھر اس کی آب و ہوا انہیں موافق نہ آئی تو واپس ہوئے راستہ میں کچھ مسلمان ملے انہیں جب یہ واقعہ بتلایا تو ان کے بعض نے کہا یہ منافق ہیں بعض نے انکار کیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی، اسے ابن ابی حاتم نے بھی ایک دیگر طریق کے ساتھ ابوسلمہ سے مرسلاً تخریج کیا ہے اگر یہ محفوظ ہے تو محتمل ہے کہ دونوں امر اسکے نزول کا باعث بنے ہوں۔

(تنفي الذنوب) اس طریق میں یہی ہے الحج کی روایت میں (تنفي الدجال) تھا آگے التفسیر میں (تنفي الخبث) آئے گا، یہی محفوظ ہے الحج میں اس پر مفصل بات ہو چکی ہے۔(كما تنفي الخ) یہ ایک مستقل حدیث بھی ہے جو الحج میں گزری، مسلم نے بھی انہیں دو حدیثوں کے بطور نقل کیا ہے اس قصہ سے متعلقہ حصہ باب (ذكر المنافقين) کے تحت نقل کیا ہے جبکہ (إنها طيبة الخ) والی عبارت کتاب الحج کے باب (فضل المدينة) کے تحت تخریج کی، یہ انکی نادر صنیع ہے (یعنی عموماً ایسے نہیں کرتے) مگر بخاری اکثر ایسا کر لیتے ہیں کہ ایک ہی روایت کی مختلف عبارات الگ الگ کر کے متعلقہ ابواب میں ذکر کرتے ہیں۔

18 - باب ﴿إِذْ هَمَّتْ طَائِفَتَانِ مِنكُمْ أَنْ تَفْشَلاَ وَاللَّهُ وَلِيُّهُمَا وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ﴾

(ترجمہ) جب تمہارے دوگروہوں نے کمزوری دکھلانا چاہی، اور اللہ انکا ولی ہے۔ اور اللہ ہی پر مومنوں کو توکل کرنا چاہئے

فشل بمعنی جبن (بزولی) ہے کہا گیا ہے کہ فشل فی الرأی عجز ہے، فی البدن إعیاء اور فی الحرب جبن ہے، ولی بمعنی ناصر ہے۔

4051 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ نَزَلَتْ هَذِهِ الآيَةُ فِينَا (إِذْ هَمَّتْ طَائِفَتَانِ مِنْكُمْ أَنْ تَفْشَلاَ) بَنِي سَلِمَةَ وَبَنِي حَارِثَةَ وَمَا أُحِبُّ أَنَّهَا لَمْ تَنْزِلْ وَاللَّهُ يَقُولُ (وَاللَّهُ وَلِيُّهُمَا) طرفه 4558-

حضرت جابر کہتے ہیں یہ آیت ہمارے بارے میں نازل ہوئی:(إذ همت الخ) کہ تم میں سے دو جماعتوں نے کمزوری کا مظاہرہ کرنا چاہا، یعنی بنی حارثہ اور بنی سلمہ، اور مجھے پسند نہیں کہ یہ نازل نہ ہوئی ہوتی کیونکہ اللہ تعالی نے اسکے بعد فرمایا:(واللہ ولیهما) یعنی اللہ انکا ولی ہے۔

عمرو سے مراد ابن دینار ہیں، (فینا) یعنی بنی سلمہ کے بارہ میں جو خزرج کی شاخ تھی اور ان کے اقارب بنی حارث کے بارہ میں جو اوسی تھے۔ (وما أحب الخ) یعنی یہ آیت اگرچہ بظاہر ان کی نقصِ شان کرتی ہے مگر ساتھ ہی (وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا) کا جملہ کہہ دیا جو (انکے لئے ایک اعزاز اور) اس ارادۂ جبن (جو انہوں نے ابتداء کیا) کا دافع ہے کیونکہ یہ دراصل وسوسۂ شیطان تھا جو اللہ کی مہربانی سے جلد ختم ہو گیا۔

4052 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ أَخْبَرَنَا عَمْرٌو عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ هَلْ نَكَحْتَ يَا جَابِرُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ مَاذَا أَبِكْرًا أَمْ ثَيِّبًا قُلْتُ لاَ بَلْ ثَيِّبًا قَالَ فَهَلاَّ جَارِيَةً تُلاَعِبُكَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أَبِي قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ وَتَرَكَ تِسْعَ بَنَاتٍ كُنَّ لِي تِسْعَ أَخَوَاتٍ فَكَرِهْتُ أَنْ أَجْمَعَ إِلَيْهِنَّ جَارِيَةً خَرْقَاءَ مِثْلَهُنَّ وَلَكِنِ امْرَأَةً تَمْشُطُهُنَّ وَتَقُومُ عَلَيْهِنَّ قَالَ أَصَبْتَ . أطرافه 443، 1801، 2097، 2309، 2385، 2394، 2406، 2470، 2603، 2604، 2718، 2861، 2967، 3087، 3089، 3090، 5079، 5080، 5243، 5244، 5245، 5246، 5247، 5367، 6387-

جابر کہتے ہیں مجھے نبی پاک نے فرمایا کیا تم نے شادی کر لی ہے؟ عرض کی جی ہاں یا رسول اللہ، فرمایا کنواری سے یا بیوہ سے؟ کہا بیوہ سے، فرمایا کیوں نہ کسی دوشیزہ سے کی، جو تمہارا دل بہلاتی؟ کہنے لگے یا رسول اللہ میرے والد احد میں شہید ہو گئے تھے اور میری نو بہنیں چھوڑیں تو میں نے برا جانا کہ انہی جیسی نوجوان ناتجربہ کار لڑکی لے آؤں، لیکن چاہا کہ ایسی خاتون ہو جو انکی صفائی ستھرائی کا خیال رکھ سکے، فرمایا اچھا کیا۔

4053 - حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ أَبِي سُرَيْجٍ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ فِرَاسٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِؓ أَنَّ أَبَاهُ اسْتُشْهِدَ يَوْمَ أُحُدٍ وَتَرَكَ عَلَيْهِ دَيْنًا وَتَرَكَ سِتَّ بَنَاتٍ فَلَمَّا حَضَرَ جِذَاذُ النَّخْلِ قَالَ أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقُلْتُ قَدْ عَلِمْتَ أَنَّ

وَالِدِی قَدِ اسْتُشْهِدَ يَوْمَ أُحُدٍ وَتَرَكَ دَيْنًا كَثِيرًا وَإِنِّي أُحِبُّ أَنْ يَرَاكَ الْغُرَمَاءُ فَقَالَ اذْهَبْ فَبَيْدِرْ كُلَّ تَمْرٍ عَلَى نَاحِيَةٍ فَفَعَلْتُ ثُمَّ دَعَوْتُهُ فَلَمَّا نَظَرُوا إِلَيْهِ كَأَنَّهُمْ أُغْرُوا بِي تِلْكَ السَّاعَةَ فَلَمَّا رَأَى مَا يَصْنَعُونَ أَطَافَ حَوْلَ أَعْظَمِهَا بَيْدَرًا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ جَلَسَ عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ ادْعُ لَكَ أَصْحَابَكَ فَمَا زَالَ يَكِيلُ لَهُمْ حَتَّى أَدَّى اللَّهُ عَنْ وَالِدِي أَمَانَتَهُ وَأَنَا أَرْضَى أَنْ يُؤَدِّيَ اللَّهُ أَمَانَةَ وَالِدِي وَلَا أَرْجِعَ إِلَى أَخَوَاتِي بِتَمْرَةٍ فَسَلَّمَ اللَّهُ الْبَيَادِرَ كُلَّهَا وَحَتَّى إِنِّي أَنْظُرُ إِلَى الْبَيْدَرِ الَّذِي كَانَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ كَأَنَّهَا لَمْ تَنْقُصْ تَمْرَةً وَاحِدَةً

(ترجمہ کیلئے جلد سوم ص: ۳۳۰) اطرافہ 2127، 2395، 2396، 2405، 2601، 2709، 2781، 3580، 6250

پہلے طریق میں عمرو سے مراد ابن دینار ہیں۔ (وترک تسع بنات) دوسرے طریق کی روایت میں (ست بنات) ہے، گویا ان میں سے تین جو پہلے سے شادی شدہ تھیں، کا اس میں بیان نہیں کیا دوسری روایت علاماتِ نبوت میں مشروح ہو چکی ہے جبکہ پہلے طریق والی روایت کی شرح کتاب النکاح میں آئے گی، یہ الجنائز میں بھی گزر چکی ہے یہاں اس تعلق سے منقول کیا کہ والدِ جابر احد میں شہید ہو گئے تھے ترمذی کی طلحہ بن خراش سے روایت میں ہے، جابر کہتے ہیں نبی اکرم مجھے ملے اور دریافت فرمایا کیا بات ہے بہت شکستہ سے لگ رہے ہو؟ میں نے عرض کیا والد شہید ہو گئے اور کافی قرض اور عیال چھوڑا ہے (جن کی ذمہ داری مجھ پر آن پڑی ہے) فرمایا تمہیں خوشخبری نہ دوں؟ اللہ تعالیٰ سے تمہارے والد کی ملاقات ہوئی تو حکم ہوا: (تَمَنَّ عَلَيَّ) کہ مانگ لو جو مانگنا ہے تو انہوں نے کہا اے اللہ میری بس یہی تمنا ہے کہ تو مجھے زندہ کر دے میں پھر تیری راہ میں شہید ہونا چاہتا ہوں۔

علامہ انور حدیث کے جملہ (هل نكحت ياجابر ؟) کے تحت لکھتے ہیں اس وقت ان کی عمر پندرہ برس تھی مگر شادی ایک بیوہ سے کی جس کی وجہ بیان کر دی۔

4054 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ أُحُدٍ وَمَعَهُ رَجُلَانِ يُقَاتِلَانِ عَنْهُ عَلَيْهِمَا ثِيَابٌ بِيضٌ كَأَشَدِّ الْقِتَالِ مَا رَأَيْتُهُمَا قَبْلُ وَلَا بَعْدُ. طرفه 5826-

حضرت سعد بن ابی وقاص کہتے ہیں میں نے احد کے دن نبی پاک کو دیکھا کہ آپ کے ساتھ نہایت سفید کپڑوں میں ملبوس دو اشخاص بڑی شدت سے لڑائی میں مصروف ہیں، نہ انہیں اس سے قبل دیکھا اور نہ بعد ازیں۔

(عن أبيه) یعنی سعد بن ابراہیم۔(ومعه رجلان الخ) یہ حضرت جبریل اور حضرت میکائیل تھے مسلم کی روایتِ معمر میں صراحت ہے۔(ومارأيتهما قبل الخ) طیالسی کی ابراہیم بن سعد سے روایت میں ہے اس دن سے قبل اور بعد انہیں نہ دیکھا۔

علامہ انور (معه رجلان يقاتلان) کی بابت لکھتے ہیں اسی قسم کا مشاہدہ بعض مقرب لوگوں کو بھی ہوا تا کہ وہ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت بالغیب یہ ہوتی ہے اور معاملہ غیب محض پر منحصر نہیں ہوتا، سبھی لوگوں کا اس نصرتِ غیبی اور اس کی کیفیت کا مشاہدہ کر لینا اس عالمِ تکلیف کیلئے مناسب نہیں۔

4055 - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ هَاشِمٍ السَّعْدِيُّ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُولُ سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ يَقُولُ نَثَلَ لِي النَّبِيُّ ﷺ كِنَانَتَهُ يَوْمَ أُحُدٍ فَقَالَ ارْمِ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي .

(ترجمہ کیلئے جلد پنجم ص:۶۶۷) أطرافه 3725، 4056، 4057

4056 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ قَالَ سَمِعْتُ سَعْدًا يَقُولُ جَمَعَ لِي النَّبِيُّ ﷺ أَبَوَيْهِ يَوْمَ أُحُدٍ

(سابقہ) أطرافه 3725، 4055، 4057-

4057 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ يَحْيَى عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّهُ قَالَ قَالَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ لَقَدْ جَمَعَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ أُحُدٍ أَبَوَيْهِ كِلَيْهِمَا يُرِيدُ حِينَ قَالَ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي وَهُوَ يُقَاتِلُ . (ایضا) أطرافه 3725، 4055، 4056 -

اسے دوطرق کے ساتھ سعید بن مسیّب سے اور دوطرق کے ساتھ یحی بن سعید انصاری سے تخریج کیا ہے، دوسرے طریق میں یحی بن سعید قطان بھی ہیں تیسرے طریق میں لیث بن سعد یحی انصاری سے راوی ہیں ان کی روایت سیاق کے لحاظ سے اتم ہے، ہاشم بن ہاشم سے مراد ابن عتبہ بن سعد بن ابی وقاص ہیں ان کی نسبت سعدی ان کے والد کے چچا جو ان کے نانا ہیں، کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے کہا، ابن حجر لکھتے ہیں ایک مرسل طریق سے اس روایت میں زیادت بھی ملحوظ کی ہے جسے ابن عائذ نے ولید بن مسلم عن یحی بن حمزہ نقل کیا، سعد کہتے ہیں میں نے تیر چلایا، نبی اکرم نے میرا (وہی) تیر مجھے واپس کر دیا میں اسے خوب پہچانتا تھا حتی کہ میں نے مسلسل آٹھ یا نو تیر چلائے ہر ایک تیر آپ نے مجھے واپس کیا، ایک خون آلود تیر تو میں نے اپنے ترکش میں محفوظ بھی کر لیا، حاکم کی ایک روایت جسے یونس بن بکیر عن عائشہ بنت سعد سے نقل کیا، میں اس قصہ کا سبب بھی مذکور ہے، وہ اپنے والد سے بیان کرتی ہیں کہ جب معرکہ احد کے دوران ایک وقت ایسا آیا کہ مسلمان افراتفری کا شکار ہوئے تو میں ایک طرف کھڑا ہو گیا فیصلہ کیا یہیں رک کر اپنا دفاع کرتا ہوں، بچ جاؤں یا شہید ہو جاؤں، اچانک نظر پڑی کہ ایک شخص جس پر مشرک زور وشور سے حملہ آور ہیں اور وہ مٹھی میں کنکریاں لے کر ان پر پھینکتا ہے، میرے اور ان کے مابین مقداد تھے میں نے ان سے پوچھنا چاہا کہ یہ کون ہیں؟ اچانک وہ بولے اے سعد یہ رسول اللہ ہیں اور تمہیں بلا رہے ہیں میں مستعدی سے کھڑا ہو گیا گویا مجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچی مجھے آپ نے اپنے سامنے بٹھا لیا اور میں نے تیر چلانے شروع کئے (گویا یہاں اس عظیم معجزہ کا ظہور ہوا کہ سعد تیر چلاتے ہیں اور آنجناب وہی تیر بار بار انہیں لوٹا رہے ہیں اس موقع پر آنحضرت کی جان بچ جانا بذات خود ایک معجزہ ہے ایک لحہ تو ایسا آیا جیسا اس روایت میں مذکور ہے کہ رسولِ خدا کے ساتھ صرف مقداد اور چند ایک ہی صحابہ تھے اور ہر طرف سے مشرکوں نے آپکو گھیرے میں لیا ہوا تھا یقیناً اس موقع پر تائید غیبی بصورتِ ملائکہ بھی حاصل ہوگی مگر ساتھ ہی یہ سبق بھی دیا کہ فرشتوں وغیرہ کی مدد تبھی حاصل ہوتی ہے اگر خود بھی جان نثاری وسرفروشی کا مظاہرہ کریں، گھر بیٹھے کبھی نصرت الٰہی نہیں ملتی یہ اللہ کی سنت کے خلاف ہے بقول اقبال: فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر

قطار اب بھی)۔

4058 - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ عَنْ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شَدَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُولُ مَا سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَجْمَعُ أَبَوَيْهِ لأَحَدٍ غَيْرَ سَعْدٍ . (سابقہ)أطرافه 2905، 4059، 6184 -

4059 - حَدَّثَنَا يَسَرَةُ بْنُ صَفْوَانَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَدَّادٍ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ مَا سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ جَمَعَ أَبَوَيْهِ لأَحَدٍ إِلَّا لِسَعْدِ بْنِ مَالِكٍ فَإِنِّي سَمِعْتُهُ يَقُولُ يَوْمَ أُحُدٍ يَا سَعْدُ ارْمِ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي . (سابقہ)أطرافه 2905، 4058، 6184 -

دوطرق سے نقل کی، پہلے طریق میں ابن شداد سے راوی، سعد بن ابراہیم بن ابن عوف ہیں، شداد صحابی جلیل ہیں، دوسرے طریق میں ابراہیم پہلے طریق کے راوی سعد کے والد ہیں۔

4060و 4061 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ مُعْتَمِرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ زَعَمَ أَبُو عُثْمَانَ أَنَّهُ لَمْ يَبْقَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي بَعْضِ تِلْكَ الأَيَّامِ الَّتِي يُقَاتِلُ فِيهِنَّ غَيْرُ طَلْحَةَ وَسَعْدٍ عَنْ حَدِيثِهِمَا . (ترجمہ کیلئے جلد پنجم ص:٤٦٦) حديث 4060طرفه 3722 - حديث 4061طرفه 3723-

معتمر اپنے والد سلیمان سے راوی ہیں۔ (زعم أبو عثمان الخ) یعنی نہدی، اسماعیلی کی روایت میں (سمعت أبا عثمان) ہے۔(في تلك الأيام) غیر ابوذر کے نسخوں میں (في بعض الخ) ہے، یہی ابین ہے کیونکہ اس سے مراد یوم احد ہے۔ (غير طلحة) یعنی طلحہ بن عبید اللہ اور سعد بن ابی وقاص۔ (عن حديثهما) مراد یہ کہ انہوں نے خود ابوعثمان نہدی کو یہ بیان کیا، مستخرج ابی نعیم میں عبداللہ بن معاذ عن معتمر کے طریق سے اس روایت میں ہے، سلیمان کہتے ہیں میں نے نہدی سے پوچھا آپ کو کیسے علم ہوا؟ کہا (عن حديثهما) اس پر روایتِ مشار الیہ معکّر ہے جس میں حضرت مقداد کا بھی ذکر ہے تو محتمل ہے کہ یہ ایک موقع کی بات کر رہے ہوں، مسلم نے ثابت عن انس کے حوالے سے روایت کیا ہے کہ احد کے دن نبی اکرم سات انصاریوں اور دو قریش کے افراد کے ساتھ باقیوں سے کٹ کر رہ گئے تھے تو یہ یہی ہو سکتے ہیں، گویا حدیثِ ہذا میں اس حصہ سے مراد یہ کہ مہاجرین میں سے فقط دو ہی آپ کے ساتھ تھے، دراصل جب افراتفری مچی اور ادھر سے شیطان چیخ پڑا کہ محمد شہید ہو گئے تو ہر صحابی کو پھر اپنی فکر پڑ گئی اور صفیں اس وقت درہم برہم تھیں، جیسا کہ حدیثِ سعد سابق سے اشارہ ملا بعد ازاں جب پتہ چلا کہ آنجناب اللہ کے فضل سے زندہ ہیں تب ایک ایک کر کے سبھی اکٹھے ہو گئے (اور معاملات سنبھل گئے) سیرت ابن اسحاق میں آپکے ہمراہ اس موقع پہ ثابت قدم رہنے والے انصار میں سے جو آپکا دفاع کرتے ہوئے شہید ہوئے، کا ذکر ہے، ان میں زیاد بن سکن بعض نے عمارہ بن سکن لکھا جو (سات میں سے) پانچ کے ہمراہ آپ پر اپنی جان نچھاور کر گئے، ابن عائذ کے مرسلِ مطلب بن عبداللہ بن حنطب میں ہے کہ اس موقع پر آنجناب کے ساتھ صرف بارہ انصاری ہی رہ گئے تھے، نسائی نے اور بیہقی نے الدلائل میں عمارہ بن غزیہ عن ابی الزبیر عن جابر کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ اس موقع پر آپکے ہمراہ صرف گیارہ افراد رہ گئے تھے حضرت طلحہ بھی ان میں شامل تھے اسکی سند جید ہے تو ممکن ہے ہر ایک نے اپنے مشاہدہ کے مطابق بیان کیا پھر لحہ بلحہ تعداد گھٹتی اور بڑھتی رہی، محمد بن سعد سے منقول ہے کہ چودہ اصحاب تھے ان میں سات مہاجرین اور سات

ہی انصاری تھے حضرت ابوبکر بھی موجود تھے، مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ جب مشرکوں نے آپ کو گھیرے میں لیا آپ نے فرمایا کون انہیں ہم سے پلٹا دے گا، وہ جنت میں میرا رفیق بنے گا؟ تو ایک انصاری کھڑا ہوا اس میں ذکر ہے کہ اس طرح سے آپکے ہمراہ موجود سارے انصاری شہید ہو گئے پھر ایک موقع آیا کہ صرف طلحہ وسعد ہی رہ گئے بعد ازاں اور بھی آ گئے جہاں تک حضرت مقداد کا تعلق ہے وہ مسلسل قتال میں مشغول رہے ہوں گے (پہلے ذکر ہوا کہ احد میں مسلمانوں کی طرف سے وہ واحد شہ سوار تھے) واقدی نے مہاجرین میں سے اس موقع پر موجود ان صحابہ کا ذکر کیا ہے: ابوبکر، علی، ابن عوف، سعد، طلحہ، زبیر اور ابوعبیدہ اور انصار میں سے یہ صحابہ کرام تھے: ابو دجانہ، حباب بن منذر، عاصم بن ثابت، حارث بن صمہ، سہل بن حنیف، سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر، بعض نے آخری دو کی بجائے سعد بن عبادہ اور محمد بن مسلمہ کا ذکر کیا ہے، یہ بھی ممکن ہے کہ یہ سارے حضرات فی الجملہ ثابت قدم رہے ہوں اور سابق الذکر آنجناب کے ہمراہ موجود ہوں۔

علامہ انور حدیث کے الفاظ (لم يبق مع النبی ﷺ فی بعض تلك الأيام الخ) کے تحت لکھتے ہیں فرار ترکِ معرکہ کو کہتے ہیں جہاں تک اثنائے معرکہ انتشار اور افراتفری کا شکار ہونا اور ایک جگہ سے دوسری جگہ چلے جانا ہے تو یہ فرار نہیں، تو شاید احد میں یہی کچھ ہوا تھا۔

4062 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوسُفَ قَالَ سَمِعْتُ السَّائِبَ بْنَ يَزِيدَ قَالَ صَحِبْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ وَطَلْحَةَ بْنَ عُبَيْدِ اللَّهِ وَالْمِقْدَادَ وَسَعْدًا فَمَا سَمِعْتُ أَحَدًا مِنْهُمْ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ إِلَّا أَنِّي سَمِعْتُ طَلْحَةَ يُحَدِّثُ عَنْ يَوْمِ أُحُدٍ (ترجمہ کیلئے جلد چہارم ص:۳۴۱) طرفہ 2824

سند میں محمد بن یوسف کندی ہیں، سائب صغار صحابہ میں سے ہیں۔ (سمعت طلحة) یعنی ابن عبید اللہ، اس حدیث کی شرح کتاب الجہاد میں گزر چکی ہے، ابو یعلی نے ایک دیگر طریق کے ساتھ سائب سے روایت کیا ہے کہ حضرت طلحہ احد کے دن دو زرہ پہنے ہوئے تھے ابن اسحاق ناقل ہیں کہ حضرت طلحہ نبی پاک کو (جو زخمی تھے) اپنے کندھوں پہ بٹھلا کر پہاڑ کے اوپر لے گئے، ابن زبیر سے نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم سے سنا اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے تھے: (أوجبَ طلحة) یعنی طلحہ نے جنت اپنے اوپر واجب کر لی۔

4063 - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ إِسْمَاعِيلَ عَنْ قَيْسٍ قَالَ رَأَيْتُ يَدَ طَلْحَةَ شَلَّاءَ وَقَى بِهَا النَّبِيَّ ﷺ يَوْمَ أُحُدٍ . (جلد پنجم ص:۴۶۶) طرفہ 3724 -

اسماعیل سے ابن ابی خالد اور قیس سے ابن ابو حازم مراد ہیں۔ (وقی بها الخ) اس کی تفصیل اکلیل حاکم میں موسیٰ بن طلحہ کے طریق سے ہے، کہتے ہیں احد کے دن انہیں انتالیس یا پینتیس زخم لگے دو انگلیاں بھی شل ہو گئیں سباحہ اور اسکے ساتھ والی، طیالسی کی عیسی بن طلحہ عن عائشہ کے طریق سے روایت میں ہے، کہتی ہیں حضرت ابوبکر جب بھی احد کا تذکرہ کرتے کہتے یہ سارا دن تو طلحہ کے نام ہے، کہتے ہیں سب سے پہلے میں پلٹا تو دیکھا کہ ایک آدمی نبی پاک کو دشمنوں سے بچانے کیلئے لڑ رہا ہے میں نے کہا (کن طلحة) یعنی تمہیں طلحہ ہونا چاہئے (انکی سرفروشی سے واقف تھے) پھر مجھے ابوعبیدہ آنجناب ہی کی طرف آتے ملے، قریب پہنچے تو نبی پاک نے فرمایا

اپنے ساتھی کی مدد کو پہنچو، کہتے ہیں ہم گئے تو دیکھا کہ ان کی (مذکورہ) انگلیاں کٹ چکی ہیں، نسائی کی حدیثِ جابر میں ہے جب مشرکوں نے اس طرف حملہ کیا تو آپ نے فرمایا: (مَنْ لِلقوم؟) حضرت طلحہ نے کہا میں، کہتے ہیں ساتھ میں کچھ انصاری بھی ہو لئے، کہتے ہیں حضرت طلحہ تنہا گیارہ آدمیوں کی مانند لڑے حتی کہ ان کا ہاتھ مجروح ہوا اور انگلیاں کٹ گئیں، اس پر کہا (حسن) (چہ خوب) نبی اکرم نے فرمایا اگر تم بسم اللہ کہہ لیتے تو سب کی نظروں کے سامنے فرشتے تمہیں اٹھا کر لے جاتے (یعنی محفوظ مقام کی طرف) کہتے ہیں پھر اللہ نے مشرکوں کو یہاں سے پلٹا دیا۔

4064 - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمَ أُحُدٍ انْهَزَمَ النَّاسُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَأَبُو طَلْحَةَ بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ ﷺ مُجَوِّبٌ عَلَيْهِ بِحَجَفَةٍ لَهُ وَكَانَ أَبُو طَلْحَةَ رَجُلاً رَامِيًا شَدِيدَ النَّزْعِ كَسَرَ يَوْمَئِذٍ قَوْسَيْنِ أَوْ ثَلاَثًا وَكَانَ الرَّجُلُ يَمُرُّ مَعَهُ بِجَعْبَةٍ مِنَ النَّبْلِ فَيَقُولُ انْثُرْهَا لأَبِي طَلْحَةَ قَالَ وَيُشْرِفُ النَّبِيُّ ﷺ يَنْظُرُ إِلَى الْقَوْمِ فَيَقُولُ أَبُو طَلْحَةَ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي لاَ تُشْرِفْ يُصِيبُكَ سَهْمٌ مِنْ سِهَامِ الْقَوْمِ نَحْرِي دُونَ نَحْرِكَ وَلَقَدْ رَأَيْتُ عَائِشَةَ بِنْتَ أَبِي بَكْرٍ وَأُمَّ سُلَيْمٍ وَإِنَّهُمَا لَمُشَمِّرَتَانِ أَرَى خَدَمَ سُوقِهِمَا تَنْقُزَانِ الْقِرَبَ عَلَى مُتُونِهِمَا تُفْرِغَانِهِ فِي أَفْوَاهِ الْقَوْمِ ثُمَّ تَرْجِعَانِ فَتَمْلآنِهَا ثُمَّ تَجِيئَانِ فَتُفْرِغَانِهِ فِي أَفْوَاهِ الْقَوْمِ وَلَقَدْ وَقَعَ السَّيْفُ مِنْ يَدَيْ أَبِي طَلْحَةَ إِمَّا مَرَّتَيْنِ وَإِمَّا ثَلاَثًا . (جلد چہارم ص: ۳۹۶ میں ایک حصہ مترجم ہے باقی کا ترجمہ یہ ہے کہ ابوطلحہ کے ہاتھ سے دو یا تین مرتبہ تلوار چھوٹی، یعنی جب جیسا کہ قرآن میں مذکور ہوا کہ اللہ کی جانب سے سکینت کیلئے اہلِ اسلام پہ عین اثنائے جنگ اونگھ طاری ہوئی تھی)

أطرافه 2880، 2902، 3811 -

(انهزم الناس) یعنی بعض، مطلقا اسلئے کہا کہ ایک موقع پہ سبھی متفرق ہو گئے تھے جیسا کہ گزرا، صورتحال یہ بنی تھی کہ مسلمان تین حصوں میں بٹ گئے تھے ایک فریق تو ہمت ہار کر میدان چھوڑ بیٹھا اور مدینہ کا رخ کیا یہ اس وقت واپس آئے جب مکمل طور پر لڑائی ختم ہو چکی تھی انہی کے بارہ میں یہ آیت نازل ہوئی: (إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ) [آل عمران: ۱۵۵] ایک گروہ ایسا تھا جو موجود تو وہیں رہا مگر صفیں درہم برہم ہونے کی وجہ سے اور کانوں میں یہ آواز پڑنے کی وجہ سے کہ محمد قتل ہو گئے، انھیں کچھ سجھائی نہ دیتا تھا کہ کیا کریں اب انکی آخری کوشش یہی تھی کہ اپنا آپ بچانے کی سعی وکوشش کریں اکثر مسلمانوں کی یہی کیفیت تھی، تیسرا گروہ ان صحابہ کرام کا تھا جو اس عالمِ انتشار وتفرّق میں نبی پاک کے ہمراہ رہا، یہ چند صحابہ تھے، پھر دوسرا گروہ جب معلوم ہوا کہ نبی اکرم زندہ ہیں، ان کے پاس لوٹنا شروع ہوا، طبری نے سدی کے طریق سے نقل کیا ہے کہ جب ابن قمئہ کے پھینکے ہوئے پتھر سے آپکا چہرۂ اقدس زخمی ہوا اور دانت مبارک شہید ہوئے لوگ اس وقت متفرق تھے آپ نے بلانا شروع کیا تو لوگ پلٹنا شروع ہوئے حتی کہ تیس افراد آپکے گرد جمع ہو گئے۔

(وأبو طلحة) حضرت انس کے سوتیلے والد، انس نے یہ قصہ انہی سے اخذ کیا ہے۔ (مجوب) ترس یعنی ڈھال کو جو بہ بھی

کہتے ہیں جحفہ بھی اسی کو کہا جاتا ہے۔

(إما مرتين الخ:) مسلم نے بحوالہ دارمی عن ابی معمر یعنی انہی شیخ بخاری کے حوالے سیاسی سند کے ساتھ (من النعاس) کا بھی اضافہ کیا، آگے انس عن ابی طلحہ کے حوالے سے ذکر ہوگا، کہتے ہیں میں بھی انہی میں شامل تھا جن پر اونگھ چھائی حتی کہ کئی مرتبہ ہاتھ سے تلوار چھوٹ گئی، احمد اور حاکم کی ثابت عن انس کے طریق سے روایت میں ہے کہ میں نے احد کے دن (ایک موقع پہ) سر اٹھایا تو دیکھا ہر مسلمان ڈھال کے پیچھے اونگھ رہا ہے (یہ غیبی تائید کی آمد کی علامت تھی، یہ کیفیت چند لمحے جاری رہی) اسی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے:(إِذْ يُغَشِّيكُمُ النُّعَاسَ أَمَنَةً مِنْهُ) کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے امان کی علامت بن کر تم پر اونگھ چھا رہی تھی۔

علامہ انور (تنفزان القرب) کے تحت لکھتے ہیں (اردو میں): چھلکاتی تھیں مشکوں کو، دوڑنے کی وجہ سے، کہتے ہیں بعض نے بخاری کی طرف اس کا ترجمہ (تخیطان) کہ سیتی تھیں، منسوب کیا ہے لیکن یہ درست نہیں،نقز بمعنی خیاطت نہیں، راوی (آگے) جو اس کی تفسیر بیان کریں گے، وہ بھی غلط ہے، پھر ابھی تک آیتِ حجاب نازل نہ ہوئی تھی پھر یہ بھی کہ حضرت انس کی یہ روئیت اختیاری نہ تھی (شائد ابھی بالغ بھی نہ تھے)۔(بصرت وأبصرت واحد) کی بابت کہتے ہیں گویا (ان بعض کے نزدیک) بصر حالانکہ کَرُمَ سے ہے، مگر متعدی ہے تو یہ شاذ قول ہے۔

4065 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ ؓ قَالَتْ لَمَّا كَانَ يَوْمَ أُحُدٍ هُزِمَ الْمُشْرِكُونَ فَصَرَخَ إِبْلِيسُ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَيْهِ أَيْ عِبَادَ اللَّهِ أُخْرَاكُمْ فَرَجَعَتْ أُولاَهُمْ فَاجْتَلَدَتْ هِيَ وَأُخْرَاهُمْ فَبَصُرَ حُذَيْفَةُ فَإِذَا هُوَ بِأَبِيهِ الْيَمَانِ فَقَالَ أَيْ عِبَادَ اللَّهِ أَبِي أَبِي قَالَ قَالَتْ فَوَاللَّهِ مَا احْتَجَزُوا حَتَّى قَتَلُوهُ فَقَالَ حُذَيْفَةُ يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ قَالَ عُرْوَةُ فَوَاللَّهِ مَا زَالَتْ فِي حُذَيْفَةَ بَقِيَّةُ خَيْرٍ حَتَّى لَحِقَ بِاللَّهِ .بَصُرْتُ عَلِمْتُ مِنَ الْبَصِيرَةِ فِي الأَمْرِ وَأَبْصَرْتُ مِنْ بَصَرِ الْعَيْنِ وَيُقَالُ بَصُرْتُ وَأَبْصَرْتُ وَاحِدٌ

(ترجمہ کیلئے جلد چہارم ص:۷۵٦) اطرافه 3290، 3824، 6668، 6883، 6890-

(أي عباد الله أخراكم) یعنی پیچھے کی جانب سے حملہ سے بچو، یہ اس وقت کی بات ہے جب تیر انداز جنہیں درے پر مقرر کیا گیا تھا، اپنی جگہ سے ہٹ کر نیچے میدان میں داخل ہوئے (یہ مسلمانوں کے عقب کی جانب تھا) تو میدان میں موجود مسلمان سمجھے کہ یہ مشرکوں کا گروہ ہے جو ہم پہ حملہ آور ہوا ہے، شیطان کے بولے ہوئے اس جملہ سے یہ ساری غلط فہمی پیدا ہوئی اور فتح ہزیمت میں بدل گئی۔(فرجعت أولاهم الخ) ہم ضمیر دونوں جگہ مسلمانوں کی طرف راجع ہے، ادھر ابھی مشرکین کے کئی مقاتلین بھی میدان میں موجود تھے، ایسا ماحول بنا کہ کچھ پتہ نہ چلتا تھا اپنا کون ہے پرایا کون ہے؟ ایک دوسرے ہی کو قتل کرنے لگے۔ (فبصر حذيفة الخ) ابن سعد کی روایت میں ہے کہ یمانؓ عبد اللہ بن مسعود کے بھائی عتبہ کے ہاتھوں غلطی سے قتل ہو گئے، عبد بن حمید نے بھی یہ اپنی تفسیر میں ابن عباس سے نقل کیا ہے ابن اسحاق لکھتے ہیں مجھے عاصم بن عمر نے محمود بن لبید سے بیان کیا کہ یمان والدِ حذیفہ اور ثابت بن وقش دونوں بڑی عمر کے صحابی تھے نبی اکرم نے انہیں عورتوں اور بچوں کی نگرانی پر مقرر کیا ہوا تھا، آپس میں باتیں کرتے ہوئے شہادت کی

رغبت ظاہر کی پھر جب دیکھا کہ مسلمان ادھر ادھر بکھر رہے ہیں تو تلواریں پکڑ کر میدان میں اتر آئے وہاں موجود مسلمان انہیں پہچان ہی نہ پائے (وہ سمجھے یہ بھی دشمن لشکر کے ہیں) ثابت تو اہلِ شرک کے ہاتھوں شہید ہوئے یمان کو مسلمانوں نے ہی لاعلمی میں شہید کر ڈالا۔

(قال عروة الخ) اس کا بیان المناقب میں گزرا ہے ابن ابو اسحاق کی روایت میں ہے حذیفہ کہنے لگے تم نے میرے والد کو شہید کر ڈالا؟ وہ کہنے لگے واللہ ہمیں تو ان کی پہچان ہی نہ آئی وہ بولے اللہ تمہیں معاف کرے، نبی اکرم نے انہیں دیت دینا چاہی مگر حضرت حذیفہ نے کہا یہ میری طرف سے صدقہ کر دیں، آنجناب کو ان کی ادا پسند آئی، ابن تین ابن ابو اسحاق کی اس روایت سے غافل رہے تو لکھ بیٹھے اس قصہ میں دیت یا کفارہ کا ذکر موجود نہیں تو یا تو یہ ابھی فرض نہ ہوئی تھی یا علمِ سامع پر اکتفاء کیا۔

19 - باب قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى ﴿إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ﴾ (ترجمہ) بے شک وہ لوگ جو اس روز جب دو جماعتیں باہم متقابل ہوئیں تھیں، پھر گئے تو یہ اس سبب سے کہ شیطان نے انہیں انکے بعض اعمال کی وجہ سے بہکا دیا تھا، اور البتہ اللہ نے انکی یہ تقصیر معاف کردی اور اللہ غفور اور رحیم ہے۔

اہلِ علم متفق ہیں کہ (یوم التقی الجمعان) سے یہاں مراد احد کا دن ہے، بدر قرار دینا غفلت ہے کیونکہ اس دن تو کوئی مسلمان میدان سے پھرا نہ تھا ہاں البتہ دوسری آیت: (وَمَا أَنزَلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ) میں (یوم التقی الخ) سے مراد بدر کا دن ہی ہے، یہ آیت سورۂ انفال کی ہے جس کا موضوع بدر کے واقعات ہیں تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ قرآن میں جہاں کہیں (یوم التقی الخ) ہے اسی سے مراد یومِ بدر ہے۔ (ببعض ما کسبوا) ابن تین لکھتے ہیں کہا جاتا ہے کہ شیطان نے انہیں ان کے گناہ یاد کرا دئے جس کی وجہ سے انہیں برا لگا کہ توبہ سے قبل کسی جنگ میں شامل ہوں، یہ کراہت معاندت اور نفاق کے سبب نہ تھی اس پر اللہ نے انہیں معاف کر دیا بقول ابن حجر یہ بات متعین نہیں، یہ بھی محتمل ہے کہ میدان سے ان کا یہ فرار بزدلی اور (انسانی طبیعت کے اقتضاء کے مطابق) زندہ رہنے کی خواہش پر مبنی ہو نہ کہ عناداً اور نفاقاً پھر توبہ بھی کر لی اور اللہ نے قرآن میں ہی کہہ دیا کہ ان کی توبہ قبول ہے۔

4066 - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا أَبُو حَمْزَةَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ مَوْهَبٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ حَجَّ الْبَيْتَ فَرَأَى قَوْمًا جُلُوسًا فَقَالَ مَنْ هَؤُلَاءِ الْقُعُودُ قَالُوا هَؤُلَاءِ قُرَيْشٌ قَالَ مَنِ الشَّيْخُ قَالُوا ابْنُ عُمَرَ فَأَتَاهُ فَقَالَ إِنِّي سَائِلُكَ عَنْ شَيْءٍ أَتُحَدِّثُنِي قَالَ أَنْشُدُكَ بِحُرْمَةِ هَذَا الْبَيْتِ أَتَعْلَمُ أَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ فَرَّ يَوْمَ أُحُدٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَتَعْلَمُهُ تَغَيَّبَ عَنْ بَدْرٍ فَلَمْ يَشْهَدْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَتَعْلَمُ أَنَّهُ تَخَلَّفَ عَنْ بَيْعَةِ الرُّضْوَانِ فَلَمْ يَشْهَدْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَكَبَّرَ قَالَ ابْنُ عُمَرَ تَعَالَ لِأُخْبِرَكَ وَلِأُبَيِّنَ لَكَ عَمَّا سَأَلْتَنِي عَنْهُ أَمَّا فِرَارُهُ يَوْمَ أُحُدٍ فَأَشْهَدُ أَنَّ اللَّهَ عَفَا عَنْهُ وَأَمَّا تَغَيُّبُهُ عَنْ بَدْرٍ فَإِنَّهُ كَانَ تَحْتَهُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَكَانَتْ مَرِيضَةً فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ إِنَّ لَكَ أَجْرَ رَجُلٍ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا وَسَهْمَهُ وَأَمَّا تَغَيُّبُهُ عَنْ بَيْعَةِ الرُّضْوَانِ فَإِنَّهُ لَوْ كَانَ أَحَدٌ

أَعَزَّ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ لَبَعَثَهُ مَكَانَهُ فَبَعَثَ عُثْمَانَ وَكَانَ بَيْعَةُ الرُّضْوَانِ بَعْدَ مَا ذَهَبَ عُثْمَانُ إِلَى مَكَّةَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ بِيَدِهِ الْيُمْنَى هَذِهِ يَدُ عُثْمَانَ فَضَرَبَ بِهَا عَلَى يَدِهِ فَقَالَ هَذِهِ لِعُثْمَانَ اذْهَبْ بِهَذَا الْآنَ مَعَكَ .

(جلد پنجم ص: ۴۳۳ میں مفصل ترجمہ موجود ہے) أطرافه 3130، 3698، 3704، 4513، 4514، 4650، 4651، 7095

مناقبِ عثمان میں مشروح ہو چکی ہے، ابن حجر کہتے ہیں وہاں لکھا تھا کہ اس کا نام معلوم نہیں کر سکا مگر محتمل ہے کہ وہ علاء بن معرور ہوں، پھر بعض کی تحریر پڑھی کہ اس کا نام حکیم تھا، آمدہ روایت میں ہے کہ مصری تھا، کہتے ہیں پھر ایک جگہ جزم کے ساتھ لکھا دیکھا کہ سائل علاء بن معرور ہی تھے، تفسیر سورۃ البقرہ میں ابسط شرح آ رہی ہے۔ (أنشدك بحرمة هذاالبيت) کے تحت رقمطراز ہیں کہ اس سے ثابت ہوا کہ اس قسم کے قسمیہ الفاظ کہے جا سکتے ہیں کیونکہ عبداللہ بن عمر نے یہ سنکر انکار نہیں کیا، اس بارے الأیمان والنذور میں بحث ہوگی۔

علامہ انور (جاء رجل) کی بابت لکھتے ہیں شائد یہ مصری تھا اہل مصر ہی سب سے پہلے حضرت عثمان کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے تھے (إنه تخلف عن بيعة الرضوان الخ) کے تحت لکھتے ہیں ناظر صحابہ کرام کے ایثار، اتباعِ حق اور عدمِ تجاوز کو دیکھ کر متحیر ہوتا ہے، ابن عمر حالانکہ ابن خلیفہ ہیں مگر جب حضرت عثمان کی بابت یہ سوال ہوا تو ان کے بارہ میں تکلّم بخیر ہی کیا اور کافی وشافی دفاع کیا آج کا کوئی فرد ہوتا تو مارے حسد کے اور نمک مرچ لگاتا، تو یہ اس امر کی دلیل ہے کہ صحابہ کرام اعدل البشر ہے۔

20 - باب ﴿إِذْ تُصْعِدُونَ وَلَا تَلْوُونَ عَلَى أَحَدٍ وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ فِي أُخْرَاكُمْ فَأَثَابَكُمْ غَمًّا بِغَمٍّ لِكَيْلَا تَحْزَنُوا عَلَى مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَا أَصَابَكُمْ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ﴾

(تُصْعِدُونَ) تَذْهَبُونَ ، أَصْعَدَ وَصَعِدَ فَوْقَ الْبَيْتِ. (ترجمہ) جب تم چڑھے جا رہے تھے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھتے تھے اور رسول تمہیں تمہارے عقب سے آوازیں دئے جا رہے تھے، سو اللہ نے تمہیں غم دیا غم کی پاداش میں تاکہ تم رنجیدہ نہ ہو اس امر پہ جو تمہارے ہاتھ سے نکل گیا اور جو تمہیں مصیبت پہنچی اور اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔

(تصعدون تذهبون) نسخۂ مستملی سے یہ تفسیر ساقط ہے اس سے گویا ثلاثی اور رباعی کا فرق بیان کرنا چاہتے ہیں، ثلاثی بمعنی (ارتفع) جبکہ رباعی بمعنی (ذهب) ہے بعض اہلِ لغت کے نزدیک أصعد ابتدائے سیر کو کہتے ہیں۔ (فأثابكم غماً بغم) عبد بن حمید نے مجاہد کے طریق سے نقل کیا ہے کہ غمِ اول اس وقت لاحق ہوا جب یہ صدا سنی کہ حضرت محمد شہید ہو گئے، اس سے تمام مسلمانوں پر غم کے بادل چھا گئے اور غم کا دوسرا مرحلہ اس وقت آیا جب سب مسلمان پہاڑ کے اوپر آنجناب کے پاس پہنچ گئے اور شہداء کو یاد کر کے آبدیدہ ہو گئے، سعید عن قتادہ سے بھی یہی نقل کیا، مزید یہ بھی کہ (آیت کا اگلا جملہ) (لِكَيْلَا تَحْزَنُوا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ) سے مراد غنیمت جو مکمل فتح کی صورت میں حاصل ہوتی اور (وَلَا مَا أَصَابَكُمْ) سے انکے قتل وجرح کی طرف اشارہ ہے یہی تفسیر طبرانی نے بھی سدی سے نقل کی ہے یہ بھی کہ جب پہاڑ پر چڑھے ابوسفیان گھڑ سوار دستہ لیکر آگے بڑھا تب ہر قسم کا دکھ وغم بھلا کر اس کے مقابلہ کو آگے بڑھے۔

4067 - حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ

قَالَ جَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى الرَّجَّالَةِ يَوْمَ أُحُدٍ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ جُبَيْرٍ وَأَقْبَلُوا مُنْهَزِمِينَ فَذَاكَ إِذْ يَدْعُوهُمُ الرَّسُولُ فِي أُخْرَاهُمْ .أطرافه 3039، 3986، 4043، 4561 -

براء بن عازب کہتے ہیں نبی پاک نے احد کے دن (تیراندازوں کے) پیدل دستہ کا امیر عبداللہ بن جبر کو بنایا لیکن وہ لوگ منہزم ہوکر واپس ہوئے تو یہ ہے وہ جسکا ذکر آیت میں ہوا کہ رسول تمہیں پکار رہے تھے۔

تیراندازوں کے بارہ میں ہے، شرح گزر چکی ہے۔

21 - باب ﴿ثُمَّ أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِ الْغَمِّ أَمَنَةً نُعَاسًا يَغْشَى طَائِفَةً مِنْكُمْ وَطَائِفَةٌ قَدْ أَهَمَّتْهُمْ أَنْفُسُهُمْ يَظُنُّونَ بِاللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ يَقُولُونَ هَلْ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ مِنْ شَيْءٍ قُلْ إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهُ لِلَّهِ يُخْفُونَ فِي أَنْفُسِهِمْ مَا لَا يُبْدُونَ لَكَ يَقُولُونَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ مَا قُتِلْنَا هَا هُنَا قُلْ لَوْ كُنْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِينَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ إِلَى مَضَاجِعِهِمْ وَلِيَبْتَلِيَ اللَّهُ مَا فِي صُدُورِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِي قُلُوبِكُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ﴾

(ترجمہ) پھر اس نے غم کے بعد تم پر راحت نازل کی، اونگھ کی صورت میں جو تمہارے ایک گروہ پہ چھا رہی تھی اور ایک گروہ ایسا بھی تھا کہ انہیں اپنی جانوں کی پڑی ہوئی تھی وہ اللہ کی بابت ناحق گمان کر رہے تھے جاہلیت کی طرح، کہتے تھے کیا ہمیں بھی کچھ اختیار ہے؟ کہہ دو سب اختیار اللہ ہی کیلئے ہے، یہ لوگ دلوں میں ایسی بات چھپائے ہوئے تھے جو آپ کیلئے ظاہر نہ کرتے تھے، کہتے تھے اگر ہمیں کچھ اختیار ہوتا تو یوں یہاں مارے نہ جاتے، کہہ دو اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے تو بھی وہ لوگ اپنی قتل گاہوں کی طرف نکل پڑتے جنکی تقدیر میں یہ تھا، اور تاکہ اللہ تمہارے دلوں کی آزمائش کرے اور اللہ دلوں کے راز جانتا ہے۔

4068 - وَقَالَ لِي خَلِيفَةُ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنْ أَبِي طَلْحَةَ ؓ قَالَ كُنْتُ فِيمَنْ تَغَشَّاهُ النُّعَاسُ يَوْمَ أُحُدٍ حَتَّى سَقَطَ سَيْفِي مِنْ يَدِي مِرَارًا يَسْقُطُ وَآخُذُهُ وَيَسْقُطُ فَآخُذُهُ .طرفه 4562 -

ابوطلحہ کہتے ہیں میں بھی ان لوگوں میں سے ہوں جنہیں احد کے دن اونگھ نے آ گھیرا، حتی کہ میری تلوار کئی مرتبہ ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑی، میں اسے اٹھاتا اور وہ پھر گر پڑتی۔

یہ قصہ و شرح حدیث گزر چکی ہے، ابن اسحاق کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس نعاس کو أمنةً لأهل اليقين طاری کیا، وہ بے خوف ہوکر اونگھ رہے تھے جبکہ ایسے موقعوں پہ بزدل اور منافق نہایت خوف و دہشت اور بے خوابی کے عالم میں ہوتے ہیں۔

21 - باب ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ﴾

قَالَ حُمَيْدٌ وَثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ شُجَّ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ أُحُدٍ فَقَالَ كَيْفَ يُفْلِحُ قَوْمٌ شَجُّوا نَبِيَّهُمْ فَنَزَلَتْ ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ﴾ (ترجمہ) آپ کو اس معاملہ میں کچھ اختیار نہیں، اللہ خواہ انکی توبہ قبول کرے یا چاہے تو انہیں عذاب دے کہ وہ ظالم ہیں۔ حضرت انس کہتے ہیں احد کے دن نبی اکرم زخمی ہوگئے تو آپ کے منہ سے نکلا وہ قوم کیسے فلاح پا سکتی ہے جو اپنے نبی کو زخمی کر دے؟ اس پر یہ آیت (ليس لك الخ) نازل ہوئی۔

اس آیت کے شانِ نزول کے بارہ میں، دو سبب ذکر کئے، محتمل ہیں دونوں ہی اس کے نزول کا سبب بنے ہوں کیونکہ دونوں ایک

ہی قصہ (یعنی جنگ احد) سے متعلق ہیں آخرِ باب ایک اور سبب بھی مذکور ہوگا۔(قال حمید الخ) حدیثِ حمید احمد، ترمذی اور نسائی نے متعدد طرق سے تخریج کی ہے ابن اسحاق سیرت میں لکھتے ہیں مجھے حمید الطویل نے حضرت انس سے بیان کیا کہ احد کے روز نبی اکرم کے سامنے کے دانت شہید ہو گئے چہرۂ اقدس زخمی ہو گیا اور خون بہنے لگا آپ خون پونچھتے جاتے اور یہ فرماتے جاتے تھے وہ قوم کیسے فلاح پا سکتی ہے جنہوں نے اپنے نبی کا چہرہ لہولہان کر دیا جبکہ وہ انہیں رب کی طرف بلاتے تھے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

ثابت کی روایت مسلم نے حماد بن سلمہ کے حوالے سے نقل کی ہے ابن ہشام ابوسعید خدری سے ناقل ہیں کہ عتبہ بن ابی وقاص نے آنجناب کے نچلے کے دو دانت شہید کئے اور نچلا ہونٹ زخمی کر ڈالا جبکہ عبد اللہ بن شہاب زہری نے پیشانی مبارک کو زخمی کیا، عبد اللہ بن قمئہ نے آپکے دونوں رخساروں پر زخم لگائے، اس کے خود کی دو کڑیاں ان میں پیوست ہو گئیں، مالک بن سنان نے چہرہ مبارک سے خون چوس چوس کر صاف کیا آپ نے انہیں فرمایا اب تمہیں ہرگز آگ نہ چھوئے گی، ابن اسحاق حضرت سعد بن ابو وقاص سے ناقل ہیں کہ کبھی مجھے کسی کو قتل کرنے کی اتنی حرص نہ ہوئی جتنی اپنے بھائی عتبہ کو قتل کرنے کی ہوئی اس وجہ سے جو اس نے آنجناب کے ساتھ روزِ احد کیا، طبرانی کی حدیثِ ابی امامہ میں ہے کہ عبد اللہ بن قمئہ نے حملہ کر کے آنجناب کے دانت توڑ دئے چہرہ مبارک زخمی کیا اور کہا: (خُذْها و أنا ابن قمئة) یہ لو میں ابن قمئہ ہوں، کہتے ہیں نبی پاک نے جواباً فرمایا: (أَقْمَأَكَ اللهُ) وہ اس بد دعا کی لپیٹ میں آیا، اللہ نے اس پر (بعد ازاں کبھی) ایک تیسِ جبل (یعنی پہاڑی بکرا) مسلط کیا جس نے اسے چیر پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، اسے ابن عائذ نے بھی اپنی سیرت میں ولید بن مسلم حدثنی عبد الرحمٰن بن یزید عن جابر کے حوالے سے مقطعاً نقل کیا ہے، مسلم کے ہاں ابن عباس عن عمر کے طریق سے احد میں آنجناب کے زخمی ہونے کا یہ واقعہ منقول ہے اس میں ہے کہ ستر صحابہ شہید ہوئے تھے، آنجناب کی رباعیہ ٹوٹ گئی، آپکے سر پر خود لگا جس سے خون بہا اللہ نے یہ آیت اتاری: (أَوَلَمَّا أَصَابَتْكُمْ مُصِيبَةٌ قَدْ أَصَبْتُمْ مِثْلَيْهَا) ابن حجر کہتے ہیں رباعیہ سے یہاں مراد وہ دانت جو ثنیہ اور ناب (ثنیہ سامنے کے اوپر نیچے کے دو دانتوں کو اور ناب کچلی کے دانت کو کہتے ہیں) کے درمیان ہوتا ہے، اس کا ایک ٹکڑا ٹوٹ کر الگ ہو گیا تھا پورا دانت جڑ سے نہ نکلا تھا۔

4069 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللَّهِ السُّلَمِيُّ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِي سَالِمٌ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ مِنَ الرَّكْعَةِ الآخِرَةِ مِنَ الْفَجْرِ يَقُولُ اللَّهُمَّ الْعَنْ فُلاَنًا وَفُلاَنًا وَفُلاَنًا بَعْدَ مَا يَقُولُ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ فَأَنْزَلَ اللَّهُ (لَيْسَ لَكَ مِنَ الأَمْرِ شَىْءٌ) إِلَى قَوْلِهِ (فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ)

(ترجمہ اگلی روایت کے ساتھ ہے) أطرافه 4070، 4559، - 7346۔

4070 - وَعَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ سَمِعْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدْعُو عَلَى صَفْوَانَ بْنِ أُمَيَّةَ وَسُهَيْلِ بْنِ عَمْرٍو وَالْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ فَنَزَلَتْ (لَيْسَ لَكَ مِنَ الأَمْرِ شَىْءٌ)إِلَى قَوْلِهِ (فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ)

أطرافه 4069، 4559، 7346 -

ابن عمر راوی ہیں کہ نبی پاک فجر کی دوسری رکعت کے رکوع سے سر اٹھاتے تو کفار کے خلاف بد دعا فرماتے، سمع اللہ کے

بعد کہتے اے اللہ فلان اور فلان پر لعنت کر، اس پر اللہ نے یہ آیت نازل کی:(ليس لك من الأمر الخ)، (ظالمون) تک۔
سالم بن عبد اللہ کہتے ہیں نبی پاک صفوان بن امیہ، سہیل بن عمرو اور حارث بن ہشام کے خلاف بد دعا فرماتے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی:(ليس لك من الخ)،(فإنهم ظالمون) تک۔

عبد اللہ سے مراد ابن مبارک ہیں۔ (العن فلانا الخ) آگے انکے نام مذکور ہیں۔ (عن حنظلة الخ) یہ (أخبرنا معمر الخ) پر معطوف ہے، حنظلہ سے اس کے راوی ابن مبارک ہیں، بعض نے وہماً اسے معلق خیال کیا۔ (سمعت سالم الخ) یہ مرسل ہے یہ تین اشخاص جن کے انہوں نے نام یہاں ذکر کئے، فتح مکہ کے دن اسلام لے آئے تھے شائد یہی راز ہے اللہ تعالی کے اس فرمان (لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ) کے نزول کا (کہ آپ نے ان کے ملعون ہونے کی دعا کر رہے ہیں مگر کاتبِ تقدیر نے ان کی قسمت میں حلقہ بگوش اسلام ہونا لکھ دیا ہے)۔ یونس عن زہری عن سعید و ابی سلمہ عن ابی ہریرہ سے روایت میں ہے کہ نبی اکرم نے لحیان، رعل، ذکوان اور عصیہ کی بابت لعنت کی بد دعا فرمائی، کہتے ہیں پھر ہمیں یہ بات پہنچی کہ آیت (ليس لك من الأمر الخ) کے نزول کے بعد آپ نے یہ بد دعا کہنے کا سلسلہ ترک کر دیا! ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں یہ اگر محفوظ ہے تو محتمل ہے اس آیت کا نزول احد کے کچھ عرصہ بعد ہوا ہو مگر یہ بعید ہے، درست یہی ہے کہ اس کا نزول احد کے ذمہ داران پر بد دعا کے ضمن میں ہوا تھا، اس کی تائید ابتدائے آیت کے الفاظ کے ظاہر سے بھی ملتی ہے:(لِيَقْطَعَ طَرَفاً مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا أَوْيَكْبِتَهُمْ)[آل عمران :۱۲۷] پھر کہا:(أَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ) یعنی اسلام قبول کر لیں (أَوْ يُعَذِّبَهُمْ) یعنی اگر حالتِ کفر ہی میں مر گئے۔

22 - باب ذِكْرِ أُمِّ سَلِيطٍ (ذکرِ ام سلیط)

4071 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ وَقَالَ ثَعْلَبَةُ بْنُ أَبِي مَالِكٍ إِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَسَمَ مُرُوطًا بَيْنَ نِسَاءٍ مِنْ نِسَاءِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ فَبَقِيَ مِنْهَا مِرْطٌ جَيِّدٌ فَقَالَ لَهُ بَعْضُ مَنْ عِنْدَهُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَعْطِ هَذَا بِنْتَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ الَّتِي عِنْدَكَ يُرِيدُونَ أُمَّ كُلْثُومٍ بِنْتَ عَلِيٍّ فَقَالَ عُمَرُ أُمُّ سَلِيطٍ أَحَقُّ بِهِ وَأُمُّ سَلِيطٍ مِنْ نِسَاءِ الْأَنْصَارِ مِمَّنْ بَايَعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ عُمَرُ فَإِنَّهَا كَانَتْ تَزْفِرُ لَنَا الْقِرَبَ يَوْمَ أُحُدٍ.

(ترجمہ کیلئے جلد چہارم ص:۳۹۷) طرفه 2881-

کتاب الجہاد میں یہ روایت مشروحا گزر چکی ہے، ام سلیط حضرت ابو سعید خدری کی والدہ ہیں ان کے شوہر ابو سلیط ہجرت سے قبل ہی فوت ہو گئے تھے جس کے بعد مالک بن سنان نے ان سے شادی کر لی ابو سعید انہی کے بیٹے ہیں۔

علامہ انور (يريدون أم كلثوم بنت علي) کے تحت رقمطراز ہیں اس سے اس بنت علی سے حضرت عمر کا نکاح ثابت ہوا رافضی اس کا انکار کرتے ہیں (ليس لك من الأمر) کے تحت لکھتے ہیں شائد ان تینوں واقعات جو قریب قریب زمانہ میں ہوئے، کے بعد اس کا نزول ہوا، اسی وجہ سے روایات میں ان تینوں کی طرف ہی اسے منسوب ذکر کیا گیا۔

23 - باب قَتْلُ حَمْزَةَ ؓ (حضرت حمزہ کی شہادت کا قصہ)

نسفی کے نسخہ مین اس ترجمہ کی یہ عبارت ہے :(قتل حمزة سيد الشهداء) یہ ترکیب ایک مرفوع حدیث میں بھی ثابت ہے جسے طبرانی نے اصبغ بن نباتہ عن علی کے طریق سے نقل کیا، اس میں ہے کہ نبی اکرم نے فرمایا:(سيد الشهداء حمزة بن عبد المطلب)۔

4072 - حَدَّثَنِي أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا حُجَيْنُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْفَضْلِ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ أُمَيَّةَ الضَّمْرِيِّ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ فَلَمَّا قَدِمْنَا حِمْصَ قَالَ لِي عُبَيْدُ اللَّهِ هَلْ لَكَ فِي وَحْشِيٍّ نَسْأَلُهُ عَنْ قَتْلِ حَمْزَةَ قُلْتُ نَعَمْ وَكَانَ وَحْشِيٌّ يَسْكُنُ حِمْصَ فَسَأَلْنَا عَنْهُ فَقِيلَ لَنَا هُوَ ذَاكَ فِي ظِلِّ قَصْرِهِ كَأَنَّهُ حَمِيتٌ قَالَ فَجِئْنَا حَتَّى وَقَفْنَا عَلَيْهِ بِيَسِيرٍ فَسَلَّمْنَا فَرَدَّ السَّلَامَ قَالَ وَعُبَيْدُ اللَّهِ مُعْتَجِرٌ بِعِمَامَتِهِ مَا يَرَى وَحْشِيٌّ إِلَّا عَيْنَيْهِ وَرِجْلَيْهِ فَقَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ يَا وَحْشِيُّ أَتَعْرِفُنِي قَالَ فَنَظَرَ إِلَيْهِ ثُمَّ قَالَ لَا وَاللَّهِ إِلَّا أَنِّي أَعْلَمُ أَنَّ عَدِيَّ بْنَ الْخِيَارِ تَزَوَّجَ امْرَأَةً يُقَالُ لَهَا أُمُّ قِتَالٍ بِنْتُ أَبِي الْعِيصِ فَوَلَدَتْ لَهُ غُلَامًا بِمَكَّةَ فَكُنْتُ أَسْتَرْضِعُ لَهُ فَحَمَلْتُ ذَلِكَ الْغُلَامَ مَعَ أُمِّهِ فَنَاوَلْتُهَا إِيَّاهُ فَلَكَأَنِّي نَظَرْتُ إِلَى قَدَمَيْكَ قَالَ فَكَشَفَ عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ وَجْهِهِ ثُمَّ قَالَ أَلَا تُخْبِرُنَا بِقَتْلِ حَمْزَةَ قَالَ نَعَمْ إِنَّ حَمْزَةَ قَتَلَ طُعَيْمَةَ بْنَ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ بِبَدْرٍ فَقَالَ لِي مَوْلَايَ جُبَيْرُ بْنُ مُطْعِمٍ إِنْ قَتَلْتَ حَمْزَةَ بِعَمِّي فَأَنْتَ حُرٌّ قَالَ فَلَمَّا أَنْ خَرَجَ النَّاسُ عَامَ عَيْنَيْنِ وَعَيْنَيْنِ جَبَلٌ بِحِيَالِ أُحُدٍ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ وَادٍ خَرَجْتُ مَعَ النَّاسِ إِلَى الْقِتَالِ فَلَمَّا اصْطَفُّوا لِلْقِتَالِ خَرَجَ سِبَاعٌ فَقَالَ هَلْ مِنْ مُبَارِزٍ قَالَ فَخَرَجَ إِلَيْهِ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ يَا سِبَاعُ يَا ابْنَ أُمِّ أَنْمَارٍ مُقَطِّعَةِ الْبُظُورِ أَتُحَادُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ﷺ قَالَ ثُمَّ شَدَّ عَلَيْهِ فَكَانَ كَأَمْسِ الذَّاهِبِ قَالَ وَكَمَنْتُ لِحَمْزَةَ تَحْتَ صَخْرَةٍ فَلَمَّا دَنَا مِنِّي رَمَيْتُهُ بِحَرْبَتِي فَأَضَعُهَا فِي ثُنَّتِهِ حَتَّى خَرَجَتْ مِنْ بَيْنِ وَرِكَيْهِ قَالَ فَكَانَ ذَاكَ الْعَهْدَ بِهِ فَلَمَّا رَجَعَ النَّاسُ رَجَعْتُ مَعَهُمْ فَأَقَمْتُ بِمَكَّةَ حَتَّى فَشَا فِيهَا الْإِسْلَامُ ثُمَّ خَرَجْتُ إِلَى الطَّائِفِ فَأَرْسَلُوا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ رَسُولًا فَقِيلَ لِي إِنَّهُ لَا يَهِيجُ الرُّسُلَ قَالَ فَخَرَجْتُ مَعَهُمْ حَتَّى قَدِمْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَلَمَّا رَآنِي قَالَ آنْتَ وَحْشِيٌّ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ أَنْتَ قَتَلْتَ حَمْزَةَ قُلْتُ قَدْ كَانَ مِنَ الْأَمْرِ مَا بَلَغَكَ قَالَ فَهَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تُغَيِّبَ وَجْهَكَ عَنِّي قَالَ فَخَرَجْتُ فَلَمَّا قُبِضَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَخَرَجَ مُسَيْلِمَةُ الْكَذَّابُ قُلْتُ لَأَخْرُجَنَّ إِلَى مُسَيْلِمَةَ لَعَلِّي أَقْتُلُهُ فَأُكَافِءَ بِهِ حَمْزَةَ قَالَ

فَخَرَجْتُ مَعَ النَّاسِ فَكَانَ مِنْ أَمْرِهِ مَا كَانَ قَالَ فَإِذَا رَجُلٌ قَائِمٌ فِي ثَلْمَةِ جِدَارٍ كَأَنَّهُ جَمَلٌ أَوْرَقُ ثَائِرُ الرَّأْسِ قَالَ فَرَمَيْتُهُ بِحَرْبَتِي فَأَضَعُهَا بَيْنَ ثَدْيَيْهِ حَتَّى خَرَجَتْ مِنْ بَيْنِ كَتِفَيْهِ قَالَ وَوَثَبَ إِلَيْهِ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَضَرَبَهُ بِالسَّيْفِ عَلَى هَامَتِهِ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْفَضْلِ فَأَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ يَسَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ يَقُولُ فَقَالَتْ جَارِيَةٌ عَلَى ظَهْرِ بَيْتٍ وَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ قَتَلَهُ الْعَبْدُ الْأَسْوَدُ

جعفر بن عمرو بن امیہ ضمری کہتے ہیں میں عبید اللہ بن عدی بن خیار کے ساتھ نکلا جب حمص پہنچے تو وہ کہنے لگے کیوں نہ وحشی کے ہاں جائیں اور حضرت حمزہ کی شہادت کا قصہ سنیں؟ میں نے کہا ٹھیک ہے، وحشی حمص میں رہائش پذیر تھے، ہم نے انکی بابت دریافت کیا تو کہا گیا وہ وہاں اپنے مکان کے سائے میں بیٹھے ہیں، جیسے کوئی بڑا سا کپا ہو، کہتے ہیں ہم انکے پاس آئے تھوڑی دیر کھڑے رہے اور سلام کہا انہوں نے سلام کا جواب دیا، عبید اللہ نے عمامہ سے اپنے آپکو لپیٹا ہوا تھا انکی صرف آنکھیں اور پاؤں ہی دکھائی دیتے تھے، وحشی سے بولے کیا مجھے پہچانتے ہو؟ انہوں نے ایک نظر ڈالی پھر بولے نہیں اللہ کی قسم البتہ اتنا علم ہے کہ خیار بن عدی نے ام قتال بنت ابی العیص نام کی ایک خاتون سے شادی کی جن سے مکہ میں ایک لڑکا تولّد ہوا، میں نے اسے اٹھایا تا کہ دودھ پلانے والی کے پاس لیکر جاؤں اسکی والدہ بھی ساتھ تھی، تو یہ پاؤں مجھے اس بچہ کے لگ رہے ہیں، کہتے ہیں یہ سن کر عبید اللہ نے اپنا چہرہ ننگا کیا اور کہا کیا آپ ہمیں حضرت حمزہ کا قصہ شہادت نہ سنائیں گے؟ بولے ہاں، واقعات یہ ہیں کہ حضرت حمزہ نے بدر کی لڑائی میں طعیمہ بن عدی بن خیار کو قتل کیا تھا تو مجھے میرے آقا جبیر بن مطعم نے کہا اگر تم نے میرے چچا کے بدلے حمزہ کو قتل کر دو تو تم آزاد ہو، کہتے ہیں پھر جب قریش عینین کی جنگ کو نکلے عینین احد کی ایک پہاڑی کا نام ہے، دونوں کو مابین ایک وادی ہے تو میں بھی انکے ہمراہ نکلا جب صف بندی ہوئی تو قریش کی جانب سے سباع نکلا اور دعوتِ مبارزت دی جسے حمزہ نے قبول کیا، سامنے آئے اور بولے اے سباع اے ام انمار کے بیٹے جو ختنے کیا کرتی تھی کیا تم اللہ اور اسکے رسول سے جنگ کرنے آئے ہو؟ پھر ایسا وار کیا کہ وہ قصہ ماضی ہوا، کہتے ہیں میں ایک چٹان کے پیچھے چھپا بیٹھا حضرت حمزہ کے داؤ میں آنے کا منتظر تھا، (لڑتے لڑتے) قریب سے گزرے تو تاک کر اپنا برچھا پھینکا جو انکی ناف کے نیچے جا کر لگا اور سرین کے درمیان سے نکل گیا تو یہ انکی شہادت کا سبب بنا پھر میں لوگوں کے ہمراہ مکہ واپس آ گیا اور وہیں مقیم رہا جب وہاں اسلام پھیلا تو بھاگ کر طائف چلا گیا انہوں نے نبی پاک کی خدمت میں جانے کیلئے ایک وفد تیار کیا مجھ سے کہا گیا انبیاء کسی پر زیادتی نہیں کرتے (یعنی تم بھی وفد کے ساتھ مدینہ چلے جاؤ) تو میں انکے ہمراہ نکلا حتی کہ خدمتِ نبوی میں حاضر ہوا جب آپ کی مجھ پہ نظر پڑی تو فرمایا تم ہو وحشی؟ میں نے عرض کی جی، فرمایا حمزہ کو تم نے قتل کیا؟ عرض کی معاملہ وہی ہے جو آپ کو سنایا گیا، فرمایا کیا ایسا کر سکتے ہو کہ اپنی شکل مجھے نہ دکھلانا؟ کہا اس پر میں نکل آیا جب آنجناب کا انتقال ہوا اور ادھر مسیلمہ کذاب نے خروج کیا تو میں نے کہا میں ضرور مسیلمہ کی طرف نکلوں گا شاید اسے قتل کر سکوں اسطرح حضرت حمزہ کے قتل کا بدلہ چکا دوں، تو میں بھی لوگوں کے ساتھ نکلا، اسکا معاملہ یہ ہوا کہ ایک دیوار کی ثلمہ سے لگا کھڑا تھا گویا گندمی رنگ کا اونٹ ہو، سر کے بال بکھرے ہوئے تھے، میں نے تاک کر وہی برچھا مارا جو اسکے سینے پہ جا لگا ادھر سے ایک انصاری صحابی آگے بڑھے اور تلوار سے اس کے سر پہ وار کیا، راوی کہتے ہیں یہ دیکھ کر ایک لڑکی جو چھت پہ کھڑی تھی، نے پکار کر کہا ہائے امیر المؤمنین کو ایک کالے غلام نے مار ڈالا۔

شیخ بخاری محمد بن عبد اللہ بن مبارک مخرّمی بغدادی ہیں ان کی بخاری میں دو روایتیں ہیں، دوسری کتاب الطلاق میں ہے ان کے شیخ حجین اصلاً یمامہ کے تھے بغداد ساکن ہوئے قاضیِ خراسان بنے تھے بخاری کے کبار شیوخ کے اقران میں سے ہیں لیکن بخاری کا

ان سے سماع نہ ہو سکا، ان کا ذکر صرف اسی جگہ ہے۔(عن عبد الله بن الفضل) یعنی ابن عباس بن ربیعہ بن حارث بن عبد المطلب، صغار تابعین میں سے ہیں۔ (عن جعفر بن عمرو الخ) ان کے والد مشہور صحابی ہیں، یہی محفوظ ہے، طبرانی کے ہاں احمد بن خالد وہبی نے بھی عبد العزیز سے اسی طرح نقل کیا، ابو داؤد طیالسی نے عبد العزیز شیخ حجین سے روایت کرتے ہوئے یہ ذکر کیا: (عن عبد الله بن الفضل الهاشمي عن سليمان بن يسار عن عبيد الله بن عدي بن الخيار قال أقبلنا من الروم الخ) مگر محفوظ (عن جعفر بن عمرو قال خرجت مع عبيد الله الخ) ہی ہے ابن اسحاق نے بھی عبد اللہ بن فضل سے یہی نقل کیا ہے اسی طرح ابن عائذ نے سیرت میں ولید بن مسلم عن عبد الرحمٰن بن یزید بن جابر عن جعفر بن عمرو بن امیہ سے۔

(خرجت مع عبيد الله الخ) یعنی نوفلی جنکا ذکر مناقبِ عثمان میں گزرا، عبد الرحمٰن بن یزید کی روایت میں ہے کہ ہم عہدِ معاویہ میں صائفہ کی جہادی مہم کے سلسلہ میں روم سے واپس آتے ہوئے حمص سے گزرے (صائفہ یعنی جو لشکرانِ اسلام موسم گرما میں جہادی مہمات کو بھیج جاتے تھے)۔

(هل لك في وحشي) یعنی ابن حرب، جبیر بن مطعم کے آزاد کردہ غلام۔(فقيل لنا) ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ انکی بابت پوچھ پاچھ کے دوران ایک شخص نے بتلایا کہ وہ تو ہمیشہ شراب کے نشے میں دھت رہتا ہے، اگر بقائمِ ہوش وحواس پالیا تو پھر ہی تم لوگوں سے بات چیت کے قابل ہوں گے وگرنہ کوئی فائدہ نہیں، واپس آجانا، طیالسی کی روایت میں یہ عبارت ہے: (وإن أدركتماه شاربا فلا تسألاه) یعنی اگر شراب پی ہوئی حالت میں پاؤ تو کچھ نہ پوچھنا۔

(كأنه حميت) بروزن رغیف، ای زِق کبیر (بڑی مشک) عموما جب بھری ہوئی ہو، ابن عائذ کی روایت میں ہے ہم پہنچے تو کیا دیکھا ایک سرخ آنکھوں والا تنومند شخص ہے، طیالسی کی روایت میں ہے حالتِ صحو (یعنی جب نشہ نہ ہو) میں دروازے پر کوئی چیز بچھائے اس کے اوپر بیٹھے ہیں ابن اسحاق نے (على طنفسة له) ذکر کیا ہے (یعنی چٹائی) یہ بھی کہ (فإذا شيخ كبير مثل البغاث) یعنی گدھ سے ذرا چھوٹا سست سا پرندہ، جو نہ شکار کر سکتا ہے اور نہ اب اس کا شکار کیا جاتا ہے۔(يا وحشي أتعرفني ؟) ابن اسحاق کی روایت میں ہے ہم نے پہنچ کر سلام کہا اس نے سر اٹھایا اور عبید اللہ کے سوال (أ تعرفني) کے بعد کہا ہاں، تو ممکن ہے اس نے یہ بات عبید اللہ کے سوال (أ تعرفني) کے بعد کہی ہو۔ (أم قتال) کشمیہنی کے نسخہ میں (أم قبال) ہے مگر اول اصح ہے، یہ عتاب بن اسید یعنی ابن ابو العیص بن امیہ کی پھوپھی تھیں۔

(أسترضع له) یعنی اس کے لئے دودھ پلانے والی (مرضعہ) تلاش کرتا پھرتا تھا، ابن اسحاق کی روایت میں ہے بخدا تمہیں اسی وقت ہی دیکھا جب ذی طوی میں تمہاری والدہ نے اس سعدیہ خاتون کو پکڑایا جو تمہاری مرضعہ بنی، وہ اونٹ پر سوار تھی تو میں نے ہی پکڑ کر تمہیں اسکے حوالے کیا تھا تو جب اٹھایا تمہارے قدموں پر نظر پڑی تھی اب تم آکر کھڑے ہو تو مجھے لگتا ہے یہی وہ اقدام ہیں، اس سے اس کی قافیہ شناسی کی مہارت کا ثبوت ملتا ہے، عبید اللہ کی عمر اس وقت پچاس سال تھی۔

(ألا تخبرنا الخ) طیالسی کی روایت میں ہے اس نے کہا ہاں میں تمہیں یہ واقعہ اسی طرح بیان کروں گا جیسے رسول اللہ کو سنایا تھا جب آپ نے مجھ سے دریافت فرمایا تھا۔(عام عينين) قریش نے اسی پہاڑ کے پاس آکر پڑاؤ ڈالا تھا اس لئے بجائے احد کے یہ ذکر کیا، عینین کی تفسیرِ مذکور کسی راوی کی طرف سے ہے۔

(خرجت مع الناس الخ) طیالسی کی روایت میں ہے میں کوئی جنگ کرنے نہ نکلا تھا مجھے تو بس حضرت حمزہ کو قتل کرنے سے غرض تھی (تا کہ اپنے آقا کی بات پوری کر کے پروانۂ آزادی حاصل کروں) بقول ابن اسحاق وہ حبشیوں کی طرح حربہ نشانے پر پھینکنے کا ماہر تھا۔ (خرج سباع) یعنی ابن عبد العزی خزاعی، ابن اسحاق ذکر کرتے ہیں کہ اس کی کنیت ابو نیار تھی۔(فخرج إليه حمزة) طیالسی کی روایت میں ہے حمزہ جملِ اورق (یعنی خاکستری اونٹ) کی طرح نکلے جو سامنے آتا تلوار کے وار سے مار گراتے، وحشی کہتا ہے مجھے ان سے بڑا خوف محسوس ہوا، ابن اسحاق کی روایت میں ہے:(فجعل يهد الناس بسيفه) کہ تلوار کے ساتھ لوگوں کو مارنا شروع کیا ابن عائذ کے ہاں ہے کہ ایک شخص دیکھا کہ جس طرف بھی جاتا ہے صفیں الٹ دیتا ہے میں نے کسی سے پوچھا یہ کون ہے؟ کہا حمزہ، میں نے کہا یہی میری حاجت ہیں۔

(يا بن أم أنمار) یہ اس کی والدہ تھیں، شریق بن عمرو ثقفی والدِ اخنس کی مولاۃ تھیں۔ (مقطعة البظور) بظر کی جمع، گوشت کا وہ لوتھڑا جسے بوقتِ ختان فرج المراۃ سے کاٹ کر پھینکا جاتا ہے ابن اسحاق کہتے ہیں یہ مکہ میں عورتوں کے ختنے کیا کرتی تھی، عرب معرضِ ذم میں یہ لفظ بولتے تھے وگرنہ خاتنہ کہتے تھے، عمر بن شبہ کتابِ مکہ میں عبد العزیز بن مطلب سے ناقل ہیں کہ وہ سباع اور عبد العزی خزاعی کی ماں ہیں، اصل میں لونڈی تھیں، یہی مشہور صحابی خباب بن ارت کی والدہ تھیں۔

(أتحاد) بمعنی (أتعاند) اس کی اصل محاددت ہے اصل معنی یہ کہ حد میں رہے پھر محاربت و معادات میں اس کا استعمال ہوا۔ (كأمس الذاهب) قتل سے کنایہ ہے یعنی (صيّره عدما) ابن اسحاق کی روایت میں یہ جملہ ہے: (فكأنما أخطأ رأسه) مبالغہ فی الا صابت ہے (یعنی چچا تلاوار کر کے سر کاٹ دیا)۔ (كمنت) ابن عائذ کی روایت میں ہے کہ ایک درخت کے پاس چھپا رہا۔ (فى ثنية) زیرِ ناف۔ (فلما رجع الناس) یعنی مکہ واپسی ہوئی، طیالسی کی روایت میں ہے کہ میں آزاد کر دیا گیا۔ (حتى فشا الخ) روایتِ ابن اسحاق میں ہے فتحِ مکہ کے بعد طائف بھاگ گیا۔ (فأرسلوا) ابن اسحاق کی روایت میں ہے جب اہلِ طائف وفد تشکیل دے رہے تھے میں سوچوں میں پڑ گیا کہ یمن یا شام وغیرہ چلا جاؤں۔ (رسلاً) غیرِ ابی ذر اور ابی الوقت کے نسخوں میں (رسولا) ہے، کئی وفود آئے تھے سب سے پہلے عروہ بن مسعود آئے اور اسلام قبول کر لیا واپس جا کر باقی اہلِ طائف میں تبلیغ اسلام شروع کی مگر انہوں نے قتل کر دیا پھر ندامت کا شکار ہوئے اور ایک وفد خدمتِ نبوی میں بھیجا اس میں عمرو بن وہب بن مغیث، شرحبیل بن غیلان بن مسلمہ، عبد یالیل ابن عمرو بن عمیر، یہ تینوں احلاف میں سے تھے، عثمان بن ابوالعاص، اوس بن عوف اور نمیر بن حرشہ، یہ تینوں بنی مالک سے تھے، سیرت ابن اسحاق میں اس بارے مطول ذکر ہے، لکھتے ہیں کہ ستر افراد پر مشتمل وفد تھا، چھ سردارانِ طائف تھے بعض نے سترہ لکھا ہے یہی اثبت ہے۔

(لا يهيج الخ) یعنی انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاتے، طیالسی کی روایت میں ہے میں نے شام جانے کا پروگرام بنا لیا اس پر ایک شخص نے کہا بخدا محمد کے پاس جا کر جو بھی کلمہ پڑھ لیتا ہے پھر وہ اسے کچھ نہیں کہتے ہیں یہ سن کر میں بھی وفد کے ہمراہ ہوا، آنجناب کو اسی وقت میرے بارے پتہ چلا جب عین پاس کھڑا کلمۂ شہادت پڑھ رہا تھا۔

(قال آنت قتلت الخ) طیالسی کی روایت میں ہے کہ مجھ سے قتلِ حمزہ کا واقعہ سنانے کو کہا، سیرت ابن اسحاق کی یونس بن بکیر سے روایت میں ہے کہ میں ادھر کھڑا ہوا تو کسی نے کہا یا رسول اللہ یہ وحشی ہے آپ نے فرمایا اسے کچھ نہ کہنا مجھے ایک آدمی کا اسلام

لے آنا ہزار کافروں کے قتل سے زیادہ محبوب ہے۔(فهل تستطيع الخ) طیالسی کی روایت میں ہے مجھے حکم دیا کہ بس یہ ہے کہ کبھی بھی اپنا چہرہ مجھے نہ دکھلانا۔(قال فخرجت الخ) طیالسی نے یہ بھی زیادت کی ہے کہ ہمیشہ آپ کے سامنے آنے سے بچتا رہا ابن عائذ کی روایت میں ہے پھر وفاتِ نبوی تک آپ کے سامنے نہ گیا طبرانی کی روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا اے وحشی جس طرح اللہ کی راہ سے روکا کرتے تھے اسی طرح اب اس کی راہ کے مجاہد بن جاؤ۔

(لأخرجن إلى مسيلمة) طیالسی کی روایت میں ہے جب اس کا فتنہ اٹھ کھڑا ہوا میں اپنا وہی حربہ لیکر اس کی طرف جانے والے لشکر میں شامل ہو گیا، ابن اسحاق کے ہاں بھی یہ ہے۔ (فأكافئ به حمزة) بمعنی أساوی (یعنی اپنا حساب برابر کرلوں) اس جنگ کا بیان آگے کتاب الفتن میں آرہا ہے۔

(جمل أورق) غبارِ جنگ کی وجہ سے ایسا تھا۔ (و وثب إليه الخ) یہ عبداللہ بن زید بن عاصم مازنی تھے جیسا کہ واقدی، ابن راہویہ اور حاکم نے جزم کیا ہے سیف نے کتاب الردۃ میں سہل عدی بن لکھا ہے ایک قول ابودجانہ اور ایک قول زید بن خطاب کی بابت بھی ہے مگر اول ہی اشہر ہے ممکن ہے باقی حضرات بھی حملہ آور ہوئے ہوں مگر وہ عبداللہ کی ضرب کا شکار بنا ہو، وثیمہ نے اپنی کتاب الردۃ میں اس کے قاتل کا نام شن بن عبداللہ اور ابن عبدالبر نے خلاس بن بشیر بن اصم لکھا ہے مگر یہ غرابت ہے۔

(فضرب بالسيف على هامته) طیالسی کی روایت میں ہے کہ اب اللہ ہی جانتا ہے کہ کس کی ضرب سے مرا، اگر میرے حربہ کے زخم سے مرا ہے تو اس کا مطلب ہے میں نے ایک خیر الناس کو قتل کیا اور ایک شر الناس کو۔

(قال عبد الله بن الفضل الخ) اسی اسناد کے ساتھ متصل ہے۔(فقالت جارية الخ) اس سے اس امر کی تائید ہوئی کہ وحشی کے وار سے کیفر کردار کو پہنچا لیکن اس لڑکی کا اسے امیر المؤمنین کہنا محلِ نظر ہے کیونکہ وہ تو مدعی تھا کہ نبی اللہ ہے، اس کے پیروکار اسے یا رسول اللہ اور یا نبی اللہ کہا کرتے تھے امیر المؤمنین کی ترکیب ابھی متداول ہی نہ ہوئی تھی (یعنی مسلمانوں میں بھی) سب سے پہلے حضرت عمر کا یہ لقب پڑا اور یہ قتلِ مسیلمہ کے ایک مدت بعد کی بات ہے اس پر غور کرلیا جائے، جہاں تک ابن تین کا یہ کہنا ہے کہ وہ کبھی نبی اور کبھی امیر المومنین کہلاتا تھا تو اگر انھوں نے اسی روایت کے مدنظر یہ بات کہی ہے تو یہ عمدہ نہیں وگرنہ کسی اور دلیل کی ضرورت ہے طیالسی کی روایت میں ابن عمر کے حوالے سے ہے کہ میں بھی اس لشکر میں موجود تھا تو ایک قائل کو سنا مسیلمہ کی بابت کہہ رہا تھا کہ اسے ایک عبدِ اسود نے قتل کرڈالا تو ممکن ہے لڑکی نے یہ لقب اپنی طرف سے جڑ دیا ہو کہ اس کے اصحاب اپنے آپکو مؤمنین ہی سمجھتے تھے اور وہ ان کا امیر بنا ہوا تھا گویا وہ عرفِ عام میں اس لقب سے متلقب نہ تھا واللہ اعلم، ابن حجر کہتے ہیں پھر مجھے ابوالخطاب بن دحیہ کی تحریر ملی جس میں وہ اس امر کا انکار کرتے ہیں کہ حضرت عمر پہلے شخص ہیں جنہیں امیر المومنین کہا گیا، لکھتے ہیں ان سے قبل مسیلمہ کو یہ لقب دیا گیا جیسا کہ بخاری نے قصہ وحشی میں نقل کیا ہے یعنی اس دعوی میں انکا مستند یہی روایتِ بخاری ہے، ابن صلاح پھر نووی نے انکا علمی تعاقب کیا ہے، نووی لکھتے ہیں بقول ابن صلاح ابن دحیہ کا یہ دعوی صحیح نہیں کیونکہ روایتِ ہذا میں فقط اتنا ذکر ہے کہ اس کے قتل پر ایک جاریہ نے یہ کہہ کر بین کیا، یہ مذکور نہیں کہ اس کے اتباع اسے اسی لقب سے پکارتے تھے (پکارتے تھے تبھی تو اس لڑکی نے بھی یہ کہا) مغلطائی نے بھی حضرت عمر کی بابت اس ادعاء پر اعتراض کیا ہے انکے نزدیک سب سے قبل عبداللہ بن جحش کو امیر المؤمنین کہا گیا، اسکا یہ کہہ کر تعاقب کیا گیا ہے کہ یہ انکا لقب نہ تھا بلکہ فقط اس موقع پر جب پہلے سریہ اسلام کا انہیں امیر بنایا گیا، یہ کہہ کر (اس دوران) انہیں مخاطب کیا گیا۔

حدیث سے منجملہ امور کے یہ بھی ظاہر ہوا کہ قبولِ اسلام ماقبل گناہوں کا ہدم کر دیتا ہے یہ بھی سبق ملا کہ اثنائے جنگ کسی چھوٹے سے معاملہ کو بھی نظر انداز نہ کرنا چاہئے اور نہ کسی کو احتقاراً نظر انداز کرنا چاہئے اس سے بڑا نقصان ہوسکتا ہے یقیناً سید الشہداء کی دورانِ لڑائی وحشی پر نظر پڑی ہوگی مگر احتقاراً اس سے احتیاط نہ برتی جسکا خمیازہ انہیں بھگتنا پڑا (یہ ایک مفروضہ ہے، پہلے ذکر ہوا کہ وہ ایک درخت کے پیچھے چھپا بیٹا رہا تھا، لازم نہیں کہ اس پر نظر پڑی ہو) ابن اسحاق کہتے ہیں مجھے محمد بن جعفر بن زبیر نے بیان کیا کہ (جنگ کے اختتام پر) نبی پاک حضرت حمزہ کی نعش کی تلاش میں نکلے تو اسے بطنِ وادی میں پایا اس حال میں کہ مثلہ کر دیا گیا تھا، فرمایا اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ صفیہ یعنی بنت عبدالمطلب حضرت حمزہ کی بہن، غم کرے گی اور یہ کہ اس عمل کو میرے بعد سنت بنالیا جائے گا تو میں حمزہ کی لاش ایسے ہی رہنے دیتا تا کہ روزِ قیامت اللہ انہیں بطونِ سباع اور حواصلِ طیور (یعنی پرندوں کے پیٹ) سے جمع کرے، ابن ہشام کے ہاں یہ زیادت بھی ہے کہ فرمایا ایسا دکھ کبھی نہ ہوگا اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت جبریل نازل ہوئے اور اطلاع دی کہ آسمان میں مکتوب ہے کہ حمزة أسد الله و أسد رسوله ہیں (یعنی اللہ اور اس کے رسول کا شیر، اب ستم ظریفی ہے کہ سید الشہداء اور اسد اللہ کے یہ دونوں مشہور لقب جو ان مرفوع احادیث سے ثابت ہیں، کچھ لوگ غیرِ سیدنا حمزہ پر چسپاں کرتے ہیں)

بزار اور طبرانی نے ایک ایسی سند کے ساتھ جس میں ضعف ہے ابو ہریرہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم حضرت حمزہ کی مثلہ کی ہوئی نعش پر کھڑے ہوئے اور فرمایا اللہ تم پر رحم کرے تم بہت صلہ رحمی کرنے والے اور بہت نیکی کرنے والے شخص تھے، اگر دوسروں کے غم کا خدشہ نہ ہوتا تو مجھے اچھا لگتا کہ ان کی نعش کو ایسے ہی پڑا رہنے دیتا تا کہ روزِ قیامت اجوافِ شتّٰی (یعنی مختلف پیٹوں) سے اٹھائے جاتے ، پھر قسم کھائی کہ ان کے بدلے ستر کافروں کا مثلہ کریں گے اس پر یہ آیت نازل ہوئی: (وَ إِنْ عَاقَبْتُمْ الخ) [النحل :۱۲۶]۔عبد اللہ بن احمد کے ہاں زیاداتِ مسند میں اور طبرانی کی حدیثِ ابی بن کعب میں ہے کہ مشرکوں نے مسلمانوں کے شہداء کا مثلہ کیا، اس پر انصار نے کہا اگر کبھی ہمیں موقع ملا تو ان کے ساتھ اس سے زیادہ کریں گے، کہتے ہیں فتحِ مکہ کے دن کسی آدمی کے منہ سے نکلا (لا قریش بعد الیوم) یعنی آج قریش کی خیر نہیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی: (وَ إِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَاعُوْقِبْتُمْ بِهٖ وَ لَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِلصَّابِرِيْنَ) اس پر آنجناب نے حکم جاری فرمایا:(کُفُّوا عن القوم) یعنی درگزر کرو، اسی طرح ابن مردویہ کے ہاں بھی مقسم عن ابن عباس سے حدیثِ ابی ہریرہ ہی کی طرح مگر مختصراً مذکور ہے اس کے آخر میں ہے کہ فرمایا (بل نصبر یا رب) یعنی اے رب ہم تو صبر ہی کریں گے، تو یہ طرق ایک دوسرے کی تقویت کرتے ہیں۔

24 - باب مَا أَصَابَ النَّبِيَّ ﷺ مِنَ الْجِرَاحِ يَوْمَ أُحُدٍ (جنگ احد میں نبی پاک کو لگے زخم)

اس بارے کچھ تفصیل باب (لَيْسَ لَكَ مِنَ الأمر الخ) میں گزری ہے ان مجموع روایات سے پتہ چلتا ہے کہ آنجناب کو احد کے دن مندرجہ ذیل زخم آئے: رباعیہ دانت ٹوٹ گیا، رخسار مبارک زخمی ہوئے، نچلا ہونٹ اندر کی جانب سے مجروح ہوا اور گھٹنا مبارک چھل گیا، عبدالرزاق نے معمر عن زہری سے روایت کیا ہے کہ اس دن ستر دفعہ آپکے چہرہ اقدس پر تلوار سے حملہ کیا گیا مگر ہر دفعہ اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا، یہ قوی مرسل ہے، تو سبعین سے مراد محتمل ہے کہ مبالغہ فی الکثرت ہو، یا محتمل ہے حقیقی معنی ہی مراد ہو،

4073 - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامٍ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ

رَسُولُ اللَّهِ ﷺ اشْتَدَّ غَضَبُ اللَّهِ عَلَى قَوْمٍ فَعَلُوا بِنَبِيِّهِ يُشِيرُ إِلَى رَبَاعِيَتِهِ اشْتَدَّ غَضَبُ اللَّهِ عَلَى رَجُلٍ يَقْتُلُهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

ابو ہریرہ کہتے ہیں نبیؐ پاک نے فرمایا اس قوم پر اللہ کا شدید غضب ہوا جنہوں اپنے نبی کے ساتھ یہ کیا۔ یہ کہتے ہوئے آپ نے اپنے رباعیہ دندان مبارک کی طرف اشارہ کیا۔ نیز فرمایا اللہ کا شدید غضب ہوا اس آدمی پہ جسے اللہ کا رسول اللہ کی راہ میں (اپنے ہاتھ سے) قتل کرے۔

(یقتله رسول الله الخ) سعید بن منصور کے مرسلِ عکرمہ میں (بیدہ) بھی ہے ابن عائذ نے بطریق اوزاعی نقل کیا، کہتے ہیں ہمیں پتہ چلا ہے کہ نبی اکرم نے احد کے دن زخمی ہونے پر کسی چیز کے ساتھ خون زمین پر گرنے روکا اور فرمایا اگر کوئی قطرہ زمین پر گر پڑا تو آسمان سے عذاب آجائے گا پھر فرمایا: (اللّٰهم اغفرْ لقومی فإنهم لا یعلمون)۔

4074 - حَدَّثَنِي مَخْلَدُ بْنُ مَالِكٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْأُمَوِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ؓ قَالَ اشْتَدَّ غَضَبُ اللَّهِ عَلَى مَنْ قَتَلَهُ النَّبِيُّ ﷺ فِي سَبِيلِ اللَّهِ اشْتَدَّ غَضَبُ اللَّهِ عَلَى قَوْمٍ دَمَّوْا وَجْهَ نَبِيِّ اللَّهِ ﷺ .طرفه 4076

ابن عباسؓ کہتے ہیں نبی پاک نے فرمایا اللہ کا سخت غضب ہوا اس شخص پہ جسے اللہ کی راہ میں نبی قتل کرے، اللہ کا سخت غضب ہوا اس قوم پہ جو اللہ کے نبی کا چہرہ خون آلود کریں

سابقہ اور یہ حدیث مراسیلِ صحابہ میں سے ہیں کیونکہ دونوں حضرات موقع پہ موجود نہ تھے تو ممکن ہے کسی صحابی یا خود آنحضرت سے اس کا اخذ کیا ہو۔

4075 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ عَنْ أَبِي حَازِمٍ أَنَّهُ سَمِعَ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ وَهُوَ يُسْأَلُ عَنْ جُرْحِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ أَمَا وَاللَّهِ إِنِّي لَأَعْرِفُ مَنْ كَانَ يَغْسِلُ جُرْحَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَمَنْ كَانَ يَسْكُبُ الْمَاءَ وَبِمَا دُووِيَ قَالَ كَانَتْ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ تَغْسِلُهُ وَعَلِيٌّ يَسْكُبُ الْمَاءَ بِالْمِجَنِّ فَلَمَّا رَأَتْ فَاطِمَةُ أَنَّ الْمَاءَ لَا يَزِيدُ الدَّمَ إِلَّا كَثْرَةً أَخَذَتْ قِطْعَةً مِنْ حَصِيرٍ فَأَحْرَقَتْهَا وَأَلْصَقَتْهَا فَاسْتَمْسَكَ الدَّمُ وَكُسِرَتْ رَبَاعِيَتُهُ يَوْمَئِذٍ وَجُرِحَ وَجْهُهُ وَكُسِرَتِ الْبَيْضَةُ عَلَى رَأْسِهِ

(ترجمہ کیلئے جلد چہارم ص: ۴۱۸) .أطرافه 243، 2903، 2911، 3037، 5248، 5722 -

یعقوب سے مراد ابن عبدالرحمٰن اسکندرانی ہیں۔ (فلما رأت فاطمة) یعنی بنت رسولؐ، طبرانی کی سعید بن عبدالرحمٰن عن ابی حازم سے روایت میں حضرت فاطمہ کے میدان احد میں آنے کا قصہ مذکور ہے کہتے ہیں کفار کے چلے جانے کے بعد خواتینِ اسلام مسلمانوں کا ہاتھ بٹانے نکل آئیں حضرت فاطمہ بھی انہی میں شامل تھیں آنجناب کو زخمی دیکھ کر آپ سے چمٹ گئیں پھر پانی کے ساتھ زخم دھونے شروع کیے (اس سے معلوم پڑتا ہے کہ جنگ کے دوران مدینہ سے نکل کر کہیں آس پاس موجود تھیں جونہی مطلع صاف ہوا اور کافر دفعان ہوئے تو بھاگ کر میدان میں پہنچیں اور زخمیوں کی دیکھ بھال شروع کی) جب دیکھا کہ خون تھمنے میں نہیں آرہا تھوڑا سا کپڑا جلا کر

اس کی راکھ زخموں میں بھری تو خون تھم گیا، انہی کی زہیر بن محمد عن ابی حازم سے روایت میں بھی یہ مذکور ہے، آخر میں ہے کہ فرمایا اللہ کا غضب شدید ان لوگوں پہ ہوا جنہوں نے اس کے رسول کا چہرہ لہولہان کر دیا، پھر ایک ساعت بعد یہ دعا فرمائی اے اللہ انہیں بخش دے کہ یہ جانتے نہیں، ابن عائذ کی ولید بن مسلم کے حوالے سے عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر سے روایت میں ہے کہ ابن قمئہ جو آنجناب کو زخمی کرنے کا ذمہ دار تھا ایک مرتبہ اپنا ریوڑ چراتا ہوا پہاڑ کی چوٹی پر پہنچا تو ایک تمیں اس پر حملہ آور ہوا چیر پھاڑ کر اس کے ٹکڑے چوٹی سے نیچے پھینک دئے۔

4076 - حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اشْتَدَّ غَضَبُ اللَّهِ عَلَى مَنْ قَتَلَهُ نَبِيٌّ اشْتَدَّ غَضَبُ اللَّهِ عَلَى مَنْ دَمَّى وَجْهَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ .طرفه 4074 - (اسی کا سابقہ نمبر)

25 - باب الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ (جن لوگوں نے اللہ اور اسکے رسول کی پکار کا جواب دیا)

یعنی اس کے شانِ نزول کے بارہ میں اور یہ کہ احد سے متعلق ہے، ابن اسحاق رقمطراز ہیں کہ جنگِ احد ہفتہ کے دن ۱۵ شوال کو ہوئی اگلے دن بروز اتوار سولہ شوال آنجناب کے منادی نے (آپ ابھی وہیں تھے) اعلان کیا کہ ہم دشمن کے پیچھے جانا چاہتے ہیں ہمارے ساتھ وہی چلے جو کل جنگ میں حاضر تھا، حضرت جابر نے بھی اجازت مانگی جو مل گئی (گویا وہ کل کے معرکہ میں موجود نہ تھے) آنجناب کا یہ نکلنا دشمنوں کو ڈرانے کیلئے تھا اور انہیں یہ باور کرانے کیلئے کہ کل کے نقصانات سے وہ دلبر داشتہ نہیں ہیں حمراء الاسد پہنچے تو سعید بن ابی معبد خزاعی ملا جیسا کہ مجھے عبداللہ بن ابوبکر نے بیان کیا، پہلے تو شہداء کی تعزیت کی پھر بتلایا کہ مقامِ روحاء میں اس کی ابو سفیان اور اس کے ہمرائیوں سے ملاقات ہوئی ہے وہ اپنے آپکو کوس رہے تھے کہ اصحابِ محمد سے اتنوں کو قتل کر کے پھر ان کا قلع قمع کئے بغیر واپس آگئے ہیں، بتلایا کہ وہ مدینہ واپسی کا سوچ رہے تھے، اس پر معبد نے انہیں بتلایا کہ محمد تو خود ایسا لشکرِ جرار لے کر جو قبل ازیں کسی نے نہیں دیکھا، ان کے پیچھے نکلے ہیں اور اب وہ مسلمان بھی ان کے ہمراہ ہیں جو کسی وجہ سے احد نہ پہنچ سکے تھے، یہ سن کر ان کے اوسان خطا ہو گئے اور جلدی سے مکہ کے راستہ پر ہو لئے ہیں، عبد بن حمید کے نقل کردہ مرسلِ عکرمہ میں بھی یہ تفصیل مذکور ہے۔

4077 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ ؓ (الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ مِنْ بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا أَجْرٌ عَظِيمٌ) قَالَتْ لِعُرْوَةَ يَا ابْنَ أُخْتِي كَانَ أَبُوكَ مِنْهُمُ الزُّبَيْرُ وَأَبُو بَكْرٍ لَمَّا أَصَابَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مَا أَصَابَ يَوْمَ أُحُدٍ وَانْصَرَفَ عَنْهُ الْمُشْرِكُونَ خَافَ أَنْ يَرْجِعُوا قَالَ مَنْ يَذْهَبُ فِي إِثْرِهِمْ فَانْتَدَبَ مِنْهُمْ سَبْعُونَ رَجُلاً قَالَ كَانَ فِيهِمْ أَبُو بَكْرٍ وَالزُّبَيْرُ

حضرت عائشہ نے عروہ سے کہا یہ لوگ جنکا ذکر اس آیت میں ہے ان میں تیرے والد زبیر اور (میرے والد) ابو بکر بھی تھے، جب نبی پاک کو احد کے دن زخم آئے اور مشرک میدانِ جنگ سے پھر گئے تو اندیشہ تھا کہ واپس آجائیں آپ نے فرمایا کون انکے پیچھے جائے گا (تاکہ یہ معلوم کرے کہ آیا انکا واپسی کا ارادہ ہے؟) تو ستر افراد اس کام کیلئے اٹھے ان میں ابو بکر و زبیر بھی تھے۔

شیخ بخاری ابن سلام ہیں ابونعیم نے مستخرج میں لکھا میرا خیال ہے کہ یہ ابن سلام ہیں۔ (عن عائشة الذين الخ) اس میں کچھ کلام محذوف ہے یعنی (قرأت هذه الآية الخ) یا ان سے اس آیت کے بارہ میں پوچھا گیا یا اس جیسی کوئی اور کلام۔ (سبعون رجلا) نسخہ صغانی میں ہے کہ ان میں ابوبکر اور زبیر بھی تھے ان کے علاوہ حضرات علی، عثمان، عمر، عمار، طلحہ، سعد، ابن عوف، ابوعبیدہ، حذیفہ، اور ابن مسعود کے نام بھی ذکر کئے ہیں، یہ طبری کی حدیثِ ابن عباس میں ہے ابن ابو حاتم کے مرسلِ حسن میں پہلے پانچ کا ذکر ہے، عبدالرزاق کے مرسلِ عروہ میں ابن مسعود کا ذکر ہے۔

علامہ انور مسیلمہ کذاب کے ساتھ ہونے والی جنگِ یمامہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ اس کا لشکر چالیس ہزار پر مشتمل تھا جو دیواروں کے پیچھے سے (ایک باغ کے اندر، دراصل لڑائی کی تاب نہ لاتے ہوئے سب ایک باغ میں داخل ہوگئے جس کے گرد اونچی چار دیواری تھی اور اسکا دروازہ بند کرلیا تھا) لڑ رہے تھے صحابہ کی جماعت اسے گھیرے میں لئے ہوئی تھی ابودجانہ کہتے لگے معاملہ ایسے نہیں منکشف ہوگا تم مجھے قصب (یعنی بانس) کے ساتھ باندھ کر اندر پھینکو (تاکہ اندر لڑ بھڑ کر دروازہ کھولنے کی کوشش کریں، ابودجانہ جو بدر کے سوا تمام غزوات میں شریک تھے، عرب کے نمایاں بہادروں میں سے تھے) تو ایسا ہی کیا گیا وہ اندر جا کر اکیلے چالیس ہزار سے نبرد آزما ہوئے اس دوران حضرت خالد نے دیوار توڑ دی اور لشکرِ اسلام اندر داخل ہوگیا، انکی تعداد صرف چھ ہزار تھی اللہ نے فتح عطا فرمائی (مسیلمہ کے اکثر ساتھی مارے گئے اور باغ کے اندر ایسا وسیع قتل عام ہوا کہ اس کا نام ہی موت کا باغ پڑ گیا) علامہ اسی باب سے متعلقہ ایک دیگر موضوع پر خامہ فرسائی کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آنجناب نے اپنے ہاتھ سے سوائے ابی بن خلف کے کسی کو قتل نہیں کیا اس کا قصہ یوں ہے کہ وہ مکہ میں کہا کرتا تھا اے محمد میں اپنے گھوڑے کو روزانہ ایک صاع زبیب کھلاتا ہوں تاکہ اس پر سوار ہو کر تم سے لڑوں جنگ احد کے دوران ایک موقع پر جب آنجناب کی شہادت کی افواہ اڑی وہ آپکا نام لیکر للکارتا ہوا آگے آیا صحابہ کرام نے چاہا کہ ان میں سے کوئی اس کی دعوتِ مبارزت قبول کرے مگر نبی اکرم نے منع کر دیا، فرمایا وہ مجھے للکار رہا ہے آپ آگے بڑھے اور اپنے نیزے سے حملہ کر کے اسے زخمی کر دیا (پورے جسم کو لوہے کے لباس سے ڈھانپا ہوا تھا آپ نے ناپ تول کر اس کی گردن پر وار کیا) وہ بھاگا اور شدتِ الم سے واویلا کرتا رہا، تین دن بعد مکہ کے راستے میں مرگیا، لوگوں میں سب سے زیادہ مستحقِ عذاب وہ ہے جو نبی کا قاتل بنے یا وہ جو کسی نبی کے ہاتھوں قتل ہو، کہتے ہیں اول تو ظاہر ہے، ثانی کی توجیہہ یہ ہے کہ نبی مجسمِ رحمت ہوتا ہے اس کے ہاتھوں قتل ہونے کا مطلب یہ ہوا کہ مقتول ایسا بد بخت ہوا جو راساً خارج عن الرحمت ہے، نبی اکرم خود لڑنا اسی لئے پسند نہ فرماتے تھے کہ آپکی وجہ سے کوئی اشد عذاب کا مستحق نہ بن جائے (یہ بھی گویا آپکی رحمت للعالمینی کا ایک مظہر تھا) مگر آپ میدان ہائے کارزار میں ہمہ وقت موجود رہتے اور سخت کشاکشی کے عالم میں بھی ثابت قدم رہتے (احد وحنین اس پر گواہ ہیں)۔

26 - باب مَنْ قُتِلَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ يَوْمَ أُحُدٍ (شہدائے احد)

مِنْهُمْ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَالْيَمَانُ وَأَنَسُ بْنُ النَّضْرِ وَمُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ

(ان میں حمزہ بن عبدالمطلب، یمان، انس بن نضر اور مصعب بن عمیر بھی ہیں)

(منهم حمزة الخ) حضرت حمزہ کا ذکر ایک علیحدہ باب کے تحت گزر چکا ہے اسی طرح حضرت یمان کا بھی جو حضرت

حذیفہ کے والد تھے حضرت انس بن نضر جنہیں ابو ذر اور نسفی کے نسخوں میں غلطی سے نضر بن انس لکھا گیا ہے، کا ذکر بھی غزوہ احد کے اولین باب میں ہو چکا ہے ان کے بیٹے نضر (یعنی اپنے دادا کے ہمنام) اس وقت صغیر السن تھے، انہی ابواب میں عبد اللہ بن عمرو والدِ جابر، عبد اللہ بن جبیر جو تیر اندازوں کے امیر بنائے گئے تھے، سعد بن ربیع، مالک بن سنان جو ابوسعید خدری کے والد تھے، حضرت حسان کے بھائی اوس بن ثابت، حنظلہ بن ابو عامر جو غسیل الملائکۃ کے لقب سے معروف ہوئے، خارجہ بن زید بن ابو زہیر جو حضرت ابوبکر کے صہر تھے (صہر کا لفظ داماد اور سسر دونوں پر بولا جاتا ہے، یہاں سسر مراد ہے) اور عمرو بن جموع کا تذکرہ موجود ہے، اہلِ سیر کے ہاں ان سب مذکورین کے قصہ ہائے شہادت مکتوب ہیں۔

4078 - حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ قَالَ مَا نَعْلَمُ حَيًّا مِنْ أَحْيَاءِ الْعَرَبِ أَكْثَرَ شَهِيدًا أَعَزَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ الأَنْصَارِ قَالَ قَتَادَةُ وَحَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّهُ قُتِلَ مِنْهُمْ يَوْمَ أُحُدٍ سَبْعُونَ وَيَوْمَ بِئْرِ مَعُونَةَ سَبْعُونَ وَيَوْمَ الْيَمَامَةِ سَبْعُونَ قَالَ وَكَانَ بِئْرُ مَعُونَةَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَيَوْمُ الْيَمَامَةِ عَلَى عَهْدِ أَبِي بَكْرٍ يَوْمَ مُسَيْلِمَةَ الْكَذَّابِ

قتادہ کہتے ہیں ہم عربوں کے کسی قبیلہ کو نہیں جانتے کہ روزِ قیامت شہداء کی تعداد کے اعتبار سے انصار سے زیادہ عزت والا ہو، قتادہ کہتے ہیں ہمیں انس بن مالک نے بیان کیا احد کے دن انکے ستر افراد شہید ہوئے، بیرِ معونہ کے واقعہ میں بھی ستر اور عہدِ ابوبکر میں مسیلمہ کے خلاف جنگ یمامہ میں بھی ستر افراد شہید ہوئے۔

(أغر) یہ صرف نسخۂ کشمیہنی میں ہے باقیوں میں (أعز) ہے۔ (قال قتادة) اسی سند کے ساتھ موصول ہے، سابق الذکر بات کی صحت پر استدلال مقصود ہے۔ (قتل منهم سبعون) یہ جملہ یہاں غرضِ ترجمہ ہے، بظاہر یہ سب شہداء انصاری تھے البتہ ان میں سے چند مہاجر تھے (یہ بحث اسی جلد میں گزر چکی ہے)۔

(ويوم بئر معونة الخ) اس کا بیان آگے آتا ہے یہ بھی سب انصاری نہ تھے ان میں سے چند ایک مہاجر بھی تھے مثلاً حضرت عامر بن فہیرہ جو حضرت ابوبکر کے آزاد کردہ غلام (اور سفرِ ہجرت میں آنجناب اور صدیق اکبر کے ساتھی) اور نافع بن ورقاء وغیرہما۔ (و يوم اليمامة سبعون) حروبِ ردۃ کے موضوع پر کتب کے مصنفین مثلاً سیف اور وثیمہ نے ان کے اسماء تحریر کئے ہیں۔
(وكان بئر معونة الخ) یہ قتادہ کی کلام ہے، حدیثِ انس کی شرح میں کہی مستخرج ابونعیم میں اس کی صراحت موجود ہے۔ (و يوم مسيلمة الخ) واو یہاں زائدہ ہے کیونکہ یہی یوم الیمامۃ کہلاتا ہے، احمد کی حماد عن ثابت عن انس کے طریق سے اسی روایت میں (ويوم مؤتة سبعون) کا جملہ بھی مزاد ہے، ابوعوانہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے حاکم نے اکلیل میں حضرت انس سے اس کی تخریج کی اس کے الفاظ ہیں: (يا رب سبعين من الأنصار يوم أحد و سبعين يوم بئر معونة، و سبعين يوم مؤتة و سبعين يوم مسيلمة) (بظاہر سبعین کا لفظ یہاں کثرت کا معنی ادا کرتا ہے) حاکم ابراہیم بن منذر کے طریق سے نقل کرتے ہیں کہ یہ زیادت خطا ہے پھر دو طرق کے ساتھ سعید بن مسیب سے اس کی تخریج کی اور یوم مؤتہ کے بدلے (يوم جسر أبي عبيدة) ذکر کیا ہے ابراہیم کہتے ہیں یہی معروف ہے بقول ابن حجر یہ عہدِ فاروقی میں عراق کا ایک معرکہ ہے (ایرانیوں کے خلاف)۔

4079 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلَى أُحُدٍ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ ثُمَّ يَقُولُ أَيُّهُمْ أَكْثَرُ أَخْذًا لِلْقُرْآنِ فَإِذَا أُشِيرَ لَهُ إِلَى أَحَدٍ قَدَّمَهُ فِي اللَّحْدِ وَقَالَ أَنَا شَهِيدٌ عَلَى هَؤُلَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَمَرَ بِدَفْنِهِمْ بِدِمَائِهِمْ وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِمْ وَلَمْ يُغَسَّلُوا.

(جلد دوم ص:۲۴۱ میں مترجم ہے) أطرافه 1343، 1345، 1346، 1347، 1348، - 1353- 4080 -

وَقَالَ أَبُو الْوَلِيدِ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرًا قَالَ لَمَّا قُتِلَ أَبِي جَعَلْتُ أَبْكِي وَأَكْشِفُ الثَّوْبَ عَنْ وَجْهِهِ فَجَعَلَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ ﷺ يَنْهَوْنِي وَالنَّبِيُّ ﷺ لَمْ يَنْهَ وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَا تَبْكِيهِ أَوْ مَا تَبْكِيهِ مَا زَالَتِ الْمَلَائِكَةُ تُظِلُّهُ بِأَجْنِحَتِهَا حَتَّى رُفِعَ .

(جلد دوم ص:۱۴۹) أطرافه 1244، 1293، 2816-

(قدمه فى اللحد) ابن اسحاق کی عبداللہ بن ثعلبہ سے روایت میں ہے کہ آپ فرماتے دیکھو قرآن کا زیادہ حافظ کون تھا؟ اسے باقیوں سے آگے رکھو، ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ عبداللہ بن جحش اپنے ماموں حضرت حمزہ کے ہمراہ دفن کئے گئے ایک دیگر سند سے روایت کرتے ہیں کہ آنجناب نے عمرو بن جموع اور والدِ جابر عبداللہ کو اکھٹے دفن کرنے کا حکم دیا۔ (لم يصل عليهم) اس پر کتاب الجنائز میں بحث ہوچکی ہے، بعض حنفیہ نے جواباً لکھا ہے کہ یہ ناف ہیں جبکہ انکا غیر مثبت ہے (اور قاعدہ یہ ہے کہ مثبت نافی پر مقدم کیا جاتا ہے) جواب در جواب یہ دیا گیا کہ اثبات کی تقدیم فقط نفیِ غیرِ محصور پر ہوتی ہے جہاں تک نفیِ محصور (یعنی کسی خاص شیٔ کا حوالہ ذکر کرکے اسکی نفی کرنا) کا تعلق ہے تو اگر اس کا راوی حافظ ہے اور اثبات کا راوی ضعیف، جیسے شہید پر نماز جنازہ کے اثبات والی روایت کا ہے، تو اسے ہی ترجیح ہوگی، بفرضِ تسلیم وہ احادیث جن میں اس کا اثبات ہے وہ حضرت حمزہ کی نماز جنازہ کے ضمن میں ہیں تو محتمل ہے ان کی فضیلت کی وجہ سے یہ انہی کے ساتھ مختص ہو، اس کا انہوں نے یہ جواب دیا ہے کہ خصائص احتمالی باتوں سے ثابت نہیں ہوتے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کم از کم مُوقفِ استدلال تو ہے، حنفیہ کے نزدیک دونوں قسم کی روایات کے مابین یہ تطبیق بھی ممکن ہے کہ نفی کا تعلق پہلے دن سے ہے جو حضرت جابر نے کہا اور اثبات والی روایت کو دوسرے دن نماز جنازہ کی ادائیگی پر محمول کیا جائے۔

(وقال أبوالوليد الخ) اسے اسماعیلی نے موصول کیا ہے۔ (لا تبكه) یہاں یہی ہے بظاہر یہ حضرت جابر کو نہی ہے مگر ایسا نہیں، یہ دراصل ان کی پھوپھی فاطمہ بنت عمرو کیلئے تھی مسلم نے غندر عن شعبہ کے طریق سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: (وجعلت فاطمة بنت عمرو تبكيه فقال النبى ﷺ لا تبكيه) بخاری کی الجنائز والی روایت میں بھی یہی تھا، اسی طرح ابن عیینہ عن ابن المنکدر کے حوالے سے بھی۔ واللہ اعلم (لیکن روایتِ ہذا میں تو خطاب حضرت جابر سے ہے اور آپ نے واحد مذکر حاضر کا صیغہ استعمال کیا ہے)۔

علامہ انور (لم يصل عليهم ولم يغسلوا) کے تحت لکھتے ہیں قبل ازیں اس بارے مذاہب کا بیان ہو چکا ہے شہید پر آپکا جنازہ پڑھنا ثابت ہے ابوداؤد کی ایک روایت (ص: ۳۴۴) میں مذکور ہے کہ حضرات عثمان، علی اور حسن (حسن ہرخوانی سے شہید

ہوئے تھے) پر نماز جنازہ پڑھی گئی (فدعا النبی ﷺ لهم شهرا فی صلاة الغداة) کی بابت لکھتے ہیں حضرت انس کی دو روایتیں اس بابت باہم متعارض ہیں کہ آیا یہ دعائے قنوت رکوع سے قبل پڑھی یا بعد، جواب یہ ہے کہ روایت میں اختصار ہے، مفصل وہ سیاق ہے جو ان (یعنی بخاری) کے ہاں ص: ۵۸۷ میں عاصم احول کے طریق سے ہے، کہتے ہیں میں نے حضرت انس سے قنوت فی الصلاۃ کے بارہ میں پوچھا تو اثبات میں جواب دیا، میں نے کہا رکوع سے قبل یا بعد؟ کہا قبل، میں نے کہا مجھے فلاں نے خبر دی ہے کہ آپ نے کہا رکوع کے بعد؟ کہنے لگے اس نے جھوٹ بولا، آنجناب نے رکوع کے بعد صرف ایک ماہ قنوت پڑھا، ان قراء صحابہ کی وجہ سے جنہیں آپ نے (بغرضِ تبلیغ) بھیجا تھا، تو اس سے ظاہر ہوا رکوع کے بعد قنوت متعلق بالنازلہ ہے، قنوتِ وتر کی بابت سوال کے جواب میں رکوع سے قبل کہا ہے تو بعض روایات میں رواۃ کے اختصار کی وجہ سے تعارض کا وہم ہوا۔

4081 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ جَدِّهِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى أُرَى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ رَأَيْتُ فِي رُؤْيَايَ أَنِّي هَزَزْتُ سَيْفًا فَانْقَطَعَ صَدْرُهُ فَإِذَا هُوَ مَا أُصِيبَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ أُحُدٍ ثُمَّ هَزَزْتُهُ أُخْرَى فَعَادَ أَحْسَنَ مَا كَانَ فَإِذَا هُوَ مَا جَاءَ بِهِ اللَّهُ مِنَ الْفَتْحِ وَاجْتِمَاعِ الْمُؤْمِنِينَ وَرَأَيْتُ فِيهَا بَقَرًا وَاللَّهُ خَيْرٌ فَإِذَا هُمُ الْمُؤْمِنُونَ يَوْمَ أُحُدٍ . (ترجمہ کیلئے جلد پنجم ص: ۳۴۹) أطرافه 3622، 3987، 7035، 7041-

(أری عن النبی ﷺ) اصول میں یہی ہے بمعنی أظن، قائل امام بخاری ہیں گویا انہیں شک لاحق ہوا کہ شیخ سے صیغہ رفع سنا ہے یا نہیں، یہ عبارت علامات النبوۃ، التعبیر و دیگر مقامات کی بھی اس روایت میں موجود ہے مسلم اور ابو یعلی نے انہی شیخ بخاری سے روایت کرتے ہوئے اس تردد کا اظہار نہیں کیا۔ (رأیت) نسخہ کشمیہنی میں (أریت) ہے۔ (سیفا) کشمیہنی کے ہاں (سیفی) ہے قبل ازیں ذکر ہوا کہ آپکی تلوار ذوالفقار کی بابت یہ خواب تھا۔

(فانقطع صدره) ابن اسحاق کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: (رأیت فی ذباب سیفی ثلما) کہ دھار میں دندانے پڑے دیکھے، مغازی ابی الأسود میں عروہ سے منقول ہے کہ اپنی تلوار ذوالفقار کو دیکھا کہ (انقصم من عند ظبته) یعنی کنارے سے مڑ گئی ہے، ابن سعد کے ہاں یہی ہے، اسے بیہقی نے بھی الدلائل میں حضرت انس سے تخریج کیا ہے روایتِ عروہ میں ہے گویا تلوار میں جو دیکھا اس کی تعبیر وہ زخم ہیں جو چہرۂ اقدس کو لگے تھے، ابن ہشام ناقل ہیں کہ مجھے بعض اہل علم نے بیان کیا کہ آپ نے فرمایا تھا تلوار میں دندانوں کی تعبیر یہ ہے کہ میرے اہلِ بیت کا ایک فرد شہید ہوگا۔ (بقراً) ابو اسود عن عروہ کی روایت میں (تذبح) کا لفظ بھی ہے اسی طرح ابو یعلی کی حدیثِ ابن عباس میں بھی۔

(والله خیر) یہ جملہ رؤیا میں سے ہے جیسا کہ عیاض وغیرہ نے جزم سے کہا، دونوں کو مرفوع نقل کیا ہے بطورِ مبتدا و خبر، اس میں حذف ہے جس کی تقدیر یہ ہے: (وصنع الله خیر) سہیلی کہتے ہیں اس کا مفہوم یہ ہے کہ میں نے ذبح ہوتی گائے دیکھی (والله عنده خیر)، ابن حجر لکھتے ہیں ابن اسحاق کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: (إنی رأیت والله خیراً رأیت بقرا) یہ واضح ہے تو واو یہاں قسمیہ ہے اس پر لفظ اللہ مجرور ہوگا اور (خیراً) رأیت کا مفعول، سہیلی لکھتے ہیں خواب میں گائیں دیکھنے کی تعبیر یہ ہے کہ مسلح افراد

باہم جھگڑتے ہوں، ابن حجرا سے محلِ نظر قرار دیتے ہیں کیونکہ بادشاہِ مصر نے گائیں دیکھیں تھیں اور حضرت یوسف نے اس کی تعبیر سنین (قحط سالی) سے کی تھی، حدیثِ ابن عباس اور مرسلِ عروہ میں خود آپ کی بیان کردہ تعبیر مذکور ہے ان میں ہے:(تأولت البقر التی رأیت بقرا یکون فینا) کہتے ہیں تو یہ اس جانی نقصان کی طرف اشارہ تھا جو اس جنگ میں مسلمانوں کا ہوا، آپ نے اس کی تعبیر بیان کرتے ہوئے اسی سے مشتق ایک لفظ استعمال فرمایا، بقر قاف ساکن کے ساتھ پیٹ پھاڑنے کو کہتے ہیں! بقول ابن حجر تعبیر بیان کرنے کا یہ بھی ایک وجہ (یعنی طریقہ) ہے لیکن قرار دیتے ہیں کہ یہ لفظ یہاں تصحیف ہے اصل میں (نفر) ہے، احمد، نسائی اور ابن سعد کی روایتوں میں یہ الفاظ ذکر کیے ہیں:(فأولت الدرع المدینة والبقر نفر) اس سے احتمالِ مذکور کی تائید ہوتی ہے اس بحث کا تکملہ کتاب التعبیر میں کیا جائے گا۔

4082 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ خَبَّابٍؓ قَالَ هَاجَرْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَنَحْنُ نَبْتَغِي وَجْهَ اللَّهِ فَوَجَبَ أَجْرُنَا عَلَى اللَّهِ فَمِنَّا مَنْ مَضَى أَوْ ذَهَبَ لَمْ يَأْكُلْ مِنْ أَجْرِهِ شَيْئًا كَانَ مِنْهُمْ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ فَلَمْ يَتْرُكْ إِلَّا نَمِرَةً كُنَّا إِذَا غَطَّيْنَا بِهَا رَأْسَهُ خَرَجَتْ رِجْلَاهُ وَإِذَا غُطِّيَ بِهَا رِجْلَاهُ خَرَجَ رَأْسُهُ فَقَالَ لَنَا النَّبِيُّ ﷺ غَطُّوا بِهَا رَأْسَهُ وَاجْعَلُوا عَلَى رِجْلَيْهِ الْإِذْخِرَ أَوْ قَالَ أَلْقُوا عَلَى رِجْلَيْهِ مِنَ الْإِذْخِرِ وَمِنَّا مَنْ أَيْنَعَتْ لَهُ ثَمَرَتُهُ فَهُوَ يَهْدِبُهَا.

(ترجمہ کیلئے جلد دوم ص:۱۷۴) أطرافه 1276، 3897، 3913، 3914، 4047، 6432، 6448-

27 - باب أُحُدٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ (احد ہم سے محبت کرتا ہے)

قَالَهُ عَبَّاسُ بْنُ سَهْلٍ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

سہیلی کہتے ہیں اس کا نام احد آس پاس کے پہاڑوں سے توحُّد کے سبب پڑا کہ وہ ان سے جڑا ہوا نہیں ہے یا اس وجہ سے کہ اہلِ توحید نے یہاں جنگ لڑی (مگر نام تو پہلے سے تھا)۔

(قال عباس الخ) اسے بزار نے کتاب الزکاۃ میں موصول کیا ہے وہیں اس کی شرح ہو چکی ہے مگر احد سے متعلقہ یہ جملہ غیر مشروح چھوڑا گیا تھا۔

4083 - حَدَّثَنِي نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ قُرَّةَ بْنِ خَالِدٍ عَنْ قَتَادَةَ سَمِعْتُ أَنَسًاؓ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ هَذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ

نبی پاک نے فرمایا یہ (احد) پہاڑ ہمیں اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں

أطرافه 371، 610، 947، 2228، 2235، 2889، 2893، 2943، 2944، 2945، 2991، 3085، 3086، 3367، 3647، 4084، 4197، 4198، 4199، 4200، 4201، 4211، 4212، 4213، 5085، 5159، 5169، 5387، 5425، 5528، 5968، 6185، 6363، 6369، 7333 -

(هذا جبل یحبنا الخ) اگلی روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ آنجناب نے یہ بات سفرِ حج سے واپسی پر کہی تھی، ابوحمید کی روایت میں تھا کہ تبوک سے واپس آتے ہوئے یہ کہا تھا تو ہوسکتا ہے دونوں مواقع پہ کہی ہو، علماء نے اس کے متعدد مفاہیم بیان کئے ہیں ایک یہ کہ یہاں مضاف محذوف ہے اصل میں (أهل أحد) ہے اوراس سے مراد انصار ہیں کیونکہ وہ اس کے پڑوسی تھے دوسرا یہ کہ یہ خود آپکی مسرت و شادمانی کا ایک اظہار ہے کہ طویل سفر سے واپس ہوئے اور اہل و اقارب سے قریب ہوئے، بعض نے کہا ہے کہ دونوں جانب کی یہ محبت محمول علی حقیقت ہے کیونکہ احد پہاڑ جنتی پہاڑوں میں سے ہے جیسا کہ ابوعبس بن جبر کی مرفوع حدیث میں ہے، اس کے الفاظ ہیں: (جبل أحد یحبنا و نحبه وهو من جبال الجنة) اسے احمد نے تخریج کیا، اوراس میں کوئی مانع نہیں، ایسے ہی جیسے ان (جمادات) کی تسبیح ثابت ہے (اور جیسے کھجور کے تنے کی آنجناب سے محبت تھی جس کا اظہار رو رو کر کیا) آنجناب نے ایک مرتبہ اسے ذوی عقل کی طرح مخاطب فرمایا اور کہا تھا: (اسکن أحد)۔ سہیلی لکھتے ہیں نبی اکرم کو اچھی فال اور اچھا نام پسند ہوا کرتا تھا اب اس کے نام سے جو احدیت سے مشتق ہے، کونسا نام اچھا ہوسکتا ہے؟ کہتے ہیں باوجود احدیت سے مشتق ہونے کے اس کے حروف مرفوع ہیں اور یہ دینِ احد کے ارتفاع وعلو کو مُشعِر ہے تو آنجناب نے اسے لفظاً و معناً، تمام پہاڑوں میں سے محبت کے ساتھ مختص کیا، اس بارے کچھ کلام کتاب الجہاد کے باب (من غزا بصبی للخدمة) کے تحت گزر چکی ہے۔

اس حدیث کو مسلم نے بھی (المناسك) میں نقل کیا ہے۔

4084 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَمْرٍو مَوْلَى الْمُطَّلِبِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ طَلَعَ لَهُ أُحُدٌ فَقَالَ هَذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ اللَّهُمَّ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَإِنِّي حَرَّمْتُ مَا بَيْنَ لاَبَتَيْهَا

(سابقہ ہے)

أطرافه 371، 610، 947، 2228، 2235، 2889، 2893، 2943، 2944، 2945، 2991، 3085، 3086، 3367، 3647، 4083، 4197، 4189، 4199، 4200، 4201، 4211، 4212، 4213، 5085، 5159، 5169، 5387، 5425، 5528، 5968، 6185، 6363، 6369، 7333-

حضرت انس کہتے ہیں کہ نبی اکرم کے سامنے احد پہاڑ نمودار ہوا تو فرمایا یہ پہاڑ ہم سے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں، اے اللہ حضرت ابراہیم نے مکہ کو حرم قرار دیا تھا اور ان دو پتھریلے میدانوں کے درمیان واقع مدینہ کو حرمت والا قرار دیتا ہوں۔

4085 - حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عُقْبَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ يَوْمًا فَصَلَّى عَلَى أَهْلِ أُحُدٍ صَلاَتَهُ عَلَى الْمَيِّتِ ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ إِنِّي فَرَطٌ لَكُمْ وَأَنَا شَهِيدٌ عَلَيْكُمْ وَإِنِّي لأَنْظُرُ إِلَى حَوْضِي الآنَ وَإِنِّي أُعْطِيتُ مَفَاتِيحَ خَزَائِنِ الأَرْضِ أَوْ مَفَاتِيحَ الأَرْضِ وَإِنِّي وَاللَّهِ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوا بَعْدِي وَلَكِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنَافَسُوا فِيهَا

أطرافه 1344، 3596، 4042، 6426، 6590-

عقبہ سے مروی ہے کہ ایک دن نبی پاک باہر تشریف لائے، اہلِ احد کی نمازِ جنازہ پڑھی جیسے میت کی پڑھی جاتی ہے پھر منبر کی طرف آئے، فرمایا میں تمہارا پیش بان اور تمہارا گواہ ہوں، مجھے اس وقت یہاں سے حوضِ (کوثر) نظر آ رہا ہے اور مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا کی گئی ہیں۔یا زمین کی چابیاں فرمایا۔ بے شک اللہ کی قسم مجھے یہ ڈر نہیں کہ تم میرے بعد پھر سے شرک کرنے لگو گے لیکن یہ اندیشہ ضرور ہے کہ تم دنیا کے حریص بن جاؤ گے۔

سابق الذکر صفحات میں اس کے مضمون یعنی شہدائے احد پر نماز جنازہ کی بابت بحث ذکر ہو چکی ہے۔

28 - باب غَزْوَةُ الرَّجِيعِ وَرِعْلٍ وَذَكْوَانَ وَبِئْرِ مَعُونَةَ (غزوہ رجیع، رعل وذکوان اور بیرِ معونہ)

وَحَدِيثِ عَضَلٍ وَالْقَارَةِ وَعَاصِمِ بْنِ ثَابِتٍ وَخُبَيْبٍ وَأَصْحَابِهِ قَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عُمَرَ أَنَّهَا بَعْدَ أُحُدٍ (حدیثِ عضل اور قارہ کا واقعہ۔ عاصم بن ثابت، خبیب اور انکے ساتھیوں کا قصہ، بقول ابن اسحاق ہمیں عاصم بن عمر نے بیان کیا کہ یہ سب واقعات جنگِ احد کے بعد ہوئے ہیں)۔

رجیع اصل میں اسم للروث ہے اسکے استحالہ کے سبب یہ نام پڑا، یہاں بلادِ ہذیل کی ایک جگہ مراد ہے جس کے قریب یہ سانحہ ہوا۔(رعل و ذکوان) یعنی غزوہ رعل، رعل بنی سلیم کی ایک شاخ تھی جو رعل بن عوف بن مالک بن امریٔ القیس بن لہیعہ بن سلیم کی طرف منسوب ہیں، ذکوان بھی بنی سلیم کی ایک شاخ تھی جو ذکوان بن ثعلبہ بن بہثہ بن سلیم کی طرف منتسب تھے۔(و بئر معونة) یہ بھی ہذیل کے علاقہ میں مکہ اور عسفان کے درمیان ایک جگہ کا نام تھا، یہ واقعہ سریۃ القراء کے نام سے بھی جانا جاتا ہے جس کے ذمہ دار یہی رعل و ذکوان تھے۔(وحديث عضل و قارة) عضل بنی ہول بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر کی ایک شاخ تھی جو عضل بن دیش بن محکم کی طرف منسوب تھے جبکہ قارہ بھی بنی ہول کی ایک دوسری شاخ ہے جو اسی دیشِ مذکور کی طرف منسوب ہیں، ابن درید لکھتے ہیں یہ ایک اکمہِ سوداء (یعنی صحرائی سا علاقہ) ہے جس میں پتھر تھے گویا اس کے قریب پڑاؤ کیا تھا، قصہ عضل وقارہ غزوۃ الرجیع میں پیش آیا تھا نہ کہ سریہ بئرِ معونہ میں، ابن اسحاق نے دونوں کا الگ الگ تذکرہ کیا ہے، غزوۃ الرجیع کو ۳ھ کے آخر اور بئرِ معونہ کو ۴ھ کے اوائل میں بتلاتے ہیں، ذکرِ عضل وقارہ صحیح بخاری میں صراحت سے مذکور نہیں البتہ ابن اسحاق نے احد کے بعد اس کا ذکر کیا ہے، کہتے ہیں مجھے عاصم بن عمر بن قتادہ نے بیان کیا کہ احد کے بعد آنجناب کے پاس عضل و قارہ کے چند لوگ آئے اور کہا یا رسول اللہ ہمارے قبیلہ میں اسلام پھیل چکا ہے آپ ہمارے ساتھ اپنے کچھ صحابہ بھیجیں جو ہمیں دینی مسائل کی تعلیم دیں آپ نے چھ صحابہ کرام روانہ کئے تو اس کے بعد ان کا قصہ بیان کیا، اسی سے بخاری کا ذکر کردہ یہ جملہ مفہوم ہوا: (قال ابن اسحاق حدثناعاصم بن عمر أنها بعد أحد) کہ أنها کی ضمیر غزوہِ رجیع کی طرف راجع ہے نہ کہ بئرِ معونہ کے واقعہ کی طرف، آگے شرحِ حدیث کے دوران اس بارے مزید بات آتی ہے۔

(و عاصم الخ) یعنی ابن أبی أفلح الانصاری، ان کا تذکرہ بھی اثنائے شرح آ رہا ہے، یہاں ابن حجر بعنوانِ تنبیہ لکھتے ہیں ترجمہ کے سیاق سے وہم ہوتا ہے کہ غزوہ رجیع اور بئرِ معونہ ایک ہی شئ ہیں لیکن ایسا نہیں جیسا کہ واضح کیا، رجیع کا واقعہ حضرت عاصم وخبیب وغیرہ دس صحابہ سے متعلق ہے، یہ عضل و قارہ کے ساتھ تھا جبکہ بئرِ معونہ کا واقعہ ستر قراء صحابہ سے متعلقہ ہے جو رعل و ذکوان کے ساتھ ہوا مصنف نے دونوں کا اکٹھا ادراج ان کے متقارب الزمان ہونے کی وجہ سے کیا، اس پر آنجناب کی بنی لحیان اور بنی عصیہ وغیرہم پر اکٹھے بددعا کے ذکر پر مشتمل حدیثِ انس بھی دال ہے، واقدی کے بقول بئرِ معونہ اور اصحابِ رجیع کے واقعہ کی خبریں ایک ہی رات مدینہ پہنچیں۔

4086 - حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي سُفْيَانَ الثَّقَفِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ سَرِيَّةً عَيْنًا وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ عَاصِمَ بْنَ ثَابِتٍ وَهُوَ جَدُّ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَانْطَلَقُوا حَتَّى إِذَا كَانَ بَيْنَ عُسْفَانَ وَمَكَّةَ ذُكِرُوا لِحَيٍّ مِنْ هُذَيْلٍ يُقَالُ لَهُمْ بَنُو لَحْيَانَ فَتَبِعُوهُمْ بِقَرِيبٍ مِنْ مِائَةِ رَامٍ فَاقْتَصُّوا آثَارَهُمْ حَتَّى أَتَوْا مَنْزِلاً نَزَلُوهُ فَوَجَدُوا فِيهِ نَوَى تَمْرٍ تَزَوَّدُوهُ مِنَ الْمَدِينَةِ فَقَالُوا هَذَا تَمْرُ يَثْرِبَ فَتَبِعُوا آثَارَهُمْ حَتَّى لَحِقُوهُمْ فَلَمَّا انْتَهَى عَاصِمٌ وَأَصْحَابُهُ لَجَئُوا إِلَى فَدْفَدٍ وَجَاءَ الْقَوْمُ فَأَحَاطُوا بِهِمْ فَقَالُوا لَكُمُ الْعَهْدُ وَالْمِيثَاقُ إِنْ نَزَلْتُمْ إِلَيْنَا أَنْ لَا نَقْتُلَ مِنْكُمْ رَجُلاً فَقَالَ عَاصِمٌ أَمَّا أَنَا فَلاَ أَنْزِلُ فِي ذِمَّةِ كَافِرٍ اللَّهُمَّ أَخْبِرْ عَنَّا نَبِيَّكَ فَقَاتَلُوهُمْ حَتَّى قَتَلُوا عَاصِمًا فِي سَبْعَةِ نَفَرٍ بِالنَّبْلِ وَبَقِيَ خُبَيْبٌ وَزَيْدٌ وَرَجُلٌ آخَرُ فَأَعْطَوْهُمُ الْعَهْدَ وَالْمِيثَاقَ فَلَمَّا أَعْطَوْهُمُ الْعَهْدَ وَالْمِيثَاقَ نَزَلُوا إِلَيْهِمْ فَلَمَّا اسْتَمْكَنُوا مِنْهُمْ حَلُّوا أَوْتَارَ قِسِيِّهِمْ فَرَبَطُوهُمْ بِهَا فَقَالَ الرَّجُلُ الثَّالِثُ الَّذِي مَعَهُمَا هَذَا أَوَّلُ الْغَدْرِ فَأَبَى أَنْ يَصْحَبَهُمْ فَجَرَّرُوهُ وَعَالَجُوهُ عَلَى أَنْ يَصْحَبَهُمْ فَلَمْ يَفْعَلْ فَقَتَلُوهُ وَانْطَلَقُوا بِخُبَيْبٍ وَزَيْدٍ حَتَّى بَاعُوهُمَا بِمَكَّةَ فَاشْتَرَى خُبَيْبًا بَنُو الْحَارِثِ بْنِ عَامِرِ بْنِ نَوْفَلٍ وَكَانَ خُبَيْبٌ هُوَ قَتَلَ الْحَارِثَ يَوْمَ بَدْرٍ فَمَكَثَ عِنْدَهُمْ أَسِيرًا حَتَّى إِذَا أَجْمَعُوا قَتْلَهُ اسْتَعَارَ مُوسَى مِنْ بَعْضِ بَنَاتِ الْحَارِثِ أَسْتَحِدُّ بِهَا فَأَعَارَتْهُ قَالَتْ فَغَفَلْتُ عَنْ صَبِيٍّ لِي فَدَرَجَ إِلَيْهِ حَتَّى أَتَاهُ فَوَضَعَهُ عَلَى فَخِذِهِ فَلَمَّا رَأَيْتُهُ فَزِعْتُ فَزْعَةً عَرَفَ ذَاكَ مِنِّي وَفِي يَدِهِ الْمُوسَى فَقَالَ أَتَخْشَيْنَ أَنْ أَقْتُلَهُ مَا كُنْتُ لأَفْعَلَ ذَاكِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ وَكَانَتْ تَقُولُ مَا رَأَيْتُ أَسِيرًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ خُبَيْبٍ لَقَدْ رَأَيْتُهُ يَأْكُلُ مِنْ قِطْفِ عِنَبٍ وَمَا بِمَكَّةَ يَوْمَئِذٍ ثَمَرَةٌ وَإِنَّهُ لَمُوثَقٌ فِي الْحَدِيدِ وَمَا كَانَ إِلاَّ رِزْقٌ رَزَقَهُ اللَّهُ فَخَرَجُوا بِهِ مِنَ الْحَرَمِ لِيَقْتُلُوهُ فَقَالَ دَعُونِي أُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَيْهِمْ فَقَالَ لَوْلاَ أَنْ تَرَوْا أَنَّ مَا بِي جَزَعٌ مِنَ الْمَوْتِ لَزِدْتُ فَكَانَ أَوَّلَ مَنْ سَنَّ الرَّكْعَتَيْنِ عِنْدَ الْقَتْلِ هُوَ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ أَحْصِهِمْ عَدَدًا ثُمَّ قَالَ مَا أُبَالِي حِينَ أُقْتَلُ مُسْلِمًا عَلَى أَيِّ شِقٍّ كَانَ لِلَّهِ مَصْرَعِي وَذَلِكَ فِي ذَاتِ الإِلَهِ وَإِنْ يَشَأْ يُبَارِكْ عَلَى أَوْصَالِ شِلْوٍ مُمَزَّعِ. ثُمَّ قَامَ إِلَيْهِ عُقْبَةُ بْنُ الْحَارِثِ فَقَتَلَهُ وَبَعَثَ قُرَيْشٌ إِلَى عَاصِمٍ لِيُؤْتَوْا بِشَيْءٍ مِنْ جَسَدِهِ يَعْرِفُونَهُ وَكَانَ عَاصِمٌ قَتَلَ عَظِيمًا مِنْ عُظَمَائِهِمْ يَوْمَ بَدْرٍ فَبَعَثَ اللَّهُ عَلَيْهِ مِثْلَ الظُّلَّةِ مِنَ الدَّبْرِ فَحَمَتْهُ مِنْ رُسُلِهِمْ فَلَمْ يَقْدِرُوا مِنْهُ عَلَى شَيْءٍ .

أطرافه 3045، 3989، - 7402 (جلد چہارم ص:۵۲۶ میں مفصل ترجمہ موجود ہے)

(عن عمرو بن أبی سفیان الثقفی) معمر نے یہی ذکر کیا، اس پر شعیب اور کئی ایک کی موافقت بھی ہے، الجہاد میں اتم سیاق کے ساتھ یہ روایت گزری ہے مگر ابراہیم بن سعد نے زہری سے بجائے عمرو کے عمر کہا ہے، اسے ابن سعد نے معن بن عیسی کے واسطہ کے ساتھ ان سے تخریج کیا، طیالسی نے بھی ابراہیم سے عمر نقل کیا ہے اسی پہ ذہلی نے الزہریات میں جزم کیا ہے، غزوۂ بدر کے باب میں موسیٰ بن اسماعیل عن ابراہیم کے حوالے سے (عمرو) ہے البتہ ابوداؤد نے انہی موسی سے عمر نقل کیا ہے، ابن اخی الزہری اور یونس نے بھی بحوالہ لیث زہری سے عمر نقل کیا ہے، بخاری تاریخ میں لکھتے ہیں کہ عمرو اصح ہے۔

(بعث النبی ﷺ سریة الخ) غزوہ بدر کی ابراہیم بن سعد سے روایت میں یہ عبارت ہے: (بعث عشرة عینا یتجسسون له) یعنی ان دس حضرات کو جاسوسی کی غرض سے بھیجا تھا ابوداؤد عن عروہ کی روایت میں ہے کہ یہ معلوم کرنے کیلئے مکہ کی طرف روانہ کیا تھا کہ اب قریش کے کیا ارادے ہیں (نبی اکرم کی کامیاب جنگی حکمت عملی کی سب سے بڑی وجہ آپکا جاسوسی نظام تھا تقریبا ہر موقع پر آپ کو قبل از وقت ہی پتہ چل گیا کہ کیا ہونے جا رہا ہے اسی لئے جنگ احزاب کے موقع پر پیش بنی کے طور پر آپ خندق کھدوا کر پہلے ہی تیار بیٹھے تھے اور جب بیس ہزار کا لشکرِ جرار درانہ وار آگے آیا تو وہ خندق دیکھ کر ششدر رہ گئے اور سٹپٹا گئے، آپ کے جواسیس کی مہارت اور خود آپکی جنگی فراست دیکھئے کہ اندازہ لگا کر عین اسی جانبِ خندق کھدوائی جس طرف سے وہ آسکتے تھے، جاسوسی کا یہ نظام آپ نے ہجرت کے فورا بعد قائم کر دیا تبھی قافلۂ ابی سفیان کی نقل وحرکت کی آپکو مکمل رپورٹ مل رہی تھی) واقدی ذکر کرتے ہیں کہ بنی لحیان کے عاصم اور ان کے ساتھیوں پر حملہ کا سبب ان کے ایک شخص سفیان بن نبیح ہذلی کا قتل تھا جو عبداللہ بن انیس کے ہاتھوں ہوا، یہ واقعہ ابوداؤد نے بسند حسن نقل کیا ہے۔ ابن اسحاق کے نزدیک ان کی تعداد چھ تھی جن کے یہ نام ذکر کئے ہیں: عاصم بن ثابت، مرثد بن ابی مرثد، خبیب بن عدی، خالد بن بکیر، عبداللہ بن طارق اور زید بن دثنہ۔ ابن سعد نے جزم کے ساتھ دس افراد لکھا ہے، ان چھ مذکورین کے ساتھ معتب بن عبید کا نام بھی ذکر کیا ہے یہ عبداللہ بن طارق کے والدہ کی طرف سے بھائی تھے بقول ابن حجر بقیہ تین شائد ان کے اتباع (یعنی خدام) تھے اس وجہ سے انکے اسماء کی بابت کسی نے تحقیق نہ کی، موسی بن عقبہ نے بھی اپنی سیرت میں یہی سات نام ذکر کئے ہیں البتہ بجائے معتب بن عبید کے معتب بن عوف ذکر کیا۔

(و أمر علیهم عاصم) یہی اصح ہے السیرۃ میں ہے کہ مرثد امیرِ سریہ تھے۔ (بین عسفان و مكة) غزوۂ بدر میں ذکر ہوا کہ مقامِ ھدأۃ میں تھے جو عسفان سے سات میل کی مسافت پہ ہے۔ (بنو لحیان) لحیان، ابن ہذیل ہے جبکہ وہ ابن مدرکہ بن الیاس بن مضر ہے، ہمدانی جو ایک ماہرِ انساب ہیں، کے بقول یہ دراصل جرہم کے بچے کھچے لوگ تھے جو ہذیل میں داخل ہو کر انہی کی نسبت سے مشہور ہو گئے۔

(من مائة رام) الجہاد کی روایتِ شعیب میں دوسو کا ذکر تھا، یہ الفاظ تھے: (فنفروا لهم قریبا من مائتی رجل) تو گویا ایک سو تیر انداز اور باقی دوسرے لڑاکے تھے، بقول ابن حجر ان کے کسی فرد کا نام معلوم نہیں ہوسکا۔ (حتی أتوا منزلا الخ) سیرت ابومعشر کی روایت میں ہے کہ مقام رجیع میں سحر کے وقت پڑاؤ ڈالا، وہ دن کو چھپے رہتے اور راتوں کو سفر کرتے تھے یہاں انہوں نے عجوہ کھجوریں تناول کیں (جو عام کھجوروں کی نسبت حجم میں چھوٹی ہوتی ہیں، خاص مدینہ کی پیداوار ہے شائد ابھی تک کہیں اور نہیں اگتی

سب سے عمدہ اور مہنگی یہی ہے ۲۰۰۲ء میں سب سے سستی کھجور چھ ریال فی کلو اور یہ ساٹھ ریال فی کلو تھی، مشہور ہے کہ دل کی بیماری میں از حد مفید ہے، اسی لئے اس کی اتنی مانگ ہے، حضرت ابو درداء جو ہارٹ اٹیک کا شکار اور عرب کے مشہور طبیب حارث بن کلدہ، جس نے ٹیکسلا کی یونیورسٹی میں طب کی تعلیم حاصل کی تھی۔ کے زیر علاج تھے، آنجناب نے ہدایت دی کہ عجوہ کی سات گھٹلیاں پیس کر اپنی دوائی میں شامل کریں، یہی کیا اور ابو درداء شفایاب ہو کر مزید تقریباً تیس برس زندہ رہے، والد صاحب مرحوم اسی بیماریِ دل کے ہاتھوں عمر کے آخری پندرہ برس بے بس رہے ہم نے کوشش کی کہ عجوہ کی گٹھلیاں پیسی جائیں مگر کوئی سبیل نہ بنی، عموماً مریضانِ دل کو یہ کھجوریں ہی کھاتے دیکھا ہے مگر میرے خیال میں شائد اصل فائدہ اس کی گٹھلیوں کا ہے)۔

ان کی ایک عورت کی انکی کھائی ہوئیں عجوہ کھجوروں کی گٹھلیوں پر نظر پڑی تو پہچان گئی اور کہنے لگی یہ یثرب کی کھجوریں ہیں تو ان بدبختوں نے چاروں طرف تلاش کیا تو پہاڑوں میں چھپے مل گئے۔

(إلى فدفد) اونچے ٹیلے کو کہتے ہیں ابو داؤد کی روایت میں (قردد) ہے بقول ابن اثیر موضعِ مرتفع کو کہتے ہیں۔ (حتی لحقوهم) ابن سعد کی روایت میں ہے اچانک تلواریں سونتے ہوئے لوگوں کو اپنے اوپر مسلط پایا۔ (لکم العهد الخ) ابن سعد کی روایت میں ہے کہنے لگے ہمارا تم سے لڑنے کا کوئی ارادہ نہیں، ہم تو چاہتے ہیں کہ تمہیں اہلِ مکہ کے ہاتھ بیچ ڈالیں۔ (اللهم أخبر عنا رسولك) طیالسی کی روایت میں ہے کہ اسی دن آنجناب کو بذریعہ وحی خبر مل گئی۔ (ورجل آخر) ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ خبیب، زید بن دثنہ اور عبد اللہ بن طارق کو قیدی بنالیا، گویا روایتِ ہذا کے تیسرے مبہم شخص یہی تھے ابو اسود کی روایت میں ہے کہ یہ پہاڑ کے اوپر چڑھ گئے آخر کوئی چارہ نہ پا کر عہد و میثاق کا چارہ پھینکا۔

(فقال الرجل الثالث الخ) بظاہر یہ ان کے انہیں قیدی بنا لینے کے فوری بعد کہا لیکن روایتِ ابن اسحاق میں ہے کہ وہ ان تین کو باندھ کر اپنے ساتھ لئے چلے، مرِ ظہران پہنچے تو عبد اللہ بن طارق نے کسی طریقہ سے اپنا بندھا ہاتھ چھڑا کر تلوار پہ ہاتھ ڈالا اور لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ (باعوهما بمكة) ابن اسحاق و ابن سعد کی روایتوں میں ہے کہ زید کو صفوان بن امیہ نے خرید لیا اور اپنے باپ کے بدلے قتل کر ڈالا، ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ اس کے غلام نسطاس نے انہیں قتل کیا۔

(فاشترى خبيبا الخ) ابن اسحاق نے تبیین کی ہے کہ حجین بن ابواہاب تمیمی جو بنی نوفل کا حلیف تھا، نے خریدا، وہ حارث بن عامر کا ماں کی طرف سے بھائی تھا، بریدہ بن سفیان کی روایت میں ہے کہ انہیں ایک سیاہ لونڈی کے بعوض خریدا (یعنی اس کے ساتھ تبادلہ کیا) ابن ہشام لکھتے ہیں ہذیل کے مکہ میں اسیر دو اشخاص کے بدلے دیا تھا، تطبیق ممکن ہے۔

(وكان خبيب هو قتل الحارث الخ) حدیثِ ابی ہریرہ میں یہی ہے بخاری نے اسی پر اعتماد کرتے ہوئے خبیب کو بدری قرار دیا ہے یہ اعتماد متجہ ہے مگر دمیاطی تعاقب کرتے ہیں کہ کسی اہلِ سیرت نے ان کا بدری ہونا ذکر نہیں کیا اور نہ یہ کہ انہی کے ہاتھوں حارث بن عامر قتل ہوا تھا، ان کے نزدیک اسکے قاتل خبیب بن اِساف تھے، جو ایک دیگر شخص ہیں، وہ خزرجی تھے جبکہ یہ اوسی ہیں، واللہ اعلم، ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں اگر ان کی بات قبول کریں تو اس صحیح حدیث کا رد لازم آتا ہے پھر اگر یہ حارث کے قاتل نہیں تو انہیں خریدنے کی کیا ضرورت تھی؟ جبکہ حدیث میں تصریح ہے کہ اسی کے بدلے قتل کر ڈالا البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اہلِ جاہلیت کی عادات میں سے تھا کہ لازم نہیں قاتل ہی سے قصاص لیں بلکہ اس قبیلہ یا علاقہ کا جو شخص بھی انکے ہتھے چڑھ جائے (جیسے پاکستان کے قبائلی

علاقوں کا رواج ہے کہ مثلا اگر کسی نے کسی کا بھائی مار ڈالا تو وہ قاتل کو نہیں بلکہ اس کے بھائی کو مارنے کی کوشش کریں گے، ہمارے ایک قبائلی ساتھی جو اسلامی یونیورسٹی میں پروفیسر ہیں، نے اس کی وجہ یہ بتلائی کہ ان کے بقول اگر اسے مار ڈالا تو بات ختم ہوئی، وہ بات ختم نہیں کرنا چاہتے بلکہ اسے بھائی کا دکھ دیکر عمر بھر کی کسک اور اذیت میں مبتلا رکھنا چاہتے ہیں، ان کا عام و مشہور محاورہ ہے تم نے ہمارا بھائی مارا ہم تمہارے بھائی کو مارے گا اسی لئے انکی دشمنیاں عمر بھر چلتی رہتی ہیں)۔ یہ بھی محتمل ہے کہ خبیب بن عدی بھی اس کے قتل میں شریک رہے ہوں۔

(فمكث عندهم أسيرا الخ) ابن سعد کی روایت میں ہے کہ حرمت والے شہور گزرنے تک قید میں رکھا پھر تنعیم لے جا کر قتل کر دیا، بریدہ کی روایت میں ہے پہلے پہل نہایت برا سلوک روا رکھتے رہے حتی کہ ایک دن خبیب نے کہا کرام قیدیوں کے ساتھ اس طرح کا سلوک نہیں کرتے ،تو اپنی خو تبدیل کر دی، ایک خاتون کو ان کا نگران بنا دیا (شائد وہی جس کا تذکرہ استرے کے حوالے سے اسی روایت میں ہے)، ابن سعد موہب جو آلِ نوفل کا مولیٰ تھا، کے حوالے سے ناقل ہیں کہ خبیب کو میری نگرانی میں دیا ہوا تھا، ایک دن وہ مجھ سے کہنے لگے اے موہب میری تین باتوں کا خیال رکھنا: پینے کیلئے میٹھا پانی دینا، بتوں کے استھان (نصب) پر ذبح کیا جانور کا گوشت نہ کھلانا اور جب یہ مجھے قتل کا پروگرام بنالیں مجھے پہلے سے بتلا دینا۔

(حتى إذا أجمعوا على قتله استعار الخ) اس قصہ میں یہاں یہ مدرج ہے، غزوۂ بدر میں گزری ابراہیم بن سعد کی روایت میں بھی یہی تھا، البتہ شعیب نے اس حصہ کو بھی موصولا نقل کیا ہے جو کتاب الجہاد میں گزری اس میں ہے کہ خبیب ان کے ہاں قیدی کی حیثیت سے رہے، مجھے عبید اللہ بن عیاض نے بتلایا کہ انہیں بنت حارث نے خبر دی کہ جب ان کے قتل کا ارادہ بنالیا تو انہوں نے مجھ سے استرا طلب کیا، خلف کی الأطراف میں ہے کہ اس کا نام زینب بنت حارث اور یہ عقبہ بن حارث کی بہن تھیں جس نے حضرت خبیب کو قتل کیا، بعض نے اس خاتون سے مراد اسکی بیوی لیا ہے، عبید اللہ مذکور کے بارہ میں دمیاطی لکھتے ہیں کہ رجالِ بخاری کے مصنفین نے ان کی بابت غفلت کا مظاہرہ کیا ہے، ابن حجر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مزی نے ان کے حالات قلم بند کئے اور لکھا ہے کہ تابعی ہیں حضرت عائشہ وغیرہ سے روایت کی ہے ان سے روایت کرنے والوں میں زہری اور عبد اللہ بن عثمان بن خثیم وغیرہما شامل ہیں۔ (فأخبرني) کے قائل زہری ہیں بعض نے وہم سے عمرو بن ابی سفیان کو قرار دیا، ابن اسحاق عبد اللہ بن ابی نجیح سے ناقل ہیں کہتے ہیں مجھے حجین بن ابی اِہاب کی مولاۃ ماریہ نے جو اسلام لے آئی تھیں، بتلایا کہ حضرت خبیب کو ان کے گھر میں قید رکھا گیا تھا، ایک دن دیکھا کہ انگور کا خوشہ لئے تناول کر رہے ہیں، اگر یہ محفوظ ہے تو ممکن ہے ماریہ و زینب دونوں نے اس واقعہ کا مشاہدہ کیا ہو (یا ممکن ہے الگ الگ وقتوں کے یہ واقعات ہوں، ان کی قید کے نگران کے بطور جو مختلف اسماء منقول کئے گئے ہیں ان کی بھی یہی تاویل ہوسکتی ہے) ابن حجر نے یہ تطبیق دی ہے کہ ماریہ کے گھر میں قیدی کے بطور رکھا گیا اور زینب نگرانی کرتی تھیں، یہ بھی محتمل ہے کہ حارث مذکور اس ماریہ کا رضاعی باپ ہو، ابن بطال نے جویریہ لکھا ہے تو محتمل ہے ابن اسحاق نے جس مولاۃ حجین کا ذکر کیا ہے اس پر اس لفظ یعنی جویریہ کا اطلاق کیا ہو (یعنی یہ اس کا نام نہیں بلکہ ایک لڑکی کے معنی میں) موسیٰ کو منصرف و غیر منصوف، دونوں طرح سے پڑھنا جائز ہے۔

(فغفلت عن صبي لي) زبیر بن بکار لکھتے ہیں یہ بچہ حسین بن حارث بن عدی بن نوفل بن عبد مناف ہے جو مشہور محدثِ مکہ عبد اللہ بن عبد الرحمٰن بن ابو حسین کے دادا بنے یہ زہری کے اقران میں سے تھے، بریدہ کی روایت میں ہے تو یہ دیکھ کر خاتون

بہت ڈری اور اللہ کا واسطہ دیا، ابوالأسود عن عروہ کی روایت میں ہے کہ بچہ کا ہاتھ پکڑ کر زانو پر بٹھا لیا جب اس کی والدہ آئیں تو کہنے لگے کیا خیال ہے اللہ نے مجھے موقع دیا ہے؟ وہ یہ سن کر گھبرائی اور کہا میں تمہیں ایسا نہیں سمجھتی، انہوں نے استرا اس کی طرف پھینک دیا اور کہا میں تو مذاق کر رہا تھا، بریدہ کی روایت میں ہے کہا میں ایسا دھوکہ کرنے والا نہیں، ابن اسحاق کی ابن ابی نجیح اور عاصم بن عمر سے روایت میں ہے ماریہ نے بتلایا کہ خبیب نے جب ان کے قتل کا فیصلہ ہوا، ان سے استرا مانگا، تطبیق یہ ہے کہ دونوں سے استرے کا تذکرہ کیا۔

(رزق رزقه الله) ابن بطال لکھتے ہیں ممکن ہے اللہ تعالی نے اس امر کو ان کفار کیلئے نشانی اور اپنے رسول کے صدق کی برہان کے بطور ظاہر کیا ہو، کہتے ہیں جو آجکل اسی قسم کی آیات وعلامات کے ظہور کا ادعاء کرتے ہیں (فلا وجه له) کیونکہ اب کسی مسلمان کو نبوت کی بابت کوئی شک و ریب نہیں، تو ان مدعیان سے پوچھا جائے (اگر یہ دعوی صحیح ہے) کہ اب اس کا کیا مقصد ہے؟ کہتے ہیں کوئی جاہل کہہ سکتا ہے کہ یہ آیات ومعجزات تو غیرِ نبی کے ہاتھوں بھی ظاہر ہو رہے ہیں پھر نبی اکرم کی اس میں کیا خصوصیات؟ تو یہ (بجائے قبول اسلام کا ذریعہ بننے کے) اس کے انکار وعدمِ قبولِ اسلام کا ذریعہ بن سکتا ہے، مزید کہتے ہیں اس قسم کا واقعہ خارقِ عادت یا قالبِ عین نہیں کیونکہ ممکن ہے یہ دراصل اللہ تعالی کی کسی عبد کیلئے تکریم ہو کہ مثلا اس کی دعا تھی (کہ ابھی مجھے انگور مل جائیں) جو فورا قبولیت سے نوازی گئی اس قسم کی کرامات کا اولیاء اور فاضلین سے صدور ہوتا رہتا ہے جیسے اسی واقعہ میں حضرت عاصم کی نعش کو شہد کی مکھیاں بھیج کر کفار سے محفوظ رکھا، ابن حجر لکھتے ہیں ان کی بات کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ منکرینِ کرامات اور ان کے مثبتین کی درمیانی راہ اختیار کرتے ہیں، ایسی کرامات جو ثابت ہیں، کو ایسے امور ومعاملات پر قیاس کرتے ہیں جو کبھی کسی کیلئے بھی ظاہر ہو سکتے ہیں، ان کے نزدیک ممتنع وہ کرامات ہیں جن کی بابت قلبِ اعیان کا دعویٰ کیا جائے (جیسے پیر پرست حضرات اولیاء اور پیروں کے بارہ میں کثرت سے خرقِ عادت پر مشتمل کرامات کے ظہور کا دعوی کرتے ہیں جو دراصل خود ساختہ اور من گھڑت ہیں مثلا شاہ شمس تبریزی کے بارہ میں لکھا گیا کہ ملتان شہر میں ایک قصاب سے کہا جس نے انہیں گوشت کی ایک بوٹی دی تھی، کہ اب آگ لاؤ تا کہ اسے بھون کر تناول کروں، اس نے کہا بابا جی میں گاہکوں کو نمٹانے میں مصروف ہوں، کہاں سے آگ لاؤں؟ بس بابا جی ناراض ہو گئے اور سورج کو اشارہ کیا کہ قریب آئے، وہ قریب آ گیا حتی کہ اس کی تپش نے سارا شہر جلا دیا، صرف بابا جی اور ان کی بوٹی محفوظ رہے، اس پر آبِ کوثر، رودِ کوثر کے مصنف شیخ اکرام تبصرہ کرتے ہیں کہ بابا جی کو کیا لگے! شہر جلتا ہے تو جلے انہوں نے بوٹی بھونی تھی سو بھون لی، ہمارے بھائیوں کو سوچنا چاہئے کہ ان بے سرو پا واقعات سے کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں؟ متعدد اصحابِ بیعت اور پیر ہونے کے مدعی ہمارے سامنے زندگیاں گزار کر فوت ہو گئے، ہم نے تو ان کی حیات میں کوئی خارقِ عادت قسم کا واقعہ یا کرامت نہ دیکھی نہ سنی، فوت ہو گئے تو ان کی کرامات کے ذکر پر مشتمل ایک کتاب منصہِ شہود میں آ گئی، شیخ اکرام بجا سوال کرتے ہیں اگر ایسے لوگ اور بابے موجود ہیں جو کچھ بھی کر گزرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں تو آخر وہ کہاں ہیں؟ کیوں مہرِ سکوت زبانوں و ہاتھوں کو لگائے بیٹھے ہیں آج مسلمانوں پر ایسی آفات پڑی ہیں جس کی مثال پیش کرنے سے تاریخ قاصر ہے یہ بابے صاحبان کیوں کچھ نہیں کرتے؟ یہی سوال میں نے کالج کے ایک کولیگ جو اسی مکتبِ فکر کے ہیں، سے کیا تو یہ کہہ کر نہ جانے کسے مطمئن کیا کہ انہیں کچھ کر گزرنے کی اجازت نہیں ہے، سبحان اللہ)۔

اہلِ سنت کا مشہور موقف کرامات کے مطلقا اثبات کا ہے لیکن ان کے بعض محققین مثلا ابو القاسم قشیری نے مستثنیٰ کیا ہے اس تحدی کو جو بعض انبیاء کیلئے واقع ہو، کہتے ہیں مثلا وہ بغیر باپ کے معجزۂ ایجادِ اولاد پر قادر نہیں ہو سکتے اور یہ اس بابت اعدلِ مذاہب ہے

کہ فورا دعا کا قبول ہو جانا، آب و طعام کی تکثیر، غائب عن العین کا مکاشفہ اور آمدہ واقعات کی خبر دینا جیسے امور بہت کثرت سے واقع ہوئے ہیں حتی کہ اس کا وقوع منسوب الی الصلاح سے بھی ہوا ہے، کالعادۃ لہذا اب انہی جیسے امور میں منحصر ہے جو قشیری نے ذکر کئے، اس ضمن میں اس قولِ مطلق کہ ہر معجزہ جو کسی نبی کے ہاتھوں ظاہر ہوا، بطورِ کرامت کسی ولی کے ہاتھوں بھی ظہور پذیر ہوسکتا ہے، کی یہی تقیید متعین ہے (کہ اس سے مراد فوری اجابتِ دعا، تکثیر طعام ونحوہ ہیں، کوئی بڑا معجزہ مثلا مردہ زندہ کرنا وغیرہ اولیاء کے ہاتھوں نمودار نہیں ہوسکتا) اگرچہ عوام الناس یہ سمجھتے ہیں کہ کسی کے ہاتھوں خرقِ عادت کسی امر کا ظہور اس کے ولی ہونے کی دلیل ہے مگر یہ غلط ہے، خارقِ عادت امور کو کوئی ساحر و کاہن بھی ظاہر کرسکتا ہے لہذا ولایت کے ثبوت کیلئے خرقِ عادت کے علاوہ کسی فارق کی ضرورت ہوگی، اس ضمن میں اولیٰ طریقہ یہ ہوگا کہ ایسے امور کے حالِ وقوع کے وقت اسکے فاعل کی ظاہری حالت ملاحظہ کی جائے اگر وہ شریعت کے اوامر ونواہی کا متمسک ہے تو اسے ولی مانا جائے وگرنہ نہیں۔

(دعوني أصل) غیرِ کشمیہنی کے نسخوں میں ثبوتِ یاء کے ساتھ ہے دونوں قابلِ توجیہ ہیں موسی بن عقبہ نے ذکر کیا ہے کہ جس جگہ انہوں نے یہ دو رکعت ادا کی تھیں اسی جگہ بعد میں مسجدِ تنعیم بنائی گئی۔ (اللهم أحصهم عددا) ابراہیم بن سعد کی روایت میں یہ بھی ہے:(و اقتلهم بددا) یعنی ایک ایک کر کے مارنا یہ بھی ہے: (ولا تبق منهم أحدا)، بریدہ بن سفیان کی روایت میں ہے کہ کہا اے اللہ میں کسی کو نہیں پاتا جو میرا سلام تیرے حبیب کو پہنچائے تو ہی پہنچا دینا، اس میں ہے کہ جب صلیب پر باندھا گیا تو ان کی اس بددعا کے خوف سے ایک شخص زمین میں متلبد (یعنی گڑ گیا) ہوا، کہتے ہیں ابھی ایک سال نہ گزرا تھا کہ سوائے اس متلبد شخص کے قاتلین میں سے کوئی زندہ نہ رہا ابن اسحاق امیر معاویہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ میں بھی اس موقع پر اپنے والد کے ہمراہ تماشہ دیکھنے کو موجود تھا تو جب حضرت خبیب نے بددعا کی میرے والد نے مارے خوف کے مجھے زمین پر ڈال دیا ابو اسود عن عروہ سے منقول ہے کہ جملہ حاضرین میں ابو اہاب بن عزیز، اخنس بن شریق، عبیدہ بن حکیم سلمی اور امیہ بن عتبہ بن ہمام بھی تھے ان کی روایت میں ہے کہ حضرت جبریل نے آنجناب کو اس بارے خبر دی، آپ نے صحابہ کو بتلایا موسی بن عقبہ کی روایت میں ہے انہوں نے دعوی کیا ہے کہ نبی اکرم نے حضرت خبیب کی شہادت کے دن بیٹھے بیٹھے اچانک فرمایا:(وعليك السلام يا خبيب) پھر بتلایا کہ قریش نے انہیں شہید کر دیا ہے۔

(ما إن أبالي) کشمیہنی کے ہاں (فلست أبالي) ہے بقول ابن حجر یہ اوزن ہے (یعنی وزن شعری کے زیادہ مطابق، ما إنْ کا وزن ہے: عُولن جبکہ: فلست کا وزن ہے فعولُ، پورا وزن فعولُن ہے بہر حال عولن سے فعول بہتر ہے اسی لئے اوزن کہا) اول بھی جائز ہے لیکن یہ مخروم (علم عروض کی ایک اصطلاح) ہے اگر (فما إن) کہہ دیا جائے تو وزن پورا (فعولن) ہوسکتا ہے ما بھی نافیہ ہے اور إنْ بھی برائے تاکید حرفِ نفی مکرر ہوا، کشمیہنی سے شعیب کی روایت میں (وما إن) ہے۔(وذلك في ذات الإلٰه) اس لفظ (یعنی إله) پر کتاب التوحید میں مفصل بحث ہوگی۔

(أوصال شلو الخ) اوصال وصل کی جمع ہے یعنی عضو، شلو یعنی جسد، کبھی اس کا اطلاق عضو پر ہوتا ہے یہاں مراد جسم ہے ابو اسود عن عروہ سے روایت میں یہ اشعار بھی منقول ہیں:

(لقد جمع الأحزاب حولي و ألبوا   قبائلهم واستجمعوا كل مجمع
إلى الله أشكوغربتي بعد كربتي   وما أرصد الأحزاب لِي عندمصرعي)

ابن اسحاق نے کل تیرہ اشعار ذکر کیے ہیں بقول ابن ہشام بعض نے ان اشعار کی خبیب کی طرف نسبت کا انکار کیا ہے (عربی ادب کے قدمائے نقاد ابن اسحاق سے سخت ناخوش ہیں، انکے بقول ایسے ایسوں کی طرف اشعار منسوب کر دئے جنہوں نے کبھی ایک شعر بھی نہ کہا تھا حتی کہ عاد وثمود اور جنوں تک کے اشعار اپنی سیرت میں ذکر کر دیئے اس بارے ابن اسحاق سے ایک مرتبہ پوچھا گیا تو ان کا جواب تھا میں تو ادب کا آدمی نہیں لوگ میرے پاس یہ اشعار لاتے ہیں اور ان کے کہنے پہ میں اپنی کتاب میں نقل کر دیتا ہوں)۔

(ثم قام إليه عقبه الخ) آمدہ حدیث کی شرح میں اس بارے بات ہوگی ابوالأسود عن عروہ کی روایت میں ہے جب سولی پر ٹنگے خبیب کے جسم میں برچھے اور نیزے اتارتے تھے تو پکار کر ان سے کہا کیا پسند کرتے ہو کہ تمہاری جگہ آج محمد ہوتے؟ کہا خدائے بزرگ و برتر کی قسم میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ مجھے چھٹکارا دلانے کی خاطر ان کے پاؤں میں کانٹا بھی چبھے۔

(وكان عاصم قتل عظيما الخ) شائد یہ عقبہ بن ابی معیط ہو، حضرت عاصم نے اسے (اس کی شرارتوں اور کرتوتوں کی سزا کے طور پر کہ مکہ میں اہل اسلام کو ستانے اور ان کی ایذاء رسانی میں نہایت آگے آگے تھا، یہی وہ بد بخت تھا جس نے نبی اکرم کی کمر پر حالتِ سجدہ میں اونٹ کی غلاظت وخون سے بھری بچہ دانی لا رکھی تھی) آنجناب کے حکم سے باندھ کر قتل کر دیا تھا، یہ بدر سے واپسی کے وقت کیا، ابن اسحاق اور بریدہ بن سفیان کی روایتوں میں ہے کہ حضرت عاصم کے شہید ہو جانے کے بعد ہذیل نے چاہا کہ انکا سر کاٹ کر سلافہ بنت سعد بن شہید کو بیچ ڈالیں یہ مسافع اور جلاس جو طلحہ عبدری کے بیٹے ہیں، کی والدہ تھیں، حضرت عاصم کے ہاتھوں یہ جنگ احد میں قتل ہو گئے تھے، اس نے نذر مانی تھی کہ اگر کبھی موقع ملا تو عاصم کے کاسہِ سر میں شراب پیئے گی مگر دبر کی وجہ سے ایسا کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے اس نے خود بھی کسی کو بھیجا مگر کسی کو آگے آنے کی جرات نہ ہوتی تھی اس انتظار میں رہے کہ یہ چلی جائیں تو سر کاٹیں مگر اللہ نے اس کا موقع نہ دیا۔ (مثل الظلة من الدبر) یعنی بادل کی طرح، بھڑوں کو دبر کہتے ہیں بعض نے شہد کی نرمکھیوں کو قرار دیا ہے ،اس کے لفظ سے اس کا واحد موجود نہیں۔

(فلم يقدروا الخ) شعبہ کی روایت میں ہے ان کے جسم کا کوئی بھی حصہ کاٹ لینے پر قدرت نہ پائی ابواسعد کی روایت میں ہے جب بھی آگے بڑھتے بھڑیں/شہد کی مکھیاں ان کے چہروں پر ڈنگ مارتیں ابن اسحاق کی عاص بن عمر عن قتادہ سے روایت میں ہے حضرت عاصم نے اللہ سے عہد کیا ہوا تھا کہ کوئی مشرک انہیں مس نہ کرے گا اور نہ وہ کسی مشرک کے جسم کو مس کریں گے، حضرت عمر یہ واقعہ سن کر کہا کرتے تھے اللہ تعالی اپنے بندہِ مومن کی حفاظت اس کے مرنے کے بعد بھی کرتا ہے جیسے اس کی زندگی میں کرتا ہے۔

حدیث سے ظاہر ہوا کہ مسلم اسیر اگر عامل بالشدت (یعنی عزیمت کی راہ اختیار کرے) بننا چاہتا ہے تو کافر کی امان قبول نہ کرے اور اپنا آپ اس کے حوالے نہ کرے خواہ اس پاداش میں قتل ہونا پڑے ہاں اگر عاملِ رخصت بننا چاہتا ہے تب کوئی حرج نہیں حسن بصری کی یہی رائے ہے مگر ثوری کے بقول میں اسے مکروہ کہتا ہوں، یہ بھی ثابت ہوا کہ مشرکین کے ساتھ بھی وفائے عہد کیا جائے اور ان کے معصوم بچوں کو قتل نہ کیا جائے۔ اکرامِ مسلم حیاً ومیتاً بھی ثابت ہوا، بوقت شہادت نوافل ادا کرنا اور شعر پڑھنا بھی، یہ حضرت خبیب کے قوتِ یقین اور شدت فی الدین کی دلیل ہے، کبھی اللہ اپنے مومن بندوں کو آزمائشوں میں ڈالتا ہے تاکہ ان کا اجر وثواب اور زیادہ ہو، یہ بھی ظاہر ہوا کہ اہلِ مکہ حرم اور شہورِ حرمت کی تعظیم کیا کرتے تھے (تبھی حرمت کے مہینے گزر جانے کے بعد حضرت خبیب کو حرمِ

مکہ کی حدود سے باہر تنعیم لے جا کر شہید کیا)۔

4087 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ جَابِرًا يَقُولُ الَّذِى قَتَلَ خُبَيْبًا هُوَ أَبُو سِرْوَعَةَ

جابر کہتے ہیں حضرت خبیب کا قاتل ابوسروعہ ہے۔

سفیان سے ابن عیینہ اور عمرو سے مراد ابن دینار ہیں۔ (هو أبو سروعة) سعید بن منصور کی سفیان سے روایت میں مزید یہ بھی ہے کہ اس کا نام عقبہ بن حارث تھا اسماعیلی کی ابن ابی عمر عن سفیان سے روایت میں یہ بات بطور ادراج شامل ہے مگر ان کا یہ قول اہلِ سیرت ونسب کی ایک جماعت کے قول کے مخالف ہے جو کہتے ہیں کہ ابوسروعہ عقبہ کا بھائی تھا ابواحمد عسکری لکھتے ہیں انہیں ایک قرار دینا وہم ہے ابن اسحاق نے عقبہ بن حارث سے صحیح سند کے ساتھ نقل کیا، کہتے ہیں میں نے خبیب کو قتل نہیں کیا تھا میں تو اس وقت بہت چھوٹا تھا لیکن ایسا ہوا کہ ابومیسرہ عبدری نے میرے ہاتھ میں حربہ پکڑا کر میرا ہاتھ پکڑے ان کے جسم میں زخم لگایا حتی کہ انہیں شہید کر دیا۔

4088 - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ سَبْعِينَ رَجُلاً لِحَاجَةٍ يُقَالُ لَهُمُ الْقُرَّاءُ فَعَرَضَ لَهُمْ حَيَّانِ مِنْ بَنِي سُلَيْمٍ رِعْلٌ وَذَكْوَانُ عِنْدَ بِئْرٍ يُقَالُ لَهَا بِئْرُ مَعُونَةَ فَقَالَ الْقَوْمُ وَاللَّهِ مَا إِيَّاكُمْ أَرَدْنَا إِنَّمَا نَحْنُ مُجْتَازُونَ فِي حَاجَةٍ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَتَلُوهُمْ فَدَعَا النَّبِيُّ ﷺ عَلَيْهِمْ شَهْرًا فِي صَلاَةِ الْغَدَاةِ وَذَلِكَ بَدْءُ الْقُنُوتِ وَمَا كُنَّا نَقْنُتُ قَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ وَسَأَلَ رَجُلٌ أَنَسًا عَنِ الْقُنُوتِ أَبَعْدَ الرُّكُوعِ أَوْ عِنْدَ فَرَاغٍ مِنَ الْقِرَاءَةِ قَالَ لاَ بَلْ عِنْدَ فَرَاغٍ مِنَ الْقِرَاءَةِ .

أطرافه 1001، 1002، 1003، 1300، 2801، 2814، 3064، 3170، 4089، 4090، 4091، 4092، 4094، 4095، 4096، 6394، 7341-

انس راوی ہیں کہ نبہ پاک نے ستر افراد پر مشتمل ایک مہم کسی کام کو بھیجی انہیں قراء کہا جاتا تھا، بیرِ معونہ کے پاس بنی سلیم کے دو قبائل رعل اور ذکوان انکے آڑے آئے یہ لوگ ان سے کہنے لگے بخدا ہمیں تم سے کوئی سروکار نہیں، ہمیں تو کسی اور کام کیلئے نبی پاک نے بھیجا ہے مگر انہوں نے انہیں شہید کر دیا تو نبی پاک نے مسلسل ایک ماہ نمازِ فجر میں انکے خلاف بددعا فرمائی، یہ ابتدائے قنوت ہے اس سے قبل ہم قنوت سے واقف نہ تھے، راوی کہتے ہیں ایک شخص نے حضرت انس سے پوچھا کیا قنوت رکوع سے قبل ہے یا بعد؟ کہا رکوع سے قبل، قراءت سے فراغت کے بعد۔

(سبعين رجل لحاجة) اگلی روایتِ قتادہ میں اس حاجت کا بیان بھی مذکور ہے یعنی رعل وغیرہ کے مدد طلب کرنے پر آپ نے انہیں بھیجا، الجہاد میں ایک دیگر طریق کے حوالے سے ہے کہ رعل، ذکوان، عصیہ اور بنی لحیان کی قوم کے مشرکین انکے درپے آزار تھے تو آپ سے مدد طلب کی، اس سے بعض کا یہ قول باطل ٹھہرا کہ قتادہ کی روایت کا یہ جملہ وہم ہے بلکہ ہوا یہ تھا عامر بن طفیل نے ان قبائل سے نبی پاک کے ان صحابہ کے خلاف مدد طلب کی تھی بہر حال کوئی مانع نہیں کہ باہم ملی بھگت سے ہی اس وفد کو خدمتِ اقدس میں بھیجا ہوتا کہ اگر آپ کچھ صحابہ کو بھیجیں تو غداری سے انہیں شہید کر دیں اور یہ بھی محتمل ہے کہ جن سے عامر نے استمداد کی وہ انکے

دوسرے ہم قبیلہ ہوں، آخرِ باب روایتِ عاصم عن انس میں مذکور ہے کہ ان صحابہ کو ان مشرکین کی طرف روانہ کیا تھا جن کے اور رسول اللہ کے مابین معاہدہ تھا، ابن اسحاق کی اپنے والد عن مغیرہ بن عبد الرحمٰن وغیرہ کے حوالے سے روایت میں ہے کہ ابو براء عامر بن مالک جو ملاعب الأسنۃ کے لقب سے معروف تھا، مدینہ آیا آنجناب نے قبولِ اسلام کی دعوت دی، اس نے نہ قبول کیا اور نہ صاف انکار کیا، کہنے لگا اگر آپ اہلِ نجد کی طرف اپنے کچھ ساتھی بھیجیں تو مجھے امید ہے وہ اسلام قبول کر لیں گے اور میں ان کی حفاظت کا عہد دیتا ہوں آپ نے چالیس صحابہ روانہ کئے جن میں منذر بن عمرو، حارث بن صمہ، حرام بن ملحان، رافع بن بدیل بن ورقاء، عروہ بن اسماء اور عامر بن فہیرہ وغیرہ تھے، اس واقعہ کو موسی بن عقبہ نے بھی زہری عن عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن کعب بن مالک سے بیان کیا ہے لیکن کسی کا نام ذکر نہیں کیا اسے طبری نے بھی زہری عن عبد الرحمٰن مذکور سے موصول کیا ہے، ابن عائذ نے ابن عباس سے اس کی تخریج کی ہے مگر اس کی سند ضعیف ہے یہ مسلم کے ہاں حماد بن سلمہ عن ثابت عن انس کے حوالے سے مختصراً ہے اس میں ابو براء کا نام مذکور نہیں بلکہ (إن ناسا الخ) ہے تعداد کے اس تفاوت کی تطبیق یہ ہوسکتی ہے کہ ان چالیس کے علاوہ باقی تیس ان کے اتباع ہوں گے بخاری نے مرسلِ عروہ سے ذکر کیا ہے کہ عامر بن طفیل نے بئر معونہ کے واقعہ میں عمرو بن امیہ ضمری کو قیدی بنالیا تھا، یہ مرسلِ ابن اسحاق کا شاہد ہے۔

(یقال لھم القراء) قتادہ نے اپنی روایت میں بیان کیا کہ یہ دن کو لکڑیاں جمع کرتے اور راتوں کو نمازیں (یعنی تہجد) پڑھتے، ثابت کی روایت میں ہے کہ ان لکڑیوں کو بیچ کر اہلِ صفہ کیلئے طعام خریدتے اور ان کے ہمراہ رات کو (مسجد نبوی میں) قرآن کا دور کرتے اور سیکھتے (گویا اسی وجہ سے رضا کارانہ طور پر انکے طعام کا ذمہ اٹھایا ہوا تھا)۔

(فعرض لھم حیان) حی کی تثنیہ، قتادہ کی روایت میں بنی لحیان کا ذکر وہم ہے، وہ تو اس سے قبل کے غزوہ رجیع میں حضرت خبیب اور ان کے ساتھیوں کے واقعہ میں ملوث ہیں، اسحاق بن ابو طلحہ کی روایت میں ہے:(بعث خالہ أخا لأم سلیم الخ) اس روایت میں ان کا نام حرام ذکر کیا ہے اسی طرح روایتِ ثمامہ میں بھی، خالہ میں ضمیر حضرت انس کی طرف راجع ہے کرمانی نے عجب کیا کہ ضمیر کا مرجع نبی اکرم کو قرار دے ڈالا، لکھتے ہیں کہ حرام آنجناب کے رضاعی ماموں تھے یا آپ کے نسب کی جہت سے (کہ والدہِ عبد المطلب ان کے قبیلہ سے تھیں)۔(فقرأنا فیھم قرآنا ثم إن ذلك رفع) یعنی اس کی تلاوت منسوخ ہوگئی احمد کی غندر عن شعبہ سے روایت میں (ثم نسخ ذلك) ہے۔

4089 - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا هِشَامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَنَتَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ شَهْرًا بَعْدَ الرُّكُوعِ يَدْعُو عَلَى أَحْيَاءٍ مِنَ الْعَرَبِ . (سابق)

أطرافه 1001، 1002، 1003، 1300، 2801، 2814، 3064، 3170، 4088، 4090، 4091، 4092، 4094، 4095، 4096، 6394، 7341-

4090 - حَدَّثَنِي عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رِعْلاً وَذَكْوَانَ وَعُصَيَّةَ وَبَنِي لَحْيَانَ اسْتَمَدُّوا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَلَى عَدُوٍّ فَأَمَدَّهُمْ بِسَبْعِينَ مِنَ الْأَنْصَارِ كُنَّا نُسَمِّيهِمُ الْقُرَّاءَ فِي زَمَانِهِمْ كَانُوا يَحْتَطِبُونَ بِالنَّهَارِ وَيُصَلُّونَ بِاللَّيْلِ حَتَّى كَانُوا بِبِئْرِ مَعُونَةَ قَتَلُوهُمْ وَغَدَرُوا بِهِمْ فَبَلَغَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَنَتَ شَهْرًا

يَدْعُو فِي الصُّبْحِ عَلَى أَحْيَاءٍ مِنْ أَحْيَاءِ الْعَرَبِ عَلَى رِعْلٍ وَذَكْوَانَ وَعُصَيَّةَ وَبَنِي لَحْيَانَ قَالَ أَنَسٌ فَقَرَأْنَا فِيهِمْ قُرْآنًا ثُمَّ إِنَّ ذَلِكَ رُفِعَ بَلِّغُوا عَنَّا قَوْمَنَا أَنَّا لَقِينَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَأَرْضَانَاوَعَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ حَدَّثَهُ أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ قَنَتَ شَهْرًا فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ يَدْعُو عَلَى أَحْيَاءٍ مِنْ أَحْيَاءِ الْعَرَبِ عَلَى رِعْلٍ وَذَكْوَانَ وَعُصَيَّةَ وَبَنِي لَحْيَانَ .

أطرافه 1001، 1002، 1003، 1300، 2801، 2814، 3064، 3170، 4088، 4089، 4091، 4092، 4094، 4095، 4096، 6394، 7341

4090 - زَادَ خَلِيفَةُ حَدَّثَنَا ابْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ حَدَّثَنَا أَنَسٌ أَنَّ أُولَئِكَ السَّبْعِينَ مِنَ الْأَنْصَارِ قُتِلُوا بِبِئْرِ مَعُونَةَ قُرْآنًا كِتَابًا نَحْوَهُ

انس بن مالک کہتے ہیں بے شک رعل، ذکوان، عصیہ اور بنی لحیان نے آنجناب سے اپنے دشمنوں کے خلاف مدد مانگی نبی پاک نے اس غرض سے ستر افراد جنہیں قاری کہا جاتا تھا، روانہ کئے یہ لوگ دن کے وقت لکڑیاں جمع کرتے اور راتوں کو سفر کرتے ، جب بیر معونہ کے پاس پہنچے تو انہوں نے دھوکہ کیا اور ان سب کو قتل کرڈالا آنجناب کو خبر ملی تو ایک ماہ نمازِ فجر میں ان قبائل کے خلاف دعائے قنوت فرمائی ،رعل، ذکوان، عصیہ اور بنی لحیان کے خلاف، انس کا بیان ہے ان شہداء کی بابت قرآن بھی نازل ہوا تھا پھر اسے اٹھالیا گیا، وہ یہ آیت تھی (بلغوا الخ)۔

(زادخلیفة) یہ ابن خیاط ہیں یکے از شیوخِ بخاری۔

4091 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ قَالَ حَدَّثَنِي أَنَسٌ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ خَالَهُ أَخٌ لِأُمِّ سُلَيْمٍ فِي سَبْعِينَ رَاكِبًا وَكَانَ رَئِيسَ الْمُشْرِكِينَ عَامِرُ بْنُ الطُّفَيْلِ خَيَّرَ بَيْنَ ثَلَاثِ خِصَالٍ فَقَالَ يَكُونُ لَكَ أَهْلُ السَّهْلِ وَلِي أَهْلُ الْمَدَرِ أَوْ أَكُونُ خَلِيفَتَكَ أَوْ أَغْزُوكَ بِأَهْلِ غَطَفَانَ بِأَلْفٍ وَأَلْفٍ فَطُعِنَ عَامِرٌ فِي بَيْتِ أُمِّ فُلَانٍ فَقَالَ غُدَّةٌ كَغُدَّةِ الْبَكْرِ فِي بَيْتِ امْرَأَةٍ مِنْ آلِ فُلَانٍ ائْتُونِي بِفَرَسِي فَمَاتَ عَلَى ظَهْرِ فَرَسِهِ فَانْطَلَقَ حَرَامٌ أَخُو أُمِّ سُلَيْمٍ هُوَ(وَ) رَجُلٌ أَعْرَجُ وَرَجُلٌ مِنْ بَنِي فُلَانٍ قَالَ كُونَا قَرِيبًا حَتَّى آتِيَهُمْ فَإِنْ آمَنُونِي كُنْتُمْ وَإِنْ قَتَلُونِي أَتَيْتُمْ أَصْحَابَكُمْ فَقَالَ أَتُؤْمِنُونِي أُبَلِّغْ رِسَالَةَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَجَعَلَ يُحَدِّثُهُمْ وَأَوْمَئُوا إِلَى رَجُلٍ فَأَتَاهُ مِنْ خَلْفِهِ فَطَعَنَهُ قَالَ هَمَّامٌ أَحْسِبُهُ حَتَّى أَنْفَذَهُ بِالرُّمْحِ قَالَ اللَّهُ أَكْبَرُ فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ فَلُحِقَ الرَّجُلُ فَقُتِلُوا كُلُّهُمْ غَيْرَ الْأَعْرَجِ كَانَ فِي رَأْسِ جَبَلٍ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْنَا ثُمَّ كَانَ مِنَ الْمَنْسُوخِ إِنَّا قَدْ لَقِينَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَأَرْضَانَا فَدَعَا النَّبِيُّ ﷺ عَلَيْهِمْ ثَلَاثِينَ صَبَاحًا عَلَى رِعْلٍ وَذَكْوَانَ وَبَنِي لَحْيَانَ وَعُصَيَّةَ الَّذِينَ عَصَوُا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ﷺ . (سابقہ کی مفصل روایت ہے، جلد چہارم ص:۳۱۶ میں مترجم ہے)

أطرافه 1001، 1002، 1003، 1300، 2801، 2814، 3064، 3170، 4088، 4089، 4090،

4092، 4094، 4095، 4096، 6394، 7341 -

(وکان رئیس المشرکین عامر بن الطفیل) یعنی ابن مالک بن جعفر بن کلاب، یہ ابو براء عامر بن مالک کا بھتیجا تھا۔(خیر) مفعول محذوف ہے یعنی نبی پاک کے سامنے اپنے اسلام لانے کی یہ شروط رکھیں بیہقی کی روایت میں صراحت ہے، بعض نسخوں میں(خیر) بطور صیغہ مجہول مضبوط ہے ابن قرقول نے اسے خطا قرار دیا ہے۔(بألف و ألف) عثمان بن سعید کی روایت میں ہے: (بألف أشقر و ألف شقراء) (شقر گہرے سرخ اور زرد رنگ کو کہتے ہیں)۔

(غدة کغدة البکر) اس میں پیش بھی جائز ہے بتقدیر (أصابتُه غدة الخ) بطورِ مصدر زبر بھی جائز ہے أی (أغده غدة مثل بعیره) اونٹوں کے طاعون کو کہتے ہیں۔(فی بیت امرأة من آل بنی فلان) طبرانی کی حدیثِ سہل بن سعد میں اس کی تبیین ہے اس میں ہے: (امرأة من آل سلول) اس میں یہ بھی ہے کہ عامر نے مدینہ آکر دھمکی دی کہ میں ہزار اشقر اور ہزار شقراء کے ساتھ آپ پر حملہ کروں گا اور اس کے واپس جانے کے بعد آپ نے اصحابِ بئر معونہ کو روانہ کیا تھا اور اسی نے اپنے چچا کا دیا ذمہ توڑ کر بدعہدی کی تھی، نبی اکرم نے اس پر بددعا فرمائی تھی کہ (اللھم اکفنی عامرا) تو اس کے نتیجہ میں وہ بنی سلول کی ایک عورت کے گھر میں تھا کہ اس وبال میں مبتلا ہوا، ابن حجر لکھتے ہیں سلول خاتون کا نام ہے، بنت ذہل بن شیبان، اس کے خاوند کا نام مرۃ بن صعصعہ تھا جو عامر بن صعصعہ کا بھائی ہے تو اس کی اولاد سلول کی طرف نسبت سے مشہور ہوئی۔

(وھو رجل أعرج) یہاں یہی عبارت ہے، حرام کی بطورِ صفت لیکن درحقیقت ایسا نہیں اعرج کوئی دیگر شخص ہیں، اسکی تبیین عثمان بن سعید کی روایت میں ہے اسکے الفاظ ہیں: (فانطلق حرام و رجلان معه رجل أعرج و رجل من بنی فلان) تو بظاہر (وھو) میں واؤ سہوِ کاتب ہے درست اسکا بعد ازاں ذکر کیا جانا ہے یعنی صحیح عبارت یوں ہوگی: (فانطلق حرام ھو ورجل أعرج) اس اعرج صحابی کا نام کعب بن زید تھا جو بنی دینار بن نجار سے تھے جبکہ دوسرے منذر بن محمد بن عقبہ بن اجیحہ بن جلاح خزرجی ہیں، ابن ہشام نے زیادات السیرۃ میں دونوں کے نام ذکر کئے ہیں، کئی نسخوں میں درست عبارت موجود ہے۔

(فإن آمنونی کنتم) مختصراً ہے مستخرج ابی نعیم میں (فإن آمنونی کنتم قریباً منی) ہے۔(فجعل یحدثھم) طبری کی عکرمہ عن عمار عن اسحاق بن ابی طلحہ سے روایت میں ہے کہ حرام نکل کر آگے گئے اور ان سے مخاطب ہو کر کہا اے اہلِ بئر معونہ میں رسول اللہ کا تمہاری طرف ایلچی ہوں پس اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ، اس میں ہے کہ ایک آدمی نے چپکے سے آکر ان کے ایک پہلو سے نیزہ مار کر دوسری طرف سے باہر نکال دیا۔

(فأتاه من خلفه الخ) اس کا نام معلوم نہیں ہو سکا سیرت ابن اسحاق کی ظاہر کلام سے اشارہ ملتا ہے کہ وہ خود عامر بن طفیل تھا، اس میں ہے کہ بئر معونہ میں پڑاؤ ڈال کر حرام کو خط دیکر آگے بھیجا وہ عامر کے پاس آئے اس نے خط دیکھے بغیر حملہ کر کے انہیں شہید کر دیا لیکن طبرانی کی ثابت عن انس سے روایت میں ہے کہ ان کے قاتل کا نام اسلم ہے، عامر بن طفیل حالتِ کفر ہی میں مرا تھا جیسا کہ ذکر گزرا، مستغفری نے جو اپنی (الصحابه) میں قاسم عن ابی امامہ عن عامر بن الطفیل روایت کیا ہے کہ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ (زَوِّدْنِی بکلمات) مجھے کچھ کلمات عطا کریں، تو آپ نے فرمایا اے عامر (أفش الطعام وأطعم الطعام و استحی من اللہ و إذا أسأتَ فأحسِنْ) تو وہ عامر بن طفیل اسلمی ہیں، مستغفری نے شکارِ وہم ہو کر عامر بن طفیل عامری (حرام کا قاتل) کا نسب

ذکر کردیا، بغوی نے ابو براء عامر بن مالک عامری کے ترجمہ میں بطریق عبداللہ بن بریدہ اسلمی نقل کیا، کہتے ہیں کہ مجھے میرے چچا عامر بن طفیل نے بیان کیا، تو یہی مستغفری والی حدیث ذکر کی، اس سے ثابت ہوا کہ جو عامر بن طفیل صحابی ہیں، وہ عامری نہیں بلکہ اسلمی ہیں، نام وولدیت ایک ہونے کی وجہ سے وہم لگا۔

(فلحق الرجل فقتلوا كلهم) اس سیاق میں (فلحق الرجل) کا ضبط مشکل ثابت ہوا ہے تو کہا گیا ہے کہ محتمل ہے اس آدمی سے مراد وہ جو حرام کے رفیق تھے (یعنی پڑاؤ کی جگہ سے آگے جانے میں) اس پر کچھ کلام محذوف ہے جس کی تقدیر یہ ہے :(فلحق الرجل بالمسلمين) یہ بھی محتمل ہے کہ اس (الرجل) سے مراد وہ جس نے حملہ کر کے حرام کو شہید کیا، اس پر تقدیرِ کلام یہ ہوگی:(فلحق الرجل بقومه المشركين فاجتمعوا على المسلمين فقتلوا كلهم) ایک احتمال یہ بھی ہے کہ (لحق) صیغۂ مجہول اور (الرجل) سے مراد حضرت حرام ہوں یعنی وہ اپنی اجل کو پہنچے، یا یہ کہ الرجل سے مراد ان کا رفیق، یعنی مشرکوں نے انہیں راستے ہی میں جا لیا ساتھیوں تک نہ پہنچ سکے پہلے انہیں شہید کیا پھر باقیوں کو بھی، الرجل کی جیم کا ساکن ہونا بھی محتمل ہے، جمع کا صیغہ بمعنی رجال اس پر اس سے مراد یا تو بقیہ مسلمان کہ بعد میں انہیں جا لیا اور سب کو شہید کر دیا گیا، لحق کا فاعل قاتلِ حرام ہے کہ وہ اپنے رجال یعنی ہم قبیلہ کے ساتھ جا ملا بقول ابن حجر اگر روایۂ سکونِ جیم ثابت ہے تو یہ آخری سے سابق سب سے اچھی توجیہہ ہے۔

(غير الأعرج الخ) حفص بن عمر عن ہمام کی کتاب الجہاد والی روایت میں تھا:(فقتلوهم إلا رجلا أعرج صعد الجبل) ہمام کہتے ہیں ایک اور بھی ان کے ہمراہ تھا۔(من المنسوخ) یعنی اس کی تلاوت منسوخ ہوگئی اب حرمت و تقدیس اور احکام کے لحاظ سے کہ جنبی کیلئے اس کا پڑھنا ناجائز ہو، بقیہ محکم قرآن کی طرح نہ رہا ثمامہ کی روایت میں ہے:(قال بالدم هكذا) قال فعل کے معنی میں ہے تفسیر بھی ذکر کی ہے۔

4092 - حَدَّثَنِي حِبَّانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ قَالَ حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَنَسٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ لَمَّا طُعِنَ حَرَامُ بْنُ مِلْحَانَ وَكَانَ خَالَهُ يَوْمَ بِئْرِ مَعُونَةَ قَالَ بِالدَّمِ هَكَذَا فَنَضَحَهُ عَلَى وَجْهِهِ وَرَأْسِهِ ثُمَّ قَالَ فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ

(سابقہ کا حصہ ہے، مزید یہ کہ حضرت انس کے ماموں حرام بن ملحان پر جب وار ہوا تو اپنا خون چہرے اور سر پہ لگا کر کہنے لگے ربِ کعبہ کی قسم میں کامیاب ہوا)

أطرافه 1001، 1002، 1003، 1300، 2801، 2814، 3064، 3170، 4088، 4089، 4090، 4091، 4094، 4095، 4096، 6394، 7341-

علامہ انور ان روایات باب کی کچھ عبارات کی بابت رائے دیتے ہوئے:(قرأنا فيهم قرآنا) کے تحت لکھتے ہیں کہ میرے شیخ (یعنی مولانا محمود الحسن) نے کہا ہے میرا خیال ہے کہ یہ آیات جن کی تلاوت بعد ازاں منسوخ کر دی گئی فصاحت و بلاغت کا اعلیٰ نمونہ ہوں گی، کہتے ہیں میں نے اس بارے تحقیق کی تو ایسے ہی پایا، تفسیر عزیزی میں بھی یہی ہے،(قرأنا كتابا) کی بابت کہتے ہیں دونوں لفظوں میں فرق یہ ہے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے اس معنی میں کہ اس نے اس کی قراءت فرمائی جبکہ کتاب وہ جو اس کی کلام تو ہے مگر اس کے ساتھ تکلّم نہیں کیا جیسے ہم کئی دفعہ اپنا لکھا ہوا پڑھتے بھی ہیں اور کئی دفعہ نہیں پڑھتے، تورات و انجیل کتابیں

ہیں، فرقان بس قرآن ہے، حاشیہ میں لکھا ہے کہ یہی مولانا محمد قاسم نانوتوی کی تحقیق ہے، عامر بن طفیل کا نبی اکرم سے یہ کہنا (أو أكون خليفتك) کی نسبت لکھتے ہیں بدبخت سمجھا کہ رسولِ اکرم بھی باقی بادشاہوں کی طرح کے ایک بادشاہ ہیں نہ جان پایا کہ آپ تمام موجودین کی طرف مبعوث ہیں اور یہ ایسا امر ہے جس میں شرکت متأتی نہیں ہوسکتی اور نہ استخلاف ممکن ہے، یہ تو اللہ کی دین ہے جسے چاہئے دے، وہی اپنے رسولوں کو چنتا ہے، (فزت ورب الكعبة) کے تحت کہتے ہیں پہلے ذکر کیا کہ یہ حالتِ محبوبہ کے اِبقاء کے باب سے ہے یہ نہیں کہ خون نکلنے سے طہارت منقض نہیں ہوتی کتاب الطہارۃ میں اس پر مفصلا بحث کی ہے (إنما قنت بعد الركوع شهرا) کی بابت کہتے ہیں یہ اس امر کی دلیل ہے کہ قنوت میں اکثر عمل یہ تھا کہ وہ رکوع سے قبل ہے تو یہ بیانِ جنس میں ہمارے لئے مفید ہے اگرچہ راوی نے اس کی تعیین نہیں کی کہ یہ نازلہ تھی یا راتبہ۔ (بينه و بين رسول الله ﷺ عهد قبلهم) کے تحت لکھتے ہیں یعنی ان (مدینہ کے مسلمانوں) کا قصد کرنے والے دور دراز کے علاقوں کے رہنے والے تھے درمیان میں بلادِ کفار آباد تھے تو ان کے ساتھ معاہدہ تھا کہ (ان آنے والوں کیلئے) راستوں کو مامون رکھیں گے تو یہاں ظرف للمکان ہے اور یہ اس بیان میں صریح ہے کہ غدر (یعنی بدعہدی) انہی معاہدین کی طرف سے ہوئی تھی بخلاف اس کے جو صحیح کے صفحہ نمبر ۵۸۶ میں گزرا۔

اسے نسائی نے بھی (المناقب) میں تخریج کیا ہے۔

4093 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ ؓ - قَالَتِ اسْتَأْذَنَ النَّبِيَّ ﷺ أَبُو بَكْرٍ فِي الْخُرُوجِ حِينَ اشْتَدَّ عَلَيْهِ الأَذَى فَقَالَ لَهُ أَقِمْ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتَطْمَعُ أَنْ يُؤْذَنَ لَكَ فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ إِنِّي لأَرْجُو ذَلِكَ قَالَتْ فَانْتَظَرَهُ أَبُو بَكْرٍ فَأَتَاهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ ظُهْرًا فَنَادَاهُ فَقَالَ أَخْرِجْ مَنْ عِنْدَكَ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ إِنَّمَا هُمَا ابْنَتَايَ فَقَالَ أَشَعَرْتَ أَنَّهُ قَدْ أُذِنَ لِي فِي الْخُرُوجِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ الصُّحْبَةُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ الصُّحْبَةُ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ عِنْدِي نَاقَتَانِ قَدْ كُنْتُ أَعْدَدْتُهُمَا لِلْخُرُوجِ فَأَعْطَى النَّبِيَّ ﷺ إِحْدَاهُمَا وَهْيَ الْجَدْعَاءُ فَرَكِبَا فَانْطَلَقَا حَتَّى أَتَيَا الْغَارَ وَهْوَ بِثَوْرٍ فَتَوَارَيَا فِيهِ فَكَانَ عَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ غُلاَمًا لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ الطُّفَيْلِ بْنِ سَخْبَرَةَ أَخُو عَائِشَةَ لأُمِّهَا وَكَانَتْ لأَبِي بَكْرٍ مِنْحَةٌ فَكَانَ يَرُوحُ بِهَا وَيَغْدُو عَلَيْهِمْ وَيُصْبِحُ فَيَدَّلِجُ إِلَيْهِمَا ثُمَّ يَسْرَحُ فَلاَ يَفْطُنُ بِهِ أَحَدٌ مِنَ الرِّعَاءِ فَلَمَّا خَرَجَ خَرَجَ مَعَهُمَا يُعْقِبَانِهِ حَتَّى قَدِمَا الْمَدِينَةَ فَقُتِلَ عَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ يَوْمَ بِئْرِ مَعُونَةَ وَعَنْ أَبِي أُسَامَةَ قَالَ قَالَ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ فَأَخْبَرَنِي أَبِي قَالَ لَمَّا قُتِلَ الَّذِينَ بِبِئْرِ مَعُونَةَ وَأُسِرَ عَمْرُو بْنُ أُمَيَّةَ الضَّمْرِيُّ قَالَ لَهُ عَامِرُ بْنُ الطُّفَيْلِ مَنْ هَذَا فَأَشَارَ إِلَى قَتِيلٍ فَقَالَ لَهُ عَمْرُو بْنُ أُمَيَّةَ هَذَا عَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ فَقَالَ لَقَدْ رَأَيْتُهُ بَعْدَ مَا قُتِلَ رُفِعَ إِلَى السَّمَاءِ حَتَّى إِنِّي لأَنْظُرُ إِلَى السَّمَاءِ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الأَرْضِ ثُمَّ وُضِعَ فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ خَبَرُهُمْ فَنَعَاهُمْ فَقَالَ إِنَّ أَصْحَابَكُمْ قَدْ أُصِيبُوا وَإِنَّهُمْ قَدْ سَأَلُوا رَبَّهُمْ فَقَالُوا رَبَّنَا أَخْبِرْ

عَنَّا إِخْوَانَنَا بِمَا رَضِينَا عَنْكَ وَرَضِيتَ عَنَّا فَأَخْبَرَهُمْ عَنْهُمْ وَأُصِيبَ يَوْمَئِذٍ فِيهِمْ عُرْوَةُ بْنُ أَسْمَاءَ بْنِ الصَّلْتِ فَسُمِّيَ عُرْوَةُ بِهِ وَمُنْذِرُ بْنُ عَمْرٍو سُمِّيَ بِهِ مُنْذِرًا

(حدیثِ ہجرت کا حصہ، جلد سوم ص: ۳۴۰، ص: ۴۵۳ اور جلد پنجم ص: ۶۵۰ میں مفصل ترجمہ موجود ہے، زیرِ نظر میں مزید یہ ہے کہ ہجرت کے ساتھی عامر بن فہیرہ جو حضرت ابوبکر کے غلام تھے، بھی بئرِ معونہ کے سانحہ میں شہید ہوئے) أطرافه 476، 2138، 2263، 2264، 2297، 3905، 5807، 6079

ابواب الھجرۃ میں یہ مفصلا مشروح ہو چکی ہے عامر بن فہیرہ کے اس میں ذکر کی وجہ سے یہاں لائے ہیں کیونکہ وہ بھی بئر معونہ کے شہداء میں شامل ہیں۔(أخو عائشة) کشمیہنی کے ہاں(أخي عائشة) ہے، دونوں طرح جائز ہے واو کے ساتھ علی القطع اور زبر کے ساتھ علی البدل، عبداللہ بن الطفیل یہاں محلِ نظر ہے یہ مقلوب ہو گیا ہے دمیاطی کے مطابق صواب طفیل بن عبداللہ ہے یہ بنی زہران کے ازدی تھے انکے والد والدہِ عائشہ ام رومان کے سابقہ شوہر تھے اسلام سے قبل ہی مکہ آ کر آباد ہو گئے تھے حضرت ابوبکر کے حلیف بنے تھے، ان کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر نے انکی بیوہ ام رومان سے شادی کر لی جن سے عبدالرحمٰن اور عائشہ تولُّد ہوئے تو طفیل ان کا والدہ کی طرف سے بھائی ہے، عامر انہی طفیل کی مِلک تھا جن سے حضرت ابوبکر نے خرید لیا۔(وعن أبي أسامة) یہ (حدثنا عبيد بن اسماعيل حدثنا أبو أسامة) پر معطوف ہے اسے علیحدہ سے اس لئے ذکر کیا تا کہ موصول حصہِ روایت کا مرسل سے تبیُّن ہو گویا ہشام بن عروہ نے عروہ عن عائشہ کے حوالے سے انہیں قصہِ ہجرت موصولا اور قصہِ بئرِ معونہ مرسلاً بیان کیا، اس میں حضرت عائشہ کا حوالہ مذکور نہیں، وجہِ تعلق یہی حضرت عامر بن فہیرہ کا اس میں ذکر ہے۔

(يعقبانه) أي يركبانه عقبةً، یعنی باری باری کر کے انہیں سوار کراتے بایں طور کہ سوار کبھی ایک کو اپنا ردیف بنائے اور دوسرا پیدل چلے اور کبھی اسے اتار کر دوبارہ پہلے کو سوار کرائے، ابن حجر لکھتے ہیں عقبہ لفظ کے ظاہری معنی کا یہی مقتضا ہے مگر یہاں یہ احتمال بھی ہے کہ مراد یہ ہو کہ کبھی آنجناب انہیں اپنا ردیف بناتے ہوں اور کبھی ابوبکر (شائد یہی مراد ہونا متعین ہے کیونکہ سفرِ ہجرت میں آنجناب کے ہمراہ کل یہی دو حضرات تھے، دو اونٹنیاں ہونا بھی مذکور ہے لہذا یہی ہوتا ہوگا کہ کبھی نبی اکرم کے ردیف اور کبھی ابوبکر کے ردیف بنتے ہوں گے)۔(فقتل عامر الخ) یہ موصول حدیث کا آخری حصہ ہے پھر ہشام عن ابیہ کے حوالہ سے ان کی کیفیتِ شہادت مرسلا ذکر کی ہے اسماعیلی اور بیہقی کی الدلائل میں حدیثِ ہجرت میں اس قصہ کا سیاق مدرجاً موصولاً منقول ہے مگر درست یہی بخاری کی صنیع ہے۔

(و أسر عمرو الخ) ان کا قصہ عروہ نے المغازی میں ابوالاسود عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے اس میں یہ بھی ہے کہ نبی پاک نے منذر بن عمرو ساعدی کو بئرِ معونہ کی طرف روانہ کیا اور گائیڈ کے طور سے ان کے ساتھ مطلب سلمی کو بھی، سوائے عمرو کے سب شہید کر دئے گئے سیرت ابن اسحاق میں ہے عامر بن طفیل نے بعد ازاں اپنی والدہ کے ذمہ ایک نذر پوری کرنے کی خاطر انہیں آزاد کر دیا تھا۔

(من هذا فأشار إلى قتيل) واقدی کی اپنی سند کے ساتھ عروہ سے روایت میں ہے کہ عامر عمرو سے کہنے لگا اپنے ساتھیوں کو جانتے ہو؟ اثبات میں جواب ملنے پر وہ انہیں ہمراہ لیکر گھوما اور ہر شہید کی بابت استفسار کرتا جاتا تھا۔(لقد رأيته بعد ما قتل) عروہ کی مشار الیہ روایت میں ہے کہ ایک مقتول کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا اسے جب نیزہ مارا پھر اسے نکالا تو دیکھا کہ اسے کوئی اوپر آسمان کی طرف لے جا رہا ہے حتی کہ نظروں سے اوجھل ہو گئے۔(ثم وضع) یعنی زمین کی طرف (ممکن ہے اس نے انکی

روح دیکھی کہ آسمانوں کی طرف لیجائی جا رہی ہے بعض حضرات کا دعوی ہے کہ ہر شخص کی روح اس کے قالبِ جسم سے مشابہ ہوتی ہے شائد یہ روایت ان کی مؤید ہو) واقدی اپنی روایت میں ذکر کرتے ہیں کہ ملائکہ نے انہیں ان کی نظروں سے اوجھل کر دیا تھا، ابن مبارک عن یونس عن زہری کی روایت میں بھی یہی ہے تو یہ عامر بن فہیرہ کی تعظیم اور ان کفار کی ترہیب وتخویف کے لئے تھا، عروہ کی مذکورہ روایت میں ہے کہ عامر بن فہیرہ کا قاتل بنی کلاب کا ایک شخص جبار بن سلمی ہے اس نے ذکر کیا کہ جب نیزہ لگا تو وہ بھی پکار اٹھے تھے:(فزت و رب الكعبة) میں نے سوچا یہ کہنے کا کیا مطلب ہے؟ پھر بعد ازاں ضحاک بن سفیان سے دریافت کیا انہوں نے بتلایا کہ ان کا مطلب یہ تھا کہ حصولِ جنت کی کامیابی مل گئی، کہتے ہیں یہ سن کر میں مسلمان ہو گیا، ان جبار کو صحابہ میں شمار کیا گیا ہے۔ الاستیعاب میں ترجمۂ عامر بن فہیرہ مین مذکور ہے کہ ان کا قاتل عامر بن طفیل ہے تو شائد اس کے سردارِ قبیلہ ہونے کی وجہ سے تجوزاً اس کی طرف نسبت کر دی۔

(فأتى النبی ﷺ خبرهم) حضرت انس کی روایت سے مترشح ہے کہ بذریعہ وحی یہ خبر ملی، عروہ کی روایت میں ہے اسی رات بتلا دیا گیا۔ (عروة بن أسماء بن الصلت) ای ابن حبیب بن حارثہ سلمی حلیفِ بنی عمرو بن عوف۔ (فسمی عروة به) کہا گیا کہ اس سے مراد عروہ بن زبیر ہیں گویا انہی کے نام پر زبیر نے اپنے بیٹے عروہ کا نام رکھا، ابن حجر کہتے ہیں عروہ بن زبیر اس واقعہ کے دس سے زیادہ برس بعد پیدا ہوئے پھر حضرت زبیر اور ان عروہ کے مابین کوئی قرابتداری بھی نہیں لہذا یہ مراد لینا مستبعد نظر آتا ہے (انہوں نے اپنی طرف سے کوئی توجیہہ ذکر نہیں کی)۔(و منذر بن عمرو) أی ابن ابی حبیش بن لوذان جو خزرج کی شاخ بنی ساعدہ سے تھے، عقبی و بدری ہیں اکابر صحابہ میں ان کا شمار کیا جاتا ہے۔ (سمی به منذرا) اسی طرح نصب کے ساتھ ہی ثابت ہے، ظاہری مفہوم وہی جو عروہ کے ضمن مین بیان ہوا، سمی کو معلوم پڑھنا بھی محتمل ہے اس طور کہ حضرت زبیر اس کے فاعل ہوں یا اس سے مراد ابو اسید ہیں کہ صحیحین کی ایک روایت میں ہے کہ نبی پاک کے پاس ابو اسید کا بیٹا لایا گیا آپ نے اس کا نام دریافت فرمایا، لوگوں نے بتلایا مگر آپ نے فرمایا نہیں بلکہ یہ منذر ہے۔ نووی شرحِ مسلم میں رقمطراز ہیں کہ آنجناب نے تفاؤلاً ان کے والد کے چچا منذر بن عمرو کے نام پر انکا نام رکھ دیا تا کہ ان کا خلف الرشید ثابت ہو (ثابت ہوا کہ علماء وصلحاء کے ناموں کو اپنی اولاد کیلئے اسی تفاؤل کے پیش نظر اختیار کرنا مستحسن ہے) ابن حجر لکھتے ہیں اس سے عروہ کے ضمن میں میرا ذکر کردہ استبعاد صحیح ثابت ہوتا ہے، کہتے ہیں اعراب کے سلسلہ میں یہ بھی محتمل ہے کہ نصب (یعنی منذراً میں) کوفیوں کے مذہب کے مطابق جار مجرور کو مقامِ فاعل میں قرار دینے کی وجہ سے ہو، جیسے اس آیت میں پڑھا گیا ہے:(لِيجزى قَوْماً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ) [الجاثية: ۱۴]۔

یہاں ایک مناسبت یہ ممکن ہے کہ عروہ بن زبیر حضرت اسماء بنت ابی بکر کے بیٹے ہیں اور بئر معونہ میں شہید عروہ کے والد کا نام بھی اسماء تھا تو شائد اس ملحوظ کے مدنظر دونوں (یعنی حضرت زبیر اور ان کی زوجہ اسماء) نے اپنے بیٹے کا نام عروہ رکھ دیا پھر اسی مناسبت سے ایک اور بیٹے منذر کا نام بھی انہی شہیدِ بئر معونہ منذر بن عمرو کے نام پہ رکھ دیا۔

4094 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَنَتَ النَّبِيُّ ﷺ بَعْدَ الرُّكُوعِ شَهْرًا يَدْعُو عَلَى رِعْلٍ وَذَكْوَانَ وَيَقُولُ عُصَيَّةُ عَصَتِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ .(اسی کے سابقہ نمبر پہ مترجم ہے) أطرافه 1001، 1002، 1003، 1300، 2801، 2814،

3064، 3170، 4088، 4089، 4090، 4091، 4092، 4095، 4096، 6394، 7341

شیخِ بخاری ابن مقاتل جبکہ عبداللہ سے مراد ابن مبارک ہیں۔ (عن أبی مجلز) ان کا نام لاحق بن حمید تھا یہ اور اگلی روایت مختصراً ہیں۔

4095 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ دَعَا النَّبِيُّ ﷺ عَلَى الَّذِينَ قَتَلُوا يَعْنِي أَصْحَابَهُ بِبِئْرِ مَعُونَةَ ثَلاَثِينَ صَبَاحًا حِينَ يَدْعُو عَلَى رِعْلٍ وَلِحْيَانَ وَعُصَيَّةَ عَصَتِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ﷺ .قَالَ أَنَسٌ فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى لِنَبِيِّهِ ﷺ فِي الَّذِينَ قُتِلُوا أَصْحَابِ بِئْرِ مَعُونَةَ قُرْآنًا قَرَأْنَاهُ حَتَّى نُسِخَ بَعْدُ بَلِّغُوا قَوْمَنَا فَقَدْ لَقِينَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَرَضِينَا عَنْهُ .(سابقہ ہے) أطرافه 1001، 1002، 1003، 1300، 2801، 2814، 3064، 3170، 4088، 4089، 4090، 4091، 4092، 4094، 4096، 6394، 7341 -

4096 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ الأَحْوَلُ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنِ الْقُنُوتِ فِي الصَّلاَةِ فَقَالَ نَعَمْ فَقُلْتُ كَانَ قَبْلَ الرُّكُوعِ أَوْ بَعْدَهُ قَالَ قَبْلَهُ قُلْتُ فَإِنَّ فُلاَنًا أَخْبَرَنِي عَنْكَ أَنَّكَ قُلْتَ بَعْدَهُ قَالَ كَذَبَ إِنَّمَا قَنَتَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَعْدَ الرُّكُوعِ شَهْرًا أَنَّهُ كَانَ بَعَثَ نَاسًا يُقَالُ لَهُمُ الْقُرَّاءُ وَهُمْ سَبْعُونَ رَجُلاً إِلَى نَاسٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَبَيْنَهُمْ وَبَيْنَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَهْدٌ قِبَلَهُمْ فَظَهَرَ هَؤُلاَءِ الَّذِينَ كَانَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَهْدٌ فَقَنَتَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَعْدَ الرُّكُوعِ شَهْرًا يَدْعُو عَلَيْهِمْ .
(ایضاً) أطرافه 1001، 1002، 1003، 1300، 2801، 2814، 3064، 3170، 4088، 4089، 4090، 4091، 4092، 4094، 4095، 6394، - 7341

عبدالواحد سے مراد ابن زیاد ہیں۔ (فإن فلانا) کتاب الوتر میں ذکر ہوا تھا کہ شائد اس سے مراد محمد بن سیرین ہیں۔ (وبین رسول اللہ ﷺ عہد قبلھم الخ) قبل قاف مکسور اور بائے مفتوح کے ساتھ ہے کتاب الوتر کی روایت میں (دون أولئك) کے الفاظ تھے مراد اس سے بھی پوری طرح واضح نہیں ہوتی البتہ اسماعیلی کے تخریج کردہ سیاق میں مکمل توضیح ہے جسے یوسف قاضی نے مسدد شیخِ بخاری کے حوالے سے نقل کیا ہے اسکے الفاظ یہ ہیں: (إلی قوم من المشرکین فقتلھم قوم مشرکون دون أولئك وکان بینھم و بین رسول اللہ ﷺ عہد) اس سے ظاہر ہوا کہ جن قبائل سے نبی اکرم کا یہ معاہدہِ مذکور تھا یہ وہ نہ تھے جنہوں نے ان اصحابِ بئرِ معونہ کو قتل کیا، ابن اسحاق نے بھی اپنے مشائخ سے یہی تبیین کی ہے اس طرح موسی بن عقبہ نے زہری سے، بیان کرتے ہیں کہ اصحابِ عہد کا ایک گروہ بنی عامر تھے جن کا رئیس ابو براء عامر بن مالک ملاعب الأسنہ تھا جب کہ دوسرا قبیلہ بنی سلیم تھا، عامر بن طفیل جو ملاعب الأسنہ کا بھتیجا تھا، نے ارادۂ غدر کرتے ہوئے بنی عامر کو ان صحابہ سے قتال پر ابھارا مگر وہ (اس معاہدہ کی رو سے) باز رہے کہنے

لگے ہم ابو براء کا کیا ہوا معاہدہ نہیں توڑ سکتے اس پر اس نے بنی سلیم کی دو شاخوں عصیہ اور ذکوان کو پکارا جنہوں نے اس کی اطاعت کی اور لڑائی کر کے سوائے حضرت عمرو کے سبھی کو شہید کر دیا اس ضمن میں حضرت حسان کا ایک شعر نقل کیا ہے جس میں وہ عامر کی اس غداری کا ذکر کرتے اور ابو براء کو اس کا نبی پاک کے ساتھ کیا ہوا معاہدہ یاد کرا کے اسے عامر سے بدلہ لینے کی ترغیب دلاتے ہیں، اس پر ان کا بیٹا ربیعہ عامر کے پاس گیا اور اسے نیزہ مار کر زخمی کر دیا، اس نے کہا اگر میں جانبر ہو گیا تو میں خود اپنے معاملہ کو دیکھوں گا بصورت دیگر میرا خون میرے چچا کے ذمہ ہوگا، ابو براء اسی تأسف سے کہ وہ معاہدہ کے مطابق ان صحابہ کی حفاظت نہ کر سکا تھا، فوت ہو گیا جبکہ عامر جانبر ہوا اور بعد ازاں نبی اکرم کی بد دعا سے (طاعون سے) مر گیا، الدعوات کی روایت میں ہے کہ آنجناب مہینہ بھر نمازِ فجر میں ان بدعہدوں کے خلاف قنوتِ نازلہ پڑھتے رہے۔

29 - باب غَزْوَةُ الْخَنْدَقِ وَهِيَ الأَحْزَابُ (غزوہِ خندق)

قَالَ مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ كَانَتْ فِي شَوَّالٍ سَنَةَ أَرْبَعٍ ، بقول موسیٰ بن عقبہ یہ شوال چار ہجری میں ہوا تھا۔

یعنی اسے ان دو ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے، احزاب حزب کی جمع ہے بمعنی گروہ، چونکہ متعدد قبائل مل کر حملہ آور تھے جبکہ خندق اس وجہ سے کہ دفاعی اقدام کے طور پر مدینہ کی ایک جہت جس طرف سے حملہ یقینی تھا، خندق کھودی گئی ابو معشر وغیرہ اصحابِ سیرت نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سلمان فارسی نے اس کا مشورہ دیا تھا کہنے لگے (إنا كنا بفارس إذا حوصرنا خندقنا علينا) ہم فارس میں اثنائے محاصرہ اپنے لئے خندقیں بنا لیتے تھے، کھدائی میں آنجناب بنفسِ نفیس شریک ہوئے مسلمانوں نے بسرعت یہ کام انجام دے دیا، اس جنگ میں یہ قبائل شریک تھے: قریش، غطفان، یہود اور ان کے تابعین، اسی بابت سورۃ الأحزاب کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں (دوسرا پورا رکوع)، موسیٰ مغازی میں رقم طراز ہیں کہ بنی نضیر کے قتل (فتح میں یہی لکھا ہوا ہے میرے خیال میں صحیح: جلاء ہے یعنی ان کی مدینہ سے جلاوطنی) کے بعد حیی بن اخطب مکہ گیا تا کہ قریش کو اہل اسلام کے خلاف دوبارہ آمادۂ پیکار کرے ادھر ایک اور یہودی سردار کنانہ بن ربیع بن ابی الحقیق قبیلہ بنی غطفان کے ہاں اسی غرض سے پہنچا (یہودیوں کی پوری تاریخ قوموں کو ایک دوسرے سے لڑانے کی سازشوں اور ریشہ دوانیوں سے بھری پڑی ہے دورِ حاضر میں مسلسل کوشاں ہیں کہ پاکستان اور انڈیا کی جنگ کرا دیجائے قبل ازیں نائن الیون کے وقوعہ کی بابت اب عیاں ہو چکا ہے کہ انہی کی یہ منصوبہ بندی ہے جنگ عظیم ثانی انہی نے بھڑکائی، ہر دور میں حبل من الناس انہیں میسر آ جاتا ہے بظاہر زمانۂ نزولِ سید نا عیسیٰ میں یہ حبل من الناس جو آج کل امریکہ کی شکل میں ہے، ان سے ہٹ جائے گا اور تب نبوی پیشین گوئی پوری ہوگی کہ سب یہودی ہلاک وقتل ہو جائیں گے)۔ کنانہ نے بنی غطفان کو ترغیب دلاتے ہوئے کہا کہ وہ بھی قریش کا ساتھ دیں ہم خیبر کی نصف پیداوار آپ کے نام کرتے ہیں اس پیشکش کو ان کے سردار عیینہ بن حصن بن حذیفہ بن بدر فزاری نے قبول کیا اور اپنے حلیفوں بنی اسد کو بھی خط لکھ کر بلا لیا ان کی طرف سے طلحہ بن خویلد اپنے رضا کاروں کے ہمراہ آ موجود ہوا۔

ادھر ابو سفیان نے لشکرِ قریش کے ہمراہ نکل کر مرظہران میں پڑاؤ ڈالا یہاں بنی سلیم کے افراد بطور مدد کے پہنچے جس کی وجہ سے ایک انبوہِ عظیم مجتمع ہو گیا ابن اسحاق نے اپنی اسانید کے ساتھ ان کی تعداد دس ہزار ذکر کی ہے، کہتے ہیں اور اہلِ اسلام کی تعداد تین ہزار تھی، موسیٰ کے بقول کل بیس دن یہ محاصرہ جاری رہا لڑائی صرف تیر اندازی اور پتھر ماری کی شکل میں ہوئی (البتہ کفار کے کئی بہادر

گھوڑے کو دور سے بھگاتے لمبی چھلانگ لگا کر اس طرف آدھمکے ان میں عمرو بن ود کی حضرت علی سے مشہور لڑائی ہوئی ، ایک سور ما کا زبردست مقابلہ حضرت زبیر سے ہوا) اس دوران حضرت سعد بن معاذ کو تیر آن لگا (ہاتھ کی اہم رگ کٹ گئی اور خون مسلسل بہتا رہا) جس سے بعد ازاں ان کا انتقال ہو گیا، اہل مغازی نے لکھا ہے کہ ایک مسلمان جو ابھی اپنا اسلام چھپائے ہوئے تھے، یعنی نعیم بن مسعود اشجعی نے ان کی صفوں میں شک کا ایسا بیج بویا جو جلد ہی ثمر آور ہوا اور انہیں باہم ایک دوسرے سے بددل اور شاکی بنا دیا اور یہ سب منصوبہ بندی آنجناب کے حکم ومشورہ سے کی (اللہ کے رسول کا ذہن رسا دیکھئے ، ہر اہم موقع پر ایسی جنگی چالیں چلیں کہ کم تعداد اور ساز وسامان کے باوجود کامیابی مسلمانوں کے قدم چومتی رہی آپ کے جنگی اقدامات کے باب میں سب سے اہم ملحوظہ یہ ہے کہ ہمیشہ اس زمانہ کی جدید ترین ٹیکنالوجی استعمال فرمائی اس سے مسلمانوں کو سبق دیا کہ ہمیشہ یہی کرنا ہے، مسلمان جب تک اس پر کار بند رہے کامیاب رہے، سلطان ایوبی کی صلیبیوں کے خلاف کامیابیوں میں ان کا اہم ہتھیار بارود کی بھری ہانڈیاں تھیں جنکا منہ باندھ کر اور نیچے آگ جلا کر ہینڈ گرنیڈ کی طرح استعمال کیا جاتا اور یہ دشمن کی صفوں میں تباہی مچاتیں مگر اس کے بعد مسلمان اسے مزید ترقی دینے سے غفلت میں رہے اور اغیار نے اس پر تحقیق جلدی رکھی جس کا نتیجہ سب پر عیاں ہے)۔ رہی سہی کسر بیسویں دن زور کی آندھی نے پوری کر دی جس سے ان کا ساز وسامان تتر بتر ہو گیا اور اس طرح قرآن کی زبان میں (وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ)۔

(قال موسى الخ) اسی طرح ان کی مغازی میں مروی ہے بقول ابن حجر اس پر مالک کی متابعت بھی منقول ہے اسے احمد نے موسی بن داؤدعنہ کے واسطہ سے نقل کیا ہے، ابن اسحاق شوال سن پانچ کہتے ہیں دوسرے اہل مغازی نے بھی یہی جزم سے لکھا ہے امام بخاری موسی کے قول کی طرف میلان رکھتے ہیں، باب کی پہلی حدیثِ ابن عمر سے بھی اس کی تقویت ملتی ہے کہ وہ احد کے موقع پر پیش کئے گئے جبکہ چودہ برس کے تھے تو اجازت نہ ملی پھر خندق کے موقع پر بعمر پندرہ برس پیش کئے گئے، اس سے ظاہر ہوا کہ احد وخندق کی درمیانی مدت ایک برس ہے، احد تین میں تھا تو خندق چار ہجری میں ثابت ہوا، ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں اس سے مذکورہ استدلال ثابت نہیں ہوتا کیونکہ محتمل ہے ابن عمر احد میں چودھویں سال کے شروع میں ہوں اور خندق میں پندرھواں سال پورا کر چکے ہوں، بیہقی نے یہی جواب دیا ہے ابن اسحاق کے قول کے تائید اس امر سے بھی ملتی ہے کہ احد سے واپس جاتے ہوئے ابوسفیان نے دھمکی دی تھی کہ اگلے سال وہ بدر کے میدان میں لڑنے آئے گا مگر اس سال وہ قحط سالی کے سبب نہ آسکا تھا، اس نے مکہ والوں سے کہا تھا لڑائی بھڑائی کے لئے یہ موسم سازگار نہیں ہوتا اس وقت وہ وعدہ کے مطابق مکہ سے نکل کر عسفان کے مقام تک پہنچ چکا تھا، یہ ابن اسحاق وغیرہ اصحاب مغازی نے ذکر کیا ہے۔

بیہقی نے سال کے ضمن میں اس اختلاف کا سبب بھی بیان کیا ہے لکھتے ہیں سلف کی ایک جماعت نے ہجری تقویم کا شمار اس محرم سے کیا جو ہجرت کے بعد آیا، اس سے قبل کے مہینے (جو دس بنتے ہیں کیونکہ نبی اکرم ربیع الأول کو ہجرت کر کے مدینہ پہنچے) الغاء کر دئے یعقوب بن سفیان اپنی تاریخ میں اسی روش پر چلے اس پر لکھا کہ غزوہ بدر سن ایک ہجری میں اور احد دو میں ہوا جبکہ غزوہ خندق ان کے اس حساب سے سن چار ہجری کو بنا، ان کے حساب سے تو یہ سب صحیح ہے مگر بقول ابن حجر ان کا یہ صنیع واہ (یعنی ضعیف) اور جمہور کی روشِ تاریخ کے مخالف ہے جو اس محرم سے ہجری تقویم کا آغاز کرتے ہیں جو ہجرت نبوی سے دو ماہ قبل تھا، اس پر غزوہ بدر سن دو، احد تین اور خندق سن پانچ میں بنتا ہے، یہی معتمد ہے۔

علامہ انور (قال موسى الخ) کے تحت لکھتے ہیں یہ تابعی صغیر اور ابن اسحاق سے متقدم ہیں سیرت ابن اسحاق میں ہے کہ جنگ خندق سن پانچ ہجری میں تھی۔

4097 - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ عَرَضَهُ يَوْمَ أُحُدٍ وَهُوَ ابْنُ أَرْبَعَ عَشْرَةَ فَلَمْ يُجِزْهُ ، وَعَرَضَهُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ وَهُوَ ابْنُ خَمْسَ عَشْرَةَ فَأَجَازَهُ .

(ترجمہ کیلئے جلد چہارم ص:۱۳۱) طرفه - 2664

(فأجازه) یعنی لڑائی میں شرکت کی اجازت دیدی، کرمانی لکھتے ہیں یہ اِجازۃ سے ہے یعنی اِنفال، تو مفہوم یہ ہوا کہ غنیمت سے انہیں حصہ دیا بقول ابن حجر پہلا معنی ہی راجح ہے کیونکہ خندق میں تو کوئی مال غنیمت حاصل نہ ہوا تھا کہ ان کا حصہ وضع کرتے، ابو واقد لیثی کی حدیث میں ہے میں نے دیکھا کہ نبی اکرم پر خندق کے کھدائی کے دوران لڑکے پیش کئے جاتے ہیں بعض کو اجازت دے رہے ہیں اور بعض (جو ابھی زیادہ کم سن ہیں) کو ذراری کی طرف واپس کرتے ہیں اس میں انہوں نے (فأجاز من أجاز) کے الفاظ استعمال کئے ہیں تو اس سے بھی پہلے معنی کی تائید ہوئی۔

علامہ انور (و هوابن خمسة عشر) کی بابت رقم طراز ہیں کہ صاحبین کے نزدیک یہی حدِ بلوغت ہے جبکہ امام ابوحنیفہ سے متعدد اقوال منقول ہیں جن میں ایک قول انیس کا بھی ہے، کہتے ہیں میرے نزدیک محقق یہ ہوا ہے کہ کبھی بلوغت پندرہ برس سے بھی متجاوز ہو جاتی ہے (یعنی بلوغت کا معاملہ فی نفسہ متفاوت امر ہے کچھ لڑکے/لڑکیاں جلدی حدِ بلوغت کو پالیتے ہیں بہرحال ہر دو صنف کے لئے علامات مقرر و معروف ہیں جب بھی وہ ظاہر ہوں۔ اور ان کے ظہور میں تفاوت ایک امرِ مشاھَد ہے، بالغ کے احکام نافذ ہوں گے)۔

4098 - حَدَّثَنِي قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي الْخَنْدَقِ وَهُمْ يَحْفِرُونَ وَنَحْنُ نَنْقُلُ التُّرَابَ عَلَى أَكْتَادِنَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ اللَّهُمَّ لَا عَيْشَ إِلَّا عَيْشُ الْآخِرَهْ فَاغْفِرْ لِلْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ .

(جلد چہارم ص:۳۵۳ میں ترجمہ موجود ہے) طرفاه 3797، 6414

(وهم يحفرون) موسیٰ نے ذکر کیا ہے کہ خندق کی کھدائی بیس دن میں مکمل ہوئی تھی واقدی نے چوبیس دن ذکر کئے ہیں، نووی کی الروضہ میں ہے کہ پندرہ دن لگے تھے جبکہ ابن قیم کی الہدی میں ایک ماہ مذکور ہے۔ (على أكتادنا) کتد کی جمع، کندھے تا کمر تک کے حصے کو کہتے ہیں، الجہاد کی روایتِ انس میں (متونهم) کا لفظ تھا، بعض نسخوں میں یہاں (أكبادنا) ہے وہ بھی موجہ ہے جیسا کہ گزرا۔ (اللهم لاعيش الخ) بقول ابن بطال یہ ابن رواحہ کا شعر ہے آنجناب اس کے ساتھ تمثل کر رہے تھے! کہتے ہیں اگر یہ ان کا شعر نہ بھی ہوتا تو پھر بھی نبی اکرم (اگر خود ہی یہ کلمات وضع کئے ہوئے) کے لئے شاعر کے لفظ کا اطلاق درست نہ تھا کیونکہ شاعر وہ ہوتا ہے جو وزن و قافیہ کے مطابق وضعِ کلام کا قصد کرے (یعنی بغیر قصد و نیت رواروی میں ایک آدھ شعر جیسی کلام کا نوکِ زبان پہ جاری ہو جانا شعر خوانی نہ کہلائے گا) اور اسے شعر کے سبب و وتد اور اس کے زحاف و نحوہا جیسے معانی کا علم و ادراک ہو، بقول ابن حجر یہ مذکورہ اصطلاحیں علم عروض سے تعلق رکھتی ہیں جن کا مخترع ترتیب خلیل بن احمد ہے (یعنی خلیل اس فن کا موجود اور واضع نہیں، شعر خوانی تو اس سے قبل بھی موجود تھی البتہ اس

نے شعر خوانی کے اوزان وخصوصیات اوران کی مصطلحات ترتیب دیں اوران کا استخراج کیا) اسی طرف ابوعبید اللہ بن الحاج الکاتب اپنے اس شعر میں اشارہ کرتا ہے: (قد کان شعر الوری قدیما من قبل أن یخلق الخلیل)۔

ابن تین بحوالہ داؤدی لکھتے ہیں کہ اصل شعر (لاھم إن العیش الخ) ہے (یعنی اسطرح سے مطابقِ وزن ہوتا ہے) بعض رواۃ نے بالمعنی نقل کر دیا ابن حجر کہتے ہیں انہیں یہ بات کہنے پر ان کے اس گمان نے آمادہ کیا کہ الف و لام (یعنی اللھم) کے ساتھ شعر غیر موزوں ہو جاتا ہے لیکن ان کا گمان درست نہیں بلکہ (اللھم الخ) کے ساتھ شعر وزن پر ہی ہے البتہ اس میں علتِ خرم ہے یعنی اول جزء میں حروفِ معانی پر کچھ زیادت کر لی جائے (یعنی شعری تفعیلات کے شروع میں ایک آدھ حرف بڑھا دیا جائے، اسی طرح حروف کم بھی کئے جا سکتے ہیں جنہیں زحافات کا نام دیا گیا ہے)۔

(فاغفر للمهاجرین والأنصار) آمدہ حدیثِ انس میں ہے:(فاغفر للأنصار و المهاجرة) دونوں جملے وزن پر پورا نہیں اترتے اور شائد نبی اکرم نے یہ عمداً کیا، شائد اصل میں یہ (فاغفر للأنصار و المهاجرة) الأنصار اور المهاجرة کے لام کی تسہیل کے ساتھ ہے، ایک روایت میں (فاغفر) کی جگہ (فبارك) ہے۔

4099 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ عَنْ حُمَيْدٍ سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى الْخَنْدَقِ فَإِذَا الْمُهَاجِرُونَ وَالأَنْصَارُ يَحْفِرُونَ فِي غَدَاةٍ بَارِدَةٍ فَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ عَبِيدٌ يَعْمَلُونَ ذَلِكَ لَهُمْ فَلَمَّا رَأَى مَا بِهِمْ مِنَ النَّصَبِ وَالْجُوعِ قَالَ اللَّهُمَّ إِنَّ الْعَيْشَ عَيْشُ الآخِرَهْ فَاغْفِرْ لِلأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَهْ فَقَالُوا مُجِيبِينَ لَهُ نَحْنُ الَّذِينَ بَايَعُوا مُحَمَّدَا عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِينَا أَبَدَا

(سابقہ ہے) أطرافه 2834، 2835، 2961، 3795، 3796، 4100، 6413، 7201

اس حدیثِ انس کو دو طریق سے لائے ہیں دوسرے میں کچھ زیادت ہے۔(ولم یکن لهم عبید الخ) یعنی ان کا بذات خود خندق کی کھدائی کرنا رغبتِ اجر کے ساتھ ساتھ ان کی مجبوری بھی تھی کہ ان کے کوئی خدم وحشم نہ تھے جو یہ کام کرتے۔(فلما رأی الخ) گویا آنجناب کے (اللھم إن العیش الخ) کہنے کا سبب ذکر کیا (اس طرح صحابہ کرام کے حوصلوں اور جذبوں کو مہمیز لگائی کہ اصل زندگانی تو آخرت کی ہے یہ مشقتیں اور تھکاوٹیں دنیا ہی کے ساتھ خاص ہیں)۔ حارث بن ابو اسامہ کے ہاں مرسلِ طاؤس میں مزید یہ شعر بھی مذکور ہے:(والعن عضلا والقارة هم كلفونا نقل الحجارة)، پہلا مصرعہ غیر موزون ہے شائد اصل میں تھا (والعن الٰهی الخ) دوسرے طریق کے سیاق میں ہے کہ صحابہ کرام خندق کھودتے ہوئے (نحن الذین بایعوا الخ) پڑھتے جاتے تھے جواب میں نبی اکرم ان اشعار کا تمثل فرماتے تھے۔

(علی الجهاد الخ) عبدالعزیز کی روایت میں الجهاد کی بجائے (علی الإسلام) ہے، ان کی روایت اسی سند ومتن کے ساتھ کتاب الجهاد میں گزر چکی ہے البتہ (قال یؤتون الخ) کا جملہ وہاں مذکور نہیں (قال یؤتون الخ) بظاہر قائل حضرت انس ہیں، یہ اسی سند کے ساتھ موصول ہے۔

4100 - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ جَعَلَ الْمُهَاجِرُونَ وَالأَنْصَارُ يَحْفِرُونَ الْخَنْدَقَ حَوْلَ الْمَدِينَةِ وَيَنْقُلُونَ التُّرَابَ عَلَى مُتُونِهِمْ وَهُمْ يَقُولُونَ نَحْنُ الَّذِينَ بَايَعُوا مُحَمَّدَا عَلَى الإِسْلَامِ مَا بَقِينَا أَبَدَا قَالَ يَقُولُ النَّبِيُّ ﷺ وَهُوَ يُجِيبُهُمْ اللَّهُمَّ إِنَّهُ لَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُ الآخِرَهْ فَبَارِكْ فِي الأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَهْ قَالَ يُؤْتَوْنَ بِمِلْءِ كَفِّي مِنَ الشَّعِيرِ فَيُصْنَعُ لَهُمْ بِإِهَالَةٍ سَنِخَةٍ تُوضَعُ بَيْنَ يَدَيِ الْقَوْمِ وَالْقَوْمُ جِيَاعٌ وَهِيَ بَشِعَةٌ فِي الْحَلْقِ وَلَهَا رِيحٌ مُنْتِنٌ .

(ایضاً)أطرافه 2834، 2835، 2961، 3795، 3796، 4099، 6413، 7201

(بملء كفى) كف، مفرد اور تثنیہ دونوں طرح مروی ہے۔(بإهالة سنخة) اہالہ وہ دھن جو بطور سالن استعمال کیا جائے (يؤتدم به) خواہ زیت ہو، سمن ہو یا شحم ہو، داؤدی نے غرابت کا مظاہرہ کیا جب لکھا کہ اہالہ چمڑے کے بنے برتن کو کہتے ہیں جس میں گھی ہو۔(سنخة)یعنی جس کا طعم ولون متغیر ہو چکا ہے اسی لئے بطور صفت (بشعة) کہا۔

علامہ انور نے (بشعة) کا معنی اردو میں یہ کہا ہے: بدمزا کسیلا، (إهالة سنخة) کی بابت کہتے ہیں: بد بودار چربی، کہتے ہیں طحاوی نے مشکل الآ ثار میں لکھا ہے کہ ذائب شئ احتراق کے سبب حرام نہیں ہو جاتی مثلاً گھی البتہ جامد شئ بوجہ احتراق حرام ہو جائے گی مثلاً گوشت، روٹی اگر جل جائے تو حرام ہوگی۔

(ولها ريح منتن) گویا اتنا باسی اور پرانا کہ عفین و منتین ہو گیا اسماعیلی کی روایت میں (ريح منكر) ہے ابن تین لکھتے ہیں درست (ريح منتة) ہے کیونکہ ریح مؤنث ہے ولیکن لکھتے ہیں مؤنث غیر حقیقی میں مذکر کے ساتھ تعبیر کرنا بھی جائز ہے، منتن کی میم مضموم ہے زیر پڑھنا بھی جائز ہے۔

4101 - حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَيْمَنَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَتَيْتُ جَابِرًا ؓ فَقَالَ إِنَّا يَوْمَ الْخَنْدَقِ نَحْفِرُ فَعَرَضَتْ كُدْيَةٌ شَدِيدَةٌ فَجَاءُوا النَّبِيَّ ﷺ فَقَالُوا هَذِهِ كُدْيَةٌ عَرَضَتْ فِي الْخَنْدَقِ فَقَالَ أَنَا نَازِلٌ ثُمَّ قَامَ وَبَطْنُهُ مَعْصُوبٌ بِحَجَرٍ وَلَبِثْنَا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ لَا نَذُوقُ ذَوَاقًا فَأَخَذَ النَّبِيُّ ﷺ الْمِعْوَلَ فَضَرَبَ فَعَادَ كَثِيبًا أَهْيَلَ أَوْ أَهْيَمَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ائْذَنْ لِي إِلَى الْبَيْتِ فَقُلْتُ لِامْرَأَتِي رَأَيْتُ بِالنَّبِيِّ ﷺ شَيْئًا مَا كَانَ فِي ذَلِكَ صَبْرٌ فَعِنْدَكِ شَيْءٌ قَالَتْ عِنْدِي شَعِيرٌ وَعَنَاقٌ فَذَبَحْتُ الْعَنَاقَ وَطَحَنَتِ الشَّعِيرَ حَتَّى جَعَلْنَا اللَّحْمَ فِي الْبُرْمَةِ ثُمَّ جِئْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَالْعَجِينُ قَدِ انْكَسَرَ وَالْبُرْمَةُ بَيْنَ الأَثَافِيِّ قَدْ كَادَتْ أَنْ تَنْضَجَ فَقُلْتُ طُعَيِّمٌ لِي فَقُمْ أَنْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَرَجُلٌ أَوْ رَجُلَانِ قَالَ كَمْ هُوَ فَذَكَرْتُ لَهُ قَالَ كَثِيرٌ طَيِّبٌ قَالَ قُلْ لَهَا لَا تَنْزِعُ الْبُرْمَةَ وَلَا الْخُبْزَ مِنَ التَّنُّورِ حَتَّى آتِيَ فَقَالَ قُومُوا فَقَامَ الْمُهَاجِرُونَ وَالأَنْصَارُ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَى امْرَأَتِهِ قَالَ وَيْحَكِ جَاءَ النَّبِيُّ ﷺ بِالْمُهَاجِرِينَ

وَالأَنْصَارِ وَمَنْ مَعَهُمْ قَالَتْ هَلْ سَأَلَكَ قُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ ادْخُلُوا وَلاَ تَضَاغَطُوا .فَجَعَلَ يَكْسِرُ الْخُبْزَ وَيَجْعَلُ عَلَيْهِ اللَّحْمَ وَيُخَمِّرُ الْبُرْمَةَ وَالتَّنُّورَ إِذَا أَخَذَ مِنْهُ وَيُقَرِّبُ إِلَى أَصْحَابِهِ ثُمَّ يَنْزِعُ فَلَمْ يَزَلْ يَكْسِرُ الْخُبْزَ وَيَغْرِفُ حَتَّى شَبِعُوا وَبَقِيَ بَقِيَّةٌ قَالَ كُلِي هَذَا وَأَهْدِي فَإِنَّ النَّاسَ أَصَابَتْهُمْ مَجَاعَةٌ

طرفاه 3070، - 4102

(حضرت جابر کی حدیث جس میں خندق کی کھدائی کے دوران ایک مچان آ جانے اور نبی پاک کے اسے ریزہ ریزہ کرنے کا بیان ہے، مزید کہتے ہیں کہ میں آپ سے گھر ہو آنے کی اجازت چاہی جو آپ نے دیدی، میں نے اہلیہ سے کہا میں نے نبی پاک میں سخت بھوک کا عالم دیکھا ہے کچھ کھانے کو ہے؟ کہنے لگی ہاں کچھ جو اور ایک بکری کا بچہ ہے، میں نے اسے ذبح کیا بیوی نے جو پیس کر آٹا گھوندھا ہم نے گوشت چولہے پہ چڑھا دیا پھر میں نبی پاک کے پاس گیا اور عرض کی تھوڑا سا کھانا تیار کیا ہے آپ ایک دو اشخاص کے ہمراہ چلے آیئے، آپ نے فرمایا کتنا ہے؟ میں نے بتلایا، فرمایا بہت اور طیب ہے، فرمایا بیوی سے کہنا میرے آنے تک نہ گوشت چولہے سے اتارے اور نہ روٹیوں کو تنور سے، پھر (سب اہلِ خندق سے) کہا چلے آؤ تو مہاجرین و انصار اٹھ کھڑے ہوئے، میں نے بیوی سے کہا نبی پاک تو سب کو لئے آ رہے ہیں! کہنے لگی آپ نے (طعام کی بابت) پوچھا تھا؟ میں نے کہا ہاں، آپ نے سب سے فرمایا آرام سے داخل ہو جاؤ اور رش نہ کرنا، آپ روٹی توڑتے جاتے اور اس پہ گوشت رکھتے تھے چولہے اور تنور کو آپ نے ڈھانپا ہوا تھا، اسی طرح روٹی سالن پیش کرتے رہے حتی کہ سب سیر ہو گئے اور باقی بچ بھی رہا، فرمایا خود بھی کھاؤ اور گھروں میں بھی بھیجو، لوگوں کو بھوک نے آن لیا ہے)

(فعرضت كدية) عیاض کہتے ہیں گویا یہ کید جو ایک چھوٹی پہاڑی کو کہتے ہیں، کا واحد ہے، احمد کی وکیع عن عبدالواحد سے روایت میں یہ الفاظ ہیں: (وهاهنا كدية من الجبل) یعنی ٹھوس چٹان، ابن سکن کے نسخہ میں (كتدة) ہے اصیلی عن جرجانی کے ہاں (كندة) ہے اس بارے عیاض لکھتے ہیں میں ان دونوں لفظوں کا معنی نہیں پہچانتا، اسماعیلی کی روایت سے مترشح ہوتا ہے یہ کہ واقعہ اس جگہ پیش آیا جہاں حضرت جابر مصروف کار تھے اس میں ہے میں آنجناب کے پاس آیا اور عرض کی کہ خندق میں یہ چٹان آڑے آ گئی ہے۔ (معصوب بحجر) یونس کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے: (من الجوع) یعنی بھوک کے مارے، ابن حجر رقم طراز ہیں کہ پتھر باندھنے سے فائدہ یہ تھا کہ بھوک کے عالم میں یہ پر مشقت کام کرنے میں اس کے سہارے کمر سیدھی رہے، کرمانی لکھتے ہیں شائد بردِ حجر سے حرارتِ جوع کی تسکین تھی اور پھر پیٹ کے عرض کے مطابق پتھر باندھ لینے سے شَدِ امعاء (یعنی پیٹ کسا سا) ہوتا کہ پیٹ میں تحلل سے محفوظ رہ سکیں اور مزید ضعف در ضعف لاحق نہ ہو۔

(ولبثنا ثلاثة الخ) جملہ معترضہ ہے آنجناب کے پیٹ پر پتھر باندھنے کا سبب ذکر کیا اسماعیلی کے ہاں یہ الفاظ ہیں: (لانطعم شيئا أولا نقدرعليه)۔ (فضرب) اسماعیلی کی روایت میں ہے تین مرتبہ اللہ کا نام لے کر ضرب لگائی، حارث بن ابو اسامہ کی سلیمان تیمی عن ابی عثمان کے طریق سے مذکور ہے کہ ضرب لگائی اور یہ کلمات ارشاد فرمائے: (بسم الله و به بدينا ولو عبدنا غيره شقينا فحبذا رباً و حَبَّ دِينا) یعنی اللہ کے نام کے ساتھ شروع کیا ہے اگر اس کے غیر کی عبادت کریں تو بد بخت ہوں، ہمارا رب اور ہمارا دین کس قدر اچھا ہے۔

(أهيل أوأهيم) راوی کا شک ہے اسماعیلی اور یونس کے ہاں صرف (أهيل) ہے، احمد کے ہاں یہ لفظ ہیں: (كثيبا يهال) یعنی ریت بن کر بکھر گئی قرآن میں ہے: (وَ كَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيباً مَهِيلا) [المزمل: ۱۴]، اہیم کی بابت عیاض لکھتے ہیں کہ بعض نے اسے مثلثہ اور بعض نے مثناۃ کے ساتھ ضبط کیا ہے انہوں نے (تكسرت) کا معنی کیا ہے معروف تحتانیہ (یعنی یا) کے ساتھ اور اہیل کا مترادف ہے اللہ تعالی کا فرمان ہے: (فَشَارِبُونَ شُرْبَ الْهِيمِ) مراد وہ رمال (یعنی ریتلے علاقے) جنہیں پانی سیراب نہ کریں، احمد اور نسائی کی براء سے روایت میں اسی واقعہ کی بابت مزید تفصیل ہے، کہتے ہیں ایک جگہ ایسی چٹان آڑے آئی کہ کوئی کدال توڑنے میں کارگر نہ ثابت ہوتی تھی آپ کو خبر دی آپ تشریف لائے بسم اللہ کہہ کر ایسی ضرب لگائی کہ اس کا ایک تہائی ٹوٹ گیا فرمایا اللہ اکبر مجھے شام کی چابیاں عطا ہوئیں، بخدا میں اس وقت اس کے سرخ محلات دیکھ رہا ہوں، پھر دوسری ضرب لگائی اس کا ایک اور حصہ ٹوٹ کر الگ ہو گیا، فرمایا اللہ اکبر، مجھے فارس کی چابیاں عطا ہوئیں، بخدا میں مدائن (جو اس وقت ایران کا دارالحکومت تھا) کے سفید محلات دیکھ رہا ہوں، پھر تیسری ضرب لگائی اور بسم اللہ کہا تو بقیہ چٹان بھی ٹوٹ کر بکھر گئی فرمایا اللہ اکبر مجھے یمن کی کنجیاں عطا ہوئیں، واللہ اس ساعت یہاں سے صنعاء (جو اس وقت اور آج بھی یمن کا دارالحکومت ہے) کے دروازے دیکھ رہا ہوں، طبرانی کی عبداللہ بن عمرو سے روایت بھی اسی کی مانند ہے بیہقی نے اسے مطولا کثیر بن عبدالرحمن بن عمرو بن عوف عن ابیہ عن جدہ کے حوالے سے تخریج کیا، شروع میں ہے کہ نبی اکرم نے خندق کھودنے کے مقام کی نشاندھی فرمائی خط کھینچا اور ہر دس افراد کے لئے دس گز جگہ متعین فرمائی، اس میں ہے کہ ایک جگہ ایک سفید چٹان آڑے آئی جس پر ہماری کدالیں ٹوٹ ٹوٹ جاتی تھیں ہم نے چاہا کہ اس سے عدول کر جائیں پھر سوچا پہلے نبی اکرم سے مشورہ کر لیں حضرت سلمان کو آپ کی خدمت میں بھیجا اس میں ہے کہ آپ نے جب ضرب لگائی تو ایک بجلی سے کوندی آپ نے اللہ اکبر کہا ہم نے بھی ساتھ دیا، بعد ازاں فرمایا جب پہلی ضرب کے ساتھ بجلی سی کوندی تھی تو (میرے لئے) شام کے محلات چمک گئے مجھے جبریل نے بتلایا کہ آپ کی امت انہیں فتح کرے گی، آخر میں ہے کہ اس سے مسلمانوں میں خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی۔

(ائذن لي إلى البيت) مستخرج ابی نعیم میں ہے کہ مجھے اجازت دے دی۔ (لامرأتي) ان کا نام سہیلہ بنت مسعود انصاریہ ہے۔ (و رجل أورجلان) یونس کی روایت میں جزم کے ساتھ (رجلان) مذکور ہے احمد کی روایت میں ہے میری خواہش تو یہ تھی کہ نبی اکرم اکیلے ہی تشریف لے آئیں (تا کہ سیر ہو کر کھانا تناول فرمائیں)۔ (قوموا فقام الخ) روایتِ یونس میں ہے کہ وہاں موجود تمام مسلمانوں سے فرمایا کھڑے ہو جاؤ، یہی اوضح ہے اکثر طرق میں ہے کہ مہاجرین کی تخصیص نہ تھی سبھی اہلِ خندق کو دعوتِ عام دی، تو یہاں بھی گویا مراد یہ ہے کہ مہاجرین اور جو ان کے ساتھ (انصار) تھے سبھی اٹھ کھڑے ہوئے، ان کے شرف کے پیش نظر خاص بالذکر کیا، آگے صراحت ہوگی کہ جب گھر پہنچے تو زوجہ سے کہنے لگے (جاء رسول الله بالمهاجرين والأنصار)۔

(قالت هل سألك الخ) یہاں اختصار ہے یونس کی روایت میں پوری تفصیل ہے اس میں ہے جابر کہتے ہیں مجھے اتنی حیا دامنگیر ہوئی کہ اللہ ہی جانتا ہے دل میں کہا ایک صاع جو اور ایک بکری پر اتنی خلقِ خدا جمع ہوگئی (کیا بنے گا؟) زوجہ سے کہنے لگا میں تو آج رسوا ہوا آنجناب تمام اہلِ خندق کے ہمراہ تشریف لا رہے ہیں وہ بولیں آپ سے کھانے کی مقدار کے بارہ میں پوچھا تھا؟ میں نے کہا ہاں، کہنے لگیں: (الله و رسوله أعلم) اللہ اور اس کا رسول جانے ہم نے تو آپ کو بتلا دیا ہے کہ ہمارے پاس کیا کچھ ہے، کہتے ہیں زوجہ کی اس بات سے میری ڈھارس بندھی اگلی روایت میں جو ہے کہ بیوی ان سے کہنے لگی (بك و بك الخ) یعنی ان سے جھگڑنے

لگی، تو گویا جاتے وقت ان کی زوجہ نے تلقین کی تھی کہ نبی اکرم اور ایک دو کو ہی لانا اب جب انہوں نے آگاہ کیا کہ وہ سبھی آرہے ہیں تو انہوں نے خیال کیا کہ جابر نے آنجناب کو صورتحال سے آگاہ نہ کیا ہو گا مگر جابر نے بتلایا کہ: (قد فعلت الذی قلت) اس پر انہوں نے معاملہ اللہ اور اس کے رسول پر چھوڑ دیا، اس سے ان کی وفورِ عقل اور کمالِ فضل کا اظہار ہوتا ہے ان کی دانائی کا ایک واقعہ مسند احمد کی ایک طویل روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ آنجناب حضرت جابر کے ہمراہ ان کے گھر تشریف آئے یہ تب جب انکی کھجوروں کا قصہ در پیش ہوا (جس کی تفصیل کتاب البیوع وغیرہ میں حضرت جابر کے والد کا قرض چکانے کی ضمن میں گزری) تو حضرت جابر نے زوجہ سے کہا تھا کہ آنجناب سے کوئی بات نہ کرنا، چنانچہ وہ چپکی بیٹھی رہیں آنجناب جب واپس ہونے لگے تو پکار کر کہا: (یا رسو ل اللہ صلِّ علیَّ و علیٰ زوجی) یعنی میرے اور میرے شوہر کے لئے دعائے فضل و رحمت فرمادیں، آپ نے فرمایا: (صلَّی اللّٰہُ علیك و علی زوجك) یعنی اللہ تم دونوں پہ اپنی رحمت کرے، بعد میں جابر ان پہ بگڑے تو بولیں تمہارا خیال ہے اللہ کی عظیم ہستی اتفاقاً میرے گھر آہی گئی ہے تو موقع سے فائدہ اٹھا کر دعا کی درخواست نہ کرتی؟

(ثم ینزع الخ) یعنی برمہ (بائے مضموم کے ساتھ یعنی پتھر کی ہانڈی) سے گوشت کے ٹکڑے نکالتے، ابوزبیر عن جابر کی روایت میں ہے کہ انہیں حکم دیا کہ دس دس کو بٹھاتے جائیں تو اسطرح سے سب نے کھانا تناول کیا۔ (کلی و أھدی) یونس کی روایت میں ہے کہ سارا دن ہم اور دوسرے لوگ اس کھانے سے کھاتے رہے، پڑوسیوں کو بھی بھیجا اور یہ سب آنجناب کی وہاں موجودی کی دوران ہوا، جب آپ چلے گئے تو پھر کھانا بھی ختم ہو گیا۔

4102 - حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ أَخْبَرَنَا حَنْظَلَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ أَخْبَرَنَا سَعِيدُ بْنُ مِينَاءَ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ ؓ قَالَ لَمَّا حُفِرَ الْخَنْدَقُ رَأَيْتُ بِالنَّبِيِّ ﷺ خَمَصًا شَدِيدًا فَانْكَفَأْتُ إِلَى امْرَأَتِي فَقُلْتُ هَلْ عِنْدَكِ شَيْءٌ فَإِنِّي رَأَيْتُ بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ خَمَصًا شَدِيدًا فَأَخْرَجَتْ إِلَيَّ جِرَابًا فِيهِ صَاعٌ مِنْ شَعِيرٍ وَلَنَا بُهَيْمَةٌ دَاجِنٌ فَذَبَحْتُهَا وَطَحَنَتِ الشَّعِيرَ فَفَرَغَتْ إِلَى فَرَاغِي وَقَطَّعْتُهَا فِي بُرْمَتِهَا ثُمَّ وَلَّيْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَتْ لَا تَفْضَحْنِي بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَبِمَنْ مَعَهُ فَجِئْتُهُ فَسَارَرْتُهُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ذَبَحْنَا بُهَيْمَةً لَنَا وَطَحَنَّا صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ كَانَ عِنْدَنَا فَتَعَالَ أَنْتَ وَنَفَرٌ مَعَكَ فَصَاحَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ يَا أَهْلَ الْخَنْدَقِ إِنَّ جَابِرًا قَدْ صَنَعَ سُورًا فَحَيَّ هَلاً بِكُمْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا تُنْزِلُنَّ بُرْمَتَكُمْ وَلَا تَخْبِزُنَّ عَجِينَكُمْ حَتَّى أَجِيءَ فَجِئْتُ وَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَقْدُمُ النَّاسَ حَتَّى جِئْتُ امْرَأَتِي فَقَالَتْ بِكَ وَبِكَ فَقُلْتُ قَدْ فَعَلْتُ الَّذِي قُلْتِ فَأَخْرَجَتْ لَهُ عَجِينًا فَبَصَقَ فِيهِ وَبَارَكَ ثُمَّ عَمَدَ إِلَى بُرْمَتِنَا فَبَصَقَ وَبَارَكَ ثُمَّ قَالَ ادْعُ خَابِزَةً فَلْتَخْبِزْ مَعِي وَاقْدَحِي مِنْ بُرْمَتِكُمْ وَلَا تُنْزِلُوهَا وَهُمْ أَلْفٌ فَأُقْسِمُ بِاللَّهِ لَقَدْ أَكَلُوا حَتَّى تَرَكُوهُ وَانْحَرَفُوا وَإِنَّ بُرْمَتَنَا لَتَغِطُّ كَمَا هِيَ وَإِنَّ عَجِينَنَا لَيُخْبَزُ كَمَا هُوَ .طرفاه 3070، - 4101

(وہی سابق ہے اس میں مزید یہ ہے کہ کھانے والوں کی تعداد ایک ہزار تھی، کہتے ہیں قسم کھاتا ہوں سب نے سیر ہو کر کھایا اور ہمارے برتن بھرے کے بھرے تھے) ابو عاصم ضحاک بن مخلد بھی بخاری کے شیوخ میں سے ہیں تو کئی انکی روایات کا سماع نہ ہو سکنے کی وجہ سے بالواسطہ نقل و روایت کیا۔(فانکفیت) اصلاً (انکفأت) ہے تسہیلا ہمزہ کو یاء میں بدل دیا۔(سورا) حبشی زبان کا لفظ ہے بمعنی صنیع ،ایک قول کے مطابق فارسی ہے بمعنی عرس (یعنی شادی یا دعوت)،فصیلِ شہر کو بھی کہتے ہیں اگر سین کے بعد ہمزہ ہو تو (یہ عربی کا لفظ ہے) اور اس کا معنی ہے بقیہ (یعنی بچا ہوا کھانا یا پانی وغیرہ جسے جوٹھا کہا جاتا ہے)۔

(فحیهلا بکم) کلمہِ استدعاء (یعنی دعوت دینے، چلنے کے لئے پکارنا) اور اس پر ترغیب دلانا، قابسی کے ہاں (أهلاً بکم) ہے صواب ہمزہ کا حذف ہے۔(وهم ألف) یعنی کھانا کھانے والے ایک ہزار تھے مستخرج ابونعیم میں نو یا آٹھ سو مذکور ہے اسماعیلی کی عبدالواحد بن ایمن سے روایت میں ہے کہ آٹھ سو یا تین سو تھے ابوالزبیر کے ہاں جزم کے ساتھ تین سو مذکور ہے، زائد تعداد کے رواۃ کی روایت کو مزید علم پر محمول کیا جائے گا کیونکہ واقعہ ایک ہی ہے۔

علامہ انور (ویخمر البرمة والتنور) کے تحت لکھتے ہیں شائد اس حاصل شدہ برکت کا تعلق اس ڈھانپ دینے کے عمل سے تھا، کہتے ہیں شائد اسی سے استناد کرتے ہوئے طلبہ کے درمیان یہ بات مشہور ہے کہ کتاب کے صفحات کو آخر سے گننا برکت مٹا ڈالتا ہے، (قد صنع سورا) کے بارہ میں کہتے ہیں کہ سور حبشی زبان میں دعوتِ طعام کو کہتے ہیں، بلادِ عرب اور حبشہ (ایتھوپیا) کے مابین صرف ایک دریا ہے (اصل میں سمندر کا ایک حصہ ہے اسی لئے نہر یعنی دریا کا لفظ استعمال کیا) تو ان کی زبان کے متعدد الفاظ عربوں کے ہاں معروف تھے اس کا عکس بھی ہوا (یہ وجہ بھی تھی کہ کثیر تعداد میں حبشی غلام اور لونڈیاں و دیگر افرادان کے ہاں مصروف کار تھے)۔

4103 - حَدَّثَنِي عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ ﴿إِذْ جَاءُوكُمْ مِنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنْكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ﴾ قَالَتْ كَانَ ذَاكَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ

حضرت عائشہ کہتی ہیں یہ آیت (ترجمہ) یاد کرو جب وہ تمہارے اوپر اور نیچے کی جانب سے آئے اور جب آنکھیں (خوف سے) پھٹی کی پھٹی رہ گئیں اور دل حلق تک آئے، کہتی ہیں یہ خندق کے ایام کی کیفیت ہے۔

یہاں مختصرا ہے، ابن مردویہ کی ابن عباس سے روایت میں مزید تفصیل یہ ہے کہ (إِذْ جَاؤُوكُمْ مِنْ فَوْقِكُمْ) سے مراد عیینہ بن حصن فزاری تھا اور (مِنْ أَسْفَلِ مِنْكُمْ) سے اشارہ ابوسفیان اور اس کی جمعیت کی طرف ہے سیرت ابن اسحاق میں ان احزاب کے پڑاؤ ڈالنے کا نقشہ مذکور ہے، کہتے ہیں قریش اپنے لاؤ لشکر جنکی تعداد دس ہزار تھی، کے ساتھ مجتمع السیول میں اترے جبکہ عیینہ غطفان اور دوسرے قبائلِ نجد کے افراد کے ساتھ جانبِ احد بابِ نعمان کے پاس فروکش ہوا، آنجناب تین ہزار صحابہ کے ساتھ مدینہ سے باہر آئے اور سلع کو اپنی پشت پر لیا مسلمانوں اور کفار کے مابین خندق تھی آنے سے قبل عورتوں اور بچوں کو آطام (یعنی قلعوں) میں محفوظ کیا، لکھتے ہیں یہودیوں کا سردار حیی بن اخطب بنی قریظہ کے ہاں پہنچا اور مسلسل انکے ساتھ رہ کر انہیں عہد شکنی اور پیچھے سے خنجر گھونپنے پر آمادہ کرتا رہا اور اس کوشش میں کامیاب رہا، اس کا تذکرہ آگے ایک مستقل باب میں آئے گا ان کی وجہ سے مسلمان سخت پریشان و مضطرب ہوئے تھے، نبی اکرم نے شدتِ محاصرہ کے مدِ نظر ارادہ بنایا کہ عیینہ کے ساتھ مذاکرات کر کے انہیں مدینہ کی کل پیداوار کا ثلث

دینے کا وعدہ کر کے آمادہِ واپسی کیا جائے مگر سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ نے منع کیا اور عرض کی کہ وہ تو حالتِ شرک میں ہم سے کوئی خراج لے سکنے کی ہمت نہ کر پائے تھے اب تو اللہ نے آپ اور اسلام کے ساتھ ہمیں سرفراز کیا ہے ان کے لئے ہمارے پاس صرف تلوار ہی ہے، شدت اتنی بڑھی کہ معتب بن قشیر اور اوس بن قیظی جیسے منافقین نے نفاق بھری باتیں کہیں اسی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے: (وَ إِذْیَقُوْلُ الْمُنَافِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَرَضٌ مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ إِلا غُرُوْرًا)[الأحزاب:١٢] ابن اسحاق لکھتے ہیں (جاؤُو کُمْ مِنْ فَوْقِکُمْ) سے اشارہ انہی بنوقریظہ کی طرف بھی ہوسکتا ہے باقی سب نچلی جانب تھے کہتے ہیں محاصرے کے اس پورے عرصہ میں عموما لڑائی ایک دوسرے پر تیر چلانے کی شکل میں ہوئی البتہ ایک دن عمرو بن عبدود عامری مع چند ساتھیوں کے خندق کے ایک تنگ پاٹ کو گھوڑوں پر پھلانگ کر اس طرف نکل آیا آگے میدان میں پہنچ کر حضرت علی نے عمرو کو دعوتِ مبارزت دی اور قتل کر ڈالا اسی طرح نوفل بن عبداللہ بن مغیرہ مخزومی کو حضرت زبیر نے پچھاڑ ڈالا، باقی راہِ فرار اختیار کر گئے، بیہقی نے الدلائل میں زید بن اسلم کے طریق سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت حذیفہ سے (حسرتا) کہا آپ لوگ کتنے مبارک وخوش قسمت ہیں کہ نبی پاک کا زمانہ پایا؟ وہ کہنے لگے بھتیجے تم نہیں جانتے تم اگر آپ کا زمانہ پاتے تو تمہاری کیا کیفیت ہوتی، مجھے یاد ہے جنگِ خندق کے دوران ایک سرد رات اور بارش بھی برس رہی تھی آنجناب نے فرمایا: ہے کوئی جو جا کر لشکرِ کفار کی خبر لے کر آئے، اللہ اسے قیامت کے دن حضرت ابراہیم کا رفیق بنائے گا بخدا (وقت ایسا کڑا تھا کہ) کوئی نہ کھڑا ہوا آپ نے پھر یہی بات کہی اب فرمایا جو شخص یہ کام کرے اللہ اسے میرا رفیق بنائے گا پھر بھی کسی کی ہمت نہ پڑی اس پر ابوبکر کہنے لگے آپ حذیفہ کو بھیج دیں، میں نے عرض کی مجھے ڈر ہے کہ پکڑ لیا جاؤں گا، فرمایا جاؤ نہیں پکڑ سکیں گے، میں گیا چپکے سے سن گن لی تو پتہ چلا کہ آپس میں جھگڑ رہے ہیں، آندھی نے انکے خیمے اکھاڑ پھینکے اور برتن اوندھے کر دئے تھے (یعنی طولِ محاصرہ سے تنگ آچکے تھے) عمرو بن سریع بن حذیفہ کے ہاں بھی یہی ہے، مزید یہ بھی کہ علقمہ بن علاثہ کہہ رہا تھا اے آل عامر اس آندھی نے مجھے تو تباہ کر دیا ہے اور قریش کے کافی سامان کو بھی خراب کر دیا ہے، حاکم نے عبدالعزیز ابن اخی حذیفہ کے طریق سے بیان کیا، کہتے ہیں مجھے احزاب کے دن ورات یاد ہیں ابوسفیان اور اس کے ہمراہی ہمارے اوپر تھے نیچے سے بنی قریظہ عہد شکنی پر آمادہ تھے، ہمیں ڈر تھا کہ عورتوں اور بچوں کو نقصان پہنچائیں گے ایک رات تو ایسی تاریکی ہرسو چھائی ہوئی اور سخت آندھی چل رہی تھی کہ منافق تو نبی اکرم سے مختلف حیلے بہانے کر کے کھسکنے لگے، کہنے لگے ہمارے گھر عورہ ہیں (یعنی بالکل کھلے میں اور خطرہ کی زد میں ہیں) کہتے ہیں میں ایک جگہ گھٹنوں کے بل بیٹھا ہوا تھا کہ نبی اکرم کا مجھ سے گزر ہوا اس وقت آپ کے ساتھ تین سو افراد تھے (یعنی اس جگہ جہاں نبی اکرم مورچہ زن تھے) مجھے حکم دیا کہ غنیم کی خبر لاؤں میرے لئے دعا بھی فرمائی جس کی برکت سے ٹھنڈک اور خوف کا احساس ختم ہوگیا میں چلا اور چپکے سے کفار کی لشکر گاہ میں جا داخل ہوا کیا دیکھتا ہوں کہ جہاں جہاں ان کے خیمے ہیں زبردست آندھی چل رہی ہے، واپس ہوتے ہوئے راستے میں چند فوارس (یعنی شہ سوار) کھڑے پائے مجھے کہنے لگے اپنے صاحب کو جا کر بتلا دو کہ اللہ تعالی ان کے لئے کافی ہے بقول ابن حجر اس حدیث کی اصل مسلم میں بالاختصار ہے۔

4104 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَنْقُلُ التُّرَابَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ حَتَّى أَغْمَرَ بَطْنَهُ أَوِ اغْبَرَّ بَطْنُهُ يَقُولُ وَاللَّهِ لَوْلَا اللَّهُ مَا اهْتَدَيْنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا فَأَنْزِلَنْ سَكِينَةً عَلَيْنَا وَثَبِّتِ الْأَقْدَامَ إِنْ لَاقَيْنَا إِنَّ الْأُلَى قَدْ

بَغَوا عَلَيْنَا إِذَا أَرَادُوا فِتْنَةً أَبَيْنَا وَرَفَعَ بِهَا صَوْتَهُ أَبَيْنَا أَبَيْنَا .

(جلد چہارم ص:۳۵۶ میں ترجمہ موجود ہے)أطرافه 2836، 2837، 3034، 4106، 6620، - 7236

حضرت براء کی یہ روایت من وجہین نقل کی ہے۔(حتی أغمر الخ) یہاں شک کے ساتھ ہی واقع ہے، أغبر تو واضح ہے کہ غبار سے ماخوذ ہے أعمر کی بابت خطابی لکھتے ہیں اگر یہ محفوظ ہے تو معنی یہ ہوا کہ غبار آپکے پیٹ مبارک کو ڈھانپے ہوئے تھا، غمارالناس کا محاورہ بولا جاتا ہے جب کسی جگہ بہت زیادہ رش ہواور کھوے سے کھوا چھلتا ہو، کہتے ہیں اسے (أعفر) بھی روایت کیا گیا ہے،عفرتراب کو کہتے ہیں عیاض لکھتے ہیں اکثر نے مہملہ، فاء، معجمہ اور موحدہ کے ساتھ نقل کیا ہے پھر بعض نے (بطنه) کو منصوب اور بعض نے مرفوع ضبط کیا ہے،نسفی کے نسخہ میں(غبر بطنه أو أغبر) ہےابوذراور ابو زید کے ہاں(حتی أغمر) ہے بمعنی(ستر) وہ (أغبر) کوسب سے اوجَہ قرار دیتے ہیں ابن حجر اضافہ کرتے ہیں مسند احمد کی حدیثِ ام سلمہ میں ہے کہ خندق کے دوران نبی اکرم بھی صحابہ کے ساتھ مل کر مٹی ڈھونڈتے تھے اور (وقد اغبر شَعر صدره)یعنی سینہ مبارک کے بال غبار آلود ہو چکے تھے۔

(يقول والله لو لا الله الخ) آمدہ روایت میں صراحت کی کہ یہ عبداللہ بن رواحہ کے رجزیہ اشعار ہیں روایت میں مذکور مصرع:(إن الألىٰ قد بَغَوْا علينا) وزن پر پورانہیں اترتا اصل میں(إن الذين قد بغوا علينا) ہےابن تین مدعی ہیں کہ اصل میں(إن الألى هم قد بغوا علينا) ہے یہ اگر چہ وزن پر پورا ہے مگر بقول ابن حجر یہ عبارت متعین نہیں مسلم میں بعض رواۃ نے (بغوا) کی جگہ (أبَوْا) ذکر کیا ہےاس کا معنی بھی مستقیم ہے روایتِ براء کے ایک طریق میں(رغبوا علينا) ہے یہاں بھی بعض نسخوں میں یہی ہے۔

4105 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ شُعْبَةَ قَالَ حَدَّثَنِي الْحَكَمُ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ نُصِرْتُ بِالصَّبَا وَأُهْلِكَتْ عَادٌ بِالدَّبُورِ

اطرافه 1035، 3205، - 3343

ابن عباس نبی پاک سے راوی ہیں کہ میری صبا کے ساتھ مدد کی گئی اور عاد پچھوا ہوا سے ہلاک کئے گئے۔

(نصرت بالصبا) جہتِ مشرق سے چلنے والی ہوا کو صبا کہتے ہیں اور دبور جو مغرب سے چلے مسند احمد کی ابوسعید سے روایت میں ہے کہ ہم نے اثنائے معرکہ عرض کی یا رسول اللہ کہ اللہ کے دربار میں کچھ کہیں کہ ہمارے دل حلقوں تک آ چکے ہیں؟ فرمایا ہاں پھر یوں دست بدعا ہوئے (اللهم استُرْ عَوْراتنا و آمِنْ رَوْعَاتِنا) اے اللہ ہماری حفاظت فرما اور امن عطا فرما، کہتے ہیں تو اللہ تعالی نے آندھی چلا کر ہمارے اعداء کے منہ پھیر دئے اوران کی ہزیمت کا سامان کیا، ابن مردویہ کی ابن عباس سے روایت میں ہے کہ صبا نے بادِشمالی سے کہا آؤ ہم رسول اللہ کی مدد کو چلیں، وہ کہنے لگی حرائر (حرائر یعنی شریف خواتین) رات کو نہیں چلتیں، کہتے ہیں اس پر اللہ نے غضب کا اظہار کر کے اسے عقیم کر دیا،الاستنقاء میں تعذیبِ عاد کیلئے دبوراور آنحضرت کی نصرت کیلئے صبا خاص کرنے کا نکتہ بیان کیا تھا، چونکہ اس نوع کی مدد جنگِ خندق کے دوران ملی تھی اسی لئے اس روایت کواس کے تحت لائے ہیں

ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ محاصرہ کے آخری ایام میں نعیم بن مسعود اشجعی نبی پاک کے پاس آئے اوراسلام قبول کرلیا ابھی ان کی قوم کوان کے اسلام کی خبر نہ تھی آپ نے انہیں ہدایت جاری کی کہ (خَذِّل عنا)۔(یعنی ہمارے دشمنوں سے مدد چھڑا) وہ بنی قریظہ کے ندیم رہے تھے چنانچہ ان کے ہاں پہنچے اوران سے کہنے لگے تمہیں پتہ ہے میرا تمہارے ساتھ کس قدر الفت کا تعلق ہے اسی

ناطے میں تمہاری ہمدردی میں یہ بات کہتا ہوں کہ قریش وغطفان کو یہاں اتنے دن گزر گئے ہیں، کامیابی نہیں ملی وہ کتنا اور انتظار کریں گے آخر انہیں جانا ہی پڑے گا، اگر مسلمانوں کو شکست دیئے بغیر واپس ہو گئے تو تم لوگ اس کے بعد محمد اور ان کے ساتھیوں کے رحم وکرم پر ہو گے اور تمہیں ان کے مقابلہ کی تاب نہیں، وہ کہنے لگے پھر آپ کیا مشورہ دیتے ہیں؟ کہا غیر مشروط ان کا ساتھ نہ دو بلکہ ان سے رہن کا مطالبہ کرو، کہنے لگے ٹھیک ہے یونہی کریں گے بعد ازاں نعیم قریش کے ہاں گئے اور ان سے کہا یہودی عہد شکنی پر نادم ہوئے ہیں اور محمدؐ سے مراسلت کی ہے کہ انکا غدر معاف کر دیں مگر محمدؐ کی طرف سے پیغام آیا ہے کہ ہم تبھی تمہارا قصور معاف کریں گے اگر قریش سے ان کے چند سردار بطورِ رہن طلب کرو پھر انہیں قتل کر دو، پھر غطفان کے پاس پہنچ کر یہی باتیں کیں، صبح ہوئی تو ابوسفیان (جس کے دل میں نعیمؓ شک کا بیج بو چکے تھے) نے عکرمہ کو بنی قریظہ کے ہاں بھیجا اور کہلوایا کہ اب چونکہ اتنا عرصہ گزر گیا ہے ہم تنگ پڑ چکے ہیں چاہتے ہیں کہ مسلمانوں سے آخری معرکہ لڑا جائے اور تم سے یہ مطالبہ ہے کہ اپنی جمعیت لے کر باہر نکلو تا کہ معرکہ شروع کیا جائے، ان کا جواب تھا آج تو ہفتہ کا دن ہے جو ہماری تعطیل ہے آج تو ہم کوئی کام نہیں کرتے اور پھر ضروری ہے کہ اپنے کچھ نمایاں افراد بطورِ رہن ہمارے پاس بھیجو تا کہ تم ہم سے غداری نہ کر سکو، یہ بات سن کر قریش کہنے لگے نعیم کی بات سچ نکلی، انہیں پیغام بھجوایا کہ رہن کا مطالبہ تسلیم نہیں کر سکتے اس پر قریظہ نے باہم کہا نعیم سچ کہتے تھے کہ یہ قریش کسی بھی وقت واپسی اختیار کر سکتے ہیں! ابن اسحاق لکھتے ہیں مجھے یزید بن رومان نے عروہ عن عائشہ سے بیان کیا کہ نعیم ایک نموم (یعنی اِدھر کی بات اُدھر کرنے والے) شخص تھے جب آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے انہیں کہا کہ یہود نے مجھے پیغام بھیجا ہے کہ ہمیں اپنی عہد شکنی پہ ندامت ہے اب اگر آپ پسند کریں تو قریش و غطفان کے کئی سردار بہانے سے اپنے ہاں منگوا کر انہیں قتل کر دیں تا کہ ہماری عہد شکنی کی کچھ تلافی ہو، یہ سن کر نعیم بھاگم بھاگ اپنے قبیلہ میں پہنچے اور انہیں یہ بات بتلائی وہ بولے محمد کبھی جھوٹ تو نہیں بولتے واقعۃً وہ (یہودی) اہلِ غدر ہیں، یہی بات قریش سے کہی، کہتے ہیں اس سے ان کے درمیان وہ پھوٹ پڑی کہ سب تتر بتر ہو کر ناکام وخائب واپس ہوئے، رہی سہی کسر آندھی نے پوری کر دی (اس روایت کی رو سے بظاہر نعیم جو طبعی طور پر چغلخور قسم کے آدمی تھے، ابھی حال ہی، میں اسلام قبول کیا تھا اور قوم کو اس کی ابھی خبر بھی نہ تھی آنجناب نے جنگی حکمت عملی کے تحت ان کی اس صفت کو دشمنوں کے درمیاں انشقاق واختلاف کے بیج بونے اور انہیں ثمر آور بنانے کے لئے استعمال کیا، سوچا کہ ان کی اس خصلتِ بد کا خاتمہ تو بعد میں کریں گے پہلے کفار سے تو نمٹ لیں اور خود آپ کا فرمان ہے: الحرب خدعة، کہ جنگ میں دھوکہ دہی جائز ہے)۔

علامہ انور (ورفع به صوته : أبينا) کے تحت لکھتے ہیں یہ آخر میں باآواز بلند آمین کہنے کی طرح ہے۔(وكان كثير الشعر) کے تحت لکھتے ہیں یہ کوئی منضبط شئ نہیں، کبھی اعتبار بالقلت اور کبھی بالکثرت ممکن ہے، شمائلِ ترمذی میں راوی نے قلیل اعتبار کیا اور یہاں کثیر، دونوں کے مابین کوئی تخالُف نہیں، ان امورِ اضافیہ کے ضمن میں اختلاف کا کوئی اثر واقع نہیں ہوتا اس بارے ابن حجر لکھتے ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نبی اکرم کے سینہ مبارک پر بہت بال تھے، حالانکہ ایسا نہیں آپ کی صفت کے بیان میں ذکر ہوا ہے کہ آپ کے سینۂ مبارک سے لے کر نیچے پیٹ تک بالوں کی ایک دقیق سے پٹی تھی، تطبیق اس طرح سے ہو سکتی ہے کہ مراد یہ ہے کہ اس پٹی میں بہت بال تھے گویا وہ مستطیلا تھے منتشر نہ تھے (یعنی پورا سینہ بالوں سے بھرا ہوا نہ تھا بلکہ ایک پٹی کی شکل اختیار کئے ہوئے تھے تو اس لحاظ سے جنہوں نے قلیل الشعر صفت بیان کی وہ بھی ایک اعتبار سے درست کہہ رہے ہیں)۔

4106 - حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا شُرَيْحُ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ يُحَدِّثُ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ الْأَحْزَابِ وَخَنْدَقَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ رَأَيْتُهُ يَنْقُلُ مِنْ تُرَابِ الْخَنْدَقِ حَتَّى وَارَى عَنِّي الْغُبَارُ جِلْدَةَ بَطْنِهِ وَكَانَ كَثِيرَ الشَّعْرِ فَسَمِعْتُهُ يَرْتَجِزُ بِكَلِمَاتِ ابْنِ رَوَاحَةَ وَهُوَ يَنْقُلُ مِنَ التُّرَابِ يَقُولُ اللَّهُمَّ لَوْلَا أَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا فَأَنْزِلَنْ سَكِينَةً عَلَيْنَا وَثَبِّتِ الْأَقْدَامَ إِنْ لَاقَيْنَا إِنَّ الْأُلَى قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا وَإِنْ أَرَادُوا فِتْنَةً أَبَيْنَا قَالَ ثُمَّ يَمُدُّ صَوْتَهُ بِآخِرِهَا .

(سابقہ سے پیوستہ) أطرافه 2836، 2837، 3034، 4104، 6620، 7236-

(أول مشهد الخ) یعنی جس میں مباشرۃ قتال (عملی لڑائی) کیا۔

4107 - حَدَّثَنِي عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ هُوَ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ قَالَ أَوَّلُ يَوْمٍ شَهِدْتُهُ يَوْمُ الْخَنْدَقِ

ابن عمر کہتے ہیں خندق پہلی جنگ ہے جس میں میں شریک ہوا۔

4108 - حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ وَأَخْبَرَنِي ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى حَفْصَةَ وَنَسْوَاتُهَا تَنْطُفُ قُلْتُ قَدْ كَانَ مِنْ أَمْرِ النَّاسِ مَا تَرَيْنَ فَلَمْ يُجْعَلْ لِي مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ فَقَالَتِ الْحَقْ فَإِنَّهُمْ يَنْتَظِرُونَكَ وَأَخْشَى أَنْ يَكُونَ فِي احْتِبَاسِكَ عَنْهُمْ فُرْقَةٌ فَلَمْ تَدَعْهُ حَتَّى ذَهَبَ فَلَمَّا تَفَرَّقَ النَّاسُ خَطَبَ مُعَاوِيَةُ قَالَ مَنْ كَانَ يُرِيدُ أَنْ يَتَكَلَّمَ فِي هَذَا الْأَمْرِ فَلْيُطْلِعْ لَنَا قَرْنَهُ فَلَنَحْنُ أَحَقُّ بِهِ مِنْهُ وَمِنْ أَبِيهِ قَالَ حَبِيبُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَهَلَّا أَجَبْتَهُ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ فَحَلَلْتُ حُبْوَتِي وَهَمَمْتُ أَنْ أَقُولَ أَحَقُّ بِهَذَا الْأَمْرِ مِنْكَ مَنْ قَاتَلَكَ وَأَبَاكَ عَلَى الْإِسْلَامِ فَخَشِيتُ أَنْ أَقُولَ كَلِمَةً تُفَرِّقُ بَيْنَ الْجَمْعِ وَتَسْفِكُ الدَّمَ وَيُحْمَلُ عَنِّي غَيْرُ ذَلِكَ فَذَكَرْتُ مَا أَعَدَّ اللَّهُ فِي الْجِنَانِ قَالَ حَبِيبٌ حُفِظْتَ وَعُصِمْتَ قَالَ مَحْمُودٌ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ وَنَوْسَاتُهَا

ابن عمر راوی ہیں کہ میں (اپنی بہن) حضرت حفصہ کے ہاں داخل ہوا انکے سر سے پانی کے قطرات ٹپک رہے تھے میں نے کہا آپ دیکھتی ہو لوگوں نے کیا کیا؟ اور میرے لیئے اس امر سے کچھ نہیں رکھا گیا، کہنے لگیں تم لوگوں کے ہاں جاؤ وہ منتظر ہیں، مجھے ڈر ہے کہ تمہارا پیچھے رہنا کسی تفرقہ کا باعث نہ بنے۔ انکے مسلسل اصرار پہ وہ گئے، وہاں حضرت معاویہ نے تقریر کی اور کہا جو اس مسئلہ کی بابت گفتگو کرنا چاہتا ہے وہ اپنا سر ظاہر کرے پس ہم اسکے اس سے اور اس کے باپ سے زیادہ حقدار ہیں، حبیب بن مسلمہ نے کہا آپ نے اسکا جواب کیوں نہ دیا؟ ابن عمر نے کہا میں نے اپنی لنگی کھولی اور کہنا چاہا کہ اس امر کا زیادہ حقدار وہ ہے جس نے تجھ سے اور تیرے والد سے اسلام پر جنگ کی پھر میں ڈرا کہ ایسا کلمہ کہوں جو مزید تفرقہ کا سبب بنے اور خون بہیں اور

میری بات کا وہ مفہوم نقل کیا جائے جو میری مراد نہیں، تو مجھے جنت کی وہ نعمتیں یاد آ گئیں جو اللہ نے تیار کر رکھی ہیں، حبیب نے یہ سن کر کہا آپ محفوظ کئے گئے اور بچا لئے گئے۔

ہشام سے مراد ابن یوسف صنعانی ہیں۔ (قال و أخبرني ابن طاؤس) قائل معمر ہیں، ابن طاؤس کا نام عبداللہ تھا، (ونسواتها) نون اور سین پر زبر کے ساتھ خطابی کہتے ہیں ایسے ہی واقع ہوا ہے اور یہ مہمل ہے (ليس بشيء) اصل میں (نوساتها) ہونا چاہئے بمعنی ذوائب (مینڈھیاں) یہ نوسہ کی جمع ہے، ناسَ أي تحرَّكَ سے ماخوذ ہے، نوس اضطراب ہے اسی سے حدیثِ ام زرع میں یہ عبارت ہے: (أناسَ من حلي أذني)۔ ابن تین کہتے ہیں نوسات واوِ ساکن کے ساتھ ہے، مفتوح بھی ضبط کیا گیا ہے، جہاں تک نسوات کا تعلق ہے گویا یہ علی القلب ہے (یعنی مقلوب کر دیا، واؤ کو سین کے بعد لکھ دیا)۔

(قد كان من أمر الناس الخ) ان کا اشارہ حضرات علی و معاویہ کے درمیان ہونے والی کش مکش، جس کے نتیجہ میں جنگ صفین برپا ہوئی آخر ان کے درمیان تصفیہ کے لئے حکمین کا تقرر ہوا، جیسے معاملات کی طرف ہے، اس سلسلہ میں ان صحابہ کرام کو خطوط لکھے گئے جو غیر جانبدار رہے تھے کہ یہاں آ کر اس معاملہِ تصفیہ کو دیکھیں، ابن عمر کو بھی دعوت ملی تو انہوں نے اپنی بہن اُم المؤمنین حضرت حفصہ سے مشورہ کیا کہ جائیں یا نہ جائیں؟ تو ان کا مشورہ تھا ضرور جائیں تا کہ ان کی عدم حاضری کے سبب لوگ ان کی طرف سے بدگمان نہ ہوں۔ (فلما تفرق الناس) یعنی حکمین (دو ثالث جو مقرر کئے گئے تھے) کے باہمی اختلاف کے بعد، جو حضرت ابوموسی تھے حضرت علی کی طرف سے اور حضرت عمرو بن عاص تھے حضرت معاویہ کی جانب سے، عبدالرزاق عن معمر کے حوالے سے اس روایت میں: (فلما تفرق الحكمان) ہے، اس سے مراد کی تفسیر سے واضح ہوتا ہے کہ قصہِ صفین کی بات ہو رہی ہے، بعض نے یہ بھی تجویز کیا ہے کہ اس سے مراد وہ اجتماعِ اخیر ہے جو حضرات معاویہ اور حسن بن علی کے مابین تھا لیکن عبدالرزاق کی مذکورہ روایت سے اس کا رد ہوتا ہے، اس پر یہاں مراد یہ ہو گی کہ ام المؤمنین نے بالاصرار ابن عمر کو حکمین کی جائے ملاقات کی طرف بھیجا، جب تفرقہ اور بڑھا (یعنی حکمین کسی فیصلہ پر متفق نہ ہو سکے) تو امیر معاویہ نے تقریر کی، ابن جوزی کا کشف المشکل میں یہ قول نہایت ابعد ہے کہ یہ واقعہ چھ افراد پر مشتمل اس شوریٰ کا ہے جسے حضرت عمر نے اپنے بعد بارِ خلافت سنبھالنے کے لئے تشکیل دیا تھا اور چونکہ ابن عمر کو ان میں نہ رکھا تھا تو اُم المؤمنین انہیں حکم دیتی ہیں کہ ان کے ہاں وہ بھی جائیں تا کہ فیصلہ سازی میں شریک ہوں، اور جہاں تک روایت کے الفاظ (فلما تفرق الناس خطب معاويه) تو یہ تب کی بات ہے جب معاویہ اپنے بیٹے یزید کو اپنا ولی عہد بنانا چاہتے تھے۔

ابن حجر اسے رد کرتے ہوئے روایتِ عبد الرزاق میں مذکور کو ترجیح دیتے ہیں، کہتے ہیں پھر حبیب بن ابو ثابت عن ابن عمر کی روایت ملی جس میں مذکور ہے کہ یہ تب کی بات ہے جب امیر معاویہ نے دومۃ الجندل کے مقام پر لوگوں کے اجتماع سے خطاب کیا، حضرت حفصہ نے ابن عمر کو ہدایت کی تھی کہ وہ امتِ محمدیہ کے درمیان ہونے والی اس صلح سے متخلف نہ رہیں جبکہ تم صہرِ رسول اللہ (یعنی رسول اللہ کے سالے ہو (اس سے ظاہر ہوا کہ صہر کا لفظ متعدد معانی ادا کرتا ہے، عامۃ الناس کے درمیان اس کے دو معانی ہی مشہور ہیں: داماد اور سسر) اور عمر بن خطاب کے فرزند ہو، اس میں ہے کہ اجتماع گاہ میں امیر معاویہ ایک عظیم بختی (یعنی بڑے اونٹ) پر سوار آئے اور اثنائے تقریر کہا جسے حکومت کی طمع ہے یا اس کی امید میں لگا ہوا ہے یا اس کی طرف اپنی گردن پھیلاتا ہے تو وہ اپنا سر اونچا کرے، اسے طبرانی نے تخریج کیا ہے۔

(فليطلع لنا قرنه) یعنی سر اونچا کرے چونکہ سینگ (جانوروں) سروں ہی میں ہوتے ہیں لہذا مراد سر ہے، کہا جاتا ہے ان کا اشارہ حضرت علی کی طرف تھا اور یہاں حسن اور حسین سے تعریض کی تھی (اگر اسے یزید کی ولی عہدی کے وقت یعنی امیر معاویہ کی آخری عمر کا واقعہ قرار دیا جائے تب حضرت حسین ہی مراد ہونگے کہ حضرت حسن تو مدت ہوئی فوت ہو چکے تھے) کچھ حضرات کا خیال ہے کہ حضرت عمر اور ابن عمر سے تعریض کی تھی لیکن اس میں بُعد ہے کیونکہ امیر معاویہ حضرت عمر کا مبالغہ آمیز حد تک احترام کرتے تھے (خود ابن عمر بھی یہی سمجھے کہ ان پر تعریض کر رہے ہیں تبھی انہیں جواب دینے کا ارادہ کیا مگر پھر فتنہ بڑھ جانے کے خیال سے چھوڑ دیا)۔

حبیب کی سابق الذکر روایت میں ابن عمر کہتے ہیں اس دن سے قبل کبھی میرے دل میں دنیا کا کوئی خیال یا طمع نہ آئی تھی جب معاویہ کی اس بات پہ انہیں یہ جواب دینے کا ارادہ کیا کہ آپ سے زیادہ حقدار وہ ہے جس نے آپ سے اور آپکے والد سے اسلام پر جنگ کی تھی (یعنی خود)، چونکہ امیر معاویہ کے والد حضرت ابو سفیان جنگ خندق میں لشکرِ کفار کے سالار تھے (احد میں بھی تھے مگر اس میں ابن عمر بوجہ کم سنی شریک نہ تھے) اسی مناسبت سے غزوۃ الخندق کے باب میں یہ روایت نقل کی ہے۔

(قال حبيب بن مسلمة) یعنی ابن مالک فہری، صغار صحابہ میں سے ہیں ان کے والد بھی صحابی ہیں، شام میں رہائش پذیر تھے حضرت معاویہ نے انکی زیر قیادت ایک لشکر حضرت عثمان کی مدد اور انہیں دشمنوں کے نرغے سے نکالنے کیلئے روانہ کیا مگر ان کے مدینہ پہنچنے سے قبل ہی وہ شہید کر دیئے گئے تھے تو لوٹ کر معاویہ کے پاس پہنچے بعد ازاں رومیوں کے خلاف جنگوں میں بھی انہیں سالار بنایا کثرت سے ان کے روم کی طرف جہادی مہمات پر جانے کی وجہ سے حبیب الروم ہی نام پڑ گیا عہد معاویہ میں انتقال کیا۔

(حللت حبوتی) عرب بیٹھتے وقت (جب جم کر مجلس جمانی ہوتی) چادر کے دونوں کنارے گھٹنوں کے نیچے باندھ لیتے، اس سے ان کا اشارہ اس امر کی طرف تھا کہ معاویہ کی بات کا کھڑے ہو کر جواب دینا چاہتا تھا، گرہ کھول لی تھی مگر پھر ترک کر دیا۔

(من قاتلك الخ) یعنی احد اور خندق کی لڑائی میں حضرت علی سمیت تمام مہاجرین شامل تھے، دونوں معرکوں میں والدِ معاویہ سالارِ کفار تھے، امیر معاویہ کا خلافت کے بارہ میں نقطہ نظر یہ تھا کہ اس کا زیادہ حق دار وہ ہے جو صاحب رائے و معرفت ہے نہ کہ وہ جو قبولِ اسلام اور دین و تدیُن کے لحاظ سے اقدم و سابق ہے مگر ابن عمر کی رائے گویا اس کے برعکس تھی وہ مفضول کی بیعتِ خلافت کے قائل نہ تھے الا یہ کہ فتنہ کا ڈر ہو اسی لئے امیر معاویہ اور ان کے بعد یزید کی بیعت کر لی اور اپنے بیٹوں کو ان کی مخالفت نہ کرنے کا حکم دیا جیسا کہ کتاب الفتن میں اس کی تفصیل آئے گی بعد ازاں عبدالملک بن مروان کی بھی بیعت کی۔

(قال محمود الخ) یعنی عبدالرزاق نے معمر شیخِ ہشام بن یوسف سے یہی روایت نقل کرتے ہوئے (ونوساتھا) روایت کیا ہے یہی درست ہے جیسا کہ گزرا یہ محمود بن غیلان ہیں، ان کی یہ معلق روایت محمد بن قدامہ جوہری نے کتاب (أخبار الخوارج) میں موصول کی ہے، ابن راہویہ نے بھی اپنی مسند میں اسے بحوالہ عبدالرزاق تخریج کیا ہے۔

علامہ انور (فلما تفرق الناس خطب معاوية) کے تحت لکھتے ہیں یہ تسامُح ہے لوگ تو اسی لئے جمع ہوئے تھے متفرق کب ہوئے (جیسا کہ گزرا اس تفرق سے مراد لوگوں کی حضرت معاویہ کے بعد خلافت کون سنبھالے؟ کی بابت تفرُّقِ آراء ہے) فائدہ کے عنوان سے لکھتے ہیں مقبلی اور ابراہیم وزیر زیدی تھے (شیعہ کا ایک فرقہ جن کا اہل سنت سے اختلاف فقط اسی قدر ہے کہ ان کے نزدیک حضرت علی افضلِ صحابہ اور احق بالخلافت ہیں چنانچہ سلف اہل سنت نے ان کے بارہ میں اپنا موقف نرم رکھا ہے) علامہ کہتے ہیں

یہ دونوں بعض صحابہ کی تفسیق کرتے تھے نہ کہ سب کی، مقبلی نے تو بخاری پر بھی طعن کیا ہے (فنحن أحق به منه) کے تحت کہتے ہیں جانو کہ خلفاء کی نبی پاک کے ساتھ قرابت ان کی ترتیبِ خلافت کے برعکس ہے، حضرت علی ان میں اقرب ترین ہیں جب کہ ابو بکر اس کے برعکس ہیں، امیر معاویہ حضرت عمر کی نسبت آنجناب سے اقرب تھے۔

یہ حدیث مصنف کے افراد میں سے ہے۔

4109 - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ الأَحْزَابِ نَغْزُوهُمْ وَلاَ يَغْزُونَنَا .(ترجمہ اگلی روایت کے ساتھ ہے)طرفه 4110-

سفیان سے مراد ابن عیینہ ہیں، سلیمان بن صرد بن جَون خزاعی مشہور صحابی ہیں، کہا جاتا ہے کہ ان کا اصل نام یسار تھا آنجناب نے بدل دیا، بخاری میں ان کی صرف دو روایات ہیں دوسری صفۃ ابلیس میں گزری ہے سلیمان ان اہل کوفہ کے ساتھ تھے، سب سے سن رسیدہ تھے جو حضرت حسین کی شہادت کا انتقام لینے نکلے تھے عین الوردۃ مقام میں مع اپنے اصحاب کے شہید ہو گئے، یہ سن ۶۵ ہجری کا واقعہ ہے۔ (نغزو و لا یغزونا) ابونعیم کی مستخرج میں بشر بن موسی عن ابی نعیم شیخِ بخاری کے حوالہ سے روایت میں ہے: (الآن نحن نغزوهم) یعنی اب ہم ان پر حملہ آور ہوں گے۔ (حین أجلی) سے اس امر کا اشارہ ہے کہ اپنے اختیار و مرضی سے واپس نہ ہوئے بلکہ حالات کی ناسازگاری کا شکار بنے اور بادل نخواستہ ناکام و خاسر محاصرہ اٹھا کر واپس چلے (چونکہ اس عظیم اور جرار لشکر کے باوجود فتح حاصل نہ کر سکے اسی لئے آنجناب کی لسانِ نبوت نے اس حقیقت کا اظہار فرمایا کہ اب کبھی مدینہ پر حملہ کرنے کی جرات نہ کر سکیں گے اب ہماری باری ہے، ظاہر ہے اتنے کروفر کے باوجود ناکام لوٹنے کا مطلب یہی تھا کہ دوبارہ اس غرض کے لئے مجتمع نہ ہو سکیں گے)۔ واقدی لکھتے ہیں ان کی واپسی ۲۳ شوال کو ہوئی تھی، یہ نبوت کے أعلام (یعنی پیشین گوئیوں) میں سے ایک علم تھا چنانچہ ایسا ہی ہوا اور پھر مسلمان ہی فتح مکہ کے لئے ان پر حملہ آور ہوئے۔

4110 - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ سَمِعْتُ أَبَا إِسْحَاقَ يَقُولُ سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ صُرَدٍ يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ حِينَ أَجْلَى الأَحْزَابُ عَنْهُ الآنَ نَغْزُوهُمْ وَلاَ يَغْزُونَنَا نَحْنُ نَسِيرُ إِلَيْهِمْ .طرفه 4109-

سلیمان بن صرد کہتے ہیں جب فوجیں واپس چلی گئیں تو نبی پاک نے فرمایا اب ہم ان سے جنگ کرنے جائیں گے وہ نہ آئیں گے بلکہ ہم ان پر لشکر کشی کریں گے۔

4111 - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبِيدَةَ عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ مَلأَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ بُيُوتَهُمْ وَقُبُورَهُمْ نَارًا كَمَا شَغَلُونَا عَنْ صَلاَةِ الْوُسْطَى حَتَّى غَابَتِ الشَّمْسُ (جلد چہارم ص: ۴۳۵)أطرافه 2931، 4533، 6396

شیخِ بخاری ابن منصور ہیں ہشام کے بارہ میں بقول ابن حجر کتاب الجہاد میں ذکر کیا تھا کہ دستوائی ہیں مگر مزی نے اطراف میں جزم کے ساتھ ابن حسان قرار دیا ہے، پھر کئی طرق میں یہ نسبت مصرحاً بھی ملی تو یہی معتمد ہے اصیلی کا ان سے اس حدیث کو ضعیف قرار

دینا قابلِ توجہ نہیں، التفسیر میں اسکی توضیح ہوگی محمد سے ابن سیرین اور عبیدہ سے ابن عمرو سلمانی مراد ہیں۔ (كما شغلونا) کشمیہنی کے ہاں (كلما) ہے لیکن یہ خطا ہے۔(الوسطی) مسلم کی روایت میں اس کے بعد (صلاة العصر) بھی ہے، اس پر تفصیلی بحث تفسیر سورۃ البقرۃ میں آئیگی۔

4112 - حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ جَاءَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ جَعَلَ يَسُبُّ كُفَّارَ قُرَيْشٍ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا كِدْتُ أَنْ أُصَلِّيَ حَتَّى كَادَتِ الشَّمْسُ أَنْ تَغْرُبَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ وَاللَّهِ مَا صَلَّيْتُهَا فَنَزَلْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بُطْحَانَ فَتَوَضَّأَ لِلصَّلَاةِ وَتَوَضَّأْنَا لَهَا فَصَلَّى الْعَصْرَ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلَّى بَعْدَهَا الْمَغْرِبَ .

أطرافه 596، 598، 641، 945-

حضرت جابر راوی ہیں کہ عمر بن خطاب خندق کے دن آئے اور لگے کفار کو سب وشتم کرنے، کہا یا رسول اللہ سورج غروب ہونے کو ہے اور میں ابھی نمازِ عصر نہیں ادا کر سکا، آنجناب نے فرمایا وہ تو میں بھی ابھی ادا نہیں کر سکا، پھر ہم آپ کے ہمراہ وادیِ بطحان میں اترے، وضوء کیا اور نمازِ عصر ادا کی جبکہ آفتاب غروب ہو چکا تھا پھر اس کے بعد مغرب کی نماز پڑھی۔

سند میں ہشام بن عبد اللہ دستوائی اور یحییٰ سے مراد ابن کثیر ہیں حدیث کی شرح کتاب الصلاۃ میں گزر چکی ہے، فوت شدہ نمازوں کی ترتیبِ ادائیگی کے بارہ میں وہاں مذاہب کا ذکر ہوا تھا۔

علامہ انور (حتى غابت الشمس) کی بابت لکھتے ہیں اگلی روایت میں (حتى كادت الخ) اور مسلم کے ہاں (حتى اصفرت الشمس) ہے الصلاۃ میں کہا تھا کہ اس میں حنفیہ کیلئے دلیل ہے، (ما كدت أن أصلى) کے بارہ میں لکھتے ہیں اس قسم کی عبارات میں نحویوں کے مابین اختلاف ہے میری رائے میں (اس کا مفہوم یہ ہے کہ) حضرت عمر نے نماز پڑھ لی تھی البتہ بڑی مشکل سے (یعنی ہوسکتا ہے ایک دو رکعت غروب کے بعد ادا کی ہوں البتہ نبی اکرم نے صراحۃً فرمایا کہ مجھ سے ابھی تک نہیں پڑھی گئی آپکا یہ فرمان اس امر کو مقتضی ہے کہ حضرت عمر نے بھی ابھی نہ پڑھی ہوگی کیونکہ اس میں عطفِ تلقین ہے اور یہ اشتراک فی الفعل یا اس کے عدم کا موجب ہوتا ہے۔

4113 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرًا يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ الْأَحْزَابِ مَنْ يَأْتِينَا بِخَبَرِ الْقَوْمِ فَقَالَ الزُّبَيْرُ أَنَا ثُمَّ قَالَ مَنْ يَأْتِينَا بِخَبَرِ الْقَوْمِ فَقَالَ الزُّبَيْرُ أَنَا ثُمَّ قَالَ مَنْ يَأْتِينَا بِخَبَرِ الْقَوْمِ فَقَالَ الزُّبَيْرُ أَنَا ثُمَّ قَالَ إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيًّا وَإِنَّ حَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ (جلد چہارم ص:۳۶۴) أطرافه 2846، 2847، 2997، 3719، 7261

اس کی شرح المناقب میں گزر چکی ہے۔ (فقال الزبير أنا) تین مرتبہ دہرایا، الجہاد کے باب (فضل الطليعة) میں دو مرتبہ مذکور ہے، حضرت زبیر کا اس قصہ میں ذکر باعثِ اشکال ہے (کیونکہ قبل ازیں حضرت حذیفہ کے حوالے سے گزرا کہ وہ لشکرِ کفار کا حال معلوم کرنے گئے تھے) بقول ابن حجر ہمارے شیخ ابن الملقن کہتے ہیں امرِ واقع یہ ہے کہ حضرت زبیر بنی قریظہ کا حال معلوم گئے تھے

(اس حوالے سے ابن زبیر کی ایک روایت گزری ہے) مشہور یہ ہے جیسا کہ ہمارے شیخ ابوالفتح یعمری لکھتے ہیں کہ قریش وغیرہ کی خبر لینے حضرت حذیفہ کو بھیجا گیا تھا جیسا کہ ابن اسحاق وغیرہ سے منقول ہے، ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں کہ یہ حصر مردود ہے کیونکہ حضرت حذیفہ کا واقعہ اس واقعۂ زبیر سے الگ قصہ ہے، بنی قریظہ کی طرف حضرت زبیر کو یہ معلوم کرنے بھیجا تھا کہ آیا واقعی انہوں نے معاہدہ توڑ دیا ہے جبکہ حضرت حذیفہ کو آندھی والی رات جب اعداء کے مابین اختلافِ آراء کی اطلاعات تھیں، تحقیق حال کی خاطر حکماً بھیجا تھا، نہایت ٹھنڈ تھی واپسی پر وہ سخت سردی کا شکار بنے ہوئے تھے جس پر نبی اکرم نے بذات خود انہیں کمبلوں میں لپیٹا تا کہ گرمائش ملے واقدی نے تبیین کی ہے کہ (زیر نظر روایت میں) قوم سے مراد بنی قریظہ ہیں۔

علامہ انور اس بارے رقم طراز ہیں کہ ہر مرتبہ زبیر نے رضا کارانہ طور پر اپنے آپکو پیش کیا، جب وہاں پہنچے تو دیکھا ابوسفیان اپنے پیٹ کو آگ سے تاپ رہا ہے، زبیر کہتے ہیں اگر چاہتا تو سیدھا تیر ان کے پیٹ پر مارتا مگر مجھے نبی اکرم نے بغیر اجازت کوئی اور اقدام اٹھانے سے منع کیا ہوا تھا (اس مسئلہ میں یہ تطبیق بھی محتمل ہے کہ ممکن ہے اسی ایک رات میں دونوں حضرات کو الگ الگ وقتوں میں روانہ کیا ہو)۔

4114 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَقُولُ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللَّهُ وَحْدَهُ أَعَزَّ جُنْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَغَلَبَ الأَحْزَابَ وَحْدَهُ فَلاَ شَىْءَ بَعْدَهُ

ابو ہریرہ راوی ہیں کہ نبی پاک یہ کلمات ادا فرمایا کرتے تھے (لا الہ إلا الله وحده الخ) کہ نہیں ہے کوئی معبود مگر وہی جس نے اپنے لشکر کو فتحیاب کیا، اپنے بندے کی مدد کی اور اکیلا ہی فوجوں پر غالب آ گیا پس کوئی شئ اسکے مدمقابل نہیں ہو سکتی۔

سعید اپنے والد ابو سعید مقبری سے راوی ہیں۔ (فلا شیء بعدہ) یہ سجع محمود کی عمدہ مثال ہے محمود اور مذموم سجع کے مابین فرق یہ ہے کہ مذموم میں سخت تکلف و استکراہ ہوتا ہے جبکہ سجع محمود انسجام و اتفاق سے ظہور پذیر ہوتی ہے (یعنی بغیر طویل تامل و تفکر کئے عمدہ بندش و نغمگی والی عبارات سرزد ہو جاتی ہے) عربوں کے معاشرے میں کاہن حضرات یہی پر از تکلف مسجع کلام بولتے تھے، اس انداز گفتگو کی مذمت اور اس سے نہی کرتے ہوئے آنجناب نے فرمایا تھا: (أسجع مثل سجع الكهان)، سجع محمود کی بابت کہا گیا ہے کہ وہ بلا قصد نوکِ زباں پر جاری ہوتی ہے (اور اسی لئے سامعتوں میں رس گھولتی ہے۔)

4115 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا الْفَزَارِيُّ وَعَبْدَةُ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى يَقُولُ دَعَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى الأَحْزَابِ فَقَالَ اللَّهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ سَرِيعَ الْحِسَابِ اهْزِمِ الأَحْزَابَ اللَّهُمَّ اهْزِمْهُمْ وَزَلْزِلْهُمْ .

(ترجمہ کیلئے جلد چہارم ص: ۴۳۶) أطرافه 2933، 2965، 3025، 6392، 7489-

شیخ بخاری محمد، ابن سلام ہیں جو مروان بن معاویہ فزاری سے راوی ہیں عبدہ سے مراد ابن سلیمان ہیں۔ (دعا رسول الخ) کتاب الجہاد کے باب (لا تتمنوا لقاء العدو) میں اس کی شرح گزر چکی ہے۔

4116 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ أَخْبَرَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمٍ وَنَافِعٍ

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا قَفَلَ مِنَ الْغَزْوِ أَوِ الْحَجِّ أَوِ الْعُمْرَةِ يَبْدَأُ فَيُكَبِّرُ ثَلَاثَ مِرَارٍ ثُمَّ يَقُولُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ آيِبُونَ تَائِبُونَ عَابِدُونَ سَاجِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ صَدَقَ اللَّهُ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ .(ترجمہ کیلئے جلد دوم ص: ٦٩٥) أطرافه 1797، 2995، 3084، 6385 -

راویِ حدیث عبداللہ بن عمر ہیں۔(أو للعمرة) أو برائے شک نہیں بلکہ برائے تنویع ہے،اس کے جملہ (وهزم الأحزاب وحده) کی وجہ سے اس باب کے تحت لائے ہیں باقی شرح کتاب الدعوات میں ہوگی۔

30 - باب مَرْجِعِ النَّبِيِّ ﷺ مِنَ الْأَحْزَابِ وَمَخْرَجِهِ إِلَى بَنِي قُرَيْظَةَ وَمُحَاصَرَتِهِ إِيَّاهُم

(بنی قریظہ کا محاصرہ)

مرجع یعنی اپنے مورچہ سے بیتِ نبوی کی طرف رجوع۔(و مخرجه إلى الخ) اس کا سبب ذکر ہو چکا ہے کہ وہ اس نازک موڑ پر معاہدۂ امن توڑنے اور عقب سے مسلمانوں کوضرب لگانے پر آمادہ ہوئے تھے،ان کا نسب نامہ غزوہ بنی نضیر کے باب میں ذکر کیا جا چکا ہے عبدالملک بن عمیر نے کتاب الأنواء میں لکھا ہے کہ بنی قریظہ مدعی تھے کہ وہ سیدنا شعیب علیہ السلام کی ذریت سے ہیں حضرت شعیب مشہور قبیلہ بنی جذام سے تھے پہلے ذکر ہوا کہ نبی اکرم نے ان کے محاصرے کا آغاز ٢٣ ذی القعدہ کو کیا تھا تین ہزار کے لشکر کے ہمراہ ان کی طرف نکلے تھے بقول ابن سعد لشکرِ اسلام میں ٣٦ شہسوار بھی تھے۔

4117 - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا رَجَعَ النَّبِيُّ ﷺ مِنَ الْخَنْدَقِ وَوَضَعَ السِّلَاحَ وَاغْتَسَلَ أَتَاهُ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ قَدْ وَضَعْتَ السِّلَاحَ وَاللَّهِ مَا وَضَعْنَاهُ فَاخْرُجْ إِلَيْهِمْ قَالَ فَإِلَى أَيْنَ قَالَ هَا هُنَا وَأَشَارَ إِلَى بَنِي قُرَيْظَةَ فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَيْهِمْ .أطرافه 463، 2813، 3901، 4122-

حضرت عائشہ روایت کرتی ہیں کہ نبی اکرم خندق سے واپس ہوئے ،اسلحہ رکھا اور غسل کیا تو حضرت جبریل آئے اور کہا آپ نے اسلحہ اتار دیا؟ اللہ کی قسم ہم نے تو نہیں اتارا، پس نکل پڑئے انکی طرف،فرمایا کہاں؟ کہا اس طرف اور بنی قریظہ کی طرف اشارہ کیا تو نبی پاک ان کی جانب نکلے۔

آگے ایک مستقل باب میں یہ روایت مشروحا آرہی ہے۔

4118 - حَدَّثَنَا مُوسَى حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى الْغُبَارِ سَاطِعًا فِي زُقَاقِ بَنِي غَنْمٍ مَوْكِبِ جِبْرِيلَ حِينَ سَارَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى بَنِي قُرَيْظَةَ

حضرت انس کہتے ہیں گویا میں بنی غنم کی گلیوں میں اٹھتا ہوا غبار دیکھ رہا ہوں جو حضرت جبریل کے قافلہ کے گزرنے کی وجہ

سے اٹھا جب نبی اکرم بنی قریظہ کی طرف نکلے۔

شیخِ بخاری موسی ابن اسماعیل تبوذ کی ہیں۔ (کأنی أنظر الخ) طویل مدت گزرنے کے بعد اس واقعہ کو یاد کرتے ہوئے استحضارِ قصہ کی غرض سے یہ اسلوب اختیار کیا۔ (بنی غنم الخ) اوائل بدء الخلق میں اس بارے بحث گزری ہے وہاں (موکب جبریل) کی اعرابی توجیہہ بیان ہوئی تھی ابن سعد کے ہاں یہ حدیث سلیمان بن مغیرہ عن حمید بن ہلال کے طریق سے مطولا ہے مگر اس کی سند میں حضرت انس مذکور نہیں، اس کے شروع میں ہے کہ بنی قریظہ اور نبی اکرم کے مابین معاہدہ تھا مگر خندق کے موقع پر انہوں نے توڑ دیا اور لگے ان کی مدد کرنے ان کی ہزیمت کے بعد قلعہ بند ہو گئے، اس میں ہے کہ حضرت جبریل نے آ کر رسول اللہ سے کہا چلیئے بنی قریظہ کی طرف، آپ نے فرمایا ابھی میرے صحابہ سخت تھکے ہوئے ہیں، وہ کہنے لگے فکر نہ کریں: (فلأضعضعنهم) (یعنی میں انہیں تباہ کر دوں گا)۔ اس میں ہے کہ جبریل ساتھی فرشتوں کے ہمراہ ان کی طرف چلے حتی کہ ان کی وجہ سے انصار کے محلّہ بنی غنم کی گلیوں میں غبار بلند ہوا۔

علامہ انور (کأنی أنظر الخ) کے تحت رقمطراز ہیں کہ رؤیتِ جبریلؑ کی بابت اختلافِ آراء ہے کہ آیا آنجناب کے سوا کسی کیلئے ممکن و جائز ہے؟ بعض اثبات اور بعض انکار کرتے ہیں حدیثِ ہذا کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ بس غبار سا دیکھا، کسی ایسے سوار پر نظر نہیں پڑی جس کے بارہ میں گمان ہو کہ یہ حضرت جبریل (یا کوئی اور فرشتہ) ہیں، البتہ انہیں جب وہ کسی انسان کی صورت میں متمثل ہو کر آتے تھے، کئی صحابہ نے دیکھا ہے جیسے حدیثِ عمر مشہور میں ہے: (هذا جبرئیل جاء کم یعلمکم دینکم)۔

4119 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ أَسْمَاءَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ الأَحْزَابِ لاَ يُصَلِّيَنَّ أَحَدٌ الْعَصْرَ إِلاَّ فِي بَنِي قُرَيْظَةَ فَأَدْرَكَ بَعْضَهُمُ الْعَصْرُ فِي الطَّرِيقِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لاَ نُصَلِّي حَتَّى نَأْتِيَهَا وَقَالَ بَعْضُهُمْ بَلْ نُصَلِّي لَمْ يُرِدْ مِنَّا ذَلِكَ فَذُكِرَ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَلَمْ يُعَنِّفْ وَاحِدًا مِنْهُمْ. طرفه 946-

ابن عمر کہتے ہیں نبی پاک نے احزاب کے (اختتام پر) فرمایا کوئی شخص عصر کی نماز نہ ادا کرے حتی کہ بنی قریظہ کے ہاں پہنچ جائے، تو بعض صحابہ کو راستہ میں نماز نے آلیا تو کچھ نے کہا ہم تو وہاں پہنچ کر ہی ادا کریں گے جبکہ بعض نے کہا ہمیں ادا کر لینی چاہیئے کیونکہ آنجناب کی مراد یہ نہ تھی، نبی پاک سے ذکر ہوا تو کسی فریق پر بھی خفگی کا اظہار نہ فرمایا۔

جویریہ اپنے سے اس کے راوی عبداللہ کے چچا تھے۔ (لا یصلین الخ) بخاری کے تمام نسخوں میں یہی ہے جبکہ مسلم کے تمام نسخوں میں بجائے (العصر) کے (الظهر) ہے حالانکہ دونوں (یعنی شیخین بخاری و مسلم) نے ایک ہی شیخ اور ایک ہی سند سے اس کا اخراج کیا ہے ابو یعلی اور آخرون نے بھی اس میں مسلم کی موافقت کی ہے، ابن سعد نے بھی ابو عتبان مالک بن اسماعیل عن جویریہ سے روایت کرتے ہوئے ظہر نقل کیا، اس طرح ابن حبان نے بھی انہی ابو عتبان سے، بقول ابن حجر جویریہ کی روایت سے (الظهر) ہی دیکھا ہے البتہ ابو نعیم نے مستخرج میں یہی حدیث ابو حفص سلمی عن جویریہ سے تخریج کرتے ہوئے (العصر) نقل کیا ہے، تمام اصحابِ مغازی لفظ (العصر) پر متفق ہیں، ابن اسحاق لکھتے ہیں آنجناب بوقتِ ظہر خندق سے واپس ہوئے اسی وقت حضرت جبریل کی آمد ہوئی اور کہا اللہ نے حکم دیا ہے کہ آپ بنی قریظہ کی طرف چلیں اس پر آپ نے حضرت بلال کو حکم دیا کہ اعلان کر دیں کہ جو میری آواز سن رہا

ہے وہ نمازِ عصر بنی قریظہ کے علاقہ میں جا کر ادا کرے، اسے طبرانی نے اور بیہقی نے بھی الدلائل میں بسند صحیح زہری عن عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن کعب بن مالک عن عمہ عبید اللہ بن کعب کے حوالے سے نقل کیا، اس میں ہے:(فعزم علی الناس أن لا یصلوا العصر حتی یأتوا بنی قریظة) اس میں ہے کہ اکثر کو وہاں پہنچتے غروبِ آفتاب کا وقت ہوگیا تب بعض نے نمازِ عصر ادا کر لی اور بعض نے کہا:: (إنا فی عزمة رسول اللهﷺ فلیس علینا إثمٌ) (یعنی ہم آنجناب کے حکم کے تحت ہیں، نہ پڑھنے میں کوئی گناہ نہیں، انہوں نے بعد ازاں ادا کی) اسے طبرانی نے موصولا بھی حضرت کعب کے حوالے سے تخریج کیا ہے بیہقی کے ہاں یہی روایت قاسم بن محمد عن عائشہ کے طریق سے بھی مطولا ہے، اس میں ہے کہ نماز پڑھ لینے والوں کا مطمحِ نظر بھی ایمان واحتساب تھا اور نہ پڑھنے والوں (یعنی بعد میں پڑھنے والوں) کا بھی یہی مطمحِ نظر تھا تو یہ سب بخاری کی اس روایت کی مؤید ہیں، بعض نے دونوں روایتوں کی تطبیق میں یہ کہا کہ ممکن ہے بعض نے یہ حکم صادر ہونے سے قبل نمازِ ظہر ادا کر لی ہو، ان کیلئے اب یہ حکم تھا کہ عصر بنی قریظہ کے ہاں جا کر ادا کریں جن کی ابھی تک نماز ظہر رہتی تھی انکے لئے حکم ہوا کہ ظہر بھی وہیں جاکر ادا کریں یا اس طرح سے کہ مسلمان دو گروہوں کی شکل میں روانہ ہوئے پہلے گروہ کو حکم ہوا کہ ظہر وہاں پڑھیں اور دوسرے کو یہی حکم عصر کی بابت ہوا، ابن حجر دونوں تطبیقوں کو پسند کرتے لیکن قرار دیتے ہیں کہ مخرجِ حدیث کا متحد ہونا انہیں بعید کرتا ہے کیونکہ بخاری ومسلم، دونوں کے پاس یہ روایت۔ جیسا کہ بیان ہوا، ایک ہی شیخ اور ایک ہی سند سے ہے تو بعید ہے کہ بعض رواۃ نے علی الوجہین تحدیث کی ہو (یعنی کبھی عصر اور کبھی ظہر کا ذکر کر کے) کہتے ہیں میرے ہاں یہ بات متأکد ہوئی ہے کہ یہ اختلاف اس کے بعض رواۃ کے حفظ کی وجہ سے واقع ہوا ہے کیونکہ اکیلے بخاری کا سیاق عبد اللہ بن محمد بن اسماء عن عمہ جویریہ سے اسے روایت کرنے والوں کے سیاق کے مخالف ہے، مسلم اور باقی تمام کا سیاق حسبِ ذیل ہے: (نادی فینا رسول اللهﷺ یوم انصرف عن الأحزاب أن لا یصلین أحد الظهر إلا فی بنی قریظة فتخوف ناس فوت الوقت فصلوا دون بنی قریظة وقال آخرون لا نصلی إلا حیث أمرنا رسول اللهﷺ وإن فاتنا الوقت فما عنف واحدا من الفریقین)۔

تو اس تغایرِ سیاقین سے ظاہر ہوتا ہے کہ عبد اللہ بن محمد نے بخاری کو بخاری میں مذکور سیاق اور دوسروں کو یہ سیاق بیان کیا اور یہ وہی سیاق ہے جو عبد اللہ کے علاوہ جویریہ سے اس کے رواۃ نے نقل کیا ہے مثلا ابو عتبان، یا بخاری نے اپنی یادداشت سے اس حدیث کی کتابت کی، سیاق کی مراعات نہ کی اور ان کے مذہبِ تحدیث کی رو سے ایسا کرنا جائز ہے بخلاف مسلم کے کہ وہ سنے گئے سیاق پر ازحد محافظت کرتے تھے، اس کا عکس اس لئے صحیح نہیں کہ مسلم کے متعدد موافقین ہیں البتہ ابو حفص سلمی کی موافقتِ بخاری احتمالِ اول کی تائید کرتی ہے، یہ ساری بحث ابن عمر کی اس حدیث سے متعلق ہے جہاں تک دوسروں کی روایت ہے تو ان کی نسبت سابق الذکر دونوں احتمال کہ ایک گروہ کو ظہر اور دوسرے کو عصر کہا ہو، متجہ ہے تو محتمل ہے ابن عمر نے ظہر والی ندا ہی سنی ہو جبکہ عصر والی ندا کعب اور حضرت عائشہ نے سماعت کی ہو

سہیلی وغیرہ لکھتے ہیں اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ کسی حدیث یا آیت کے ظاہر پر عمل پیرا ہونا قابلِ مواخذہ نہیں (لیکن یہ عہدِ نبوی کے ساتھ ہی خاص ہے کیونکہ بعد ازاں تو احکام وفرامین کی وضاحت ہوگئی) اور نہ ہی وہ جو کسی نص سے کوئی معنائے خاص مستنبط کرے اور یہ کہ ہر دو قسم کا اجتہاد کرنے والے مصیب ہیں! سہیلی لکھتے ہیں یہ امر مستحیل نہیں کہ ایک ہی شئ ایک انسان کی نسبت صواب اور دوسرے کی نسبت وہ خطا

ہو البتہ یہ محال ہے کہ ایک ہی شخص کے بارہ میں کسی حکمِ نازل کے دو متصادم مفہوم بیان کئے جائیں، کہتے ہیں اس بارے اصل یہ ہے کہ حظر واباحت احکام کی صفات ہیں نہ کہ اعیان کی، کہتے ہیں ہر وہ مجتہد جس کا اجتہاد کسی وجہِ تاویل کے موافق ہو، مصیب ہے۔

مشہور یہ ہے کہ جمہور کی رائے میں قطعیات میں مصیب ایک ہی فریق ہوگا جاحظ اور عنبری اس میں مخالف رائے رکھتے ہیں، غیر قطعی احکام ومسائل میں بھی جمہور یہی رائے رکھتے ہیں اسے امام شافعی نے ذکر مع التائید کیا ہے اشعری سے منقول ہے کہ ہر مجتہد مصیب ہے اور حکم اللہ ظنِ مجتہد کے تابع ہے بعض حنفیہ اور بعض شافعیہ کا قول ہے کہ وہ اپنے اجتہاد کی رو سے تو مصیب ہے لیکن نفس الأمر کے مطابق اس کا اجتہاد نہ ہوا تو وہ مخطئ ہے تب اس کے لئے ایک اجر ہے (یعنی اجرِ اجتہاد، البتہ اجرِ اصابت سے وہ محروم رہے گا)۔ اس نکتہ پر مبسوط بحث کتاب الأحکام میں آئے گی، بقول ابن حجر اس واقعہ سے یہ استدلال کرنا کہ ہر مجتہد علی الاطلاق مصیب ہے، واضح نہیں صرف یہ ہے کہ بذلِ وسع (یعنی تأمل کرنے والوں) اور اجتہاد کرنے والوں پر کوئی تعنیف صادر نہ فرمائی جو ان کی عدم تأثیم کی جانب اشارہ تھا، اس واقعہ کا حاصل یہ ہے کہ بعض صحابہ نے اس نہی کو حقیقت پر محمول سمجھا اور نماز کے وقت کے خروج کی پرواہ نہ کی گویا ان کے مدِ نظر محاصرۂ خندق کے دوران پیش آیا ایک واقعہ رہا جو حدیثِ جابر کے ضمن میں گزرا ہے کہ ایک مرتبہ شدتِ محاصرہ کی وجہ سے نبی اکرم اور ہمرائیوں کیلئے نمازِ عصر ادا کرنا ممکن نہ رہا حتی کہ سورج غروب ہو گیا، دوسروں نے اس نہی کو محمول علی غیر حقیقت خیال کیا اور سمجھا کہ آنجناب نے یہ بات بنی قریظہ کے ہاں جلد از جلد پہنچنے کی ترغیب سے بطور کنایہ کہی ہے، پھر آپ نے ہر دو گروہوں کی کوئی تعنیف نہ فرمائی اس سے جمہور کا استدلال ہے کہ اجتہاد کرنے والا غیر متأثم ہے (خواہ جادۂ صواب سے دور بھی رہے) کیونکہ اگر ان میں سے آپکی نظر میں کوئی متأثم ہوتا تو ضرور ان کی سرزنش فرماتے، اس سے ابن حبان نے استدلال کیا کہ تارکِ نماز حتی کہ وقت ختم ہو جائے، کافر نہیں بقول ابن حجر یہ محلِ نظر ہے، شدتِ خوف کے عالم میں حالت سواری میں (فرض) نماز کی ادائیگی پر بھی اس سے استدلال ہوا ہے بقول ابن حجر یہ بھی محل نظر ہے، اسکی وضاحت صلاۃ الخوف کے باب میں کر چکا ہوں، یہ بھی ثابت ہوا کہ متعمداً تاخیر کرنے والا حتی کہ وقت نکل گیا، اب وقت نکل جانے کے بعد بھی ادا کر سکتا ہے کیونکہ ان صحابہ کرام نے غروبِ آفتاب کے بعد نماز ادا کی

ابن حجر لکھتے ہیں یہ بھی محل نظر ہے کیونکہ ان کی یہ تاخیرِ نماز عمداً نہیں بلکہ ایک عذر کے سبب تھی، ابن منیر نے عجیب استنباط کیا ہے کہ جن صحابہ نے راستے میں نماز ادا کی انہوں نے حالت سواری میں کی تھی کیونکہ اگر اترتے تو یہ اسراع کے حکمِ نبوی کے منافی ہوتا کیونکہ ان کے پیش نظر حکمِ خداوندی کہ نمازوں کو ان کے اوقات کے اندر پڑھو اور حکمِ نبوی کہ بنی قریظہ جلد از جلد پہنچو، تھا لہذا سواریوں پر ہی نماز ادا کی ہوگی، بہر حال اس امر کی کوئی صراحت موجود نہیں کہ سواریوں پر ہی نماز ادا کی، ابن قیم الہدی میں لکھتے ہیں ہر دو گروہ ماجور ہیں البتہ جنہوں نے نماز ادا کر لی تھی وہ دو فضیلتوں کے حائز (یعنی مستحق) بنے کہ اسراع کے حکمِ نبوی کا بھی امتثال کر لیا اور نماز بھی وقت پر ادا کر لی اور پھر نمازِ عصر کی بابت تو خاص حکم ہے، بہر حال تاخیر کرنے والوں کی بھی نبی پاک نے کوئی تعنیف نہ فرمائی کیونکہ انہوں نے بھی اجتہاد کیا اور اپنے زعم کے مطابق حکمِ نبوی کا امتثال کیا۔

علامہ انور (فقال بعضهم لا نصلي حتى نأتيها) کے تحت لکھتے ہیں اس بارے ان کے اختلافِ مدارک کی بات گزر چکی ہے پھر جانو کہ ہمارے امام اعظم کی طرف یہ قول منسوب کیا گیا ہے کہ حق ایک ہی ہے اور یہ دائر ہے جبکہ صاحبین کی طرف منسوب ہے کہ وہ ظاہراً اور باطناً متعدد ہے، اصولیوں کی ایک جماعت یہ موقف رکھتی ہے کہ ہر مسئلہ میں حکم اللہ تعالی کی جانب سے (مقرر) ہے اور مجتہدین کا

کام یہ ہے کہ اسے تلاش کریں (یا کوشش کریں، یہی کوشش اجتہاد کہلاتی ہے) یہ قول امام کی رائے کے قریب ہے، ایک جماعت کا موقف یہ ہے کہ موضعِ مجتَہد فیہ میں اللہ تعالی کی جناب سے کوئی حکم مقرر نہیں ہوتا لیکن مجتہد حکم بالأ شبہ جاری کرتا ہے، یہ صاحبین کی رائے سے اقرب ہے اس ضمن میں ایک تیسری جماعت بھی ہے جن کا قول ہے کہ مجتہد اس میں مختار ہے جو چاہے (اجتہاد کر کے) حکم جاری کرے۔

4120 - حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي الأَسْوَدِ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ وَحَدَّثَنِي خَلِيفَةُ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ الرَّجُلُ يَجْعَلُ لِلنَّبِيِّ ﷺ النَّخَلاَتِ حَتَّى افْتَتَحَ قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيرَ وَإِنَّ أَهْلِي أَمَرُونِي أَنْ آتِيَ النَّبِيَّ ﷺ فَأَسْأَلَهُ الَّذِينَ كَانُوا أَعْطَوْهُ أَوْ بَعْضَهُ وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ قَدْ أَعْطَاهُ أُمَّ أَيْمَنَ فَجَاءَتْ أُمُّ أَيْمَنَ فَجَعَلَتِ الثَّوْبَ فِي عُنُقِي تَقُولُ كَلاَّ وَالَّذِي لاَ إِلَهَ إِلاَّ هُوَ لاَ يُعْطِيكَهُمْ وَقَدْ أَعْطَانِيهَا أَوْ كَمَا قَالَتْ وَالنَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ لَكِ كَذَا وَتَقُولُ كَلاَّ وَاللَّهِ . حَتَّى أَعْطَاهَا حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ عَشَرَةَ أَمْثَالِهِ أَوْ كَمَا قَالَ .

(ترجمہ کیلئے جلد چہارم ص: ۸۳، اس میں مزید یہ ہے کہ ام ایمن کو ہمارے مال میں سے کچھ دیا تھا انہوں نے واپس کرنے سے انکار کیا آنجناب انہیں فرماتے جاتے یہ چھوڑ دو تمہیں اتنا عطا کرتا ہوں حتی کہ دس گنا دے کر راضی کیا) أطرافه 2630، 3128، 4030

شیخ بخاری کا نام عبداللہ ہے جیسا کہ اس کا بیان کتاب الخمس میں گزرا وہاں یہی روایت اتم سیاق کے ساتھ ذکر کی تھی، فتح نضیر اور پھر فتح قریظہ کے بعد رسول اللہ نے انصار کے اپنے مہاجر بھائیوں کو برائے انتفاع دئے ہوئے باغات واپس کرنا شروع کر دئے تھے، ام ایمن سمجھیں کہ انہیں ملکیتِ رقبہ بھی عطا ہوئی تھی اس لئے واپس کرنے سے گریزاں ہوئیں آنجناب نے ملاطفت سے کام لیتے ہوئے انہیں تقریبا دس گنا زائد دیکر راضی کیا۔

(فجاء ت أم أيمن الخ) اس سیاق میں کچھ کلام محذوف ہے، مسلم کی روایت میں جس کی وضاحت ہے، اس میں ہے کہ آنجناب سے جب رجوع کیا تو ام ایمن کو دیا ہوا رقبہ مجھے عطا کر دیا (یعنی واپس کر دیا)۔

(والنبی ﷺ يقول لك كذا الخ) نووی لکھتے ہیں ام ایمن نے خیال کیا کہ یہ منحہ مؤبدہ تھا (یعنی ہمیشہ کیلئے انہیں اس کا مالک بنا دیا تھا) تو نبی اکرم نے ان کے اس ظن کی تردید نہیں کی، ان کی تطییبِ قلب مقصود تھی (کہ وہ آپکی دایہ تھیں) تو اپنے پاس سے کئی گنا زائد دیکر انہیں راضی کیا کہ اسے چھوڑ دیں۔ (عشرة أمثاله أو الخ) مسلم کی روایت میں ہے: (عشرة أمثاله أوقريباً من عشرة أمثاله) یعنی دس گنا یا اس کے قریب، حدیث سے آنجناب کی فرطِ جود وسخا ثابت ہوئی ام ایمن کا مقام ومرتبہ بھی، یہ اسامہ بن زید کی والدہ ہیں ان کے (سابقہ شوہر سے) بیٹے ایمن بھی شرفِ صحبت سے بہرہ ور ہیں، ایمن حنین میں شہید ہو گئے تھے اسامہ سے عمر میں (کافی) بڑے تھے، ام ایمن آنجناب کے کچھ عرصہ بعد فوت ہوئیں۔

4121 - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ نَزَلَ أَهْلُ قُرَيْظَةَ عَلَى حُكْمِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فَأَرْسَلَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى سَعْدٍ فَأَتَى عَلَى حِمَارٍ فَلَمَّا دَنَا مِنَ الْمَسْجِدِ قَالَ لِلأَنْصَارِ قُومُوا إِلَى

سَیِّدِکُمْ أَوْخَیْرِکُمْ فَقَالَ هَؤُلَاءِ نَزَلُوا عَلَی حُکْمِكَ فَقَالَ تَقْتُلُ مُقَاتِلَتَهُمْ وَتَسْبِی ذَرَارِیَّهُمْ قَالَ قَضَیْتَ بِحُکْمِ اللَّهِ وَرُبَّمَا قَالَ بِحُکْمِ الْمَلِكِ .

(ترجمہ کیلئے جلد چہارم ص:۵۲۴)أطرافه 3043، 3804، 6262-

المناقب میں یہی روایت عالی سند کے ساتھ لائے تھے اسی کتاب المغازی میں بھی گزر چکی ہے۔(عن سعد بن ابراھیم عن أبی أمامة) نسائی کے ہاں محمد بن صالح بن دینار تمار مدنی نے سعد سے روایت کرتے ہوئے (عن عامر بن سعد بن أبی وقاص عن أبیه)ذکر کیا ہے،شعبہ کی روایت اصح ہے، یہ بھی محتمل ہے کہ سعد کے اس میں دوشیوخ ہوں۔(علی حکم سعد) اگلی حدیث کی بحث میں اس کی تفصیل آرہی ہے،محمد بن صالح کی مشارالیہ روایت میں ہے کہ فیصلہ دیا کہ ہراس فردکوقتل کردیا جائے جواسترا استعمال کر چکا ہے(یعنی زیر ناف بالوں کی صفائی کیلئے)۔

(فلما دنا من المسجد) کہا گیا ہے کہ اس مسجد سے مراد محاذ کی وہ مسجد جو نبی اکرم نے عارضی طور پرا قامتِ صلوات کے لئے تیار کرائی، مسجد نبوی مرادنہیں۔(قوموا إلی سید کم) کتاب الاستئذان میں اس بارے بحث آئے گی کہ آیا آنجناب نے صرف انصار سے مخاطب ہوکر یہ ہدایت دی تھی یا سب حاضرین مخاطَب تھے؟مسند احمد کی علقمہ بن وقاص عن عائشہ سے روایت میں ہے کہ جب حضرت سعد نمودار ہوئے آنجناب نے فرمایا اپنے سردار کی طرف کھڑے ہوجاؤ اورانہیں اتارو (فأنزِلُوہ)(گویا آپ کے یہ کہنے کا مطلب یہ نہیں تھا کہ سب حاضرین ان کے استقبال کو کھڑے ہو جائیں جو عام خطباء و مدرسین بیان کرتے ہیں بلکہ تا کہ انہیں سواری سے اترنے میں مدد دی جائے،ایسے موقعوں پر عموما خاص و متعین افراد کومخاطب کئے بغیر صیغہِ جمع ہی استعمال کیا جاتا ہے)۔

(بحکم الملك) لامِ مکسور کے ساتھ، یہ شک کسی راوی کی طرف سے ہے،محمد بن صالح کی روایت میں بغیر شک کے یہ الفاظ ہیں:(لقد حکمت فیھم الیوم بحکم الله الذی حکم به من فوق سبع سماوات)، (شائداس عبارت سے سابقہ سطور کی بحثِ اجتہاد کی بابت یہ کہا جاسکے کہ اجتہادی مسائل میں ایک اللہ کا حکمِ مقتضی ہوتا ہے جسے ممکنہ طور پر یکے از مجتہدین اپنے اجتہاد وسعی سے تلاش کر لیتا ہے اوراس کا اجتہاد اس حکمِ خداوندی کے موافق ہوتا ہے جبکہ باقیوں کو اجرِ اجتہاد مل جاتا ہے)۔ابن عائذ کی حدیثِ جابر میں ہے کہ آپ نے انہیں فرمایا:(احکم فیھم یا سعد) وہ بولے:(الله ورسوله أحقُّ بالحکم) آپ نے فرمایا اللہ نے ہی حکم دیا ہے کہ تم ان کی بابت فیصلہ کرو،ابن اسحاق کے مرسلِ علقمہ بن وقاص میں ہے کہ فیصلہ کے بعد فرمایا:(لقد حکمت فیھم بحکم الله من فوقِ سبعة أرقعة) ارقعۃ رقیع کی جمع ہے، یہ آسمان کے اسماء میں سے ہے بقول کسے کیونکہ وہ (رُقعت بالنجوم) ستاروں سے مرقع (مزین) ہے،اس سب سے کرمانی کا رد ہوتا ہے جو(بحکم الملك)کو لامِ مفتوح سے پڑھتے اور اس سے مراد حضرت جبریل کوقرار دیتے ہیں کیونکہ وہی نازل بالاً حکام ہوتے ہیں سہیلی لکھتے ہیں (من فوق سبع سماوات) کا مفہوم یہ ہوا کہ فیصلہ آسمان سے نازل ہوا تھا، کہتے ہیں اسی کی نظیر حضرت زینب بنت جحش کی نبی اکرم ساتھ شادی کے ضمن میں ان کا یہ قول ہے:(زوجنی الله من نبیه من فوق سبع سموات) کہ اللہ نے اپنے نبی کے ساتھ میرے شادی ساتوں آسمانوں کے اوپر سے کی،یعنی وہاں سے یہ تزویج نازل ہوئی (سورۃ احزاب کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے: فَلَمَّا قَضَیٰ زَیْدٌ مِنهَا وَطَراً زَوَّجْنَا کَهَا) کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کوموصوف بالفوق کرنا مستحیل نہیں اس مفہوم پر جو اس کی جلالت کے لائق ہے نہ کہ مُفضی الی التشبیہ،

اس معنائے محدد پر جو وہم وگمان میں آ سکتا ہے، اس حدیث پر بقیہ بحث آگے آ رہی ہے۔

4122 - حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أُصِيبَ سَعْدٌ يَوْمَ الْخَنْدَقِ رَمَاهُ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ يُقَالُ لَهُ حِبَّانُ ابْنُ الْعَرِقَةِ رَمَاهُ فِي الْأَكْحَلِ فَضَرَبَ النَّبِيُّ ﷺ خَيْمَةً فِي الْمَسْجِدِ لِيَعُودَهُ مِنْ قَرِيبٍ فَلَمَّا رَجَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنَ الْخَنْدَقِ وَضَعَ السِّلَاحَ وَاغْتَسَلَ فَأَتَاهُ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُوَ يَنْفُضُ رَأْسَهُ مِنَ الْغُبَارِ فَقَالَ قَدْ وَضَعْتَ السِّلَاحَ وَاللَّهِ مَا وَضَعْتُهُ اخْرُجْ إِلَيْهِمْ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ فَأَيْنَ فَأَشَارَ إِلَى بَنِي قُرَيْظَةَ فَأَتَاهُمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَنَزَلُوا عَلَى حُكْمِهِ فَرَدَّ الْحُكْمَ إِلَى سَعْدٍ قَالَ فَإِنِّي أَحْكُمُ فِيهِمْ أَنْ تُقْتَلَ الْمُقَاتِلَةُ وَأَنْ تُسْبَى النِّسَاءُ وَالذُّرِّيَّةُ وَأَنْ تُقْسَمَ أَمْوَالُهُمْ قَالَ هِشَامٌ فَأَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ سَعْدًا قَالَ اللَّهُمَّ إِنَّكَ تَعْلَمُ أَنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيَّ أَنْ أُجَاهِدَهُمْ فِيكَ مِنْ قَوْمٍ كَذَّبُوا رَسُولَكَ ﷺ وَأَخْرَجُوهُ اللَّهُمَّ فَإِنِّي أَظُنُّ أَنَّكَ قَدْ وَضَعْتَ الْحَرْبَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ فَإِنْ كَانَ بَقِيَ مِنْ حَرْبِ قُرَيْشٍ شَيْءٌ فَأَبْقِنِي لَهُ حَتَّى أُجَاهِدَهُمْ فِيكَ وَإِنْ كُنْتَ وَضَعْتَ الْحَرْبَ فَافْجُرْهَا وَاجْعَلْ مَوْتَتِي فِيهَا فَانْفَجَرَتْ مِنْ لَبَّتِهِ فَلَمْ يَرُعْهُمْ وَفِي الْمَسْجِدِ خَيْمَةٌ مِنْ بَنِي غِفَارٍ إِلَّا الدَّمُ يَسِيلُ إِلَيْهِمْ فَقَالُوا يَا أَهْلَ الْخَيْمَةِ مَا هَذَا الَّذِي يَأْتِينَا مِنْ قِبَلِكُمْ فَإِذَا سَعْدٌ يَغْذُو جُرْحُهُ دَمًا فَمَاتَ مِنْهَا رضی الله عنه .أطرافه 463، 2813، 3901، 4117-

حضرت عائشہ روایت کرتی ہیں کہ حضرت سعد کو خندق کے دن قریش کے ایک شخص حبان بن عرفہ نے تیر مارا جو انکی بازو کی رگ میں لگا نبی پاک نے انکے لئے مسجد میں خیمہ نصب کرنے کا حکم دیا تا کہ قریب سے انکی عیادت کرتے رہیں، آپ جب خندق سے واپس ہوئے ہتھیار اتارے اور غسل فرمایا تو اپنے سر سے غبار جھاڑتے ہوئے حضرت جبریل آئے اور کہا آپ نے ہتھیار اتار دئے؟ بخدا میں نے نہیں اتارے، آپ انکی طرف نکلئے ،فرمایا کہاں؟ بنی قریظہ کی طرف اشارہ کیا تو نبی اکرم ان کے ہاں آئے آخر وہ حضرت سعد کو ثالث مان کر قلعہ سے اتر آئے ، انہوں نے فیصلہ دیا کہ انکے بالغ مردوں کو قتل کر دیا جائے اور عورتوں اور بچوں کو غلام بنالیا جائے اور انکے اموال اہلِ اسلام میں تقسیم کر لئے جائیں ، ہشام کہتے ہیں مجھے حضرت عائشہ نے بیان کیا کہ حضرت سعد نے دعا کی تھی کہ اے اللہ تو جانتا ہے کہ تیری راہ میں جہاد سے بڑھ کر کوئی چیز مجھے مرغوب نہیں اس قول کے خلاف جنہوں نے تیرے رسول کی تکذیب کی اور انہیں نکال دیا اے اللہ میرا خیال ہے کہ کہ اب ہماری اور انکی جنگ نہ ہوگی، اگر قریش سے کوئی جنگ باقی ہے تو مجھے زندہ رکھ تا کہ جہاد کروں اور اگر لڑائی کا سلسلہ تو نے ختم کر دیا ہے تو میرے زخموں کو ہرا کر دے اور اسی میں میری موت کا ساماں کر دے، تو اس دعا کے بعد انکے سینے کا زخم ہرا ہو گیا مسجد میں قبیلہ غفار کے کچھ لوگ مقیم تھے خون کی ایک لہر انکی طرف بہہ کر آئی تو وہ گھبرائے اور کہا اے خیمہ والو یہ تمہاری جانب سے ہماری طرف کیا بہہ کر آ رہا ہے؟ دیکھا کہ حضرت سعد کے زخم سے خون بہہ نکلا ہے اسی میں انکی وفات ہوگئی۔

(حبان بن العرقة) عرقہ اس کی والدہ کا نام تھا، بنت سعید بن سعد بن سہم۔ (فی الأکحل) بازو کے وسط میں ایک

رگ، خلیل کے بقول یہ رگِ حیات ہے، کہا جاتا ہے کہ ہر عضو میں اس کی ایک شاخ ہے (یعنی یہ رگِ حیات سارے جسمانی اعضاء میں جاتی ہے) بازو والی رگ اکحل، کمر والی ابہر اور ران مالی نسا کہلاتی ہے، یہ اگر کٹ جائے تو مسلسل خون بہے جاتا ہے (جو آخر کار پورے جسم سے نکل جاتا ہے جس سے فوری موت واقع ہو جاتی ہے)۔

(وضع السلاح و اغتسل فأتاه جبريل) اس سیاق سے متبین ہوتا ہے کہ الجہاد والی روایت میں موجود واؤ زائدہ ہے وہاں یہ عبارت تھی: (لمارجع يوم الخندق ووضع السلاح فأتاه جبريل) یہ قرطبی کے دعوی کہ فاء زائدہ ہے، سے اولی ہے کیونکہ واؤ تو عموماً زائدہ مستعمل ہوتی رہتی ہے، دراصل ایک طریق میں (أتاه جبريل) ہے تبھی انہوں نے یہ دعویٰ کیا، طبرانی اور بیہقی کی قاسم بن محمد عن عائشہ سے روایت میں ہے کہ ہم گھر کے اندر موجود تھے کہ دروازے پر ایک شخص نے سلام کہا آنجناب نہایت گھبرا کر دروازے کی طرف گئے، میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے گئی تو وہ دحیہ کلبی تھے، آپ نے فرمایا یہ حضرت جبریل ہیں، حدیثِ علقمہ میں یہ بھی ہے کہ مجھے حکم دے رہے ہیں کہ بنی قریظہ کی طرف جاؤں، یہ بھی ہے کہ نبی پاک کو اس انداز میں دیکھا گویا حضرت جبریل سے غبار جھاڑتے ہوں حماد بن سلمہ عن ہشام سے روایت میں ہے کہ دروازے کی درز سے دیکھا کہ غبار سے ان کا سر بھرا ہوا ہے۔

(فأتاهم رسول الخ) یعنی ان کا محاصرہ کر لیا ابن عائذ کے مرسلِ قتادہ میں ہے کہ نبی اکرم نے ایک منادی کو بھیجا جو آپ کا پیغام بآوازِ بلند کہہ رہا تھا کہ (يا خيل الله ار كبى) اے خدائی شہ سوارو! سوار ہو جاؤ، حاکم اور بیہقی کی ابو الأسود عن عروہ سے روایت میں ہے کہ حضرت علی کو علم دے کر بطور مقدمۃ الجیش بھیجا ان کے پیچھے آپ بھی چلے موسی بن عقبہ کے ہاں مزید یہ بھی ہے کہ دس سے کچھ دن زائد محاصرہ رہا ابن سعد نے پندرہ دن نقل کیا ہے، علقمہ بن وقاص کی روایت میں پچیس دن مذکور ہے، یہی ابن اسحاق کی (عن أبيه عن معبد بن كعب) سے روایت میں ہے، اس میں ہے کہ محاصرہ سے سخت تنگ آ گئے ان کے سردار نے قبیلہ کو تجویز پیش کی کہ اب یہی صورت ہے کہ مسلمان ہو جائیں، یا پھر اپنی عورتوں اور بچوں کو اپنے ہاتھ سے قتل کر کے مقابلہ پر نکل آئیں یا ایک صورت یہ ہے کہ ہفتہ کی شب اچانک شبخون ماریں (کیونکہ ہر خاص و عام میں مشہور تھا کہ یہود ہفتہ کا دن شروع ہوتے ہی۔ یعنی جمعہ اور ہفتہ کی درمیانی رات سے، تمام کام چھوڑ دیتے ہیں تو اس صورت حال سے فائدہ اٹھانے کی ترغیب دی) مگر قوم کہنے لگی ہم اسلام بھی قبول نہ کریں گے (ولا نستحل ليلة السبت) شبِ ہفتہ بھی حلال نہ سمجھیں گے اور رہی بات عورتوں اور بچوں کو قتل کر ڈالنے کی تو (اگر ایسا کر لیا تو) ان کے بعد ہماری زندگیوں کا کیا فائدہ؟ بعد ازاں ابولبابہ بن عبدالمنذر کی طرف پیغام بھیجا تا کہ ان سے مشاورت کی جائے، ان کے ساتھ ان کا حلیفانہ معاملہ تھا، ان سے پوچھا آپ کی اس بارے کیا رائے ہے کہ اگر اپنے آپ کو نبی اکرم کے فیصلہ پر چھوڑ کر نیچے اتر آئیں؟ انہوں نے یہ سن کر اپنے حلق پر ہاتھ پھیرا، گویا اشارہ دیا کہ اگر ایسا کیا تو آنجناب یہ فیصلہ دیں گے، بعد ازاں انہیں اس فعل پر ندامت ہوئی تو مسجد نبوی میں آ کر اپنے آپ کو ستون سے باندھ لیا حتی کہ اللہ نے توبہ قبول کر لی۔

(فرد الجكم إلى سعد) بظاہر وہ آنجناب کو ہی فیصل مان کر قلعہ سے اتر آئے تو انصار نے اس بابت آپ سے سوال کیا (ابن حجر کے الفاظ ہیں: فلما سأله الأنصار فيهم، مراد یہ کہ ان کی سفارش کی) تو آپ نے معاملہ حضرت سعد کی صوابدید پر چھوڑ دیا، ابن اسحاق نے اس کی یہ تفصیل دی ہے کہ آخر کار جب آپ کے رحم و کرم اور فیصلہ پر اپنے آپ کو سپرد کر کے اتر آئے تو اوس کے انصار نے آنجناب سے گزارش کی کہ آپ نے خزرج کے حلفاء یعنی بنی قینقاع کی بابت جو فیصلہ دیا تھا وہی ان کے بارہ میں فرما

دیں، آپ نے فرمایا کیا تم اس امر پر راضی نہیں کہ تمہیں میں کا کوئی شخص ان کا فیصلہ کرے؟ عرض کی کیوں نہیں، فرمایا معاملہ (تمہارے سردار) سعد بن معاذ کے حوالے کیا جاتا ہے، اکثر اہلِ سیر نے لکھا ہے کہ وہ (ابتداء ہی سے) حضرت سعد کو حکم مان کر اترے تھے، تطبیق کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ اولا آنجناب کو ثالث مانا پھر حضرت ابولبابہ سے مشورہ کے بعد حضرت سعد کو ثالث مان لیا، علقمہ کی روایت میں اس کی صراحت ہے اس میں ہے: (فلما استشاروا أبا لبابة قال ننزل علی حکم سعدبن معاذ) ابن عائذ کی حدیثِ جابر میں بھی یہی ہے اس سے ظاہر ہوا کہ دو اسباب کی وجہ سے حضرت سعد کو منصف بنا دیا ایک تو اوس نے ان کی سفارش کی دوسرا ابولبابہ کا ان کو اشارہ، (یعنی مشورہ) یہ بھی محتمل ہے کہ اولا ابولبابہ کے مشورہ پر (آنجناب کے فیصلہ پر سرنڈر کرنے سے) توقف کیا بعد میں پتا چلا کہ اوس (جو زمانہ جاہلیت میں ان کے حلفاء رہے تھے) نے ان کے سلسلہ میں رسول اکرم سے سفارش کی ہے تو اس یقین پر آپ کو فیصل مان کر اتر آئے کہ آپ اوس کے سردار سعد بن معاذ کو منصف بنا دیں گے (اور آپ نے یہی کیا) مسلم کی علی بن مسہر عن ہشام بن عروہ سے روایت میں ہے کہ آپ نے حضرت سعد کو اختیار دیا کہ وہ ان کے بارہ میں فیصلہ کریں اور یہ ان کے حلیف رہے تھے۔

(أن تقتل المقاتلة) ابن اسحاق ذکر کرتے ہیں کہ انہیں دارِ بنت الحارث میں محبوس کر دیا گیا جبکہ ابواسود عن عروہ کی روایت میں ہے کہ دارِ اسامہ بن زید میں، تطبیق یہ ہوگی کہ کچھ کو اس میں اور کچھ کو اس میں، ابن عائذ کی حدیثِ جابر میں تصریح ہے کہ دو گھروں میں بند کیا گیا ابن اسحاق لکھتے ہیں حضرت سعد کے اس فیصلہ کے بعد خندقیں کھودی گئیں ان میں ان کے سر قلم زد کئے گئے تاکہ خون اس میں بہے، ان کے اموال، عورتوں اور بچوں کو اہلِ اسلام پر تقسیم کر دیا گیا، گھوڑے کا بھی مالِ غنیمت میں حصہ رکھا اور یہ پہلا موقع تھا کہ گھڑ سوار کو دو حصے دیئے، ابن سعد کے مرسلِ حمید بن ہلال میں ہے کہ حضرت سعد نے یہ فیصلہ بھی دیا کہ ان کے گھر مہاجرین میں تقسیم کر دیئے جائیں، ان کی تعداد کی بابت اختلاف ہے ابن اسحاق نے چھ سو لکھی ہے، ابوعمرو نے ترجمہ سعد بن معاذ میں اسی پہ جزم کیا ہے ابن عائذ کے مرسلِ قتادہ میں سات سو مذکور ہے بقول سہیلی زیادہ تعداد بتلانے والوں نے آٹھ اور نو سو کے درمیاں کہی ہے ترمذی، نسائی اور ابن حبان کی صحیح اسناد کے ساتھ حدیثِ جابر میں ہے کہ چار سو مقاتل (یعنی لڑائی کرنے کے قابل افراد) تھے، تطبیق یوں دی جا سکتی ہے کہ جن روایات میں اس سے زیادہ تعداد مذکور ہے وہ ان کے اتباع کو ملا کر ہے (بظاہر یہ فیصلہ سخت معلوم ہوتا ہے لیکن اگر ان کے جرمِ عہد شکنی کو دیکھا جائے کہ کیسے نہایت جاں گسل لمحات میں جب مسلمان سخت خطرے اور ہر طرف سے محاصرہ میں تھے، معاہدۂ امن توڑ کر پیچھے سے وار کرنا چاہا اور اپنے جواسیس دارِ حسان کی طرف بھیجے کہ صورتحال معلوم کریں جہاں نبی اکرم کے حکم سے مسلمانوں کی عورتوں اور بچوں کو رکھا گیا تھا، وہ تو اللہ کا کرم ہوا کہ ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا، پھر یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ ان مشکل حالات میں اپنے سابقہ حلیفوں کی نسبت اس قدر احسان فراموشی کا مظاہرہ کیا، ان کے اسی بڑے جرم کے مدنظر حضرت سعد جو ان کے حلیف رہے تھے نے یہ مذکورہ فیصلہ دیا، تاریخ اٹھا کر دیکھ لیں اہلِ زمانہ قتل تک کے جرم معاف کر دیتے ہیں مگر سازشیں اور مشکل حالات میں غداری کرنے والوں کو کوئی معاف نہیں کرتا، تاریخ نے یہودیوں کی سازشیں اور غداریاں محفوظ رکھی ہیں اور اس وجہ سے جو نتائج انہیں بھگتنا پڑے انہیں بھی، جنگ عظیم اول و ثانی انہی کی کارستانیوں اور سازشوں کے نتیجہ میں برپا ہوئیں، ان کی پرانی عادت ہے کہ جہاں اور جن کے ساتھ رہتے ہیں ان سے غداری ضرور کرتے ہیں، اندلس میں یہی کیا اور جدید تاریخ میں جرمنی میں یہی کیا اسی وجہ سے ہٹلر نے خوفناک تشدد کا نشانہ بنایا، دو صفتیں ان کا شعار اور قومی شناخت بن چکی ہیں سازشیں کرنا اور بزدلی، اور بزدل شخص ہی عموما سازشی اور مکار ہوتا ہے اب زیرِ نظر واقعہ

میں بھی ان میں جرات نہ ہوئی کہ خم ٹھونک کر میدان میں آجاتے اورلڑتے ہوئے مارے جاتے آخر آٹھ نوسو کی تعداد میں تھے، بزدل اور سازشی شخص کی ایک سرشت یہ بھی ہوتی ہے کہ اختیار اور اقتدار ملنے پر ظالم ثابت ہوتا ہے ان کے اسی ظلم کا مشاہدہ ہم ارضِ فلسطین، بیروت کے صابرہ وشتیلہ کے مہاجر کیمپسوں اور حالیہ جنگِ غزہ میں کر چکے ہیں اور نبوی پشین گوئی کے مطابق انہی جرائم کی وجہ سے حضرت عیسیٰ کے زمانہ میں اجتماعی ہلاکت کا شکار بنیں گے)۔

(قال هشام فأخبرني أبي) اسی سند کے ساتھ موصول ہے، حدیث کا یہ حصہ اوائل الہجرۃ میں موصولا ایک دیگر طریق کے ساتھ ہشام سے نقل ہو چکا ہے مسلم کی نمیرعن ہشام سے روایت میں ہے (قال سعد وتحجر كلمه للبراء) کہ یہ دعا اس وقت کی جب انکا زخم تقریبا بھر چکا تھا۔ (فإني أظن الخ) بعض شراح نے لکھا ہے کہ ان کا یہ ظن درست نہ تھا کیونکہ اس کے بعد بھی غزوات ہوئے بقول ان کے اسے اس امر پرمحمول کیا جائے گا کہ حضرت سعد کی یہ دعا بارگاہِ ایزدی میں شرف قبولیت نہ پاسکی بلکہ انہیں عظیم رتبہِ شہادت کیلئے خاص کر لیا گیا یا سعد کی مراد اس حالیہ لڑائی کا اختتام تھا نہ کہ بعد والی جنگیں، ابن تین داؤدی سے نقل کرتے ہیں کہ ضمیر بنی قریظہ کی طرف راجع ہے بقول ابن تین یہ نہایت بعید قول ہے، ابن حجر لکھتے ہیں قبل ازیں اس کا رد کیا جا چکا ہے اول الھجرۃ میں اس حدیث پر اثنائے بحث، لکھتے ہیں میرا خیال ہے کہ حضرت سعد کا یہ ظن درست ثابت ہوا تھا اوران کی یہ دعا مستجاب ہوئی کیونکہ جنگ خندق کے بعد قریش کی طرف سے کسی جنگ کی ابتدا نہ ہوئی تھی (بلکہ عملا کوئی جنگ ہوئی ہی نہ تھی سوائے فتح مکہ کے موقع پر حضرت خالد کے زیرکمان دستہ سے معمولی سی جھڑپ کے) خود قرآن میں مذکور ہے: (وَ هُوَ الَّذِىْ كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَ أَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ)[الفتح:24] لہذا ان کے قول (أظن أنك وضعت الحرب) سے مراد کفارِ مکہ کا مدینہ پر حملہ کیلئے آنا ہے نبی اکرم نے بھی جنگ خندق کے اختتام پر فرمایا تھا اب وہ کبھی حملہ نہ کرسکیں گے بلکہ ہم ان پر حملہ آور ہوں گے۔

(من لبته) یہ موضع القلادۃ من الصدر ہے (یعنی عموماً جہاں تک ہار پہنا جاتا ہے)، یہ الفاظ مسلم اور اسماعیلی کی روایتوں کے ہیں، نسخہ کشمیہنی میں (من ليلته) ہے مگر یہ تصحیف ہے حماد بن سلمہ نے ہشام سے روایت میں یہ الفاظ نقل کئے ہیں: (فإذا لبته قد انفجرت من كلمه) اسے ابن خزیمہ نے تخریج کیا، زخم پھول کر اس کا ورم سینے سے جاملا تھا، وہاں سے پھٹ پڑا۔ (فانفجرت) اس کا سبب ابن سعد کے مرسلِ حمید بن ہلال میں مذکور ہے اس میں ہے کہ لیٹے ہوئے تھے کہ وہاں سے گزرتے ہوئے بکری کا سینگ زخم سے ٹکرا گیا جس سے وہ پھٹ گیا اور خون تیزی سے بہنے لگا۔

(فلم يرعهم) ھم، ضمیر مسجد میں موجود نبی اکرم وصحابہ کی طرف راجع ہے (وفي المسجد خيمة) جملہ حالیہ ہے۔ (من بني غفار) ابن اسحاق کے حوالے سے گزرا کہ حضرت رفیدہ اسلمیہ کا خیمہ مسجد میں نصب تھا شائد ان کے شوہر غفاری ہوں (حضرت رفیدہ جنگوں میں زخمی ہونے والوں کا علاج معالجہ کیا کرتی تھیں اس غرض سے اپنا خیمہ یعنی موبائل کلینک اس موقع پر مسجد کے ایک گوشہ میں نصب کیا ہوا تھا اور یہ خود نبی اکرم کی ہدایت پر کیا تھا تاکہ حضرت سعد وغیرہ کا علاج آنجناب کی زیرنگرانی جاری رہے)۔

(فمات منها) ابن خزیمہ کی روایت میں ہے: (فإذاا لدم له هدير) کہ خون اتنی تیزی اور کثرت سے بہا کہ آواز پیدا ہوئی، احمد کی علقمہ بن وقاص عن عائشہ سے روایت میں ہے: (وكان قد برى إلا مثل الخرص) کہ اس وقت تک زخم سوائے مثلِ خرص بھر چکا تھا، خرص کان میں پہنے جانے والی بالی قسم کے زیور کو کہتے ہیں، مسلم کی عبدۃ بن سلیمان عن ہشام سے روایت میں مذکور ہے

کہ مسلسل خون بہتا رہا حتی کہ داعیِ اجل آن حاضر ہوا، حضرت سعد کی اس دعا سے ثابت ہوا کہ تمنائے شہادت اور اس کے لئے دعا کرنا جائز ہے، موت کی تمنا کرنے سے جو عمومی نہی وارد ہوئی ہے یہ اس سے مخصوص (مستثنیٰ) ہے، افضل کی موجودی کی باوجود مفضول کو حَکم بنانا بھی جائز ثابت ہوا، عہد نبوی میں ثبوتِ اجتہاد بھی ملا، اصولِ فقہ میں یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے مختار اس کا جواز ہے خواہ نبی اکرم حاضر ہوں یا نہ ہوں! مانعین نے اسے اس لئے مستبعد سمجھا ہے کہ یہ گویا امکانِ قطع کے باوجود اعتماد علی الظن ہے (یعنی نبی اکرم سے تو قطعی حکم مل سکتا ہے مگر ذاتی اجتہاد کرنا گویا وہم وظن پر اعتماد کرنا ہے) مگر یہ ضار نہیں کیونکہ (آخر اسے نبی اکرم پر پیش کیا جاتا ہے اور) آپ کی تقریر (یعنی برقرار رکھنے) سے قطعی ہی بن جائے گا، جنگ حنین کے ضمن میں قتیل ابوقتادہ کی بابت آنجناب کی موجودگی میں جناب صدیق اکبر کے اجتہاد کا آگے ذکر آئے گا، مزید بحث کتاب الاعتصام میں ہوگی۔

علامہ انور (وفي المسجد خيمة من بني غفار) کے تحت لکھتے ہیں یہاں مسجد سے مراد وہ جگہ جو محاذ پر برائے اقامتِ صلوات تیار کی گئی تھی، آنجناب کی عادتِ معروفہ تھی کہ اسفار میں پڑاؤ کی جگہ نمازوں کی ادائیگی کیلئے کوئی جگہ ہموار کراتے، رواۃ اسے مسجد کے لفظ سے تعبیر کر دیتے ہیں، انہیں انظارِ فقہاء سے کیا نسبت؟ وہ تو صرف نقلِ واقع کرتے ہیں گویا لغوی معنی مراد لیتے ہیں نہ کہ فقہی اصطلاح میں مسجد، لہذا یہاں لازم نہیں کہ یہ واقعہ مسجد نبوی میں پیش آیا ہو، حاشیہ میں مولانا بدر اضافہ کرتے ہیں کہ بنی قریظہ کا محلّہ مدینہ سے چھ میل کی مسافت پر تھا لہذا احتمالی طور پر اس مسجد سے مراد وہی جگہ ہوگی جو برائے ادائیگیِ نماز وہاں تیار کی گئی، جنہوں نے اسے مسجد نبوی سمجھا ان کے ذہن میں ہوگا کہ چونکہ ایامِ خندق میں حضرت رفیدہ کا خیمہ مسجد نبوی میں تھا تو ایامِ قریظہ میں بھی وہیں ہوگا۔

4123 - حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَدِيٌّ أَنَّهُ سَمِعَ الْبَرَاءَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِحَسَّانَ اهْجُهُمْ أَوْ هَاجِهِمْ وَجِبْرِيلُ مَعَكَ .أطرافه 3213، 4124، - 6153

4124 - وَزَادَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ قُرَيْظَةَ لِحَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ اهْجُ الْمُشْرِكِينَ فَإِنَّ جِبْرِيلَ مَعَكَ

.(ترجمہ کیلئے جلد چہارم ص:۷۱۳) أطرافه 3213، 4123، 6153-

عدی سے مراد ابن ثابت ہیں۔ (اهجهم أو هاجهم) راوی کو شک ہے کہ کون سا لفظ استعمال کیا دوسرا پہلے سے اخص ہے۔ (وزاد ابراهيم الخ) اسے نسائی نے موصول کیا اور اس کی سند بخاری کی شرط پر ہے ابو اسحاق سے مراد شیبانی ہیں انکا نام سلیمان تھا، اس زیادت سے ظاہر ہوا کہ حضرت حسان کو یہ ہدایت غزوہ قریظہ کے دنوں میں جاری فرمائی تھی ابن مردویہ کی حدیثِ جابر میں اس کی صراحت ہے اس میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے احزاب کو خائب وخاسر واپس کیا تو نبی اکرم نے اہلِ اسلام سے مخاطب ہو کر فرمایا: (مَن يحمي أعراض المسلمين؟) کون مسلمانوں کی عزتوں کی حمایت وحفاظت کرے گا (یعنی کفار کے ہجویہ اشعار کا جواب دے گا) اس پر حضرات کعب، ابن رواحہ اور حسان کھڑے ہوئے، آپ نے حضرت حسان سے فرمایا: (اهجهم أنت) تم ان کی ہجو کا جواب دو اس کام میں روح القدس تمہارے معاون ومددگار بنیں گے، اس سے شیبانی کی مذکورہ زیادت کی تائید ملتی ہے (حضرت حسان کا شعری مرتبہ باقی دونوں سے بلند تھا، ان کی شاعری پورے عالم عرب میں مسلمہ تھی جبکہ باقی دونوں صرف مدینہ کی حد تک ہی معروف تھے ایک روایت میں ہے کہ حضرات کعب اور ابن رواحہ کے اس ضمن کے اشعار آنجناب کو پسند نہ آئے تھے تبھی حضرت حسان کو حکم دیا کہ وہ یہ

مہم سنبھالیں) ابن اسحاق نے بنی قریظہ کے معاملہ میں منظوم حضرت حسان کے متعدد قصائد پیش کئے ہیں۔

31 - باب غَزْوَةُ ذَاتِ الرِّقَاعِ (غزوۂ ذات الرقاع)

وَهِيَ غَزْوَةُ مُحَارِبِ خَصَفَةَ مِنْ بَنِي ثَعْلَبَةَ مِنْ غَطَفَانَ فَنَزَلَ نَخْلاً وَهِيَ بَعْدَ خَيْبَرَ لأَنَّ أَبَا مُوسَى جَاءَ بَعْدَ خَيْبَرَ

یہ جنگ محارب قبیلہ سے ہوئی جو خصفہ کی اولاد تھے بنی ثعلبہ غطفان میں سے، آپ نے مقامِ نخل میں پڑاؤ کیا، یہ جنگِ خیبر کے بعد کا واقعہ ہے کیونکہ ابوموسیٰ خیبر کے بعد مدینہ آئے تھے۔

اس غزوہ کی بابت اہلِ سیر کا اختلاف ہے کہ کب اس کا وقوع ہوا، سببِ تسمیہ مختلف فیہ معاملہ ہے بخاری کا میلان یہ ہے کہ اس کا وقوع غزوہ خیبر کے بعد تھا ان کی بنائے استدلال کئی امور پر ہے جن پر آگے مفصل بحث آرہی ہے لیکن اس کے باوجود صحیح بخاری میں اس کا ذکر خیبر سے قبل کیا ہے، میں نہیں جانتا کہ ایسا اہلِ مغازی کی رائے کہ یہ غزوہ خیبر سے قبل ہے کو تسلیم کرتے ہوئے کیا یا یہ ناقلین کا تصرف ہے یا اس احتمال کی طرف اشارہ ہے کہ دو غزوے اس ایک ہی نام سے موسوم ہیں جیسا کہ بیہقی نے ذکر کیا، اصحابِ مغازی تو اسے قطعیت کے ساتھ قبل از خیبر قرار دیتے ہیں البتہ اس کے زمانۂ وقوع میں باہم مختلف ہیں ابن اسحاق کے بقول سن چار ہجری میں بنی نضیر کے غزوہ کے بعد اور خندق سے قبل تھا، لکھتے ہیں بنی نضیر کے واقعہ کے بعد آنجناب ربیع الثانی کا مہینہ اور جمادی اولیٰ کا کچھ عرصہ گزر جانے کے بعد نجد کی طرف گامزن ہوئے آپکا مقصد بنی محارب اور بنی ثعلبہ جو غطفانی قبائل سے ہیں، کے ساتھ مڈھ بھیڑ تھا حتی کہ آپ نے نخل میں پڑاؤ ڈالا، یہی مہم غزوہ ذات الرقاع کے نام سے مشہور ہے، ابن سعد اور ابن حبان نے لکھا ہے کہ یہ مہم محرم سن پانچ میں روانہ ہوئی تھی ابو معشر نے جزم کے ساتھ اسے خندق اور قریظہ کے واقعات کے بعد قرار دیا ہے، یہ امام بخاری کے صنیع کے موافق ہے پہلے گزرا کہ غزوۂ بنی قریظہ سن پانچ کے ماہِ ذی القعدہ میں تھا تو غزوہ ذات الرقاع اسی سال کے آخر میں ہوا ہوگا جہاں تک موسیٰ بن عقبہ کا تعلق ہے وہ اس امر میں تو باقی اہلِ سیرت سے متفق ہیں کہ اس کا وقوع قبل از خیبر ہے مگر اس کے زمانۂ وقوع کی بابت متردد ہیں کہ آیا بدر سے قبل ہے یا بعد؟ پھر احد سے قبل ہے یا بعد؟ ابن حجر لکھتے ہیں یہ تردُد لاحاصل ہے بلکہ قطعیت کے ساتھ یہی کہنا مناسب ہے کہ یہ بعد از قریظہ تھا کیونکہ پہلے گزرا ہے کہ جنگ خندق کے زمانہ تک نمازِ خوف مشروع نہ تھی اور یہاں ذکر ہے کہ اس غزوہ کے دوران نمازِ خوف ادا کی گئی لہذا قطعی طور سے اس کے بعد ہے آگے اس کی وضاحت آتی ہے۔

(وهي غزوة محارب خصفة) اس بابت مصنف اواخر الباب کی ایک روایت کے متابع ہیں خصفہ سے مراد ابن قیس بن عیلان بن الیاس بن مضر ہیں جبکہ محارب اس خصفہ کا بیٹا تھا، قیس کے محاربی اسی کی طرف منتسب ہیں، مضر میں بھی محاربی موجود ہیں لیکن وہ محارب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر کی طرف نسبت کے حامل ہیں، وہ قریش کی ایک شاخ ہیں حبیب بن مسلمہ جن کا ذکر اواخر غزوہ الخندق میں آیا، انہی میں سے تھے کرمانی کو یہاں وہم لگا انہوں نے یہی کہنے پہ اکتفاء کیا کہ محارب فہر کا ایک قبیلہ ہے اور خصفہ، ابن قیس بن عیلان ہے حالانکہ بنی فہر تو کسی طور قیس مذکور کی طرف منسوب نہیں ہاں البتہ عرنیین میں بھی ایک محارب بن صباح ہے، ایک محارب بن عمرو عبد القیس میں تھا، دمیاطی وغیرہ نے اس کا ذکر کیا ہے اسی نکتہ کے پیشِ نظر امام بخاری نے یہاں محارب کو خصفہ کی طرف مضاف کیا ہے تاکہ باقی محاربیوں سے ان کا تمیز ہو گویا وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ وہ محارب جو خصفہ

کی طرف منتسب ہیں نہ کہ وہ جو فہر وغیرہ کی طرف منسوب ہیں۔

(من بنی ثعلبة بن غطفان) اس سیاق میں یہی واقع ہے اس کا مقتضایہ ہے کہ ثعلبہ محارب کا جد ہے لیکن ایسا نہیں تھا، قابسی کے نقل کردہ سیاق میں (خصفة بن ثعلبة) ہے یہ اور بھی زیادہ باعثِ وہم ہے درست وہ جو ابن اسحاق وغیرہ کی روایت میں ہے: (و بنی ثعلبة) واوِ عطف کے ساتھ کیونکہ غطفان، ابن سعد بن قیس بن عیلان ہے، پس محارب اور غطفان ایک دوسرے کے عمزاد ہیں تو اعلی ادنی کی طرف کیونکر منسوب ہو سکتا ہے آگے حدیثِ جابر میں: (محارب و ثعلبة) مذکور ہوگا، یہی صواب ہے اسی طرح (ثعلبة بن غطفان) میں۔ بن۔ بھی محلِ نظر ہے اولیٰ وہی جو ابن اسحاق کے ہاں ہے یعنی (من) کیونکہ یہ ثعلبہ بن سعد بن دینار بن معیص بن ریث بن غطفان ہے البتہ (ابن غطفان)۔ (یعنی اگر بن کی بجائے ابن ہو) کی یہ توجیہہ ہو سکتی ہے کہ جدِ اعلی کی طرف نسبت ہے، آگے بکر بن سوادہ سے روایت میں: (یوم محارب و ثعلبة) ہے دونوں کے مابین مغایرت کے ساتھ، عربوں میں بنی ثعلبہ کی طرف صرف یہی منسوب ہیں البتہ بنی اسد میں ایک قلیل جماعت بنی ثعلبہ بن دودان بن اسد بن خزیمہ ہے، ثعلبی تغلبیوں سے بسا اوقات مشابہ کر دئے جاتے ہیں حالانکہ وہ بکر بن وائل کے بھائی تغلب بن وائل کی طرف منسوب ہیں جو ربیعہ سے ہیں، مضر کے بھائیوں میں سے۔

(نخلا) مدینہ سے دو دن کی مسافت پر ہے یہ ایک وادی ہے جسے شرخ بھی کہا جاتا تھا یہاں قیس من بنی فزارہ اور انمار و اشجع کے چند گھرانے رہائش پذیر تھے، یہ بکری نے ذکر کیا ہے، آخرِ بحث تنبیہہ کے عنوان سے ابن حجر لکھتے ہیں کہ جمہور اہلِ مغازی کے نزدیک غزوہ ذات الرقاع ہی غزوہ محارب ہے مگر واقدی اسے دو شمار کرتے ہیں قطب حلبی نے بھی شرح السیرۃ میں انہی کی پیروی کی ہے واللہ اعلم بالصواب۔

(فنزل نخلا) نخل ذات الرقاع سے قریب ہی ایک جگہ تھی وہ نخل جہاں نبی اکرم نے صبح کی نماز پڑھی جس کی قراءت جنوں نے سنی (وہی جس کا ذکر سورۂ احقاف میں ہے) وہ طائف کے پاس ایک مقام ہے مدینہ سے تین مراحل کی مسافت پر۔

شاہ انور کشمیری اس بابت لکھتے ہیں بخاری و مسلم میں مذکور ہے کہ اس غزوہ کا نام ذات الرقاع اس لئے پڑا کہ چلتے چلتے جوتے گھس گئے تو پاؤں پر پٹیاں لپیٹیں، میں کہتا ہوں یہ بھی اگرچہ صحیح ہے مگر اصوب یہ ہے کہ ذات الرقاع یہاں ایک پہاڑ کا نام تھا جیسا کہ معجم البلدان میں مذکور ہے، شاعر کا یہ قول نقل کیا ہے: (حتی إذا کنا بذات الرقاع) رقعہ مخالف رنگ کو کہتے ہیں یہ پہاڑ دو رنگا تھا، سفید اور سیاہ جس سے یہ نام پڑا، اس باب میں قولِ شاعر پر اعتماد اجدر و احریٰ ہے، یہ بھی ممکن ہے کہ دونوں امر مطابقِ واقع ہوں لہذا کوئی تعارض نہیں اسی سے واپسی کے سفر میں حضرت جابر سے اونٹ خریدنے کا قصہ (جو کتاب البیوع میں گزرا ہے) پیش آیا دراصل آنجناب کا بالفعل اونٹ خریدنے کا پروگرام نہ تھا اس بہانے ان کی اعانت مقصود تھی صرف صورتِ شراء اختیار کی، اس غزوہ میں یہ واقعہ بھی پیش آیا کہ پہرہ دینے کے دوران ایک صحابی تہجد پڑھنے میں مشغول تھے کہ ناگاہ ایک تیر آ لگا مگر وہ برابر نماز میں مشغول رہے اسے توڑا نہیں، اسی میں نمازِ خوف کا حکم نازل ہوا، اس بارے اختلاف ہے کہ یہ خیبر سے قبل تھا یا بعد؟ بخاری کا میلان بعد کی طرف ہے اس ضمن میں تمام ارباب سیرت کے مخالف ہیں، ان کے ہاں یہ غزوہ خیبر سے قبل ہے پھر تعجب اس امر پر ہے کہ ذکر کرتے ہوئے خیبر کو اس سے مؤخر کیا میرے نزدیک آنجناب نے ذات الرقاع کی طرف دو مرتبہ سفر اختیار کیا تھا، ایک مرتبہ قبل از خیبر اور دوسری مرتبہ اس کے بعد س

سات ہجری میں، حاکم نے اکلیل میں یہی اختیار کیا ہے اس کی تائید مسلم کی روایتِ جابر سے ملتی ہے جس میں ہے کہ ہم نے آنجناب کے ہمراہ جہینہ کی ایک قوم سے جنگ کی جنہوں نے ہمارا سخت مقابلہ کیا اور جہینہ وہی ہیں جو اس غزوہ ذات الرقاع میں بھی مد مقابل تھے لیکن جیسا کہ بخاری میں ہے یہاں جنگ تک نوبت نہ آسکی تھی لہذا تعددِ سفر کی تاویل کرنا ضروری ہے، حافظ اس کے قائل نہیں، کہتے ہیں میں نے (حاکم کی ذکر کردہ) یہ رائے مکمل وضوحِ حال اور اپنے رب سے استخارات کے بعد اختیار کی ہے۔(وھوغزوۃ محارب الخ) کے تحت رقمطراز ہیں کہ یعنی محارب بن خصفہ، خصفہ بنی ثعلبہ میں سے نہیں بلکہ وہ ابن قیس ہے لہذا یہ سہو ہے صواب (محارب وخصفة وبني ثعلبه) بالعطف ہے، علم کی علم کی طرف اضافت جائز ہے اگر اس سے کوئی فائدہ حاصل ہوتا ہو اگرچہ نحاۃ نے اس کا انکار کیا ہے۔

(لأن أبا موسى جاء بعد خيبر) اس سے اپنی رائے پر استدلال کیا ہے ان کی روایت آگے آرہی ہے، یہ ایک صحیح استدلال ہے آگے ذکر ہوگا کہ حضرت ابوموسی حبشہ سے خیبر کے بعد پہنچے تھے اور پھر وہ ذات الرقاع میں بھی شریک ہیں تو اس سے لازما ثابت ہوا کہ یہ بعد از خیبر ہے، ابن حجر کہتے ہیں مجھے ابن سید الناس پہ تعجب ہے جو لکھتے ہیں مجھے نہیں پتہ بخاری نے کیونکر حدیثِ ابی موسی کو اپنی دلیل سمجھ لیا حالانکہ اس میں ایسی کوئی بات نہیں جو ان کے میلان کی مؤید ہو، یہ نفی مردود ہے اور دلالت، جیسا کہ بیان کیا نہایت واضح ہے جہاں تک ان کے شیخ دمیاطی ہیں انہوں حدیثِ صحیح کے غلط ہونے کا دعوی کر دیا اس بنا پر کہ تمام اہلِ سیرت اسکے برخلاف رائے رکھتے ہیں حالانکہ میں نے پہلے ذکر کیا ہے کہ انکے مابین بھی اس کے زمانۂ وقوع کی بابت اختلاف ہے لہذا اولی یہی ہے کہ اس حدیثِ صحیح کو ہی اس باب میں معتمد سمجھا جائے اور اس کی تقویت آگے آنے والی روایاتِ ابی ہریرہ اور ابن عمر سے بھی ہوتی ہے، بعض نے یہ تاویل بھی کہ ہے کہ حضرت ابوموسی جس غزوہِ ذات الرقاع میں شریک ہوئے تھے وہ اس غزوہ ذات الرقاع سے الگ ہے جس میں نمازِ خوف نازل ہوئی تھی کیونکہ ابوموسی کہہ رہے ہیں کہ وہ چھ نفوس تھے جبکہ نمازِ خوف والے غزوہ میں تو مسلمانوں کی تعداد اس سے کئی گنا زائد ہے، جواب یہ ہے کہ ابوموسی نے یہ تعداد اس غزوہ میں شریک تمام مسلمانوں کی نہیں بتلائی بلکہ ان کی جو (الرامة) میں سے ان کے موافق تھے، تعدد کی ایک دلیل یہ دی جاتی ہے کہ ابوموسی اس کی وجہِ تسمیہ یہ بتلا رہے ہیں کہ پاؤں پر رقاع لپیٹیں تھیں جبکہ اہلِ مغازی اس ضمن میں کئی دیگر امور کا ذکر کرتے ہیں مثلا ابن ہشام وغیرہ کہتے ہیں وجہ تسمیہ یہ ہے کہ مسلمانوں نے اپنے جھنڈوں میں رقاع لگائے ہوئے تھے، بعض نے لکھا کہ یہ اس مقام پر موجود ایک درخت کا نام تھا بعض اس جگہ کا نام قرار دیتے ہیں کیونکہ یہ مختلف رنگوں والی سطحِ زمین تھی بعض نے یہ وجہ لکھی ہے کہ ان کے گھوڑے دورنگے تھے، یہ آخری بات ابن حبان نے ذکر کی، واقدی کہتے ہیں اس جگہ کے ایک پہاڑ کا نام تھا جو مختلف رنگوں والی چٹانوں پر مشتمل تھا، بالجملہ ابوموسی کا ذکر کردہ سبب ان میں سے کسی نے بیان نہیں کیا لیکن اس سے تعددِ واقعہ ہونا لازم ثابت نہیں ہوتا، سہیلی نے ابوموسی کے ذکر کردہ سببِ تسمیہ کو راجح قرار دیا ہے اور نووی نے بھی، وہ لکھتے ہیں ممکن ہے یہ ساری باتیں ہی امرِ واقع ہوں! داؤدی نے تو حد کر دی جب لکھا کہ نمازِ خوف کی وجہ سے یہ نام پڑا، (لترقيع الصلاة فيها) کیونکہ نماز کو ٹکڑوں میں گویا قسطوں میں ادا کیا، تعدد کی دلیل یہ بھی بن سکتی ہے کہ ابوموسی نے نمازِ خوف کا مطلقا ذکر نہیں کیا اور نہ اس امر کا کہ دشمنوں سے مڈبھیڑ ہوئی تھی لیکن عدمِ ذکر عدمِ وقوع پر دال نہیں ہوتا، اس مسئلہ میں حضرت ابوہریرہ نے بھی یہی روش اختیار کی جب ذکر کیا کہ وہ اس وقت خدمتِ نبوی میں حاضر ہوکر حلقہ بگوش اسلام بنے جب آنحضرت خیبر میں تھے آگے ذکر ہوگا، مگر اس کے باوجود ذکر کیا کہ انہوں نے نبی پاک کے ساتھ غزوہ نجد میں نمازِ خوف ادا کی ہے، آگے واضحاً آرہا ہے اسی طرح ابن عمر کی روایت میں

بھی ہے کہ غزوہ نجد میں نمازِ خوف ادا کی، اور پہلے گزرا ہے کہ اسلام میں ابن عمر کا پہلا معرکہ جس میں وہ شریک ہوئے غزوہ خندق ہے تو اس سے دلالت ملی کہ ذات الرقاع جنگ خیبر کے بعد ہے۔

4125 - وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَجَاءٍ أَخْبَرَنَا عِمْرَانُ الْقَطَّانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ما أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى بِأَصْحَابِهِ فِي الْخَوْفِ فِي غَزْوَةِ السَّابِعَةِ غَزْوَةِ ذَاتِ الرِّقَاعِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ الْخَوْفَ بِذِي قَرَدٍ أطرافه 4126، 4127، 4130، - 4137- 4126 - وَقَالَ بَكْرُ بْنُ سَوَادَةَ حَدَّثَنِي زِيَادُ بْنُ نَافِعٍ عَنْ أَبِي مُوسَى أَنَّ جَابِرًا حَدَّثَهُمْ صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ بِهِمْ يَوْمَ مُحَارِبٍ وَثَعْلَبَةَ .أطرافه 4125، 4127، 4130، 4137
4127 - وَقَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ سَمِعْتُ وَهْبَ بْنَ كَيْسَانَ سَمِعْتُ جَابِرًا خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى ذَاتِ الرِّقَاعِ مِنْ نَخْلٍ فَلَقِيَ جَمْعًا مِنْ غَطَفَانَ فَلَمْ يَكُنْ قِتَالٌ وَأَخَافَ النَّاسُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فَصَلَّى النَّبِيُّ ﷺ رَكْعَتَيِ الْخَوْفِ وَقَالَ يَزِيدُ عَنْ سَلَمَةَ غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ الْقَرَدِ أطرافه 4125، 4126، 4130، 4137

حضرت جابر راوی ہیں کہ نبی پاک نے صحابہ کرام کو ساتویں سال (یا ساتویں غزوہ) میں نمازِ خوف پڑھائی یعنی غزوہ ذات الرقاع میں، ابن عباس کا بیان ہے کہ نبی پاک نے ذی قرد نامی جگہ میں نماز خوف پڑھائی۔(سوادہ کی روایت): جابر کہتے ہیں کہ نبی اکرم نے محارب وثعلبہ سے جنگ کے دن انہیں نمازِ خوف پڑھائی۔

(قال عبدالله بن رجاء) نسخہ ابو ذر میں (وقال لی الخ) ہے، عبداللہ مذکور غدانی بصری ہیں، بخاری کا ان سے سماع ثابت ہے ایک دیگر محدث عبداللہ بن رجاء مکی ہیں بخاری نے ان کا زمانہ نہیں پایا، بہر حال اسے ابو العباس سراج نے اپنی مبوب مسند میں جعفر بن ہاشم کے حوالے سے موصول کیا ہے، عمران قطان سے مراد بصری ہیں بخاری ان کا ذکر صرف معرضِ استشہاد ہی میں کرتے ہیں۔
(صلی بأصحابه فی الخوف) السراج کی روایت میں (أربع رکعات) کا اضافہ بھی ہے یہ بھی کہ دو رکعتیں پڑھائیں پھر یہ واپس چلے گئے دوسروں نے آ کر دو آپ کے ہمراہ پڑھیں، حضرت جابر کی ایک روایت میں نماز خوف کی ایک اور صورت بھی مذکور ہے (ظاہر ہے اس مقام پر کئی دن اسی خوف کے عالم میں کہ جنگ اب شروع ہوئی کہ اب ہوئی، نمازیں ادا کیں لہذا متعدد صورتیں معرضِ وجود میں آئیں، پھر اس تعدد کی ایک وجہ چار اور دو رکعات والی نمازیں بھی ہیں)۔حضرت جابر راوی ہیں کہ نبی پاک نے صحابہ کرام کو ساتویں سال (یا ساتویں غزوہ) میں نمازِ خوف پڑھائی یعنی غزوہِ ذات الرقاع میں، ابن عباس کا بیان ہے کہ نبی پا نے ذی قرد نامی جگہ میں نماز خوف پڑھائی۔

(غزوة السابعة) ایک رائے ہے کہ یہ اضافت الشیء إلی نفسہ ہے یا اس میں حذف ہے جس کی تقدیر یہ ہے:(غزوة السفرة السابعة) کرمانی وغیرہ (السنة) کا لفظ مقدر مانتے ہیں یعنی سن سات ہجری میں، بقول ابن حجر یہ محل نظر ہے کیونکہ اگر یہ مراد ہوتا تو یہ اس غزوہ کے بعد از خیبر ہونے کی قطعی نص ہوئی اور مصنف کو ابو موسی کے قصہ سے استدلال کی زحمت نہ کرنا پڑتی (اور نہ کسی کو اس میں اختلاف ہوتا) ہاں البتہ یہ مراد لینا کہ یہ ساتواں غزوہ ہے، بخاری کی اختیار کردہ رائے کہ ذات الرقاع غزوہ خیبر کے بعد تھا، کا مؤید ہے کیونکہ اگر غزوات سے مراد یہ ہے کہ جن میں نبی اکرم بنفس نفیس نکلے اگر چہ لڑائی کی نوبت نہ آ سکی ہو، تو ساتواں غزوہ تو احد سے قبل ہی واقع ہو گیا تھا اور کسی نے یہ رائے اختیار نہیں کہ کہ غزوہ ذات الرقاع جنگ احد سے قبل تھا سوائے موسی بن عقبہ کی متردد

رائے کے جو ذکر ہوئی، لیکن یہ محلِ نظر ہے کیونکہ اس امر پر سب کا اتفاق ہے کہ نمازِ خوف معرکہ خندق کے بعد نازل ہوئی ہے (اور ذات الرقاع میں نماز ہائے خوف ادا کیں ہیں) تو متعین ہوا کہ ذات الرقاع بعد از قریظہ ہے، اس سے یہ بھی متعین ہوا کہ یہاں غزوات سے مراد وہ معرکے جن میں باقاعدہ لڑائی واقع ہوئی، اس ضمن میں اولین معرکہ بدر پھر احد، تیسرا خندق، چوتھا قریظہ، پانچواں مریسیع، چھٹا خیبر اور اس سے لازم آیا کہ ساتواں معرکہ ذات الرقاع ہے کیونکہ تنصیص ہے کہ یہ ساتواں ہے، تو مراد تاریخ الوقعۃ ہے نہ کہ عددِ مغازی، یہ عبارت سن مراد ہونے کے اعتبار سے روایتِ احمد کی عبارت سے اقرب ہے جو یہ ہے: (وكانت صلاة الخوف في السابعة) تو یہاں (الغزوة) اور (السنة) دونوں کو مقدر ماننا صحیح ہے۔

(بذي قرد) مدینہ سے ایک دن کی مسافت پر بلادِ غطفان کے مضافات میں ایک جگہ کا نام ہے، ابن عباس کی یہ روایت نسائی اور طبرانی نے ابو بکر بن ابو الجہم عن عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ عنہ کے طریق سے موصول کی ہے اس میں (مثل صلاة حذيفة) بھی ہے، احمد اور اسحاق نے اسی طریق سے یہ سیاق نقل کیا ہے: (فصف الناس خلفه صفين، صف موازى العدو وصف خلفه) کہ دو صفیں بنائی گئیں ایک دشمن کے موازی (یعنی سامنے) اور دوسری اس کے پیچھے، آنجناب نے ساتھ والی صف کو ایک رکعت پڑھائی پھر وہ دوسروں کی جگہ چلے گئے وہ ان کی جگہ آ گئے جنہیں بھی ایک رکعت پڑھائی، ابن عباس کی یہ روایتِ باب (صلاة الخوف) میں زہری عن عبید اللہ کے حوالے سے گزری ہے مگر وہاں (بذي قرد) مذکور نہ تھا وہاں یہ عبارت تھی کہ تمام لوگ ہی مشغولِ نماز رہے البتہ ایک دوسرے کا پہرہ دیتے رہے (ممکن ہے اس کی صورت یہ بنی ہو کہ سجدے میں سب ایک ہی مرتبہ نہ گئے ہوں، اگلی صف گئی ہو اور پچھلی صف قومہ میں کھڑی ان کی حفاظت کرتی رہی انہوں نے ان کے سجدہ سے اٹھنے کے بعد سجدہ کیا) اسے جمہور نے اس امر پر محمول کیا ہے کہ دشمن ان کے سامنے قبلہ کی جہت تھا، آگے ذکر ہوگا یہ صفت حضرت جابر کی بیان کردہ صفت سے مختلف ہے جس سے ظاہر ہوا کہ یہ الگ قصہ ہے لیکن بخاری کے حدیثِ ابن عباس اور پھر حدیثِ سلمہ بن اکوع جو اس کے موافق ہے، نقل کرنے کا مقصد اپنی رائے کو تقویت پہنچانا ہے کہ غزوہ ذات الرقاع بعد از خیبر تھا کیونکہ سلمہ کی روایت میں یہ تنصیص موجود ہے کہ یہ حدیبیہ کے بعد کا واقعہ ہے اور خیبر قربِ حدیبیہ تھا البتہ سبب وقصہ کا اختلاف اس کے لئے معکر ہے

ذات الرقاع کا سبب یہ اطلاع آنا تھا کہ محارب مدینہ پر حملہ آور ہونے کی تیاری میں ہیں تو (جارحانہ دفاع کی حکمت عملی اختیار کرتے ہوئے) ان کے علاقہ کا رخ کیا جب کہ ذی قرد کی مہم کا فوری سبب یہ بنا کہ عبد الرحمٰن بن عیینہ نے مدینہ کی چراگاہ پر غارت گری کی تو ان کا تعاقب کرتے ہوئے آنجناب اس طرف نکلے، حدیثِ سلمہ سے دلالت ملتی ہے کہ انہوں نے اکیلے ان ڈاکوؤں کو مار بھگایا اور ان سے چھینے گئے جانور واپس لے لئے اس اثناء نبی اکرم ایک جمعیت کے ساتھ پہنچ گئے اور ان کے تعاقب میں آگے بڑھے مگر زیادہ آگے غطفان کے علاقہ تک نہ پہنچے تھے لہذا دونوں الگ الگ واقعات ہیں۔

جہاں تک نمازِ خوف کی صفت و ہیئت کا اختلاف ہے تو صرف یہ تعدد وتغایر کی دلیل نہیں بن سکتا کیونکہ محتمل ہے ایک ہی سفر بلکہ ایک ہی دن میں دو (یا دو سے بھی زائد) طریقوں وصفت سے نمازِ خوف کی ادا کی گئیں ہو۔

(وقال بكر بن سوادة الخ) یہ جزامی مصری مکنی با بوامامہ ہیں فقہائے مصر سے ہیں عمر بن عبد العزیز نے دین وفقہ کی تعلیم کے لئے انہیں افریقہ بھیجا تھا وہیں ۱۲۸ھ میں انتقال کیا ابن معین اور نسائی نے ثقہ قرار دیا ہے بخاری میں ان کی یہی ایک معلق روایت

ہے اسے سعید بن منصور نے اسی سند سے موصول کیا ہے جبکہ زیاد بن نافع بھی مصری ہیں تابعی صغیر تھے ان کی بھی بخاری میں یہی ایک تعلیق ہے، ابوموسی کی بابت کہا گیا ہے کہ علی بن ریاح مراد ہیں جو معروف تابعی تھے مسلم نے ان سے تخریج احادیث کی ہے، بعض نے غافقی لکھا، جن کا نام مالک بن عبادہ تھا وہ معروف صحابی ہیں، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ ایک مصری راوی ہیں جن کا نام معلوم نہیں ان کا بھی اسی ایک جگہ تذکرہ ہے، یہاں (یوم محارب و ثعلبة) نقل کرنا سابق الذکر بحث کہ اول ترجمہ میں وہم کا شکار ہوئے ہیں، کی تائید کرتا ہے۔

(وقال ابن اسحاق الخ) ابن حجر لکھتے ہیں ابن اسحاق کے حوالے سے جو یہ سیاق نقل کیا ہے کسی جگہ نہیں ملا، نہ سیرت ابن اسحاق میں نہ کسی اور ذی مغازی کے ہاں البتہ اس سیرت ابن اسحاق میں جس کی تہذیب ابن ہشام نے کی، یہ عبارت ہے: ابن اسحاق کہتے ہیں مجھے وہب بن کیسان نے حضرت جابر بن عبداللہ سے بیان کیا کہ میں آنجناب کے ساتھ غزوہ ذات الرقاع جو نخل میں ہے، نکلا، ایک سرکش اونٹ پر سوار تھا، تو آگے اس کا قصہ (کہ کیسے واپسی کے سفر میں نبی اکرم نے خرید لیا جو قبل ازیں کئی مقامات پر تفصیلی گزرا ہے) بیان کیا اسے احمد نے بھی بحوالہ ابراہیم بن سعد عن ابن اسحاق تخریج کیا، البتہ اس روایت سے قبل کی عبارت میں ابن اسحاق لکھتے ہیں آپ نجد کی طرف نکلے، غطفان کے قبائل بنی محارب اور بنی ثعلبہ کی سرکوبی کا ارادہ تھا حتی کہ نخل میں پڑاؤ ڈالا آگے ہے: (وھی غزوة ذات الرقاع فلقی بھا جمعا من غطفان) لوگ ایک دوسرے سے متقارب ہوئے مگر قتال کی نوبت نہ آسکی ایک دوسرے کو خوف میں ڈالا حتی کہ اس عالم میں نبی اکرم نے نمازِ خوف کرائی پھر لوگ واپس آگئے، بخاری نے صحیح مین منقول سیاق وہب بن کیسان عن جابر کے طریق سے مدرجا نقل کیا ہے مگر جیسا کہ واضح ہوا، یہ ابن اسحاق کے ہاں وہب سے نہیں تو ممکن ہے بخاری کو کسی ایسے طریق سے ملا ہو جس پر ہم مطلع نہ ہو سکے (ابن حجر نے جواو پر تہذیب ابن ہشام کے حوالے سے سیاق نقل کیا ہے اس میں یہاں نقل کردہ فقط یہ جملہ نہیں: فلقی جمعا من غطفان، مگر خود لکھتے ہیں کہ اس سیاق سے قبل کی عبارت میں یہ جملہ موجود ہے لہذا اسے روایت بالمعنی قرار دینا موزوں ہوگا نہ کہ مختلف سیاق قرار دینا) یا ممکن ہے نسخہ میں کچھ تقدیم و تاخیر ہوگئی ہو تو اسے خبرِ مسند کے ساتھ ہی موصول خیال کیا ہو، کہتے ہیں کسی نے اس طرف دھیان نہیں دیا

نخل اراضی غطفان کا ایک موضع ہے بقول ابوعبید بکری غیر منصرف ہے بعض نے غفلت سے نخلِ مدینہ قرار دے دیا اور اس سے حضر میں بھی نمازِ خوف کی مشروعیت پر استدلال کیا، ان کی بات نادرست ہے، شافعی کے نزدیک حضر میں بھی نمازِ خوف جائز ہے جمہور کے مطابق حضر میں اسی صورت جب خوف لاحق ہو، امام مالک سفر کے ساتھ مختص کہتے ہیں جمہور کی حجت یہ آیت ہے: (فَإِذَا كُنتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلَاةَ) تو یہاں نمازِ خوف کو سفر کے ساتھ مقید نہیں کیا۔

(وقال یزید عن سلمة الخ) یزید سے مراد ابن عبید ہیں جبکہ سلمہ، ابن اکوع! آگے غزوہِ خیبر میں یہ موصولا آرہی ہے مصنف نے اس پر غزوہ ذی قرد کا ترجمہ قائم کیا ہے، وہی جس میں ابن عیینہ نے مسلمانوں کی چراہ گاہ پر شبخون مارا، اس میں نمازِ خوف کا ذکر موجود نہیں یہاں سابقہ حدیثِ ابن عباس کی وجہ سے نقل کیا ہے جس میں ہے کہ نبی اکرم نے مقامِ ذی قرد میں نمازِ خوف ادا فرمائی لیکن ذی قرد کے ذکر سے لازم نہیں کہ قصہ بھی ایک ہو جیسے کہ یہ لازم نہیں کہ ایک مقام کی بابت اس ذکر سے کہ وہاں نبی اکرم نے نماز خوف ادا کی ہے، کسی اور مقام پر بھی اس کی ادائیگی منتفی نہیں ہو جاتی، بیہقی لکھتے ہمیں اس امر میں کوئی شک نہیں کہ غزوہِ ذی قرد حدیبیہ

اور فتح خیبر کے بعد ہے حضرت سلمہ کی روایت میں اس کی تصریح موجود ہے، البتہ ذات الرقاع کا معاملہ مختلف فیہ ہے۔

4128 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلاَءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي غَزَاةٍ وَنَحْنُ سِتَّةُ نَفَرٍ بَيْنَنَا بَعِيرٌ نَعْتَقِبُهُ فَنَقِبَتْ أَقْدَامُنَا وَنَقِبَتْ قَدَمَايَ وَسَقَطَتْ أَظْفَارِي وَكُنَّا نَلُفُّ عَلَى أَرْجُلِنَا الْخِرَقَ فَسُمِّيَتْ غَزْوَةَ ذَاتِ الرِّقَاعِ لِمَا كُنَّا نَعْصِبُ مِنَ الْخِرَقِ عَلَى أَرْجُلِنَا وَحَدَّثَ أَبُو مُوسَى بِهَذَا ثُمَّ كَرِهَ ذَاكَ قَالَ مَا كُنْتُ أَصْنَعُ بِأَنْ أَذْكُرَهُ كَأَنَّهُ كَرِهَ أَنْ يَكُونَ شَيْءٌ مِنْ عَمَلِهِ أَفْشَاهُ

ابوموسی کہتے ہیں ہم ایک غزوہ میں نبی پاک کے ہمراہ نکلے ہم چھ افراد اور ہمارے پاس ایک ہی اونٹ تھا باری باری اس پہ سوار ہوتے تھے، ہمارے پاؤں پھٹ گئے میرے بھی، اور ناخن گر پڑے ہم اپنے پاؤں پر پٹیاں لپیٹتے تھے اسی لئے اسکا نام ذات الرقاع پڑا، ابوموسی نے یہ حدیث تو بیان کردی لیکن انہیں اچھا نہ لگا کہنے لگے مجھے یہ واقعہ بیان نہ کرنا چاہئے تھا، گویا اپنا نیک عمل ظاہر کرنا اچھا نہ لگا۔

(ونحن ستة نفر) ان کے اسماء معلوم نہیں ہو سکے خیال ہے کہ سب اشعری ہوں گے۔ (وحدث أبو موسى يهذا) اسی سند مذکور کے ساتھ موصول ہے، یہ ابو بردہ کا مقول ہے (من عمله أفشاه) اس لئے کہ عملِ صالح کا کتمان اس کے اظہار سے افضل ہے الا یہ کہ اظہار میں کوئی مصلحت ہو مثلا تاکہ لوگ بھی اقتدا کریں، اسماعیلی کی منقطع روایت میں ان کا یہ جملہ بھی ہے: (والله يجزى به)۔ اسے مسلم نے بھی (المغازی) میں تخریج کیا ہے۔

4129 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ رُومَانَ عَنْ صَالِحِ بْنِ خَوَّاتٍ عَمَّنْ شَهِدَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ ذَاتِ الرِّقَاعِ صَلَّى صَلاَةَ الْخَوْفِ أَنَّ طَائِفَةً صَفَّتْ مَعَهُ وَطَائِفَةٌ وُجَاهَ الْعَدُوِّ فَصَلَّى بِالَّتِي مَعَهُ رَكْعَةً ثُمَّ ثَبَتَ قَائِمًا وَأَتَمُّوا لأَنْفُسِهِمْ ثُمَّ انْصَرَفُوا فَصَفُّوا وُجَاهَ الْعَدُوِّ وَجَاءَتِ الطَّائِفَةُ الأُخْرَى فَصَلَّى بِهِمِ الرَّكْعَةَ الَّتِي بَقِيَتْ مِنْ صَلاَتِهِ ثُمَّ ثَبَتَ جَالِسًا وَأَتَمُّوا لأَنْفُسِهِمْ ثُمَّ سَلَّمَ بِهِمْ 4130 - وَقَالَ مُعَاذٌ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِنَخْلٍ فَذَكَرَ صَلاَةَ الْخَوْفِ قَالَ مَالِكٌ وَذَلِكَ أَحْسَنُ مَا سَمِعْتُ فِي صَلاَةِ الْخَوْفِ تَابَعَهُ اللَّيْثُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ أَنَّ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ حَدَّثَهُ صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ فِي غَزْوَةِ بَنِي أَنْمَارٍ.

أطرافه 4125، 4126، 4127، - 4137

صالح بن خوات ایک ایسے صحابی سے روایت کرتے ہیں جنہوں نے نبی پاک کے ساتھ غزوہ ذات الرقاع میں نمازِ خوف ادا کی، کہتے ہیں ایک گروہ نے آپ کے ساتھ صف بنائی جبکہ دوسرا دشمن کے سامنے ایستادہ رہا آنجناب نے ایک رکعت پڑھائی پھر آپ کھڑے رہے جبکہ انہوں نے اپنی نماز پوری کی پھر چلے گئے اور دشمن کے سامنے جا کھڑے ہوئے ادھر دوسرا گروہ آ کر نبی پاک کے ساتھ شامل

نماز ہوا آپ نے انہیں بھی ایک رکعت پڑھائی جو آپ کی (دو رکعتوں میں سے) باقی تھی پھر (تشہد میں) بیٹھے رہے حتی کہ ان حضرات نے اپنی دوسری رکعت پوری کی (اور آپ کے ساتھ تشہد میں مل گئے) پھر آنجناب نے انکے ہمراہ سلام پھیرا۔

(عن صالح بن خوات) یہ ثقہ تابعین میں سے ہیں صحیح بخاری میں صرف اسی جگہ مذکور ہیں ان کے والد خوات بن جبیر بن نعمان انصاری کی ایک روایت امام بخاری نے الأدب المفرد میں تخریج کی ہے وہ جلیل القدر صحابی ہیں جنگ احد اور مابعد جنگوں میں حاضر ہوئے سن ۴۰ھ کو مدینہ میں انتقال کیا۔ (عمن شهد الخ) کہا گیا ہے کہ اس مبہم سے مراد سہل بن ابوخثمہ ہیں کیونکہ قاسم بن محمد نے نمازِ خوف کی حدیث صالح بن خوات عن سہل بن ابی خثمہ کے حوالے سے تحدیث کی ہے، روایتِ بخاری سے بھی یہی ظاہر ہے مگر راجح یہ ہے کہ ان کا اشارہ اپنے والد خوات کی طرف ہے کیونکہ ابو اویس نے یہی حدیث یزید بن رومان شیخ مالک سے روایت کرتے ہوئے (عن صالح بن خوات عن أبيه) ذکر کیا ہے اسے ابن مندہ نے معرفۃ الصحابہ میں تخریج کیا، اسی طرح بیہقی نے بھی عبیداللہ بن عمر عن قاسم بن محمد عن صالح عن ابیہ کے طریق سے نقل کیا ہے، نووی نے تو التھذیب میں جزم کے ساتھ خوات بن جبیر ہی قرار دیا، کہتے ہیں روایتِ مسلم وغیرہ سے یہی محقق ہے بقول ابن حجر ان سے قبل غزالی نے بھی یہی قرار دیا، بقول رافعی کتبِ فقہ میں یہی مشہور ہے جبکہ کتبِ حدیث میں منقول روایت صالح بن خوات (عن سهل وعمن صلى مع النبى الخ) ہے تو شائد مبہم خوات والدِ صالح ہیں، ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں شائد رافعی کو روایتِ خوات کا جس کا میں نے ذکر کیا، پتہ نہیں چل سکا (وگرنہ لعل کا لفظ استعمال نہ کرتے) یہ بھی محتمل ہے کہ صالح نے دونوں سے سماعت کی ہو تو کبھی ایک کا ذکر اور کبھی مبہم لفظ استعمال کرتے ہوں البتہ یہ تعیین کہ یہ غزوہ ذات الرقاع کا واقعہ ہے، ان کی (عن أبيه) سے روایت میں ہے صالح عن سہل کی روایت میں یہ مذکور نہیں کہ وہ بھی یہ نمازِ خوف نبی اکرم کے ساتھ ادا کرنے والوں میں شامل تھے، عن ابیہ کے طریق کا یہ سیاق اس استبعاد کی نسبت سے فائدہ مند ثابت ہوا جس کا اظہار بعض نے کیا ہے کہ سہل بن ابوخثمہ کی عمر اس وقت اتنی نہ تھی کہ وہ اس مہم میں نبی پاک کے ہمراہ نکلتے کیونکہ عدمِ حضور اس امر کو مستلزم نہیں کہ وہ اس کی کسی ساتھ جانے والے صحابہ سے روایت بھی نہ کریں تو اس لحاظ سے یہ مرسلِ صحابی شمار ہوگا۔

(وجاه العدو) وجاہ کی واو پر ضمہ اور کسرہ دونوں جائز ہیں۔ (فصلى بالتى معه الخ) عددِ رکعات کی بابت حضرت جابر سے متقدم الذکر منقول کیفیت کے یہ بیان مخالف ہے اور اس کیفیت کے موافق ہے جو ابن عباس کے حوالے سے مذکو ہوا البتہ اس کے اس بیان میں مخالف ہے کہ نبی اکرم حالتِ قیام میں رہے حتی کہ ہمرائیوں نے اپنے لئے دوسری رکعت مکمل کر لی اور اس امر میں کہ سب نماز میں مستمر رہے حتی کہ نبی اکرم کے ساتھ ہی سلام پھیرا۔

(وقال معاذ حدثنا هشام) اکثر کے ہاں یہی ہے نسفی کے نسخہ میں ہے: (وقال معاذ بن هشام حدثنا هشام) اس سے ابونعیم وہمنواؤں کا رد ہوتا ہے جنہوں نے جزم کے ساتھ انہیں معاذ بن فضالہ قرار دیا جو بخاری کے شیوخ میں سے ہیں، معاذ بن ہشام ثقہ تو ہیں البتہ صاحبِ غرائب ہیں لیکن اس پر ابن علیہ کی ان کے والد ہشام جو کہ دستوائی ہیں، سے متابعت موجود ہے، اسے طبری نے اپنی تفسیر میں تخریج کیا ہے، طیالسی نے بھی اپنی مسند میں اسے ہشام عن ابی الزبیر کے حوالے سے نقل کیا ہے معاذ بن ہشام عن ابیہ کی اس میں ایک اور سند بھی ہے وہ یہ ہے: (عن قتادة عن اليمان اليشكر ى عن جابر) اسے طبری نے بندار عن معاذ سے تخریج کیا ہے، آگے ان روایات کے باہمی تغایرِ الفاظ کا ذکر آئے گا۔

(کنامع النبیﷺ بنخل الخ) اسے مختصراً ومعلقاً ہی وارد کیا ہے کیونکہ ان کی غرض یہ اشارہ ہے کہ روایاتِ جابر اس امر پر متفق ہیں کہ وہ غزوہ جس میں نمازِ خوف کا واقعہ پیش آیا، غزوہ ذات الرقاع ہے لیکن یہ محلِ نظر ہے کیونکہ ہشام بن أبی الزبیر کی اس روایت کا سیاق (یہ ھشام عن أبی الزبیر ہونا چاہئے، کتابت کی غلطی ہے) اس امر پر دال ہے کہ زیرِ نظر واقعہ کسی اور غزوہ سے متعلق ہے، اس کی وضاحت طیالسی وغیرہ کے نقل کردہ سیاق سے ہوتی ہے، مشرکین نے کہا ابھی چھوڑو یہ نماز پڑھتے ہیں جو انہیں ان کے ابناء سے بھی زیادہ محبوب ہے (یعنی جب اس کی ادائیگی میں لگے ہوں گے تب اچانک حملہ کر دیں گے) کہتے ہین اس کی خبر حضرت جبریل نے نبی اکرم کو دی تو آپ نے نمازِ عصر کے وقت صحابہ کرام کی دو صفیں بنا دیں، تو آگے نمازِ خوف کی صفت کا ذکر کیا، یہ قصہ تو غزوۂ عسفان میں پیش آیا تھا، مسلم نے یہ حدیث زہیر بن معاویہ عن ابی الزبیر کے طریق سے ایسے سیاق کے ساتھ نقل کی ہے جو اس قصہ کے قصہِ ذات الرقاع سے متغایر ہے چنانچہ حضرت جابر سے یہ عبارت نقل کی ہے: (غزونامع النبیﷺ قوما من جهينة الخ) کہ ہم نے آنجناب کے ہمراہ جہینہ کی ایک قوم سے لڑائی کی، انہوں نے ہم سے شدید قتال کیا ہم نے جب نمازِ ظہر ادا کی تو مشرک کہنے لگے اگر (نماز کے دوران) یکبارگی حملہ کریں تو انہیں سخت نقصان پہنچائیں، حضرت جبرائیل نے نبی اکرم کو ان کے منصوبے کی خبر دی کہ وہ کہتے ہیں ابھی آگے ان کی ایک ایسی نماز کا وقت آنے والا ہے جو انہیں ان کی اولاد سے بھی احب ہے، تو آگے یہی قصہ ذکر کیا۔

احمد اور ترمذی نے جبکہ نسائی نے اسے صحیح قرار دیا، عبداللہ بن شقیق عن ابی ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ نبی پاک (ایک جہادی مہم کے دوران) ضجنان اور عسفان کے مابین اترے مشرکوں نے باہم فیصلہ کیا کہ ان لوگوں کی ایک ایسی نماز ہے جو انہیں ان کے ابناء سے بھی زیادہ پسند ہے، آگے یہی واقعہ بیان کیا احمد اور اصحابِ سنن نے، ابن حبان نے صحیح قرار دیا۔ ابو عیاش زرقی سے روایت نقل کی، کہتے ہیں ہم آنجناب کے ہمراہ مقامِ عسفان میں تھے، ہمیں نماز ظہر پڑھائی مشرکین کے سالار خالد بن ولید تھے، آپس میں کہنے لگے ہمیں ان کی غفلت کا ایک موقع ملنے والا ہے (گویا نمازِ ظہر کے وقت یہ خیال نہ آیا مگر اسی سے یہ تحریک پیدا ہوئی جس کے زیرِ اثر اگلی نماز کے وقت اچانک حملہ کا پروگرام بنایا) ابھی ایک ایسی نماز ادا کریں گے جو انہیں ان کے اموال اور ابناء سے بھی زیادہ پسند ہے، اس پر ظہر اور عصر کے درمیانی وقت میں نمازِ خوف کا حکم نازل ہوا تو آپ نے عصر کی نماز کے لئے اہلِ اسلام کو دو گروہوں میں تقسیم کیا، تو اس کا سیاق زہیر عن ابی الزبیر عن جابر کے سیاق کی طرح ہے، اس سے واضح ہوا کہ دونوں ایک ہی واقعہ سے متعلق ہیں، واقدی نے حضرت خالد بن ولید سے نقل کیا، کہتے ہیں جب آنجناب اپنے صحابہ کے ہمراہ عمرہ کی غرض سے نکل کر حدیبیہ پہنچے تو میں (ایک دستہ کے ہمراہ) عسفان میں آپ سے متعرض ہوا اور آپ کے سامنے آن کھڑا ہوا، آپ جب ظہر کے لئے مشغول ہوئے ہم سوچتے رہ گئے کہ حملہ کر دیں، اللہ نے اپنے نبی کو مطلع کر دیا (کہ اگلی نماز میں احتیاط کریں) تو نمازِ عصر میں آپ نے مسلمانوں کو نمازِ خوف پڑھائی!

تو یہ اس امر میں ظاہر ہے کہ عسفان کا یہ واقعہ ذات الرقاع کے واقعہ سے مختلف ہے، حضرت جابر نے دونوں واقعے معاً بیان کئے ہیں جبکہ ابو زبیر کی روایت میں صرف قصہِ عسفان ہے اور ابو سلمہ، وہب بن کیسان اور ابو موسی مصری کی ان سے روایات غزوہ ذات الرقاع سے متعلق ہیں، جب یہ متقرر ہو گیا کہ اولین مرتبہ نمازِ خوف مقامِ عسفان میں پڑھی گئی ہے جو عمرۂ حدیبیہ کا واقعہ ہے اور یہ خندق و قریظہ کے واقعات کے بعد ہے، اور پھر ذات الرقاع میں بھی نمازِ خوف ادا کی گئی ہے جو عسفان کے بعد واقع ہوا تھا تو طبعی طور پر یہ ثابت ہوا کہ غزوہ ذات الرقاع بعد از خندق وقریظہ بلکہ بعد از حدیبیہ ہے، اس سے یہ کہنا قوی ثابت ہوا کہ ذات الرقاع کا غزوہ خیبر

کے بعد تھا کیونکہ غزوۂ خیبر حدیبیہ سے واپسی کے فورا بعد پیش آیا تھا جہاں تک غزالی کا یہ قول کہ ذات الرقاع آخری غزوہ ہے تو یہ واضح غلطی ہے ابن صلاح نے نہایت شدت سے اس کا رد کیا ہے، غزالی کی طرف سے بعض نے یہ توجیہہ پیش کی کہ شائد ان کی مراد یہ تھی کہ یہ آخری غزوہ ہے جس میں نمازِ خوف پڑھی گئی تو یہ بھی مردود ہے کیونکہ ابوداؤد اور نسائی کی ابوبکرہ سے نقل کردہ ایک روایت جسے ابن حبان نے صحیح قرار دیا، میں ہے کہ انہوں نے نبی پاک کے ہمراہ ایک موقع پہ نمازِ خوف ادا کی اور ابوبکرہ بالاتفاق غزوۂ طائف کے دوران مسلمان ہوئے تھے جو قطعا ذات الرقاع کے بعد ہے۔

(قال مالك) اسی اسناد کے ساتھ موصول ہے۔(وذلك أحسن ما سمعت الخ) گویا انہوں نے نمازِ خوف کے ضمن میں متعدد صفات و کیفیات سماع کی ہیں، تو معاملہ ایسا ہی ہے کیونکہ نبی اکرم سے اس بابت کئی صفات مروی ہیں جنہیں علماء نے اختلافِ احوال پر محمول کیا ہے بعض نے اسے توسیع وتخییر پر محمول کیا، باب (صلاۃ الخوف) کے تحت اس پر بحث گزر چکی ہے، امام مالک کے اسے احسن کیفیت قرار دینے پر شافعی، احمد اور داؤد نے بھی موافقت کی ہے کیونکہ یہ محتاط ترین اور کثرتِ مخالفت سے سالم کیفیت ہے مگر ساتھ ہی اس کیفیت کا اختیار کرنا بھی جائز قرار دیتے ہیں جس کا ذکر ابن عمر کی روایت میں ہوا مگر امام شافعی سے منقول ہے کہ حدیثِ ابن عمر والی یہ کیفیت منسوخ ہے، مالکیہ کے کلام کے ظاہر سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ حدیثِ ابن عمر والی کیفیت کے عدم جواز کی رائے رکھتے ہیں، جو کیفیت سہل بن ابوحثمہ کی روایت میں مذکور ہے اس کی بابت صرف ایک جگہ ان کا باہمی اختلاف ہے وہ یہ کہ آیا امام دوسرے گروہ کی دوسری رکعت پوری کرنے سے قبل (اپنا) سلام پھیر دے یا ان کا انتظار کرے کہ وہ دوسری رکعت مکمل کر کے تشہد میں اسے آن ملیں پھر اکھٹے سلام پھیریں؟ مالکیہ اول کے قائل ہیں ابن حزم مدعی ہیں کہ کسی سلف سے یہ موقف منقول نہیں۔

مالکیہ اور حنفیہ نے حدیثِ باب کی کیفیت کا اخذ کرتے ہوئے یہ فرق ملحوظ ومعتبر نہیں رکھا کہ دشمن جہتِ قبلہ میں ہے یا نہیں جبکہ شافعی اور جمہور یہ فرق ملحوظ رکھتے ہیں، انہوں نے حدیثِ سہل کو اس امر پر محمول کیا ہے کہ تب دشمن قبلہ کی جہت نہ تھا لہذا آنجناب نے ہر گروہ کو مکملا پوری رکعت پڑھائی (یعنی سجدوں سمیت یعنی دوسرا گروہ اس اثناء دشمن کے موازی تھا) لیکن اگر دشمن جہتِ قبلہ میں ہو تو جیسا کہ حدیثِ ابن عباس میں گزرا امام سبھی کو اکھٹے نماز پڑھائے گا اور رکوع کرے گا سجدوں کیلئے جاتے ہوئے ایک صف تو ہمراہ سجدہ کرے گی مگر دوسری (قومہ میں کھڑی) ان کی حفاظت کرے گی مسلم کی حدیثِ جابر میں ہے کہ نبی اکرم نے ہماری دو صفیں بنوائیں جبکہ مشرکین ہمارے اور قبلہ کے مابین تھے، سہیل لکھتے ہیں (شائد یہ سہیلی ہو) علماء کا ترجیح میں اختلاف ہے ایک گروہِ اہل علم یہ رائے رکھتا ہے کہ وہ کیفیت اختیار کی جائے جو قرآنی الفاظ کے زیادہ مشابہ ہو جبکہ ایک گروہ کی رائے ہے کہ آنجناب کی عمل کردہ آخری کیفیت و ہیئت کی تلاش وتعیین کی جائے اور اسے ماقبل کی ناسخ قرار دیدیا جائے، ایک گروہ کا یہ بھی موقف ہے کہ منقولہ سبھی کیفیات قابلِ عمل ہیں حسبِ حال کوئی بھی کیفیت اختیار کی جاسکتی ہے اگر خوف کی شدت ہو تو وہ کیفیت اختیار کی جائے جس میں مشقت کم ہو۔

(تابعه الليث الخ) ابن حجر لکھتے ہیں میرے لئے یہ ظاہر نہیں کہ امام بخاری کی اس متابعت کے ذکر سے کیا غرض ومقصد ہے؟ کیونکہ اگر ان کا مقصد متابعت فی المتن کا اثبات ہے تو یہ غیر حاصل ہے کیونکہ اس سے قبل جو ہے وہ غزوۂ محارب وثعلبہ میں مقامِ نخل کا واقعہ ہے جبکہ اس میں غزوۂ انمار مذکور ہے لیکن اتحادِ قصہ اس جہت سے محتمل ہے کہ بنی انمار کے دیار بنی ثعلبہ کے دیار کے قریب ہی تھے، ایک باب کے بعد ذکر ہوگا کہ انمار کئی قبائل میں تھے جن کی ایک شاخ غطفان میں بھی تھی، اور اگر انکی غرض متابعت فی الإسناد کا

بیان ہے تو یہ بھی موجود نہیں بلکہ یہ ہر لحاظ سے دو الگ الگ روایتیں ہیں پہلی ذکرِ صحابی کے ساتھ متصل ہے جبکہ یہ مرسل ہے پھر پہلی کے رجالِ اسناد اس سے مختلف ہیں، بعض رجالِ اسانید سے مکمل واقفیت نہ رکھنے والے حضرات کو گمان ہو سکتا ہے کہ قبل ازیں مذکور ھشام اور اس میں مذکور ھشام ایک ہی راوی ہے، لیکن ایسا نہیں سابقہ کے راوی ھشام جو ابوالزبیر سے راوی ہیں، دستوائی بصری ہیں جبکہ اس زیرِ نظر کے شیخ لیث ھشام مدنی ہیں یعنی ابن سعد، دستوائی کی زید بن اسلم سے کوئی روایت نہیں اور نہ لیث کا ان سے سماع ہے، اس معلق کو بخاری نے اپنی تاریخ میں موصول کیا ہے وہاں یہ الفاظ ہیں: (صلی فی غزوة أنمار نحوه) یعنی حدیثِ صالح بن خوات عن سہل کی مثل، ابن حجر لکھتے ہیں اس سے وجہِ متابعت سمجھ آتی ہے وہ یہ کہ حدیثِ سہل بن ابوحثمہ غزوہ ذات الرقاع میں حدیثِ جابر کے ساتھ متحد ہے لیکن کیفیتِ نماز کے اس اتحاد سے یہ لازم نہیں کہ دونوں ایک ہی غزوہ سے متعلق ہیں، بخاری نے غزوہِ انمار کا ذکر ایک علیحدہ باب میں کیا ہے، آگے آ رہا ہے! ہاں واقدی نے لکھا کہ غزوہ ذات الرقاع کا سبب یہ بنا کہ ایک اعرابی سامانِ تجارت کے ساتھ مدینہ آیا تو خبر دی کہ میں نے بنی ثعلبہ اور بنی انمار کے لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے لوگوں کو جمع کئے اچانک مدینہ پر حملہ کرنے کی منصوبہ بندی میں ہیں تو نبی اکرم چار سو، ایک قول کے مطابق سات سو۔ صحابہ کے ہمراہ نکلے، اس بیان پر بظاہر غزوہ انمار، غزوہ بنی محارب اور ثعلبہ کے ساتھ متحد ہے، یہ غزوہ ذات الرقاع تھا یہ بھی محتمل ہے کہ متابعتِ لیث کے بارہ میں یہ عبارت قاسم بن محمد کی صالح بن خوات سے روایت کے بعد ہو جو بعض ناقلینِ بخاری نے یہاں ذکر کر دی ہو، اس کی تائید تاریخ البخاری کے بیان سے بھی ملتی ہے۔

علامہ انور (أخبرنا عمران القطان الخ) کے تحت ذکر کرتے ہیں کہ یہ عمران قطان عمران بن داور جو عمران العطار کے نام سے مشہور تھے، ہیں احمد نے اپنی مسند میں عمران العطار کے حوالے سے وتر کی بابت ایک حدیث نقل کی ہے جس سے اس امر پر دلالت ملتی ہے کہ نبی اکرم نو وتر ادا کرتے ہوئے چھ اور تین رکعتوں کے مابین فصل فرماتے تھے تو میں ہمیشہ کوشاں رہا کہ یہ کون ہیں؟ حتی کہ اب بخاری میں قطان کا لفظ متنِ روایت اور عطار کا ہامش میں دیکھا ہے تو واضح ہوا کہ قطان و عطار ایک ہی شخصیت کے دو لقب ہیں اس سے مسلم صفحہ: ۲۵۵ کی ایک حدیث کی شرح ظاہر ہوئی جس میں ہے کہ ابوسلمہ نے حضرت عائشہ سے آنجناب کی نماز (تہجد) کے بارہ میں سوال کیا، البتہ دونوں روایتوں میں نو رکعات کھڑے ہو کر پڑھنے کا ذکر ہے جن میں وتر بھی تھے، تو یہ حنفیہ کی توجیہہ کے مطابق چھ اور تین الگ الگ پڑھنے پر محمول ہے، مزید تفصیل کیلئے میرے رسالہ کشف الستر کا ہامش پڑھ لو

(وهی بعد خیبر لأن أبا موسی الخ) کے تحت لکھتے ہیں اس سے بخاری نے اپنے دعوی (کہ غزوہ ذات رقاع خیبر کے بعد ہے) پر کئی امور سے استدلال کیا ہے اول یہ کہ ابوموسی اس غزوہ میں شریک تھے جبکہ ان کی آمد خیبر کے بعد ہوئی ہے ثانی حدیثِ جابر جس میں ہے کہ آنجناب نے ساتویں غزوہ میں نمازِ خوف ادا کی جو ذات الرقاع بنتا ہے کیونکہ چھٹا غزوہ، خیبر ہے لہذا لازماً ذات الرقاع اس کے بعد بنا اور آپ نے مقام ذات القرد میں یہ نماز ادا فرمائی یومِ محارب و ثعلبہ میں بھی پڑھائی اور یہ کہ آپ مقامِ نخل کی طرف نکلے، یہ دلالت بھی ملی کہ یہ سب مقامات قریب قریب ہیں، مفہوم یہ بنا کہ آنجناب نخل سے پھر ذات الرقاع پہنچے تھے جیسا کہ حضرت جابر نے آخر میں ذکر کیا، آگے بیان ہو گا کہ ذات القرد خیبر سے تین (؟) قبل ہے اور خیبر سابعہ میں ہے تو ثابت ہوا کہ ذات الرقاع بھی سابعہ میں ہے (عبارت میں رکاکت ہے، لفظی ترجمہ کر دیا ہے)۔

(وقال ابن عباس صلی النبی ﷺ الخوف بذی قرد) کے تحت رقمطراز ہیں کہ ذوقرد ایک چشمہ کا نام ہے وہ اگرچہ

ذات رقاع سے علیحدہ ایک جگہ ہے مگر مصنف کی غرض یہ ثابت کرنا ہے کہ یہ سب مواضع قریب قریب ہیں تو یہ بیانات غزوہ ذات الرقاع سے متعلق ہیں اور جب ذاتِ قرد خیبر سے کچھ پہلے ہے: (بثلاث) جیسا کہ بخاری نے صفحہ نمبر ۶۰۳ کے ترجمہ میں صراحت کی ہے، مسلم کے ہاں بھی یہی ہے اور غزوہ خیبر سن سات میں پیش آیا تو لازم ہوا کہ غزوہ ذات الرقاع بھی سن سات میں ہوا، یہی ثابت کرنا مطلوب ہے۔

4131 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الأَنْصَارِيِّ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ خَوَّاتٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ قَالَ يَقُومُ الإِمَامُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ وَطَائِفَةٌ مِنْهُمْ مَعَهُ وَطَائِفَةٌ مِنْ قِبَلِ الْعَدُوِّ وُجُوهُهُمْ إِلَى الْعَدُوِّ فَيُصَلِّي بِالَّذِينَ مَعَهُ رَكْعَةً ثُمَّ يَقُومُونَ فَيَرْكَعُونَ لأَنْفُسِهِمْ رَكْعَةً وَيَسْجُدُونَ سَجْدَتَيْنِ فِي مَكَانِهِمْ ثُمَّ يَذْهَبُ هَؤُلاَءِ إِلَى مَقَامِ أُولَئِكَ فَيَرْكَعُ بِهِمْ رَكْعَةً فَلَهُ ثِنْتَانِ ثُمَّ يَرْكَعُونَ وَيَسْجُدُونَ سَجْدَتَيْنِ (سابقہ ہے)

4131 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ صَالِحِ بْنِ خَوَّاتٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

4131 - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ يَحْيَى سَمِعَ الْقَاسِمَ أَخْبَرَنِي صَالِحُ بْنُ خَوَّاتٍ عَنْ سَهْلٍ حَدَّثَهُ قَوْلَهُ

سند میں تین مدنی تابعین ہیں، ابوحثمہ کا نام بعض نے عبداللہ اور بعض نے عامر ذکر کیا ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ والد کا نام عبد اللہ تھا، ابوحثمہ ان کے دادا ہیں جن کا نام عامر بن ساعدہ تھا، بنی حارث بن خزرج کی طرف منسوب تھے اہلِ علم بالاً خبار اس امر پر متفق ہیں کہ عہدِ نبوی میں صغیر السن تھے البتہ ابن ابو حاتم نے حضرت سہل کی اولاد سے ایک آدمی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ وہ تحت الشجر ۃ کی بیعت کرنے والوں میں شامل تھے اور سوائے بدر کے تمام مشاہد میں شامل رہے، احد کی رات دلیلِ راہ تھے مگر اہلِ معرفت کی ایک جماعت نے اس بیان کا تعاقب کیا اور قرار دیا ہے کہ یہ سب معلومات سہل نہیں بلکہ انکے والد سے متعلق ہیں ان کی عمر تو آنجناب کی وفات کے وقت صرف آٹھ برس تھی طبری، ابن سکن، ابن حبان اور متعدد حضرات نے اسی پہ جزم کیا ہے لہذا نمازِ خوف کی بابت ان کی یہ روایت مرسل ہے۔

(يقوم الإمام) اسی طرح موقوفا ذکر کیا آگے ابن ابی حاتم (یہ کتابت کی غلطی لگتی ہے کیونکہ اگلے ذکر کردہ طریق میں بجائے ابن أبي حاتم کے: ابن أبي حازم ہے) جن کا نام عبدالعزیز تھا، عن یحیی کے حوالے سے اس کی تخریج کی ہے، البتہ عبدالرحمٰن بن قاسم عن ابیہ کے حوالے سے مرفوعا نقل کیا ہے۔ (عن سهل مثله) یعنی متنِ موقوف کی مثل جو یحیی قطان عن یحیی انصاری کے حوالے سے مذکور ہوا، مسلم اور ابوداؤد نے اسی طریق سے یہ الفاظ روایت کئے ہیں: (إن رسول الله ﷺ صلى بأصحابه في الخوف فصفّهم خلفه صفين) اس سے سابقہ کہی اس بات کی تقویت ملی کہ سہل بن ابوحثمہ اس موقع پر حاضر نہ تھے اور (ممن شهد) سے مراد ان کے والد ہیں۔

4132 - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمٌ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ

قَالَ غَزَوْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قِبَلَ نَجْدٍ فَوَازَيْنَا الْعَدُوَّ فَصَافَفْنَا لَهُمْ

أطرافه 942، 943، 4133، 4535

ابن عمر کا بیان ہے کہ میں جانب نجد ایک غزوہ میں نبی پاک کے ہمراہ گیا، ہم دشمن کے سامنے صف آراء ہوئے۔

(فصافقنا لهم) باب (صلاة الخوف) میں گزرا کہ نسخہ کشمیہنی میں (فصففنالهم) ہے احمد نے بھی انہی ابویمان سے یہی لفظ روایت کیا ہے اسی طرح بخاری نے بھی یہاں شعیب کے طریق سے اسی قدر پر اقتصار کرتے ہوئے دوسرے طریق میں جو معمر کے حوالے سے ہے حدیثِ اول کے ابتدائی حصہ سے تعرض نہیں کیا، صرف نمازِ خوف کی ہیئت و کیفیت بیان کی شعیب کی روایت باب (صلاه الخوف) میں بھی گزر چکی ہے جبکہ روایتِ معمر کو ابوداؤد نے بھی انہی شیخ بخاری مسدد کے واسطہ ہی سے نقل کیا ہے وہاں آخرِ حدیث میں یہ بھی ہے: (ثم قام هؤلاء فقضوا ركعتهم و قام هؤلاء فقضوا ركعتهم) لفظِ قضاء یہاں اداء کے معنی میں ہے نہ کہ اصطلاحی قضاء مراد ہے شعیب کی روایت میں ہے: (فقام كل واحد منهم فركع لنفسه ركعة و سجد سجدتين) اس سے مسند احمد کی ابن جریج عن زہری کی مرادِ روایت بھی متبین ہوئی۔

4133 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ صَلَّى بِإِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ وَالطَّائِفَةُ الْأُخْرَى مُوَاجِهَةُ الْعَدُوِّ ثُمَّ انْصَرَفُوا فَقَامُوا فِي مَقَامِ أَصْحَابِهِمْ فَجَاءَ أُولَئِكَ فَصَلَّى بِهِمْ رَكْعَةً ثُمَّ سَلَّمَ عَلَيْهِمْ ثُمَّ قَامَ هَؤُلَاءِ فَقَضَوْا رَكْعَتَهُمْ وَقَامَ هَؤُلَاءِ فَقَضَوْا رَكْعَتَهُمْ

(سابق ہے) أطرافه 942، 943، 4132، 4535-

4134 - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي سِنَانٌ وَأَبُو سَلَمَةَ أَنَّ جَابِرًا أَخْبَرَ أَنَّهُ غَزَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قِبَلَ نَجْدٍ أطرافه 2910، 2913، 4135، 4136

4135 - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي أَخِي عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي عَتِيقٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سِنَانِ بْنِ أَبِي سِنَانٍ الدُّؤَلِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ غَزَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قِبَلَ نَجْدٍ فَلَمَّا قَفَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَفَلَ مَعَهُ فَأَدْرَكَتْهُمُ الْقَائِلَةُ فِي وَادٍ كَثِيرِ الْعِضَاهِ فَنَزَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَتَفَرَّقَ النَّاسُ فِي الْعِضَاهِ يَسْتَظِلُّونَ بِالشَّجَرِ وَنَزَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ تَحْتَ سَمُرَةٍ فَعَلَّقَ بِهَا سَيْفَهُ قَالَ جَابِرٌ فَنِمْنَا نَوْمَةً ثُمَّ إِذَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدْعُونَا فَجِئْنَاهُ فَإِذَا عِنْدَهُ أَعْرَابِيٌّ جَالِسٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّ هَذَا اخْتَرَطَ سَيْفِي وَأَنَا نَائِمٌ فَاسْتَيْقَظْتُ وَهُوَ فِي يَدِهِ صَلْتًا فَقَالَ لِي مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّي قُلْتُ اللَّهُ فَهَا هُوَ ذَا جَالِسٌ ثُمَّ لَمْ يُعَاقِبْهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ. أطرافه 2910، 2913، 4134، 4136-

4136 - وَقَالَ أَبَانُ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنَّا مَعَ

النَّبِيِّ ﷺ بِذَاتِ الرِّقَاعِ فَإِذَا أَتَيْنَا عَلَى شَجَرَةٍ ظَلِيلَةٍ تَرَكْنَاهَا لِلنَّبِيِّ ﷺ فَجَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَسَيْفُ النَّبِيِّ ﷺ مُعَلَّقٌ بِالشَّجَرَةِ فَاخْتَرَطَهُ فَقَالَ تَخَافُنِي قَالَ لَا قَالَ فَمَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّي قَالَ اللَّهُ فَتَهَدَّدَهُ أَصْحَابُ النَّبِيِّ ﷺ وَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَصَلَّى بِطَائِفَةٍ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ تَأَخَّرُوا وَصَلَّى بِالطَّائِفَةِ الْأُخْرَى رَكْعَتَيْنِ وَكَانَ لِلنَّبِيِّ ﷺ أَرْبَعٌ وَلِلْقَوْمِ رَكْعَتَيْنِ وَقَالَ مُسَدَّدٌ عَنْ أَبِي عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ اسْمُ الرَّجُلِ غَوْرَثُ بْنُ الْحَارِثِ وَقَاتَلَ فِيهَا مُحَارِبَ خَصَفَةَ . (ترجمہ کیلئے جلد چہارم ص:۴۲۲) أطرافه 2910، 2913، 4134، 4135-

4137 - وَقَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِنَخْلٍ فَصَلَّى الْخَوْفَ .

وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ غَزْوَةَ نَجْدٍ صَلَاةَ الْخَوْفِ وَإِنَّمَا جَاءَ أَبُو هُرَيْرَةَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ أَيَّامَ خَيْبَرَ .أطرافه 4125، 4126، 4127، 4130

ابوزبیر حضرت جابر سے ناقل ہیں کہ ہم نے نبی پاک کے ہمراہ نمازِ خوف ادا کی ابو ہریرہ کہتے ہیں میں نے بھی نبی اکرم کے ساتھ غزوہ نجد میں نمازِ خودادا کی ، اورابو ہریرہ کی مدینہ آمد جنگِ خیبر کے بعد ہوئی۔

(سنان و أبوسلمة) سنان سے مراد ابن ابی سنان دؤلی ہیں مدنی ہیں ابوسنان کا نام یزید بن امیہ تھا عجلی وغیرہ نے ثقہ قرار دیا ہے بخاری میں ان سے دوروایتیں ہیں دوسری الطب میں آئے گی ابوسلمہ سے مراد ابن عبدالرحمٰن بن عوف ہیں شعیب نے ان دونوں کے حوالے سے اس کی تحدیث کی ہے، الجہاد میں متقدم الذکر روایت میں ابراہیم بن سعد نے صرف سنان کا حوالہ ذکر کیا تھا مسلم نے بھی محمد بن جعفرور کانی عن ابراہیم سے یہی نقل کیا البتہ حارث بن ابی اسامہ نے محمد ورکانی کے حوالے سے ابوسلمہ کا بھی ذکر کیا ہے جبکہ ابن ابی عتیق نے زہری سے روایت کرتے ہوئے ابوسلمہ کا ذکر نہیں کیا آگے ایک روایت میں معمر نے بحوالہ زہری ابوسلمہ کا ذکر کیا سنان کا نہیں کیا تو گویا زہری کبھی دونوں کا اور کبھی ایک کا ذکر کرتے تھے دوسرے طریق کے شیخ بخاری ابن ابواویس ہیں جو اپنے بھائی عبدالحمید کے واسطہ سے سلیمان بن بلال سے راوی ہیں، محمد بن ابی عتیق اپنے دادا کی طرف سے منسوب ہیں ابوعتیق محمد بن عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق ہیں، جبکہ یہاں راوی محمد کے والد کا نام عبداللہ ہے، بخاری نے یہ روایت ابن ابوعتیق کے سیاق پر نقل کی ہے طریقِ شعیب کے حوالے سے صرف ایک مختصر قطعہ ہی ذکر کیا الجہاد میں فقط ابویمان کے حوالے سے پورا سیاق مذکور ہوا ہے وہ اس سیاق کے موافق ہے صرف آخر میں کچھ تغایر ہے، آگے وضاحت ہوگی۔

(قبل نجد) یحیی بن ابوکثیر کی ابوسلمہ سے روایت میں ہے (کنا مع رسول اللہ ﷺ بذات الرقاع) العضاہ ہر کانٹے دار درخت کو کہتے ہیں بعض نے صرف سمر کے ساتھ خاص کیا ہے۔(تحت سمرة) یعنی ایک کثیر پتوں والے درخت تلے، روایتِ یحیی میں خود ہی تفسیر بیان کی کہ (علی شجرة ظلیلة ترکناها للنبی ﷺ)۔ (أعرابی) صحابہ کو تبھی پتہ چلا جب آنجناب نے انہیں پکار کر بلایا، روایتِ یحیی کے الفاظ: (فجاء رجل الخ) کو اسی پر محمول کیا جائے گا، آگے اس کا نام ذکر ہوگا۔(من یمنعك منی) یحیی کی روایت میں ہے: (تخافنی) آپ نے فرمایا نہیں، بولا: (فمن یمنعك الخ) الجہاد کی روایت میں تھا کہ تین مرتبہ کہا، یہ استفہامِ انکار

ہے یعنی کوئی نہیں بچا سکتا۔

(ثم لم يعاقبه الخ) یحی کی روایت میں ہے کہ صحابہ کرام جب آئے تو اسے نشانۂ تہدید بنایا اس وقت تک جیسا کہ الجہاد کی روایتِ ابراہیم میں ہے، وہ ہیبت زدہ ہوکر تلوار نیام میں کر چکا تھا، اس کے الفاظ تھے:(قلت الله، فشام السيف) شام کا لفظ اضداد میں سے ہے تلوار سونتنا اور نیام میں ڈال دینا ، دونوں معانی کیلئے مستعمل ہے (سیاق وسباق کسی ایک کا تعین کرے گا) گویا آنجناب کی عدم مبالات، ثباتِ عظیم اور اللہ پر توکل کے اس عظیم مظاہرہ سے اس کے دل پر ہیبت طاری ہوئی اور جان گیا کہ اپنے مذموم ارادہ میں کامیاب نہیں ہوسکتا تو ہتھیار ڈال کر اپنے آپ کو آنجناب کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا، ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ جب نبی پاک نے اللہ کہا تو حضرت جبریل نے اس کے سینے پر دوہتڑ مارا تو تلوار اس کے ہاتھ سے گرگئی جسے آنجناب نے اٹھالیا اور فرمایا اب تم بتلاؤ تجھے کون مجھ سے بچائے گا؟ کہنے لگا کوئی بھی نہیں، فرمایا جاؤ چلے جاؤ جاتے ہوئے پکارا آپ مجھ سے بہتر ہیں، واقدی نے بیان کیا ہے کہ مسلمان ہوگیا تھا اور اپنے قبیلہ کے کثیر افراد کی ہدایت کا سبب بنا تھا ابن اسحاق کی روایت میں بھی ہے:(ثم أسلم بعد) کہ پھر بعد ازاں مسلمان ہوگیا۔

(وقال أبان) یعنی ابن یزید عطار، اسے مسلم نے ابوبکر بن ابوشیبہ عن عفان عنہ کے طریق سے بتمامہ موصول کیا ہے۔(و أقيمت الصلاة فصلى الخ) یہ کیفیت ابوزبیر عن جابر کے حوالے سے مذکور کیفیت کے مخالف ہے اس سے اس رائے کو تقویت ملتی ہے کہ یہ دو مختلف واقعات کا بیان ہے۔(وقال مسدد الخ) سند ومتن کے لحاظ سے مختصراً ذکر کیا ہے ابوعوانہ تو وضاح بصری جبکہ ابوبشر کا نام جعفر بن ابووحشیہ ہے اسے مسدد نے اپنی مسند میں اور ابراہیم حربی نے اپنی غریب الحدیث میں (مسدد عن أبي عوانة عن أبي بشر عن سليمان بن قيس عن جابر) کے حوالے سے تخریج کیا ہے متن کا اِتمام واکمال یہ ہے جابر کہتے ہیں نبی اکرم نے مقامِ نخل میں محاربِ خصفہ سے غزوہ کیا انہوں نے پروگرام بنایا کہ کسی وقت اچانک حملہ کریں ایک شخص جس کا نام غورث بن حارث تھا آیا اور تلوار سونتے آنجناب پہ آکھڑا ہوا تو یہی قصہ بیان کیا اس میں مزید یہ بھی ہے کہ جاتے ہوئے عہد کیا کہ نہ خود اب مسلمانوں سے لڑے گا اور نہ ایسے لوگوں کا ساتھ دے گا جو مسلمانوں سے لڑیں، آپ نے جانے دیا وہ واپس جا کر ساتھیوں سے کہنے لگا:(جئتكم من عند خير الناس) میں ایسے شخص کے پاس سے آیا ہوں جو تمام لوگوں سے بہتر ہے، غورث بروزنِ جعفر غرث یعنی بھوک، سے ماخوذ ہے خطیب کے ہاں غورک مذکور ہے خطابی نے غویرث بھی نقل کیا اور لکھا ہے کہ موقع پر ہی اسلام قبول کرلیا تھا لیکن بظاہر وہ کوئی اور واقعہ ہے اس قصہ سے آنجناب کی کمالِ شجاعت، قوتِ یقین، صبر علی الأذیٰ اور حلم آشکار ہوا۔

(وقال أبو الزبير) پہلے اس کے مقامِ وصل کا ذکر ہو چکا۔ (وقال أبو هريرة الخ) اسے ابوداؤد، ابن حبان اور طحاوی نے ابوالأسود عن عروہ کے حوالے سے موصول کیا، کہتے ہیں کہ مروان بن حکم نے انہیں بتلایا کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ سے سوال کیا کیا آپ نے آنجناب کے ہمراہ نماز خوف ادا کی ہے؟ کہا ہاں، پوچھا کب؟ کہا:(عام غزوة نجد)۔ (وإنما جاء الخ) اپنے اختیار کردہ موقف کی تاکید وتائید حاصل کرتے ہیں کہ غزوہ ذات الرقاع خیبر کے بعد ہے لیکن جہتِ نجد غزوہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس طرف یہی ایک غزوہ تھا، متعدد ہوسکتے بلکہ ہوئے ہیں بہرحال ابوہریرہ جس غزوہ کا حوالہ دیتے ہیں وہ یقیناً بعد از خیبر ہی تھا کیونکہ ان کی مدینہ آمد غزوۂ خیبر کے بعد ہوئی ہے۔

علامہ انور حدیثِ جابر کے الفاظ (وكان للنبی ﷺ أربع الخ) کے تحت رقمطراز ہیں اس میں شافعیہ کیلئے حجت ہے جو اقتدائے مفترض بالمتنفل (یعنی امام کے نفل ہوں اور مقتدی کیلئے فرض، اہلحدیث بھی اسی کے عامل ہیں) کے قائل ہیں، اسکے جواب سے زیلعی اور ابن ہمام جیسے ہمارے علماء عاجز رہے ہیں البتہ طحاوی نے یہ توجیہہ کی ہے کہ یہ تب کی بات ہے جب تمام فرض نمازیں دو دو رکعتوں پہ ہی مشتمل تھیں، میں نے اللہ کی عون و مدد سے اس کا شافی جواب دیا ہے جو کتاب البیوع کے باب بیع العرایا کی بحث میں گزرا، البتہ نسائی ص ۲۳۲ کی روایت اسے مخدوش کرتی ہے جس میں ذکر ہے کہ نبی اکرم نے بھی دو رکعتوں کے بعد سلام پھیر دیا تھا، میں کہتا ہوں ہمارے ہاں حقیقتِ امر منکشف ہو چکی لہذا ہم الفاظ کے پیچھے نہ جائیں گے، ہم کہیں گے کہ یہ بالحقیقت تسلیمِ قوم تھا (یعنی صرف مقتدیوں کا سلام پھیرنا) امام کی طرف اس لئے نسبت کر دی کہ وہ اس کی اقتداء میں تھے یہ نہیں کہ امام نے بھی سلام پھیر دیا تھا، یا یہ کہا جائے کہ چونکہ نبی پاک ان کے سلام پھیرنے کے منتظر تھے تو راوی نے آپ کے اس انتظارِ تسلیم کو خود آپکے سلام پھیرنے کے بطور تعبیر کر دیا، اس ضمن میں نماز کی کیفیت وہ ہے جو روایتِ سہل بن ابی حثمہ میں بیان ہوئی، رواۃ کبھی تقصیر فی التعبیر کر ہی دیتے ہیں ان کی نظر دراصل ان کے ہاں وضوحِ مراد پر ہوتی ہے، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب، جو وقائع کو الفاظ پر محمول کرتا ہے وہ انہیں وقائع کے تابع نہیں بنا تا وہ ساری عمر ہائم (یعنی سرگرداں و پریشاں) ہی رہتا ہے، سواء الصراط کی طرف مہتدی نہیں بنتا اور جو صاحبِ ذوق نہیں وہ صاحبِ درایت بھی نہیں (ولكن من لم يذق لم يدر)۔

32 - باب غَزْوَةُ بَنِي الْمُصْطَلِقِ مِنْ خُزَاعَةَ وَهِيَ غَزْوَةُ الْمُرَيْسِيعِ (غزوہِ بنی مصطلق)

قَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ وَذَلِكَ سَنَةَ سِتٍّ وَقَالَ مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ سَنَةَ أَرْبَعٍ وَقَالَ النُّعْمَانُ بْنُ رَاشِدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ كَانَ حَدِيثُ الإِفْكِ فِي غَزْوَةِ الْمُرَيْسِيعِ (ابن اسحاق کہتے ہیں یہ سن چھ میں ہوا اور موسی بن عقبہ کے بقول سن چار میں، نعمان بن راشد زہری سے راوی ہیں کہ واقعہِ افک غزوہِ مریسیع میں پیش آیا)۔

اولاً عزل کے بارہ میں حدیثِ ابی سعید نقل کی پھر قصہِ اعرابی پر مشتمل حضرت جابر کی روایت، اس کا محل سابقہ باب غزوہ ذات الرقاع بنتا ہے مستملی سے روایتِ ابی ذر میں اس طرح ہے اور یہی انسب ہے پھر اس ترجمہ کے بعد غزوہ انمار کا باب لائے ہیں جس کے تحت بھی حدیثِ جابر کہ آنجناب کو سواری پر نفل نماز پڑھتے دیکھا، نقل کی، یہ باب (قصر الصلاۃ) میں گزر چکی ہے اس کا محل غزوہ بنی المصطلق سے قبل ہے کیونکہ اس کے بعد حدیثِ افک پر ترجمہ قائم کیا ہے اور واقعہِ افک غزوہ بنی المصطلق کے دوران پیش آیا تھا لہذا دونوں کے مابین باب غزوۃ الأنمار لانے کا کوئی سبب نہیں بنتا بلکہ غزوہ انمار جیسا کہ ذکر گزرا، غزوہِ محارب و بنی ثعلبہ ہی ہونا محتمل ہے کیونکہ قولِ ابو عبید ذکر ہوا ہے کہ چشمہ قیس کے قبائل بنی اشجع وانمار وغیرہما کا تھا تو بظاہر یہ تقدیم و تاخیر بعض نساخ کی جانب سے ہو گئی ہے، اہل مغازی نے غزوہ انمار کا ذکر ہی نہیں کیا، مغلطائی لکھتے ہیں کہ یہ غزوہ امر ہے جو بقول ابن اسحاق ماہِ صفر میں تھا، ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ ایک تاجر نے آکر بتلایا کہ انمار و ثعلبہ مدینہ پر حملہ کے لئے لوگ جمع کر رہے ہیں جس پر آنجناب محرم کی دسویں تاریخ کو نکلے اور ان کے علاقہ ذات الرقاع میں پہنچے بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ غزوہِ انمار غزوہِ بنی مصطلق کے دوران پیش آیا کیونکہ ابو الزبیر کی جابر سے روایت میں ہے، کہتے ہیں نبی اکرم نے جبکہ آپ بنی مصطلق کی طرف جا رہے تھے، مجھے بلا بھیجا میں آیا تو آپ اونٹ پر بیٹھے ادائیگی

نوافل میں مشغول تھے، اس کی تائید لیث عن قاسم بن محمد کی روایت کے ان الفاظ سے بھی ملتی ہے کہ نبی اکرم نے غزوہ بنی انمار کے دوران نمازِ خوف پڑھائی یہ بھی محتمل ہے کہ روایتِ جابر تعدد پر دال ہو۔

(بنی المصطلق من خزاعة الخ) مصطلق لقب ہے اصل نام ونسب یہ ہے: جذیمہ بن سعد بن عمرو بن ربیعہ بن حارثہ، بنی خزاعہ کی ایک شاخ تھی! خزاعہ کا نام ونسب السیرۃ النبویۃ کے اوائل میں گزرا ہے جہاں تک مریسیع ہے یہ بنی خزاعہ کے ایک چشمہ کا نام ہے جو یہاں سے ایک دن کی مسافت پر واقع تھا طبرانی کے ہاں روایتِ یونس بن بکیر وغیرہ میں یہ عبارت ہے:(کنا مع النبیﷺ فی غزوة المریسیع غزوة بنی المصطلق)۔

(قال ابن اسحاق و ذلك سنة ست) سیرت ابن اسحاق میں یونس بن بکیر کی روایت میں یہی مذکور ہے ماہِ شعبان بھی مذکور ہے، خلیفہ اور طبری نے اس پر جزم کیا، بیہقی، قتادہ اور عروہ وغیرہما سے ناقل ہیں کہ یہ شعبان سن پانچ ہجری کا واقعہ ہے ابو معشر نے بھی یہی لکھا ساتھ میں یہ بھی کہ یہ جنگ خندق سے قبل کی بات ہے۔

(وقال موسى الخ) بخاری نے یہی ذکر کیا بظاہر یہ سبقتِ قلم ہے سن پانچ لکھنا چاہتے تھے چار لکھ دیا، ان کی کتابِ سیرت میں متعدد طرق کے حوالوں سے جنہیں حاکم، ابوسعید نیشاپوری اور بیہقی نے الدلائل میں تخریج کیا، سن پانچ ہی مذکور ہے موسیٰ بن عقبہ ابن شہاب سے یہ الفاظ روایت کرتے ہیں:(ثم قاتل رسول اللهﷺ بنی المصطلق و بنی لحیان فی شعبان سنة خمس) اس کی تائید بخاری کی کتاب الجہاد میں ابن عمر کی روایت سے ملتی ہے کہتے ہیں کہ انہوں نے آنجناب کے ہمراہ شعبان سن چار کے غزوۂ بنی المصطلق میں نکلنا چاہا مگر انہیں اذنِ قتال نہ دیا، اور پہلے گزرا کہ خندق میں انہیں یہ اذنِ قتال مل گیا تھا جو بعد از شعبان تھا، چاہے سن چار کا کہیں یا پانچ کا، حاکم اِکلیل میں لکھتے ہیں قولِ عروہ وغیرہ کہ یہ سن پانچ میں تھا، قولِ ابن اسحاق سے اشبہ ہے، ابن حجر کہتے ہیں اس کی تائید اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ حدیثِ افک میں مذکور ہے کہ اس کے ذمہ داران کے بارے میں حضرات سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ آپس میں الجھ پڑے تھے، آگے بیان ہوگا، اگر مریسع سن چھ میں ہے اور واقعہِ افک اسی میں ہوا ہے تو اس میں حضرت سعد بن معاذ کا ذکر غلط ثابت ہوتا ہے کیونکہ وہ تو خندق کے فوراً بعد ایامِ بنی قریظہ میں انتقال کر گئے تھے اور قبل ازیں تقریر گزری ہے کہ بنی قریظہ کے محاصرہ وغیرہ کا واقعہ سن پانچ میں تھا اور اگر جیسا کہ کسی نے کہا وہ سن چار میں تھا تو معاملہ اس سے بھی اشد ہے، تو ظاہر یہی ہے کہ مریسیع سن پانچ کے ماہِ شعبان میں تھا اور اسی سال کے ماہِ شوال میں معرکہِ خندق برپا ہوا تھا تبھی مریسیع میں حضرت سعد بن معاذ کی موجودی ثابت ہوتی ہے، پھر واقعہِ افک کی روایت میں یہ بھی تصریح ہے کہ یہ نزولِ حجاب کے بعد کا واقعہ ہے اور ایک گروہِ اہل علم کے نزدیک پردے کا حکم سن چار کے ماہِ ذی القعدہ میں اترا تھا، مریسیع اس کے بعد ہے لہذا اس کا سن پانچ میں ہونا راجح ہوا لہذا واقدی کا قول کہ حکمِ پردہ سن پانچ کے ماہِ ذی القعدہ میں نازل ہوا، مردود ہے خلیفہ، ابوعبیدہ اور کئی ایک تو جزم سے اس کا زمانہِ نزول سن تین ذکر کرتے ہیں گویا پردے کی بابت تین اقوال ہوئے، اشہر سن چار ہے۔

(وقال النعمان بن راشد الخ) اسے جوزقی اور بیہقی نے الدلائل میں(حماد بن زید عن النعمان و معمر عن الزهری عن عائشة) کے حوالے سے موصول کیا ہے انہوں نے افک کے واقعہ کا ذکر غزوۂ مریسیع کے ضمن میں کیا ہے ابن اسحاق اور متعدد اہلِ مغازی یہی رائے رکھتے ہیں کہ افک کا واقعہ غزوہ مریسیع سے واپسی کے سفر میں پیش آیا ابن اسحاق اپنے مشائخ عاصم بن

عمر بن قتادہ وغیرہ سے ناقل ہیں کہ نبی اکرم کو خبر ملی کہ بنی مصطلق حارث بن ابوضرار کی قیادت میں مسلمانوں سے جنگ کے لئے جمع ہو رہے ہیں تو صحابہ کرام کو لے کر ان کی طرف نکلے اور ان کے چشموں میں سے ایک چشمہ پر ان کے سامنے جا صفیں ایستادہ کیں جسے مریسیع کہا جاتا تھا اور یہ ساحل سے قریب تھا یہاں ایک جھڑپ ہوئی جس میں اللہ نے فتح عطا فرمائی، ان کے افراد کھیت رہے اور ان کی عورتیں، بچے اور اموال غنیمت میں ملے، ابن اسحاق کے ہاں مرسل اسانید سے یہی مذکور ہے جبکہ صحیح میں جیسا کہ کتاب العتق میں ابن عمر کے حوالے سے منقول سیاق سے دلالت ملتی ہے کہ انہیں اچانک چھاپ لیا تھا، اس میں تھا کہ اچانک حملہ کیا وہ اس کے لئے تیار نہ تھے اور ان کے جانور اس وقت چشمہ پر وارد تھے (فقتل مقاتلتهم وسبى ذراريهم) ان کے لڑنے والوں کو قتل کیا اور ان کے بال بچوں کو قیدی بنالیا تو ممکن ہے اچانک حملہ کے وقت کچھ دیر لڑائی رہی ہو پھر تاب نہ لا کر بھاگ نکلے ہوں، ابن سعد نے بھی ابن اسحاق کی مانند نقل کیا اور یہ بھی کہ حارث نے کافی لوگ اکٹھے کر رکھے تھے ایک جاسوس کو مسلمانوں کی خبر لانے بھیجا جسے مسلمانوں نے پکڑ کر قتل کر ڈالا انہیں خبر ملی تو وہ دہشت زدہ ہو کر متفرق ہونے لگے اس اثناء نبی اکرم مریسیع پہنچ گئے جہاں صف بندی کر کے ان پر تیروں کی بوچھاڑ کی پھر یکبارگی حملہ کیا، دس افراد ان کے مقتول رہے اور باقی تمام مرد و عورتیں قیدی بنا لئے گئے، یعمری نے عیون الأثر میں یہ سارا قصہ ذکر کیا ہے پھر ابن عمر کی مذکورہ روایت بھی اور لکھا کہ ابن سعد نے اس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے، لکھتے ہیں: (الأول أثبت) ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں سیر میں مذکور کو صحیح کی روایت سے اثبت قرار دینا مردود ہے پھر جب تطبیق بھی ممکن ہو۔

علامہ انور رقم طراز ہیں کہ مصطلق خزاعہ کا ایک قبیلہ ہے قریش سے قبل مکہ پر ان کا تسلط تھا پھر جب قریش کو غلبہ حاصل ہوا تو مکہ کے اردگرد متفرق ہو گئے۔

4138 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنِ ابْنِ مُحَيْرِيزٍ أَنَّهُ قَالَ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَرَأَيْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ فَجَلَسْتُ إِلَيْهِ فَسَأَلْتُهُ عَنِ الْعَزْلِ قَالَ أَبُو سَعِيدٍ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي غَزْوَةِ بَنِي الْمُصْطَلِقِ فَأَصَبْنَا سَبْيًا مِنْ سَبْيِ الْعَرَبِ فَاشْتَهَيْنَا النِّسَاءَ وَاشْتَدَّتْ عَلَيْنَا الْعُزْبَةُ وَأَحْبَبْنَا الْعَزْلَ فَأَرَدْنَا أَنْ نَعْزِلَ وَقُلْنَا نَعْزِلُ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَيْنَ أَظْهُرِنَا قَبْلَ أَنْ نَسْأَلَهُ فَسَأَلْنَاهُ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ مَا عَلَيْكُمْ أَنْ لَا تَفْعَلُوا مَا مِنْ نَسَمَةٍ كَائِنَةٍ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ إِلَّا وَهِيَ كَائِنَةٌ (ترجمہ کیلئے جلد سوم ص: ۴۲۵) أطرافه 2229، 2542، 5210، 6603، - 7409

ابن محیریز کا نام عبداللہ تھا حدیث کی مفصل شرح کتاب الأحکام میں آئے گی فی الجملہ یہاں ذکر مصطلق مقصود ترجمہ ہے۔

علامہ انور حدیث کے الفاظ (ما عليكم أن لا تفعلوا) کی بابت کہتے ہیں اس میں بیان ہے کہ عزل لغو ہے، تحریم ثابت نہیں ہوتی (فشامه) کے تحت لکھتے ہیں ایک روایت میں ہے کہ تلوار ہاتھ سے گر پڑی تو یہ رواۃ کے اختلاف فی الألفاظ سے ہے ایسا اختلاف قابل التفات نہیں ہوتا کہ کسی مسئلہ کا اس پر مدار ہو۔

4139 - حَدَّثَنَا مَحْمُودٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ

جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ غَزْوَةَ نَجْدٍ فَلَمَّا أَدْرَكَتْهُ الْقَائِلَةُ وَهُوَ فِي وَادٍ كَثِيرِ الْعِضَاهِ فَنَزَلَ تَحْتَ شَجَرَةٍ وَاسْتَظَلَّ بِهَا وَعَلَّقَ سَيْفَهُ فَتَفَرَّقَ النَّاسُ فِي الشَّجَرِ يَسْتَظِلُّونَ وَبَيْنَا نَحْنُ كَذَلِكَ إِذْ دَعَانَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَجِئْنَا فَإِذَا أَعْرَابِيٌّ قَاعِدٌ بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ إِنَّ هَذَا أَتَانِي وَأَنَا نَائِمٌ فَاخْتَرَطَ سَيْفِي فَاسْتَيْقَظْتُ وَهُوَ قَائِمٌ عَلَى رَأْسِي مُخْتَرِطٌ صَلْتًا قَالَ مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّي قُلْتُ اللَّهُ فَشَامَهُ ثُمَّ قَعَدَ فَهُوَ هَذَا قَالَ وَلَمْ يُعَاقِبْهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ

سابقہ باب میں گزر چکی ہے۔

33 - باب غزوة أنمار (غزوہِ انمار)

4140 - حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سُرَاقَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فِي غَزْوَةِ أَنْمَارٍ يُصَلِّي عَلَى رَاحِلَتِهِ مُتَوَجِّهًا قِبَلَ الْمَشْرِقِ مُتَطَوِّعًا .أطرافه 400، 1094، 1099 -

جابر راوی ہیں کہ میں نے نبی پاک غزوہِ انمار میں دیکھا کہ سواری پر نفلی نماز ادا کر رہے ہیں آپ کا رخ مشرق کی جانب تھا۔

34 - باب حَدِيثُ الإِفْكِ (واقعہِ افک)

وَالْأَفَكِ بِمَنْزِلَةِ النِّجْسِ وَالنَّجَسِ يُقَالُ إِفْكُهُمْ

(الإفك والأفك الخ) یعنی دو لغت ہیں، مشہور کسرِ ہمزہ اور سکونِ فاء کے ساتھ ہے۔ (يقال إفكهم الخ) یعنی اس آیت قرآنی میں: (بَلْ ضَلُّوْا وَ ذٰلِكَ إِفْكُهُم وَمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ)[الأحقاف :۲۸]مشہور قراءت ہمزہ کی زیر، فاء کی جزم اور کاف کی پیش کے ساتھ ہے تینوں حروف پر زبر شاذ قراءت ہے یہ عکرمہ وغیرہ سے منقول ہے بطور فعل ماضی بمعنی (صرفهم)، کئی اور قراءات بھی ہیں مثلاً ابن عباس کی قراءت مشہور کی طرح مگر ہمزہ کی زبر کے ساتھ، اسی طرح ایک قراءت ابو عیاض سے منقول ہے اس میں تینوں پر زبر اور فاء مشدد ہے ایک اور قراءت میں ہمزہ ممدود اور فاء اور کاف مفتوح ہے، یہ ابن زبیر سے ماثور ہے۔(فمن قال الخ) یعنی اسے بطور فعل ماضی پڑھا أي (صرفهم عن الإيمان) جیسے اس آیت: (يُؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ أُفِكَ)[الذاريات : ۹] کا معنی ہے أي (يُصْرَفُ عَنْهُ مَنْ يُصْرَفُ)۔

4141 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ وَسَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَعَلْقَمَةُ بْنُ وَقَّاصٍ وَعُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ عَنْ عَائِشَةَ ؓ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ حِينَ قَالَ لَهَا أَهْلُ الإِفْكِ مَا

قَالُوا وَكُلُّهُمْ حَدَّثَنِي طَائِفَةً مِنْ حَدِيثِهَا وَبَعْضُهُمْ كَانَ أَوْعَى لِحَدِيثِهَا مِنْ بَعْضٍ وَأَثْبَتَ لَهُ اقْتِصَاصًا وَقَدْ وَعَيْتُ عَنْ كُلِّ رَجُلٍ مِنْهُمُ الْحَدِيثَ الَّذِي حَدَّثَنِي عَنْ عَائِشَةَ وَبَعْضُ حَدِيثِهِمْ يُصَدِّقُ بَعْضًا وَإِنْ كَانَ بَعْضُهُمْ أَوْعَى لَهُ مِنْ بَعْضٍ قَالُوا قَالَتْ عَائِشَةُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا أَرَادَ سَفَرًا أَقْرَعَ بَيْنَ أَزْوَاجِهِ فَأَيُّهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَعَهُ قَالَتْ عَائِشَةُ فَأَقْرَعَ بَيْنَنَا فِي غَزْوَةٍ غَزَاهَا فَخَرَجَ فِيهَا سَهْمِي فَخَرَجْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بَعْدَ مَا أُنْزِلَ الْحِجَابُ فَكُنْتُ أُحْمَلُ فِي هَوْدَجِي وَأُنْزَلُ فِيهِ فَسِرْنَا حَتَّى إِذَا فَرَغَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْ غَزْوَتِهِ تِلْكَ وَقَفَلَ دَنَوْنَا مِنَ الْمَدِينَةِ قَافِلِينَ آذَنَ لَيْلَةً بِالرَّحِيلِ فَقُمْتُ حِينَ آذَنُوا بِالرَّحِيلِ فَمَشَيْتُ حَتَّى جَاوَزْتُ الْجَيْشَ فَلَمَّا قَضَيْتُ شَأْنِي أَقْبَلْتُ إِلَى رَحْلِي فَلَمَسْتُ صَدْرِي فَإِذَا عِقْدٌ لِي مِنْ جَزْعِ ظَفَارِ قَدِ انْقَطَعَ فَرَجَعْتُ فَالْتَمَسْتُ عِقْدِي فَحَبَسَنِي ابْتِغَاؤُهُ قَالَتْ وَأَقْبَلَ الرَّهْطُ الَّذِينَ كَانُوا يُرَحِّلُونِي فَاحْتَمَلُوا هَوْدَجِي فَرَحَلُوهُ عَلَى بَعِيرِي الَّذِي كُنْتُ أَرْكَبُ عَلَيْهِ وَهُمْ يَحْسِبُونَ أَنِّي فِيهِ وَكَانَ النِّسَاءُ إِذْ ذَاكَ خِفَافًا لَمْ يَهْبُلْنَ وَلَمْ يَغْشَهُنَّ اللَّحْمُ إِنَّمَا يَأْكُلْنَ الْعُلْقَةَ مِنَ الطَّعَامِ فَلَمْ يَسْتَنْكِرِ الْقَوْمُ خِفَّةَ الْهَوْدَجِ حِينَ رَفَعُوهُ وَحَمَلُوهُ وَكُنْتُ جَارِيَةً حَدِيثَةَ السِّنِّ فَبَعَثُوا الْجَمَلَ فَسَارُوا وَوَجَدْتُ عِقْدِي بَعْدَ مَا اسْتَمَرَّ الْجَيْشُ فَجِئْتُ مَنَازِلَهُمْ وَلَيْسَ بِهَا مِنْهُمْ دَاعٍ وَلَا مُجِيبٌ فَتَيَمَّمْتُ مَنْزِلِي الَّذِي كُنْتُ بِهِ وَظَنَنْتُ أَنَّهُمْ سَيَفْقِدُونِي فَيَرْجِعُونَ إِلَيَّ فَبَيْنَا أَنَا جَالِسَةٌ فِي مَنْزِلِي غَلَبَتْنِي عَيْنِي فَنِمْتُ وَكَانَ صَفْوَانُ بْنُ الْمُعَطَّلِ السُّلَمِيُّ ثُمَّ الذَّكْوَانِيُّ مِنْ وَرَاءِ الْجَيْشِ فَأَصْبَحَ عِنْدَ مَنْزِلِي فَرَأَى سَوَادَ إِنْسَانٍ نَائِمٍ فَعَرَفَنِي حِينَ رَآنِي وَكَانَ رَآنِي قَبْلَ الْحِجَابِ فَاسْتَيْقَظْتُ بِاسْتِرْجَاعِهِ حِينَ عَرَفَنِي فَخَمَّرْتُ وَجْهِي بِجِلْبَابِي وَاللَّهِ مَا تَكَلَّمْنَا بِكَلِمَةٍ وَلَا سَمِعْتُ مِنْهُ كَلِمَةً غَيْرَ اسْتِرْجَاعِهِ وَهَوَى حَتَّى أَنَاخَ رَاحِلَتَهُ فَوَطِئَ عَلَى يَدِهَا فَقُمْتُ إِلَيْهَا فَرَكِبْتُهَا فَانْطَلَقَ يَقُودُ بِي الرَّاحِلَةَ حَتَّى أَتَيْنَا الْجَيْشَ مُوغِرِينَ فِي نَحْرِ الظَّهِيرَةِ وَهُمْ نُزُولٌ قَالَتْ فَهَلَكَ (فِيَّ) مَنْ هَلَكَ وَكَانَ الَّذِي تَوَلَّى كِبْرَ الإِفْكِ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أُبَيٍّ ابْنَ سَلُولَ قَالَ عُرْوَةُ أُخْبِرْتُ أَنَّهُ كَانَ يُشَاعُ وَيُتَحَدَّثُ بِهِ عِنْدَهُ ، فَيُقِرُّهُ وَيَسْتَمِعُهُ وَيَسْتَوْشِيهِ .

وَقَالَ عُرْوَةُ أَيْضًا لَمْ يُسَمَّ مِنْ أَهْلِ الإِفْكِ أَيْضًا إِلَّا حَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ وَمِسْطَحُ بْنُ أُثَاثَةَ وَحَمْنَةُ بِنْتُ جَحْشٍ فِي نَاسٍ آخَرِينَ لَا عِلْمَ لِي بِهِمْ غَيْرَ أَنَّهُمْ عُصْبَةٌ كَمَا قَالَ اللَّهُ

تَعَالَى وَإِنَّ كُبْرَ ذَلِكَ يُقَالُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أُبَيٍّ ابْنُ سَلُولَ قَالَ عُرْوَةُ كَانَتْ عَائِشَةُ تَكْرَهُ أَنْ يُسَبَّ عِنْدَهَا حَسَّانُ وَتَقُولُ إِنَّهُ الَّذِي قَالَ فَإِنَّ أَبِي وَوَالِدَهُ وَعِرْضِي لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِنْكُمْ وِقَاءُ قَالَتْ عَائِشَةُ فَقَدِمْنَا الْمَدِينَةَ فَاشْتَكَيْتُ حِينَ قَدِمْتُ شَهْرًا وَالنَّاسُ يُفِيضُونَ فِي قَوْلِ أَصْحَابِ الإِفْكِ لَا أَشْعُرُ بِشَيْءٍ مِنْ ذَلِكَ وَهُوَ يَرِيبُنِي فِي وَجَعِي أَنِّي لَا أَعْرِفُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ اللُّطْفَ الَّذِي كُنْتُ أَرَى مِنْهُ حِينَ أَشْتَكِي إِنَّمَا يَدْخُلُ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَيُسَلِّمُ ثُمَّ يَقُولُ كَيْفَ تِيكُمْ ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَذَلِكَ يَرِيبُنِي وَلَا أَشْعُرُ بِالشَّرِّ حَتَّى خَرَجْتُ حِينَ نَقَهْتُ فَخَرَجْتُ مَعَ أُمِّ مِسْطَحٍ قِبَلَ الْمَنَاصِعِ وَكَانَ مُتَبَرَّزَنَا وَكُنَّا لَا نَخْرُجُ إِلَّا لَيْلًا إِلَى لَيْلٍ وَذَلِكَ قَبْلَ أَنْ نَتَّخِذَ الْكُنُفَ قَرِيبًا مِنْ بُيُوتِنَا قَالَتْ وَأَمْرُنَا أَمْرُ الْعَرَبِ الْأُوَلِ فِي الْبَرِّيَّةِ قِبَلَ الْغَائِطِ وَكُنَّا نَتَأَذَّى بِالْكُنُفِ أَنْ نَتَّخِذَهَا عِنْدَ بُيُوتِنَا قَالَتْ فَانْطَلَقْتُ أَنَا وَأُمُّ مِسْطَحٍ وَهِيَ ابْنَةُ أَبِي رُهْمِ بْنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ عَبْدِ مَنَافٍ وَأُمُّهَا بِنْتُ صَخْرِ بْنِ عَامِرٍ خَالَةُ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ وَابْنُهَا مِسْطَحُ بْنُ أُثَاثَةَ بْنِ عَبَّادِ بْنِ الْمُطَّلِبِ فَأَقْبَلْتُ أَنَا وَأُمُّ مِسْطَحٍ قِبَلَ بَيْتِي حِينَ فَرَغْنَا مِنْ شَأْنِنَا فَعَثَرَتْ أُمُّ مِسْطَحٍ فِي مِرْطِهَا فَقَالَتْ تَعِسَ مِسْطَحٌ فَقُلْتُ لَهَا بِئْسَ مَا قُلْتِ أَتَسُبِّينَ رَجُلًا شَهِدَ بَدْرًا فَقَالَتْ أَيْ هَنْتَاهْ وَلَمْ تَسْمَعِي مَا قَالَ قَالَتْ وَقُلْتُ مَا قَالَ فَأَخْبَرَتْنِي بِقَوْلِ أَهْلِ الإِفْكِ قَالَتْ فَازْدَدْتُ مَرَضًا عَلَى مَرَضِي فَلَمَّا رَجَعْتُ إِلَى بَيْتِي دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ كَيْفَ تِيكُمْ فَقُلْتُ لَهُ أَتَأْذَنُ لِي أَنْ آتِيَ أَبَوَيَّ قَالَتْ وَأُرِيدُ أَنْ أَسْتَيْقِنَ الْخَبَرَ مِنْ قِبَلِهِمَا قَالَتْ فَأَذِنَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقُلْتُ لِأُمِّي يَا أُمَّتَاهُ مَاذَا يَتَحَدَّثُ النَّاسُ قَالَتْ يَا بُنَيَّةُ هَوِّنِي عَلَيْكِ فَوَاللَّهِ لَقَلَّمَا كَانَتِ امْرَأَةٌ قَطُّ وَضِيئَةً عِنْدَ رَجُلٍ يُحِبُّهَا لَهَا ضَرَائِرُ إِلَّا كَثَّرْنَ عَلَيْهَا قَالَتْ فَقُلْتُ سُبْحَانَ اللَّهِ أَوَلَقَدْ تَحَدَّثَ النَّاسُ بِهَذَا قَالَتْ فَبَكَيْتُ تِلْكَ اللَّيْلَةَ حَتَّى أَصْبَحْتُ لَا يَرْقَأُ لِي دَمْعٌ وَلَا أَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ ثُمَّ أَصْبَحْتُ أَبْكِي قَالَتْ وَدَعَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ وَأُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ حِينَ اسْتَلْبَثَ الْوَحْيُ يَسْأَلُهُمَا وَيَسْتَشِيرُهُمَا فِي فِرَاقِ أَهْلِهِ قَالَتْ فَأَمَّا أُسَامَةُ فَأَشَارَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِالَّذِي يَعْلَمُ مِنْ بَرَاءَةِ أَهْلِهِ وَبِالَّذِي يَعْلَمُ لَهُمْ فِي نَفْسِهِ فَقَالَ أُسَامَةُ أَهْلَكَ وَلَا نَعْلَمُ إِلَّا خَيْرًا وَأَمَّا عَلِيٌّ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَمْ يُضَيِّقِ اللَّهُ عَلَيْكَ وَالنِّسَاءُ سِوَاهَا كَثِيرٌ وَسَلِ الْجَارِيَةَ تَصْدُقْكَ قَالَتْ فَدَعَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَرِيرَةَ فَقَالَ أَيْ بَرِيرَةُ هَلْ رَأَيْتِ مِنْ شَيْءٍ يَرِيبُكِ

قَالَتْ لَهُ بَرِيرَةُ وَالَّذِى بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا رَأَيْتُ عَلَيْهَا أَمْرًا قَطُّ أُغْمِصُهُ غَيْرَ أَنَّهَا جَارِيَةٌ حَدِيثَةُ السِّنِّ تَنَامُ عَنْ عَجِينِ أَهْلِهَا فَتَأْتِى الدَّاجِنُ فَتَأْكُلُهُ قَالَتْ فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْ يَوْمِهِ فَاسْتَعْذَرَ مِنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أُبَيٍّ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ مَنْ يَعْذِرُنِى مِنْ رَجُلٍ قَدْ بَلَغَنِى عَنْهُ أَذَاهُ فِى أَهْلِى وَاللَّهِ مَا عَلِمْتُ عَلَى أَهْلِى إِلَّا خَيْرًا وَلَقَدْ ذَكَرُوا رَجُلاً مَا عَلِمْتُ عَلَيْهِ إِلَّا خَيْرًا وَمَا يَدْخُلُ عَلَى أَهْلِى إِلَّا مَعِى قَالَتْ فَقَامَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ أَخُو بَنِى عَبْدِ الأَشْهَلِ فَقَالَ أَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَعْذِرُكَ فَإِنْ كَانَ مِنَ الأَوْسِ ضَرَبْتُ عُنُقَهُ وَإِنْ كَانَ مِنْ إِخْوَانِنَا مِنَ الْخَزْرَجِ أَمَرْتَنَا فَفَعَلْنَا أَمْرَكَ قَالَتْ فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْخَزْرَجِ وَكَانَتْ أُمُّ حَسَّانَ بِنْتَ عَمِّهِ مِنْ فَخِذِهِ وَهُوَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ وَهُوَ سَيِّدُ الْخَزْرَجِ قَالَتْ وَكَانَ قَبْلَ ذَلِكَ رَجُلاً صَالِحًا وَلَكِنِ احْتَمَلَتْهُ الْحَمِيَّةُ فَقَالَ لِسَعْدٍ كَذَبْتَ لَعَمْرُ اللَّهِ لاَ تَقْتُلُهُ وَلاَ تَقْدِرُ عَلَى قَتْلِهِ وَلَوْ كَانَ مِنْ رَهْطِكَ مَا أَحْبَبْتَ أَنْ يُقْتَلَ فَقَامَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ وَهُوَ ابْنُ عَمِّ سَعْدٍ فَقَالَ لِسَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ كَذَبْتَ لَعَمْرُ اللَّهِ لَنَقْتُلَنَّهُ فَإِنَّكَ مُنَافِقٌ تُجَادِلُ عَنِ الْمُنَافِقِينَ قَالَتْ فَثَارَ الْحَيَّانِ الأَوْسُ وَالْخَزْرَجُ حَتَّى هَمُّوا أَنْ يَقْتَتِلُوا وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَائِمٌ عَلَى الْمِنْبَرِ قَالَتْ فَلَمْ يَزَلْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُخَفِّضُهُمْ حَتَّى سَكَتُوا وَسَكَتَ قَالَتْ فَبَكَيْتُ يَوْمِى ذَلِكَ كُلَّهُ لاَ يَرْقَأُ لِى دَمْعٌ وَلاَ أَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ قَالَتْ وَأَصْبَحَ أَبَوَاىَ عِنْدِى وَقَدْ بَكَيْتُ لَيْلَتَيْنِ وَيَوْمًا لاَ يَرْقَأُ لِى دَمْعٌ وَلاَ أَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ حَتَّى إِنِّى لأَظُنُّ أَنَّ الْبُكَاءَ فَالِقٌ كَبِدِى فَبَيْنَا أَبَوَاىَ جَالِسَانِ عِنْدِى وَأَنَا أَبْكِى فَاسْتَأْذَنَتْ عَلَىَّ امْرَأَةٌ مِنَ الأَنْصَارِ فَأَذِنْتُ لَهَا فَجَلَسَتْ تَبْكِى مَعِى قَالَتْ فَبَيْنَا نَحْنُ عَلَى ذَلِكَ دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَيْنَا فَسَلَّمَ ثُمَّ جَلَسَ قَالَتْ وَلَمْ يَجْلِسْ عِنْدِى مُنْذُ قِيلَ مَا قِيلَ قَبْلَهَا وَقَدْ لَبِثَ شَهْرًا لاَ يُوحَى إِلَيْهِ فِى شَأْنِى بِشَىْءٍ قَالَتْ فَتَشَهَّدَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حِينَ جَلَسَ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ يَا عَائِشَةُ إِنَّهُ بَلَغَنِى عَنْكِ كَذَا وَكَذَا فَإِنْ كُنْتِ بَرِيئَةً فَسَيُبَرِّئُكِ اللَّهُ وَإِنْ كُنْتِ أَلْمَمْتِ بِذَنْبٍ فَاسْتَغْفِرِى اللَّهَ وَتُوبِى إِلَيْهِ فَإِنَّ الْعَبْدَ إِذَا اعْتَرَفَ ثُمَّ تَابَ تَابَ اللَّهُ عَلَيْهِ قَالَتْ فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَقَالَتَهُ قَلَصَ دَمْعِى حَتَّى مَا أُحِسُّ مِنْهُ قَطْرَةً فَقُلْتُ لأَبِى أَجِبْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنِّى فِيمَا قَالَ فَقَالَ أَبِى وَاللَّهِ مَا أَدْرِى مَا أَقُولُ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقُلْتُ لأُمِّى أَجِيبِى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فِيمَا قَالَ قَالَتْ أُمِّى وَاللَّهِ مَا أَدْرِى مَا أَقُولُ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقُلْتُ وَأَنَا جَارِيَةٌ حَدِيثَةُ السِّنِّ لاَ أَقْرَأُ مِنَ الْقُرْآنِ كَثِيرًا إِنِّى وَاللَّهِ لَقَدْ

عَلِمْتُ لَقَدْ سَمِعْتُمْ هَذَا الْحَدِيثَ حَتَّى اسْتَقَرَّ فِي أَنْفُسِكُمْ وَصَدَّقْتُمْ بِهِ فَلَئِنْ قُلْتُ لَكُمْ إِنِّي بَرِيئَةٌ لَا تُصَدِّقُونِي وَلَئِنِ اعْتَرَفْتُ لَكُمْ بِأَمْرٍ وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَنِّي مِنْهُ بَرِيئَةٌ لَتُصَدِّقُنِّي فَوَاللَّهِ لَا أَجِدُ لِي وَلَكُمْ مَثَلًا إِلَّا أَبَا يُوسُفَ حِينَ قَالَ (فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَى مَا تَصِفُونَ) ثُمَّ تَحَوَّلْتُ وَاضْطَجَعْتُ عَلَى فِرَاشِي وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَنِّي حِينَئِذٍ بَرِيئَةٌ وَأَنَّ اللَّهَ مُبَرِّئِي بِبَرَاءَ تِي وَلَكِنْ وَاللَّهِ مَا كُنْتُ أَظُنُّ أَنَّ اللَّهَ مُنْزِلٌ فِي شَأْنِي وَحْيًا يُتْلَى لَشَأْنِي فِي نَفْسِي كَانَ أَحْقَرَ مِنْ أَنْ يَتَكَلَّمَ اللَّهُ فِيَّ بِأَمْرٍ وَلَكِنْ كُنْتُ أَرْجُو أَنْ يَرَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي النَّوْمِ رُؤْيَا يُبَرِّئُنِي اللَّهُ بِهَا فَوَاللَّهِ مَا رَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَجْلِسَهُ وَلَا خَرَجَ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ حَتَّى أُنْزِلَ عَلَيْهِ فَأَخَذَهُ مَا كَانَ يَأْخُذُهُ مِنَ الْبُرَحَاءِ حَتَّى إِنَّهُ لَيَتَحَدَّرُ مِنْهُ مِنَ الْعَرَقِ مِثْلُ الْجُمَانِ وَهُوَ فِي يَوْمٍ شَاتٍ مِنْ ثِقَلِ الْقَوْلِ الَّذِي أُنْزِلَ عَلَيْهِ قَالَتْ فَسُرِّيَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ يَضْحَكُ فَكَانَتْ أَوَّلَ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَ بِهَا أَنْ قَالَ يَا عَائِشَةُ أَمَّا اللَّهُ فَقَدْ بَرَّأَكِ قَالَتْ فَقَالَتْ لِي أُمِّي قُومِي إِلَيْهِ فَقُلْتُ وَاللَّهِ لَا أَقُومُ إِلَيْهِ فَإِنِّي لَا أَحْمَدُ إِلَّا اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ قَالَتْ وَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى (إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالإِفْكِ) الْعَشْرَ الآيَاتِ ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ هَذَا فِي بَرَاءَ تِي قَالَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ وَكَانَ يُنْفِقُ عَلَى مِسْطَحِ بْنِ أُثَاثَةَ لِقَرَابَتِهِ مِنْهُ وَفَقْرِهِ وَاللَّهِ لَا أُنْفِقُ عَلَى مِسْطَحٍ شَيْئًا أَبَدًا بَعْدَ الَّذِي قَالَ لِعَائِشَةَ مَا قَالَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ (وَلَا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ) إِلَى قَوْلِهِ (غَفُورٌ رَحِيمٌ) قَالَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ بَلَى وَاللَّهِ إِنِّي لَأُحِبُّ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لِي فَرَجَعَ إِلَى مِسْطَحٍ النَّفَقَةَ الَّتِي كَانَ يُنْفِقُ عَلَيْهِ وَقَالَ وَاللَّهِ لَا أَنْزِعُهَا مِنْهُ أَبَدًا .قَالَتْ عَائِشَةُ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ سَأَلَ زَيْنَبَ بِنْتَ جَحْشٍ عَنْ أَمْرِي فَقَالَ لِزَيْنَبَ مَاذَا عَلِمْتِ أَوْ رَأَيْتِ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَحْمِي سَمْعِي وَبَصَرِي وَاللَّهِ مَا عَلِمْتُ إِلَّا خَيْرًا قَالَتْ عَائِشَةُ وَهِيَ الَّتِي كَانَتْ تُسَامِينِي مِنْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ فَعَصَمَهَا اللَّهُ بِالْوَرَعِ قَالَتْ وَطَفِقَتْ أُخْتُهَا حَمْنَةُ تُحَارِبُ لَهَا فَهَلَكَتْ فِيمَنْ هَلَكَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَهَذَا الَّذِي بَلَغَنِي مِنْ حَدِيثِ هَؤُلَاءِ الرَّهْطِ ثُمَّ قَالَ عُرْوَةُ قَالَتْ عَائِشَةُ وَاللَّهِ إِنَّ الرَّجُلَ الَّذِي قِيلَ لَهُ مَا قِيلَ لَيَقُولُ سُبْحَانَ اللَّهِ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا كَشَفْتُ مِنْ كَنَفِ أُنْثَى قَطُّ قَالَتْ ثُمَّ قُتِلَ بَعْدَ ذَلِكَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

(جلد چہارم ص:۱۲۲ میں مفصل ترجمہ موجود ہے) اطرافه 2593، 2637، 2661، 2688، 2879، 4025، 4690، 4749، 4750، 4757، 5212، 6662، 6679، 7369، 7370، 7500، 7545

صالح سے مراد ابن کیسان ہیں قبل ازیں کتاب الشہادات میں فلیح عن ابن شہاب کے طریق سے گزری ہے وہاں ذکر کیا تھا کہ اس کی مستوفی شرح تفسیر سورۃ النور میں آئے گی لہذا وہیں تغایر الفاظ کے ذکر کے ساتھ بیان کی جائے گی۔

مولانا انور شاہ روایت کے مختلف الفاظ کی تشریح میں (فأقرع بيننا) کے تحت لکھتے ہیں یہ صرف ازواج مطہرات کی تطییبِ خاطر کی غرض سے تھا وگرنہ یہ سفر کے وقت ضروری نہیں، (بعد ما أنزل الحجاب) کی بابت کہتے ہیں کہ بعض طرق کے الفاظ اس کے مخالف ہیں لیکن تم جانتے ہو میں اس لفظی بحث میں نہیں پڑا کرتا شارحین پر ہے کہ اس طرف توجہ دیں (حين فرغنا) کی نسبت سے لکھتے ہیں بعض روایات میں ہے: (حين خرجنا إلى البراز) (یعنی قضائے حاجت کیلئے جاتے ہوئے) کہتی ہیں (اتنا دکھ محسوس ہوا کہ) بغیر قضائے حاجت کئے واپس آگئی تو یہ اس کے معارض ہے، (تعس مسطح) کی بابت لکھتے ہیں یہ حضرت ابوبکر کے خالہ زاد تھے ٹھوکر کھاتے ہوئے اس لئے ان کا بد دعا کے ساتھ ذکر کیا کہ انسان کی عادات میں سے ہے کہ جب کوئی اہم معاملہ اس کے دل و دماغ میں چھایا ہوتا ہے ہر وقت اور ہر شان میں اس کا متذکر ہوتا ہے کیونکہ وہ ہمہ وقت اس کی آنکھوں کے سامنے رہتا ہے تو ٹھوکر کھانے کا سبب بھی یہی تھا کہ اپنے بیٹے مسطح کی اسی بری حرکت کے بارہ میں ہر وقت سوچتی رہتی تھیں تو چونکہ ان کی ہی وجہ سے ٹھوکر کھائی لہذا بد دعا کی، (فقال لسعد كذبت لعمر الله الخ) کے تحت کہتے ہیں ذکرِ سعد یہاں وہم ہے وہ تو خندق کے فوراً بعد فوت ہو چکے تھے جو قصہ افک سے قبل تھا (مگر ابن حجر کے حوالے سے گزرا کہ یہی تو اس امر کی دلیل ہے کہ واقعۂ افک خندق سے پہلے پیش آیا تھا، اللہ اعلم) لکھتے ہیں دونوں قبیلے اوس و خزرج اس لئے مشتعل ہو گئے کیونکہ خزرجی نے گمان کیا کہ سعد اوسی نے یہ سمجھتے ہوئے اس کے قتل کی بات کی کہ کوئی اس کی حمایت کرنے والا نہیں گویا اس لمحہ قبائلی عصبیت کا شکار بن گئے تو حمیت کے تحت یہ کہا اصل میں اس وقت ان کی نظر آنجناب کے اس معاملہ پر نہ تھی لہذا کوئی اشکال نہیں (ابھی آنجناب نے اس کے ذمہ دار کا نام نہ بتلایا تھا، صرف حضرت سعد بن معاذ کے اندازِ کلام اور ان کے خیال میں لفظوں کے نامناسب انتخاب نے بھڑکا دیا) ان کا (كذبت) کہنا ان کی اس بات کہ اگر وہ اوس سے ہے تو ہم اسے قتل کر دیتے ہیں، کی بابت تھا کہ یہ بات انہوں نے دل سے نہیں کہی بلکہ چونکہ ان کا گمان تھا کہ قاتل ان کے قبیلہ کا نہیں بلکہ خزرج سے ہے اگر اوس سے ہوتا تو یہ بات نہ کہتے اسی لئے (كذبت) کہا۔

(و إن كنت ألممت الخ) کے تحت لکھتے ہیں فقہ میں ہے اگر کوئی اسراف علی النفس کا ارتکاب کر بیٹھا اور کسی معصیت کا شکار بنا تو اسکے لئے لازم نہیں کہ اب ضرور قاضی کے پاس جائے اگرچہ گواہوں نے بھی اسے اس حال میں دیکھ لیا ہو، ان کا گمان ہو کہ اتفاقاً اس میں واقع ہو گیا ہے تعمداً نہیں اور نہ وہ اس کا متعود ہے، ان کے لئے بھی مستحب ہے کہ پردہ پوشی کریں تو آپ کا حضرت عائشہ سے یہ کہنا محمول علی الدیانت ہے، دراصل یہ معاملہ طول پکڑ چکا تھا ایک ماہ گزر چکا کوئی وحی نہیں آئی تھی بعد ازاں جب بذریعہ وحیِ الٰہی معاملہ آشکار ہوا تو آنجناب نے تہمت دھرنے والوں پر حدِ قذف جاری فرمائی، فائدہ کے تحت لکھتے ہیں نبوی گھرانہ میں اس قصہ کے اجراء میں حکمتِ الٰہیہ یہ ہے کہ آنجناب کے صبر، احکامِ شرع پر آپکے ثبات اور حدود سے عدم مجاوزت کا بیان ہے ایک مرتبہ حضرت سعد (بن عبادہ) نے آپ سے دریافت کیا تھا کہ اگر وہ اپنی بیوی کے پاس کسی شخص کو پائیں اور کوئی بینہ نہ ہو تو کیا کریں؟ آپ کا جواب تھا گواہ پیش کرنا ضروری ہے وگرنہ حدِ قذف کا سامنا کرنا پڑے گا، سعد یہ سن کر بولے بخدا میں تو کسی ایسی صورتحال میں تلوار کے ساتھ اڑا دوں گا آپ نے تب فرمایا ذرا سعد کی غیرت تو دیکھو اور میں ان سے بھی زیادہ غیرت والا ہوں اور اللہ مجھ سے بھی، پھر لعان کی آیات نازل ہوئی

تھیں، تو اللہ تعالی نے کشفِ حال کیا کہ یہ بات صرف کہنے کی نہ تھی بلکہ جب خود اس معاملہ میں مبتلا کئے گئے تو وحی کا انتظار کیا کوئی جلد بازی نہ کی اور نہ اس کے درء کیلئے کوئی حیلہ سازی فرمائی، کہتے ہیں میرا مطالعہ ہے کہ قبل ازیں کوئی نبی ایسا نہیں مگر عورتوں کی جہت سے آزمائش میں ڈالا گیا اس لئے کہ وہ ابتلاء و آزمائش کے لحاظ سے سب سے زیادہ اشد ہیں اور سخت ترین آزمائش وہی ہوتی ہے جو گھر والوں کی نسبت سے ظاہر ہو، حضرت آدم کو اللہ تعالی کی ملامت کا شکار حضرت حواء کی وجہ سے بننا پڑا حضرت نوح اور حضرت لوط کی ازواج تو ایمان ہی نہ لائیں حضرت ابراہیم کو حضرت سارہ اور حضرت ہاجر کے مابین ہونے والے جھگڑوں کے سبب ہی انہیں مکہ میں چھوڑنا پڑا حضرت موسی پر خطبہ کے دوران ایک عورت نے قارون کے کہنے میں الزام دھرا حضرت عیسی بھی اپنی والدہ کی جہت سے آزمائش میں ڈالے گئے تو یہ سنتِ الٰہیہ ہے جو تمام نبیوں پر جاری ہوئی تا کہ اللہ تعالی لوگوں کو اپنے انبیاء کا صبر، استقامت علی الحق اور ثبات علی الدین دکھلائے

بخاری سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حسان بھی ان لوگوں میں شامل ہو گئے مگر ان کے اشعار سے ظاہر ہوتا ہے کہ (یہ دراصل ان پر ایک الزام تھا اور) خود اپنی زبان سے کوئی نامناسب بات نہ کہی تھی، وہ تو حضرت عائشہ کی مدح سرائی کرتے ہوئے کہتے ہیں: (حَصانٌ رَزان ما تُزَنُّ بريبة وَ تُصْبِحُ غَرْثىٰ مِن لُحوم الغوافل)۔(ترجمہ: وہ پاکدامن اور وقار والی ہیں کسی شک وشبہ سے بالاتر ہیں اور لگائی بجھائی نہیں کرتیں) اسی نظم کا ایک اور شعر یوں ہے: (فإن كنت قد قلت الذى قد زعمتم فلا رفعَتْ إلَيَّ سَوطى أناملى)۔(کہ اگر میرے بارہ میں جو یہ تم کہہ رہے ہو کہ میں بھی تہمت لگانے والوں میں شامل ہوں، صحیح ہے تو خدا کرے میری انگلیاں کوڑا اٹھانے کے قابل نہ رہیں، یعنی میرے ہاتھ شل ہو جائیں) علامہ انور لکھتے ہیں ابن حجر نے قرار دیا ہے کہ حضرت حسان کے یہ اشعار ان کی اپنی بیٹی کے بارہ میں ہیں مگر یہ صحیح نہیں بلکہ حضرت عائشہ کی بابت ہیں جیسا کہ اس قصیدہ کے باقی اشعار اسی پر دلالت کناں ہیں، مفسرین کے مطابق اس سارے واقعہ اور اتہام کا اصل ذمہ دار عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین تھا جبکہ بخاری سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ حضرت حسان ہیں جیسا کہ ص: ۵۹۷ مطبوعہ ہند میں حضرت عائشہ کا یہ قول مذکور ہے: (و أيُّ عذاب أشدُّ من العَمى) تو میرے نزدیک یہ باب (تلقى المخاطب بما لا يترقب) سے ہے وگرنہ آیت کا نزول تو بالاتفاق ابن ابی ہی کی بابت ہوا ہے خود حضرت عائشہ کا بھی یہی قول ہے جو بخاری ص: ۶۹۶ میں مذکور ہے حضرت عائشہ کی حضرات علی وحسان پر ناراضی اس لئے تھی کہ انہوں نے اسے تسلیم کیا (حضرت علی پر ناراضی اس لئے تھی کہ نبی پاک نے جب ان سے مشورہ کیا تو کہا آپ کیلئے عورتوں کی کیا کمی؟ منافقوں کی الزام تراشی کو تسلیم نہ کیا تھا) کہتے ہیں میری نظر میں اس ضمن میں خود حضرت حسان کا قول ہی معتبر ہونا چاہئے بجائے اس کے کہ جو لوگوں کے درمیان مشہور ہو گیا، اخبار میں ضبط کا حال تو معلوم ہی ہے بالجملہ میرے نزدیک ان کی طرف اس تہمت کی نسبت خلافِ تحقیق ہے اور انہیں آیت (وَالَّذِیْ تَوَلّٰی کِبْرَہٗ) کا مصداق ٹھہرانا میری نظر میں باطل ہے۔

(وهي التى تسامينى) یعنی تمام ازواج مطہرات میں وہی ایسی تھیں جو آنجناب کے ہاں مقام ومنزلت میں حضرت عائشہ کی ہمسری کرتی تھیں تو اگر وہ ان کی براءت کا اس انداز سے اظہار نہ کرتیں تو (طبعی رقابت کے لحاظ سے) یہ انکے لئے بجا تھا لیکن چونکہ صاحبِ تقوی و ورع خاتون تھیں لہذا میرے بارہ میں کلمۂ خیر ہی کہا۔(ما كشفت الخ) کبھی کسی عورت سے جماع نہیں کیا اگرچہ بعد ازاں شادی کی جیسا کہ ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے کہ ایک خاتون نبی اکرم کی خدمت میں آئیں اور عرض کیا میرا خاوند صفوان بن معطل میرے (نفلی) روزے چھڑوا دیتا اور نماز (یعنی تہجد) پڑھنے پر مارتا ہے۔

4142 - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ أَمْلَى عَلَيَّ هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ مِنْ حِفْظِهِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ قَالَ لِي الْوَلِيدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ أَبَلَغَكَ أَنَّ عَلِيًّا كَانَ فِيمَنْ قَذَفَ عَائِشَةَ قُلْتُ لَا وَلَكِنْ قَدْ أَخْبَرَنِي رَجُلَانِ مِنْ قَوْمِكَ أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ أَنَّ عَائِشَةَ ؓ قَالَتْ لَهُمَا كَانَ عَلِيٌّ مُسَلِّمًا فِي شَأْنِهَا فَرَاجَعُوهُ فَلَمْ يَرْجِعْ وَقَالَ مُسَلِّماً بِلَا شَكٍّ فِيهِ وَ عَلَيْهِ كَانَ فِي أَصْلِ الْعَتِيقِ كَذَلِكَ

زہری کہتے ہیں مجھے (اموی خلیفہ) ولید بن عبد الملک کہنے لگا کیا تمہیں معلوم ہے حضرت علی ان لوگوں میں شامل تھے جنہوں نے حضرت عائشہ پہ تہمت دھری؟ میں نے کہا نہیں لیکن مجھے آپکی قوم کے دو آدمیوں ابوسلمہ بن عبد الرحمٰن اور ابو بکر بن عبد الرحمٰن بن حارث نے بتلایا ہے کہ حضرت عائشہ نے ان سے کہا تھا حضرت علی اس سے سالم رہے، راوی کہتے ہیں لوگوں نے زہری سے پھر پوچھا کیا یہی لفظ بولا؟ انہوں نے اسی پہ صاد کیا کہ (مسلماً) ہی کہا تھا، پرانے نسخہ میں بھی یہی لفظ تھا۔

شیخ بخاری عبد اللہ جعفی ہیں، ہشام سے مراد صنعانی ہیں۔(الولید) یعنی ابن عبد الملک بن مروان بن حکم۔(أ بلغك أن عليا الخ) عبد الرزاق کی روایت میں ہے کہ کہنے لگا قرآن نے جس کی بابت کیا ہے: (وَالَّذِیْ تَوَلّٰی کِبْرَہٗ) وہ علی ہیں، میں نے کہا نہیں بلکہ مجھے سعید بن میتب، عروہ، علقمہ اور عبید اللہ نے حضرت عائشہ کے حوالے سے بتلایا ہے کہ اس سے مراد عبد اللہ بن ابی ہے، حلیہ ابی نعیم میں ابن عیینہ عن زہری سے منقول ہے کہ میں ولید کے پاس تھا کہ یہ آیت تلاوت کی: (والذی تولی کبره الخ) کہنے لگا یہ حضرت علی کے بارہ میں نازل ہوئی، میں نے کہا اللہ امیر کی اصلاح کرے، ایسا نہیں بولا پھر کیسے ہے؟ میں نے کہا مجھے عروہ نے حضرت عائشہ سے خبر دی کہ یہ ابن ابی کے بارہ میں ہے۔ (من قومك) یعنی قریش، کیونکہ ابو بکر بن عبد الرحمٰن بن حارث مخزومی ہیں اور ابوسلمہ بن عبد الرحمٰن بن عوف زہری، بنی امیہ کے ساتھ یہ مرہ بن کعب بن لؤی میں مجتمع ہو جاتے ہیں۔ (کان علی مسلما) بخاری کے تمام نسخوں میں (مسلما) کے لام ثقیلہ کی زیر کے ساتھ ہے سوائے نسخہ حموی کے، اس میں زبر ہے۔ (فراجعوه ولم يرجع) ابن حجر لکھتے ہیں میرے خیال میں یہ مراجعت ہشام بن یوسف کے ساتھ ہوئی کیونکہ عبد الرزاق نے اسے معمر سے روایت کرتے ہوئے (مسیئا) کا لفظ نقل کیا ہے، اسماعیلی اور ابو نعیم نے بھی اپنی اپنی مستخرج میں یہی لفظ ذکر کیا، کرمانی کا خیال ہے کہ یہ مراجعت زہری کے ہاں واقع ہوئی وہ (فلم یرجع) کا معنی کرتے ہیں کہ اس کے سوا کوئی اور لفظ استعمال کرنے سے انکار کیا، لکھتے ہیں یہ معنی بھی محتمل ہے کہ مراد یہ ہو کہ زہری نے ولید کی طرف رجوع نہ کیا، ابن حجر لکھتے ہیں اسماعیلی کے نقل کردہ لفظ کی تقویت ابن مردویہ کی اس روایت کے ان الفاظ سے ملتی ہے: (إن علیا أساء في شأني والله يغفرله) ابن تین کہتے ہیں (مسلما) کسر لام کے ساتھ ہے مگر زبر کے ساتھ بھی ضبط کیا گیا ہے، معنی متقارب ہے ابن حجر کے بقول یہ محلِ نظر ہے، زبر والی روایت کا معنی ہے کہ وہ اس سے سلامت رہے (یعنی اس پروپیگنڈے کا شکار نہ بنے) جبکہ روایتِ زیر کا مطلب ہے کہ انہوں نے اسے سچ تسلیم کیا، ابن تین لکھتے ہیں یہ (مسیئا) بھی روایت کیا گیا ہے مگر اس میں بُعد ہے ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں بلکہ من حیث نقل الروایت یہی اقوی ہے، عیاض ذکر کرتے ہیں کہ نسفی نے امام بخاری سے (مسیئا) ہی نقل کیا ہے، اس طرح ابن سکن نے بھی فربری سے، اصیلی (مسلما) نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں ہماری قراءت تو یہی ہے مگر زیادہ معروف دوسرا لفظ ہے (یعنی مسیئا) حضرت عائشہ نے یہ بات اس لئے کہی کہ نبی اکرم

نے جب ان سے مشورہ لیا تو اسامہ کی طرح نہ کہا بلکہ مشورہ دیا کہ بریرہ پر سختی کریں وہ سچ کہے گی اور کہا کہ عورتوں کی کیا کمی ہے، ان کے سوا بھی بہت ہیں، اس جیسے الفاظ کہے، آگے ان کی تفصیل آرہی ہے اس بارے ان کا عذر بھی بیان کیا جائے گا۔

ابن حجر لکھتے ہیں ظاہر یہ ہوتا ہے کہ بعض خیر سے خالی ناصبہ نے حضرت عائشہ کے اس جملہ کو بنی امیہ کی خوشنودی کی خاطر محرف کر کے وہ مفہوم بیان کیا جو حضرت عائشہ کی مراد نہ تھی تو وہ حضرت علی کی عداوت کے سبب یہی سمجھتے رہے کہ وہ بھی اس تہمت کو سچ سمجھتے (بلکہ اس کے کرتا دھرتا) تھے (اسی لئے ولید نے آیت: والذی تولی کبرہ کا مصداق حضرت علی کو قرار دیا) حتی کہ زہری نے اس کے سامنے تبیینِ حق کیا، بقول ابن حجر: (فجزاہ اللہ تعالی خیرا)۔ زہری کے حوالے سے منقول ہے کہ (ولید کے بعد) ہشام بن عبدالملک بھی یہی اعتقاد رکھتا تھا چنانچہ یعقوب بن شیبہ نے اپنی مسند میں حسن بن علی حلوانی عن شافعی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ مجھے میرے چچا نے بیان کیا کہ سلیمان بن یسار ہشام بن عبدالملک کے ہاں گئے (ہشام عمر بن عبدالعزیز کے بعد سریرِ خلافت پر متمکن ہوا اور تقریبا چوبیس برس حکمرانی کی) تو ان سے پوچھا اے سلیمان قرآن میں جو (تَوَلّیٰ کِبْرَہ) ہے اس سے کون مراد ہے؟ انہوں نے کہا عبداللہ بن ابی، وہ بولا تم جھوٹ کہتے ہو، اس سے مراد علی ہیں، وہ بولے امیر المومنین اپنی بات سے خوب واقف ہیں، اس اثنا زہری آ گئے ان سے بھی اے ابن شہاب کہہ کر یہی سوال کیا ان کا جواب بھی سلیمان کی طرح تھا، انہیں بھی کہنے لگا تم جھوٹ کہتے ہو اس پر وہ بڑھک اٹھے اور کہا تیرا باپ مرے میں جھوٹ بولوں گا؟ بخدا اگر آسمان سے کوئی منادی ندا دے کر اللہ نے جھوٹ حلال کر دیا ہے تب بھی میں جھوٹ نہ بولوں۔ عروہ، سعید، عبیداللہ اور علقمہ نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت کا مصداق ابن ابی ہے، ان (شائد عروہ مراد ہیں) کا بھی ہشام بن عبدالملک کے ساتھ یہی زہری جیسا مکالمہ منقول ہے اس کے آخر میں ہے کہ جب عروہ نے زہری کی طرح سخت لہجہ میں بات کی ہشام (معتذر رہا اور) بولا ہم نے تو شیخ کو مشتعل کر دیا۔

شاہ مولانا انور (عن الزهری قال قال لی الولید الخ) کے تحت لکھتے ہیں عبدالملک کے چار بیٹے تھے (جو حکمران بنے ، بیان کیا جاتا ہے عبدالملک کو خواب آیا کہ کعبہ کے چار میناروں پر پیشاب کیا ہے سخت پریشانی ہوئی ایک شخص کو اس زمانہ کے سب سے بڑے معبر محمد بن سیرین کی خدمت میں روایت کیا مگر تاکید کی کہ میرا نام نہ بتلانا، اپنے حوالے سے خواب بیان کرنا، اس نے یہی کیا محمد اس کے منہ سے یہ خواب سن کر ہنس پڑے اور کہا یہ خواب تمہیں نہیں، عبدالملک کو آیا ہوگا، جاؤ اسے کہو گھبرانے کی ضرورت نہیں اللہ اس کے چار بیٹوں کو حکمران بنائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا) علامہ لکھتے ہیں ان کے نام یہ ہیں: سلیمان، ہشام، ولید اور یزید (خلافت سنبھالنے کے لحاظ سے ترتیب یہ بنتی ہے: ولید پھر سلیمان پھر ہشام اور آخر میں یزید بن عبدالملک) لکھتے ہیں اول دو (یعنی سلیمان اور ہشام، یا ممکن ہے اول دو سے ان کی مراد خلافت سنبھالنے کی ترتیب سے ہو، تب ولید اور سلیمان ہیں) تو صالح تھے جبکہ آخری دو خبیث تھے (میرے خیال میں علامہ کی اس بات کا مفہوم فیض الباری میں نقل کردہ عبارت اور خصوصاً جس ترتیب سے چاروں نام لکھ گئے ہیں، کے اعتبار سے واضح نہیں، اگر صالح سے مراد سلیمان اور ہشام ہیں تو بھی یہ بات محل نظر ہیں، سلیمان سے بہت سیاسی غلطیاں ہوئی ہیں اسی نے محمد بن قاسم جبکہ وہ۔ جیسا کہ بلاذری کی فتوح البلدان میں لکھا ہے کشمیر کی سرحدوں پر کھڑا اسے فتح کرنے کی منصوبہ بندی کر رہا تھا۔ کو واپس آنے کا حکم دیا اور نہایت ظلم کا مظاہرہ کرتے ہوئے قید میں قتل کرا دیا اس کا سبب صرف اس کا ذاتی انتقام اور عناد تھا جس کی تفصیل کتب تاریخ میں مذکور ہے اس طرح فاتحِ اندلس موسی بن نصیر کو قتل کیا، منصوبہ بندی کیئے اور مناسب تیاری کے بغیر اسلامی فوج کو قسطنطیہ فتح

کرنے بھیجا جو سخت نقصان اٹھا کر واپس آئی البتہ اس کا واحد اچھا عمل اپنے بعد عمر بن عبدالعزیز کو ولی عہد نامزد کرنا ہے، ولید بن عبدالملک باوجود اپنی جہالت اور جفاف کے اچھے انداز میں حکمرانی کر گیا اسی کے عہد میں سندھ میں محمد بن قاسم اور اندلس میں طارق بن زیاد نے پیش قدمی کی اسی نے مسجد نبوی کی توسیع کرائی اور بیت المقدس میں اپنے والد کے عہد سے جاری توسیعی کام مکمل کرایا پھر حجاج بن یوسف جیسے سخت گیر لیکن اچھے منتظم کی عراق پر گورنری برقرار رکھی جس کے ہاتھوں خوارج کا قلع قمع ہوا)۔

سید انور (کان علی مسلما) کی بابت لکھتے ہیں احسن وہ لفظ جو حاشیہ میں ہے یعنی (مسیئا) اس کا مفہوم یہ ہے (اردو میں لکھا ہے) کچھ ہمدردی کرنے والے نہ تھے، کہتے ہیں ولید چونکہ حکمران تھا اس لئے زہری نے نرم انداز میں بات کی (لیکن بعدازاں جب ہشام نے یہی بات کہی تو اسے نہایت گرم جواب دیا اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ اس کا عہد آتے آتے زہری سن رسیدہ ہو چکے تھے تو اپنی بزرگی کا فائدہ اٹھایا، آخر نکلے سے نکما مسلمان بھی عالم ومحدث پھر بوڑھے، پر غصہ و ناراضی کا اظہار نہیں کرسکتا)۔

4143 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ حَدَّثَنِي مَسْرُوقُ بْنُ الأَجْدَعِ قَالَ حَدَّثَتْنِي أُمُّ رُومَانَ وَهِيَ أُمُّ عَائِشَةَ ؓ قَالَتْ بَيْنَا أَنَا قَاعِدَةٌ أَنَا وَعَائِشَةُ إِذْ وَلَجَتِ امْرَأَةٌ مِنَ الأَنْصَارِ فَقَالَتْ فَعَلَ اللَّهُ بِفُلاَنٍ وَفَعَلَ فَقَالَتْ أُمُّ رُومَانَ وَمَا ذَاكَ قَالَتِ ابْنِي فِيمَنْ حَدَّثَ الْحَدِيثَ قَالَتْ وَمَا ذَاكَ قَالَتْ كَذَا وَكَذَا قَالَتْ عَائِشَةُ سَمِعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَالَتْ نَعَمْ قَالَتْ وَأَبُو بَكْرٍ قَالَتْ نَعَمْ فَخَرَّتْ مَغْشِيًّا عَلَيْهَا فَمَا أَفَاقَتْ إِلاَّ وَعَلَيْهَا حُمَّى بِنَافِضٍ فَطَرَحْتُ عَلَيْهَا ثِيَابَهَا فَغَطَّيْتُهَا فَجَاءَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ مَا شَأْنُ هَذِهِ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَخَذَتْهَا الْحُمَّى بِنَافِضٍ قَالَ فَلَعَلَّ فِي حَدِيثٍ تُحُدِّثَ بِهِ قَالَتْ نَعَمْ فَقَعَدَتْ عَائِشَةُ فَقَالَتْ وَاللَّهِ لَئِنْ حَلَفْتُ لاَ تُصَدِّقُونِي وَلَئِنْ قُلْتُ لاَ تَعْذِرُونِي مَثَلِي وَمَثَلُكُمْ كَيَعْقُوبَ وَبَنِيهِ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَى مَا تَصِفُونَ قَالَتْ وَانْصَرَفَ وَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا فَأَنْزَلَ اللَّهُ عُذْرَهَا قَالَتْ بِحَمْدِ اللَّهِ لاَ بِحَمْدِ أَحَدٍ وَلاَ بِحَمْدِكَ

(واقعہ افک والی روایت کا ایک حصہ) أطرافه 3388، 4691، 4751 -

حصین سے مراد ابن عبدالرحمٰن واسطی ہیں جبکہ ابووائل سے مراد شقیق بن سلمہ اسدی ہیں۔(عن مسروق حدثنی الخ) مسروق کا یہ کہنا باعثِ اشکال ہے کیونکہ کہا جاتا ہے ام رومان کا عہد نبوی میں ہی انتقال ہو گیا تھا اور مسروق آنجناب کی وفات کے بعد عہدِ صدیقی یا فاروقی میں مدینہ آئے تھے، خطیب لکھتے ہیں ہمارے علم کے مطابق ابووائل سے صرف حصین نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور مسروق نے حضرت ام رومان کا زمانہ نہیں پایا اور وہ اسے مرسلا بیان کیا کرتے تھے، یہ الفاظ استعمال کرتے: (سُئِلَتْ أُمُّ رومان) یعنی ام رومان سے پوچھا گیا، حصین نے وہم کا شکار بنتے ہوئے (سألتُ أمَّ رمان) نقل کر دیا گویا خود مسروق کو سائل بنا دیا یا ممکن ہے بعض ناقلین نے (سئلت) کو الف کے ساتھ لکھ دیا جس سے یہ مفہوم پیدا ہوا، علی کہتے ہیں بعض رواۃ نے حصین سے درست یعنی عنعنہ کے ساتھ بھی نقل کیا ہے، کہتے ہیں بخاری نے ظاہرِ اتصال کو مدنظر رکھتے ہوئے اس حدیث کو تخریج کر دیا، علت ان کے لئے

ظاہر نہ ہوسکی، مزی نے اس کلامِ خطیب کو اطراف اور تہذیب میں نقل کر کے بجائے تعاقب کرنے کے اس کی تقریر کی اور اضافہ کیا کہ مسروق نے حضرت ام رومان سے اسے بواسطہِ ابن مسعود روایت کیا اور یہی صواب ہے

ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں کہ بعد از تامل میرے لئے یہ ظاہر ہوا ہے کہ بخاری کا موقف یہاں درست ہے (کہ مسروق نے ام رومان سے اسے بلا واسطہ اخذ کیا ہے) دراصل خطیب اور ان کے ہمنواؤں کا یہ قرار دینا کہ مسروق کی ام رومان سے لقاء نہیں، قائل کے اس قول کی بنیاد پر ہے کہ ام رومان عہد نبوی میں سن چار، پانچ، یا چھ میں انتقال کر گئی تھیں، یہ واقدی نے ذکر کیا تو واقدی کے بیانات کی وجہ سے صحیح اسانید کو رد نہیں کیا جا سکتا (کیونکہ وہ کوئی زیادہ قابل اعتبار نہیں، دراصل۔ جیسا کہ جلد اول میں عرض کیا۔ وہ ایک مؤرخ ہیں اور مؤرخین کا ہر دور میں وطیرہ رہا ہے کہ سردِ واقعات کے ضمن میں رطب و یابس کو جمع کر لیتے اور سنی سنائی باتوں کو بسا اوقات تاریخی واقعات کا درجہ دے لیتے ہیں، دورِ حاضر کے ایک مذہبی سکالر جو ایک سیاسی و دینی جماعت کے بانی بھی تھے، نے اپنی ایک متنازعہ کتاب میں حضرات عثمان و معاویہ کے کچھ طرز ہائے عمل پر انہی مؤرخین کے بیانات کی بنیاد پر تنقید کی، ان کا یہ فعل اہلِ علم کی تنقید و رد کا نشانہ بنا کیونکہ تاریخ اور چیز ہے اور تحقیق اور، حساس تاریخی واقعات کو بھی اسی معیار پر پرکھنا پڑے گا جس معیار پر احادیثِ نبویہ کو پرکھا گیا، اسانید کے بغیر بیان شدہ تاریخی واقعات اور بیانات کو قبول نہ کیا جائے گا وگرنہ کئی دشواریاں پیش آ سکتی ہیں)۔

زبیر بن بکار نے ضعیف اور منقطع سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ ام رومان کا انتقال سن چھ کے ذوالحجہ میں ہوا بخاری نے اپنی تاریخِ اوسط اور صغیر میں اس کے مردود ہونے کا اشارہ دیا ہے چنانچہ حضرت ام رومان کا تذکرہ ان حضرات کی فصل میں کیا جن کی وفات عہدِ عثمانی میں ہوئی، علی بن زید نے بھی بواسطہ قاسم نقل کیا ہے کہ ام رومان سن چھ میں فوت ہوئیں بخاری نے اسے محلِ نظر قرار دیا اور لکھا کہ حدیثِ مسروق اسند ہے یعنی قوی اور اتصال کے لحاظ سے ابین، ابراہیم حربی نے جزم کے ساتھ لکھا ہے کہ مسروق نے ام رومان سے سماع کیا ہے اس وقت ان کی عمر پندرہ برس تھی، اس پر عہدِ فاروقی میں ان کا سماع متحقق ہوا ہے، ان کی ولادت سن ایک ہجری میں ہوئی تھی اسی لئے ابونعیم اصفہانی نے قرار دیا ہے کہ ام رومان وفاتِ نبوی کے بعد کافی عرصہ زندہ رہی ہیں جبکہ خطیب نے واقدی اور زبیر کی مذکورہ بات کی بنیاد پر اس کا تعاقب کیا ہے جو محلِ نظر ہے، احمد کی ابوسلمہ عن عائشہ کے طریق سے روایت میں ہے جب آیتِ تخییر (یعنی: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا الخ) [الأحزاب:۲۸] نازل ہوئی تو آنجناب نے سب سے پہلے انہی پر اسے پیش کیا اور فرمایا جواب دینے میں جلدی نہ کرنا بلکہ اپنے والدین ابوبکر اور ام رومان سے مشورہ کر لینا، اصلِ حدیث صحیحین میں موجود ہے البتہ ام رومان کا نام مذکور نہیں اور بالاتفاق یہ آیت سن نو ہجری میں نازل ہوئی ہے تو یہ اس امر کا ثبوت ہے کہ کہ ام رومان کی وفات اس وقت سے متاخر ہے جو واقدی اور زبیر نے ذکر کیا، اسی طرح علامات النبوۃ میں حضرت ابوبکر کے مہمانوں والی روایت میں بھی ام رومان کی موجودی ثابت ہے، عبدالرحمن کہتے ہیں (فلما جاء أبوبكر قالت لأمي الخ) یعنی ام رومان، اور عبدالرحمن کی مدینہ آمد صلح حدیبیہ کے بعد بقول ابن سعد سن سات میں ہوئی ہے، صلح حدیبیہ سن چھ کے ماہِ ذی القعدہ میں ہوئی تھی، زبیر بن بکار نے تو (أو) کا لفظ استعمال کر کے اس کے بھی بعد نقل کیا ہے لہذا ام رومان کی وفات سن چار یا پانچ یا چھ میں قرار دینا غلط ہے، ابن حجر کہتے ہیں اس جامعِ صحیح پر خطیب وغیرہ کے اس تعاقب پر یہ مذکورہ بالا تعاقب و رد کافی ہے، لکھتے ہیں خطیب کی اس کلام کو صاحبِ مشارق ومطالع، سہیلی اور ابن سید الناس نے بھی تسلیم کر لیا، التفسیر میں واقعہِ افک کی بابت اس حدیثِ ام رومان اور اسی بابت حدیثِ

عائشہ کے کچھ تغایر الفاظ اور وجہ تطبیق کا ذکر ہوگا۔

4144 - حَدَّثَنِي يَحْيَى حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ نَافِعِ بْنِ عُمَرَ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ كَانَتْ تَقْرَأُ(إِذْ تَلِقُونَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ) وَتَقُولُ الْوَلْقُ الْكَذِبُ قَالَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ وَكَانَتْ أَعْلَمَ مِنْ غَيْرِهَا بِذَلِكَ لِأَنَّهُ نَزَلَ فِيهَا .طرفه 4752

حضرت عائشہ اس آیت کی قراءت یوں کیا کرتی تھیں:(إذ تَلِقُونَه بألسنتكم) کہتیں یہ ولق سے ہے یعنی کذب، بقول ابن ابی ملیکہ وہ دوسروں سے اس بارے زیادہ جانتی ہیں کیونکہ اسکا نزول انہی کے بارہ میں ہوا۔

ابن ابی ملیکہ کا نام عبداللہ بن عبیداللہ ہے۔(الولق الكذب) اس بارے خطابی لکھتے ہیں(هوالإسراع في الكذب) یعنی کذب بیانی اور اس کی تصدیق میں سرعت کرنا۔(وكانت أعلم الخ)ابن حجر کہتے ہیں لیکن مشہور قراءت لام کی زبر اور تشدیدِ قاف کے ساتھ تلقی سے، ایک تاء کو محذوف کر کے، ہے اس بابت مزید تفصیل کتاب التفسیر میں آئے گی۔

4145 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ ذَهَبْتُ أَسُبُّ حَسَّانَ عِنْدَ عَائِشَةَ فَقَالَتْ لَا تَسُبَّهُ فَإِنَّهُ كَانَ يُنَافِحُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَقَالَتْ عَائِشَةُ اسْتَأْذَنَ النَّبِيَّ ﷺ فِي هِجَاءِ الْمُشْرِكِينَ قَالَ كَيْفَ بِنَسَبِي قَالَ لَأَسُلَّنَّكَ مِنْهُمْ كَمَا تُسَلُّ الشَّعْرَةُ مِنَ الْعَجِينِ (ترجمہ کیلئے جلد پنجم ص:۲۶۲)طرفاہ- 6150 3531۔

4145 - وَقَالَ مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ فَرْقَدٍ سَمِعْتُ هِشَامًا عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَبَبْتُ حَسَّانَ وَكَانَ مِمَّنْ كَثَّرَ عَلَيْهَا (ترجمہ اگلی روایت میں ہوگا)

اس کی شرح بھی تفسیر سورۃ النور میں آئے گی۔(وقال محمد) یعنی ابن عقبہ طحان کوفی، ابوجعفر اور ابوعبداللہ کی کنیتوں سے مشہور تھے، بخاری کے شیوخ میں سے ہیں کریمہ اور اصیلی کے نسخوں میں(حدثنا محمد) ہے ان کا ذکر کتاب الأحکام میں بھی آئے گا ان کے یہاں شیخ عثمان بن فرقد بصری ہیں، ایک اور شیخ کے حوالے سے بھی ان کی روایت کتاب البیوع میں گزری ہے۔

4146 - حَدَّثَنِي بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ دَخَلْنَا عَلَى عَائِشَةَ عِنْدَهَا حَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ يُنْشِدُهَا شِعْرًا يُشَبِّبُ بِأَبْيَاتٍ لَهُ وَقَالَ حَصَانٌ رَزَانٌ مَا تُزَنُّ بِرِيبَةٍ وَتُصْبِحُ غَرْثَى مِنْ لُحُومِ الْغَوَافِلِ فَقَالَتْ لَهُ عَائِشَةُ لَكِنَّكَ لَسْتَ كَذَلِكَ قَالَ مَسْرُوقٌ فَقُلْتُ لَهَا لِمَ تَأْذَنِينَ لَهُ أَنْ يَدْخُلَ عَلَيْكِ وَقَدْ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى (وَالَّذِي تَوَلَّى كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ) فَقَالَتْ وَأَيُّ عَذَابٍ أَشَدُّ مِنَ الْعَمَى قَالَتْ لَهُ إِنَّهُ كَانَ يُنَافِحُ أَوْ يُهَاجِي عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ
طرفاہ 4755، 4756 -

مسروق کہتے ہیں ہم حضرت عائشہ کے ہاں گئے تو انکے پاس حضرت حسان بیٹھے ہوئے تھے جو انہیں انکے بارہ میں کہے اپنے

اشعار سنا رہے تھے جن میں ایک شعر یہ بھی تھا: (حصان رزان ما تزن بریبۃ و تصبح غرثی من لحوم الغوافل) یہ سنکر ان سے کہا لیکن آپ تو ایسے نہیں! مسروق کہتے ہیں میں نے کہا آپ کیوں انہیں اپنے پاس آنے کی اجازت دیتی ہیں؟ جبکہ اللہ تعالی کا فرمان ہے اوران تہمت بازوں کا جو سرغنہ ہے اس کیلئے بڑا عذاب ہے، کہنے لگیں اندھے پن سے بڑا عذاب کیا ہو سکتا ہے؟ بات یہ ہے کہ یہ نبی پاک کی طرف سے کفار کے ہجو یہ اشعار کا جواب دیا کرتے تھے۔

یہ تفسیر النور میں مشروح ہوگی ،اسے مسلم نے (الفضائل) میں نقل کیا۔

35 - باب غَزْوَةِ الْحُدَيْبِيَةِ (غزوہ حدیبیہ)

وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى (لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ) اللہ تعالی کا فرمان: (ترجمہ) البتہ اللہ مؤمنوں سے راضی ہوا جب درخت تلے آپ سے بیعت کر رہے تھے۔

ابو ذر کی کشمیہنی سے روایت بخاری میں بجائے غزوہ کے (عمرۃ الحدیبیۃ) ہے حدیبیہ کو مثقل ومخفف، دونوں طرح سے پڑھا گیا ہے کثیر اہل لغت نے یائے مخفف کا انکار کیا ہے ابو عبید بکری کہتے ہیں اہل عراق شد جبکہ اہل حجاز بغیر شد کے پڑھتے ہیں۔ (وقول اللہ تعالیٰ الخ) اس امر کا اشارہ ہے کہ آیت ہذا کا نزول واقعہ حدیبیہ کی بابت ہوا، اس واقعہ کی اکثر تفاصیل کتاب الشروط میں ذکر ہو چکی ہے یہاں بعض وہ امور بیان کئے جاتے ہیں جو وہاں مذکور نہیں ہوئے، آنجناب مدینہ سے بروز سوموار سن چھ کے ماہ ذی القعدہ کے آغاز میں روانہ ہوئے، عمرہ کا ارادہ تھا مگر مشرکین مکہ نے بیت اللہ آنے سے روک دیا پھر (مذاکرات کے بعد) صلح واقع ہوئی اور طے پایا کہ ابھی یہیں سے واپس ہو جائیں اور اگلے برس عمرہ کے لئے آ جائیں ہشام بن عروہ اپنے والد سے ناقل ہیں کہ رمضان میں نکلے اور شوال میں مکہ پہنچ کر عمرہ ادا کیا لیکن یہ قول شاذ ہے، ابو الاسود نے عروہ سے جمہور کے قول کے مطابق نقل کیا ہے، الحج میں حضرت عائشہؓ کا قول گزرا ہے کہ نبی اکرم نے سارے عمرے ذی القعدہ ہی میں ادا فرمائے ہیں، اس کے تحت تیس احادیث نقل کی ہیں۔

4147 - حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ قَالَ حَدَّثَنِي صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍؓ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِﷺ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ فَأَصَابَنَا مَطَرٌ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَصَلَّى لَنَا رَسُولُ اللَّهِﷺ الصُّبْحَ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا فَقَالَ أَتَدْرُونَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قُلْنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ فَقَالَ قَالَ اللَّهُ أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ بِي فَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِرَحْمَةِ اللَّهِ وَبِرِزْقِ اللَّهِ وَبِفَضْلِ اللَّهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ بِي كَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ وَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِنَجْمِ كَذَا فَهُوَ مُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ كَافِرٌ بِي .أطرافه 846، 1038، 7503

زید بن خالد راوی ہیں کہ ہم حدیبیہ کے سال نبی پاک کے ہمراہ نکلے ایک رات ہمیں بارش نے آلیا نبی پاک نے صبح کی نماز پڑھائی پھر ہماری جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا کیا جانتے ہو تمہارے رب نے کیا کہا؟ ہم نے کہا اللہ و رسول اعلم ہیں، فرمایا اللہ تعالی نے کہا میرے بندوں نے اس حال میں صبح کی کہ کچھ مومن اور بعض کافر ہیں، جنہوں نے کہا یہ بارش اللہ کی رحمت، اسکے رزق اور اسکے فضل سے ہوئی وہ مجھ پر ایمان والے اور ستارہ کے ساتھ کفر والے بنے لیکن جنہوں نے کہا یہ بارش تو فلاں ستارے کی تاثیر سے ہے وہ میرے کافر اور ستارہ پر ایمان لانے والے ہوئے۔

اس کی شرح کتاب الاستسقاء میں گزر چکی۔

4148 - حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ أَنَّ أَنَسًا أَخْبَرَهُ قَالَ اعْتَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَرْبَعَ عُمَرٍ كُلُّهُنَّ فِي ذِي الْقَعْدَةِ إِلَّا الَّتِي كَانَتْ مَعَ حَجَّتِهِ عُمْرَةً مِنَ الْحُدَيْبِيَةِ فِي ذِي الْقَعْدَةِ وَعُمْرَةً مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ فِي ذِي الْقَعْدَةِ وَعُمْرَةً مِنَ الْجِعْرَانَةِ حَيْثُ قَسَمَ غَنَائِمَ حُنَيْنٍ فِي ذِي الْقَعْدَةِ وَعُمْرَةً مَعَ حَجَّتِهِ .

(ترجمہ کیلئے جلد دوم ص:۱۷۵)أطرافه 1778، 1779، 1780، 3066

یہ بھی کتاب الحج میں مشروح ہے۔

4149 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ الرَّبِيعِ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ قَالَ انْطَلَقْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ فَأَحْرَمَ أَصْحَابُهُ وَلَمْ أُحْرِمْ .

ابوقتادہ کہتے ہیں حدیبیہ کے سال ہم آنجناب کے ہمراہ چلے، صحابہ کرام محرم جبکہ میں محرم نہ تھا

أطرافه 1821، 1822، 1823، 1824، 2570، 2854، 2914، 5406، 5407، 5490، 5491، 5492-

یہاں بالا ختصار ہے مطولا کتاب الحج میں مع شرح گزر چکی ہے اس سے مستفاد یہ ہوا کہ آنجناب کے ہمراہ جانے والے بعض صحابہ محرم نہ تھے اگلی حدیث میں مزید تفصیل آتی ہے۔

4150 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ تَعُدُّونَ أَنْتُمُ الْفَتْحَ فَتْحَ مَكَّةَ وَقَدْ كَانَ فَتْحُ مَكَّةَ فَتْحًا وَنَحْنُ نَعُدُّ الْفَتْحَ بَيْعَةَ الرِّضْوَانِ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ أَرْبَعَ عَشْرَةَ مِائَةً وَالْحُدَيْبِيَةُ بِئْرٌ فَنَزَحْنَاهَا فَلَمْ نَتْرُكْ فِيهَا قَطْرَةً فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ ﷺ فَأَتَاهَا فَجَلَسَ عَلَى شَفِيرِهَا ثُمَّ دَعَا بِإِنَاءٍ مِنْ مَاءٍ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ مَضْمَضَ وَدَعَا ثُمَّ صَبَّهُ فِيهَا فَتَرَكْنَاهَا غَيْرَ بَعِيدٍ ثُمَّ إِنَّهَا أَصْدَرَتْنَا مَا شِئْنَا نَحْنُ وَرِكَابَنَا.

(ترجمہ کیلئے جلد پنجم ص:۳۰۳)طرفاه 3577، 4151-

4151 - حَدَّثَنِي فَضْلُ بْنُ يَعْقُوبَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَعْيَنَ أَبُو عَلِيٍّ الْحَرَّانِيُّ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ قَالَ أَنْبَأَنَا الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ أَنَّهُمْ كَانُوا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ أَلْفًا وَأَرْبَعَمِائَةٍ أَوْ أَكْثَرَ فَنَزَلُوا عَلَى بِئْرٍ فَنَزَحُوهَا فَأَتَوْا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَأَتَى الْبِئْرَ وَقَعَدَ عَلَى شَفِيرِهَا ثُمَّ قَالَ ائْتُونِي بِدَلْوٍ مِنْ مَائِهَا فَأُتِيَ بِهِ فَبَصَقَ فَدَعَا ثُمَّ قَالَ دَعُوهَا سَاعَةً فَأَرْوَوْا أَنْفُسَهُمْ وَرِكَابَهُمْ حَتَّى ارْتَحَلُوا . (سابق)طرفاه 3577، 4150-

حدیبیہ کے کنویں کے پانی کی تکثیر کے معجزہ کے ذکر پر مشتمل حدیث براء جسے دو طرق سے تخریج کیا ہے پہلے طریق میں چودہ

سو کی تعداد جبکہ دوسرے میں یہی عدد ذکر کر کے (أو أكثر) بھی کہا، آگے حدیثِ جابر میں بھی چودہ سو مذکور ہے، قتادہ کے طریق سے منقول ہے کہ میں نے سعید بن مسیّب سے کہا مجھے حضرت جابر کے حوالے سے یہ روایت پہنچی ہے کہ اصحابِ حدیبیہ چودہ سو تھے، کہنے لگے مجھے حضرت جابر نے بیان کیا کہ وہ پندرہ سو تھے عمرو بن دینار عن جابر کے حوالے سے (كانوا ألفا وأربعمائة) مروی ہے عبداللہ بن ابو اوفی کے طریق سے تیرہ سو، ابن ابی شیبہ کی حدیثِ مجمع بن حارثہ میں پندرہ سو مذکور ہے تطبیق کی صورت یہ ہوگی کہ چودہ سو سے زیادہ تھے، پندرہ سو بیان کرنے والوں نے جبرِ کسر اور چودہ سو ذکر کرنے والوں نے الغائے کسر کیا (أو أكثر) سے بھی اس کی تائید ملتی ہے، نووی نے بھی اس تطبیق کو معتمد کہا ہے جبکہ بیہقی ترجیح کی طرف مائل ہیں، کہتے ہیں چودہ سو نقل کرنے والوں کی روایت اصح ہے انہوں نے اسے ابو زبیر اور ابوسفیان کلاھما عن جابر کے حوالے سے نقل کیا ہے اسی طرح معقل بن یسار، سلمہ بن اکوع اور براء بن عازب کے حوالوں سے بھی اسی طرح (قتادة عن سعيد بن المسيب عن أبيه) کے حوالے سے بھی، بقول ابن حجر اس کے اکثر طرق مسلم کے ہاں ہیں، ابن سعد کے ہاں معقل بن یسار کی روایت میں (زهاء ألف و أربعمائة) ہے (یعنی چودہ سو کے قریب) عدم تحدید میں یہی ظاہر ہے، باقیوں کے پاس زیادتِ اطلاع وعلم ہے لہذا ثقہ کی زیادت مقبول ہے یا ان کی ذکر کردہ تعداد تب جب مسلمان مدینہ سے روانہ ہوئے، باقی راستے میں ساتھ ملتے گئے یا ان کی ذکر کردہ تعداد ان صحابہ کی ہے جو مقاتلہ تھے (یعنی وقت پڑنے پر لڑ سکنے والے) باقی خدم، عورتیں اور بچے وغیرہ تھے جہاں تک ابن اسحاق کا قول کہ وہ سات سو تھے، تو کسی نے اس پر ان کی موافقت نہیں کی کیونکہ انہوں نے یہ بات حضرت جابر کے اس قول سے استنباط کرتے ہوئے کہی ہے کہ ہم نے ہر دس سے ایک اونٹ ذبح کیا، اور کل ستر اونٹ ذبح کئے گئے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ صرف اونٹ ہی ذبح کئے گئے پھر بعض صحابہ تو محرم ہی نہ تھے۔

اسی باب میں مسور اور مروان کی روایت آئے گی جس میں مذکور ہے کہ ہزار سے اوپر مسلمان نکلے (بضع عشرة مائة) (بضع کا لفظ تین تا نو پر بولا جاتا ہے) یہ تطبیق بھی دی گئی ہے کہ تعداد کا یہ تفاوت بیعت میں شریک ہونے والوں اور کسی وجہ سے شرکت نہ کر سکنے والوں پر محمول ہے، موسی بن عقبہ نے جزم کے ساتھ ان کی تعداد سولہ سو بتلائی ہے ابن ابی شیبہ کی حدیثِ سلمہ بن اکوع میں سترہ سو مذکور ہے ابن سعد نے پندرہ سو پچیس بھی ذکر کیا ہے یہ بشرطِ ثبوت تحریرِ بالغ ہے بقول ابن حجر پھر مجھے ابن مردویہ کے ہاں ابن عباس کے حوالے سے موصولا یہی تعداد منقول ملی اس سے ابن دحیہ کی اس بات کا رد ہوتا ہے کہ سبھی حضرات جنہوں نے اہل حدیبیہ کی تعداد ذکر کی، نے حدس وتخمین (یعنی اندازے) کی بنیاد پر کہی ہے (یعنی کم از کم یہ پندرہ سو اور پچیس والی تعداد اس بنیاد پر نہیں)۔

(و نحن نعد الفتح بيعة الرضوان) ان کا اشارہ اس آیتِ قرآنی کی طرف ہے: (إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحاً مُبِيْنًا) [الفتح : ۱] یہ ایک ایسا مقام ہے جس میں زمانۂ قدیم سے ہی اختلاف چلا آرہا ہے، اس بارے تحقیق یہ ہے کہ آیات میں اختلافِ مراد کے ساتھ یہ بھی مختلف ہوتا ہے پس قولہ تعالی: (إنا فتحنا لك فتحا مبينا) میں اشارہ حدیبیہ کی طرف ہے کیونکہ یہی فتح مکہ کا نقطہ آغاز ثابت ہوا اور لوگوں کیلئے ممکن ہوا کہ وہ امن کی حالت میں سفر کر کے مدینہ پہنچ سکیں اور حلقہ بگوش اسلام ہوں پھر مسلمانوں کے مبلغین کیلئے موقع میسر آیا کہ وہ اسلامی تعلیمات بلا خوف وخطر عام کر سکیں، یہی اسباب یکے بعد دیگرے جمع ہوئے جو فتحِ مکہ پر منتج ہو گئے، ابن اسحاق نے اپنی سیرت میں زہری کا قول نقل کیا ہے کہ حدیبیہ سے بڑی فتح قبل ازیں مسلمانوں کو حاصل نہ ہوئی تھی کیونکہ اس کے نتیجہ میں امن کی ایسی فضا قائم ہوئی کہ لوگ اسلام کی بابت سمجھنے لگے اور ان دو سالوں میں اتنے لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے کہ یکدم

مسلمانوں کی تعداد دوگنا یا اس سے بھی زائد ہوگئی، ابن ہشام اس پر تبصرہ کرتے ہیں کہ اس کی دلیل اس امر سے بھی ملتی ہے کہ حدیبیہ میں مسلمانوں کی تعداد (کم وبیش) چودہ سوتھی پھر اس کے دو ہی سال بعد فتح مکہ کے موقع پر لشکرِ اسلام کی تعداد دس ہزار ہوگئی آگے ایک روایت میں بیان ہوگا کہ حدیبیہ سے واپسی کے سفر میں اس آیت کا نزول ہوا تھا اس سورت میں اللہ تعالی کا فرمان (وَ أَثَابَهُمْ فَتْحاً قَرِيْبا)[الفتح: ۱۸] سے اشارہ صحیح قول کے مطابق فتحِ خیبر کی طرف ہے کیونکہ اسی میں مسلمانوں کو کثیر غنائم حاصل ہوئیں احمد، ابو داؤد اور حاکم نے مجمع بن حارثہ سے روایت کی، کہتے ہیں ہم حدیبیہ میں حاضر تھے واپسی کے سفر میں کراع الغمیم کے پاس نبی اکرم کو کھڑے پایا آپ لوگوں کو (إنا فتحنا لك الخ) سنا رہے تھے، ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ کیا یہ فتح ہے؟ فرمایا ہاں اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بلاشبہ یہ فتح ہے، کہتے ہیں (ثم قسمت خيبر على أهل الحديبية) پھر انہی اہلِ حدیبیہ پر غنائمِ خیبر تقسیم کی گئیں، سعید بن منصور نے بسند صحیح شعبی سے (إنا فتحنا الخ) کی بابت نقل کیا ہے کہ اس سے مرادِ صلح حدیبیہ ہے اور (إِذَاجَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ الخ) اور (لا هجرة بعد الفتح) میں اشارہ فتحِ مکہ کی طرف ہے اس سے اشکال مرتفع اور اقوال مجتمع ہو جاتے ہیں۔

(والحديبية بئر) یعنی اس مقام میں موجود اس کنویں کی وجہ سے جس کا نام حدیبیہ تھا، سارا علاقہ اسی نام سے موسوم ہوا۔ (فنزحناها) شرح ابن التین میں (فنزفناها) ہے دونوں ہم معنی ہیں یعنی حسبِ ضرورت آہستہ آہستہ سارا پانی نکال لیا۔ (فتر کوها غير بعيد) زہیر کی روایت میں ہے خود آنجناب نے حکم دیا کہ کچھ دیر اسے چھوڑے رکھیں۔ (أصدرتنا) یعنی سیراب کر کے واپس کیا زہیر کی روایت میں سواریوں کا بھی ذکر ہے۔

4152 - حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ عِيسَى حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ عَنْ سَالِمٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ عَطِشَ النَّاسُ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَيْنَ يَدَيْهِ رَكْوَةٌ فَتَوَضَّأَ مِنْهَا ثُمَّ أَقْبَلَ النَّاسُ نَحْوَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَا لَكُمْ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ لَيْسَ عِنْدَنَا مَاءٌ نَتَوَضَّأُ بِهِ وَلَا نَشْرَبُ إِلَّا مَا فِي رَكْوَتِكَ قَالَ فَوَضَعَ النَّبِيُّ ﷺ يَدَهُ فِي الرَّكْوَةِ فَجَعَلَ الْمَاءُ يَفُورُ مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِهِ كَأَمْثَالِ الْعُيُونِ قَالَ فَشَرِبْنَا وَتَوَضَّأْنَا فَقُلْتُ لِجَابِرٍ كَمْ كُنْتُمْ يَوْمَئِذٍ قَالَ لَوْ كُنَّا مِائَةَ أَلْفٍ لَكَفَانَا كُنَّا خَمْسَ عَشْرَةَ مِائَةً . (سابق) أطرافه 3576، 4153، 4154، 4840، 5639

سند میں محمد بن فضیل، حصین بن عبدالرحمن اور سالم بن ابوالجعد ہیں، تمام رواۃ کوفی ہیں آمدہ روایت کے قتادہ تک سب رواۃ بصری ہیں۔ (فوضع النبی ﷺ یدہ فی الرکوۃ الخ) یہ حدیثِ براء میں مذکور کے مغایر ہے اس میں تھا کہ اپنے وضوء کا بچا پانی کنویں میں ڈال دیا جس سے اس میں تکثیرِ آب ہوا ابن حبان نے دونوں کی یہ تطبیق دی ہے کہ یہ دو الگ الگ واقعات ہیں، الأشربہ میں ذکر ہوگا کہ حضرت جابر کا نقل کردہ یہ واقعہ تب کا ہے جب آنجناب نے نمازِ عصر کیلئے وضوء کرنے کا ارادہ فرمایا اور حدیثِ براء اس سے اعم ہے، یہ بھی محتمل ہے کہ اولاً یہی معجزہ رونما ہوا کہ برتن میں پھوٹ پڑے اس پانی سے سبھی نے وضوء کیا پھر بقیہ پانی کنویں میں ڈال دینے کا حکم دیا تو اس کا پانی متکاثر ہو گیا، احمد کی نبیح عنزی عن جابر کے طریق سے روایت میں ہے کہ ایک شخص اداوہ میں کچھ پانی لایا، قافلہ میں بس وہی پانی تھا آنجناب نے وہ پانی پیالہ میں ڈال دیا پھر وضوء کر کے اسے وہیں چھوڑے رکھا تو لوگ اس پر مزاحم ہو گئے (تا کہ

وضوء کریں) فرمایا (علی رسلکم) پھر دستِ مبارک پیالے میں رکھا اور فرمایا اب اطمینان سے وضوء کرو، میں نے دیکھا کہ آنجناب کی انگلیوں کے مابین سے چشموں کی طرح پانی پھوٹ رہا ہے، حدیثِ براء میں ہے کہ کنویں میں پانی ڈالنے سے تکثیرِ آب ہوا مگر دلائلِ بیہقی کی ابواسود عن عروہ سے روایت میں ہے کہ کنویں میں تیر ڈالا گیا، اس کی تطبیق کتاب الشروط میں حدیثِ مسور و مروان پر اثنائے بحث گزر چکی ہے، پہلے ذکر ہوا کہ انگلیاں مبارکہ کے درمیان سے پانی پھوٹ پڑنے کے اس معجزہ کا ظہور حضر وسفر میں متعدد مرتبہ ہوا ہے۔

4153 - حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ قُلْتُ لِسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ بَلَغَنِي أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ كَانَ يَقُولُ كَانُوا أَرْبَعَ عَشْرَةَ مِائَةً فَقَالَ لِي سَعِيدٌ حَدَّثَنِي جَابِرٌ كَانُوا خَمْسَ عَشْرَةَ مِائَةً الَّذِينَ بَايَعُوا النَّبِيَّ ﷺ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا قُرَّةُ عَنْ قَتَادَةَ. (سابق)أطرافه 3576، 4152، 4154، 4840، 5639

(تابعه أبو داؤد الخ) یہ سلیمان بن داؤد طیالسی ہیں جبکہ قرہ سے مراد ابن خالد ہیں یہ طریق اسماعیلی نے موصول کیا ہے اس میں ہے قتادہ کہتے ہیں میں نے سعید بن مسیب سے پوچھا بیعت رضوان والوں کی تعداد کتنی ہے؟ اس میں ہے کہتے ہیں اللہ ان پر رحم کرے وہم کا شکار ہو گئے، (أوهم يرحمه الله) انہوں نے بیان کیا کہ وہ پندرہ سو تھے۔

(أنتم خير أهل الأرض) اہلِ بیعتِ رضوان کی افضلیت کے بارہ یہ صریح ہے کیونکہ اس وقت مدینہ، مکہ اور کئی دیگر مقامات میں مسلمانوں کی ایک معتد بہ جماعت موجود تھی، مسند احمد میں حسن اسناد کے ساتھ ابوسعید خدری سے روایت میں ہے کہ حدیبیہ میں نبی اکرم نے ایک دفعہ فرمایا رات کو آگ مت جلانا پھر بعد ازاں فرمایا: (أوقدوا واصتنعوا فإنه لا يدرك قوم بعد كم صاعكم ولا مد كم) کہ تمہارے بعد والے تمہارے صاع و مد (کے ثواب) کو نہیں پا سکتے، مسلم کی حدیثِ جابر مرفوع میں ہے کہ بدر اور حدیبیہ میں حاضر ہوا فرد آگ میں جا ہی نہیں سکتا، مسلم نے ام مبشر سے روایت کیا کہتی ہیں کہ آنجناب کو فرماتے سنا اصحابِ شجرہ میں سے کوئی داخلِ نار نہیں ہو سکتا، اس سے بعض شیعہ نے حضرت علی کی حضرت عثمان پر افضلیت کا استدلال کیا ہے کیونکہ حضرت علی تو اس موقع پر موجود جبکہ حضرت عثمان غیر حاضر تھے لیکن ابن عمر کی ایک سابق الذکر روایت جو کتاب المناقب میں گزری، کے حوالے سے ذکر ہوا کہ (چونکہ حضرت عثمان آنجناب کے حکم سے سفیر بن کر مکہ گئے تھے تو) آنجناب نے حضرت عثمان کو اس خیریتِ مذکورہ میں باقیوں کے مساوی قرار دیا تھا حدیث میں تفضیلِ بعض علیٰ بعض کا قصد نہیں ہے، اس سے یہ استدلال بھی کیا گیا ہے کہ حضرت خضر زندہ نہیں ہیں کیونکہ اگر وہ زندہ تھے اور نبی بھی ہیں تو اصحابِ شجرہ کیونکر ان سے افضل ہو سکتے ہیں، انکے زندہ ہونے کے قائل بعض حضرات نے اس کے جواب میں کہا کہ تفضیلِ بعض علی بعض مقصود نہیں یا یہ جواب ہے کہ وہ اس وقت خشکی میں نہیں بلکہ سمندر میں ہیں (لہذا اس دائرۂ تفضیل سے باہر ہیں)۔

ابن حجر دوسرے جواب کو ساقط قرار دیتے ہیں، ابن تین نے اسکے برعکس اس حدیث سے یہ استدلال کیا کہ حضرت خضر نبی نہیں گویا ان کے نزدیک بھی وہ زندہ ہیں اور آنجناب کے اس فرمان کے بموجب دائرہ مفضولین میں شامل ہوئے (لہذا ان کی عدم نبوت ثابت ہوئی) بقول ابن حجر ہم نے احادیث الأنبياء میں ان کے نبی ہونے کے ثبوت میں واضح ادلہ پیش کی ہیں ابن تین نے یہاں غرابت کا مظاہرہ کرتے ہوئے حضرت الیاس کو غیر نبی قرار دے ڈالا، ان کے اس قول کی بناء بھی یہ ہے کہ وہ زندہ ہیں بقول ابن

حجر جہاں تک انکے نبی نہ ہونے کی بات ہے تو یہ باطل اور قرآن کے مخالف ہے جس میں صریحا مذکور ہے کہ وہ نبی ہیں (وَ إِنَّ إِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ)[الصافات :۱۲۳]۔

(ولو كنت أبصر اليوم) کیونکہ وہ آخری عمر میں اندھے ہو گئے تھے۔ (تابعه الأعمش الخ) سالم سے مراد ابن ابی الجعد ہیں، اس طریق کو بخاری نے کتاب الأشربہ کے آخر میں موصول کیا ہے وہاں اتم سیاق کے ساتھ ہے اور آخر میں سالم پھر حضرت جابر پر تعداد کے ضمن میں منقول اختلاف کا بھی ذکر ہے۔ (وقال عبيد الله الخ) بخاری میں صیغۂ تعلیق کے ساتھ ہی ہے، اسے ابونعیم نے مستخرج علی مسلم میں (حسن بن سفيان حدثنا عبيد الله الخ) کے طریق سے موصول کیا ہے۔ (ألفا و ثلاثمائة) علی بن قادم کی شعبہ عن عمرو بن مرة سے روایت میں (ألفا و أربعمائة) ہے، اسے ابن مردویہ نے تخریج کیا مگر یہ شاذ ہے (یعنی اس طریق میں شاذ ہے)۔ (و كانت أسلم) یہ راوی حدیث کا اپنا قبیلہ تھا۔ (ثمن المهاجرين) ابن حجر کہتے ہیں مجھے حدیبیہ جانے والے مہاجرین کی مجموعی تعداد کا علم نہیں ہو سکا لہذا اسلمیوں کی تعداد کا بھی علم نہیں البتہ واقدی نے جزم کے ساتھ لکھا ہے کہ قبیلہ اسلم کے سو افراد شامل تھے اس پر مہاجرین کی تعداد آٹھ سو بنی۔

(حدثنا أبو داؤد) یعنی طیالسی اسے اسماعیلی نے ابن عبدالکریم عن بندار یعنی محمد بن بشار کے حوالے سے موصول کیا مسلم نے اسے ابوموسی محمد بن المثنی عن ابی داؤد سے تخریج کیا ہے۔

4154 - حَدَّثَنَا عَلِيٌّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ عَمْرٌو سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ ؓ قَالَ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ أَنْتُمْ خَيْرُ أَهْلِ الأَرْضِ وَكُنَّا أَلْفًا وَأَرْبَعمِائَةٍ وَلَوْ كُنْتُ أُبْصِرُ الْيَوْمَ لأَرَيْتُكُمْ مَكَانَ الشَّجَرَةِ تَابَعَهُ الأَعْمَشُ سَمِعَ سَالِمًا سَمِعَ جَابِرًا أَلْفًا وَأَرْبَعمِائَةٍ .

أطرافه 3576، 4152، 4153، 4840، - 5639 -

جابر کہتے ہیں حدیبیہ کے موقع پہ ہمیں نبی پاک نے فرمایا تم روئے زمین کے بہترین انسان ہو، ہم چودہ سو تھے، کہتے ہیں اگر آج دیکھ سکتا ہوتا تو تمہیں اس درخت کی جگہ دکھلاتا

وَقَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي أَوْفَى ؓ كَانَ أَصْحَابُ الشَّجَرَةِ أَلْفًا وَثَلاَثَمِائَةٍ وَكَانَتْ أَسْلَمُ ثُمْنَ الْمُهَاجِرِينَ تَابَعَهُ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ

عبداللہ بن ابی اوفی کہتے ہیں اصحابِ شجرہ (یعنی جنہوں حدیبیہ کے مقام پہ درخت کے نیچے بیعت کی) کی تعداد ایک ہزار اور تین سو تھی، قبیلہ اسلم کے لوگوں کی تعداد کل اہلِ اسلام کا آٹھواں حصہ تھی۔

4156 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا عِيسَى عَنْ إِسْمَاعِيلَ عَنْ قَيْسٍ أَنَّهُ سَمِعَ مِرْدَاسًا الأَسْلَمِيَّ يَقُولُ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ يُقْبَضُ الصَّالِحُونَ الأَوَّلُ فَالأَوَّلُ وَتَبْقَى حُفَالَةٌ كَحُفَالَةِ التَّمْرِ وَالشَّعِيرِ لاَ يَعْبَأُ اللَّهُ بِهِمْ شَيْئًا .طرفه 6434

راوی کا بیان ہے انہوں نے مرداس اسلمی جو اصحابِ شجرہ میں سے ہیں، سے سنا کہتے تھے صالحین یکے بعد دیگرے فوت ہو جائیں

گے پھر ردی اور بے کار کھجور اور جو کی طرح کے لوگ ہی باقی رہ جائیں گے۔

سند میں عیسی بن یونس، اسماعیل بن ابو خالد اور قیس بن ابو حازم ہیں، راویِ حدیث مرداس بن مالک ہیں ان کی بخاری میں یہی ایک حدیث ہے بخاری، مسلم، ابو حاتم اور کئی دیگر نے جزم کے ساتھ لکھا ہے کہ ان سے صرف قیس کی روایت ہی معروف ہے ابن سکن لکھتے ہیں بعض اہل الحدیث کا دعوی ہے کہ مرداس بن عروہ جن سے زیادہ بن علاقہ نے روایت کیا، اسلمی ہیں کہتے ہیں مگر درست یہ ہے کہ یہ دونوں الگ الگ شخصیات ہیں ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں اس سے مزی کا مرداس اسلمی کے ترجمہ میں یہ کہنا مردود ٹھہرا کہ ان سے قیس بن ابو حازم اور زیاد بن علاقہ نے روایت کیا ہے تو واضح ہوا کہ زیاد کے جو شیخ مرداس ہیں وہ غیر اسلمی ہیں۔

(يقبض الصالحون) یہاں موقوفا ہی نقل کیا، الرقاق میں بیان عن قیس کے حوالے سے مرفوعا ہے وہیں اسکی شرح کی جائے گی، حفالۃ بمعنی مثالۃ ہے فاء کبھی تاء کی جگہ لے لیتی ہے ہر شئ سے ردی کو کہتے ہیں۔

4157 4158 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ مَرْوَانَ وَالْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالاَ خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ فِي بِضْعَ عَشْرَةَ مِائَةً مِنْ أَصْحَابِهِ فَلَمَّا كَانَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ قَلَّدَ الْهَدْىَ وَأَشْعَرَ وَأَحْرَمَ مِنْهَا لاَ أُحْصِي كَمْ سَمِعْتُهُ مِنْ سُفْيَانَ حَتَّى سَمِعْتُهُ يَقُولُ لاَ أَحْفَظُ مِنَ الزُّهْرِيِّ الإِشْعَارَ وَالتَّقْلِيدَ فَلاَ أَدْرِي يَعْنِي مَوْضِعَ الإِشْعَارِ وَالتَّقْلِيدِ أَوِ الْحَدِيثَ كُلَّهُ .حديث 4157أطرافه 1695، 2711، 2732، 4179، - 4180 حديث 4158أطرافه 1694، 1811، 2712، 2731، 4178، - 4181

(جلد چہارم ص: ۱۹۸ میں مفصل ترجمہ موجود ہے)

شیخ بخاری ابن مدینی سفیان بن عیینہ سے راوی ہیں۔(لا أحصي الخ) یہ کلامِ ابن مدینی ہے یہی حدیث اسی باب میں عبداللہ بن محمد جعفی عن سفیان کے طریق سے بھی آرہی ہے جس کا سیاق اس سے اتم ہے لیکن اس میں یہ عبارت ہے:(حفظت بعضه و ثبتني معمر) کہ مجھے بعض حدیث یاد ہے اور معمر نے میری تثبیت کی ہے کرمانی غرابت کا مظاہرہ کرتے ہوئے سفیان کے قولِ مذکور سے سمجھے کہ وہ اہل حدیبیہ کی تعداد کی بابت اظہارِ شک کرتے ہیں کہ پندرہ سو کہا یا چودہ یا تیرہ سو، تعاقب میں یہی کہنا کافی ہے کہ سفیان کی اس روایت میں تعداد تو مذکور ہی نہیں بلکہ تمام طرق اس امر میں جازم ہیں کہ زہری کی روایت میں تعداد کی بابت (بضع عشرة مائة) کی عبارت ہی منقول ہے سفیان سے بھی تمام راویوں نے یہی نقل کیا ہے،تعداد کے بارہ میں اختلافِ رواۃ صرف حدیثِ جابر میں ہے۔

4159 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ خَلَفٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ وَرْقَاءَ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي لَيْلَى عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَآهُ وَقَمْلُهُ يَسْقُطُ عَلَى وَجْهِهِ فَقَالَ أَيُؤْذِيكَ هَوَامُّكَ قَالَ نَعَمْ فَأَمَرَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ يَحْلِقَ وَهُوَ بِالْحُدَيْبِيَةِ لَمْ يُبَيِّنْ لَهُمْ أَنَّهُمْ يَحِلُّونَ بِهَا وَهُمْ عَلَى طَمَعٍ أَنْ

يَدْخُلُوا مَكَّةَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ الْفِدْيَةَ فَأَمَرَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ يُطْعِمَ فَرَقًا بَيْنَ سِتَّةِ مَسَاكِينَ أَوْ يُهْدِيَ شَاةً أَوْ يَصُومَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ

(ترجمہ کیلئے جلد دوم ص: ۷۱۳) اطرافہ 1814، 1815، 1816، 1817، 1818، 4190، 4191، 4517، 5665، 5703، - 6708

شیخ بخاری ثقہ اور انکے صغار شیوخ میں سے ہیں بخاری میں ان سے یہی ایک روایت ہے۔ (عن أبي بشر ورقاء) یعنی ابن عمر یشکری، اپنے نام کے ساتھ زیادہ مشہور ہے، ابن ابو نجیح کا نام عبداللہ اور ان کے والد کا نام یسار ہے اس کی شرح کتاب الحج میں گزر چکی ہے۔

4160 4161 - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ إِلَى السُّوقِ فَلَحِقَتْ عُمَرَ امْرَأَةٌ شَابَّةٌ فَقَالَتْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ هَلَكَ زَوْجِي وَتَرَكَ صِبْيَةً صِغَارًا وَاللَّهِ مَا يُنْضِجُونَ كُرَاعًا وَلَا لَهُمْ زَرْعٌ وَلَا ضَرْعٌ وَخَشِيتُ أَنْ تَأْكُلَهُمُ الضَّبُعُ وَأَنَا بِنْتُ خُفَافِ بْنِ إِيمَاءَ الْغِفَارِيِّ وَقَدْ شَهِدَ أَبِي الْحُدَيْبِيَةَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَوَقَفَ مَعَهَا عُمَرُ وَلَمْ يَمْضِ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِنَسَبٍ قَرِيبٍ ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَى بَعِيرٍ ظَهِيرٍ كَانَ مَرْبُوطًا فِي الدَّارِ فَحَمَلَ عَلَيْهِ غِرَارَتَيْنِ مَلَأَهُمَا طَعَامًا وَحَمَلَ بَيْنَهُمَا نَفَقَةً وَثِيَابًا ثُمَّ نَاوَلَهَا بِخِطَامِهِ ثُمَّ قَالَ اقْتَادِيهِ فَلَنْ يَفْنَى حَتَّى يَأْتِيَكُمُ اللَّهُ بِخَيْرٍ فَقَالَ رَجُلٌ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَكْثَرْتَ لَهَا قَالَ عُمَرُ ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ وَاللَّهِ إِنِّي لَأَرَى أَبَا هَذِهِ وَأَخَاهَا قَدْ حَاصَرَا حِصْنًا زَمَانًا فَافْتَتَحَاهُ ثُمَّ أَصْبَحْنَا نَسْتَفِيءُ سُهْمَانَهُمَا فِيهِ

زید بن اسلم اپنے والد سے راوی ہیں، کہتے ہیں میں حضرت عمر کے ساتھ بازار نکلا ایک جوان خاتون سامنے آئی اور کہا اے امیر المؤمنین میرا شوہر فوت ہوگیا اور چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑے ہیں اللہ کی قسم نہ انکے پاس پکانے کو بکری کے پائے تک ہیں اور نہ کوئی کھیتی یا دودھ کے جانور ہیں مجھے ڈر ہے کہ فقر وفاقہ سے ہلاک ہوجائیں گے، اور میں خفاف بن ایماء غفاری کی بیٹی ہوں جو حدیبیہ میں نبی پاک کے ہمراہ موجود تھے، کہتے ہیں یہ سنکر حضرت عمر وہیں ٹھہر گئے پھر کہا خوش آمدید، تمہارا خاندانی نسب تو قریب کا ہے پھر ایک قوی اونٹ کا رخ کیا جو گھر میں بندھا ہوا تھا اس پر دو بورے غلہ کے لادھے اور درمیان میں کچھ کپڑے اور دوسری ضرورت کی اشیاء رکھ دیں اور خاتون کو اسکی لگام پکڑا کر کہا اسے لے جاؤ یہ ختم ہونے سے قبل ہی اللہ پھر اس سے بہتر دے گا، ایک شخص بولا امیر المؤمنین آپ نے اسے بہت زیادہ دیدیا؟ کہنے لگے تیری ماں تجھے گم پائے بخدا اسکا والد اور بھائی اب بھی میری نظروں کے سامنے ہیں جنہوں نے ایک عرصہ تک ایک قلعہ کا محاصرہ کیا آخر اسے فتح کرلیا پھر ہم صبح کو ان دونوں کا غنیمت سے حصہ وصول کررہے تھے۔

(امرأة شابة) ابن حجر لکھتے ہیں اس خاتون کا، ان کے شوہر یا ان کی اولاد میں سے کسی کا نام معلوم نہ کرسکا البتہ یہ امر مؤکد ہے کہ انکے شوہر صحابیِ رسول ہوں گے کیونکہ ایسے عہد (یعنی عہد عمری) میں اولاد کا تذکرہ کررہی ہیں کہ بالضرور اس خاتون اور ان کے شوہر نے عہدِ نبوی پایا ہوگا پھر بنتِ صحابی ہیں تو لازما انہیں بھی شرفِ رؤیت حاصل رہا ہوگا، اسماعیلی کی معن عن مالک سے روایت میں ہے: (فلقينا امرأة قد شبثت بثيابه) دارقطنی کی اسی طریق سے روایت میں ہے کہ اس نے کہا میں ایک بیوہ ہوں، ان کی سعید

بن داؤد عن مالک سے روایت میں ہے کہ حضرت عمر کا کپڑا پکڑ کر یہ بات کہی۔

(صبية صغارا) سعید بن داؤد کی روایت میں ہے کہ دو چھوٹے بچے چھوڑے ہیں تو ممکن ہے ایک یا زیادہ بیٹیاں بھی ہوں (جس کے مدنظر یہاں جمع کا صیغہ ہے)۔(کراعا) بکری کے کھر کو کہتے ہیں یعنی بالکل فقر وفاقہ ہے یہ بھی محتمل ہے کہ کراع سے مراد زمین کا ٹکڑا ہو یعنی کوئی آمدنی کا ذریعہ نہیں۔

(خفاف بن إیماء) خفاف مشہور صحابی ہیں کہا گیا ہے کہ انکے والد اور دادا بھی صحابی تھے اسے عبدالرب نے ذکر کیا ہے مسلم میں ان سے ایک حدیث بھی مروی ہے، ابن عبد البر کہتے ہیں یہ غیقہ میں رہائش پذیر تھے مدینہ اکثر آتے جاتے تھے۔(شهد أبى الخ) واقدی نے ابورہم غفاری سے نقل کیا ہے کہ آنجناب جب مقام ابواء میں اترے تو ایماء بن رحضہ غفاری نے ایک سو بکریاں اور دو اونٹ خدمتِ اقدس میں تحفۃً پیش کئے جو انکے بیٹے خفاف لیکر حاضر ہوئے آپ نے تحفہ قبول فرمایا، بکریوں کو اپنے اصحاب میں تقسیم کیا اور دعائے خیر و برکت کی۔(بنسب قريب) یہ مراد ہونا بھی محتمل ہے کہ قربت سے حضرت عمر کا اشارہ قریش سے قبیلہ غفار کی قربت ہو کیونکہ دونوں کنانہ میں باہم مل جاتے ہیں یا مراد یہ ہو کہ خاتون ایک معروف شخصیت کی طرف منتسب ہیں۔(ثكلتك أمتك) عرب محلِ انکار میں یہ جملہ بولتے تھے حقیقی معنی مراد نہیں ہوتا تھا۔(و أخاها) ان کا نام بھی معلوم نہ ہوسکا، خفاف کے دو بیٹے تھے حارث اور مخلد لیکن دونوں تابعی ہیں لہذا بعض کا اس اخ سے مراد ان دو میں سے کسی ایک کا قرار دینا وہم ہے کیونکہ اس قصہ کا مقتضا یہ ہے کہ یہ اخ صحابی ہوں اور اگر ابن عبد البر کا قول کہ خفاف ان کے والد اور انکے دادا صحابی ہیں، ثابت ہے تو ممکن ہے اس زمانہ میں خفاف کا کوئی بیٹا بھی صحابی ہو، تب ایک ہی لڑی کے چار افراد صحابی ہوں گے اس سلسلہ کی ایک مثال حضرت زید بن حارثہ کا گھرانہ بھی ہے اسی طرح جناب صدیق اکبر کا گھرانہ بھی، بعض کا یہ دعوی تھا کہ اس ضمن میں صرف حضرت ابوبکر کا گھرانہ ہی واحد مثال ہے ابن حجر کہتے ہیں میں نے کھوج لگائی تو دس مثالیں ملیں ہیں اگرچہ ان میں سے بعض کی بابت یہ بات ضعیف طریق سے منقول ہے، لکھتے ہیں حضرت اسامہ کی بابت واقدی کا بیان ہے کہ آنجناب کی حیات ہی میں ان کی شادی ہوئی اور صاحبِ اولاد ہوئے۔

(قد حاصرا حصنا) یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ کس غزوہ کی بات ہے احتمالِ قریب یہ ہے کہ جنگِ خیبر کا یہ واقعہ ہو جو حدیبیہ کے فوری بعد پیش آیا تھا اس کے قلعوں کا محاصرہ کیا گیا تھا (خیبر میں تقریبا درجن بھر قلعے تھے آنجناب نے ہر قلعہ کے محاصرہ کے لئے الگ الگ لشکر روانہ کئے تھے اور ان لشکروں کے امراء مقرر فرمائے تھے، آخری قلعہ جو سب سے بڑا اور مضبوط تھا، کی فتح حضرت علی کی زیر قیادت ہوئی جس سے خیبر پہ مسلمانوں کا تسلط اور فتح مکمل ہوئی، اس لئے حضرت علی فاتحِ خیبر کے بطور مشہور ہو گئے وگرنہ صرف ایک قلعہ ان کے ہاتھوں فتح ہوا تھا، تو ہوسکتا ہے کسی ایک قلعہ کے محاصرہ کے لئے حضرت خفاف اور ان کے بیٹے کی قیادت میں ایک جمعیت روانہ کی ہو)۔(نستفيء) فیء سے، ای (هذا المال أخذته فيئا) یہ مال بطورِ فیء حاصل کیا! حموی کے نسخہ میں قاف کے ساتھ اور بغیر ہمزہ ہے۔

4162 - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ بْنُ سَوَّارٍ أَبُو عَمْرٍو الْفَزَارِيُّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ لَقَدْ رَأَيْتُ الشَّجَرَةَ ثُمَّ أَتَيْتُهَا بَعْدُ فَلَمْ أَعْرِفْهَا قَالَ مَحْمُودٌ ثُمَّ أُنْسِيتُهَا بَعْدُ .أطرافه 4163، 4164، - 4165 (ترجمہ آگے ہے)

4162 - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ بْنُ سَوَّارٍ أَبُو عَمْرٍو الْفَزَارِيُّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ لَقَدْ رَأَيْتُ الشَّجَرَةَ ثُمَّ أَتَيْتُهَا بَعْدُ فَلَمْ أَعْرِفْهَا قَالَ مَحْمُودٌ ثُمَّ أُنْسِيتُهَا بَعْدُ .أطرافه 4163، 4164، - 4165

سعید بن میتب اپنے والد سے ناقل ہیں، کہتے ہیں میں نے وہ درخت دیکھا تھا پھر دوبارہ آیا تو پہچان نہ سکا، محمود نے یہ نقل کیا کہ بعدازاں بھلا دیا گیا۔

4164 - حَدَّثَنَا مُوسَى حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ حَدَّثَنَا طَارِقٌ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ كَانَ مِمَّنْ بَايَعَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَرَجَعْنَا إِلَيْهَا الْعَامَ الْمُقْبِلَ فَعَمِيَتْ عَلَيْنَا .

(سابق)أطرافه 4162، 4163، - 4165

4165 - حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ طَارِقٍ قَالَ ذُكِرَتْ عِنْدَ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ الشَّجَرَةُ فَضَحِكَ فَقَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي وَكَانَ شَهِدَهَا .(ایضا)أطرافه 4162، 4163، - 4164

سعید بن میتب کی اپنے والد سے اس درخت کے بارہ میں روایت جس کے نیچے بیعتِ رضوان ہوئی، اسے قتادہ عن سعید الخ اور تین حوالے سے طارق عن سعید الخ سے نقل کیا۔(ثم أتيتها الخ) آگے طارق کی روایت میں ہے کہ اگلے ہی برس پھر آمد ہوئی مگر پہچان نہ سکے (ممکن ہے اگلے برس سے مراد آنجناب جب معاہدہ کے مطابق عمرۃ القضاء کے لئے تشریف لائے)۔

4163 - حَدَّثَنَا مَحْمُودٌ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ طَارِقِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ انْطَلَقْتُ حَاجًّا فَمَرَرْتُ بِقَوْمٍ يُصَلُّونَ قُلْتُ مَا هَذَا الْمَسْجِدُ قَالُوا هَذِهِ الشَّجَرَةُ حَيْثُ بَايَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَيْعَةَ الرُّضْوَانِ فَأَتَيْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ سَعِيدٌ حَدَّثَنِي أَبِي أَنَّهُ كَانَ فِيمَنْ بَايَعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ

طارق بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں میں حج کے لئے نکلا تو کچھ لوگوں کو دیکھا کہ ایک جگہ نماز میں مشغول ہیں، پوچھا یہ کونسی مسجد ہے؟ کہنے لگے یہ وہ درخت ہے جس کے نیچے نبی اکرم نے صحابہ کرام سے بیعتِ رضوان لی تھی، کہتے ہیں میں سعید بن میتب کے پاس آیا اور انہیں اسکی خبر دی، کہنے لگے میرے والد جوان اہلِ بیعت میں شامل تھے، کہتے تھے کہ جب ہم اگلے سال آئے تو اسے بھول چکے تھے، باوجود کوشش کے اسے پہچان نہ پائے، سعید کہتے ہیں اصحاب محمد ﷺ تو اسے پہچان نہ پائے اور تم اس سے زیادہ واقف ہو۔

شیخ بخاری محمود بن غیلان ہیں ان کے شیخ عبیداللہ جو کہ ابن موسیٰ ہیں بھی امام بخاری کے شیوخ میں سے ہیں کبھی ان سے بالواسطہ نقل کرتے ہیں۔(فأنتم أعلم) تہکماً یہ کہا، قیس بن الربیع کی روایت میں ہے کہ اس ضمن میں لوگوں کے مختلف اقوال ہیں۔ (العام المقبل) اسماعیلی کے ہاں عفان عن ابی عوانہ کی روایت میں ہے:(فانطلقنا فی قابل حاجین) تو اس سے مراد عمرہ کا سفر ہے (گویا حاجین کا لغوی معنی مراد ہے أي قاصدين) بقول ابن حجر چونکہ عمرہ کو حجِ اصغر کہا جاتا ہے اس لئے یہ لفظ استعمال کیا۔

(ذكرت عند سعيد الخ) اسماعیلی نے ابوزرعہ عن قبیصہ کے حوالے سے اس روایت میں ذکر کیا ہے کہ (إنهم أتوها من العام القابل فأنسيناها) کتاب الجہاد کے باب (البيعة على الحرب) میں اس اِنساء اور اِخفاء کی حکمت بیان کی جا چکی

ہے لیکن یہاں سعید کا انکار ان کے والد کے اس قول پر مبنی ہے کہ آئندہ برس جب وہ آئے تو اس درخت کو پہچان نہ پائے تو یہ اس کے اصلاً عدم رفع پر دلالت کناں نہیں، بخاری کی حضرت جابر سے سابقہ روایت میں گزرا کہ اگر آج دیکھ سکتا ہوتا تو تمہیں اس درخت کی جگہ دکھلاتا، اس سے دلالت ملی کہ انہیں وہ جگہ یاد تھی اور اگر اس عمر میں بھی وہ یہ کہہ رہے ہیں تو گویا انہیں اچھی طرح وہ درخت یاد تھا، ابن حجر کہتے ہیں پھر ابن سعد کی بسند صحیح نافع سے روایت ملی جس میں کہتے ہیں کہ حضرت عمر کو خبر ملی کہ لوگ اس درخت کے پاس آتے اور یہاں نوافل ادا کرتے ہیں تو پہلے تو انہیں دھمکایا پھر اس درخت کو کاٹ دینے کا حکم دیا۔

4166 - حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا أَتَاهُ قَوْمٌ بِصَدَقَةٍ قَالَ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِمْ فَأَتَاهُ أَبِي بِصَدَقَتِهِ فَقَالَ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى آلِ أَبِي أَوْفَى

أطرافه 1497، 6332، 6359 -.

عبداللہ بن ابو اوفی جو اہلِ شجرہ میں سے ہیں بیان کرتے ہیں کہ جب لوگ نبی پاک کے پاس صدقہ لے کر حاضر ہوتے تو آپ ان کیلئے دعا فرماتے میرے والد اپنا صدقہ لے کر آئے تو آپ نے یوں دعا فرمائی اے اللہ آلِ ابو اوفی پر رحمت نازل فرما۔

یہ کتاب الزکاۃ میں مشروح ہو چکی ہے۔

4167 - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ أَخِيهِ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ الْحَرَّةِ وَالنَّاسُ يُبَايِعُونَ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَنْظَلَةَ فَقَالَ ابْنُ زَيْدٍ عَلَى مَا يُبَايِعُ ابْنُ حَنْظَلَةَ النَّاسَ قِيلَ لَهُ عَلَى الْمَوْتِ قَالَ لَا أُبَايِعُ عَلَى ذَلِكَ أَحَدًا بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَكَانَ شَهِدَ مَعَهُ الْحُدَيْبِيَةَ . (ترجمہ کیلئے جلد چہارم ص:۲۵۶) طرفہ 2959

شیخ بخاری اسماعیل بن ابی اویس ہیں جو اپنے بھائی ابوبکر عبدالحمید سے راوی ہیں (دونوں امام مالک کے بھانجے تھے) سلیمان سے ابن بلال اور عمرو بن یحییٰ سے مازنی مراد ہیں، سب راوی مدنی ہیں۔ (یوم الحرۃ) یعنی جب اہل مدینہ نے یزید کی بیعت فسخ کر کے عبداللہ بن حنظلہ بن ابو عامر انصاری سے بیعت کر لی۔ (ابن زید) یعنی عبداللہ بن زید بن عاصم جو عباد بن تمیم کے چچا تھے۔ (علی ما یبایع؟) اسماعیلی کی روایت میں صراحت سے ہے کہ اپنی اطاعت اور یزید کی بیعت کے فسخ پر بیعت طلب کی، کرمانی کو یہاں زبردست ٹھوکر لگی جب لکھا کہ ابن حنظلہ یزید کے لئے بیعت لے رہے تھے۔ (لا أبايع أحدا الخ) یہ اس امر کا اشعار ہے کہ انہوں نے نبی پاک سے موت پر بیعت کی، اس بارے مفصل تذکرہ الجہاد کے باب (البيعة على الحرب) میں گزر چکا ہے۔

بیعتِ رضوان اور اس کے اسباب کا مفصل حال کتاب الشروط میں گزر چکا، بیہقی نے الدلائل میں بحوالہ مرسلِ شعبی ذکر کیا کہ سب سے پہلے بیعت کرنے والے ابوسنان ازدی تھے جبکہ مسلم نے یہی بات سلمہ بن اکوع کے حوالے سے نقل کی ہے اس میں ہے سلمہ کہتے ہیں کہ بیعت کے بعد صلح کی کوششیں شروع ہوئیں اور ایک دوسرے کے ہاں آمد و رفت کا آغاز ہوا، میں اس اثنا ایک درخت تلے لیٹا ہوا تھا کہ چار مشرک ادھر آ نکلے میرے پاس بیٹھ کر آنجناب کے بارہ میں الٹی سیدھی باتیں کرنے لگے میں اُٹھ کر دوسرے درخت کے نیچے جا بیٹھا، اسی اثناء نیچے وادی سے منادی کی ندا سنائی دی: (یا آل المهاجرين) یہ سن کر (وہ سمجھے کہ صلح کی کوشش ناکام ہو گئی

ہیں اب جنگ کے لئے بلایا جا رہا ہے) میں نے تلوار سونتی اور ان چاروں مشرکوں کو جو کہ سوئے ہوئے تھے باندھ کر ہانکتا ہوا خیمہ گاہ میں لے آیا، میرے چچا بھی مکرز سمیت چند مشرکوں کو قیدی بنا کر لئے لیکن نبی اکرم نے عفو و درگزر کا مظاہرہ کرتے ہوئے سب کو چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:(وَهُوَالَّذِیْ كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَ أَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ)[الفتح: ۲۴] مسلم نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ تنعیم کی طرف سے بھی مشرکوں کی ایک جماعت بغرضِ لڑائی آنکلی انہیں بھی قیدی بنالیا گیا، انہیں بھی آنجناب نے رہا کر دیا۔

4168 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَعْلَى الْمُحَارِبِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا إِيَاسُ بْنُ سَلَمَةَ بْنِ الأَكْوَعِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الْجُمُعَةَ ثُمَّ نَنْصَرِفُ وَلَيْسَ لِلْحِيطَانِ ظِلٌّ نَسْتَظِلُّ فِيهِ

ایاس بن سلمہ بن اکوع اپنے والد جو اصحابِ شجرہ میں سے ہیں، سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نبی پاک کے ہمراہ نمازِ جمعہ ادا کر کے واپس جاتے تو ابھی دیواروں کا سایہ اتنا نہ آیا ہوتا کہ اس میں چل سکیں۔

(و کان من أصحاب الشجرة) سے غرضِ ترجمہ ہے، یحی بن یعلی بخاری کے قدمائے شیوخ میں سے ہیں ان کے والد یعلی بن حارث بھی ثقہ راوی ہیں دونوں کی بخاری میں یہی ایک روایت ہے۔(و لیس للحیطان الخ) اس سے استدلال کرتے ہوئے بعض نے قرار دیا ہے کہ نمازِ جمعہ قبل از زوال بھی مجزیٔ ہے کیونکہ زوال کے بعد سائے ظاہر ہوتے ہیں (اور یہاں سایوں کی نفی ہے) جواب دیا گیا ہے کہ یہ وجودِ ظل کی مطلقاً نفی نہیں بلکہ اس امر کی ہے کہ ابھی دیواروں کا سایہ اتنا دراز نہ ہوا ہوتا کہ ان کے زیرِ سایہ چلا جاتا اس قسم کا سایہ زوال کے کچھ دیر بعد ہی موجود ہوتا ہے، اس بارے تفصیلی بحث کتاب الجمعہ میں گزری ہے۔

4169 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ قَالَ قُلْتُ لِسَلَمَةَ بْنِ الأَكْوَعِ عَلَى أَيِّ شَيْءٍ بَايَعْتُمْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ قَالَ عَلَى الْمَوْتِ

أطرافه 2960، 7206، - 7208.

سلمہ بن اکوع سے پوچھا گیا آپ حضرات نے حدیبیہ کے روز کس بات پہ نبی پاک سے بیعت کی تھی؟ کہا موت پر

حاتم سے مراد ابن اسماعیل ہیں۔

4170 - حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ إِشْكَابٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنِ الْعَلاَءِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ لَقِيتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ ؓ فَقُلْتُ طُوبَى لَكَ صَحِبْتَ النَّبِيَّ ﷺ وَبَايَعْتَهُ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَقَالَ يَا ابْنَ أَخِي إِنَّكَ لاَ تَدْرِي مَا أَحْدَثْنَا بَعْدَهُ

علاء بن مسیب اپنے والد سے راوی ہیں کہ میں نے براء بن عازب سے کہا آپکو مبارک کہ نبی پاک کے ساتھی رہے، آپ سے درخت کے نیچے بیعت کی، کہنے لگے اے بھتیجے تم نہیں جانتے بعد میں کیا کچھ قصور سرزد ہوئے ہیں۔

علاء بن مسیب بن رافع کوفی، دونوں باپ بیٹا ثقہ ہیں بخاری میں ان کی دو روایتیں ہیں دوسری کتاب الدعوات میں آئے گی ان کے والد سے ایک روایت الأدب میں منصور بن معتمر عنہ کے واسطہ ہے۔(طوبی لك الخ) قائل نے ازرہِ رشک یہ بات کہی مگر

صحابیِ رسول نے جواباً تواضع کا راستہ اختیار کیا، طوبی اصل میں جنت کا ایک درخت ہے اس بارے بدء الخلق میں تفصیل ذکر ہوئی ہے لیکن اس کے مطلق استعمال سے خیر کا معنی مراد ہوتا ہے بعض نے اسے (من الطیب) قرار دیا یعنی (طابَ عَیْشُکم) دعا ہے کہ آپ کی زندگی بخیریت گزرے۔ (ما أحدثنا بعده) مابعد عہدِ نبوی پیش آنے والے فتنوں اور جنگوں کی طرف اشارہ ہے تو خوف وخشیت کا یہ اظہار حضرت جابر کے کمالِ فضل کی دلیل ہے۔

4171 - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ هُوَ ابْنُ سَلَّامٍ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي قِلَابَةَ أَنَّ ثَابِتَ بْنَ الضَّحَّاكِ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ بَايَعَ النَّبِيَّ ﷺ تَحْتَ الشَّجَرَةِ.

أطرافه 1363، 4843، 6047، 6105، 6652 -

ثابت بن ضحاک نے بتلایا کہ وہ بھی درخت تلے نبی پاک سے بیعت کرنے والوں میں شامل تھے

شیخ بخاری اسحاق بن منصور ہیں، ان کے شیخ یحیی بن صالح جو کہ وحاظی ہیں، بھی شیوخِ بخاری سے ہیں، یحی سے مراد ابن ابو کثیر ہیں، ابن سکن کے نسخہ میں بجائے ان کے (عن زید بن سلام) ہے بقول ابوعلی جیانی یہ ان کا تفرد ہے کسی نے متابعت نہیں کی مسلم کے ہاں بھی معاویہ بن سلام کے طریق سے (عن یحی) ہی مذکور ہے۔

(تحت الشجرة) یہاں صرف موضعِ حاجت ہی نقل کیا، مسلم نے پورا سیاق نقل کیا ہے اس میں مزید ہے کہ نبی اکرم نے فرمایا: (من حلف علی یمین بملة غیر الإسلام کا ذبا فھو کما قال) کہ جس نے اسلام کے سوا کسی اور مذہب کے نام سے جھوٹی قسم اٹھائی (کہ اگر ایسا ہے تو میں یہودی ہوں اور بات وہ جھوٹی ہی کہہ رہا تھا) تو وہ ویسا ہی ہوا، اس بارے کتاب الأیمان والنذور میں بحث آئے گی۔

4172 - حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ إِسْحَاقَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ؓ (إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا) قَالَ الْحُدَيْبِيَةُ قَالَ أَصْحَابُهُ هَنِيئًا مَرِيئًا فَمَا لَنَا فَأَنْزَلَ اللَّهُ (لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ) قَالَ شُعْبَةُ فَقَدِمْتُ الْكُوفَةَ فَحَدَّثْتُ بِهَذَا كُلِّهِ عَنْ قَتَادَةَ ثُمَّ رَجَعْتُ فَذَكَرْتُ لَهُ فَقَالَ أَمَّا (إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ) فَعَنْ أَنَسٍ وَأَمَّا هَنِيئًا مَرِيئًا فَعَنْ عِكْرِمَةَ .طرفه 4834-

انس بن مالک راوی ہیں کہ آیت (إنا فتحنا الخ) حدیبیہ کی بابت نازل ہوئی ہے، صحابہ نے کہا حضور کے لئے تو خوش خبری ہے ہمارے لئے کیا ہے؟ تو یہ آیت اتری: (لیدخل المؤمنین والمؤمنات جنات تجری من تحتھا الأنھار)، شعبہ کہتے ہیں میں کوفہ آیا اور قتادہ سے سارا واقعہ بیان کیا پھر دوبارہ انکی خدمت میں آیا تو کہا (إنا فتحنا الخ) والی بات تو حضرت انس سے منقول تھی اور صحابہ کرام والی بات عکرمہ سے۔

(قال الحدیبیة) اس بابت تفسیر سورۃ الفتح میں تفصیل سے بات ہوگی روایتِ ہذا سے یہ ظاہر ہوا کہ روایت کا بعض حصہ قتادہ عن انس اور بعض حصہ عکرمہ سے نقل کیا ہے اسماعیلی نے اسے حجاج بن محمد عن شعبہ کے حوالے سے تخریج کر کے انس وعکرمہ کے مابین جمع کر کے ایک ہی مساق نقل کیا، اپنی تالیف کتاب المدرج میں اس کی وضاحت کی ہے۔

4173 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ مَجْزَأَةَ بْنِ زَاهِرٍ الْأَسْلَمِيِّ عَنْ أَبِيهِ وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ الشَّجَرَةَ قَالَ إِنِّي لَأُوقِدُ تَحْتَ الْقِدْرِ بِلُحُومِ الْحُمُرِ إِذْ نَادَى مُنَادِي رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَنْهَاكُمْ عَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ

مجزاۃ بن زاہر اسلمی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں جو اہلِ شجرہ میں سے ہیں، کہتے ہیں میں نے ہانڈی کے نیچے گھریلو گدھے کا گوشت پکانے کے لئے آگ جلائی اچانک نبی پاک کے منادی نے اعلان کیا کہ اللہ کے رسول تمہیں گھریلو گدھوں کے گوشت سے منع فرماتے ہیں۔

4174 - وَعَنْ مَجْزَأَةَ عَنْ رَجُلٍ مِنْهُمْ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ اسْمُهُ أُهْبَانُ بْنُ أَوْسٍ وَكَانَ اشْتَكَى رُكْبَتَهُ وَكَانَ إِذَا سَجَدَ جَعَلَ تَحْتَ رُكْبَتِهِ وِسَادَةً

مجزاۃ ایک صحابی سے جو اہلِ شجرہ میں سے ہیں راوی ہیں، انکا نام اہبان بن اوس تھا اور انہیں گھٹنوں کی تکلیف تھی اور نماز میں گھٹنوں کے نیچے تکیہ رکھتے تھے۔

ابن عمرو کا نام عبدالملک بن عمرو عقدی ہے ابن سکن کے ہاں اس کی بجائے (عثمان بن عمرو) ہے۔ (عن اسرائیل) اصول میں یہی ہے اور یہ ضروری ہے بعض شراح کے بقول کچھ نسخوں میں ان کا واسطہ ساقط ہے، ابن حجر کہتے ہیں میرا نہیں خیال کہ یہ صحیح ہوگا اگر کسی نسخہ سے ساقط ہے تو وہ قابلِ اعتماد نسخہ نہیں (گویا سارے مشہور نسخے تو ابن حجر کے دیکھے ہوئے ہیں ان میں سے کسی میں ساقط نہیں)۔ (عن مجزأة) تائے مربوطہ سے قبل ہمزہِ مفتوحہ کے ساتھ، جیانی کہتے ہیں محدثین ہمزہ کو تسہیل کرتے اور اس کا عدم تلفظ کرتے ہیں وہ کبھی میم پر پیش بھی پڑھ لیتے ہیں، ان کے والد زہاد بن اسود بن حجاج ہیں، بخاری میں ان سے یہی ایک روایت ہے۔ (عن أبیه) تمام نسخوں میں یہی ہے البتہ اصیلی کے ابوزید مروزی سے نسخہ میں (عن أنس) ہے مگر بقول جیانی یہ تصحیف ہے۔

(بلحوم الحمر) غزوۂ خیبر کے موقع کی بات ہے، آگے صراحت آرہی ہے داؤدی نے یہاں مذکور کا تعاقب کرتے ہوئے اسے وہم قرار دیا، لکھتے ہیں حمر اہلیہ سے نہی حدیبیہ میں نہیں بلکہ خیبر میں صادر ہوئی تھی لیکن سیاق میں کہیں مذکور نہیں کہ وہ حدیبیہ کے موقع کی بات کر رہے ہیں، بخاری نے یہ روایت اس کی عبارت: (و کان ممن شهد الشجرة) کی وجہ سے یہاں نقل کی ہے (اسی سے داؤدی کو مغالطہ لگا وہ سمجھے کہ اسی موقع کی بات کہہ رہے ہیں) دراصل اہل حدیبیہ کی غالب تعداد فوری بعد پیش آنے والے معرکۂ خیبر میں شریک تھی۔

(عن مجزأة) اسی اسنادِ مذکور کے ساتھ متصل ہے، مجزاہ کی صحیح میں یہی دو حدیثیں ہیں۔ (عن رجل منهم) یعنی بنی اسلم میں سے، کرمانی کے بقول ضمیر کا مرجع صحابہ ہیں مگر اول اولی ہے۔ (اسمه أهبان) ان کا بھی بخاری میں اسی جگہ تذکرہ ہے، التاریخ میں بھی ان کا ذکر کیا اور صحابہ میں شمار کیا ہے نزیلِ کوفہ ہیں، انیس بن عمرو عن اہبان بن اوس کے طریق سے ایک روایت بھی نقل کی جس میں ہے کہ وہ اپنے ریوڑ کے ہمراہ تھے کہ ایک بھیڑیا آنکلا جس نے (بزبان عربی) ان سے بات کی۔

(تحت رکبته وسادة) شائد بڑھاپے کی وجہ سے زمین پر گھٹنہ رکھنا ان کے لئے مشقت کا باعث تھا لہذا اس کے نیچے تکیہ رکھ لیتے۔

4175 - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ

عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ سُوَيْدِ بْنِ النُّعْمَانِ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَصْحَابُهُ أُتُوا بِسَوِيقٍ فَلاَكُوهُ تَابَعَهُ مُعَاذٌ عَنْ شُعْبَةَ .

أطرافه 209، 215، 2981، 4195، 5384، 5390، 5454، - 5455

سوید بن نعمان جو اہلِ شجرہ میں سے ہیں، راوی ہیں کہ نبی پاک اور صحابہ کے پاس ستولائے گئے جنہیں تناول کیا

یہ ایک حدیث کا طرف ہے جو الطہارۃ اور الجہاد میں گزر چکی، آگے غزوۂ خیبر میں بتمامہ آرہی ہے۔(تابعه معاذ) یعنی اس اسنادِ مذکور کے ساتھ، اسے اسماعیلی نے یحی بن محمد عن عبید اللہ بن معاذ عن ابیہ کے طریق سے مختصرا موصول کیا ہے ساتھ میں یہ زیادت بھی ہے:(وذلك بعد أن رجعوامن خيبر)۔

4176 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ بَزِيعٍ حَدَّثَنَا شَاذَانُ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ قَالَ سَأَلْتُ عَائِذَ بْنَ عَمْرٍو وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ هَلْ يُنْقَضُ الْوِتْرُ قَالَ إِذَا أَوْتَرْتَ مِنْ أَوَّلِهِ فَلاَ تُوتِرْ مِنْ آخِرِهِ

ابو جمرہ کہتے ہیں میں نے عائذ بن عمرو سے پوچھا، یہ اہلِ شجرہ میں سے ہیں۔ کیا وتر کو نقض کیا جا سکتا ہے؟(یعنی ایک اور رکعت پڑھ کر کسی وجہ سے اسے دو بنالیں) تو کہا اگر شروع میں وتر ادا کر لیا ہے تو اب آخر میں دوبارہ ادا نہ کرو۔

شاذان سے مراد اسود بن عامر ہیں جبکہ ابو جمرہ کا نام نصر بن عمران ضبعی ہے۔(عائذ بن عمرو) یہ ابن عمرو بن ہلال مزنی ہیں خلافتِ معاویہ تک زندہ رہے بخاری میں ان سے یہی ایک روایت ہے۔(هل ينقض الوتر؟) یعنی اگر کوئی سونے سے قبل وتر ادا کرے اور پھر رات کے کسی وقت اٹھ کر تہجد پڑھے تو کیا وہ پہلے ایک رکعت پڑھ کر اپنے وتر کو شفع بنائے پھر نوافل ادا کرے اور آخر میں وتر؟ تا کہ اس حدیثِ نبوی کہ (اجعلوا آخر صلاتكم بالليل وترا) یعنی اپنی رات کی آخری نماز وتر بناؤ، پر عمل ہو یا ایسا کرنے کی ضرورت نہیں بس نوافل شروع کر دے اور وتر جو سونے سے قبل پڑھ لیا تھا وہی کافی ہے(آخر میں پھر سے نہ پڑھے) تو انہوں نے یہی آخری صورت اختیار کی اور قرار دیا اگر وتر پہلے ادا کر لیا ہے تو اب دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں، اسماعیلی نے غندر عن شعبہ کے طریق سے اسی سند کے ساتھ مزید یہ جملہ بھی نقل کیا:(وإذا أوترتَ مِن آخره فلا تُوتِرْ أوله) مزید یہ بھی کہ میں نے ابن عباس سے بھی یہی سوال کیا ان کا بھی جواب یہی تھا بہر حال یہ اختلافی مسئلہ ہے ابن عمر اس بابت یہ رائے رکھتے تھے کہ ایسی صورتحال میں وہ پہلے نقضِ وتر کرے، شافعیہ کا علی الصحیح مختار قول یہ ہے کہ نقضِ وتر کی ضرورت نہیں(اور نہ دوبارہ وتر پڑھنے کی) مالکیہ بھی یہی کہتے ہیں۔

4177 - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَسِيرُ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَسِيرُ مَعَهُ لَيْلاً فَسَأَلَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَنْ شَيْءٍ فَلَمْ يُجِبْهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ سَأَلَهُ فَلَمْ يُجِبْهُ ثُمَّ سَأَلَهُ فَلَمْ يُجِبْهُ وَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ يَا عُمَرُ نَزَرْتَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ ثَلاَثَ مَرَّاتٍ كُلُّ ذَلِكَ لاَ يُجِيبُكَ قَالَ عُمَرُ فَحَرَّكْتُ بَعِيرِي ثُمَّ تَقَدَّمْتُ أَمَامَ الْمُسْلِمِينَ وَخَشِيتُ أَنْ يَنْزِلَ فِيَّ قُرْآنٌ فَمَا نَشِبْتُ أَنْ سَمِعْتُ صَارِخًا يَصْرُخُ بِي قَالَ فَقُلْتُ لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ يَكُونَ نَزَلَ

فِيَّ قُرْآنٌ وَجِئْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ لَقَدْ أُنْزِلَتْ عَلَيَّ اللَّيْلَةَ سُورَةٌ لَهِيَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ ثُمَّ قَرَأَ (إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا).

طرفاه 4833، 5012-

زید بن اسلم اپنے باپ سے راوی ہیں کہ نبی پاک ایک رات کہیں سفر پہ تھے کہ حضرت عمر نے آپ سے کچھ پوچھا آپ نے کوئی جواب نہ دیا انہوں نے پھر پوچھا آپ نے پھر کوئی جواب نہ دیا، عمر اپنے آپ سے کہنے لگے تیری ماں تجھے گم پائے اے عمر، تم نے نبی اکرم سے تین مرتبہ سوال کیا آپ نے جواب نہیں دیا، کہتے ہیں میں اپنا اونٹ بڑھا کر سب سے آگے نکل گیا مجھے ڈر لاحق ہوا کہ کہیں میرے بارہ میں قرآن نہ نازل ہو جائے، کچھ ہی دیر بعد کسی نے بآوازِ بلند مجھے پکارا میں نے کہا مجھے اسی بات سے ڈر تھا کہ میرے بارہ میں کہیں قرآن نہ نازل ہو جائے، بہرحال نبی پاک کے پاس آیا سلام کہا آپ نے فرمایا آج رات مجھ پہ ایسی سورت نازل ہوئی ہے جو ہر اس چیز سے مجھے زیادہ پسند ہے جس پر سورج طلوع ہوا، پھر سورۃ الفتح کی تلاوت فرمائی۔

(كان يسير في بعض الخ) یہ صورۃً مرسل ہے لیکن اس کی بعض عبارت سے دلالت ملتی ہے کہ حضرت عمرؓ سے اس کا سماع کیا تھا مثلاً یہ جملہ (قال عمر فحركت بعيرى) اس بارے مقدمہ میں سیر حاصل کلام کی ہے اسماعیلی نے اسے (محمد بن خالد بن عثمة عن مالك عن زيد بن أسلم عن أبيه) کے طریق سے تخریج کرتے ہوئے (سمعت عمر بن الخطاب) کے الفاظ نقل کئے ہیں متن کی شرح تفسیر سورۃ الفتح میں آئے گی۔(نزرت) زائے ثقیلہ کے ساتھ بمعنی (ألحت) ابو ذر ہروی کے بقول میں نے زائے مخففہ کے ساتھ ہی سنا ہے۔

4178و 4179 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ حِينَ حَدَّثَ هَذَا الْحَدِيثَ حَفِظْتُ بَعْضَهُ وَثَبَّتَنِي مَعْمَرٌ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ وَمَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ يَزِيدُ أَحَدُهُمَا عَلَى صَاحِبِهِ قَالاَ خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ فِي بِضْعَ عَشْرَةَ مِائَةً مِنْ أَصْحَابِهِ فَلَمَّا أَتَى ذَا الْحُلَيْفَةِ قَلَّدَ الْهَدْيَ وَأَشْعَرَهُ وَأَحْرَمَ مِنْهَا بِعُمْرَةٍ وَبَعَثَ عَيْنًا لَهُ مِنْ خُزَاعَةَ وَسَارَ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى كَانَ بِغَدِيرِ الأَشْطَاطِ أَتَاهُ عَيْنُهُ قَالَ إِنَّ قُرَيْشًا جَمَعُوا لَكَ جُمُوعًا وَقَدْ جَمَعُوا لَكَ الأَحَابِيشَ وَهُمْ مُقَاتِلُوكَ وَصَادُّوكَ عَنِ الْبَيْتِ وَمَانِعُوكَ فَقَالَ أَشِيرُوا أَيُّهَا النَّاسُ عَلَيَّ أَتَرَوْنَ أَنْ أَمِيلَ إِلَى عِيَالِهِمْ وَذَرَارِيِّ هَؤُلاَءِ الَّذِينَ يُرِيدُونَ أَنْ يَصُدُّونَا عَنِ الْبَيْتِ فَإِنْ يَأْتُونَا كَانَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ قَطَعَ عَيْنًا مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَإِلاَّ تَرَكْنَاهُمْ مَحْرُوبِينَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ خَرَجْتَ عَامِدًا لِهَذَا الْبَيْتِ لاَ تُرِيدُ قَتْلَ أَحَدٍ وَلاَ حَرْبَ أَحَدٍ فَتَوَجَّهْ لَهُ فَمَنْ صَدَّنَا عَنْهُ قَاتَلْنَاهُ قَالَ امْضُوا عَلَى اسْمِ اللَّهِ

(حدیبیہ والی حدیث، ترجمہ کیلئے جلد چہارم ص: ۱۹۸) حدیث 4178 أطرافه 1694، 1811، 2712، 2731، 4158، 4181-

حدیث 4179 أطرافه 1695، 2711، 2732، 4157، 4180-

مسور اور مروان کی واقعہِ حدیبیہ کے بارہ میں مشترکہ روایت۔(حفظت بعضه الخ) ابونعیم نے مستخرج میں اس قدر روایت کی تبیین کی ہے جو سفیان نے زہری سے اخذ کی اور وہ جس کی تثبیت معمر نے کی چنانچہ حامد بن یحیی عن سفیان کے حوالے سے اس جملہ تک نقل کیا ہے: (فأحرم منها بعمرة) آگے والی عبارت: (وبعث عينا له الخ) وہ ہے جس میں یہ تثبیت مذکور حاصل ہوئی، قبل ازیں ابن مدینی کے حوالے سے سفیان کا یہ قول نقل ہوا ہے کہ (لا أحفظ الإشعار والتقليد فيه) اور علی کہتے تھے مجھے نہیں علم کہ سفیان کی اس سے کیا مراد تھی، آیا یہ کہ فقط اشعار وتقلید کا ذکر ہی انہیں یاد نہیں یا سارا بقیہ حصہ؟ بقول ابن حجر ابونعیم کی نقل کردہ اس روایت سے یہ اشکال وتردد زائل ہوجاتا ہے جو ابن مدینی کو لاحق تھا، کتاب الشروط میں اس حدیث کی مفصل شرح گزر چکی البتہ وہاں حدیث کا ابتدائی حصہ مذکور نہ تھا وہیں اس خزاعی جاسوس کا نام بھی ذکر کیا تھا یعنی بشر بن سفیان۔

4180 و 4181 - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ حَدَّثَنِي ابْنُ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمِّهِ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ يُخْبِرَانِ خَبَرًا مِنْ خَبَرِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي عُمْرَةِ الْحُدَيْبِيَةِ فَكَانَ فِيمَا أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ عَنْهُمَا أَنَّهُ لَمَّا كَاتَبَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ سُهَيْلَ بْنَ عَمْرٍو يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ عَلَى قَضِيَّةِ الْمُدَّةِ وَكَانَ فِيمَا اشْتَرَطَ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو أَنَّهُ قَالَ لَا يَأْتِيكَ مِنَّا أَحَدٌ وَإِنْ كَانَ عَلَى دِينِكَ إِلَّا رَدَدْتَهُ إِلَيْنَا وَخَلَّيْتَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ وَأَبَى سُهَيْلٌ أَنْ يُقَاضِيَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ إِلَّا عَلَى ذَلِكَ فَكَرِهَ الْمُؤْمِنُونَ ذَلِكَ وَامَّعَضُوا فَتَكَلَّمُوا فِيهِ فَلَمَّا أَبَى سُهَيْلٌ أَنْ يُقَاضِيَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ إِلَّا عَلَى ذَلِكَ كَاتَبَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَرَدَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَبَا جَنْدَلِ بْنَ سُهَيْلٍ يَوْمَئِذٍ إِلَى أَبِيهِ سُهَيْلِ بْنِ عَمْرٍو وَلَمْ يَأْتِ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَحَدٌ مِنَ الرِّجَالِ إِلَّا رَدَّهُ فِي تِلْكَ الْمُدَّةِ وَإِنْ كَانَ مُسْلِمًا وَجَاءَتِ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَكَانَتْ أُمُّ كُلْثُومٍ بِنْتُ عُقْبَةَ بْنِ أَبِي مُعَيْطٍ مِمَّنْ خَرَجَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَهِيَ عَاتِقٌ فَجَاءَ أَهْلُهَا يَسْأَلُونَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَنْ يَرْجِعَهَا إِلَيْهِمْ حَتَّى أَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى فِي الْمُؤْمِنَاتِ مَا أَنْزَلَ. (حدیبیہ والی حدیث) حديث 4180أطرافه 1695، 2711، 2732، 4157، - 4179-حديث 4181أطرافه 1694، 1811، 2712، 2731، 4158، 4178

4182 - قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَأَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ ؓ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَمْتَحِنُ مَنْ هَاجَرَ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ بِهَذِهِ الْآيَةِ (يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ) وَعَنْ عَمِّهِ قَالَ بَلَغَنَا حِينَ أَمَرَ اللَّهُ رَسُولَهُ ﷺ أَنْ يَرُدَّ إِلَى الْمُشْرِكِينَ مَا أَنْفَقُوا عَلَى مَنْ هَاجَرَ مِنْ أَزْوَاجِهِمْ وَبَلَغَنَا أَنَّ أَبَا بَصِيرٍ فَذَكَرَهُ بِطُولِهِ.

أطرافه 2713، 2733، 4891، 5288، 7214

شیخ بخاری ابن راہویہ ہیں، یعقوب سے مراد ابن ابراہیم بن سعد ہیں۔(وامضوا) نسخہِ کشمیہنی میں (وامتعضوا) ہے۔(و

جاء ت المؤمنات الخ) ان کے نام الشروط میں ذکر کئے گئے تھے۔ (وھی عاتق) یعنی شادی کی عمر کو پہنچ چکی تھیں، بعض نے (الشابۃ) کا ہم معنی قرار دیا ہے، کتاب العیدین میں اس لفظ کی بابت مفصل بحث گزری ہے۔ (فجاء أھلھا الخ) عبداللہ بن ابی احمد بن جحش کی روایت میں ہے کہ ان کے دو بھائی ولید اور عمارہ آئے تھے مگر آپ نے واپس نہ کیا، یہ آیت نازل ہوئی: (یَا أَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا إِذَاجَاءَ کُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُھَاجِرَاتٍ الخ)[الممتحنۃ:۱۰] اسے ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں تخریج کیا ہے، روایتِ باب کے الفاظ (حتی أنزل اللہ الخ) سے مراد بھی ابن مردویہ کی اس روایت سے ظاہر ہوئی گویا اس کی رو سے معاہدہ کی جوشق تھی کہ آنجناب مکہ سے آنے والے ہر فرد خواہ مسلمان ہو، کو واپس کر دیں گے، سے عورتوں کو مستثنیٰ کر دیا گیا، اس کی مزید تشریح کتاب النکاح میں آئے گی۔

(قال ابن شھاب الخ) اسنادِ مذکور کے ساتھ ہی موصول ہے اسماعیلی نے ابویعلی عن ابی خیثمہ عن یعقوب کے حوالے سے موصول کیا ہے اس سے اس امر کا بیان ہوا کہ کتاب الشروط کی روایت میں جو زہری عن عروہ عن مروان والمسور سے روایت میں اس قصہ کو معطوف کیا (سابقہ پر) وہ مدرج ہے اصل میں یہ (عن عروۃ عن عائشۃ) کے حوالے سے ہے، اس امتحانِ مذکور کی شرح کتاب النکاح میں آئے گی۔ (وعن عمہ) یہ بھی اسی اسناد کے ساتھ موصول ہے۔ (بلغنا حین الخ) اس قدرِ روایت کو مرسلاً نقل کیا ہے یہ روایت معمر سے موصول کی جیسا کہ الشروط میں اشارہ کیا تھا، مزید تفصیل النکاح میں آئے گی۔ (فذکرہ بطولہ) حضرت ابوبصیر کا واقعہ مفصلا الشروط میں گزر چکا ہے۔

4183 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ خَرَجَ مُعْتَمِرًا فِي الْفِتْنَةِ فَقَالَ إِنْ صُدِدْتُ عَنِ الْبَيْتِ صَنَعْنَا كَمَا صَنَعْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَأَهَلَّ بِعُمْرَةٍ مِنْ أَجْلِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ. (حدیبیہ والی حدیث) أطرافه 1639، 1640، 1693، 1708، 1729، 1806، 1807، 1808، 1810، 1812، 1813، 4184، 4185-

4184 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ أَهَلَّ وَقَالَ إِنْ حِيلَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ لَفَعَلْتُ كَمَا فَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ حِينَ حَالَتْ كُفَّارُ قُرَيْشٍ بَيْنَهُ وَتَلاَ (لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ) . (ایضا) أطرافه 1639، 1640، 1693، 1708، 1729، 1806، 1807، 1808، 1810، 1812، 1813، 4183، 4185-

4185 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عُبَيْدَ اللَّهِ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ وَسَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ أَخْبَرَاهُ أَنَّهُمَا كَلَّمَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ وَحَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ بَعْضَ بَنِي عَبْدِ اللَّهِ قَالَ لَهُ لَوْ أَقَمْتَ الْعَامَ فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ لاَ تَصِلَ إِلَى الْبَيْتِ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَحَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ دُونَ الْبَيْتِ فَنَحَرَ النَّبِيُّ ﷺ هَدَايَاهُ وَحَلَقَ وَقَصَّرَ أَصْحَابُهُ وَقَالَ أُشْهِدُكُمْ أَنِّي أَوْجَبْتُ عُمْرَةً فَإِنْ خُلِّيَ بَيْنِي وَبَيْنَ الْبَيْتِ طُفْتُ وَإِنْ حِيلَ بَيْنِي وَبَيْنَ الْبَيْتِ صَنَعْتُ كَمَا صَنَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ

فَسَارَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ مَا أُرَى شَأْنَهُمَا إِلَّا وَاحِدًا أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَوْجَبْتُ حَجَّةً مَعَ عُمْرَتِي فَطَافَ طَوَافًا وَاحِدًا وَسَعْيًا وَاحِدًا حَتَّى حَلَّ مِنْهُمَا جَمِيعًا . (جلد دوم ص:۷۰۵) أطرافه 1639، 1640، 1693، 1708، 1729، 1806، 1807، 1808، 1810، 1812، 1813، 4183، 4184-

فتنہ کے زمانہ میں (یعنی جب حجاج نے ابن زبیر کا محاصرہ کیا تھا) ابن عمر کے حج کیلئے نکلنے کا قصہ ذکر کیا جو قبل ازیں باب الإحصار میں تفصیل سے بیان ہو چکا ہے۔

4186 - حَدَّثَنِي شُجَاعُ بْنُ الْوَلِيدِ سَمِعَ النَّضْرَ بْنَ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا صَخْرٌ عَنْ نَافِعٍ قَالَ إِنَّ النَّاسَ يَتَحَدَّثُونَ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ أَسْلَمَ قَبْلَ عُمَرَ وَلَيْسَ كَذَلِكَ وَلَكِنْ عُمَرُ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ أَرْسَلَ عَبْدَ اللَّهِ إِلَى فَرَسٍ لَهُ عِنْدَ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ يَأْتِي بِهِ لِيُقَاتِلَ عَلَيْهِ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُبَايِعُ عِنْدَ الشَّجَرَةِ وَعُمَرُ لَا يَدْرِي بِذَلِكَ فَبَايَعَهُ عَبْدُ اللَّهِ ثُمَّ ذَهَبَ إِلَى الْفَرَسِ فَجَاءَ بِهِ إِلَى عُمَرَ وَعُمَرُ يَسْتَلْئِمُ لِلْقِتَالِ فَأَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يُبَايِعُ تَحْتَ الشَّجَرَةِ قَالَ فَانْطَلَقَ فَذَهَبَ مَعَهُ حَتَّى بَايَعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَهِيَ الَّتِي يَتَحَدَّثُ النَّاسُ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ أَسْلَمَ قَبْلَ عُمَرَ . (ترجمہ کیلئے جلد پنجم ص:۱۷۵) طرفاه 3916، - 4187- 4187-

وَقَالَ هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْعُمَرِيُّ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ تَفَرَّقُوا فِي ظِلَالِ الشَّجَرِ فَإِذَا النَّاسُ مُحْدِقُونَ بِالنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللَّهِ انْظُرْ مَا شَأْنُ النَّاسِ قَدْ أَحْدَقُوا بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَوَجَدَهُمْ يُبَايِعُونَ فَبَايَعَ ثُمَّ رَجَعَ إِلَى عُمَرَ فَخَرَجَ فَبَايَعَ . (سابق) طرفاه 3916، 4186-

شیخ بخاری بھی بخاری ہیں ابولیث کنیت کے حامل تھے امام کے اقران میں سے ہیں عمر اور سماع میں ان سے کچھ متقدم ہیں صحیح میں ان کا ذکر اسی ایک جگہ ہے، ایک اور راوی شجاع بن ولید بھی ہیں جو کوفی تھے اور ابو بدر کنیت رکھتے تھے بخاری کا ان سے سماع نہیں، نضر بن محمد جو بالاتفاق ثقہ ہیں، کی بھی بخاری میں یہی ایک روایت ہے صخر سے مراد ابن جویریہ ہیں۔ (عن نافع قال إن الناس) بظاہر یہ سیاق مرسل ہے لیکن آمدہ طریق سے ظاہر ہوتا ہے کہ نافع نے ابن عمر سے اس کا اخذ وحمل کیا تھا۔ (عند رجل من الأنصار) ان کا نام معلوم نہ ہو سکا محتمل ہے کہ یہ وہ ہوں جن کی مواخات حضرت عمر کے ساتھ قائم کی گئی تھی۔ (یستلئم للقتال) یعنی (لبس اللأمة) لأمۃ ہتھیاروں کو کہتے ہیں (ہتھیار جسم پر سجا رہے تھے)۔

(وقال هشام) صیغہ تعلیق کے ساتھ، بعض نسخوں میں (و قال لی) ہے، اسماعیلی نے اسے حسن بن سفیان عن دحیم عن ولید بن مسلم کے حوالے سے اسی اسنادِ مذکور کے ساتھ موصول کیا ہے۔ (قد أحدقوا) مستملی کے نسخہ میں بجائے قد کے قال ہے، یہ تحریف ہے، تو صورتحال یہ پیدا ہوئی کہ حضرت عمر نے انہیں معاملہ کی تحقیق کرنے بھیجا ساتھ ہی گھوڑا لانے کا بھی کہہ چکے تھے تو وہ نکلے تو لوگوں کو آنجناب سے بیعت کرتے پایا وہ بھی شریک ہو گئے پھر گھوڑا لے کر والدِ محترم کی خدمت میں آئے اور بیعت کے بارہ میں بتلایا ابن تین کو

سمجھنے میں غلطی لگی، انہوں نے اسے دونوں روایتوں کا باہمی اختلاف قرار دیا، یہ بھی کہا کہ دونوں کو نافع نے مرسلاً نقل کیا ہے حالانکہ دوسری روایت میں تو ان کی ابن عمر سے اخذ کی صراحت ہے، یہ دعویٰ بھی کیا کہ دراصل یہ حدیبیہ کی نہیں بلکہ بعد از ہجرت مدینہ پہنچ کر بیعت کا قصہ ہے، ابن حجر اسکا رد کرتے ہیں کہ پہلی روایت میں وضاحت ہے کہ حدیبیہ کا واقعہ ہے، مدینہ آمد کے بعد قصہ بیعت ایک دیگر واقعہ ہے جو کتاب الھجرۃ میں دوسرے طریق سے گزر چکا ہے۔

4188 - حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا يَعْلَى حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى ؓ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ حِينَ اعْتَمَرَ فَطَافَ فَطُفْنَا مَعَهُ وَصَلَّى وَصَلَّيْنَا مَعَهُ وَسَعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَكُنَّا نَسْتُرُهُ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ لَا يُصِيبُهُ أَحَدٌ بِشَيْءٍ .

(ترجمہ کیلئے جلد دوم ص:۶۹۲) أطرافه 1600، 1791، 4255-

شیخ بخاری کا نام محمد بن عبداللہ بن نمیر ہے، یعلی سے ابن عبید اور اسماعیل سے مراد ابن ابی خالد ہیں۔(لا یصیبه أحد بشیء) یہ عمرۃ القضاء کا واقعہ ہے پہلے ذکر ہوا کہ عبداللہ بن ابی اوفی اہلِ حدیبیہ اور بیعتِ رضوان کرنے والوں میں شامل ہیں تو تمام اہلِ حدیبیہ جو آئندہ برس تک زندہ تھے اس عمرہ القضاء میں آنجناب کے ہمراہ شریک ہوئے۔

4189 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ إِسْحَاقَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَابِقٍ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا حَصِينٍ قَالَ قَالَ أَبُو وَائِلٍ لَمَّا قَدِمَ سَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ مِنْ صِفِّينَ أَتَيْنَاهُ نَسْتَخْبِرُهُ فَقَالَ اتَّهِمُوا الرَّأْيَ فَلَقَدْ رَأَيْتُنِي يَوْمَ أَبِي جَنْدَلٍ وَلَوْ أَسْتَطِيعُ أَنْ أَرُدَّ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَمْرَهُ لَرَدَدْتُ وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ وَمَا وَضَعْنَا أَسْيَافَنَا عَلَى عَوَاتِقِنَا لِأَمْرٍ يُفْظِعُنَا إِلَّا أَسْهَلْنَ بِنَا إِلَى أَمْرٍ نَعْرِفُهُ قَبْلَ هَذَا الْأَمْرِ مَا نَسُدُّ مِنْهَا خُصْمًا إِلَّا انْفَجَرَ عَلَيْنَا خُصْمٌ مَا نَدْرِي كَيْفَ نَأْتِي لَهُ . (ترجمہ کیلئے جلد چہارم ص:۱۷۶) أطرافه 3181، 3182، 4844، 7308-

شیخ بخاری ابن اسحاق بن زیاد لیثی مروزی ہیں ابوعلی کنیت اور حسنو یہ لقب تھا نسائی نے ثقہ قرار دیا ہے ابو حاتم انکی معرفت نہ کر سکے ابن حبان الثقات میں انکا تذکرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ ابن مبارک کے اصحاب میں سے ہیں، ۲۴۱ ہجری میں انتقال کیا بخاری میں ان سے یہی ایک روایت ہے، محمد بن سابق بھی شیوخِ بخاری میں سے ہیں، یہ حدیث الجہاد میں گزر چکی ہے۔

4190 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ قَالَ أَتَى عَلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ زَمَنَ الْحُدَيْبِيَةِ وَالْقَمْلُ يَتَنَاثَرُ عَلَى وَجْهِي فَقَالَ أَيُؤْذِيكَ هَوَامُّ رَأْسِكَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَاحْلِقْ وَصُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ أَوْ أَطْعِمْ سِتَّةَ مَسَاكِينَ أَوِ انْسُكْ نَسِيكَةً قَالَ أَيُّوبُ لَا أَدْرِي بِأَيِّ هَذَا بَدَأَ (ترجمہ کیلئے جلد دوم ص:۷۱۳).

أطرافه 1814، 1815، 1816، 1817، 1818، 4159، 4191، 4517، 5665، 5703، - 6708

4191 - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ هِشَامٍ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ مُجَاهِدٍ

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِالْحُدَيْبِيَةِ وَنَحْنُ مُحْرِمُونَ وَقَدْ حَصَرَنَا الْمُشْرِكُونَ قَالَ وَكَانَتْ لِي وَفْرَةٌ فَجَعَلَتِ الْهَوَامُّ تَسَّاقَطُ عَلَى وَجْهِي فَمَرَّ بِي النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ أَيُؤْذِيكَ هَوَامُّ رَأْسِكَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ وَأُنْزِلَتْ هَذِهِ الآيَةُ (فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِنْ رَأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ) .

أطرافه 1814، 1815، 1816، 1817، 1818، 4159، 4190، 4517، 5665، 5703 - 6708 (سابقه)

دوطریق سے کعب بن عجرہ کی روایت نقل کی ،حدیبیہ میں قصۂ قمل اور آنجناب کے سرمنڈوا لینے کی اجازت دینے کے بارہ میں۔

36 - باب قِصَّةِ عُكْلٍ وَعُرَيْنَةَ (عکل اورعرینہ کا قصہ)

دونوں قبیلے ہیں کتاب الطہارۃ کے باب (أبوال الإبل) میں ان کے نسب کا ذکر گزر چکا ہے مع شرحِ حدیث کے۔

4192 - حَدَّثَنِي عَبْدُ الأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُمْ أَنَّ نَاسًا مِنْ عُكْلٍ وَعُرَيْنَةَ قَدِمُوا الْمَدِينَةَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَتَكَلَّمُوا بِالإِسْلاَمِ فَقَالُوا يَا نَبِيَّ اللَّهِ إِنَّا كُنَّا أَهْلَ ضَرْعٍ وَلَمْ نَكُنْ أَهْلَ رِيفٍ وَاسْتَوْخَمُوا الْمَدِينَةَ فَأَمَرَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِذَوْدٍ وَرَاعٍ وَأَمَرَهُمْ أَنْ يَخْرُجُوا فِيهِ فَيَشْرَبُوا مِنْ أَلْبَانِهَا وَأَبْوَالِهَا فَانْطَلَقُوا حَتَّى إِذَا كَانُوا نَاحِيَةَ الْحَرَّةِ كَفَرُوا بَعْدَ إِسْلاَمِهِمْ وَقَتَلُوا رَاعِيَ النَّبِيِّ ﷺ وَاسْتَاقُوا الذَّوْدَ فَبَلَغَ النَّبِيَّ ﷺ فَبَعَثَ الطَّلَبَ فِي آثَارِهِمْ فَأَمَرَ بِهِمْ فَسَمَرُوا أَعْيُنَهُمْ وَقَطَعُوا أَيْدِيَهُمْ وَتُرِكُوا فِي نَاحِيَةِ الْحَرَّةِ حَتَّى مَاتُوا عَلَى حَالِهِمْ قَالَ قَتَادَةُ بَلَغَنَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعْدَ ذَلِكَ كَانَ يَحُثُّ عَلَى الصَّدَقَةِ وَيَنْهَى عَنِ الْمُثْلَةِ وَقَالَ شُعْبَةُ وَأَبَانُ وَحَمَّادٌ عَنْ قَتَادَةَ مِنْ عُرَيْنَةَ وَقَالَ يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ وَأَيُّوبُ عَنْ أَبِي قِلاَبَةَ عَنْ أَنَسٍ قَدِمَ نَفَرٌ مِنْ عُكْلٍ .

(ترجمہ کیلئے جلد دوم ص: ۴۲۳) أطرافه 233، 1501، 3018، 4193، 4610، 5685، 5686، 5727، 6802، 6803، 6804، 6805، 6899

(قال قتادة) اسنادِ مذکور کے ساتھ ہی موصول ہے۔(وبلغنا الخ) ابن حجر لکھتے ہیں قبل ازیں مفسرِ مراد پر مطلع نہ ہو سکا تھا مگر اب اللہ کی توفیق سے یہ اطلاع مل چکی ہے اسی لئے مقدمہ میں ہر صحابی اور ان کے حوالے سے بخاری کی مرویات کی تعداد کے ضمن میں اس کا ذکر نہ کیا بخاری نے فی الجملہ اس روایت کی تخریج کی ہے اگرچہ اسناد معضل ہے تو حق یہ تھا کہ مقدمہ کی آخری فصل میں مبہمات کے تحت اس کا ذکر کیا جاتا، دراصل یہ متن (قتاده عن الحسن البصری عن هياج بن عمران عن عمران بن حصين وعن سمرة بن جندب) کے حوالے سے منقول ہے، کہتے ہیں نبی اکرم ہمیں صدقہ کی ترغیب دلاتے اور مثلہ کرنے سے منع فرماتے،

اسے ابو داؤد نے بحوالہ معاذ بن ہشام عن ابیہ عن قتادہ اسی سند و لفظ کے ساتھ تخریج کیا ہے اس میں ایک قصہ بھی ہے احمد نے بھی سعید عن قتادہ کے طریق سے عمران بن حصین تک اسی سند کے ساتھ نقل کیا ہے حضرت سمرہ سے بھی اسناد قوی ہے، ہیاج جو کہ ابن عمران بصری ہیں، کی ابن سعد اور ابن حبان نے توثیق کی ہے بقیہ رجالِ صحیح ہیں، الذبائح میں آئے گی، المظالم میں عبد اللہ بن یزید انصاری سے روایت گزری کہ نبی پاک نے مثلہ اور نہبیٰ سے منع فرمایا لیکن وہ غیرِ قتادہ کے واسطہ سے تھی مثلہ کی تشریح الذبائح میں ہوگی، بظاہر اس بلاغ سے قتادہ کی یہی حدیث مراد ہے، اس سے متبین ہوا کہ نسائی کی عبد الصمد بن عبد الوارث عن ہشام عن قتادہ عن انس کے حوالے سے تخریج کردہ روایت: (نهى رسول الله ﷺ عن المثلة) میں ادراج ہے اور یہ قدرِ حدیث قتادہ نے حضرت انس سے مسنداً نہیں بلکہ بلاغاً نقل کی ہے اور جب ذکرِ اسناد کیلئے نشیط ہوئے تو نبی اکرم تک واسطوں کے ساتھ نقل کیا۔

(وقال شعبة الخ) مراد یہ کہ ان حضرات نے بھی قتادہ عن انس سے اسے روایت کرتے ہوئے صرف ذکرِ عرینہ پر اختصار کیا ہے شعبہ کی روایت بخاری کی الزکاۃ، ابان جو کہ ابن یزید عطار ہیں، کی روایت مسندِ ابن ابی شیبہ اور حماد جو ابن سلمہ ہیں، کی روایت سنن نسائی اور ابو داؤد میں موصول ہے۔ (وقال یحییٰ الخ) گویا ان دو نے شعبہ وغیرہ کے برعکس عکل کا تو ذکر کیا، عرینہ کا نہیں، یحی کی روایت بخاری کی المحاربین اور ایوب کی الطهارة میں موصولاً نقل کی ہے۔

4193 - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ أَبُو عُمَرَ الْحَوْضِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ وَالْحَجَّاجُ الصَّوَّافُ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو رَجَاءٍ مَوْلَى أَبِي قِلاَبَةَ وَكَانَ مَعَهُ بِالشَّأْمِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ اسْتَشَارَ النَّاسَ يَوْمًا قَالَ مَا تَقُولُونَ فِي هَذِهِ الْقَسَامَةِ فَقَالُوا حَقٌّ قَضَى بِهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَقَضَتْ بِهَا الْخُلَفَاءُ قَبْلَكَ قَالَ وَأَبُو قِلاَبَةَ خَلْفَ سَرِيرِهِ فَقَالَ عَنْبَسَةُ بْنُ سَعِيدٍ فَأَيْنَ حَدِيثُ أَنَسٍ فِي الْعُرَنِيِّينَ قَالَ أَبُو قِلاَبَةَ إِيَّاىَ حَدَّثَهُ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسٍ مِنْ عُرَيْنَةَ وَقَالَ أَبُو قِلاَبَةَ عَنْ أَنَسٍ مِنْ عُكْلٍ ذَكَرَ الْقِصَّةَ .أطرافه 233، 1501، 3018، 4192، 4610، 5685، 5686، 5727، 6802، 6803، 6804، 6805، 6899 -

راوی کا بیان ہے عمر بن عبد العزیز نے ایک دن لوگوں سے مشورہ کیا کہ اس قسامہ کی بابت تمہاری کیا رائے ہے؟ لوگوں نے کہا حق ہے، نبی پاک اور آپ سے قبل خلفاء نے اسکے ساتھ فیصلہ دیا ہے، کہتے ہیں ابو قلابہ انکی نشست سے پیچھے کھڑے تھے، عنبسہ کہنے لگے تو عرنیین کے بارہ میں حدیثِ انس کیا ہوئی؟ ابو قلابہ نے کہا یہ مجھے حضرت انس نے بیان کی ہے۔

شیخِ بخاری مشہور حافظ ملقب بہ: صاعقہ، بزار اور ابو یحی کے ساتھ مکنیٰ تھے، حفص بن عمر بھی امام کے شیوخ میں سے ہیں۔

(قال حدثنی أبوقلابة الخ) معتمد نسخوں میں یہی صیغۂ افراد ہے، فاعل حجاج ہیں، ایوب کا کیفیتِ سیاق اس روایت میں ظاہر نہیں، اس امر میں اختلاف ہے کہ آیا ابو قلابہ سے ان (یعنی ایوب) کے پاس یہ روایت بلا واسطہ ہے یا بالواسطہ؟ دار قطنی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں جب ایوب صرف ابو قلابہ سے روایت کرتے تو قصہ عرنیین پر اقتصار کرتے اور جب ابو قلابہ کے مولی ابو رجاء سے اس کی روایت کرتے تو اس کے ساتھ ابو قلابہ کا عمر بن عبد العزیز کے ساتھ پیش آیا قصہ بھی بیان کرتے تھے جبکہ حجاج صواف ابو رجاء عن ابو قلابہ

کے حوالے سے بتمامہ روایت کرتے ہیں، اس بارے کچھ بحث کتاب الطہارۃ میں گزر چکی ہے۔ (فقال عنبسة الخ) یہاں مختصرا ہے آگے الدیات میں اسماعیلی بن علیہ عن حجاج کے حوالے سے مطولا آئے گی اسماعیلی نے بھی ایوب عن ابی رجاء عن ابی قلابہ کے طریق سے مطولا نقل کیا ہے الدیات میں مفصل شرح بیان ہوگی۔

(و ذکر القصة) یعنی عکل کا قصہ، حدیثِ ابی قلابہ پر مفصل کلام کتاب الطہارہ میں گزر چکی ہے، ابن حجر بعنوانِ تنبیہ لکھتے ہیں کہ نسخۂ ابی ذر میں (وقال شعبة) سے آخر الباب تک کا حصہ غزوۂ ذات القرد اور غزوۂ خیبر کے درمیان واقع ہے، اسماعیلی بھی اسی روش پر چلے ہیں مگر باقیوں کی ترتیب ہی راجح ہے شائد بعض ناقلین نے مذکورہ فصل کر دیا مگر یہ احتمال بھی ہے کہ امام بخاری نے ہی ایسا کیا ہو تا کہ یہ اشارہ دیں کہ عرنیین کا یہ واقعہ غزوۂ ذی قرد کے ساتھ متحد ہے جیسا کہ بعض اہلِ مغازی کے ہاں سے یہ اشارہ ملتا ہے اگرچہ راجح اس کا خلاف ہے۔

37 - باب غَزْوَةُ ذَاتِ الْقَرَدِ (غزوۂ ذات قرد)

وَهِيَ الْغَزْوَةُ الَّتِي أَغَارُوا عَلَى لِقَاحِ النَّبِيِّ ﷺ قَبْلَ خَيْبَرَ بِثَلاَثٍ (یہ وہ غزوہ ہے جسکی ابتدا یوں ہوئی کہ (مشرکینِ غطفان نے) نبی پاک کی اونٹنیوں پر ڈاکہ مارا، یہ خیبر کی طرف نکلنے سے تین دن قبل کا واقعہ ہے)۔

قرد کی قاف اور راء پر زبر ہے پیش بھی محکی ہے، قافِ مضموم اور رائے مفتوح بھی محکی ہے بقول حازمی اول اصحابِ حدیث جبکہ دوسرا اہلِ لغت کا ضبط ہے بلاذری لکھتے ہیں محدثین کا ضبط ہی درست ہے، قرد مدینہ سے تقریبا ایک برید کے فاصلہ پر بلادِ غطفان سے متصل ایک چشمہ تھا بعض نے ایک دن کی مسافت کہا ہے۔ (قبل خيبر بثلاث) جزم کا اسلوب اختیار کیا اس میں ان کا مستند ایاس کی اپنے والد سلمہ بن اکوع سے روایت ہے، مسلم کی نقل کردہ روایت کے آخر میں ذکر کرتے ہیں کہ اس کے تین ہی دنوں بعد غزوہ خیبر کیلئے روانہ ہو گئے البتہ ابن سعد معاکس رائے دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ذی قرد کا یہ واقعہ سن چھ کے ماہِ ربیع الأول میں اور حدیبیہ سے قبل پیش آیا، بعض نے جمادی اولی بھی کہا ہے ابن اسحاق شعبان میں قرار دیتے ہیں، قرطبی شارحِ مسلم لکھتے ہیں اہلِ مغازی اس امر پر متفق ہیں کہ ذی قرد کا یہ واقعہ حدیبیہ سے پہلے پیش آیا لہذا (مسلم کی) روایتِ سلمہ میں یہ بیانِ مذکور بعض رواۃ کا وہم ہے، کہتے ہیں تطبیق دینا بھی ممکن ہے کہ یہ کہا جائے کہ محتمل ہے آنجناب نے بذاتِ خود فتح خیبر کیلئے جانے سے قبل حضرت سلمہ کے زیرِ قیادت خیبر کی طرف ایک مہم روانہ کی ہو تو مسلم کی روایت میں حضرت سلمہ کا اشارہ اس طرف ہو، کہتے ہیں اس کی تائید ابن اسحاق کے اس بیان سے بھی ملتی ہے کہ نبی کریم نے بذاتِ خود خیبر کی طرف جانے سے پیشتر عبد اللہ بن رواحہ کی قیادت میں دو مہمیں روانہ کی تھیں، ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں سیاقِ حدیث اس تطبیق کا انکار کرتا ہے کیونکہ اس میں (مع رسول الله الخ) کے الفاظ بھی موجود ہیں اس لئے امام بخاری کی یہ تحدید اہلِ سیر کے بیانات سے اصح ہے، یوں تطبیق دینا بھی محتمل ہے کہ عیینہ بن حصن فزاری کی یہ اِغارت دو مرتبہ واقع ہوئی اول وہی جسے ابن اسحاق نے قبل از حدیبیہ قرار دیا اور دوسری مرتبہ یہ مذکور جو خیبر کیلئے نکلنے سے تین دن قبل کی، ان حملہ آوروں کا سرغنہ عبد الرحمن بن عیینہ تھا، مسلم کی روایت میں تصریح ہے، حاکم کا اکلیل میں یہ بیان انکا مؤید ہے کہ ذی قرد کی طرف خروج متکرر ہے، سب سے پہلی مہم زید بن حارثہ کی زیرِ قیادت تھی جو جنگ احد سے قبل بھیجی گئی دوسری مہم میں خود نبی اکرم سن پانچ کے ماہِ ربیع الآخر میں نکلے، یہ تیسری مہم ہے جس کا ذکر اس

روایت میں ہوا، اگر یہ سب ثابت ہے تو میری ذکر کردہ تطبیق قوی ہے۔

4194 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ سَلَمَةَ بْنَ الْأَكْوَعِ يَقُولُ خَرَجْتُ قَبْلَ أَنْ يُؤَذَّنَ بِالْأُولَى وَكَانَتْ لِقَاحُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ تَرْعَى بِذِي قَرَدٍ قَالَ فَلَقِيَنِي غُلَامٌ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ فَقَالَ أُخِذَتْ لِقَاحُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قُلْتُ مَنْ أَخَذَهَا قَالَ غَطَفَانُ قَالَ فَصَرَخْتُ ثَلَاثَ صَرَخَاتٍ يَا صَبَاحَاهُ قَالَ فَأَسْمَعْتُ مَا بَيْنَ لَابَتَيِ الْمَدِينَةِ ثُمَّ انْدَفَعْتُ عَلَى وَجْهِي حَتَّى أَدْرَكْتُهُمْ وَقَدْ أَخَذُوا يَسْتَقُونَ مِنَ الْمَاءِ فَجَعَلْتُ أَرْمِيهِمْ بِنَبْلِي وَكُنْتُ رَامِيًا وَأَقُولُ أَنَا ابْنُ الْأَكْوَعِ الْيَوْمُ يَوْمُ الرُّضَّعِ وَأَرْتَجِزُ حَتَّى اسْتَنْقَذْتُ اللِّقَاحَ مِنْهُمْ وَاسْتَلَبْتُ مِنْهُمْ ثَلَاثِينَ بُرْدَةً قَالَ وَجَاءَ النَّبِيُّ ﷺ وَالنَّاسُ فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللَّهِ قَدْ حَمَيْتُ الْقَوْمَ الْمَاءَ وَهُمْ عِطَاشٌ فَابْعَثْ إِلَيْهِمُ السَّاعَةَ فَقَالَ يَا ابْنَ الْأَكْوَعِ مَلَكْتَ فَأَسْجِحْ قَالَ ثُمَّ رَجَعْنَا وَيُرْدِفُنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى نَاقَتِهِ حَتَّى دَخَلْنَا الْمَدِينَةَ. (ترجمہ کیلئے جلد چہارم ص:۵۲۲) طرفه - 3041

حاتم سے مراد ابن اسماعیل ہیں جبکہ یزید حضرت سلمہ کے مولیٰ تھے، مصنف نے یہی روایت عالی سند کے ساتھ کتاب الجہاد میں نقل کی ہے جو مکی بن ابراہیم عن یزید مذکور کے حوالے سے ہے گویا ثلاثی ہے۔(قبل أن یؤذن الخ) یعنی رات کے آخری پہر، نمازِ صبح کی پہلی اذان سے قبل (جو عرف عام میں تہجد کی اذان معروف ہے حالانکہ یہ غلط اصطلاح ہے عہد نبوی میں اذانِ تہجد کے نام سے کوئی اذان نہ ہوتی تھی) مسلم کی روایت میں ہے کہ میں نے غلس (یعنی صبح کے اندھیرے) سے غروبِ آفتاب تک ان کا تعاقب کیا۔

(و کانت لقاح الخ) دودھل اونٹنیوں کو کہتے ہیں لقحہ کی جمع، اس کے لام پر زیر اور پیش، دونوں جائز ہیں ابن سعد لکھتے ہیں یہ بیس عدد تھیں، ان رعاۃ میں ابن ابی ذر اور ان کی زوجہ بھی تھیں جنہیں قتل کر دیا اور خاتون کو قیدی بنا لیا۔(فلقینی غلام الخ) اس کا نام معلوم نہ ہو سکا ممکن ہے یہی رباح غلامِ رسول ہوں جو دراصل ملکیت تو نبی اکرم یا ابن عوف کے ہوں مگر خدمت دونوں کی کرتے ہوں اس لئے کبھی غلامِ رسول اور کبھی غلامِ ابن عوف کہلائے۔

(غطفان) ان کا تذکرہ نسب غزوہ ذات الرقاع کے باب میں ذکر ہو چکا، مکی کی روایت میں (غطفان و فزارۃ) تھا، یہ خاص بعد العام کی قبیل سے ہے کیونکہ فزارہ غطفان کی ایک شاخ تھی، مسلم میں ہے ہم حدیبیہ کے بعد جب مدینہ واپس آئے تو نبی اکرم نے ان کے اونٹ اپنے غلام رباح کے ہمراہ بھیج دئے میں بھی ساتھ حضرت طلحہ کے گھوڑے پر سوار تھا، صبحدم عبدالرحمٰن فزاری نے حملہ کر دیا، احمد اور ابن سعد کی اسی سند کے ساتھ روایت میں عبدالرحمٰن بن عیینہ بن حصن فزاری مذکور ہے، راعی کو قتل کر کے سارے اونٹ ہانکتا ہوا روانہ ہوا، سلمہ کہتے ہیں میں نے اپنا گھوڑا رباح کو دیا اور ہدایت کی کہ اسے حضرت طلحہ کو پہنچا دیں اور رسول کریم کو اس واقعہ کی خبر دیں طبرانی کی ایک دیگر طریق کے ساتھ حضرت سلمہ سے روایت میں ہے، کہتے ہیں میں اپنا تیر کمان لئے بارادہِ شکار نکلا تھا، آگے جا کر معلوم ہوا کہ عیینہ بن حصن آنجناب کے اونٹ لوٹ کر لے گیا ہے، تو یہ متعارض نہیں کیونکہ ان غارت گروں میں عیینہ اور اس کا بیٹا عبدالرحمٰن

دونوں موجود تھے موسیٰ بن عقبہ اور ابن اسحاق ذکر کرتے ہیں کہ اس مہم کے سرغناؤں میں مسعدہ فزاری بھی تھا۔

(فأسمعت ما بين الخ) اس سے ظاہر ہوا کہ نہایت بلند آواز والے تھے یہ بھی ممکن ہے اللہ تعالیٰ نے کرامت کے بطور ان کی صدا سنوا دی ہو (کیونکہ میلوں کے فاصلہ پر تھے) مسلم کی روایت میں ہے کہ اکمہ پر چڑھا مدینہ کی طرف رخ کر کے تین مرتبہ صدا دی طبرانی کی روایت میں ہے سلع پہاڑ پر چڑھا، میری آواز نبی پاک تک پہنچی تو لوگوں میں (الفزع الفزع) کی منادی کرائی گئی (گویا صراحت سے یہ ذکر موجود نہیں کہ نبی اکرم یا اہلِ مدینہ نے خود آواز سنی، احتمالِ کرامت کے ساتھ ساتھ یہ بھی محتمل ہے کہ مدینہ کے مضافات میں جہاں جہاں آواز سنی گئی تو لوگوں نے آنجناب کو خبر دی جس پر منادی کرائی گئی اور ایک جمعیت لے کر آنجناب اس طرف چل پڑے)۔

(اليوم يوم الرضع) راضع کی جمع، بمعنی لئیم، مفہوم یہ ہوا کہ آج کمینوں کا دن ہے (یعنی ان کی باری ہے) یعنی ان کی ہلاکت کا دن ہے اس ضرب المثل کا پس منظر یہ ہے کہ ایک نہایت بخیل تھا وہ جب اپنی اونٹنی کو دوھنا چاہتا تو اس کے تھنوں سے منہ لگا کر اس کا دودھ استعمال کرتا (باقی اہل خانہ سے بھی یہی کرواتا ہوگا) تاکہ برتن میں دودھ دوہنے کی آواز سن کر کوئی مانگنے نہ آ جائے، بعض کہتے ہیں یہ اس لئے کرتا تھا کہ کہیں برتن میں ڈالتے نکالتے چند قطرے ضائع نہ ہو جائیں تو اس قسم کی صورت حال میں عرب کہتے: (أَلْأَمُ مِنْ راضع) یعنی راضع سے بھی زیادہ کمینہ، بعض اس مثل کا مفہوم یہ بیان کرتے ہیں کہ زمانۂ شیر خواری سے ہی کمینگی پر پلا ہے ایک قول ہے کہ اس راعی پر اس کا اطلاق کرتے جس کے پاس محلب (یعنی دودھ کا برتن) نہ ہوتا اور کوئی گزرنے والا اگر دودھ مانگتا تو اعتذار کرتا پھر خود وقتِ ضرورت تھنوں سے منہ لگا کر پی لیتا، کئی اور معانی بھی بیان کئے گئے ہیں، داؤدی حضرت سلمہ کے اس جملہ کا یہ معنی کرتے ہیں کہ آج ایسا مزہ چکھاؤں گا کہ مرضعہ اپنے رضیع کو بھول جائے گی، سہیلی لکھتے ہیں دونوں (یوم) میں رفع ونصب جائز ہے یہ بھی کہ اول منصوب اور ثانی مرفوع ہو، اول پر زبر بطورِ ظرفیت، کہتے ہیں لؤم کے معنی میں (رضع یرضع) بروزن نَصَرینصُر اور رضاعت کے معنی میں بروزنِ سمِع یسمَع استعمال ہوتا ہے، مسلم کی روایت میں تفصیل ہے کہ میں مسلسل ان کے پیچھے لگا رہا تاک تاک کر تیر مارتا اگر سدِ باب کو کوئی شہسوار میری طرف آتا تو درخت کی چوٹی پر چڑھ جاتا اور وہاں سے تیر چلا کر اسے بھگا دیتا اگر کسی درہ میں داخل ہوتے تو دائیں یا بائیں کسی پہاڑ پر چڑھ کر ان پر پتھر پھینکتا۔

(استنقذت اللقاح الخ) مسلم کی روایت میں ہے آخر اتنا زچ کیا کہ سب چھینے گئے اونٹ چھڑوا لئے پھر بھی ان کا پیچھا نہ چھوڑا تیز رفتاری سے بھاگتے ہوئے انہوں نے تیس چادریں اور تیس نیزے پھینک دئے تاکہ ہلکے ہوں، ایک تنگنائے میں پہنچ کر سستانے لگے میں اس وقت ایک پہاڑ کے اوپر مورچہ جمائے تھا ایک شخص ان کے پاس آنکلا ان سے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگا یہ کون ہے؟ بولے اس نے تو ہمیں بہت ستایا ہے وہ بولا اس میں ایسی کیا بات ہے تم میں سے چار جوان آگے بڑھیں اس پر قابو پائیں، کہتے ہیں میں وہیں جما رہا حتی کہ آنجناب شہسواروں کے جھرمٹ میں آتے دکھائی دئے سب سے آگے اَخرم اسدی تھے میں نے آواز دی ان کا پیچھا کرو، وہ آگے بڑھے تو عبدالرحمٰن سے ان کا دوبدو مقابلہ ہوا جس کے ہاتھوں وہ شہید ہو گئے اور ان کا گھوڑا چھین لیا اس پر ابوقتادہ آگے آئے اور اسے مقابلہ کر کے مار ڈالا اور گھوڑا واپس لے لیا، میں پیدل ہی ان کے پیچھے چلتا رہا مگر اب کوئی دکھائی نہ دیتا تھا غروبِ آفتاب سے کچھ قبل (گویا سارا دن حضرت سلمہ اس معرکہ میں مشغول رہے) ایک گھاٹی کا رخ کرتے نظر آئے جس میں ذوقرد نام کا چشمہ تھا وہاں سے پانی پیا، میں نے پہنچ کر انہیں وہاں بھی ٹکنے نہ دیا، دو گھوڑے چھوڑ کر راہِ فرار اختیار کر گئے جنہیں لے کر میں نبی

اکرم کی خدمت میں آیا، ابن اسحاق لکھتے ہیں اخرم کا نام محرز بن نضلہ تھا، اخرم لقب تھا انہوں نے بجائے عبدالرحمٰن بن عیینہ کے حبیب بن عیینہ نقل کیا ہے ممکن ہے وہ دونوں ناموں کا حامل ہو۔

(وجاء النبی الخ) مسلم کی روایت میں ہے میرے چچا عامر بن اکوع ایک برتن میں پانی اور ایک میں دودھ لے کر میرے پاس پہنچے میں نے پیا بھی اور وضوء بھی کیا پھر پلٹ کر نبی اکرم کے پاس آیا جو اس وقت تک گھاٹی کے اس چشمہ تک پہنچ چکے تھے جہاں سے انہیں بھگایا تھا، جن اونٹنیوں کو چھڑوایا تھا انہیں اپنے قبضہ میں کر چکے تھے اور حضرت بلال (ضیافت کے لئے) اونٹنی ذبح کر رہے تھے۔

(فابعث إلیهم الساعة) مسلم کی روایت میں ہے میں نے کہا یا رسول اللہ مجھے ایک سو آدمی چن لینے دیں پھر میں ان کا پیچھا کروں گا تو انکی کوئی خبر دینے والا بھی نہ بچے گا، کہتے ہیں اس پر آپ ہنس پڑے ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ کہا یا رسول اللہ اگر آپ مجھے سو آدمیوں کے ساتھ روانہ کریں تو ان کی گردنیں کاٹ کر لے آؤں۔ (ملکت فأسجح) بابِ افعال سے، أی (سہّل) یعنی قابو پالیا ہے تو درگزر کرو، مکی اور ابن اسحاق کی روایتوں میں ہے کہ اب وہ اپنی قوم غطفان کے علاقہ میں پہنچ چکے، ان کی میز بانی کا لطف اٹھا رہے ہیں (یعنی ان کا پیچھا کرنا خطرہ سے خالی نہ ہوگا اب انہیں قوم کی مدد مل سکتی ہے) مسلم کی روایت میں ہے کہ بعد ازاں ایک شخص نے آکر بتلایا کہ فلاں نے ان کے لئے اونٹ ذبح کیا جب کھال اتار رہے تھے تو دور سے غبار اٹھتا دیکھا، کسی نے کہا مسلمان پیچھا کرتے آگئے تو سب بھاگ کھڑے ہوئے۔

(ویردفنی رسول الخ) مسلم میں ہے اپنی اونٹنی عضباء پر مجھے اپنا ردیف بنایا، ان کی روایت میں ایک انصاری سے حضرت سلمہ کا دوڑ میں مقابلہ کا بھی ذکر ہے جس میں حضرت سلمہ جیت گئے تھے مزید یہ بھی کہ آپ نے فرمایا آج ہمارا بہترین شہ سوار ابوقتادہ رہا جبکہ پیدل لڑنے والوں میں سلمہ، کہتے ہیں مجھے مالِ غنیمت سے پیدل اور سوار دونوں کا حصہ دیا، حاکم نے اکلیل اور بیہقی نے بطریق عکرمه بن قتادة بن عبدالعزیز بن عکرمة بن عبدالله بن أبی قتادة حدثنی أبی عن أبیه عن عبدالله بن أبی قتادة روایت کیا ہے کہ ابوقتادہ نے ان کا گھوڑا خریدا، ایک دفعہ مسعدہ فزاری سے ملاقات ہوگئی تو ان سے باتوں میں مصروف ہوگئے اثنائے گفتگو اس سے کہنے لگے میں اللہ سے دعا کرتا ہوں (أن یلقنیك وأنا علیها) کہ اللہ کرے کبھی اس پہ سوار تم سے مڈھ بھیڑ ہو، اس نے آمین کہا پھر (ایک مدت بعد) اسے چارہ کھلانے میں لگے ہوئے تھے کہ کانوں میں آواز پڑی رسول اکرم کی اونٹنیاں چھن گئیں، وہ اس پر سوار ہوئے اور دشمنوں پر حملہ کر دیا (یعنی دعا قبول ہوگئی) پھر آپس میں مقابلہ کرنے لگے حتی کہ ابوقتادہ غالب آئے اور اسے قتل کر دیا اور باقی ہزیمت زدہ ہو کر بھاگ گئے، کچھ ہی دیر گزری تھی کہ ابوقتادہ اونٹنیاں ہانکتے نمودار ہوئے اس پر آنجناب نے فرمایا ابوقتادہ سید الفرسان ہیں۔

38 - باب غَزْوَةُ خَيْبَرَ (غزوۂ خیبر)

خیبر بروزنِ جعفر ہے، اس زمانہ میں قلعوں اور جاگیروں پر مشتمل ایک بڑا شہر تھا مدینہ سے شام کی جانب آٹھ برد (برید کی جمع، ایک برید میں تقریبا بارہ میل ہوتے ہیں) کے فاصلہ پر واقع تھا، ابوعبیدہ بکری لکھتے ہیں عمالیق میں سے ایک شخص جو یہاں اترا تھا، کے نام پر اس کا نام پڑا، ابن اسحاق لکھتے ہیں نبی اکرم سن سات کے محرم الحرام میں یہاں آئے دس سے زائد دن اس کا محاصرہ جاری رہا

تا آنکہ ماہِ صفر میں اس کی فتح مکمل ہوگئی یونس بن بکیر المغازی میں ابن اسحاق کے واسطہ سے مسوراور مروان کی حدیثِ حدیبیہ میں نقل کرتے ہیں کہ آنجناب جب حدیبیہ سے منصرف ہوئے تو راستہ میں سورۃ الفتح نازل ہوئی جس میں یہ آیت بھی ہے: (وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَأْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ) [۲۰] تو اس کا مصداق فتحِ خیبر اور یہاں سے محصلہ غنائم ہیں، اس میں ہے کہ (حدیبیہ سے واپسی پہ) ذی الحجہ میں مدینہ پہنچے پھر محرم کے دوران عازمِ خیبر ہوئے موسیٰ اپنی المغازی میں ابن شہاب کے حوالے سے ذکر کرتے ہیں کہ تقریبا بیس دن قیامِ مدینہ کے بعد، کئی دیگر روایات میں دس اور پندرہ دن بھی مذکور ہے ابن تین ابن الحصار سے ناقل ہیں کہ خیبر کی طرف روانگی سن چھ کے آخر (یعنی بجائے محرم کے ذی الحجہ) میں ہوئی یہی امام مالک سے منقول ہے، ابن حزم بھی اس پر جزم کرتے ہیں بہر حال یہ سب اقوال متقاربہ ہیں البتہ قولِ ابن اسحاق راجح ہے، تطبیق دینا بھی ممکن ہے کہ جس نے سن چھ کہا اس کے مدنظر سالِ ہجرت کا آغاز ربیع الأول سے ہے، حاکم نے واقدی کے حوالے سے اسی طرح ابن سعد نے بھی نقل کیا ہے کہ خیبر کی طرف روانگی جمادی اولی میں تھی بقولِ ابن حجر مغازی واقدی میں جو میں نے پڑھا وہ ماہِ صفر ہے! سب سے غرابت والا قول ابن سعد اور ابن ابی شیبہ نے حدیثِ ابوسعید خدری میں نقل کیا ہے کہ آنجناب اٹھارہ رمضان کو خیبر کی طرف روانہ ہوئے تھے اس کی سند حسن ہے مگر یہ خطا ہے ، شائد حنین کا ذکر کیا تھا تو سہوِ کتابت سے خیبر ہو گیا، اس کی توجیہہ یہ ہے کہ غزوہ حنین فتحِ مکہ سے ناشئ تھا اور فتح مکہ کے لئے آنجناب جزماً رمضان میں چلے تھے ابن ہشام لکھتے ہیں خیبر کے لئے جاتے ہوئے غیلہ بن عبداللہ لیثی کو مدینہ کا امیر بنایا احمد اور حاکم کی حدیثِ ابی ہریرہ میں ہے کہ سباع بن عرفطہ کو، یہی اصح ہے، اس باب کی تحت تیس روایات نقل کی ہے۔

4195 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ أَنَّ سُوَيْدَ بْنَ النُّعْمَانِ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ خَرَجَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ عَامَ خَيْبَرَ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِالصَّهْبَاءِ وَهِيَ مِنْ أَدْنَى خَيْبَرَ صَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ دَعَا بِالْأَزْوَادِ فَلَمْ يُؤْتَ إِلَّا بِالسَّوِيقِ فَأَمَرَ بِهِ فَثُرِّيَ فَأَكَلَ وَأَكَلْنَا ثُمَّ قَامَ إِلَى الْمَغْرِبِ فَمَضْمَضَ وَمَضْمَضْنَا ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ .

أطرافه 209، 215، 2981، 4175، 5384، 5390، 5454، 5455 -

سوید بن نعمان نے بتلایا کہ وہ نبی اکرم کے ساتھ غزوہِ خیبر کو نکلے، کہتے ہیں جب ہم مقامِ صہباء پہنچے جو خیبر سے کچھ پہلے ہے تو آپ نے نمازِ عصر ادا کی پھر زادِ راہ طلب فرمایا تو صرف ستو لائے گئے آپ نے انہیں بگھونے کا حکم دیا پھر آپ نے تناول کئے اور ہم نے بھی پھر نمازِ مغرب کیلئے کھڑے ہوئے تو کلی کی پھر نماز پڑھی، وضوء نہ کیا (یعنی ستو پینے سے قائم وضوء پہ اثر نہ پڑا)۔

کتاب الطہارۃ میں مشروح ہے یہاں غرضِ ایراد خیبر جانے کے راستہ کی نشاندہی ہے یعنی طریقِ صہباء۔

4196 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ إِلَى خَيْبَرَ فَسِرْنَا لَيْلاً فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ لِعَامِرٍ يَا عَامِرُ أَلَا تُسْمِعُنَا مِنْ هُنَيْهَاتِكَ وَكَانَ عَامِرٌ رَجُلاً شَاعِرًا فَنَزَلَ يَحْدُو بِالْقَوْمِ يَقُولُ: اللَّهُمَّ لَوْلَا أَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا فَاغْفِرْ فِدَاءً لَكَ مَا أَبْقَيْنَا

وَثَبِّتِ الْأَقْدَامَ إِنْ لَاقَيْنَا وَأَلْقِيَنْ سَكِينَةً عَلَيْنَا إِنَّا إِذَا صِيحَ بِنَا أَبَيْنَا

وَبِالصِّيَاحِ عَوَّلُوا عَلَيْنَا۔ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ هَذَا السَّائِقُ قَالُوا عَامِرُ بْنُ الْأَكْوَعِ قَالَ يَرْحَمُهُ اللَّهُ قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ وَجَبَتْ يَا نَبِيَّ اللَّهِ لَوْلَا أَمْتَعْتَنَا بِهِ فَأَتَيْنَا خَيْبَرَ فَحَاصَرْنَاهُمْ حَتَّى أَصَابَتْنَا مَخْمَصَةٌ شَدِيدَةٌ ثُمَّ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى فَتَحَهَا عَلَيْهِمْ فَلَمَّا أَمْسَى النَّاسُ مَسَاءَ الْيَوْمِ الَّذِي فُتِحَتْ عَلَيْهِمْ أَوْقَدُوا نِيرَانًا كَثِيرَةً فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَا هَذِهِ النِّيرَانُ عَلَى أَيِّ شَيْءٍ تُوقِدُونَ قَالُوا عَلَى لَحْمٍ قَالَ عَلَى أَيِّ لَحْمٍ قَالُوا لَحْمِ حُمُرِ الْإِنْسِيَّةِ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَهْرِيقُوهَا وَاكْسِرُوهَا فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَوْ نُهَرِيقُهَا وَنَغْسِلُهَا قَالَ أَوْ ذَاكَ فَلَمَّا تَصَافَّ الْقَوْمُ كَانَ سَيْفُ عَامِرٍ قَصِيرًا فَتَنَاوَلَ بِهِ سَاقَ يَهُودِيٍّ لِيَضْرِبَهُ وَيَرْجِعُ ذُبَابُ سَيْفِهِ فَأَصَابَ عَيْنَ رُكْبَةِ عَامِرٍ فَمَاتَ مِنْهُ قَالَ فَلَمَّا قَفَلُوا قَالَ سَلَمَةُ رَآنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ آخِذٌ بِيَدِي قَالَ مَا لَكَ قُلْتُ لَهُ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي زَعَمُوا أَنَّ عَامِرًا حَبِطَ عَمَلُهُ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ كَذَبَ مَنْ قَالَهُ إِنَّ لَهُ لَأَجْرَيْنِ وَجَمَعَ بَيْنَ إِصْبَعَيْهِ إِنَّهُ لَجَاهِدٌ مُجَاهِدٌ قَلَّ عَرَبِيٌّ مَشَى بِهَا مِثْلَهُ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ قَالَ نَشَأَ بِهَا۔

(ترجمہ کیلئے جلد سوم ص: ۶۶۹، اس میں مزید یہ ہے کہ خیبر کو جاتے ہوئے راستے میں حضرت عامر سے کسی نے کہا ہمیں اپنے رجزیہ اشعار میں سے کچھ سناؤ وہ یہ اشعار پڑھنا شروع ہوئے (ترجمہ) اے اللہ اگر تو ہمیں ہدایت نہ دیتا تو نہ ہم نماز پڑھتے اور نہ روزہ رکھتے، پس ہمیں مغفرت عطا فرما اور جہاد میں ہمیں ثابت قدم رکھ اور ہم پہ سکینت نازل فرما، نبی پاک نے انکی آواز سنی تو پوچھا یہ کون حدی خواں ہے؟ کہا گیا عامر ہیں، فرمایا اے اللہ اس پہ رحم کر، یہ دعا سنکر ایک شخص نے کہا اے اللہ کے نبی ہمیں انکی آواز سے مزید مستفید ہونے دیا ہوتا)

أطرافه 2477، 5497، 6148، 6331، 6891۔

(فقال رجل من القوم الخ) کسی طریق میں ان کے نام کی صراحت نہیں، ابن اسحاق کی نصر بن دہر اسلمی کی روایت میں ہے کہ انہوں نے خیبر کے راستے میں رسول اللہ کو حضرت عامر بن اکوع سے جو سلمہ بن رکوع کے چچا ہیں اکوع کا نام سنان تھا، یہ کہتے سنا: (انزل یا ابن الأکوع فاحدُ للناس هنیئاً لك) اے ابن اکوع ذرا اترو اور ہمیں اپنی حدی خوانی سے محظوظ کرو، (ممکن ہے یہ کسی اور وقت کا ذکر ہو) (من هنیهاتك) یہ هنیهة کی جمع ہے جو هنة کی تصغیر ہے جیسے سنة کو مصغر کر کے سنیهة کہا جاتا ہے۔(رجلا شاعراً) اس سے ظاہر ہوا کہ عرب رجز کو شعری اقسام میں سے باور کرتے تھے کیونکہ اس موقع پر عامر نے رجز ہی پیش کی تھی، اس بارے مبسوط بات کتاب الأدب میں آئے گی۔

(اللهم لولا أنت ما اهتدینا) اسی مصرع میں خزم نام کا ایک زحاف ہے (شعری مصرعہ اگر عین وزن کے مطابق یعنی تعدادِ حروف میں، نہ ہو تو یہ مخالفات' عافات اور علل کہلاتی ہیں، اگر یہ مخالفت سبب۔ حرفِ متحرک جس کے بعد ساکن، میں ہو تو زحاف اور اگر وتد یعنی دو حروف متحرک پھر ساکن یا دو متحرک حروف کے درمیان ساکن، میں ہو تو علت کہلاتی ہے، مستحسن سمجھا گیا ہے کہ یہ زحافات وعلل کم سے کم ہوں، نہ ہونا یا قلیل ہونا بڑے اور قادر الکلام شاعر کی نشانی ہے، ابن حجر جو اچھے صاحبِ دیوان شاعر بھی تھے اثنائے شرح اپنے ذوق کی تسکین کرتے ہوئے ادبی بحث بھی کرتے ہیں)۔

الجہاد میں براء بن عازب کے حوالے سے گزرا تھا کہ یہ ابن رواحہ کے اشعار ہیں ابن حجر کہتے ہیں یہ احتمال بھی ہے کہ ابن رواحہ اور عامر ان اشعار مین متوارد ہوئے ہوں (یعنی اتفاقا کچھ فرق کے ساتھ ایک جیسے اشعار نظم کرنا اور ایک جیسا مضمون باندھنا) اس امر کی دلیل یہ ہے کہ کچھ ایسی عبارتیں یہاں ہیں جو ابن رواحہ کی طرف منسوب اشعار میں موجود نہیں یا ممکن ہے عامر نے اپنے اشعار پڑھتے ہوئے ابن رواحہ کے کچھ اشعار یا ان کی کچھ عبارات شامل کی ہوں۔

(فاغفر فداء الخ) فداء کسرِ فاء اور مد کے ساتھ ہے ابن تین کو غلطی لگی جب یہ قرار دیا کہ یہ قداء ہے، کسرِ قاف کے ساتھ اور مقصور ہے اسے وہ ضرورتِ وزن قرار دیتے ہیں حالانکہ وزن صرف مد کے ساتھ ہی پورا ہوتا ہے، اس کلام میں اشکال سمجھا گیا ہے کیونکہ اللہ تعالی کو تو یوں نہیں کہا جاتا کہ ہم اپنی جانیں فداء کرتے ہیں، متعلقِ فداء کا حذف للشہرت ہوتا ہے، فدا فانی شیٔ کیلئے ہی متصور ہے، جواب دیا گیا ہے کہ حقیقی وظاہری معنی مراد نہیں دراصل ظاہری لفظ سے قطع نظر محبت وتعظیم کے اظہار کا ایک انداز ہے، بعض نے یہ بھی قرار دیا کہ اس کے مخاطَب دراصل آنجناب ہیں مفہوم یہ ہے کہ آپکے حق اور نصرت میں اگر ہم سے کوئی تقصیر ہو جائے تو درگزر کریں، اس پر (اللھم) بقصدِ دعا نہیں بلکہ صرف افتتاحِ کلام کیلئے ہے، ابن حجر کہتے ہیں اس تاویل کیلئے اگلا ایک مصرعہ (فأنزل سکینۃ الخ) معکر ہے کیونکہ یہ اللہ تعالی سے دعا ہے۔

(ما اتقینا) اکثر کے ہاں تائے مشدد اور قاف کے ساتھ ہے مفہوم یہ کہ (ما ترکنا من الأوامر) جو اوامر ہم سے چھوٹ جائیں، ماظر فیہ ہے اصیلی اور نسفی کے نسخوں میں ہمزہ قطعی اور بجائے قاف کے باء کے ساتھ ہے یعنی جو گناہ ہم سے سرزد ہوئے اور باقی رہے، قابسی کے ہاں (ما لقینا) ہے یعنی (وجدنا من المناھی) آگے الأدب میں (ما اقتفینا) آئے گا ای (تبعنا من الخطایا) ، یعنی ہم سے خطائیں سرزد ہوں، مسلم کی قتیبہ سے روایت میں بھی یہی ہے اور یہ اس رجز کی بابت اشہر روایت ہے۔

(و ألقین سکینۃ الخ) نسخہِ نسفی میں (وألق) ہے مگر اس سے وزن ساقط ہو جاتا ہے۔ (إذا صیح بنا أتینا) یعنی جہاد کیلئے یا حق کی خاطر، مفہوم یہ ہوگا کہ اگر غیرِ حق کیلئے پکارا جائے تو ہم انکار کرتے ہیں۔ (و بالصیاح عولوا علینا) یعنی بآواز بلند ہمارے خلاف لوگوں کو مدد کیلئے بلایا بقول خطابی عویل سے ہے معنی یہ کہ (أجلبوا علینا بالصوت) ہمارے برخلاف لوگوں کو پکار کر جمع کرتے ہیں، اس پر ابن تین تعاقب کرتے ہیں کہ اگر عویل سے ہوتا تو (أعولوا) ہوتا مسند احمد کی ایاس بن سلمہ عن ابیہ سے روایت میں مزید یہ اشعار بھی مروی ہیں: (إن الذین قد بغوا علینا إذا أرادوا فتنۃ أبینا ونحن عن فضلك ما استغنینا) یہ آخری مصرعہ روایتِ مسلم میں بھی ہے۔

(من ھذا السائق؟) عربوں کی عادت تھی کہ قافلہ کی صورت سفر کرتے ہوئے کوئی اچھی آواز والا شخص آگے آگے حدی خوانی یعنی کوئی رجز یہ اشعار پڑھتا جاتا اس سے سواریاں نشاط سے حرکت پذیر رہتیں (اور مسافروں کا دل بھی لبھا رہتا)۔

(قال یرحمہ اللہ) ایاس کی روایت میں ہے: (غفر لك ربك) کہتے ہیں نبی اکرم نے نام لیکر کسی کو دعائے مغفرت نہیں دی مگر یہ اس امر کا اشارہ ہوتا تھا کہ وہ جلد شہید ہوگا، یہی وجہ ہے کہ اس روایت میں مذکور ہے کہ کسی نے اس پر کہا (لولا أمتعتَنا بہ)۔ (اس بات کے جواب میں آنجناب خاموش رہے اس سے یہ اشارہ بھی ملا کہ صحابہ کے مابین جو یہ مشہور ہوا اور پھر تجربہ نے بھی اس پر مہرِ تصدیق ثبت کی کہ آنجناب جب بطورِ خاص کسی کیلئے استغفار کرتے ہیں تو اس نے مقامِ شہادت سے ہمکنار ہونا ہوتا ہے، یہ صحیح

اور منجانب اللہ تقدیر مبرم ہے)۔

(قال رجل وجبت الخ) مسلم کی روایتِ ایاس بن سلمہ میں ہے کہ یہ حضرت عمر تھے جنہوں نے یہ بات کہی کہتے ہیں وہ ایک اونٹ پر سوار تھے وہیں سے پکارے:(یا نبی اللہ لولا أمتعتنا بعامر) ابن اسحاق کی نصر بن دہر سے روایت میں بھی حضرت عمر کا نام مذکور ہے۔

(فحاصرناهم) ابن اسحاق ذکر کرتے ہیں کہ خیبر کے قلعوں میں سے سب سے اولین محاصرہ قلعۂ ناعم کا تھا۔(مخمصة) یعنی بھوک، حمر اہلیہ کی بابت کتاب الذبائح میں تفصیل آئے گی۔(وکان سیف عامر الخ) ایاس کی روایت میں ہے کہ محاصرہ کے دوران مرحب جو خیبر کا بادشاہ تھا، تلوار لہراتا یہ رجز پڑھتا نکلا:(قد علمتْ خیبرُ أنی مرحب شاکِی السلاح بطلٌ مجرب إذا الحروب أقبلت تلهب) تو عامر یہ رجز پڑھتے اس کا مقابلہ کرنے نکلے:(قد علمت خیبر أنی عامر شاکی السلاح بطل مغامر) دونوں نے شمشیر زنی کی، مرحب کی تلوار عامر کی ڈھال پر لگی انہوں نے تلوار چلائی کہ اس کے نچلے حصہ پر ضرب لگائیں مگر جیسا کہ اس روایت میں ہے، تلوار چھوٹی ہونے کی وجہ سے اس تک نہ پہنچ پائی اور اپنے ہی زور میں ہوا کاٹتی ہوئی خود ان کے گھٹنہ پر لگ گئی۔

(ذباب) دھار یا اوپر والا حصہ (یعنی نوک)۔(عینُ الخ) گھٹنہ کے بالائی حصہ کو، اسی سے ان کی شہادت واقع ہوگئی، ایاس کی روایت میں ہے کہ رگِ حیات کٹ گئی ابن اسحاق کی روایت میں ہے سخت زخم لگا۔(وهو آخذ بیدی) روایتِ قتیبہ میں ہے مجھے نبی اکرم نے بجھا ہوا دیکھا، ایاس کی روایت میں ہے میں روتا ہوا خدمتِ نبوی میں حاضر ہوا۔

(حبط عمله) ایاس کی روایت میں ہے:(بطل عمل عامرٍ قتل نفسه) اس میں ان قائلین میں اسید بن حضیر کا نام بھی لیا، روایتِ ابن اسحاق میں ہے:(فکان المسلمون شکوا فیه وقالوا إنما قتله سلاحه)۔(له أجرین) ابن اسحاق کے ہاں ہے: (إنه لشهید وصلی علیه)۔(گویا نماز جنازہ بھی پڑھی یا ممکن ہے یہاں دعائے استغفار کے معنی میں ہو)۔(لجاهد مجاهد) اول مرفوع علی الخبر اور ثانی اتباع للتاکید ہے جیسے (جاد مجد) کی اصطلاح ہے ابو ذر عن حموی کے نسخہ میں (لجاهد) بطورِ فعل ماضی ہے باجی نے بھی یہی ضبط کیا ہے بقول عیاض اول اوجہ ہے، ابن حجر کہتے ہیں اس کی تائید ابوداؤد کی ایک دیگر سند کے ساتھ روایتِ سلمہ کے ان الفاظ سے ہوتی ہے:(مات جاهداً مجاهدا) ابن درید کہتے ہیں:(رجل جاهد) ای جادٍ فی أموره، اپنے معاملات میں سنجیدہ روش اختیار کرنے والا بقول ابن تین:(من یرتکب المشقة) جو دشوار کام کرتا ہو۔

(مشی بها) ضمیر ارض یا مدینہ یا حرب یا خصلہ کی طرف راجع ہے۔(قال قتیبة نشأ) مراد یہ کہ قتیبہ نے حاتم بن اسماعیل سے اسی اسناد کے ساتھ اس کی روایت میں بجائے (مشیٰ) کے (نشأ) ذکر کیا ہے، الأدب میں ان کی یہ روایت موصول ہے کشمیہنی کو غفلت لگی وہاں بھی (مشیٰ) نقل کر دیا سہیلی بیان کرتے ہیں کہ ایک روایت میں (مشابهاً بها) بھی مذکور ہے یعنی قتال کی ان صفاتِ کمال میں کم ہی کوئی ان سے مشابہ ہوگا یہ فعلِ محذوف (رأیت) کی وجہ سے منصوب ہے یا علی الحال ہے (عربی) سے، سہیلی لکھتے ہیں نکرہ سے حال جائز ہے جب وہ تصحیحِ معنی میں ہو، لکھتے ہیں یہ عبارت یوں بھی منقول ہے:(قلَّ عربیا نشأ بها مثله) مثله فاعل ہے (قل) کا جبکہ (عربیا) منصوب علی التمیز ہے کیونکہ کلام میں معنائے مدح ہے، اس کی مثال ان کا یہ قول ہے:(عظُمَ زیدٌ

رجلا) اور (قلّ زيدٌ أدبا)۔

- 4197حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ عَنْ أَنَسٍ ؓ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَتَى خَيْبَرَ لَيْلاً وَكَانَ إِذَا أَتَى قَوْمًا بِلَيْلٍ لَمْ يُغِرْ بِهِمْ حَتَّى يُصْبِحَ فَلَمَّا أَصْبَحَ خَرَجَتِ الْيَهُودُ بِمَسَاحِيهِمْ وَمَكَاتِلِهِمْ فَلَمَّا رَأَوْهُ قَالُوا مُحَمَّدٌ وَاللَّهِ مُحَمَّدٌ وَالْخَمِيسُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ خَرِبَتْ خَيْبَرُ إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ

(ترجمہ کیلئے جلد چہارم ص: ۴۴۶، اس میں مزید یہ ہے کہ علی الصباح یہودِ خیبر اپنے ٹوکرے اور پھاوڑے لئے نکلے تو نبی پاک کو دیکھ کر کہنے لگے بخدا محمد لشکر کے ہمراہ! یہ سنکر نبی پاک نے فرمایا خیبر خراب ہوا، بے شک ہم جب کسی قوم کے صحن میں جا اترتے ہیں تو ڈرائے گئے لوگوں کی صبح خراب ہو جاتی ہے)

أطرافه 371، 610، 947، 2228، 2235، 2889، 2893، 2943، 2944، 2945، 2991، 3085، 3086، 3367، 3647، 4083، 4084، 4198، 4199، 4200، 4201، 4211، 4212، 4213، 5085، 5159، 5169، 5387، 5425، 5528، 5968، 6185، 6363، 6369، 7333-

حضرت انس راوی ہیں کہ نبی اکرم رات کو خیبر پہنچے، آپکی عادت تھی کہ اگر کسی قوم کے علاقہ میں رات کو پہنچتے تو صبح ہونے تک حملہ نہ کرتے، جب صبح ہوئی یہود اپنے کلہاڑے اور ٹوکرے لئے (کام کاج کو) نکلے اہلِ اسلام پہ نظر پڑی تو لگے شور مچانے: واللہ محمد لشکر کے ہمراہ، یہ سنکر آپ نے فرمایا خیبر خراب و برباد ہوا بے شک ہم جب کسی قوم کے صحن میں اتر آتے ہیں تو ان ڈرائے گئے لوگوں کی صبح بری ہو جاتی ہے۔

تین طرق سے حدیثِ انس لائے ہیں۔(أتى خيبر ليلا) یعنی اس سے قریب آ گئے بقول ابن اسحاق وادی رجیع میں پڑاؤ ڈالا جو خیبر اور غطفان کے علاقہ کے مابین تھی اس میں حکمت یہ تھی تا کہ وہ اہلِ خیبر کی امداد کو نہ پہنچ سکیں کیونکہ وہ ان کے حلیف تھے، کہتے ہیں مجھے معلوم ہوا ہے کہ غطفان تیار ہو کر خیبر کی طرف چل پڑے تھے راستے میں اپنے پیچھے نقل و حرکت محسوس کی تو خیال کیا کہ مسلمان ان کے علاقہ پر حملہ آور ہوئے ہیں تو وہیں سے پلٹ آئے پھر دوبارہ خیبر کی طرف نکلنے کا حوصلہ نہ پڑا۔

(لم يغر الخ) اکثر کے ہاں یہی لفظ ہے اغارۃ سے، ابو ذر کی مستملی سے روایتِ بخاری میں (لم يقربهم) ہے الجہاد کی روایت میں ایک دیگر طریق کے ساتھ حمید سے منقول ہوا تھا کہ آنجناب کی عادت مبارکہ (یعنی جنگی حکمت عملی) تھی کہ رات کو حملہ نہ کرتے صبح کا انتظار کرتے پھر جس علاقہ سے اذان کی آواز سنائی دیتی ادھر حملہ نہ کرتے، کہتے ہیں خیبر میں بھی یہی ہوا، رات کو پہنچ چکے تھے مگر صبح ہونے تک آگے نہ بڑھے، واقدی کا بیان ہے کہ اہلِ خیبر کو آپ کے آنے کی اطلاع و خبر تھی وہ روز مسلح و مستعد ہو کر نکلا کرتے تھے مگر اس رات ایسی نیند طاری ہوئی اور پھر کسی جانور نے بھی کوئی حرکت وغیرہ نہ کی، نہ مرغوں نے اذانیں دیں، دن طلوع ہونے پر اپنے مساحی لیکر کام کاج کو نکلے تو لشکرِ اسلام پر نظر پڑی۔

(خرجت يهود) احمد کی قتادہ عن انس سے (إلى زروعهم) بھی ہے۔(ومكاتلهم) مکتل کی جمع، قفہ کبیرہ (یعنی بڑے سائز کی زنبیل)، احمد کی ابوطلحہ سے روایت میں ہے کہ سحر کے وقت کاشتکار اپنے کھیتوں کی طرف اور جانوروں والے ان کی طرف چلے گئے تب حملہ آور ہوئے۔

(محمد و الخميس) اوائل الصلاۃ کی روایت میں تھا کہ اپنے اعمال کی طرف نکلے تو آنجناب پہ نظر پڑی تو یہ کہہ

اٹھے:(محمد)، راوی عبدالعزیز کہتے ہیں کہ ہمارے بعض اصحاب نے حضرت انس سے یہاں (والخمیس) کا لفظ بھی نقل کیا ہے تو اس زیرِنظر طریق سے معلوم ہوا کہ اس بعض سے کون مراد ہیں، الجہاد کی روایتِ ایوب میں تھا کہ قلعہ بند ہو گئے۔ (خربت خیبر) الجہاد کی روایت میں تھا کہ ہاتھ بلند کر کے نعرۂ تکبیر لگایا، سہیلی کہتے ہیں آنجناب نے یہ بات ان کے آلاتِ ہدم (یعنی کھودنے وغیرہ کے آلات) دیکھ کر تفاؤلاً کہی کہ اب خیبر بھی برباد ہوا بقول ابن حجر بطریقِ وحی بھی محتمل ہے، بعد والا جملہ اس کی تائید کرتا ہے: (إنا إذا نزلنا بساحة قوم فساء صباح المنذرين) ابن سیرین عن انس کی روایت میں (صبحنا خيبر بكرة) اسکے معارض نہیں کیونکہ توجیہہ یہ ہے کہ وادی میں رات گزار کے آگے صبحدم ہی بڑھے، اسماعیل بن جعفر عن حمید کی روایت میں اس کی وضاحت ہے۔

4198 - أَخْبَرَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ صَبَّحْنَا خَيْبَرَ بُكْرَةً فَخَرَجَ أَهْلُهَا بِالْمَسَاحِي فَلَمَّا بَصُرُوا بِالنَّبِيِّ ﷺ قَالُوا مُحَمَّدٌ وَاللَّهِ مُحَمَّدٌ وَالْخَمِيسُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ اللَّهُ أَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ فَأَصَبْنَا مِنْ لُحُومِ الْحُمُرِ فَنَادَى مُنَادِي النَّبِيِّ ﷺ إِنَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يَنْهَيَانِكُمْ عَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ فَإِنَّهَا رِجْسٌ

(خیبر والی سابقہ حدیث، مزید یہ ہے کہ ہمیں گھریلو گدھوں کا گوشت ہاتھ آیا (تو اسے پکانے کیلئے ہانڈیوں چڑھایا) تو آپ کے منادی نے اعلان کیا بے شک اللہ اور اسکا رسول تمہیں گدھوں کے گوشت سے منع کرتے ہیں کہ یہ ناپاک ہے)۔

اطرافه 371، 610، 947، 2228، 2235، 2889، 2893، 2943، 2944، 2945، 2991، 3085، 3086، 3367، 3647، 4083، 4084، 4197، 4199، 4200، 4201، 4211، 4212، 4213، 5085، 5159، 5169، 5387، 5425، 5528، 5968، 6185، 6363، 6369، 7333-

4199 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ جَاءَهُ جَاءٍ فَقَالَ أُكِلَتِ الْحُمُرُ فَسَكَتَ ثُمَّ أَتَاهُ الثَّانِيَةَ فَقَالَ أُكِلَتِ الْحُمُرُ فَسَكَتَ ثُمَّ الثَّالِثَةَ فَقَالَ أُفْنِيَتِ الْحُمُرُ فَأَمَرَ مُنَادِيًا فَنَادَى فِي النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يَنْهَيَانِكُمْ عَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ فَأُكْفِئَتِ الْقُدُورُ وَإِنَّهَا لَتَفُورُ بِاللَّحْمِ

حضرت انس کہتے ہیں ایک شخص نے نبی پاک سے کہا کیا گدھے کھا لئے جائیں؟ آپ خاموش رہے پھر آیا اور وہی بات کہی آپ خاموش رہے، تیسری دفعہ آ کر کہا گدھے تو اب فنا کر دیئے گئے (یعنی انکا گوشت پکایا جا رہا ہے) آپ نے ایک منادی کو حکم دیا جس نے انکی حرمت کا اعلان کیا۔

اطرافه 371، 610، 947، 2228، 2235، 2889، 2893، 2943، 2944، 2945، 2991، 3085، 3086، 3367، 3647، 4083، 4084، 4197، 4198، 4200، 4201، 4211، 4212، 4213، 5085، 5159، 5169، 5387، 5425، 5528، 5968، 6185، 6363، 6369، 7333-

عبدالوہاب سے مراد ابن عبدالمجید ثقفی ہیں یہ شیخ بخاری کے والد نہیں، وہ عبدری جحی ہیں نہ کہ ثقفی۔ (ينهيانكم) آمده

سفیان کی روایت میں صیغۂ مفرد ہے اس سے اس امر کا جواز ثابت ہوا کہ اسمِ اللہ کو غیر کے ساتھ ایک ہی ضمیر میں جمع کیا جا سکتا ہے اس سے اس مدعی کا رد ہوا جو کہتا ہے کہ آنجناب نے ایک خطیب سے فرمایا تھا:(بئس الخطيب أنت) تم برے خطیب ہو کیونکہ اس نے اثنائے خطاب کہا تھا:(ومن يعصهما فقد غوى)(یعنی اللہ اور رسول کے لئے الگ الگ ضمیر استعمال نہ کی تھی،مراد یہ کہ آپ کا اسکی مذمت کرنا اس وجہ سے نہ تھا) کتاب الصلاۃ میں اس کے مباحث کی طرف اشارہ گزر چکا ہے۔

(فأكفئت القدور) ابن تین کا خیال ہے کہ درست:(فكفئت) ہے بقول اصمعی (كفأت الإناء) یعنی اسے اوندھا کر دیا، أكفأت نہیں کہا جاتا،محتمل ہے کہ بمعنی (أميلت) ہو تا کہ جو کچھ اس میں ہے نیچے گر جائے، کسائی کہتے ہیں:(أكفأت الإناء أى أملته)۔

4200 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍؓ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ الصُّبْحَ قَرِيبًا مِنْ خَيْبَرَ بِغَلَسٍ ثُمَّ قَالَ اللَّهُ أَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ فَخَرَجُوا يَسْعَوْنَ فِي السِّكَكِ فَقَتَلَ النَّبِيُّ ﷺ الْمُقَاتِلَةَ وَسَبَى الذُّرِّيَّةَ وَكَانَ فِي السَّبْيِ صَفِيَّةُ فَصَارَتْ إِلَى دِحْيَةَ الْكَلْبِيِّ ثُمَّ صَارَتْ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَجَعَلَ عِتْقَهَا صَدَاقَهَا فَقَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ لِثَابِتٍ يَا أَبَا مُحَمَّدٍ آنْتَ قُلْتَ لأَنَسٍ مَا أَصْدَقَهَا فَحَرَّكَ ثَابِتٌ رَأْسَهُ تَصْدِيقًا لَهُ

اس میں مزید یہ کہ یہودی گلیوں میں دوڑنے لگے، جو لڑائی کیلئے سامنے آیا مارا گیا، بچوں و عورتوں کو قیدی بنالیا گیا ان میں حضرت صفیہ بھی تھیں جو حضرت دحیہ کلبی کے حصہ میں آئیں پھر آپ نے انہیں اپنے لئے رکھ لیا اور انکی آزادی کو حقِ مہر قرار دے کر ان سے شادی کر لی،عبدالعزیز نے ثابت سے پوچھا اے ابومحمد کیا آپ نے حضرت انس سے پوچھا تھا کہ انکا مہر کیا مقرر کیا؟ انہوں سر کے اشارہ سے اثبات میں جواب دیا۔

اطرافه 371، 610، 947، 2228، 2235، 2889، 2893، 2943، 2944، 2945، 2991، 3085، 3086، 3367، 3647، 4083، 4084، 4197، 4198، 4199، 4201، 4211، 4212، 4213، 5085، 5159، 5169، 5387، 5425، 5528، 5968، 6185، 6363، 6369، 7333-

صلاۃ الخوف کی روایت میں اس سند میں عبدالعزیز کے ساتھ ثابت بھی مذکور تھا۔(فخرجوا الخ)نہایت اختصار ہے کیونکہ یہ سیاق اس امر کا مُوہم ہے کہ حملہ آور ہوتے ہی یہ سارے مقاصد حاصل ہو گئے، ایسا نہ تھا ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ نبی اکرم نے دس سے زائد ایام محاصرہ جاری رکھا سابق الذکر روایت کے الفاظ:(أصابتهم مخمصة شديدة) سے بھی اس کی تائید ملتی ہے کہ طوالتِ محاصرہ کے سبب کھانے کے ذخائر ختم ہو گئے تھے،آگے سلمہ بن اکوع اور سہل بن سعد کی روایتوں سے بھی اس کا ثبوت ملے گا۔

4201 - حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍؓ يَقُولُ سَبَى النَّبِيُّ ﷺ صَفِيَّةَ فَأَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا فَقَالَ ثَابِتٌ لأَنَسٍ مَا أَصْدَقَهَا قَالَ

أَصْدَقَهَا نَفْسَهَا فَأَعْتَقَهَا . أطرافه 371، 610، 947، 2228، 2235، 2889، 2893، 2943، 2944، 2945، 2991، 3085، 3086، 3367، 3647، 4083، 4084، 4197، 4198، 4199، 4200، 4211، 4212، 4213، 5085، 5159، 5169، 5387، 5425، 5528، 5968، 6185، 6363، 6369، 7333

اتم سیاق کے ساتھ آ رہی ہے، حضرت صفیہ بنت حیی بن اخطب بن سَعْیہ بن عامر بن عبید بن کعب، حضرت موسی کے بھائی حضرت ہارون بن عمران کی نسل سے تھیں، والدہ کا نام برۃ بنت شموال تھا جن کا تعلق بنی قریظہ سے تھا، اولا سلام بن مشکم قرظی سے شادی ہوئی جس سے مفارقت کے بعد کنانہ بن ربیع بن ابی الحقیق نضیری سے شادی ہوئی جو اس معرکۂ خیبر میں قتل ہو گیا، یہ سب تفصیل ابن سعد نے نقل کی ہے۔

(وكان في السبي صفية الخ) عبدالعزیز عن انس کی روایت میں ہے کہ حضرت دحیہ نے نبی پاک سے گزارش کی کہ انہیں کوئی قیدی لڑکی عطا کر دی جائے آپ نے فرمایا جاؤ کسی کو لے لو، انہوں نے حضرت صفیہ کو لیا، اس پر ایک شخص نے نبی اکرم سے کہا آپ نے دحیہ کو صفیہ عطا کر دی؟ جو سیدۂ بنی قریظہ ونضیر ہیں، وہ صرف آپ کے لئے صالح ہیں، فرمایا اسے بلاؤ، آئے تو فرمایا اسے چھوڑ کر کوئی اور لونڈی لے لو، ابن اسحاق لکھتے ہیں انہیں قموص سے قید کیا گیا جو اولادِ ابوالحقیق کا قلعہ تھا، ان کی بنت عم بعض کے مطابق خاوند کی بنت عم، بھی قیدی بنیں حضرت دحیہ سے انہیں واپس لے کر انکی بنت عم انہیں دے دی، ابن حجر کہتے ہیں مسلم کی ثابت عن انس سے روایت میں ہے کہ چونکہ غنیمت کی تقسیم کے نتیجہ میں یہ حضرت دحیہ کے حصہ میں آئیں تھی لہذا ان کی واپسی بذریعہ شراء ہوئی، قیمت میں انہیں سات ارؤس دئے (رأس کی جمع مراد سات غلام ولونڈیاں) چونکہ بعض روایات میں سہم کا لفظ نہیں لہذا اولی یہ ہے کہ مسلم کی روایت میں اس لفظ سے مراد ان کا حصہ ہے جسے آنجناب کی اجازت سے خود چنا (دراصل غنائم کی تقسیم آنجناب کیا کرتے تھے یہاں حضرت دحیہ کو اختیار دیا کہ خود ہی ایک لونڈی لے لیں تو یہ دراصل تھا تو ان کا حصۂ غنیمت مگر انہی کو اختیار دیا کہ خود چن لیں) بعد ازاں توجہ دلانے پر کہ یہ تو بادشاہِ خیبر کی بیٹی اور ایک سردار کی زوجہ ہیں اور لشکرِ اسلام میں حضرت دحیہ سے مرتبہ ومقام میں بلند افراد بھی ہیں تو اس امتیازی سلوک سے احتراز کرتے ہوئے انہیں واپس کرالیا وگرنہ کئی ایک تکدرِ خاطر کا شکار بن سکتے تھے مصلحتِ عامہ کا تقاضہ یہی تھا کہ واپس کرالیں، بعض روایات میں جو عوض میں سات غلام ولونڈیاں دینے پر شراء کا لفظ استعمال ہوا ہے یہ علی سبیل المجاز ہے بظاہر جیسا کہ ایک روایت میں ہے ان کی بنت عم دی مگر ان کی طیبِ خاطر نہ ہوئی تب سات دئے، حضرت صفیہ کا پورا قصہ باب کی حدیث نمبر بارہ میں آرہا ہے۔

4202 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ الْتَقَى هُوَ وَالْمُشْرِكُونَ فَاقْتَتَلُوا فَلَمَّا مَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى عَسْكَرِهِ وَمَالَ الآخَرُونَ إِلَى عَسْكَرِهِمْ وَفِي أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ رَجُلٌ لَا يَدَعُ لَهُمْ شَاذَّةً وَلَا فَاذَّةً إِلَّا اتَّبَعَهَا يَضْرِبُهَا بِسَيْفِهِ فَقِيلَ مَا أَجْزَأَ مِنَّا الْيَوْمَ أَحَدٌ كَمَا أَجْزَأَ فُلَانٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَمَا إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ أَنَا صَاحِبُهُ قَالَ فَخَرَجَ مَعَهُ كُلَّمَا وَقَفَ وَقَفَ مَعَهُ

وَإِذَا أَسْرَعَ أَسْرَعَ مَعَهُ قَالَ فَجُرِحَ الرَّجُلُ جُرْحًا شَدِيدًا فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ فَوَضَعَ سَيْفَهُ بِالْأَرْضِ وَذُبَابَهُ بَيْنَ ثَدْيَيْهِ ثُمَّ تَحَامَلَ عَلَى سَيْفِهِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَخَرَجَ الرَّجُلُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ قَالَ وَمَا ذَاكَ قَالَ الرَّجُلُ الَّذِي ذَكَرْتَ آنِفًا أَنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَأَعْظَمَ النَّاسُ ذَلِكَ فَقُلْتُ أَنَا لَكُمْ بِهِ فَخَرَجْتُ فِي طَلَبِهِ ثُمَّ جُرِحَ جُرْحًا شَدِيدًا فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ فَوَضَعَ نَصْلَ سَيْفِهِ فِي الْأَرْضِ وَذُبَابَهُ بَيْنَ ثَدْيَيْهِ ثُمَّ تَحَامَلَ عَلَيْهِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عِنْدَ ذَلِكَ إِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ الْجَنَّةِ فِيمَا يَبْدُو لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ النَّارِ فِيمَا يَبْدُو لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ . (ترجمہ کیلئے جلد چہارم ص:۴۱۲) أطرافه 2898، 4207، 6493، 6607-

یعقوب سے ابن عبدالرحمٰن اسکندرانی جبکہ ابو حازم سے سلمہ بن دینار مراد ہیں۔ (التقی هو الخ) آمدہ روایتِ ابن حازم میں (فی بعض مغازیه) بھی ہے ابن حجر کہتے ہیں اس قصہ کے ضمن میں معرکہ خیبر کا متعین ہونا معلوم نہ کر سکا لیکن یہ اس بنا پر ہے کہ حدیثِ سہل کا یہ قصہ اگلی روایتِ ابی ہریرہ کا قصہ ہی ہے اور وہاں اس کے خیبر میں ہونے کی تصریح موجود ہے بقول ابن حجر یہ استنباط محلِ نظر ہے کیونکہ حضرت سہل کے ذکر کردہ قصہ میں ہے کہ اس زخمی نے تلوار کی دھار پر اپنے آپ کو ڈالدیا جو اس کی کمر کے پار ہوگئی جبکہ حضرت ابو ہریرہ کے بیان میں ہے کہ ترکش سے ایک تیر نکالا اور اس سے خودکشی کر لی حدیثِ سہل میں یہ بھی ہے کہ اطلاع ہونے پر نبی اکرم نے فرمایا:(إن الرجل لیعمل الخ) جبکہ حدیثِ ابی ہریرہ میں ہے کہ کسی سے کہا اٹھو اور اعلان کر دو کہ جنت میں صرف مؤمن ہی جائے گا لہذا ابن تین اس طرف مائل ہیں کہ دونوں الگ الگ قصے ہیں ابن حجر کہتے ہیں دونوں کے مابین تطبیق بھی ممکن ہے وہ یہ کہ جو آخری مغایرت (یعنی آپ کا قول: إن الرجل لیعمل الخ اور حدیث ابی ہریرہ میں مذکور کہ کسی کو حکم دیا کہ اعلان کرے۔۔۔الخ) ہے وہ باہم متنافی نہیں، جو پہلی ہے اس میں یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ اولا تیر استعمال کیا پھر ابھی زندہ ہی تھا کہ مزید استعجالِ موت کرتے ہوئے تلوار کی دھار پر اپنے آپ کو رکھ لیا البتہ ابن جوزی جزم کے ساتھ قصہِ سہل کو جنگ احد میں قرار دیتے ہیں اور یہ کہ اس شخص کا نام قزمان ظفری تھا جو اولا ساتھ نہ گیا تھا پھر عورتوں کے طعنہ دینے پر آیا اور لشکرِ اسلام کی پہلی صف میں کھڑا ہو گیا سب سے پہلا تیر بھی اس نے چلایا پھر تلوار کے وہ جوہر دکھلائے کہ سب دنگ رہ گئے ایک موقع پر جب مسلمان ادھر ادھر ہوئے تو اپنی نیام توڑ ڈالی اور کہا فرار سے مر جانا بہتر ہے، قتادہ بن نعمان کا اس سے گزر ہوا سخت زخمی تھا وہ بولے شہادت مبارک ہو کہنے لگا میں نے کوئی دین کی حمایت میں دادِ شجاعت نہیں دی، میں تو قومی حمیت کے تحت آیا ہوں پھر زخموں کی تاب نہ لا سکا اور خودکشی کر لی، ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں کہ ابن جوزی نے یہ واقعہ واقدی سے اخذ کیا ہے اور وہ جب کسی بیانِ واقعہ میں منفرد ہوں تو قابلِ احتجاج نہیں چہ جائے کہ ثقات کی مخالفت کریں، ہاں البتہ ابو یعلی نے سعید بن عبدالرحمٰن قاضی عن ابی حازم کے حوالے سے روایتِ باب کی تخریج کرتے ہوئے شروع میں یہ نقل کیا ہے کہ نبی اکرم سے احد کے موقع پر کہا گیا فلاں کی طرح آج کوئی نہیں لڑا، لوگ بھاگ گئے تھے مگر وہ جما رہا (وما ترك للمسلمین شاذة ولا فاذة الخ) آگے یہی سیاق ہے لیکن وہاں اس کا نام مذکور نہیں اور سعید مختلف فیہ راوی ہیں اور میرا نہیں خیال کہ ان کی یہ روایت

بخاری کی نظر سے مخفی ہوگی، میرا گمان ہے کہ اسے قابلِ التفات نہیں سمجھا کیونکہ ابو حازم سے اس کے بعض طرق میں ہے:(غزونا مع رسول الخ) اور احد کے موقع پر حضرت سہل تو صغیر السن ہونے کی وجہ سے شریک ہی نہ تھے، ان کے مولد کی بابت صحیح قول ہے کہ ہجرت سے پانچ سال قبل پیدا ہوئے لہذا احد میں دس یا گیارہ برس کے ہوں گے اگرچہ احد کے بعض واقعات مثلاً حضرت فاطمہ کا نبی اکرم کا زخم دھونا وغیرہ نقل کئے ہیں مگر ان کا (غزونا) کہنا قابلِ توجیہہ نہیں الا یہ کہ اسے مجاز پر محمول کیا جائے جیسے حضرت ابو ہریرہ نے بھی یہی صیغہ استعمال کیا ہے، آگے نسخۂ کشمیہنی کی ایک عبارت اسے رد کرتی ہے۔

(مال رسول الخ) یعنی اس دن کی لڑائی کے بعد واپس خیمہ گاہ آئے۔ (وفی أصحاب الخ) شارحینِ بخاری کی ایک جماعت نے لکھا ہے کہ اس کا نام قزمان ظفری تھا انصار کی ایک شاخ بنی ظفر کی طرف نسبت کرتے ہوئے، ابوغیداق کنیت تھی لیکن ماسبق بحث اس کے لئے معکر ہے۔(شاذة ولا فاذة) شاذہ جو جماعت سے الگ ومنفرد ہو، فاذہ بھی تقریباً اسی کا ہم معنی، جو ان میں مختلط نہ ہوا، دونوں مخذوف کی صفت ہیں یعنی:(نسمة) ہاء برائے مبالغہ ہے مفہوم یہ کہ جس کسی کو دیکھتا (کہ لشکر سے ذرا ہٹا ہوا ہے) اس پر پل پڑتا، بعض نے(ماکبر وماصغر) کا معنی کیا ہے بعض نے (الشاذ الخارج) اور (الفاذ المنفرد) کہا ہے بعض نے دونوں کو ہم معنی قرار دیا ہے۔ (فقال) یعنی قائل (کسی کہنے والے) نے ، الجہاد میں (قالوا) تھا آگے (قیل) مذکور ہے نسخۂ کشمیہنی میں یہاں(قلت) ہے اگر یہ محفوظ ہے تو قائل کا نام معلوم ہوا۔

(إنه من أهل النار) ابن أبي حازم کی مشار الیہ روایت میں ہے کہ بعض لوگ یہ سن کر کہنے لگے اگر یہ دوزخی ہے تو ہم میں سے کون جنتی ہوگا؟ طبرانی کے ہاں حدیثِ اکثم بن ابوالجون خزاعی میں ہے کہ ہم نے کہا یا رسول اللہ اگر فلاں اپنی عبادت واجتہاد کے باوجود آگ کا سزاوار ہے تو ہمارا کیا بنے گا؟ آپ نے جواب فرمایا:(ذلك إخبات النفاق) راوی کہتے ہیں ہم اثنائے قتال اس کی بابت متحفظ تھے (یعنی اظہارِ تحفظ کرتے تھے)۔(فقال رجل الخ) یہ اکثم تھے ان کی روایت سے ظاہر ہوتا ہے۔ (وهو من أهل الجنة) حدیثِ اکثم میں مزید یہ بھی ہے:(تدركه الشقاوة والسعادة عند خروج نفسه فيختم له بها) کہ جاں کنی کے عالم میں (اس کیلئے مقدر) شقاوت اور سعادت اسے پالیتی ہے تو اس کا خاتمہ اُس کے مطابق ہوتا ہے، اس آخری کلام کی شرح کتاب القدر میں آئے گی۔

4203 - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ شَهِدْنَا خَيْبَرَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِرَجُلٍ مِمَّنْ مَعَهُ يَدَّعِي الإِسْلاَمَ هَذَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَلَمَّا حَضَرَ الْقِتَالُ قَاتَلَ الرَّجُلُ أَشَدَّ الْقِتَالِ حَتَّى كَثُرَتْ بِهِ الْجِرَاحَةُ فَكَادَ بَعْضُ النَّاسِ يَرْتَابُ فَوَجَدَ الرَّجُلُ أَلَمَ الْجِرَاحَةِ فَأَهْوَى بِيَدِهِ إِلَى كِنَانَتِهِ فَاسْتَخْرَجَ مِنْهَا أَسْهُمًا فَنَحَرَ بِهَا نَفْسَهُ فَاشْتَدَّ رِجَالٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ صَدَّقَ اللَّهُ حَدِيثَكَ انْتَحَرَ فُلاَنٌ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَقَالَ قُمْ يَا فُلاَنُ فَأَذِّنْ أَنَّهُ لاَ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلاَّ مُؤْمِنٌ إِنَّ اللَّهَ يُؤَيِّدُ الدِّينَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ تَابَعَهُ مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ .

(ترجمہ کیلئے جلد چہارم ص:۵۴۵) أطرافه 3062، 4204، - 6606

4204 - وَقَالَ شَبِيبٌ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي ابْنُ الْمُسَيَّبِ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَعْبٍ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ شَهِدْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ حُنَيْنًا وَقَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ تَابَعَهُ صَالِحٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَقَالَ الزُّبَيْدِيُّ أَخْبَرَنِي الزُّهْرِيُّ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ كَعْبٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ عُبَيْدَ اللَّهِ بْنَ كَعْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مَنْ شَهِدَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ خَيْبَرَ قَالَ الزُّهْرِيُّ وَأَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ وَسَعِيدٌ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ .أطرافه 3062، 4203، 6606-

(شهدنا الخ) مجازاً یہ صیغہ استعمال کیا کیونکہ ثابت ہے کہ وہ فتح مکمل ہو چکنے کے بعد پہنچے تھے واقدی کا بیان ہے کہ اکثر حصہ فتح ہو چکا تھا چند آخری مہم جوئیوں میں شریک ہوئے لیکن الجہاد کی روایت میں خود حضرت ابو ہریرہ کی زبانی مذکور ہوا تھا کہ فتح کے بعد پہنچا اور نبی اکرم سے گزارش کی کہ غنیمت سے مجھے بھی حصہ دیں، باب کی آمدہ حدیثِ ابی ہریرہ کی اثنائے شرح اس کی مزید وضاحت ہوئی۔

(فلما حضر القتال) القتال پر پیش وزبر، دونوں جائز ہیں۔ (فقال الرجل الخ) یہاں لام عن کے معنی میں ہے جیسے اس آیت میں: (وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا لَوْ كَانَ خَيْراً الخ) [الأحقاف: ۱۱] بمعنی فی ہونا بھی محتمل ہے ای (فی شأنه) اسی سے اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے: (وَ نَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ) [الأنبياء: ۴۷]۔

(قم يا فلان) یہ حضرت بلال تھے، کتاب القدر میں اس کی صراحت ہے۔ (إن الله يؤيد) نسخۂ کشمیہنی میں (ليؤيد) ہے بقول نووی (ان) کے ہمزہ کو منصوب و مکسور، دونوں طرح پڑھنا جائز ہے۔ (بالرجل الفاجر) لام کا للعہد ہونا محتمل ہے، کہ اشارہ قزمان کی طرف ہو، اور یہ بھی کہ برائے جنس ہو۔ (تابعه معمر) یعنی شعیب کی زہری سے اسی سند کے ساتھ، بخاری کی الجہاد میں یہ موصول ہے وہاں شعیب کی روایت کے ساتھ مقروناً ہے۔ (وقال شبيب) یعنی ابن سعید۔ (عن يونس) یعنی ابن یزید، یہ بھی اسی اسناد کے ساتھ ہے۔ (شهدنا حنينا) مراد یہ کہ یونس نے معمر اور شعیب کی مخالفت کرتے ہوئے بجائے خیبر کے حنین ذکر کیا ہے، شبیب کی یہ روایت نسائی نے حدیث کے ایک حصہ پر اقتصار کرتے ہوئے موصول کی ہے، ذہلی نے بھی الزہریات میں اس کی تخریج کی ہے اور یعقوب بن سفیان نے بھی احمد بن شبیب عن ابیہ کے حوالے سے مطولا اپنی التاریخ میں، احمد بھی امام بخاری کے شیوخ میں سے ہیں کئی دیگر روایات ان سے نقل کی ہیں، یونس نے معمر اور شعیب کی سند کے اعتبار سے موافقت کی البتہ سعید بن مسیّب کے ساتھ عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن کعب بن مالک کا اضافہ کیا ہے ان دونوں کے حوالے سے حضرت ابو ہریرہ سے اس کی روایت کی ہے۔

(وقال ابن المبارك الخ) یعنی انہوں نے بھی شبیب کی لفظِ حنین کے ضمن میں موافقت ہے البتہ سند میں مخالف ہیں ان کے ہاں یہ مرسل ہے، ان کا یہ طریق بخاری کی کتاب الجہاد میں موصول ہے البتہ اس میں تعیینِ غزوہ موجود نہیں۔ (وتابعه صالح الخ) یعنی ابن کیسان، اسے بخاری نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے وہاں کے سیاق سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ متابعت غزوہ کے نام کے ترک میں ہے نہ کہ بقیہ متن و اسناد میں، اسے یعقوب بن ابراہیم نے بھی اپنے والد (عن صالح عنِ الزهری) کے طریق سے (عن

عبدالرحمن بن المسیب) مرسلاً نقل کیا اور پھر وہم کا بھی شکار بنے،(عن عبدالرحمن بن عبداللہ بن کعب و سعید بن المسیب) کہنا چاہتے تھے مگر (عبدالرحمن بن المسیب) ذکر کر دیا تو یہ ان کا ذہول ہے۔

(وقال الزبیدی الخ) بخاری نے زبیدی کا یہ معلق طریق نہایت اختصار سے نقل کیا ہے بلکہ بقول ابن حجر اجحاف سے کام لیا ہے کیونکہ زہری کی موصول روایت جو عبدالرحمٰن سے ہے اور مرسل روایت جو سعید اور عبیداللہ بن عبداللہ سے ہے، کے مابین فصل وتفریق نہیں کیا البتہ التاریخ مین اس کا ایضاح موجود ہے اسی طرح ابونعیم نے مستخرج اور ذہلی نے الزھریات میں، سب نے اسے عبداللہ بن سالم حمصی عن زبیدی کے واسطہ سے تخریج کرتے ہوئے حدیث کو مع قصہ موصول کیا پھر اس کے بعد ذکر کیا:(قال الزبیدی قال الزھری و أخبرنی عبیداللہ بن عبداللہ و سعید بن المسیب أن رسول اللہﷺ قال یا بلال قم فأذن الخ) یہ بخاری کا سیاق ہے ذہلی کے سیاق میں ہے:(قال الزھری و أخبرنی عبدالرحمن بن عبداللہ الخ) یہ کہنا عبیداللہ بن عبداللہ کہنے سے اصوب ہے، جیانی نے اس طرف توجہ دلائی، بخاری کی صنیع سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ روایتِ شعیب و معمر کی ترجیح کی طرف مائل ہیں اور یہی ان کی روایاتِ مختلفہ کی بابت عادت ہے کہ اگر ان کے ہاں کوئی ایک روایت راجح ہو تو اسے معتمد قرار دے کر بقیہ کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں اور یہ روایتِ راجحہ میں قدح کو مستلزم نہیں کیونکہ شرطِ اضطراب یہ ہے کہ وجوہِ اختلاف متساوی ہوں بایں طور کہ کسی ایک کی ترجیح ممکن نہ ہو سکے، مسلم نے کتاب التمییز میں زہری پر اس روایت میں ایک اور اختلاف کا ذکر کیا ہے، لکھتے ہیں (حدثنا الحسن بن الحلوانی عن یعقوب بن ابراھیم بن سعد عن صلاح بن کیسان عن ابن شھاب أخبرنی عبدالرحمن بن المسیب أن النبیﷺ قال یا بلال قم الخ) حلوانی کہتے ہیں میں نے ابراہیم سے کہا یہ عبدالرحمٰن کون ہیں؟ کہنے لگے سعید بن المسیب کا ایک بھائی بھی عبدالرحمٰن تھا مگر بنی کنانہ کا ایک شخص بھی عبدالرحمٰن بن میتب نام کا تھا میرا گمان ہے کہ زہری کی اس سند میں وہی مراد ہیں، مسلم اس پر تبصرہ کرتے ہیں کہ یعقوب کا یہ کہنا بے وزن ہے دراصل یہاں ایک واو ساقط ہوگئی جس سے یہ فحش غلطی صادر ہوئی، اصل میں یوں تھا: (عن الزھری عن عبدالرحمن وابن المسیب) یہ عبدالرحمٰن، ابن عبداللہ بن کعب ہیں اور ابن میتب سے مراد سعید ہیں، زہری سے یہی ان کے بھتیجے، موسیٰ بن عقبہ اور یونس بن یزید نے نقل کیا ہے، ذہلی بھی شعیب اور معمر کی روایت کو راجح قرار دیتے ہیں مگر کہتے ہیں کہ دوسرے دو کی روایت بھی مدفوع نہ کی جائے کیونکہ بسا اوقات زہری کو کوئی روایت متعدد طرق سے ملتی تھی تو ان کے اصحاب ان مختلف اسانید کے ساتھ ان سے اخذ و نقل کرتے ہیں۔

مہلب لکھتے ہیں یہ شخص جس کی بابت ہمیں رسولِ خدا نے بتلایا کہ جہنمی ہے، فساق میں سے تھا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر خودکشی کرنے والا دوزخی ہے ابن تین کہتے ہیں محتمل ہے کہ آنجناب کا قول:(ھو من أھل النار) کا مطلب یہ ہو کہ اگر اللہ نے اس کی مغفرت نہ کی تو، یا ممکن ہے جب زخمی ہوا تو ایمان کے بارہ میں شک وارتیاب کا شکار بن گیا ہو یا اپنے تئیں خودکشی کو حلال سمجھا ہو تو کافر بن کر فوت ہوا، آمدہ جملہ: (لا یدخل الجنۃ إلا نفس مسلمۃ) بھی اس کا مؤید ہے، ابن منیر اسی پر جزم کرتے ہیں، ظاہرِ امر یہ ہے کہ فاجر سے مراد کافر یا فاسق سے اعم ہے، آنجناب کا یہ قول: (إنا لا نستعین بمشرک) اس کے معارض نہیں کیونکہ وہ مُظاہرِ کفر پر محمول ہے یا پھر یہ منسوخ ہے۔

آخرِ بحث بعنوانِ تنبیہ لکھتے ہیں کہ مسلم کی ایک روایت میں (قم یا ابن الخطاب) ہے جبکہ بیہقی کے ہاں منادی کا نام

عبدالرحمٰن بن عوف مذکور ہے، تطبیق یہ ہوسکتی ہے کہ تینوں حضرات نے مختلف جہات میں آنجناب کی ہدایت پر اعلانات کئے۔

4205 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ لَمَّا غَزَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ خَيْبَرَ أَوْ قَالَ لَمَّا تَوَجَّهَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَشْرَفَ النَّاسُ عَلَى وَادٍ فَرَفَعُوا أَصْوَاتَهُمْ بِالتَّكْبِيرِ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ارْبَعُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ إِنَّكُمْ لَا تَدْعُونَ أَصَمَّ وَلَا غَائِبًا إِنَّكُمْ تَدْعُونَ سَمِيعًا قَرِيبًا وَهُوَ مَعَكُمْ وَأَنَا خَلْفَ دَابَّةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَسَمِعَنِي وَأَنَا أَقُولُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ فَقَالَ لِي يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ قَيْسٍ قُلْتُ لَبَّيْكَ رَسُولَ اللَّهِ قَالَ أَلَا أَدُلُّكَ عَلَى كَلِمَةٍ مِنْ كَنْزٍ مِنْ كُنُوزِ الْجَنَّةِ قُلْتُ بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي .قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ

.أطرافه 2992، 6384، 6409، 6610، 7386 -

ابوموسی اشعری راوی ہیں کہ جب نبی اکرم غزوۂ خیبر کیلئے تشریف لے گئے ،ایک وادی میں پہنچے تو لوگ بآوازِ بلند تکبیرات کہنے لگے، نبی پاک نے فرمایا اے لوگو اپنے آپکو سنبھالو تم کسی بہرے یا غائب کو نہیں پکار رہے،تم تو سمیع اور قریب سے مخاطب ہو، جو تمہارے ساتھ ہی ہے، کہتے ہیں میری سواری آنجناب کی سواری کے پیچھے تھی آپ نے سنا کہ میں ان کلمات کا ورد کر رہا ہوں (لا حول ولا قوة إلا بالله) تو فرمایا اے عبداللہ بن قیس، میں نے کہا لبیک یا رسول اللہ، فرمایا کیا تمہیں ایسا کلمہ نہ بتلاؤں جو جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے؟ میں نے کہا کیوں نہیں یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پہ قربان ہوں، فرمایا (لا حول ولا قوة إلا بالله)۔

سند میں عبدالوحد بن زیاد، عاصم احول اور ابوعثمان ہیں، ابوموسی تک تمام رواۃ بصری ہیں۔(فسمعني و أنا الخ) سیاق سے یہ وہم ہوتا ہے کہ خیبر کو جاتے ہوئے یہ سارا واقعہ پیش آیا، ایسا نہیں بلکہ یہ واپسی کے سفر میں تھا کیونکہ ابوموسی حضرت جعفر کے ہمراہ فتح خیبر مکمل ہو جانے کے بعد پہنچے تھے، آگے واضحاً آ رہا ہے اس پر اس سیاق میں اختصار اور بہت کچھ مقدر ہے، متن کی شرح کتاب الدعوات میں آئے گی۔

4206 - حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ قَالَ رَأَيْتُ أَثَرَ ضَرْبَةٍ فِي سَاقِ سَلَمَةَ فَقُلْتُ يَا أَبَا مُسْلِمٍ مَا هَذِهِ الضَّرْبَةُ قَالَ هَذِهِ ضَرْبَةٌ أَصَابَتْنِي يَوْمَ خَيْبَرَ فَقَالَ النَّاسُ أُصِيبَ سَلَمَةُ فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَنَفَثَ فِيهِ ثَلَاثَ نَفَثَاتٍ فَمَا اشْتَكَيْتُهَا حَتَّى السَّاعَةِ

یزید بن ابی عبید کہتے ہیں میں نے حضرت سلمہ کی پنڈلی میں ایک ضرب کا نشان دیکھا، پوچھا یہ کیسی ضرب ہے؟ کہا یہ جنگِ خیبر میں لگی، لوگ یہ دیکھ کر کہنے لگے سلمہ تو گئے! میں نبی پاک کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے تین دفعہ دم کر کے پھونکیں ماریں، تو آج تک اس میں کوئی تکلیف محسوس نہیں کی۔

یہ بخاری کی ایک از ثلاثیات ہے۔(فنفث فيه) ضمیر کا مرجع موضعِ جرح ہے پھونک اور تھوک کے بین بین کیفیت سے پھونک مارنا نفث کہلاتا ہے۔

4207 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَهْلٍ قَالَ الْتَقَى النَّبِيُّ ﷺ وَالْمُشْرِكُونَ فِي بَعْضِ مَغَازِيهِ فَاقْتَتَلُوا فَمَالَ كُلُّ قَوْمٍ إِلَى عَسْكَرِهِمْ وَفِي الْمُسْلِمِينَ رَجُلٌ لَا يَدَعُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ شَاذَّةً وَلَا فَاذَّةً إِلَّا اتَّبَعَهَا فَضَرَبَهَا بِسَيْفِهِ فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا أَجْزَأَ أَحَدُهُمْ مَا أَجْزَأَ فُلَانٌ فَقَالَ إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَقَالُوا أَيُّنَا مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ إِنْ كَانَ هَذَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ لَأَتَّبِعَنَّهُ فَإِذَا أَسْرَعَ وَأَبْطَأَ كُنْتُ مَعَهُ حَتَّى جُرِحَ فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ فَوَضَعَ نِصَابَ سَيْفِهِ بِالْأَرْضِ وَذُبَابَهُ بَيْنَ ثَدْيَيْهِ ثُمَّ تَحَامَلَ عَلَيْهِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَجَاءَ الرَّجُلُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ فَقَالَ وَمَا ذَاكَ فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ إِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ فِيمَا يَبْدُو لِلنَّاسِ وَإِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ وَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ فِيمَا يَبْدُو لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ .

أطرافه 2898، 4202، 6493، - 6607

نئے طریق سے باب کی نمبر چھ روایت لائے ہیں۔

4208 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَعِيدٍ الْخُزَاعِيُّ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ الرَّبِيعِ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ قَالَ نَظَرَ أَنَسٌ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَرَأَى طَيَالِسَةً فَقَالَ كَأَنَّهُمُ السَّاعَةَ يَهُودُ خَيْبَرَ

راوی کہتے ہیں حضرت انس کی جمعہ کے دن نظر پڑی کہ لوگوں نے سروں پر پھول کڑھائی والیاں چادریں پہنی ہوئی ہیں، کہا گویا اس وقت یہودِ خیبر معلوم ہو رہے ہیں۔

شیخ بخاری بصری ہیں، ان کے دادا کا نام ولید تھا ثقہ اور امام احمد کے اقران میں سے ہیں بخاری میں ان سے دو روایتیں ہیں دوسری الجہاد میں گزری، زیاد بھی بصری ہیں یحمدی کے ساتھ معروف تھے احمد وغیرہ نے ثقہ قرار دیا ہے ابن عدی بخاری سے نقل کرتے ہیں کہ: (فيه نظر) بقول ابن عدی میں ان کی روایت میں کوئی بأس نہیں دیکھتا اور انکی بخاری میں یہی ایک روایت ہے ابوعمران کا نام عبدالملک بن حبیب جونی تھا، بنی جون بن عوف بن مالک بن فہم بن غنم بن دوس کی طرف نسبت ہے جو قبیلہ ازد کی ایک شاخ تھی۔

(فرأى طيالسة) ابن خزیمہ اور ابونعیم کی محمد بن بزیع عن زیاد کے طریق سے روایت میں ہے کہ کہنے لگے آج مسجد میں طیالسہ پہنے لوگوں کی کثرت دیکھ کر یہودِ خیبر کے ساتھ ہی تشبیہ ذہن میں آتی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کثرت سے اس کا استعمال کرتے تھے، اس سے لبسِ طیالسہ کی کراہت ثابت نہیں ہوتی، بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ یہاں طیالسہ سے مراد چادریں ہیں ان کے زرد رنگ کی وجہ سے مذکورہ بات کہی۔

4209 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ رضى الله عنه قَالَ كَانَ عَلِيٌّ تَخَلَّفَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي خَيْبَرَ وَكَانَ رَمِدًا فَقَالَ أَنَا أَتَخَلَّفُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فَلَحِقَ فَلَمَّا بِتْنَا اللَّيْلَةَ الَّتِي فُتِحَتْ قَالَ لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا أَوْ لَيَأْخُذَنَّ الرَّايَةَ

غَدًا رَجُلٌ يُحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ يُفْتَحُ عَلَيْهِ فَنَحْنُ نَرْجُوهَا فَقِيلَ هَذَا عَلِيٌّ فَأَعْطَاهُ فَفُتِحَ عَلَيْهِ . (جلد چہارم ص:۴۶۹) طرفاه 2975، 3702

4210 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ يَوْمَ خَيْبَرَ لَأُعْطِيَنَّ هَذِهِ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يَفْتَحُ اللَّهُ عَلَى يَدَيْهِ يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيُحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ قَالَ فَبَاتَ النَّاسُ يَدُوكُونَ لَيْلَتَهُمْ أَيُّهُمْ يُعْطَاهَا فَلَمَّا أَصْبَحَ النَّاسُ غَدَوْا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ كُلُّهُمْ يَرْجُو أَنْ يُعْطَاهَا فَقَالَ أَيْنَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فَقِيلَ هُوَ يَا رَسُولَ اللَّهِ يَشْتَكِي عَيْنَيْهِ قَالَ فَأَرْسِلُوا إِلَيْهِ فَأُتِيَ بِهِ فَبَصَقَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي عَيْنَيْهِ وَدَعَا لَهُ فَبَرَأَ حَتَّى كَأَنْ لَمْ يَكُنْ بِهِ وَجَعٌ فَأَعْطَاهُ الرَّايَةَ فَقَالَ عَلِيٌّ يَا رَسُولَ اللَّهِ أُقَاتِلُهُمْ حَتَّى يَكُونُوا مِثْلَنَا فَقَالَ انْفُذْ عَلَى رِسْلِكَ حَتَّى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ وَأَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ مِنْ حَقِّ اللَّهِ فِيهِ فَوَاللَّهِ لَأَنْ يَهْدِيَ اللَّهُ بِكَ رَجُلًا وَاحِدًا خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ يَكُونَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ
.(جلد چہارم ص:۴۴۵) أطرافه 2942، 3009، 3701 -

حضرات سلمہ بن اکوع اور سہل بن سعد کی حضرت علی کے فتح خیبر کے بارہ میں روایت۔ (وکان رمدا) ابن أبی شیبہ کی حضرت علی سے روایت میں (أرمد) کا لفظ ہے طبرانی کی معجم صغیر میں حضرت جابر سے روایت میں: (أرمد شدید الرمد) کے الفاظ ہیں، الدلائل لأبی نعیم کی حدیثِ ابن عمر میں ہے کہ دیکھنا تک محال تھا۔ (لأعطین الرایة الخ) یہاں بالاختصار ہے احمد، نسائی، ابن حبان اور حاکم کی بریدہ بن حصیب سے روایت میں تفصیل ہے اس میں ہے کہ خیبر کے دن (ایک موقع پر، دراصل خیبر میں متعدد قلعے تھے ہر قلعہ کی فتح کے لئے آنجناب مختلف صحابہ کرام کی سرکردگی میں لشکر روانہ کرتے ایک ایک کر کے ما سوائے ایک کے سب فتح ہو گئے اس آخری کے محاصرہ وفتح کے لئے مختلف صحابہ کی قیادت میں کئی لشکر بھیجے جو شام تک محاصرہ قائم رکھتے بزور قلعہ کھلوانے کی کوشش کرتے مگر شام کو ناکام واپس آجاتے ایک رات نبی پاک نے بلسانِ نبوت فرمایا کل ایک وہ شخص علم بردار بنایا جائے گا جس کے ہاتھوں قلعہ فتح ہو جائے گا، تو روایتِ ہذا میں اس قلعہ کی لڑائیوں کی تفصیل بیان کی گئی ہے) حضرت ابوبکر نے لواء سنبھالا مگر بغیر فتح کئے واپس آ گئے اگلے دن حضرت عمر علم بردار بن کر روانہ ہوئے مگر انہیں بھی فتح نہ مل سکی اس دن محمود بن مسلمہ نے جامِ شہادت نوش کیا پھر رات کو نبی پاک نے فرمایا کل ایسے شخص۔۔۔۔ الخ ابن اسحاق نے بھی یہ واقعہ ایک دیگر طریق سے نقل کیا ہے اس بابت دس سے زائد صحابہ کرام سے روایتیں مروی ہیں جنہیں حاکم نے اکلیل میں اسی طرح ابونعیم نے اور بیہقی نے الدلائل میں اکٹھا کیا ہے۔

(أو لیأخذن الخ) راوی کو شک ہے کہ کون سا جملہ کہا آمدہ روایتِ سہل میں بغیر شک کے ہے رایہ، لواء اور علم ہم معنی الفاظ ہیں عموماً امیرِ لشکر یا جسے وہ حوالے کرے، کے پاس ہوتا ہے، اہلِ لغت کی ایک جماعت نے انہیں باہم مترادف ہی قرار دیا ہے لیکن احمد اور ترمذی کی حدیثِ ابن عباس میں ہے کہ آنجناب کا رایہ سیاہ جبکہ لواء سفید تھا طبرانی نے بھی حضرت بریدہ سے یہی نقل کیا، ابن عدی

نے حضرت ابو ہریرہ سے مزید یہ بھی نقل کیا کہ اس میں (لا إلٰه إلا الله محمد رسول الله) مکتوب تھا تو اس سے دونوں لفظوں کا تغایر ظاہر ہوتا ہے، شائد یہ عرفی تفرقہ ہو، ابن اسحاق اسی طرح ابواسود بھی عروہ سے ناقل ہیں کہ اولا معرکۂ خیبر میں ہی رایات ظاہر ہوئے قبل ازیں صرف الویہ ہی معروف تھے (اس سے رایہ اور لواء کے باہمی فرق کی طرف بھی اشارہ ملا وہ یہ کہ لواء سے مراد لشکر کا مرکزی واحد علم جو اثنائے قتال ایک مرکز کی حیثیت کا حامل ہوا کرتا تھا چونکہ خیبر میں لشکرِ اسلام کی ٹولیاں بنا دیں تھیں، مختلف قلعوں کی سرکوبی کے لئے روانہ کی گئیں ہر ایک جماعت کو جو علم عطا ہوا، وہ رایہ کہلایا)۔

(یحبه الله الخ) ابن اسحاق کی روایت میں (لیس بفرار) بھی ہے حدیثِ بریدہ میں ہے کہ فتح کے بغیر واپس نہ آئے گا۔(فنحن نرجوها) روایتِ سہل میں ہے: (یدو کون) یعنی اس اختلاط واختلاف میں رات گزاری کہ کون وہ خوش نصیب ہوگا؟ مسلم کی حدیثِ ابو ہریرہ میں حضرت عمر کا مقولہ منقول ہے کہ مجھے امارت کی خواہش اسی دن ہی ہوئی، مسلم کی ایاس بن سلمہ بن اکوع عن ابیہ کے حوالے سے روایت میں ہے کہ جب نبی اکرم نے حضرت علی کا پوچھا تو میں انہیں ہاتھ پکڑے چلائے لایا، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت علی شدتِ شوق میں خیبر تو آ گئے تھے مگر آنکھوں کی اس بیماری کے سبب شریکِ قتال نہ ہو رہے تھے اس موقع پر ان کی خیمہ گاہ سے لایا گیا۔(فبرأ) بروزنِ ضرب، علم کے وزن پر پڑھنا بھی جائز ہے حاکم کی حدیثِ علی میں ہے آنجناب نے میرا سر اپنی گود میں رکھا پھر ہتھیلی میں لعابِ دہن لگا کر میری آنکھوں میں ملا، الدلائل کی روایتِ بریدہ میں ہے پھر زندگی بھر کبھی آنکھوں کی شکایت نہ ہوئی، طبرانی کی حضرت علی سے روایت میں ہے کہ خیبر کے اس دن سے مجھے پھر کبھی آنکھوں کی شکایت نہ ہوئی اور نہ کبھی سردُکھا انہی کی ایک اور طریق سے روایت میں ہے کہ میرے لئے یہ دعا بھی فرمائی: (اللهم أذهِبْ عنه الحَرَّ والقَرَّ) اے اللہ اس سے ہر گرمی سردی کو دور فرما (یعنی تنگی وسختی)۔

(ففتح علیه) مسند احمد کی ابوسعید سے روایت میں ہے کہ وہ روانہ ہوئے حتی کہ اللہ نے ان پر خیبر اور فدک فتح کئے وہ ان کی عجوہ لیکر آئے۔

خیبر کی بابت اختلافِ آراء ہے کہ آیا صلحاً فتح ہوا یا عنوۃً (یعنی بزور) عبدالعزیز بن صہیب کی حضرت انس سے روایت میں عنوۃً ہونے کی تصریح ہے ابن عبدالبر بھی اس پر جازم ہیں، صلحا کہنے والوں کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں یہ شبہ اس لئے پڑا کہ دو قلعوں والوں نے اپنی جانوں کی حفاظت کی شرط پر سرنڈر کر دیا اور قلعے کھول دئے تھے، یہ اگرچہ صلح کی ہی ایک قسم ہے مگر ایسا محاصرہ ہو جانے کے بعد اس کی شدت سے تنگ آ کر کیا تھا ابن حجر اضافہ کرتے ہیں بظاہر یہ شبہ ابن عمر کے اس قول سے پڑا، کہتے ہیں نبی اکرم نے اہلِ خیبر سے قتال کیا ان کے باغات پر غلبہ پایا اور انہیں قلعہ بند ہونے پر مجبور کر دیا: (فصالحوه علی أن یجلوا منها الخ) تو اس امر پر مصالحت کر لی کہ خیبر سے جلاوطن ہو جائیں، اس کے آخر میں ہے کہ ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنالیا اور ان کے اموال کو باہم تقسیم فرما دیا کیونکہ انہوں نے بدعہدی کی، انہیں جلاوطن کرنا چاہا تو وہ عرض گزار ہوئے ہمیں ان زمینوں میں چھوڑے رکھیں کاشتکاری کریں گے، اسے ابوداؤد اور بیہقی وغیرہ نے تخریج کیا ہے ابواسود نے بھی اپنی مغازی میں عروہ سے یہی نقل کیا ہے، اس بنیاد پر کہا جا سکتا ہے کہ اولا صلح واقع ہوگئی تھی مگر پھر انہوں نے بدعہدی کی جس پر نقضِ صلح کر کے مذکورہ اقدامات کئے البتہ احسان کرتے ہوئے انہیں قتل نہ کرایا اور بغیر ملکیت کے انہیں ان کی زمینوں پر باقی رکھا (البتہ جلاوطن کرنے کا حق حاصل تھا اسی لئے) حضرت عمر نے اپنے عہدِ خلافت

میں انہیں وہاں سے شام کی طرف جلاوطن کر دیا! اگر یہ معروف مصالحت ہوتی تو جلاوطن نہ کئے جاتے، فرض الخمس میں ذکر گزرا کہ طحاوی نے قرار دیا ہے کہ کچھ حصہ صلحاً اور کچھ عنوۃً فتح ہوا تھا اس ضمن میں انکی حجت خود انکی اپنی اور ابوداؤد کی بشیر بن سیار سے نقل کردہ روایت ہے جس میں ہے کہ نبی اکرم نے خیبر کی جائیداد کی اس طرح سے تقسیم کی کہ اس کا نصف اپنی ضروریات کیلئے مختص کیا اور باقی کا نصف اہلِ اسلام میں تقسیم فرما دیا، یہ ایسی حدیث ہے جس کے وصل وارسال کی بابت محدثین کا باہمی اختلاف ہے تو یہ اس امر میں ظاہر ہے کہ خیبر کا بعض (نصف) حصہ صلحاً فتح ہوا (تبھی بموجب حکم قرآنی اس کی حیثیت فیٔ کی تھی جس کی بابت اللہ کا حکم ہے کہ وہ رسول کی صوابدید پر ہے یعنی مال غنیمت کی طرح اس کی تقسیم عمل میں نہ آئے گی)۔

حدیثِ سہل میں ہے: (ثم ادعهم إلى الإسلام) مسلم کی حدیثِ ابوہریرہ میں ہے حضرت علی نے دریافت کیا یا رسول اللہ (علام أقاتل الناس ؟) فرمایا قتال کرو حتی کہ کلمہ شہادت کا اقرار کر لیں، (ادعهم) سے استدلال کیا گیا ہے کہ جوازِ قتال میں دعوت شرط ہے، بہر حال اس بابت اختلاف مشہور ہے بعض نے اسے مطلقاً شرط قرار دیا ہے امام شافعی سے عدم اطلاق منقول ہے ان سے یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ جسے ابھی اسلام کی تبلیغ نہیں ہوئی اس سے بغیر دعوت دئے قتال نہ کیا جائے گا البتہ جن کی بابت معلوم ہے کہ اسلام سے واقف ہیں تو ان پر دعوتِ اسلام دئے بغیر اچانک حملہ وقتال ہو سکتا ہے، احادیث کا یہی مقتضا ہے حدیثِ سہل میں جو یہ مذکور ہے اسے استحباب پر محمول کیا جائے گا اس لئے کہ حدیثِ انس میں ہے کہ آنجناب نے صبح دم جب خیبر میں اذان کی آواز نہ سنی تو حملہ کر دیا (یعنی اولاً با قاعدہ دعوتِ اسلام نہ دی) حضرت علی کا یہ واقعہ تو اس کے بعد کا ہے، حنفیہ کی رائے میں مطلقاً اغارت جائز ہے اور دعوت مستحب ہے، (فوالله لأن يهدى الخ) اس سے اخذ کیا جائے گا کہ تالیف کا فرحتی کہ اسلام لے آئے، اس کے قتل کی مبادرت سے اولیٰ ہے۔

(حمر النعم) اس رنگ کے اونٹ بہت قیمتی اور پسند کئے جاتے ہیں عرب ان کے ساتھ تفاخر کیا کرتے تھے ابن اسحاق کی ابورافع سے روایت میں کہ میں بھی حضرت علی کے ہمراہ جانے والوں میں تھا ایک یہودی نے تلوار مار کر ان کی ڈھال توڑ ڈالی تو انہوں نے ایک دروازہ بطورِ ڈھال استعمال کیلئے پکڑ لیا، کہتے ہیں فتح کے بعد مجھ سمیت آٹھ افراد نے اس دروازہ کو ہلانا چاہا تو نہ کر سکے حاکم کی حدیثِ جابر میں ہے کہ حضرت علی نے خیبر کے دن ایک دروازہ اٹھا لیا بعد میں اسے چالیس آدمیوں نے مل کر اٹھانا چاہا تو نہ اٹھا سکے، ان دونوں روایتوں کے مابین تطبیق یہ ہوگی کہ اولا سات نے اسے ہلانے کی جبکہ چالیس نے اسے اٹھانے کی کوشش کی، دونوں معاملوں کا فرق ہے، مسلم کی ایاس بن سلمہ کی روایت میں ہے کہ مرحب رجز پڑھتا ہوا نکلا مقابلہ میں حضرت علی (أنا الذي سمتني أمي حيدره الخ) پڑھتے ہوئے آگے بڑھے اور اس کا سر اڑا دیا، حدیثِ بریدہ مشار الیہ میں بھی یہی ہے لیکن یہ اہلِ سیر کے بیان کے مخالف ہے چنانچہ ابن اسحاق، موسی بن عقبہ اور واقدی نے جزم کے ساتھ لکھا ہے کہ مرحب محمد بن مسلمہ کے ہاتھوں قتل ہوا تھا، احمد نے بھی بسند حسن حضرت جابر سے یہی روایت کیا ہے، بعض کہتے ہیں محمد نے دراصل مرحب کے بھائی حارث کو قتل کیا (جو مرحب کے قتل ہونے پر سامنے آیا) تو بعض رواۃ کو اشتباہ لگ گیا بقول ابن حجر اگر ایسا نہیں تو جو صحیح میں مذکور ہے اسے ماسوا پر مقدم کیا جائے گا پھر حدیثِ بریدہ بھی اس کی مؤید ہے، اس قلعہ کا نام جو حضرت علی کے ہاتھوں فتح ہوا قموص تھا جو خیبر کا سب سے بڑا اور مضبوط قلعہ تھا یہیں سے حضرت صفیہ کو قیدی بنایا گیا۔

4211 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْغَفَّارِ بْنُ دَاوُدَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ح وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ

حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الزُّهْرِيُّ عَنْ عَمْرٍو مَوْلَى الْمُطَّلِبِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَدِمْنَا خَيْبَرَ فَلَمَّا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْحِصْنَ ذُكِرَ لَهُ جَمَالُ صَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيِّ بْنِ أَخْطَبَ وَقَدْ قُتِلَ زَوْجُهَا وَكَانَتْ عَرُوسًا فَاصْطَفَاهَا النَّبِيُّ ﷺ لِنَفْسِهِ فَخَرَجَ بِهَا حَتَّى بَلَغْنَا سَدَّ الصَّهْبَاءِ حَلَّتْ فَبَنَى بِهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ صَنَعَ حَيْسًا فِي نِطَعٍ صَغِيرٍ ثُمَّ قَالَ لِي آذِنْ مَنْ حَوْلَكَ فَكَانَتْ تِلْكَ وَلِيمَتَهُ عَلَى صَفِيَّةَ ثُمَّ خَرَجْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُحَوِّي لَهَا وَرَاءَهُ بِعَبَاءَةٍ ثُمَّ يَجْلِسُ عِنْدَ بَعِيرِهِ فَيَضَعُ رُكْبَتَهُ وَتَضَعُ صَفِيَّةُ رِجْلَهَا عَلَى رُكْبَتِهِ حَتَّى تَرْكَبَ

(ترجمہ کیلئے جلد سوم ص: ۴۲۹) أطرافه 371، 610، 947، 2228، 2235، 2889، 2893، 2943، 2944، 2945، 2991، 3085، 3086، 3367، 3647، 4083، 4084، 4197، 4198، 4199، 4200، 4201، 4212، 4213، 5085، 5159، 5169، 5387، 5425، 5528، 5968، 6185، 6363، 6369، 7333-

حضرت صفیہ کے ساتھ آنجناب کے نکاح کے بارہ میں حدیثِ انس جسے متعدد طرق سے نقل کیا ہے پہلے طریق کے شیخِ بخاری عبدالغفار ابو صالح حرانی ہیں ان کی یہ حدیث انہی کے واسطہ سے کتاب البیوع میں بھی نقل کی ہے دوسرے طریق کے شیخ بخاری احمد نسخہِ کریمہ میں اپنی نسبت (بن عیسیٰ) کے ساتھ مذکور ہیں جبکہ علی بن شبویہ کی فربری سے صحیح بخاری کے نسخہ میں احمد بن صالح لکھا ہے مستخرج میں ابونعیم نے بھی اسی پر جزم کیا ہے، سیاقِ مذکور بظاہر ابن وہب کا ہے عبدالغفار کا سیاق البیوع میں نقل کیا تھا۔(مولی المطلب) یعنی ابن عبداللہ بن حنطب مخزومی۔(قتل عنها زوجها) اس کا نام کنانہ بن ربیع بن ابوالحقیق تھا جیسا کہ قبل ازیں مذکور ہوا اس کے قتل کا سبب بھی بیہقی کی ثقات رجال کے ساتھ روایت میں ابن عمر کے حوالے سے مروی ہے، کہتے ہیں بعض اہل خیبر سے یہ طے ہوا تھا کہ اس شرط پر ان کی جان بخشی کی جاتی ہے کہ اپنے اموال کے بارہ میں ٹھیک ٹھیک بتلا دیں، اگر کچھ چھپایا تو کوئی ذمہ وعہد نہ ہوگا، کہتے ہیں ایک مشک چھپا دی جس میں حیی بن اخطب کا مال و زیور تھا جسے مدینہ سے جلا وطن ہوتے وقت اپنے ہمراہ لایا تھا آپ نے اس کی بابت دریافت کیا، کہنے لگے وہ تو سب خرچ ہو گیا فرمایا ابھی زیادہ مدت تو گزری نہیں (اسے مدینہ سے آئے ہوئے) اور مال بہت زیادہ تھا (یعنی یہ نہیں ہوسکتا کہ سب کچھ خرچ ہو گیا ہے) بعد ازاں ایک ویرانے سے یہ مشک ملی، جس پر بدعہدی اور غلط بیانی کی پاداش میں ابو الحقیق کے دو بیٹوں کو قتل کرا دیا ان میں سے ایک حضرت صفیہ کا شوہر تھا۔

(فاصطفاها لنفسه) ابوداؤد اور احمد کی روایتِ عائشہ جسے ابن حبان اور حاکم نے صحیح قرار دیا، میں ہے (كانت صفية من الصفی) اس کی تفسیر وتشریح محمد بن سیرین سے منقول ہے جیسا کہ ابوداؤد نے بسند صحیح نقل کیا، کہتے ہیں نبی پاک کیلئے عام اہلِ اسلام کی طرح غنیمت میں حصہ رکھا جاتا اور آپ کیلئے خمس میں سے ایک رأس اخذ کیا جاتا جو صفی کہلاتا تھا، شعبی کے طریق سے منقول ہے کہ نبی اکرم کیلئے ایک سہم صفی نام کا بھی ہوتا تھا جو غلام، لونڈی یا گھوڑا ہوتا، جو خمس میں سے آپ پسند فرما لیتے قتادہ کے حوالے سے منقول ہے کہ آنجناب کیلئے ہر غزوہ کے محصلہ اموال میں سے (سهم صافٍ) ہوتا تھا جو جہاں سے چاہتے آپ اس کا اخذ کرتے، حضرت صفیہ اسی سہم میں سے تھیں، بعض نے لکھا ہے کہ قیدی بننے سے قبل ان کا نام زینب تھا صفی میں سے ہونے کی وجہ سے صفیہ نام پڑ گیا۔

(سد الصھباء) سد سین کی زبر اور پیش دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے، صہباء کا ذکر کتاب الطہارۃ میں گزر چکا، عبد الغفار کی روایت میں یہاں (سدالروحاء) ہے لیکن اول اصوب ہے الجہاد میں گزری روایتِ قتیبہ میں بھی یہی ہے اسی طرح ابو داؤد کی تخریج کردہ سعید بن منصور عن یعقوب کی روایت میں، روحاء مدینہ سے کچھ اوپر تیس میل کی مسافت پر مکہ کی جہت میں ایک جگہ تھی اواخر المساجد کی حدیثِ ابن عمر میں اس کا ذکر گزرا ہے بعض کے مطابق مضافاتِ مدینہ میں اسی نام کا ایک اور موضع بھی تھا بہر حال یہ دونوں خیبر کے راستے میں نہیں لہذا جماعت کی روایت ہی درست ہے بقول ابن سعد وغیرہ صہباء خیبر سے ایک برید کے فاصلہ پر تھا۔

(حلت) یعنی حیض کے ایام گزر گئے ابن سعد کی حماد بن سلمہ عن ثابت عن انس کے طریق سے روایت جسے مسلم نے بھی موصول کیا، میں ہے کہ حضرت صفیہ کو میری والدہ ام سلیم کے حوالے کیا تا کہ وہ ایامِ حیض ان کے ہاں گزاریں اور وہ انہیں دلہن بنائیں۔

(فبنیٰ بھا) اس بارے تفصیل کتاب النکاح میں آئے گی۔

4212 - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي أَخِي عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ يَحْيَى عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَقَامَ عَلَى صَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّ بِطَرِيقِ خَيْبَرَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ حَتَّى أَعْرَسَ بِهَا وَكَانَتْ فِيمَنْ ضُرِبَ عَلَيْهَا الْحِجَابُ .

حضرت انس راوی ہیں کہ نبی پاک نے مدینہ کے راستے میں تین دن قیام فرمایا اور حضرت صفیہ کے ساتھ اس اثناء شادی کی تو وہ بھی امہات المؤمنین میں شامل ہو گئیں۔

اطرافه 371، 610، 947، 2228، 2235، 2889، 2893، 2943، 2944، 2945، 2991، 3085، 3086، 3367، 3647، 4083، 4084، 4197، 4198، 4199، 4200، 4201، 4211، 4213، 5085، 5159، 5169، 5387، 5425، 5528، 5968، 6185، 6363، 6369، 7333-

شیخ بخاری جو ابن ابواویس ہیں اپنے بھائی ابو بکر عبد الحمید سے راوی ہیں سلیمان سے ابن بلال اور یحییٰ سے مراد انصاری ہیں یہ حمید کے اقران میں سے تھے۔ (أقام علی صفیة الخ) یعنی راستے میں تین دن قیام کیا اس دوران حضرت صفیہ سے نکاح و بناء ہوا ابن سعد کی ایک حدیث میں مذکور ہے کہ یہ مقام خیبر سے چھ امیال کی دوری پر تھا۔

4213 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي حُمَيْدٌ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسًا يَقُولُ أَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ خَيْبَرَ وَالْمَدِينَةِ ثَلَاثَ لَيَالٍ يُبْنَى عَلَيْهِ بِصَفِيَّةَ فَدَعَوْتُ الْمُسْلِمِينَ إِلَى وَلِيمَتِهِ وَمَا كَانَ فِيهَا مِنْ خُبْزٍ وَلَا لَحْمٍ وَمَا كَانَ فِيهَا إِلَّا أَنْ أَمَرَ بِلَالًا بِالْأَنْطَاعِ فَبُسِطَتْ فَأَلْقَى عَلَيْهَا التَّمْرَ وَالْأَقِطَ وَالسَّمْنَ فَقَالَ الْمُسْلِمُونَ إِحْدَى أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ أَوْ مَا مَلَكَتْ يَمِينُهُ قَالُوا إِنْ حَجَبَهَا فَهِيَ إِحْدَى أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ وَإِنْ لَمْ يَحْجُبْهَا فَهِيَ مِمَّا مَلَكَتْ يَمِينُهُ .فَلَمَّا ارْتَحَلَ وَطَّأَ لَهَا خَلْفَهُ وَمَدَّ الْحِجَابَ

(حضرت صفیہ سے شادی والی سابقہ روایت) اطرافه 371، 610، 947، 2228، 2235، 2889، 2893، 2942، 2944، 2945، 2991، 3085، 3086، 3367، 3647، 4083، 4084، 4197، 4198، 4199، 4200، 4201

، 4211، 4212، 5085، 5159، 5169، 5387، 5425، 5528، 5968، 6185، 6363، 6369، 7333-

(قام) ابوذر کی سرخسی سے روایتِ بخاری میں یہی ہے باقیوں میں (أقام) ہے اور یہی اوجہ ہے۔

4214 - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَهْبٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ كُنَّا مُحَاصِرِي خَيْبَرَ فَرَمَى إِنْسَانٌ بِجِرَابٍ فِيهِ شَحْمٌ فَنَزَوْتُ لآخُذَهُ فَالْتَفَتُّ فَإِذَا النَّبِيُّ ﷺ فَاسْتَحْيَيْتُ

عبداللہ بن مغفل کہتے ہیں خیبر کے محاصرہ کے دوران ایک شخص نے ایک تھیلی پھینکی جس میں چربی تھی میں اسے اٹھانے کو دوڑا دیکھا کہ نبی پاک آ رہے ہیں، مجھے استحیاء محسوس ہوا۔

کتاب الخمس میں مشروحا گزر چکی ہے۔

4215 - حَدَّثَنِي عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ أَبِي أُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ وَسَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ أَكْلِ الثُّومِ وَعَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ الأَهْلِيَّةِ نَهَى عَنْ أَكْلِ الثُّومِ هُوَ عَنْ نَافِعٍ وَحْدَهُ وَلُحُومُ الْحُمُرِ الأَهْلِيَّةِ عَنْ سَالِمٍ .

أطرافه 853، 4217، 4218، 5521، 5522-

ابن عمر راوی ہیں کہ نبی اکرم نے خیبر کے روز لہسن اور گھریلو گدھوں کے گوشت سے منع کیا، لہسن کا ذکر نافع اور گدھوں کا سالم سے مروی ہے۔

چار طرق سے ابن عمر کی روایت نقل کی ہے۔

4216 - حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ وَالْحَسَنِ ابْنَيْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ أَبِيهِمَا عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ يَوْمَ خَيْبَرَ وَعَنْ أَكْلِ الْحُمُرِ الإِنْسِيَّةِ .أطرافه 5115، 5523، 6961-

حضرت علی راوی ہیں کہ نبی پاک نے خیبر کے دن عورتوں سے متعہ کو حرام قرار دے دیا اور پالتو گدھوں کا گوشت بھی۔

4217 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ الأَهْلِيَّةِ .

(سابق) أطرافه 853، 4215، 4218، 5521، 5522-

عبداللہ سے مراد ابن مبارک ہیں، یہاں صرف ذکرِ حمر ہے پہلے طریق میں نافع کے حوالے سے ذکر رہا کہ ثوم کا ذکر بھی انہی کے حوالے سے ہے اس سے واضح ہوا کہ سالم کے حوالے سے فقط ذکرِ حمر مروی ہے حدیث کی شرح کتاب الذبائح میں ہوگی، اکلِ ثوم اور حمر اہلیہ کے لحوم کے اکل سے نہی کو اکٹھا ذکر کرنے سے یہ مستفاد ہوا کہ ایک ہی جگہ کا کوئی لفظ (بیک وقت) اپنے حقیقی اور مجازی معنی میں مستعمل ہو سکتا ہے کیونکہ حمر اہلیہ کے لحوم کا اکل حرام جبکہ ثوم کا اکل مکروہ ہے یہاں دونوں کو بلفظِ نہی جمع کیا گیا ہے، استعمالِ حقیقی تحریم میں اور استعمال مجازی کراہت میں ہے۔

4219 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرٍو عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ وَرَخَّصَ فِي الْخَيْلِ

.طرفاه 5520، 5524-

اس میں حضرت جابر کے حوالے سے مزید یہ ہے کہ گھوڑوں میں رخصت دی۔

عمرو سے ابن دینار جبکہ محمد بن علی سے مراد ابوجعفر باقر بن زین العابدین بن حسین بن علی ہیں۔(الحمر) نسخہ کشمیہنی (الأهلية) کا لفظ بھی مذکور ہے۔اسے مسلم نے (الذبائح) ابوداؤد نے (الأطعمة) اورنسائی نے (الصيد اور الوليمة) میں نقل کیا ہے۔

4220 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا عَبَّادٌ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي أَوْفَى أَصَابَتْنَا مَجَاعَةٌ يَوْمَ خَيْبَرَ فَإِنَّ الْقُدُورَ لَتَغْلِي قَالَ وَبَعْضُهَا نَضِجَتْ فَجَاءَ مُنَادِي النَّبِيِّ ﷺ لَا تَأْكُلُوا مِنْ لُحُومِ الْحُمُرِ شَيْئًا وَأَهْرِيقُوهَا قَالَ ابْنُ أَبِي أَوْفَى فَتَحَدَّثْنَا أَنَّهُ إِنَّمَا نَهَى عَنْهَا لِأَنَّهَا لَمْ تُخَمَّسْ وَقَالَ بَعْضُهُمْ نَهَى عَنْهَا الْبَتَّةَ لِأَنَّهَا كَانَتْ تَأْكُلُ الْعَذِرَةَ .

(جلد چہارم ص:۶۴۱) أطرافه 3155، 4222، 4224، 5526

عباد سے ابن عوام اور شیبانی سے مراد سلیمان بن فیروز ہیں۔(أصابتنا الخ) یہاں بالاختصار ہے فرض الخمس میں بتمامہ گزری ہے ایک دیگر طریق کے ساتھ شیبانی سے ہی واقدی نے ذکر کیا ہے کہ ان گدھوں کی جو ذبح کر کے پکائے تعداد بیس یا تیس تھی،اس میں تھا شیبانی کہتے ہیں میری سعید بن جبیر سے ملاقات ہوئی تو ان سے اس بارے استفسار کیا کہنے لگے آنجناب نے اس دن سے ہمیشہ کیلئے ان کی حرمت کر دی تھی۔(البتہ) کی بابت بحث کرتے ہوئے ابن حجر رقمطراز ہیں کہ ان کا معنی ہے قطعاً، اسکا الف وصلی ہے البتہ کرمانی نے قطعی قرار دیا ہے علی غیر القیاس لیکن کسی اہل لغت سے یہ منقول نہیں پایا جوہری کہتے ہیں (الانبتات الانقطاع)، کہا جاتا ہے:(لا أفعله بتة ولا أفعله البتة) کہ میں یہ کام قطعا نہ کروں گا، مصدریت کی بناء پر منصوب ہے، معتمد نسخوں میں الف وصلی کے ساتھ ہی ہے۔

4221و 4222 - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ عَنِ الْبَرَاءِ وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى أَنَّهُمْ كَانُوا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَأَصَابُوا حُمُرًا فَطَبَخُوهَا فَنَادَى مُنَادِي النَّبِيِّ ﷺ أَكْفِئُوا الْقُدُورَ . (سابق) حدیث 4221أطرافه 4223، 4225، 4226، 5525- ۔حدیث 4222أطرافه 3155، 4220، 4224، 5526-

4218 - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ وَسَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ أَكْلِ لُحُومِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ

(ایضاً) .أطرافه 853، 4215، 4217، 5521، 5522-

4223 - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ

نَحُوَهُ . أطرافه 4221، 4223، 4226، 5525-

4224 - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ وَابْنَ أَبِي أَوْفَى يُحَدِّثَانِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ يَوْمَ خَيْبَرَ وَقَدْ نَصَبُوا الْقُدُورَ أَكْفِئُوا الْقُدُورَ (ایضا)حدیث 4223أطرافه 4221، 4225، 4226، 5525 -حدیث 4224 أطرافه 3155، 4222، 4220، 5526-

پہلے تین طرق شعبہ کے حوالے سے ہیں دوتو عالی ہیں (یعنی بخاری اوران کے مابین صرف ایک واسطہ ہے) ایک سافل ہے (اس میں دوواسطے ہیں) طرقِ نازلہ میں تابعی کی صحابیوں سے تصریحِ سماع ہے۔ (فنادی مناد‌ی الخ) یہ ابوطلحہ تھے، پہلے ذکرگزرا دوسرے طریق کے شیخ بخاری اسحاق بن منصور ہیں عبدالصمد سے مراد ابن عبدالوارث ہیں اسے ابونعیم نے مستخرج میں اسحاق بن راہویہ عن نضر بن شمیل عن شعبہ سے تخریج کیا ہے تو اس سے دلالت ملی کہ یہاں اسحاق سے مراد ابن راہویہ نہیں، مقدمہ میں بیان کیا ہے کہ جہاں بھی اسحاق عن عبدالصمد ہوگا تو اس سے مراد ابن منصور ہی ہوں گے، تیسرے طریق میں مسلم سے مراد ابن ابراہیم ہیں یہاں صرف حضرت براء پر اقتصار ہے اس بارے اسماعیلی نے شعبہ پر اختلاف کا ذکر کیا ہے کہ ان سے اکثر رواۃ نے براء اور ابن ابواوفی کو جمع کر کے نقل کیا اور کچھ نے کسی ایک کا، اکیلے جری نے شعبہ سے اسے روایت کرتے ہوئے (عن عدی عن ابن أبی أوفی أو البراء) یعنی شک کے ساتھ ذکر کیا۔ (نحوہ) اسے ابونعیم نے مستخرج میں محمد بن یحی ذہلی عن مسلم بن ابراہیم سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا: (غزونا مع النبی ﷺ خیبر فأصبنا حمرا فطبخناها فقال النبی ﷺ أکفئوا القدور)۔

4226 - حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ أَخْبَرَنَا عَاصِمٌ عَنْ عَامِرٍ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ ؓ قَالَ أَمَرَنَا النَّبِيُّ ﷺ فِي غَزْوَةِ خَيْبَرَ أَنْ نُلْقِيَ الْحُمُرَ الأَهْلِيَّةَ نِيئَةً وَنَضِيجَةً ثُمَّ لَمْ يَأْمُرْنَا بِأَكْلِهِ بَعْدُ . (ایضا)أطرافه 4221، 4223، 4225، 5525-

ایک نئے طریق کے ساتھ روایتِ براء نقل کی، ابن ابی زائدہ سے یحیی بن زکریاء، عاصم سے احول اور عامر سے مراد شعبی ہیں۔ (نیئۃ ونضیجۃ) دونوں کی تنوین کے ساتھ، ایک روایت میں دونوں کے ساتھ (ھا) ضمیر بھی موجود ہے۔ (ثم لم یأ مرنا الخ) اشارہ ہے کہ یہ حرمت پھر برقرار رہی، تفصیل الذبائح میں آئے گی۔

4227 - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي الْحُسَيْنِ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ عَاصِمٍ عَنْ عَامِرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ؓ قَالَ لاَ أَدْرِي أَنَهَى عَنْهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْ أَجْلِ أَنَّهُ كَانَ حَمُولَةَ النَّاسِ فَكَرِهَ أَنْ تَذْهَبَ حَمُولَتُهُمْ أَوْ حَرَّمَهُ فِي يَوْمِ خَيْبَرَ لَحْمَ الْحُمُرِ الأَهْلِيَّةِ

ابن عباس کہتے ہیں میں نہیں جانتا کہ گدھوں کا گوشت کھانا اس وجہ سے منع کیا کہ ان سے بوجھ ڈھونے کا کام لیا جاتا ہے تو اس خیال سے کہ کہیں جانور کم نہ پڑ جائیں یا ابدی حرمت ہے؟

شیخ بخاری ابوجعفر محمد بن ابوالحسین جعفر سمنانی ہیں حافظ اور امام بخاری کے اقران میں سے تھے انکی وفات سے پانچ برس بعد

فوت ہوئے کلاباذی وغیرہ نے ذکر کیا کہ بخاری کی ان سے یہی ایک روایت ہے مگر یہ درست نہیں العیدین میں ایک روایت کی سند یہ ہے:(حدثنا محمد حدثنا عمر بن حفص بن غياث) تو بظاہر یہ یہی ہیں، عمر بن حفص بھی بخاری کے شیخ ہیں کثیر روایات ان سے بلا واسطہ نقل کی ہیں۔

4228 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ إِسْحَاقَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَابِقٍ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَسَمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ خَيْبَرَ لِلْفَرَسِ سَهْمَيْنِ وَلِلرَّاجِلِ سَهْمًا قَالَ فَسَّرَهُ نَافِعٌ فَقَالَ إِذَا كَانَ مَعَ الرَّجُلِ فَرَسٌ فَلَهُ ثَلَاثَةُ أَسْهُمٍ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ فَرَسٌ فَلَهُ سَهْمٌ . (جلد چہارم ص:۳۸۲) طرفه 2863-

راجل اور فارس کے سہمِ غنیمت کے بارہ میں حدیثِ ابن عمر، الجہاد میں مشروحا گزر چکی ہے۔ (قال فسره نافع) قائل عبید اللہ ہیں اسی سند کے ساتھ موصول ہے محمد بن سابق بھی شیوخِ بخاری میں سے ہیں زائدہ سے مراد ابن قدامہ ہیں۔

4229 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّ جُبَيْرَ بْنَ مُطْعِمٍ أَخْبَرَهُ قَالَ مَشَيْتُ أَنَا وَعُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقُلْنَا أَعْطَيْتَ بَنِي الْمُطَّلِبِ مِنْ خُمْسِ خَيْبَرَ وَتَرَكْتَنَا وَنَحْنُ بِمَنْزِلَةٍ وَاحِدَةٍ مِنْكَ فَقَالَ إِنَّمَا بَنُو هَاشِمٍ وَبَنُو الْمُطَّلِبِ شَيْءٌ وَاحِدٌ قَالَ جُبَيْرٌ وَلَمْ يَقْسِمِ النَّبِيُّ ﷺ لِبَنِي عَبْدِ شَمْسٍ وَبَنِي نَوْفَلٍ شَيْئًا . (جلد چہارم ص:۶۳۶) طرفاه 3140، 3502-

یہ بھی فرض الخمس میں مع شرح گزر چکی ہے۔ (شيء) اکیلے مستملی کے نسخہ میں (شِیٓ) ہے۔(قال جبير الخ) اسی سند کے ساتھ متصل ہے۔

4230 - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا بُرَيْدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ بَلَغَنَا مَخْرَجُ النَّبِيِّ ﷺ وَنَحْنُ بِالْيَمَنِ فَخَرَجْنَا مُهَاجِرِينَ إِلَيْهِ أَنَا وَأَخَوَانِ لِي أَنَا أَصْغَرُهُمْ أَحَدُهُمَا أَبُو بُرْدَةَ وَالْآخَرُ أَبُو رُهْمٍ إِمَّا قَالَ بِضْعٌ وَإِمَّا قَالَ فِي ثَلَاثَةٍ وَخَمْسِينَ أَوِ اثْنَيْنِ وَخَمْسِينَ رَجُلًا مِنْ قَوْمِي فَرَكِبْنَا سَفِينَةً فَأَلْقَتْنَا سَفِينَتُنَا إِلَى النَّجَاشِيِّ بِالْحَبَشَةِ فَوَافَقْنَا جَعْفَرَ بْنَ أَبِي طَالِبٍ فَأَقَمْنَا مَعَهُ حَتَّى قَدِمْنَا جَمِيعًا فَوَافَقْنَا النَّبِيَّ ﷺ حِينَ افْتَتَحَ خَيْبَرَ وَكَانَ أُنَاسٌ مِنَ النَّاسِ يَقُولُونَ لَنَا يَعْنِي لِأَهْلِ السَّفِينَةِ سَبَقْنَاكُمْ بِالْهِجْرَةِ وَدَخَلَتْ أَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ وَهِيَ مِمَّنْ قَدِمَ مَعَنَا عَلَى حَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ زَائِرَةً وَقَدْ كَانَتْ هَاجَرَتْ إِلَى النَّجَاشِيِّ فِيمَنْ هَاجَرَ فَدَخَلَ عُمَرُ عَلَى حَفْصَةَ وَأَسْمَاءُ عِنْدَهَا فَقَالَ عُمَرُ حِينَ رَأَى أَسْمَاءَ مَنْ هَذِهِ قَالَتْ أَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ قَالَ عُمَرُ

الْحَبَشِيَّةُ هَذِهِ الْبَحْرِيَّةُ هَذِهِ قَالَتْ أَسْمَاءُ نَعَمْ قَالَ سَبَقْنَاكُمْ بِالْهِجْرَةِ فَنَحْنُ أَحَقُّ بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ مِنْكُمْ فَغَضِبَتْ وَقَالَتْ كَلَّا وَاللَّهِ كُنْتُمْ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يُطْعِمُ جَائِعَكُمْ وَيَعِظُ جَاهِلَكُمْ وَكُنَّا فِي دَارٍ أَوْ فِي أَرْضِ الْبُعَدَاءِ الْبُغَضَاءِ بِالْحَبَشَةِ وَذَلِكَ فِي اللَّهِ وَفِي رَسُولِهِ ﷺ وَايْمُ اللَّهِ لَا أَطْعَمُ طَعَامًا وَلَا أَشْرَبُ شَرَابًا حَتَّى أَذْكُرَ مَا قُلْتَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَنَحْنُ كُنَّا نُؤْذَى وَنُخَافُ وَسَأَذْكُرُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ وَأَسْأَلُهُ وَاللَّهِ لَا أَكْذِبُ وَلَا أَزِيغُ وَلَا أَزِيدُ عَلَيْهِ .أطرافه 3136، 3876، 4233-

4231 - فَلَمَّا جَاءَ النَّبِيُّ ﷺ قَالَتْ يَا نَبِيَّ اللَّهِ إِنَّ عُمَرَ قَالَ كَذَا وَكَذَا قَالَ فَمَا قُلْتِ لَهُ قَالَتْ قُلْتُ لَهُ كَذَا وَكَذَا قَالَ لَيْسَ بِأَحَقَّ بِي مِنْكُمْ وَلَهُ وَلِأَصْحَابِهِ هِجْرَةٌ وَاحِدَةٌ وَلَكُمْ أَنْتُمْ أَهْلَ السَّفِينَةِ هِجْرَتَانِ قَالَتْ فَلَقَدْ رَأَيْتُ أَبَا مُوسَى وَأَصْحَابَ السَّفِينَةِ يَأْتُونِي أَرْسَالًا يَسْأَلُونِي عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ مَا مِنَ الدُّنْيَا شَيْءٌ هُمْ بِهِ أَفْرَحُ وَلَا أَعْظَمُ فِي أَنْفُسِهِمْ مِمَّا قَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ قَالَ أَبُو بُرْدَةَ قَالَتْ أَسْمَاءُ فَلَقَدْ رَأَيْتُ أَبَا مُوسَى وَإِنَّهُ لَيَسْتَعِيدُ هَذَا الْحَدِيثَ مِنِّي

4232 - قَالَ أَبُو بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِنِّي لَأَعْرِفُ أَصْوَاتَ رُفْقَةِ الْأَشْعَرِيِّينَ بِالْقُرْآنِ حِينَ يَدْخُلُونَ بِاللَّيْلِ وَأَعْرِفُ مَنَازِلَهُمْ مِنْ أَصْوَاتِهِمْ بِالْقُرْآنِ بِاللَّيْلِ وَإِنْ كُنْتُ لَمْ أَرَ مَنَازِلَهُمْ حِينَ نَزَلُوا بِالنَّهَارِ وَمِنْهُمْ حَكِيمٌ إِذَا لَقِيَ الْخَيْلَ أَوْ قَالَ الْعَدُوَّ قَالَ لَهُمْ إِنَّ أَصْحَابِي يَأْمُرُونَكُمْ أَنْ تَنْظُرُوهُمْ

(تینوں دراصل ایک روایت ہیں ابتدائی حصہ کا ترجمہ جلد چہارم ص: ۶۲۱ میں بھی گزر چکا ہے) ابوموسیٰ کہتے ہیں جب ہم یمن میں تھے تو رسول اللہ کی مکہ سے نکلنے کی خبر پہنچی تو ہم بھی آپ کی طرف ہجرت کر کے روانہ ہوئے ، میں اور میرے دو بھائی ابو بردہ ابورہم تھے، میں ان سے چھوٹا تھا اور ترپن آدمی میری قوم میں سے ہمارے ساتھ آئے ہم سب جہاز میں سوار ہوئے اتفاق سے یہ جہاز حبش کے ملک نجاشی بادشاہ کے پاس پہنچا وہاں ہمیں جعفر بن ابی طالبؓ ملے ہم نے ان کے پاس قیام کیا ، پھر ہم سب اکٹھے روانہ ہوئے اور ہم نبی پاک کے پاس اس وقت پہنچے جب آپ خیبر فتح کر چکے تھے اور دیگر لوگ ہم اہل سفینہ سے کہنے لگے کہ ہجرت میں ہم لوگ تم پر سبقت لے گئے ، ایک مرتبہ اسماء بنت عمیسؓ جو ہمارے ساتھ آئی تھیں ، ام المومنین حفصہ کو ملنے گئیں اور انھوں نے بھی نجاشی کے ملک میں مہاجرین کے ساتھ ہجرت کی تھی حضرت عمرؓ ادھر آ گئے انہوں نے اسماء کو دیکھ کر پوچھا یہ کون ہے؟ حضرت حفصہؓ نے جواب دیا یہ اسماء بنت عمیس ہیں، کہا جو حبش کے ملک میں گئی تھیں اور اب سمندر کا سفر کر کے آئی ہیں؟ اسماءؓ بولیں جی ہاں میں وہی ہوں حضرت عمرؓ نے کہا ہم ہجرت میں تم سے سبقت لے گئے لہٰذا رسول اللہ پر تم سے زیادہ ہمارا حق ہے ، یہ سن کر انھیں غصہ آ گیا اور کہنے لگیں اللہ کی قسم ! ہرگز نہیں ، تم تو رسول اللہ کے پاس موجود تھے ، آپ تم میں سے بھوکے کو کھانا کھلاتے ہیں اور تمہارے جاہل کو نصیحت کرتے ہیں اور ہم اجنبیوں اور دشمنوں کی زمین میں تھے اور ہماری یہ سب

تکالیف اللہ اور اس کے رسول کی راہ میں تھیں، اللہ کی قسم! مجھ پر کھانا پینا حرام ہے جب تک رسول اللہ سے آپکی اس بات کا ذکر نہ کرلوں اور اللہ کی قسم! نہ میں جھوٹ بولوں گی نہ میں کجروی اختیار کروں گی اور نہ میں اس سے زیادہ کہوں گی، جب نبی پاک تشریف لائے تو اسماءؓ نے عرض کی یا نبی اللہ! عمرؓ نے اس اس طرح کہا ہے آپ نے پوچھا تم نے کیا جواب دیا؟ بولیں میں نے کہا یہ جواب دیا، آپ نے فرمایا تم سے زیادہ کسی کا حق نہیں ہے کیونکہ عمر اور ان کے ساتھیوں کی ایک ہجرت ہے اور تم کشتی والوں کی تو دو ہجرتیں ہوئیں

ابوموسیٰؓ سے روایت ہے کہ نبی پاک نے فرمایا میں اشعری لوگوں کی آواز پہچانتا ہوں جب وہ رات کو اپنے گھروں میں قرآن پڑھا کرتے ہیں اور میں ان کے رات کو قرآن پڑھنے کی آواز سے ان کے ٹھکانے پہنچان لیتا ہوں، اگر چہ میں نے دن کو ان کے اترنے کی جگہ نہیں دیکھی ہوتی اور انہی میں سے ایک شخص حکیم ہے کہ جب وہ کافروں کے سواروں یا دشمن سے ملتا ہے تو ان سے کہتا ہے کہ میرے ساتھی تمہیں حکم دیتے ہیں کہ ان کا انتظار کرو۔

(فخرجنا مهاجرين إليه) اس بارے تفصیل سے بحث گزر چکی ہے کہ کب ابوموسی وغیرہ کو بعثتِ نبوی یا ہجرتِ مدینہ کی خبر ملی اور وہ کیوں اتنی تاخیر سے عازمِ مدینہ ہوئے، ابن مندہ ایک دیگر طریق کے ساتھ ابو بردہ عن ابیہ (یعنی حضرت ابوموسی) روایت کرتے ہیں کہ میں، تمہارا بھائی، ابو عامر بن قیس، ابورہم محمد بن قیس اور ابو بردہ پچاس اشعریوں کے ہمراہ اور ہمارے ساتھ چھ افراد عک کے بھی تھے، مکہ آئے کہتے ہیں (ثم خرجنا في البحر حتى أتينا المدينة) پھر ہم نے سمندری سفر کیا حتی کہ مدینہ پہنچے! ابن حبان نے اسے صحیح قرار دیا، اس کی توجیہہ یہ ہوسکتی ہے کہ یمن سے نکل کر اولا مکہ سے گزرے، ممکن ہے داخل بھی ہوئے ہوں کیونکہ یہ ہدنہ (یعنی حدیبیہ کے نتیجہ میں ہونے والی صلح) کا زمانہ تھا۔

(أنا و أخوان الخ) ابو بردہ کا نام عامر تھا احمد اور حاکم کے ہاں کریب بن حارث بن ابوموسی اشعری کے طریق کے ساتھ ان سے ایک حدیث بھی مروی ہے، ابورہم کا نام مجدی تھا، یہ ابن عبدالبر کا قول ہے جبکہ ابن حبان نے (الصحابة) میں جزم کے ساتھ ان کا نام محمد قرار دیا ہے بقول ابن حجر ابن مندہ کے حوالے سے مشار الیہ روایت میں ابورہم کا الگ اور محمد بن قیس کا الگ تذکرہ ان کے اس جزم کے لئے معکر ہے، ابن قانع ذکر کرتے ہیں کہ اشعریوں کی ایک جماعت نے انہیں اپنے خطوط میں تحریر کیا ہے کہ ابورہم کا نام مجیلہ تھا۔

(خمسين رجلا من قومي) مستملی کے نسخہ میں (من قومه) ہے سابق الذکر روایت میں پچاس کا عدد مذکور تھا تو شائد یہ زائد ابوموسی اور ان کے بھائی تھے، جس نے باون ذکر کیا اس کی مراد ان پچاس کے علاوہ دو یہ جن کا اس روایت میں ذکر ہوا، اور جس نے ترپین کہا اس نے ان کے بھائیوں کی تعداد کے بارے موجود اختلاف مدِنظر رکھا (یا یہ کہ ابوموسی سمیت شمار کیا، دو ان کے بھائی یعنی ابو بردہ اور ابورہم اور باقی پچاس افراد) بلاذری کی اپنی سند کے ساتھ ابن عباس سے روایت میں چالیس افراد مذکور ہے، اسے محمول علی اصول واتباع کر کے تطبیق دی جائے گی (یعنی اصل تعداد چالیس، اوپر کے زائد کام کاج والے لوگ یعنی نوکر وغیرہ) ابن اسحاق نے سولہ کہا ہے بعض نے اس سے بھی کم۔

(فأقمنا معه الخ) یہاں فرض الخمس کی روایت کے مقابلہ میں اختصار ہے وہاں ذکر کیا تھا کہ حضرت جعفر نے ان سے کہا ہمیں نبی پاک نے یہاں بھیجا اور قیام کا حکم دیا ہے آپ لوگ بھی یہیں ٹھہریں جب اذنِ نبوی ملے گا چل پڑیں گے۔ (حتى قدمنا جميعا) ابن اسحاق لکھتے ہیں نبی اکرم نے حضرت عمرو بن امیہ کو نجاشی کی طرف اس پیغام کے ساتھ بھیجا کہ وہ جعفر اور ہمرائیوں کو مدینہ

روانہ کر دیں چنانچہ انہوں نے عزت واکرام سے انہیں الوداع کہا عمرو بھی ساتھ آئے، ابن اسحاق نے سولہ افراد کے نام ذکر کئے ہیں۔ (فوافقنا الخ) الخمس کی روایت میں تھا کہ غنائمِ خیبر سے ان کا بھی حصہ رکھا، بیہقی کی روایت میں ہے کہ ایسا کرنے سے پیشتر اہلِ اسلام سے مشورہ کیا وہ راضی ہوئے تو ایسا کیا۔ (وکان ناس) آگے ان کے بعض کے نام ذکر ہوں گے۔ (دخلت أسماء الخ) حضرت جعفر کی زوجہ۔ (في دار أو الخ) راوی کا شک ہے۔ (البعداء البغضاء) اکثر نسخوں میں یہی ہے، بعید و بغیض کی جمع ابویعلی کی روایت أو کے ساتھ ہے، نسفی کے نسخہ میں (بُعَد) ہے قابسی کے ہاں (البعد البعداء البغضاء) ہے شائد وہاں دوسرے لفظ کے ساتھ پہلے کی تفسیر بیان کی ابن سعید کی اسماعیل بن خالد عن شعبی کے طریق سے ہے: (وکنا البعداء و الطرداء)۔

(ولكم أنتم أهل الخ) اہل منصوب علی الاختصاص یا علی النداء ہے ضمیر سے بطورِ بدل، جر بھی جائز ہے۔ (هجرتان) ابویعلی کے ہاں مزید یہ جملہ بھی ہے: (هاجرتم مرتين هاجرتم إلى النجاشي و هاجرتم إليَّ)، شعبی کی روایت میں ہے: (كذب من يقول ذلك) انہی سے ایک اور روایت میں ہے: (للناس هجرة واحدة) بظاہر اس سے ان کی افضلیت آشکارا ہے لیکن لازم نہیں کہ یہ افضلیت علی الاطلاق ہو (یعنی فقط اس جہت سے افضلیت مراد ہے)۔

(قالت) یعنی اسماء بنت عمیس، محتمل ہے کہ یہ ابوموسی کی ان سے روایت کا حصہ ہو، اس طرح یہ صحابی کی صحابی سے روایت ہے یا یہ کہ ابو بردہ کی ان سے روایت ہو، اس دوسرے احتمال کی تائید مابعد عبارت: (قال أبوبردة قالت أسماء) سے ہوتی ہے۔ (قال أبوبردة الخ) یہ بھی اسی اسنادِ مذکور کے ساتھ متصل ہے مسلم نے اسے ابوکریب کے حوالے سے مفرداً تخریج کیا ہے۔ (رفقة) راء پر تینوں حرکات جائز ہیں اشہر پیش ہے۔ (حين يدخلون بالليل) تمام رواۃِ بخاری و مسلم نے دال اور خاء کے ساتھ ہی روایت کیا ہے عیاض بیان کرتے ہیں کہ بعض رواۃِ مسلم نے راء اور حاء کے ساتھ کہا ہے (یعنی یرحلون الخ) دمیاطی نے بخاری کی روایت میں بھی اسے درست قرار دیا ہے مگر یہ ان کا ایک عجوبہ ہے کیونکہ روایت کے لحاظ سے: (یدخلون) ہی ہے اگرچہ معنی و مفہوم کے لحاظ سے (یرحلون) بھی مستقیم ہے، نووی کے بقول دال و خاء والی روایت ہی صحیح ہے یا اصح ہے، مراد یہ کہ جب مسجد کی طرف نکل کر اپنی منازل میں داخل ہوتے ہیں یا اپنے مشاغل وغیرہ سے جب لوٹتے ہیں۔ (بالقرآن) اس سے ظاہر ہوا کہ رات کو بآواز بلند تلاوتِ قرآن مستحسن ہے لیکن یہ تب اگر کسی کو تکلیف وایذاء نہ ہوتی ہو یا ریاء کاری کا اندیشہ نہ ہو۔

(ومنهم حكيم) عیاض کے بقول ابوعلی صدفی کہتے ہیں یہ ان کے ایک شخص کی صفت ہے مگر جیانی اسے کسی اشعری کا نام گردانتے ہیں۔ (أن تنظروهم) بمعنی (تنتظروهم) انکا انتظار کرو، مفہوم یہ ہے کہ وہ فرطِ شجاعت کے سبب عدو سے فرار نہیں ہوتا بلکہ ان کی مواجہت کرتا اور جب مثلاً وہ منصرف ہو رہے ہوتے ہیں، کہتا ہے فرسان کے آنے کا انتظار کرو، یہ اس لئے تاکہ ان کی تثبیت علی القتال کرے، ابن حجر کہتے ہیں یہ تشریح شقِ ثانی یعنی (أو قال العدو) پر ہے، شقِ اول یعنی (إذا ألقى الخبل) کے مدِ نظر محتمل ہے کہ اس سے مراد خیلِ مسلمین ہو، اس سے یہ اشارہ مقصود ہے کہ ان کے ساتھی پیدل (رجالة) تھے اور وہ سواروں کو کہتے کہ ان کا انتظار کریں تاکہ آگے دشمنوں کی طرف اکٹھے روانہ ہوں، یہی اشبہ بالصواب ہے ابن تین کہتے ہیں مفہومِ کلام یہ ہے کہ ان کے ساتھی اللہ کی راہ میں قتال پسند کرتے اور اس راہ میں آنے والی مصائب کی پرواہ نہیں کرتے۔

4233 - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ سَمِعَ حَفْصَ بْنَ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا بُرَيْدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ

أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قَدِمْنَا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ بَعْدَ أَنِ افْتَتَحَ خَيْبَرَ فَقَسَمَ لَنَا وَلَمْ يَقْسِمْ لأَحَدٍ لَمْ يَشْهَدِ الْفَتْحَ غَيْرَنَا . (سابق کا ایک حصہ)أطرافه 3136، 3876، - 4230

شیخِ بخاری ابن راہویہ ہیں، برید بن عبداللہ ابو بردہ کے پوتے ہیں۔(ولم يقسم لأحد الخ) یعنی ماسوا اشعریوں اور حضرت جعفراوران کے ساتھ آنے والے صحابہ کے کسی اور کو جوخیبر کے معرکہ میں موجود نہ تھے، غنیمت سے حصہ نہ دیا، اس بارے الخمس میں شرح گزر چکی ہے، اس حصہ کے لئے آمدہ حدیثِ ابی ہریرہ معکر ہے آگے تطبیق آتی ہے۔

4234 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ قَالَ حَدَّثَنِي ثَوْرٌ قَالَ حَدَّثَنِي سَالِمٌ مَوْلَى ابْنِ مُطِيعٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ افْتَتَحْنَا خَيْبَرَ وَلَمْ نَغْنَمْ ذَهَبًا وَلاَ فِضَّةً إِنَّمَا غَنِمْنَا الْبَقَرَ وَالإِبِلَ وَالْمَتَاعَ وَالْحَوَائِطَ ثُمَّ انْصَرَفْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِلَى وَادِي الْقُرَى وَمَعَهُ عَبْدٌ لَهُ يُقَالُ لَهُ مِدْعَمٌ أَهْدَاهُ لَهُ أَحَدُ بَنِي الضِّبَابِ فَبَيْنَمَا هُوَ يَحُطُّ رَحْلَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِذْ جَاءَهُ سَهْمٌ عَائِرٌ حَتَّى أَصَابَ ذَلِكَ الْعَبْدَ فَقَالَ النَّاسُ هَنِيئًا لَهُ الشَّهَادَةُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَلَى وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّ الشَّمْلَةَ الَّتِي أَصَابَهَا يَوْمَ خَيْبَرَ مِنَ الْمَغَانِمِ لَمْ تُصِبْهَا الْمَقَاسِمُ لَتَشْتَعِلُ عَلَيْهِ نَارًا فَجَاءَ رَجُلٌ حِينَ سَمِعَ ذَلِكَ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ بِشِرَاكٍ أَوْ بِشِرَاكَيْنِ فَقَالَ هَذَا شَيْءٌ كُنْتُ أَصَبْتُهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ شِرَاكٌ أَوْ شِرَاكَانِ مِنْ نَارٍ .طرفه 6707-

ابو ہریرہ راوی ہیں کہ ہم خیبر فتح کیا تو غنیمت میں کوئی سونا اور چاندی نہ ملا البتہ مویشی، گائیں، اونٹ، سامان اور باغات تھے پھر ہم نبی پاک کے ہمراہ وادیِ قری میں اترے، آپ کے ساتھ ایک مدعم نامی ایک غلام بھی تھا جسے بنی ضباب کے ایک شخص نے آپ کو ہدیہ کیا تھا، وہ نبی پاک کا کجاوہ اتار رہا تھا کہ کسی سمت سے ایک نامعلوم تیر آ کر اسے لگا جس سے اسکی موت واقع ہوگئی، لوگوں نے کہا اسے شہادت مبارک ہومگر نبی پاک نے فرمایانہیں اس ذات کی قسم جسکے قبضہِ قدرت میں میری جان ہے، بے شک وہ چادر جواس نے مالِ غنیمت میں سے تقسیم ہونے سے قبل چرائی تھی وہ آگ بن کراس پر بھڑک رہی ہے، یہ سن کر ایک شخص ایک یا دو تسمے لے کر آیا کہ یہ میں نے اٹھالئے تھے، نبی پاک نے فرمایا(اگر واپس نہ کرتا تو گویا)ایک یا دو تسمے آگ کے تھے۔

شیخِ بخاری عبداللہ جعفی ہیں جبکہ معاویہ سے مراد ازدی، وہ بھی شیوخِ بخاری میں سے ہیں۔(قال أبواسحاق) یہ ابراہیم بن محمد بن حارث فزاری ہیں دارقطنی کی روایت میں نسبت مذکور ہے۔(عن مالك) اس حدیث میں بخاری دو درجہ نازل ہوئے ہیں کیونکہ آگے الأیمان والنذور میں یہی روایت ایک واسطہ کے ساتھ امام مالک سے تخریج کی ہے، ابن طاہر کہتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اکیلے ابواسحاق کی مالک سے اس روایت میں(حدثنی ثور) ہے جوابن زید دیلی مشہور مدنی راوی ہیں آگے سالم کے حوالے سے بھی صیغہِ تحدیث ہے جبکہ باقی سب رواۃ نے پوری سند میں عنعنہ استعمال کیا ہے، سالم مذکورابن مطیع مکنیٰ بأبی الغیث تھے کنیت کے ساتھ اشہر تھے یہاں نام مذکور ہے اس سے بعض قائلین کا یہ قول رد ہوا کہ ان کا نام معلوم نہیں ہوسکا، یہ مدنی ہیں جن کے والد کا نام بھی معروف نہیں، ابن مطیع کا نام عبداللہ تھا، صحیح بخاری میں انکی صرف ابو ہریرہ سے ہی روایات ہیں جوکل نو عدد ہیں الاستقراض، الوصایا اور المناقب

میں مذکور ہیں۔

(افتتحنا خيبر) مؤطا کی عبیداللہ بن یحی بن یحی لیثی عن ابیہ کی روایت میں خیبر کی بجائے حنین ہے البتہ محمد بن وضاح نے یحی بن یحی سے روایت میں خیبر ہی نقل کیا، جیسے جماعت کی روایت ہے ابن عبد البر نے اس طرف توجہ دلائی ہے، الأیمان والنذور کی روایت میں بھی خیبر کا لفظ ہی ہے، ساتھ میں ہے: (خرجنا مع النبی الخ) یہ لفظ (یعنی: خرجنا) صرف رواۃِ مؤطا نے ذکر کیا ہے مسلم نے ابن وہب عن مالک کے حوالے سے اور عبدالعزیز بن محمد عن ثور کے حوالے سے اس کی تخریج کی ہے دارقطنی موسی بن ہارون سے ناقل ہیں کہ ثور کو اس حدیث میں ایک وہم لگا ہے کیونکہ حضرت ابو ہریرہ تو آنجناب کے ہمراہ خیبر نہ نکلے تھے آپ کے خیبر پہنچنے کے بعد ان کا قدوم ہوا تھا، اس وقت فتح مکمل ہو چکی تھی ابو مسعود کہتے ہیں اس کی تائید عنبسہ بن سعید عن ابو ہریرہ کی روایت میں ملتی ہے جس میں کہتے ہیں: (أتيت النبی ﷺ بخيبر بعد ما افتتحوها) کہ میں فتح ہو چکنے کے بعد خیبر پہنچا، البتہ اس امر سے کوئی انکار نہیں کرتا کہ تقسیمِ غنیمت کے وقت ابو ہریرہ حاضر تھے بہر حال روایتِ ہذا سے غرضِ ترجمہ غلولِ شملہ کی بابت قصہِ مدعم ہے، ابن حجر کہتے ہیں شائد ابن اسحاق کو ثور کے اس وہم کا احساس تھا لہذا اس لفظ کے بغیر یہ روایت نقل کی ابن حبان، حاکم اور ابن مندہ نے ان کے طریق سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: (انصرفنا مع رسول اللہ ﷺ إلى وادی القریٰ)، ابو اسحاق کی روایت اس اعتراض سے سالم ہے کہ (افتتحنا) سے مراد مسلمانوں کا اسے فتح کرنا (خرجنا کو بھی اسی پر محمول کیا جا سکتا ہے کیونکہ ابو ہریرہ فتح کے فوراً بعد جبکہ نبی اکرم ابھی خیبر ہی میں تھے، پہنچ گئے تھے) بیہقی نے الدلائل میں ایک دیگر سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ سے یہ الفاظ ذکر کئے ہیں: (خرجنا مع النبی ﷺ من خيبر إلى وادی القریٰ) شائد اصلِ حدیث یہی ہے حضرت ابو ہریرہ اولاً مدینہ آئے تھے آنجناب خیبر میں تھے احمد، ابن خزیمہ، ابن حبان اور حاکم نے خثیم بن عراک بن مالک عن ابیہ عن ابی ہریرہ کے حوالے سے نقل کیا، کہتے ہیں میں مدینہ آیا نبی اکرم خیبر کی طرف جا چکے تھے سباع بن عرفطہ آپکے نائب کی حیثیت سے مدینہ میں تھے کہتے ہیں انہوں نے ہمیں زادِ راہ دیا حتی کہ ہم خیبر روانہ ہوئے جب وہاں پہنچے مسلمان اسے فتح کر چکے تھے آنجناب نے اہلِ اسلام سے بات کی تو انہوں نے ہمیں اموالِ غنیمت میں شریک کیا، اس حدیث اور سابقہ روایتِ ابو موسی کے مابین جس میں اسلوبِ حصر کے ساتھ ذکر کیا تھا کہ صرف ہمی اہلِ سفینہ کو غنیمت میں حصہ دیا تھا، کے مابین تطبیق اس طرح سے دی جائے گی کہ ان کی مراد یہ ہے کہ غانمین کے استرضاء کے بغیر کسی کو حصہ نہ دیا جو اس واقعہ میں موجود نہ تھا ما سوائے اصحابِ سفینہ کے، جہاں تک ابو ہریرہ اور ان کے ساتھیوں کا تعلق ہے: (فلم يعطهم إلا عن طيب خواطر المسلمين) تو انہیں نہ عطا کی مگر اہلِ اسلام کی طیبِ خاطر سے۔ واللہ اعلم۔

(إنما غنمنا البقر الخ) مسلم کی روایت میں ہے کہ غنیمت میں متاع، طعام اور کپڑے ملے رواۃِ مؤطا نے (إلا الأموال والثياب والمتاع) کے الفاظ ذکر کئے ہیں اول ہی محفوظ ہے اس کا مقتضا یہ ہے کہ ثیاب و متاع کو مال کا نام نہیں دیا جاتا، ثعلب ابن اعرابی کے حوالہ سے مفضل ضبی سے ناقل ہیں کہ عرب مال کا لفظ صرف صامت و ناطق پر ہی بولتے تھے یعنی سونا چاندی اور جانور، اگر کسی شہری کی بابت کہا جائے: (کَثُرَ مالُه) تو مراد صامت ہوگا، اگر بدوی کی بابت یہی جملہ بولا جائے تو مراد ناطق یعنی گائیں، اونٹ اور بکریاں ہوگا، ابو قتادہ نے بستان پر مال کا لفظ بولا تھا: (فإنه لأول تأثَّلته) تو بظاہر وہ مال (ماله قيمةٌ) جس کی کوئی قیمت ہو، بہر حال یہاں نقود مراد نہیں کیونکہ اس کی نفی کر دی۔

(إلى وادي القرى) کتاب البیوع میں اس کے ضبط کے بارہ میں بحث گزری تھی۔(عبد) روایتِ مؤطا میں (عبد أسود) ہے۔(أحد بني الضباب) جمع ضب، ابو اسحاق کی روایت میں یہی ہے مسلم کی روایت میں ہے کہ رفاعہ بن زید احد بنی الضُبیب نے ہدیہ دیا تھا، ابو اسحاق کی روایت میں: (رفاعة بن زید الجذامی) ثم الضُبی جو جذام کی ایک شاخ تھی، مذکور ہے، واقدی کا بیان ہے کہ آنجناب کی خیبر روانگی سے پیشتر رفاعہ اپنی قوم کے ایک وفد کے ہمراہ مدینہ آیا تھا اسلام قبول کر کے اپنے قبیلہ کیلئے پروانۂ امن حاصل کیا۔(یحط رحل الخ) بیہقی کی روایت میں ہے کہ اچانک یہود نے تیروں کی بوچھاڑ کر دی ہم اس کے لئے تیار نہ تھے۔(سهم عائر) جس کے مارنے والے کا نام معلوم نہ ہو سکے بعض نے یہ تفسیر کی ہے کہ جو حائد عن قصدہ ہو (یعنی راہ سے بھٹکا ہوا یعنی نشانے سے بھٹک کر کسی اور کو لگ جائے)۔

(لتشتعل علیه نارا) محتمل ہے کہ حقیقت ہی مراد ہو کہ شملۂ مذکور خود آگ بن گیا ہو جس کے ساتھ اسے تعذیب دی جا رہی ہو یا مراد یہ کہ وہ عذابِ نار کا سبب بنا، یہی تاویل آگے مذکور شراک کی بابت ہوگی۔ (فجاء رجل) نام کا علم نہ ہو سکا۔

(بشراك أو شراكين) یعنی جوتے کے تسمے، غنیمت میں خیانت کی بابت کتاب الجہاد کے باب (القلیل من الغلول) کے تحت میں تفصیلی بحث گزر چکی ہے، وہاں کرکرہ نام کے ایک شخص کے بارہ میں قصہ مذکور ہے جس نے ایک عباء اڑا لی تھی تو اس کے انتقال کے بعد نبی اکرم نے فرمایا: (ھو فی النار) عیاض کی کلام سے مترشح ہوتا ہے کہ اس کا واقعہ یہاں مذکور مدعم کے قصہ کے ساتھ متحد ہے لیکن کئی اوجہ سے بظاہر دونوں متغایر واقعات ہیں البتہ مسلم کی حدیثِ عمر میں ہے کہ خیبر کے دن ایک شخص فوت ہوا لوگوں نے کہا فلاں شہید ہے مگر نبی پاک نے فرمایا: (كلا إني رأيته في النار في بردة غلها أو عباءة) تو اسے مفسَّر بکرکرۃ کرنا محتمل ہے بخلاف قصۂ مدعم کے کہ وہ تو وادی القری میں وقوع پذیر ہوا تھا پھر اس کی خیانت ایک شملہ کی شکل میں تھی پھر اسے سہمِ عائر نے گھائل کیا تھا علاوہ ازیں کرکرہ کو ہوذہ بن علی نے خدمتِ نبوی میں ہدیۃً دیا تھا لہذا ان سب وجوہ کے مدِ نظر دونوں میں تغایر ہے بیہقی کی روایت میں ہے کہ آنجناب نے اہلِ وادی القری کا محاصرہ کیا حتی کہ فتح ہو گئی اس کی خبر اہلِ تیماء کو ملی تو انہوں نے مصالحت کر لی۔

حدیث سے ثابت ہوا کہ حاکم تحفے قبول کر سکتا ہے، اگر تو یہ تحفے ایسے ہیں کہ اگر وہ حاکم نہ بھی ہوتا تو اسے پیش کئے جاتے (یعنی سرکاری حیثیت میں نہیں بلکہ ذاتی حیثیت میں ملے تھے) تب تو اسے پوری طرح حقِ تصرف ہے بصورتِ دیگر صرف مسلمانوں کیلئے ہی انکا استعمال کرے، اسی تفصیل وتفریق پر حدیث: (هدايا الأمراء غلول) کہ امراء کو پیش کئے گئے تحفے غلول۔ خیانت۔ ہیں کو محمول کیا جائے گا، بعض حنفیہ اس میں مخالف رائے رکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ اسے اس ضمن میں مطلقاً استبداد حاصل ہے بدلیل یہ کہ اگر مثلاً مُہدی کو رد کرنا چاہے تو کر سکتا ہے، اگر ان تحائف کی حیثیت مسلمانوں کیلئے مالِ فئ جیسی ہوتی تو وہ رد کرنے کا مجاز نہ ہوتا، بقول ابن حجر اس احتجاج کا محلِ نظر ہونا مخفی نہیں، اس بارے کچھ بحث اوائل الھبۃ میں گزری ہے۔

4235 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي زَيْدٌ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُولُ أَمَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْلَا أَنْ أَتْرُكَ آخِرَ النَّاسِ بَبَّانًا لَيْسَ لَهُمْ شَيْءٌ مَا فُتِحَتْ عَلَيَّ قَرْيَةٌ إِلَّا قَسَمْتُهَا كَمَا قَسَمَ النَّبِيُّ ﷺ خَيْبَرَ وَلَكِنِّي أَتْرُكُهَا

خِزَانَةً لَهُمْ يَقْتَسِمُونَهَا .(ترجمہ کیلئے جلد سوم ص:۵۴۷)أطرافه 2334، 3125، - 4236

4236 - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُمَرَؓ قَالَ لَوْلَا آخِرُ الْمُسْلِمِينَ مَا فُتِحَتْ عَلَيْهِمْ قَرْيَةٌ إِلَّا قَسَمْتُهَا كَمَا قَسَمَ النَّبِيُّ ﷺ خَيْبَرَ .(سابق)أطرافه 2334، 3125، 4235-

حدیثِ عمر دو طریق سے نقل کی ہے پہلے طریق میں محمد بن جعفر سے مراد ابن ابی کثیر جبکہ زید سے مراد ابن اسلم مولی عمر ہیں۔

(ببانا) اکثر نے اسی طرح دو باء کے ساتھ نقل کیا، دوسری مشدد ہے ابوعبیدہ نے ابن مہدی سے اس کی تخریج کرتے ہوئے ان سے یہ تفسیر بھی نقل کی: (قال ابن مهدی یعنی شیئا واحداً) خطابی لکھتے ہیں میرا نہیں خیال کہ یہ عربی کا لفظ ہے صرف اسی حدیث میں اسے سنا ہے مگر ازہری قرار دیتے ہیں کہ یہ صحیح لغت کا لفظ ہے البتہ لغتِ معد میں اتنا مشہور نہیں، صاحب العین (یعنی خلیل، العین ان کی مرتب کردہ نامکمل ڈکشنری کا نام ہے) اس کی تصحیح کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ اس کے حروف مضاعف کر دیے گئے، اس فقیر کو کہتے ہیں جس کے پاس کچھ نہ ہو یہ بھی کہا جاتا ہے: (هم علی ببان واحد، أی علی طریقة واحدة) ابن فارس یہ تفسیر کرتے ہیں: (هم ببان واحد) یعنی شئ واحد، طبری اسے بمعنی معدم (یعنی فقیر) قرار دیتے اور لکھتے ہیں مفہوم یہ کہ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ انہیں فقراء معدمین بنا چھوڑتا کہ فقر میں سب برابر ہیں، تو سب کچھ تقسیم کر دیا کرتا، ابوسعید ضریر ابوعبید کا تعاقب کرتے ہوئے کہتے ہیں درست بیان ہے بمعنی (شیئا واحداً) غیر معروف شخص کے بارہ میں عرب کہا کرتے ہیں: (هو هیان بن بیان) ابن حجر اضافہ کرتے ہیں کہ ایک اور موقع پر بھی حضرت عمر نے یہی لفظ استعمال کیا تھا، وہاں ان کے الفاظ تھے: (لئن عشت لأجعلن الناس ببانا واحداً) اسے جوہری نے ذکر کیا، اس سے اسے بمعنی تسویہ (یعنی شیئا واحدا) قرار دینے کی تائید ملی، دارقطنی نے غرائب مالک میں معن بن عیسی عن مالک کے طریق سے حدیثِ باب والی سند کے ساتھ حضرت عمر سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: (لئن بقیت إلی الحول لألحقن أسفل الناس بأعلاهم) کہ اگر میں سال بھر اور زندہ رہا تو ادنی لوگوں کو اعلی کے برابر کر دوں گا (یعنی سب کو مالدار بنا دوں گا) یہ کتاب الجہاد کے باب (الغنیمة لمن شهد الوقعة) کے تحت ذکر ہو چکی ہے۔

آخرِ بحث بعنوانِ تنبیہ رقمطراز ہیں کہ صاحب المطالع نے اہلِ زباں سے نقل کیا ہے کہ لسانِ عربی میں ایک جنس کے دو حروف ساتھ مل کر نہیں آتے مگر ان کی یہ بات رد کی گئی ہے کہ کسی نحوی یا لغوی نے ایسا نہیں کہا، سیبویہ نے ببر کا لفظ ذکر کیا ہے، جو ایک ایسا جانور ہے جو شیر کا دشمن (یعنی اس کا ہمسر) ہوتا ہے (میرے خیال میں یہ شیر ببر کی طرف اشارہ ہے، سیبویہ جو فارسی الاصل تھا اس لفظ سے مطلع تھا، شائد اس نے اسے شیروں سے الگ کوئی جانور خیال کیا حالانکہ ہمارے ہاں معروف یہ ہے کہ شیروں کی ایک نسل ببر کہلاتی ہے)۔

(یقتسمونها) یعنی (یقتسمون خراجها) یعنی حاصل شدہ آمدنی باہم تقسیم کرتے رہیں (اصل مال ویسے کا ویسا رہے تا کہ آنے والے مسلمان اس کے منافع سے محروم نہ ہوں) دوسرے طریق میں (ابن سعد عن زید بن أسلم) ہے، یہ اس امر پر محمول ہے کہ عبدالرحمٰن بن مہدی کے اس میں دو شیخ ہیں کیونکہ روایتِ مالک میں ببان کا لفظ نہیں اور ہشام بن سعد کی روایت میں موجود ہے جیسے محمد بن جعفر کی روایت میں ہے۔

4237 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ وَسَأَلَهُ إِسْمَاعِيلُ بْنُ أُمَيَّةَ قَالَ أَخْبَرَنِي عَنْبَسَةُ بْنُ سَعِيدٍ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَسَأَلَهُ قَالَ لَهُ بَعْضُ بَنِي سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ لَا تُعْطِهِ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ هَذَا قَاتِلُ ابْنِ قَوْقَلٍ فَقَالَ وَاعَجَبَاهُ لِوَبْرٍ تَدَلَّى مِنْ قَدُومِ الضَّأْنِ . (جلد چہارم ص: ٣٤٧) أطرافه 2827، 4238، 4239-

4238 - وَيُذْكَرُ عَنِ الزُّبَيْدِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عَنْبَسَةُ بْنُ سَعِيدٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يُخْبِرُ سَعِيدَ بْنَ الْعَاصِي قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَبَانَ عَلَى سَرِيَّةٍ مِنَ الْمَدِينَةِ قِبَلَ نَجْدٍ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَقَدِمَ أَبَانُ وَأَصْحَابُهُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ بِخَيْبَرَ بَعْدَ مَا افْتَتَحَهَا وَإِنَّ حُزُمَ خَيْلِهِمْ لَلِيفٌ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَا تَقْسِمْ لَهُمْ قَالَ أَبَانُ وَأَنْتَ بِهَذَا يَا وَبْرُ تَحَدَّرَ مِنْ رَأْسِ ضَأْنٍ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَا أَبَانُ اجْلِسْ فَلَمْ يَقْسِمْ لَهُمْ

.(ایضا، اس میں مزید یہ ہے کہ نبی پاک نے حضرت ابان بن سعید کو نجد کی طرف ایک سریہ میں بھیجا ہوا تھا وہ بھی فتح خیبر مکمل ہونے کے بعد وہاں پہنچ گئے اور غنیمت سے اپنے حصہ کے طالب ہوئے ، اسی موقع پہ مذکورہ مکالمہ ہوا تھا، آپ نے انکا مطالبہ تسلیم نہ کیا)

أطرافه 2827، 4237، 4239-

4239 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي جَدِّي أَنَّ أَبَانَ بْنَ سَعِيدٍ أَقْبَلَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَذَا قَاتِلُ ابْنِ قَوْقَلٍ وَقَالَ أَبَانُ لِأَبِي هُرَيْرَةَ وَاعَجَبًا لَكَ وَبْرٌ تَدَأْدَأَ مِنْ قَدُومِ ضَأْنٍ يَنْعَى عَلَيَّ امْرَأً أَكْرَمَهُ اللَّهُ بِيَدِي وَمَنَعَهُ أَنْ يُهِينَنِي بِيَدِهِ . (ایضا) أطرافه 2827، 4237، 4238-

(و سأله اسماعيل الخ) ان سے مراد اسماعیل بن امیہ بن عمرو بن سعید بن عاص ہیں، یہ جملہ حالیہ ہے۔(قال أخبرني) قائل زہری ہیں، عنبسہ بن سعید یعنی ابن العاص مراد ہیں جو اسماعیل بن امیہ کے والد کے چچا تھے۔(إن أبا هريرة الخ) یہ صورۃً مرسل سیاق ہے الجہاد کے اوائل میں ایک دیگر طریق کے ساتھ مصرح باتصال گزر چکا ہے وہاں (بعض بني سعيد) کا نام مذکور ہے اسی طرح ابن قوقل کا تذکرہ اور باقی شرح بھی۔(فسأله) یعنی نبی اکرم سے، الجہاد کی حمیدی عن سفیان سے روایت میں تھا کہ آپ سے کہا یارسول اللہ میرا بھی غنیمت میں حصہ رکھئے۔(قال له بعض بني الخ) آگے صراحت ہے کہ یہ ابان بن سعید تھے۔(واعجباه) اگلی روایت میں (واعجبا لك) ہے اسم فعل ہے بمعنی (أعجب) اور (وا) مثل (واها) ہے، واعجبا برائے تو کید ہے اور تنوین کے بغیر بمعنی (واعجبي) ہے، کسرہ کا فتحہ میں ابدال ہوا جیسے (يا أسفيْ) یعنی اسے بدل کر : يا أسفا کہہ دیا جاتا ہے) یہ (وا) کے منادی غیر مندوب میں جیسا کہ مبرد کی رائے اور ابن مالک کا اختیار ہے، استعمال پر شاہد ہے۔(لوبر تدلى الخ) یہاں بالاختصار ہے الجہاد میں اس سے اتم سیاق تھا آگے اس کی شرح آتی ہے۔(ويذكر عن الزبيدي) یعنی محمد بن ولید، اسے ابو داؤد نے اسماعیل بن عیاش عنہ کے واسطہ سے متصل کیا ہے ابو نعیم نے بھی مستخرج میں حمیدی سے اسماعیل مذکور اور عبد اللہ بن سالم کے حوالوں سے موصول کیا

۔(يخير سعيد بن العاص) یعنی ابن امیہ، یہ حضرت معاویہ کی جانب سے اس زمانہ کے امیرِ مدینہ تھے۔

(قبل نجد) بقول ابن حجر اس سریہ کا حال معلوم نہ کر سکا ابان جو ابن سعید بن العاص بن امیہ ہیں ان سعید بن عاص کے چچا تھے جنہیں ابو ہریرہ یہ قصہ بیان کر رہے ہیں، یہ صلح حدیبیہ کے بعد اسلام لائے تھے الشروط میں ذکر گزر را تھا کہ انہی نے حضرت عثمان کو اپنی پناہ میں لیا تھا جب نبی اکرم نے حدیبیہ سے انہیں سفیر بنا کر مکہ بھیجا تھا، معلوم یہ ہوتا ہے کہ حدیبیہ کے فورا بعد ابان مسلمان ہو کر مدینہ آگئے تھے کیونکہ حدیبیہ سے واپسی کے کچھ ہی عرصہ بعد آنجناب خیبر کیلئے روانہ ہوئے تھے، ہیثم بن علی نے الأخبار میں ابان کے اسلام لانے کا سبب بیان کیا ہے سعید بن عاص سے ناقل ہیں کہتے ہیں میرے والد بدر میں قتل ہو گئے تو میرے چچا ابان نے میری نگہداشت کی، وہ اسلام کے شدید مخالف اور نبی اکرم کا جب بھی ذکر کرتے ۔نعوذ باللہ۔ نازیبا الفاظ استعمال کرتے ایک دفعہ شام گئے پھر واپسی کے بعد کبھی نبی اکرم کا برے لفظوں میں ذکر نہ کیا اس بارے کسی نے پوچھا تو ذکر کیا کہ اس سفر میں شام کے ایک راہب سے ملاقات ہوئی ہے جس نے آخری نبی کے حوالے سے بات کرتے ہوئے اس کی صفت ونعت بتلائی (جو آنجناب پر پوری اتری) کہتے ہیں اس سے ان کا دل مان گیا کہ آپ بھی برحق ہیں چنانچہ کچھ ہی عرصہ بعد مدینہ ہجرت کر لی، ابن حجر کہتے ہیں اگر یہ ثابت ہے تو محتمل ہے کہ شام کا یہ سفرِ مذکور حدیبیہ سے قبل ہوا ہو، (و أنت بهذا) یعنی تم یہ بات کہتے ہو؟ جبکہ تم نبی پاک کے اہل سے ہو، نہ آپکی قوم و شہر کے۔

(يا وبر) وبر جنگلی بلی کی طرح ایک چھوٹا جنگلی جانور ہے ابو علی قالی ابو حاتم سے نقل کرتے ہیں کہ عرب ہر جنگلی و پہاڑی جانور کو وبر کہہ لیتے تھے بقول خطابی ابو ہریرہ کی تحقیر مقصود تھی یعنی تمہاری کیا حیثیت ہے کہ تم آنجناب کو اس طرح کا مشورہ دو، ان کی قتال پر قلتِ قدرت کا بھی اشارہ تھا، ابن تین ابو الحسن قابسی سے یہ مفہوم بیان کرتے ہیں کہ وہ ملصَق فی قریش ہیں تبھی انہیں وبر الشاۃ کے ساتھ لگے کانٹے وغیرہ سے تشبیہ دی (گویا انکے نزدیک وبر بمعنی جانور نہیں) مگر ابن تین تعاقب کرتے ہوئے کہتے ہیں اگر یہ مفہوم ہوتا تو لازم تھا کہ وبر بائے متحرک کے ساتھ ہوتا جبکہ روایت میں وہ جزم کے ساتھ مضبوط ہے۔

(تحدر) آگے (تدلیٰ) ہے تیسری روایت میں (تدأدأ) ہے تینوں ہم معنی ہیں، کہا گیا ہے کہ اصلاً (تَدَهْدَأ) ہے ہاء کو ہمزہ میں بدل دیا گیا بعض کہتے ہیں کہ دأدأة سیلابی گزرگاہ میں پتھر گرنے یا چلنے کی آواز کو کہتے ہیں، مستملی کے نسخہ میں (تدأرأ) ہے جبکہ مروزی کے نسخہ میں (تردی) تب یہ تحدر اور تدلیٰ کا ہم معنی ہے گویا کہنا یہ چاہتے ہیں کہ اچانک ہم پر تہجم (یعنی حملہ) کر دیا۔

(من رأس ضال) اس روایت میں لام کے ساتھ ہی ہے سابقہ میں (ضأن) تھا نسخہِ مستملی میں بخاری نے ضال کی یہ تفسیر ذکر کی ہے: (هو السدر البرى) یعنی جنگلی بیری، اہل لغت بھی یہی کہتے ہیں، نسخہِ صغانی میں ہے: (الضال سدرة البر) اس بارے الجہاد میں ابن دقیق العید کی کلام گزر چکی ہے، قدوم قاف کی زبر کے ساتھ (أى طرف) اصیلی کے ہاں قاف مضموم کے ساتھ ہے ضأن کی بابت کہا گیا ہے کہ پہاڑ کی چوٹی مراد ہے کیونکہ وہیں عموما ریوڑ چرتے رہتے ہیں ایک قول ہے کہ روایت میں یہ بغیر ہمز ہے یہ دوس جو حضرت ابو ہریرہ کا قبیلہ تھا، کے علاقے کا ایک پہاڑ ہے۔(ینعی) یعنی عیب جوئی کرنا، کہا جاتا ہے: (نعى فلان على فلان أمرا) یعنی اس کی وجہ سے اسے عیب جوئی اور توبیخ کا نشانہ بنایا، ابو داؤد کی حامد بن یحییٰ عن سفیان سے روایت میں (يعيرنى) ہے۔

(أن يهنى) نونِ مشدد کے ساتھ، اصل میں (يهيننى) ہے ایک نون کو دوسرے میں مدغم کر دیا گیا، الجہاد میں بقیہ شرح گزر چکی ہے، بعض نے لکھا ہے کہ دونوں میں سے ایک طریق میں ایسی عبارت واقع ہوئی ہے جو اسلوبِ قلب میں اسے داخل کرتی ہے

چنانچہ ابن عیینہ کی روایت میں ہے کہ ابو ہریرہ وہ سائل تھے کہ آپ انہیں بھی تقسیم میں شریک کریں، اور ابان نے ایسا نہ کرنے کا مشورہ دیا جبکہ زبیدی کی روایت میں اس کے برعکس ہے، ذہلی نے اسے ترجیح دی ہے اس کی تائید اس کے جملہ: (یا أبان اجلس) سے بھی ہوتی ہے (مگر آگے کا جملہ ولم یقسم لھم اس کے منافی ہے) یہ تطبیق بھی دی گئی ہے کہ ابو ہریرہ و ابان دونوں نے ایک دوسرے کا نام لیا کہ اسے نہ دیں، اس کی دلیل یہ ہے کہ ابو ہریرہ نے بطورِ حجت کہا کہ وہ ابن قوقل کا قاتل ہے اور ابان نے بطورِ حجت کہا کہ ابو ہریرہ ایسا فرد نہیں جس کا حرب و ضرب سے کوئی ناطہ ہو جس سے وہ غنیمت میں شرکت کا مستحق بنے، تب یہ قلب نہ بنے گا، سعیدی کی روایت اس اختلاف سے سالم ہے کہ اس میں اصلاً ہی سوالِ قسمت سے تعرض مذکور نہیں۔

4240 و 4241 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلاَمُ بِنْتَ النَّبِيِّ ﷺ أَرْسَلَتْ إِلَى أَبِي بَكْرٍ تَسْأَلُهُ مِيرَاثَهَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَيْهِ بِالْمَدِينَةِ وَفَدَكَ وَمَا بَقِيَ مِنْ خُمُسِ خَيْبَرَ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ لاَ نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ ﷺ فِي هَذَا الْمَالِ وَإِنِّي وَاللَّهِ لاَ أُغَيِّرُ شَيْئًا مِنْ صَدَقَةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَنْ حَالِهَا الَّتِي كَانَ عَلَيْهَا فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَلأَعْمَلَنَّ فِيهَا بِمَا عَمِلَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَأَبَى أَبُو بَكْرٍ أَنْ يَدْفَعَ إِلَى فَاطِمَةَ مِنْهَا شَيْئًا فَوَجَدَتْ فَاطِمَةُ عَلَى أَبِي بَكْرٍ فِي ذَلِكَ فَهَجَرَتْهُ فَلَمْ تُكَلِّمْهُ حَتَّى تُوُفِّيَتْ وَعَاشَتْ بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ سِتَّةَ أَشْهُرٍ فَلَمَّا تُوُفِّيَتْ دَفَنَهَا زَوْجُهَا عَلِيٌّ لَيْلاً وَلَمْ يُؤْذِنْ بِهَا أَبَا بَكْرٍ وَصَلَّى عَلَيْهَا وَكَانَ لِعَلِيٍّ مِنَ النَّاسِ وَجْهٌ حَيَاةَ فَاطِمَةَ فَلَمَّا تُوُفِّيَتِ اسْتَنْكَرَ عَلِيٌّ وُجُوهَ النَّاسِ فَالْتَمَسَ مُصَالَحَةَ أَبِي بَكْرٍ وَمُبَايَعَتَهُ وَلَمْ يَكُنْ يُبَايِعُ تِلْكَ الأَشْهُرَ فَأَرْسَلَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ أَنِ ائْتِنَا وَلاَ يَأْتِنَا أَحَدٌ مَعَكَ كَرَاهِيَةً لِمَحْضَرِ عُمَرَ فَقَالَ عُمَرُ لاَ وَاللَّهِ لاَ تَدْخُلُ عَلَيْهِمْ وَحْدَكَ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ وَمَا عَسَيْتَهُمْ أَنْ يَفْعَلُوا بِي وَاللَّهِ لآتِيَنَّهُمْ فَدَخَلَ عَلَيْهِمْ أَبُو بَكْرٍ فَتَشَهَّدَ عَلِيٌّ فَقَالَ إِنَّا قَدْ عَرَفْنَا فَضْلَكَ وَمَا أَعْطَاكَ اللَّهُ وَلَمْ نَنْفَسْ عَلَيْكَ خَيْرًا سَاقَهُ اللَّهُ إِلَيْكَ وَلَكِنَّكَ اسْتَبْدَدْتَ عَلَيْنَا بِالأَمْرِ وَكُنَّا نَرَى لِقَرَابَتِنَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ نَصِيبًا حَتَّى فَاضَتْ عَيْنَا أَبِي بَكْرٍ فَلَمَّا تَكَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَرَابَةُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ أَصِلَ مِنْ قَرَابَتِي وَأَمَّا الَّذِي شَجَرَ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ مِنْ هَذِهِ الأَمْوَالِ فَلَمْ آلُ فِيهَا عَنِ الْخَيْرِ وَلَمْ أَتْرُكْ أَمْرًا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَصْنَعُهُ فِيهَا إِلاَّ صَنَعْتُهُ فَقَالَ عَلِيٌّ لأَبِي بَكْرٍ مَوْعِدُكَ الْعَشِيَّةُ لِلْبَيْعَةِ فَلَمَّا صَلَّى أَبُو بَكْرٍ الظُّهْرَ رَقِيَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَتَشَهَّدَ وَذَكَرَ شَأْنَ عَلِيٍّ وَتَخَلُّفَهُ عَنِ الْبَيْعَةِ وَعُذْرَهُ بِالَّذِي

اعْتَذَرَ إِلَيْهِ ثُمَّ اسْتَغْفَرَ وَتَشَهَّدَ عَلِيٌّ فَعَظَّمَ حَقَّ أَبِي بَكْرٍ وَحَدَّثَ أَنَّهُ لَمْ يَحْمِلْهُ عَلَى الَّذِي صَنَعَ نَفَاسَةً عَلَى أَبِي بَكْرٍ وَلاَ إِنْكَارًا لِلَّذِي فَضَّلَهُ اللَّهُ بِهِ وَلَكِنَّا نَرَى لَنَا فِي هَذَا الأَمْرِ نَصِيبًا فَاسْتَبَدَّ عَلَيْنَا فَوَجَدْنَا فِي أَنْفُسِنَا فَسُرَّ بِذَلِكَ الْمُسْلِمُونَ وَقَالُوا أَصَبْتَ وَكَانَ الْمُسْلِمُونَ إِلَى عَلِيٍّ قَرِيبًا حِينَ رَاجَعَ الأَمْرَ الْمَعْرُوفَ .

(جلد چہارم کے ص: ۵۶۹ اور ص: ۵۷۳ میں مفصل ترجمہ موجود ہے)حدیث 4240أطرافه 3092، 3711، 4035، 6725- حدیث 4241أطرافه 3093، 3712، 4036، 6726 -

اس کی فرض الخمس میں شرح گزر چکی ہے یہاں کے سیاق میں کچھ ایسی عبارات ہیں جو وہاں نہ تھیں ان کی شرح آگے کی جاتی ہے۔(عاشت بعد النبی ﷺ سنة أشهر) یہی حضرت فاطمہ کے بارہ میں صحیح قول ہے ابن سعد نے واقدی سے دوطرق سے تین ماہ نقل کیا، مگر چھ ماہ ہی درست ہے کئی اور اقوال بھی ہیں، بیہقی نے اشارہ کیا ہے کہ حدیث کے اس جملہ (وعاشت الخ) میں ادراج ہے کیونکہ مسلم کی تخریج کردہ اسی حدیث کے آخر میں ہے، راوی کہتے ہیں میں نے زہری سے پوچھا حضرت فاطمہ آنجناب کے بعد کتنا عرصہ زندہ رہیں؟ کہا چھ ماہ، ابن حجر کہتے ہیں انہوں نے یہ روایت مسلم کی طرف غلط طور پر منسوب کر دی ہے ان کے ہاں بھی بخاری کے سیاق کی طرح یہ بات موصولا مروی ہے۔

(ولم یؤذن أبابكر) ابن سعد نے عمرہ بنت عبد الرحمن سے نقل کیا ہے کہ حضرت عباس نے آپکی نماز جنازہ پڑھائی ان کا رات کو دفن کیا جانا متعدد طرق سے منقول ہے یہ دراصل حضرت فاطمہ کی وصیت تھی تا کہ زیادت فی التستّر ہو ممکن ہے حضرت ابوبکر کو ذاتی طور پر اس لئے اطلاع نہ دی ہو کہ خیال کیا ہو انہیں اطلاع ہو چکی ہوگی روایت میں یہ مذکور نہیں کہ ابوبکر اس سے لاعلم رہے یا جنازہ میں حاضر نہ ہوئے ایک حدیث جسے مسلم، نسائی اور ابوداؤد نے حضرت جابر کے واسطہ سے تخریج کیا، میں رات کو تدفین سے نہی وارد ہے تو یہ حالتِ اختیار پر محمول ہے کیونکہ اس کے بعض طرق میں ہے:(إلا أن یضطر إنسان إلی ذلك) کہ ضرورۃً ایسا کیا جا سکتا ہے۔

(وكان لعلي من الخ) یعنی لوگ حضرت فاطمہ کی وجہ سے ان کا (نسبۃً زیادہ) احترام کرتے تھے ان کی وفات کے بعد جب حضرت ابوبکر کے ہاں ان کا نہ آنا برقرار رہا تو لوگوں کے رویے اب تبدیل ہونا شروع ہوئے تا کہ وہ بھی بیعتِ عامہ میں شامل ہوں اس لئے آخرِ حدیث میں ہے کہ جب آخر کار بیعت کر لی تو لوگوں کو اس سے خوشی ہوئی قبل ازیں گویا اس وجہ سے محسوس نہ کرایا کہ وہ حضرت فاطمہ کی تیمارداری وتسلیہ میں مصروف رہتے ہیں تا کہ آنجناب کی وفات کے عظیم حادثہ کا غم وحزن ان سے ہلکا کریں اور ہمہ وقت انکی دل جوئی میں لگے رہیں پھر حضرت ابوبکر کے ساتھ وراثت کے مسئلہ میں ان کی کچھ ناچاقی بھی ہوگئی اس وجہ سے بھی علی کچھ دور رہے (پہلے گزرا کہ آخری ایام میں حضرت ابوبکر نے حضرت علی کے ہمراہ جا کر حضرت فاطمہ کی بیمار پرسی اور اپنے طرزِ عمل کی وضاحت کی)۔

(ولم یبایع تلك الأشهر) یعنی جب تک حضرت فاطمہ زندہ تھیں، مازری لکھتے ہیں حضرت علی کی اس بارے رائے یہ تھی کہ سبھی کا بیعت کرنا (یعنی شخصا شخصا) غیر مطلوب ہے یہی کافی ہے کہ اہلِ حل وعقد نے بیعت کر لی ہے پھر اصل مطلوب تو اطاعتِ امیر، اس کے احکام کو بجالانا اور عدم مخالفت ہے دراصل لوگوں کو اصل اعتراض یہ تھا کہ وہ حضرت ابوبکر کی مجلس میں نہیں بیٹھتے اس کی وجہ ذکر کی جا چکی ہے (کہ حضرت فاطمہ کی تیمارداری میں مشغول رہتے تھے)۔

(كراهية ليحضر عمر) اکثر نسخوں میں (لمحضر عمر) ہے اس کی وجہ قول وفعل میں حضرت عمر کی معہود قوت و صلابت تھی جبکہ ابو بکر رقیق القلب اور نرم مزاج کے حامل تھے تو ماحول کو کسی تکدُّر سے بچانے کے لئے (کہ کچھ تکدر پہلے سے موجود ہے) گزارش کی کہ اکیلے آئیں۔

(لا تدخل عليهم) وہ ڈرے کہ کہیں خلیفہ رسول کی حیثیت سے واجب تعظیم میں کمی نہ کریں۔(وما عسيتهم الخ) ابن مالک لکھتے ہیں یہ بعض افعال کے کسی دوسرے فعل کے معنی کو متضمن ہونے اور تعدیہ میں اس کے مجریٰ میں ہونے پر شاہد ہے کیونکہ اس جملہ میں (عسيت) بمعنی (حسبت) ہے تو اسی کی خصوصیات اس میں جاری کر دی گئیں تو ضمیرِ غائبین (یعنی ہُم) کو منصوب کیا بایں طور کہ وہ مفعولِ ثانی ہے، اب اس کا حق یہ تھا کہ وہ (أن) سے عاری ہوتا مگر وہ مستعمل ہے تا کہ (عسى) اپنے مقتضا سے کلیۃً خارج نہ ہو، پھر یہ بھی کہ (أن) کبھی اپنے صلہ کے ساتھ (حسبت) کے دو مفعولوں کے قائمقام ہوتا ہے تو مفعولِ اول کے بعد اس کا بطورِ بدل آنا مستبعد نہیں، کہتے ہیں یہ بھی جائز ہے کہ (ما عسيتهم) کو حرفِ خطاب اور ہاء و میم کو اسمِ عسی قرار دیا جائے، تقدیرِ کلام یہ ہو: (ما عساهم أن يفعلوا بي) بقول ابن حجر یہ اچھی توجیہ ہے۔

(ولم ننفس عليك خيرا الخ) خیر سے انکا اشارہ خلافت کی طرف تھا۔(استبددت) غیرِ ابوذر کے نسخوں میں ایک دال کے ساتھ ہے، دوسری تخفیفاً حذف کر دی گئی جیسے اس آیت میں: (فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُونَ)[الواقعة:۶۵] اصل میں (فظللتم) ہے، اس امر کی طرف اشارہ تھا کہ آپ نے خلافت کے امور و معاملات میں ہم سے مشورے کرنا مناسب نہ سمجھا۔(وكنا نرى) نری کے نون پر پیش و زبر، دونوں جائز ہیں۔(من رسول الله نصيبا) یعنی ہم خود کو خلافت کا زیادہ حقدار سمجھتے تھے کیونکہ آنجناب کے ساتھ زیادہ قرابتداری ہے۔(حتى فاضت) یعنی اتنی کثرت سے رسولِ پاک کا اس محفل میں ذکر ہوا اور حضرت علی وغیرہ نے بار بار آپ کا حوالہ دیا کہ آپ کی یاد سے ابو بکر کی آنکھیں بھر آئیں، مازری کہتے ہیں شائد حضرت علی کا اشارہ اس امر کی طرف ہو کہ حضرت ابو بکر نے کیوں انہیں بیعتِ خلافت اور مابعد امورِ عظام میں شریکِ مشاورت نہ کیا لیکن اس ضمن میں حضرت ابو بکر کا عذر یہ تھا کہ اگر وہ (سقیفہ بنی ساعدہ میں) بیعت قبول نہ کرتے (اور کہتے پہلے حضرات عباس و علی وغیرہما سے مشورہ کر لوں) تو معاملہ بگڑ سکتا تھا (کیونکہ بالخصوص حضرت علی نبی اکرم کی تجہیز و تکفین اور گھریلو معاملات سنبھالنے میں لگے ہوئے تھے)۔

(شجر بيني الخ) اس تکدُّرِ خاطر کا یہ بھی ایک سبب تھا۔(من هذه الأموال) یعنی خیبر وغیرہ (یعنی فدک) میں بصورتِ اراضی جو نبوی اموال تھے۔ (وعذره) بطورِ فعل ماضی، غیرِ ابی ذر کے ہاں عینِ مضموم اور اسکانِ ذال کے ساتھ ہے، (وذكر) کے مفعول پر عطف ڈالتے ہوئے (یعنی بطورِ مصدر)۔ (فعظم حق الخ) مسلم کی معمر عن زہری سے روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں: (وذكر فضيلته و سابقيته ثم مضى إلى أبي بكر فبايعه)۔ (وكان المسلمون إلى علي قريبا) أي (كان ودهم الخ)۔

(راجع الأمر بالمعروف) یعنی معروف طریقہ سے بیعت میں داخل ہوئے (یعنی اعتقاداً و عملاً پہلے بھی دائرۂ اطاعت میں داخل تھے لیکن چونکہ قبل ازیں معروف طریقہ کی بیعت یعنی ہاتھ میں ہاتھ دینا، نہ کیا تھا لہذا اب جب ایسا کیا تو مسلمان بہت خوش ہوئے) قرطبی لکھتے ہیں ابو بکر و علی کے اس معاملہ و سلوک میں تامل کرنے سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ سب صحابہ ایک دوسرے کے فضل و منقبت کے معترف و عارف تھے اور ان کے دل باہمی احترام و محبت سے جڑے ہوئے تھے اور یہ جو تکدر خاطر کے واقعات ظاہر

ہوئے یہ طبعِ بشری کے اقتضاء کے تحت ہیں لیکن جلد تدیّن وتقوی انہیں مٹاڈالتا تھا، ابن حجر لکھتے ہیں حضرت علی کی اس تاخیرِ بیعت سے رافضیوں نے بہت کچھ تمسّک کیا ہے اِس بارے ان کا ہذیان مشہور ہے، حدیثِ ہذا انکا رد کرتی ہے علاوہ ازیں ایک دیگر روایتِ ابوسعید خدری جسے ابن حبان وغیرہ نے صحیح قرار دیا، میں ہے کہ حضرت علی نے شروع ہی میں جنابِ صدیق اکبر کی بیعت کر لی تھی، مسلم میں جوزہری کے حوالے سے منقول ہے کہ ایک شخص نے ان سے کہا حضرت علی نے حضرت فاطمہ کی وفات تک حضرت ابوبکر سے بیعت نہ کی تھی اس پر زہری بولے (علی ہی نہیں بلکہ) بنی ہاشم کے کسی فرد نے بیعت نہ کی تھی تو اسے بیہقی نے اس بنا پر ضعیف قرار دیا ہے کہ زہری نے اس بات کی کوئی سند ذکر نہیں جبکہ ابوسعید کی روایت جو موصول ہے، اصح ہے، بعض نے یہ تاویل کی ہے کہ (حدیثِ ہذا میں مذکور) یہ بیعت حضرت علی کی دوسری بیعت ہے جو پہلی بیعت کی تاکید کے طور سے کی تا کہ مسئلہِ میراث کے سبب جو حضرت ابوبکر کے ساتھ تکدر واقع ہو تھا اس کا اندفاع وازالہ ہو، اس پر قولِ زہری مذکور کی یہ تاویل کی جاسکتی ہے کہ اس بیعت سے مراد کہ ان کے مشیرو مصاحب کے بطور ان کی مجلس میں بالتزام حاضری وہم نشینی، تو حضرت فاطمہ کی وفات تک یہ نہ کیا تھا اور جب دوری کا یہ طرزِ عمل (جسکا سبب حضرت فاطمہ کی مسلسل تیمارداری تھا) ختم کیا تو اس ازالہِ وہم کے لئے جو کسی کو ہوسکتا تھا کہ ان کا سابقہ انقطاع عدم رضا کے سبب تھا، علی الاعلان بیعتِ ثانیہ کی۔

4242 - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا حَرَمِيٌّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي عُمَارَةُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ وَلَمَّا فُتِحَتْ خَيْبَرُ قُلْنَا الآنَ نَشْبَعُ مِنَ التَّمْرِ

حضرت عائشہ کہتی ہیں جب خیبر فتح ہوا ہم نے آپس میں کہا اب پیٹ بھر کر کھانے کو کھجوریں ملیں گی۔

حرمی جو بظاہر لفظِ نسبت معلوم پڑتا ہے اسم ہے، اپنے شیخ عمارہ کے بیٹے ہیں جو ابن ابی حفصہ ہیں عکرمہ جو مولی ابن عباس ہیں، کی بخاری میں حضرت عائشہ سے کل تین روایات ہیں، ایک الطھارۃ میں گزر چکی اور تیسری کتاب اللباس میں آئے گی۔ (الآن نشبع الخ) کیونکہ وہاں بکثرت کھجوروں کے باغات تھے۔

4243 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ حَدَّثَنَا قُرَّةُ بْنُ حَبِيبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ مَا شَبِعْنَا حَتَّى فَتَحْنَا خَيْبَرَ

ابن عمر کہتے ہیں خیبر کی فتح تک ہم نے سیر نہ ہوئے تھے۔

شیخِ بخاری حسن، ابن محمد بن صباح زعفرانی ہیں ابن سکن کے نسخہ میں نسبت مذکور ہے کلاباذی کہتے ہیں یہ زعفرانی ہیں جبکہ حاکم کی رائے میں یہ حسن بن شجاع بلخی ہیں جو یکے از حفاظ اور بخاری کے اقران میں سے تھے جوانی کے عالم میں ان سے بارہ برس پیشتر انتقال کیا تفسیر سورۃ الزمر میں حسن سے ایک روایت آئے گی وہ بھی وہاں غیر مذکور النسبت ہیں انکی بابت بھی کہا گیا ہے کہ ابن شجاع ہیں، قرہ بن حبیب بن یزید قنوی ہیں، بیع القنا (یعنی نیزے فروشی) کی وجہ سے یہ نسبت ہے، الرماح بھی کہا جاتا تھا بصری اور قشیری النسبت تھے اصلاً نیشاپوری تھے بخاری کی ان سے بھی لقاء ثابت ہے الأدب المفرد میں بھی ان سے روایات نقل کی ہیں بخاری میں انکا حوالہ صرف اسی ایک جگہ ہے۔

39 - باب اسْتِعْمَالُ النَّبِيِّ ﷺ عَلَى أَهْلِ خَيْبَرَ (خیبر پر نبی پاک کے عمال)

4244 4245 - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الْمَجِيدِ بْنِ سُهَيْلٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ وَأَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ اسْتَعْمَلَ رَجُلاً عَلَى خَيْبَرَ فَجَاءَهُ بِتَمْرٍ جَنِيبٍ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ كُلُّ تَمْرِ خَيْبَرَ هَكَذَا فَقَالَ لَا وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا لَنَأْخُذُ الصَّاعَ مِنْ هَذَا بِالصَّاعَيْنِ(وَالصَّاعَيْنِ) بِالثَّلَاثَةِ فَقَالَ لَا تَفْعَلْ بِعِ الْجَمْعَ بِالدَّرَاهِمِ ثُمَّ ابْتَعْ بِالدَّرَاهِمِ جَنِيبًا .(ترجمہ کیلئے جلد سوم ص: ۳۹۹)حدیث 4244 أطرافه 2201، 2302، 4246، 7350۔ حدیث 4245أطرافه 2202، 2303، 4247، 7351-

4246 - وَقَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدِ الْمَجِيدِ عَنْ سَعِيدٍ أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ وَأَبَا هُرَيْرَةَ حَدَّثَاهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ أَخَا بَنِي عَدِيٍّ مِنَ الْأَنْصَارِ إِلَى خَيْبَرَ فَأَمَّرَهُ عَلَيْهَا
(سابق)أطرافه 2201، 2302، 4244، 7350-

4247 - وَعَنْ عَبْدِ الْمَجِيدِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَأَبِي سَعِيدٍ مِثْلَهُ .
أطرافه 2202، 2303، 4245، 7351

شیخ بخاری ابن ابی اویس ہیں، حدیث کتاب البیوع میں مشروح ہو چکی ہے۔(وقال عبدالعزیز الخ) یہ دراوردی ہیں، ابو عوانہ اور دارقطنی نے انکے طریق سے اسے موصول کیا ہے، عبدالمجید سابقہ روایت کی سند میں شیخ مالک ہیں۔ (بعث أخا الخ) ابوعوانہ اوردارقطنی کی روایتوں میں ان کا نام بھی مذکور ہے یعنی سواد بن غزیہ جو بنی عدی بن نجار میں سے تھے، سواد واوِ مخفف کے ساتھ ہے، سہیلی نے شاذ طور پر اس پرشد پڑھی شائد ان کے مدنظر دارقطنی کے بعض نسخوں میں مذکور (سوار) کا لفظ تھا (جو واوِ مشدد کے ساتھ ہے) مگر بقول ابوعمر یہ تصحیف ہے خطیب نے ایک دیگر سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ نبی اکرم نے خیبر کا فلان ابن صعصعہ کو عامل بنایا، بظاہر یہ کسی اور موقع کا ذکر ہے۔(وعن عبدالحمید) یہ ماقبل پر معطوف ہے یعنی (عن عبدالعزیز الخ) گویا عبدالمجید کے اس میں دو شیخ ہیں۔

40 - باب مُعَامَلَةُ النَّبِيِّ ﷺ أَهْلَ خَيْبَرَ (اہلِ خیبر کے ساتھ معاملہ نبوی)

4248 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ أَعْطَى النَّبِيُّ ﷺ خَيْبَرَ الْيَهُودَ أَنْ يَعْمَلُوهَا وَيَزْرَعُوهَا وَلَهُمْ شَطْرُ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا
.(جلد سوم ص: ۴۷۷)أطرافه 2285، 2328، 2329، 2331، 2338، 2499، 2720، 3152

المزارعۃ میں مشروحا گزر چکی ہے۔

41 - باب الشَّاةِ الَّتِي سُمَّتْ لِلنَّبِيِّ ﷺ بِخَيْبَرَ (خیبر کی زہر آلود بکری جو نبی پاک کو پیش کی گئی)

رَوَاهُ عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

سم کا سین مثلث ہے (یعنی اس پر تینوں حرکات جائز ہیں)۔(رواہ عروۃ الخ) الوفاۃ النبویۃ میں مذکور حدیثِ عائشہ کی طرف اشارہ ہے وہیں اس کا تذکرہ آئے گا۔

4249 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنِي سَعِيدٌ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ لَمَّا فُتِحَتْ خَيْبَرُ أُهْدِيَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ شَاةٌ فِيهَا سُمٌّ.

(جلد چہارم ص: ٦٦٢ میں مفصل ترجمہ موجود ہے) طرفاہ 3169، 5777

سعید سے مراد مقبری ہیں۔(لما فتحت الخ) یہاں مختصراً ہے، اواخر الجزیہ میں اس حدیث کا ایک دیگر حصہ نقل کیا تھا اس میں تھا کہ سارے یہودیوں کو جمع کرنے کا حکم دیا، مزید شرح کتاب الطب میں آئے گی، ابن اسحاق ذکر کرتے ہیں کہ جب نبی اکرم فتح کے معاملات سے فارغ ہوئے تو ایک دن زینب بنت حارث جو سلام بن مشکم کی بیوی تھی، نے ایک بھنی ہوئی بکری بھیجی اس نے دریافت کیا تھا کہ بکری کا کونسا عضو نبی اکرم شوق سے کھاتے ہیں، اسے بتلایا گیا کہ دستی کے بہت شوقین ہیں، تو اس نے اس میں خوب زہر جذب کیا آپ نے جب لقمہ توڑا اسے منہ ڈال کر چبایا تو وہ سائغ نہ ہوا (یعنی خوراک بنکر حلق میں نہ گیا) جبکہ بشر بن براء نے جو لقمہ توڑا تھا وہ سائغ ہوکر ان کے حلق میں چلا گیا، پورا قصہ بیان کیا اس میں ہے کہ آنجناب نے عفو و درگزر سے کام لیا اور بشر کی وفات واقع ہوگئی تھی، بیہقی سعید بن مسیب اور ابوسلمہ کے حوالے سے ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک یہودی عورت نے زہر والی بکری خدمتِ نبوی میں ہدیۃً بھیجی، کھانا شروع ہوا تو اچانک آپ نے فرمایا رک جاؤ اس میں زہر ہے، پھر اسے بلا کر پوچھا ایسا کیوں کیا؟ کہنے لگی میرے دل میں آیا اگر تو آپ نبی ہیں تو اللہ تعالی آپ کو حقیقتِ حال سے مطلع کر دے گا وگرنہ ہماری آپ سے جان چھوٹ جائے گی کہتے ہیں اس سے کوئی تعرض نہ کیا، ابونضرہ عن جابر کے طریق سے بھی یہی مذکور ہے، عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں زہری عن ابی بن کعب سے نقل کیا ہے کہ بعدازاں آپ نے کندھے پر سنگی لگائی، زہری ہیں کہتے اس نے اسلام قبول کرلیا تھا جس پر آپ نے معاف کر دیا، معمر کہتے ہیں لوگوں میں مشہور ہے کہ قتل کر دی گئی تھی، ابن سعد نے اپنے شیخ واقدی سے متعدد اسانید کے ساتھ مطولاً یہ قصہ نقل کیا، اس کے آخر میں ہے کہ اسے بشر بن براء کے وارثوں کے حوالے کر دیا جنہوں نے (قصاصا) اسے قتل کر دیا، بقول واقدی یہی اثبت ہے ابوداؤد نے یونس عن الزہری عن جابر کے طریق سے معمر کی ان سے روایت کی مانند نقل کیا ہے، یہ منقطع ہے کیونکہ زہری کی حضرت جابر سے ملاقات ثابت نہیں، محمد بن عمرو عن ابی سلمہ سے بھی مرسلاً یہی مروی ہے، بیہقی کہتے ہیں اسے حماد بن سلمہ نے محمد بن عمرو عن ابی سلمہ عن ابی ہریرۃ سے موصول کیا ہے، لکھتے ہیں محتمل ہے اولاً آپ نے معاف کر دیا ہو پھر اس زہر کے نتیجہ میں بشر فوت ہو گئے تو قصاصاً اسے قتل کر دیا، سہیلی نے بھی یہی تطبیق دی اور مزید یہ بھی کہا کہ اولاً اس لئے چھوڑ دیا تھا کہ آنجناب اپنی ذات کے لئے انتقام نہ لیا کرتے تھے بعدازاں جب حضرت بشر اس وجہ سے فوت ہو گئے تو قصاصاً قتل کرا دیا، ابن حجر کہتے ہیں اولاً چھوڑنا اس لئے بھی ہوسکتا ہے کہ مسلمان ہو گئی تھی بعد میں جب بشر فوت ہو گئے تو اب قصاص کے طور پر اسے بھی قتل کر دیا (گویا حالت اسلام میں قصاصاً مقتول ہوئی لہذا خاتمہ بالخیر ہونے کی توقع کی جاسکتی ہے)

واقدی نے اپنی سند کے ساتھ زہری سے نقل کیا ہے کہ نبی پاک نے اس سے فرمایا ایسا کیوں کیا؟ کہا آپ کے ہاتھوں میرا باپ، چچا، خاوند اور بھائی قتل ہوئے، کہتے ہیں میں نے ابراہیم بن جعفر سے اس بارے میں پوچھا تو کہا اس کے چچا کا نام یسار تھا جو نہایت بزدل ترین (حاشیہ میں ہے طبع بولاق کے ہامش میں: أجبن یعنی بزدل ترین کی بجائے اخبث یعنی خبیث ترین کا لفظ ہے) لوگوں میں سے تھا، بھائی کا نام زبیر جبکہ شوہر کا نام سلام بن مشکم تھا، سنن ابوداؤد میں اسے مرحب کی بہن کہا گیا ہے سہیلی نے بھی اسی پر جزم کیا بیہقی کی الدلائل میں: (بنت أخت مرحب) ہے (یعنی مرحب کی بھانجی) اس کے مسلمان ہو جانے کے دعوی میں زہری منفرد نہیں سلیمان تیمی نے بھی اپنی المغازی میں جزم کے ساتھ یہی قرار دیا ہے اس کے الفاظ بھی ذکر کئے ہیں کہ اب آپ کو اور جملہ حاضرین کو گواہ بنا کر کہتی ہوں کہ میں آپ کے دین پر ہوں اور یہ کہ: (لا إله إلا اللّٰه و أن محمدا عبده و رسوله) کہتے ہیں اس پر آپ نے اسے جانے دیا

قصہ خیبر سے کثیر احکام مستنبط ہوتے ہیں مثلاً اشہرِ حرمت میں قتلِ کفار کا جواز، ایسی قوم پر یلغار کا جواز جسے دعوتِ اسلام تو پہنچ چکی ہے مگر اہلِ اسلام کی طرف سے انذار صادر نہیں ہوئی، بھی ثابت ہوا اس کے علاوہ تقسیمِ غنیمت علی السہام، کھانے پینے کی ان اشیاء کا استعمال جو حملہ کے دوران حاصل ہوئیں اور جو ابھی تقسیم کے مرحلہ سے نہیں گزریں مگر اس شرط کے ساتھ کہ انہیں ذخیرہ نہ کیا جائے اور نہ کسی اور جگہ منتقل کی جائیں، جنگ کے اختتام کے بعد پہنچنے والے مجاہدوں کو موجود مجاہدین کی اجازت و رضا سے غنیمت میں شریک کرنا جیسے حضرت جعفر اور اشعریوں کے معاملہ میں ہوا اور جن کی بابت اجازت نہ دیں ان کی عدم شرکت جیسے ابان بن سعید اور ان کے ساتھیوں کے مسئلہ میں ہوا، اسی سے وارد روایات کے درمیان تطبیق ہو جاتی ہے، مساقات و مزارعت کا جواز، اہلِ ذمہ اگر طے شدہ معاہدہ کی خلاف ورزی کریں تو ان کا عہد منتقض اور خون ہدر ہونا، تقسیمِ غنیمت سے قبل کسی چیز پر کسی کا حقِ ملکیت نہ ہونا، جیسے امور بھی ثابت ہوئے، یہ بھی کہ امام ارضِ عنوہ کی بابت اس بات کا اختیار رکھتا ہے کہ تقسیم کر دے یا ایسے ہی چھوڑے رکھے اسی طرح اہلِ معاہدہ کو بصورتِ استغناء جلا وطن کرنے کا بھی امارت کو اختیار حاصل ہونا ثابت ہوا، اہل کتاب کے طعام کا اکل اور ان کے ہدایا کو قبول کر لینے کا بھی جواز ملا۔

42 - باب غَزْوَةُ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ (غزوہ زید بن حارثہ)

آنجناب کے آزاد کردہ غلام اور حضرت اسامہ کے والد۔

4250 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ ؓ قَالَ أَمَّرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أُسَامَةَ عَلَى قَوْمٍ فَطَعَنُوا فِي إِمَارَتِهِ فَقَالَ إِنْ تَطْعَنُوا فِي إِمَارَتِهِ فَقَدْ طَعَنْتُمْ فِي إِمَارَةِ أَبِيهِ مِنْ قَبْلِهِ وَايْمُ اللَّهِ لَقَدْ كَانَ خَلِيقًا لِلإِمَارَةِ وَإِنْ كَانَ مِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ وَإِنَّ هَذَا لَمِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ بَعْدَهُ

أطرافه 3730، 4468، 4469، 6627، 7187-.

ابن عمر راوی ہیں کہ نبی اکرم نے حضرت اسامہ کی قیادت میں ایک لشکر ترتیب دیا، کچھ لوگوں نے اسامہ کی قیادت کے ضمن میں باتیں بنائیں تو آپ نے فرمایا قبل ازیں تم لوگ اسکے باپ کی امارت میں بھی مین میخ نکالا کرتے تھے اللہ کی قسم وہ بھی اسکا اہل تھا

اوران لوگوں میں سے تھا جو مجھے از حد عزیز ہیں اور یہ بھی ان لوگوں میں سے ہے جو مجھے بہت عزیز ہیں۔

اس کی مکمل شرح کتاب المغازی کے اواخر میں آرہی ہے یہاں غرضِ ترجمہ (فقد طعنتم فی إمارة أبیه) سے ہے آگے غزوۂ مؤتہ کے بعد سلمہ بن اکوع کی ایک حدیث آرہی ہے جس میں کہتے ہیں کہ میں نے آنجناب کے ہمراہ سات غزوات میں شرکت کی اس کے علاوہ زید بن حارثہ کی امارت میں بھی جہادی مہمات میں شریک رہا جنہیں آپ نے ہمارا امیر بنایا تھا، ابومسلم کجی کی ابو عاصم سے روایت میں ہے: (وغزوت مع زید بن حارثة سبع غزوات یؤمره علینا) طبرانی نے بھی ابومسلم کے حوالے سے یہی الفاظ نقل کئے ہیں اسی طرح ابونعیم نے بھی مستخرج میں بحوالہ ابوشعیب حرانی عن أبی عاصم، اسماعیلی نے بھی متعدد طرق کے ساتھ ابو عاصم سے یہی نقل کیا ہے، ابن حجر کہتے ہیں میں نے اہلِ مغازی کی تحریرات کا تتبع کیا تو حضرت زید بن حارثہ کے زیرِ امارت سات جہادی مہمات کا سراغ ملا جیسے حضرت سلمہ بیان کرتے ہیں، ان میں سے سب سے پہلا سریہ سن پانچ کے ماہِ جمادی الثانیہ میں نجد کی جانب سوسواروں پر مشتمل تھا، دوسرا سن چھ کے ربیع الثانی میں بنی سلیم کی طرف بھیجا گیا، تیسرا اسی برس کے جمادی اولی میں ایک سوستر افراد پر مشتمل افراد کو قریش کے ایک قافلہ سے تعرض کرنے روانہ کیا گیا، اس مہم میں دامادِ رسول ابوالعاص قیدی بنا لئے گئے، حضرت زید کے زیرِ قیادت چوتھا سریہ اسی برس کے جمادی ثانی میں بنی ثعلبہ کی طرف بھیجا گیا، چھٹا وادی قری کی طرف تھا جبکہ ساتواں بنی فزارہ کے کچھ لوگوں کی طرف تھا، اصل میں حضرت زید ایک تجارتی قافلہ کے ساتھ نکلے ہوئے تھے کہ ان فزاریوں نے انہیں زدوکوب کیا اور سامان لوٹ لیا، مدینہ آئے تو نبی اکرم نے پانچ سو صحابہ کرام کو ان کے ہمراہ بھیجا جنہوں نے ان کی سرکوبی کی، اس مہم میں امِ قرفہ قتل ہوئی جو فاطمہ بنت ربیعہ بن بدر ہے، یہ مالک بن حذیفہ بن بدر کی زوجہ تھی جو عیینہ بن حصن بن حذیفہ کا چچا تھا اس کی بیٹی کو قیدی بنا لیا گیا شائد اس باب میں اسی سریہ کی طرف اشارہ مرادِ بخاری ہو (بظاہر مرادِ بخاری مطلقا ہے) پانچواں سریہ بنی جذام کے پانچ سوسواروں پر مشتمل ایک جتھہ کے سربراہ حسمی کی سرکوبی کیلئے تھا جو شام کے راستے میں قافلوں پر ڈاکے مارتا تھا، انہی نے حضرت دحیہ کو لوٹا تھا جب وہ ہرقل کو نامۂ نبوی پہنچا کر واپس آرہے تھے۔

43 - باب عُمْرَةُ الْقَضَاءِ (عمرۂ قضاء)

ذَكَرَهُ أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

اکیلے مستملی کے نسخہ میں عمرہ کی جگہ غزوہ کا لفظ ہے مگر عمرہ ہی اولی ہے اگرچہ غزوہ کے لفظ کی یہ توجیہہ بیان کی گئی ہے کہ موسی بن عقبہ نے المغازی میں ذکر کیا ہے کہ مسلمان پوری طرح مسلح اور لڑائی کیلئے تیار تھے کہ مبادا اہل مکہ دھوکہ وغدر سے کام لینا چاہیں، قریش کو اس امر کی خبر ملی تو سخت گھبرائے حتی کہ مکرز آنجناب سے آکر ملا پھر جا کر اہلِ مکہ کو اطمینان دلایا کہ مسلمانوں کا قطعا لڑائی کا ارادہ نہیں اور وہ معاہدہ پر قائم ہیں، آنجناب نے صحابہ کی ایک جماعت کے ہمراہ تلواروں کے سوا باقی اسلحہ حدودِ حرم سے باہر رکھ چھوڑا تھا اسی باعث ان کے نسخہ میں غزوہ کا لفظ مستعمل ہوا، کسی مہم پر اس لفظ کے اطلاق سے یہ لازم نہیں آتا کہ لڑائی بھی واقع ہوئی ہو، ابن اثیر لکھتے ہیں بخاری نے عمرۃ القضاء کا یہ باب المغازی میں اس لئے داخل کیا ہے کیونکہ وہ غزوۃ الحدیبیہ سے مسبّب تھا۔

اسے عمرۃ القضاء کہنے کی وجہِ تسمیہ میں تعددِ آراء ہے ایک قول ہے کہ یہ اس مقاضاۃ سے ماخوذ ہے جو حدیبیہ میں مسلمانوں اور اہلِ مکہ کے مابین طے پایا اور ایک تحریری معاہدہ عمل میں آیا جس میں یہ عبارت لکھی گئی تھی: (هذا ما قاضی علیه الخ) تو قضاء سے

مراد (الفصل الذي وقع عليه الصلح) یعنی جن نقاط پر صلح واقع ہوئی، اہلِ لغت لکھتے ہیں (قاضاه أي عاهده) اور (قاضاه عاوضه) تو بقول عیاض دونوں امر کی وجہ سے اس کا یہ نام محتمل ہے، دوسرے امر کی ترجیح اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ اسے قصاص کے نام سے پکارا گیا، اللہ تعالی کا فرمان ہے:(اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمَاتُ قِصَاصٌ)[البقرہ:۱۹۴]، سہیلی کے بقول اسے عمرة القضاء کہنا اولی ہے کیونکہ آیتِ مذکورہ اسی کے بارہ میں نازل ہوئی تھی بقول ابن حجر ابن جریر اور عبد بن حمید نے بسند صحیح مجاہد سے بھی یہی نقل کیا ہے سلیمان تیمی بھی اپنی سیرت میں اسی پر جزم کرتے ہیں، ابن اسحاق ابن عباس سے بھی بصیغہِ بلوغ یہی ذکر کرتے ہیں حاکم نے اسے اکلیل میں بحوالہ ابن عباس موصول کیا ہے مگر ان کی سند میں واقدی ہے، سہیلی لکھتے ہیں عمرۃ القضاء اس لئے کہا گیا کہ آنجناب نے قریش سے مقاضاۃ کیا تھا، اس وجہ سے نہیں کہ اس عمرہ کی قضاء تھا جس سے قریش نے روک دیا تھا کیونکہ وہ فاسد نہ ہوا تھا کہ اس کی قضاء واجب ہوتی بلکہ وہ عمرۂ تامہ تھا اسی باعث آنجناب کے عمروں کی تعداد چار ذکر کی گئی ہے جیسا کہ کتاب الحج میں اس کی تقریر گزری، دوسرے اہلِ علم کے نزدیک یہ حدیبیہ والے (ناتمام) عمرہ کی قضاء تھی، عمرہ حدیبیہ کو اس لئے شمار کیا گیا کہ اس کا اجر د ثواب آپکو حاصل ہو گیا ہے، یہ نہیں کہ وہ عمرۂ کاملہ (یعنی ادا شدہ) تھا، ابن حجر لکھتے ہیں یہ اختلاف دراصل اس امر پر مبنی ہے کہ آیا عمرہ سے روک دیئے جانے والے کے ذمہ قضاء واجب ہے؟

جمہور کے نزدیک قضاء واجب نہیں البتہ ہدی ضروری ہے، ابو حنیفہ سے اس کا عکس منقول ہے احمد سے ایک روایت ہے کہ نہ قضاء نہ ہدی! دوسرا قول ان سے یہ منقول ہے کہ قضاء و ہدی دونوں ضروری ہیں، جمہور کی حجت یہ آیت ہے: (فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ) [البقرہ :۱۹۶] ابو حنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ شروع کر دینے سے لازم ہو جاتا ہے اگر محصر ہو گیا تو تاخیر جائز ہے جب بھی یہ حالت ختم ہو ادا کرے گا اور دونوں احراموں کے مابین تحلّل کرنے سے سقوطِ قضاء لازم نہیں آتا، اس کے موجبین کی حجت یہ بھی ہے کہ صحابہ کرام نے نحرِ ہدی کیا اور آمدہ برس ادا کرنے کیلئے آئے اور ہدی بھی ہمراہ لائے، ابو داؤد نے بطریق ابی حاضر نقل کیا، کہتے ہیں میں محصر ہوا تو نحرِ ہدی کر کے متحلِل ہو گیا پھر اگلے سال آیا تو ابن عباس نے مجھ سے کہا:(ابدل الهدى الخ) قربانی کی طلب کرو کیونکہ نبی اکرم نے صحابہ کو یہی حکم دیا تھا

عدمِ ایجاب کے قائلین کی دلیل یہ ہے کہ انکا حالتِ حصر میں یہ تحلّل نحرِ ہدی پر متوقف نہ تھا بلکہ آنجناب نے صرف انہی کو نحرِ ہدی کا حکم دیا جن کے ہمراہ قربانیاں موجود تھیں باقیوں کو صرف حلق کا کہا، ہر ایک نے ظاہرِ احادیث سے استدلال کیا ہے ابن اسحاق لکھتے ہیں آنجناب اگلے برس ماہِ ذی القعدہ ہی میں نکلے تھے تا کہ پچھلے برس اسی ماہ میں جو عمرہ کیلئے چلے تھے اور کفار نے روک دیا تھا تو اسکی جگہ یہ عمرہ ادا ہو، موسی بن عقبہ نے بھی زہری سے یہی نقل کیا ہے اسی طرح ابو اسود نے عروہ سے اور سلیمان تیمی نے بھی، کہ نبی اکرم ذوالقعدہ میں عمرہ القضاء کیلئے آئے، یعقوب بن سفیان اپنی تاریخ میں بسند حسن ابن عمر سے ناقل ہیں کہ (كانت عمرة القضية في ذي القعدة سنة سبع) ابن اسحاق کے بقول وہ تمام صحابہ اس میں شریک ہوئے جو سابقہ برس ہمراہ چلے تھے ماسوا ان کے جو فوت یا شہید ہو گئے، حاکم اکلیل میں لکھتے ہیں روایات اس بارے متواتر ہیں کہ ہلالِ ذی القعدہ طلوع ہونے پر آنجناب نے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ اپنے عمرہ کی قضاء کے لئے چلیں اور حدیبیہ والوں میں سے کوئی غیر حاضر نہ ہو تو سبھی چلے ماسوا ان کے جو فوت یا شہید ہو گئے تھے کئی اور بھی ہمراہ چلے تو عورتوں اور بچوں کے بغیر دو ہزار تعداد تھی، کہتے ہیں اسے عمرۃ الصلح بھی کہا جاتا ہے، ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں کہ اس عمرہ

کے چار نام سامنے آئے ہیں: عمرۂ قضاء، قضیۃ، قصاص اور عمرۂ صلح۔

(ذكره أنس الخ) بقول ابن حجر تعلیق التعلیق میں لکھا تھا کہ بخاری کا اس سے اشارہ نبی پاک کے عمروں کی تعداد کے بارہ میں انکی روایت کی طرف ہے جو کتاب الحج میں موصولا گزری مگر اب میرے لئے یہ ظاہر ہوا ہے کہ ان کی مراد وہ روایتِ انس ہے جو عبد الرزاق نے دو طرق کے ساتھ تخریج کی ایک معمر عن زہری عن انس کے حوالے سے، اس میں ہے کہ نبی اکرم عمرہ القضاء کے لئے مکہ میں داخل ہوئے اور ابن رواحہ آگے آگے یہ اشعار پڑھتے جا رہے تھے:

(خلوا بني الكفار عن سبيله　　قد أنزل الرحمن في تنزيله
بأن خير القتل في سبيله　　نحن قتلناكم على تأويله
كما قتلناكم على تنزيله)

اسے ابو یعلی نے انکے واسطہ سے نقل کیا، طبرانی نے بھی عبداللہ بن احمد عن ابیہ عن عبد الرزاق کے حوالے سے، لیکن مسند احمد میں اسے نہیں پایا، طبرانی نے سند عالی کے ساتھ بحوالہ ابراہیم بن ابو سوید عن عبد الرزاق بھی اس کی تخریج کی ہے اسی طرق سے بیہقی نے الدلائل میں، ابو الأزہر عن عبد الرزاق کے طریق سے بھی اسے مخرج کیا، سابقہ اشعار کا پہلا شعر نقل کر کے آگے یہ اشعار ذکر کئے ہیں:

(اليوم نضربكم على تنزيله　　ضربا يزيل الهام عن مقيله
ويذهل الخليل عن خليله　　يارب إني مؤمن بقيله)

دارقطنی الأفراد میں لکھتے ہیں کہ معمر زہری سے اور عبد الرزاق معمر سے اسکے ساتھ متفرد ہیں، ابن حجر اضافہ کرتے ہیں کہ موسی بن عقبہ نے بھی اپنی سیرت میں زہری سے اسے نقل کیا مگر حضرت انس کے واسطہ کے بغیر، ان کی روایت میں: (قد أنزل الرحمٰن في تنزيله) کے بعد ہے: (في صحف تُتلىٰ على رسوله)، ابن اسحاق نے عبد اللہ بن ابوبکر بن حزم سے نقل کیا، کہتے ہیں (بلغني ۔۔۔۔ الخ) پھر یہی ذکر کر کے (يا رب إني مؤمن بقيله) کے بعد یہ مصرعہ ذکر کیا: (إني رأيت الحق في قبوله)۔

ابن ہشام مختصر السیرۃ میں مدعی ہیں کہ (نحن ضربناكم الخ) سے آخر تک کے اشعار حضرت عمار بن یاسر کے ہیں جو یومِ صفین میں کہے، کہتے ہیں اسکی تائید یہ امر بھی کرتا ہے کہ مشرکین تو مُقِر بالتنزیل نہ تھے اور تاویل پر وہی قتال کر سکتا ہے جو مقر بالتنزیل ہو، بقول ابن حجر اگر روایت ثابت ہو تو مان لینے میں حرج نہیں ابن ہشام کی رائے پر: (نحن ضربناكم على تأويله) کی تقدیر یہ ہوگی کہ اس وقت تک لڑیں گے حتی کہ تم اس تاویل کیلئے مذعن ہو جاؤ، یہ تقدیر بھی جائز ہے کہ حتی کہ تم بھی اس میں داخل ہو جاؤ جس میں اپنی تاویل کے مطابق ہم ہیں، اگر ایسے ہو اور روایت بھی ثابت ہو تو اعتراض ساقط ہو جائے گا، وہ روایت جس میں ہے: (فاليوم نضربكم على تأويله) تو اس سے بظاہر یہ قولِ عمار ہی ہے، اس لحاظ سے ابن رواحہ کا یہ قول ہونا اس لئے بعید ہے کہ عمرۃ القضاء میں تو ضرب وقتال واقع ہی نہ ہوا تھا، صحیح روایت یہ ہے: (نحن ضربناكم على تأويله　كما ضربناكم على تنزيله) ہر ایک سے اشارہ ماضی کی طرف ہے (گویا ابن رواحہ کے اشعار ہونا ہی معتمد وراجح ہے) کوئی مانع نہیں کہ حضرت عمار نے بھی انہی اشعارِ ابنِ رواحہ کے ساتھ صفین کے موقع پر تمثّل کیا ہو اور یہ شعر بول کر عہد نبوی مراد لیتے ہوں جبکہ (واليوم نضربكم الخ) سے صفین کے ضرب وقتال کو، بقول ابن حجر (نضربكم) کی باء پر ضرورت شعری کی وجہ سے سکون پڑھنا جائز ہے

دوسری روایتِ عبد الرزاق جعفر بن سلیمان عن ثابت عن انس کے حوالے سے ہے اسے بزار نے تخریج کیا، لکھتے ہیں اسے سوائے جعفر بن سلیمان کے ثابت سے کسی اور نے تخریج نہیں کیا ترمذی اور نسائی نے انہی کے طریق سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: (إن النبیﷺ دخل مکۃ فی عمرۃ القضاء و عبد اللہ بن رواحۃ بین یدیہ یمشی وھو یقول: خلوا بنی الخ) دو شعر ذکر کئے، اس پر حضرت عمر کہنے لگے اے ابن رواحہ رسول اللہ کے سامنے اور حرم میں تم شعر کہہ رہے ہو؟ نبی اکرم نے فرمایا رہنے دو اے عمر بخدا یہ ان کیلئے نضحِ نبل (یعنی تیر کی مار سے) سے بھی زیادہ مؤثر ہیں ترمذی اسے حسن غریب کہتے ہیں، عبد الرزاق نے بھی معمر عن زہری عن انس یہی نقل کیا، لکھتے ہیں ایک دیگر روایت میں ہے کہ یہ قصہ حضرت کعب بن مالک سے متعلق ہے، یہی اصح ہے کیونکہ ابن رواحہ تو مؤتہ میں شہید ہو گئے تھے اور عمرۂ قضاء اس کے بعد تھا! ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں کہ یہ شدید ذہل اور غلطِ مردود ہے تعجب ہے ترمذی اپنی وسعتِ معلومات اور اتقان کے باوجود کیسے یہ غلطی کر بیٹھے حالانکہ ثابت ہے کہ اسی عمرہ کے دوران مکہ میں حضرات علی، جعفر اور زید کا بنتِ حمزہ کی بابت باہم تخاصُم ہوا تھا جیسا کہ آگے آ رہا ہے اور جعفر اور ابن رواحہ جنگ مؤتہ میں اکٹھے شہید ہوئے ہیں (تو ظاہر ہوا کہ مؤتہ اسکے بعد کا واقعہ ہے) خبر نہیں ترمذی جیسا شخص کیونکر یہ غلطی کر بیٹھا، لکھتے ہیں بعد ازاں بعض کا یہ قول ملا کہ ترمذی کے ہاں اس حدیثِ انس میں ہے کہ قصہ مذکور (کہ ابن رواحہ نبی اکرم کے آگے آگے یہ اشعار پڑھ رہے تھے) فتحِ مکہ کے موقع کا ہے، اس پر ترمذی کا اعتراض درست ٹھہرتا ہے لیکن خطِ کروخی کے ساتھ ترمذی کے نسخہ میں وہی ہے جو مذکور ہوا، ابن حبان نے دو طرق سے اسے صحیح قرار دیا ہے اور حاکم سے تعجب ہے کہ کیسے اس کا استدراک نہ کر سکے حالانکہ طریقِ اول دونوں (یعنی بخاری و مسلم) کی شرط پر ہے اور دوسرا طریقِ جعفر کی وجہ سے اکیلے مسلم کی شرط پر۔

4251 - حَدَّثَنِی عُبَیْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى عَنْ إِسْرَائِیلَ عَنْ أَبِی إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِؓ قَالَ لَمَّا اعْتَمَرَ النَّبِیُّﷺ فِی ذِی الْقَعْدَةِ فَأَبَى أَهْلُ مَكَّةَ أَنْ يَدَعُوهُ يَدْخُلُ مَكَّةَ حَتَّى قَاضَاهُمْ عَلَى أَنْ يُقِيمَ بِهَا ثَلاَثَةَ أَيَّامٍ فَلَمَّا كَتَبُوا الْكِتَابَ كَتَبُوا هَذَا مَا قَاضَى عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ قَالُوا لاَ نُقِرُّ بِهَذَا لَوْ نَعْلَمُ أَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ مَا مَنَعْنَاكَ شَيْئًا وَلَكِنْ أَنْتَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ فَقَالَ أَنَا رَسُولُ اللَّهِ وَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ ثُمَّ قَالَ لِعَلِيٍّ امْحُ رَسُولَ اللَّهِ قَالَ عَلِيٌّ لاَ وَاللَّهِ لاَ أَمْحُوكَ أَبَدًا فَأَخَذَ رَسُولُ اللَّهِﷺ الْكِتَابَ وَلَيْسَ يُحْسِنُ يَكْتُبُ فَكَتَبَ هَذَا مَا قَاضَى مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ لاَ يُدْخِلُ مَكَّةَ السِّلاَحَ إِلاَّ السَّيْفَ فِي الْقِرَابِ وَأَنْ لاَ يَخْرُجَ مِنْ أَهْلِهَا بِأَحَدٍ إِنْ أَرَادَ أَنْ يَتْبَعَهُ وَأَنْ لاَ يَمْنَعَ مِنْ أَصْحَابِهِ أَحَدًا إِنْ أَرَادَ أَنْ يُقِيمَ بِهَا فَلَمَّا دَخَلَهَا وَمَضَى الأَجَلُ أَتَوْا عَلِيًّا فَقَالُوا قُلْ لِصَاحِبِكَ اخْرُجْ عَنَّا فَقَدْ مَضَى الأَجَلُ فَخَرَجَ النَّبِيُّﷺ فَتَبِعَتْهُ ابْنَةُ حَمْزَةَ تُنَادِي يَا عَمِّ يَا عَمِّ فَتَنَاوَلَهَا عَلِيٌّ فَأَخَذَ بِيَدِهَا وَقَالَ لِفَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلاَمُ دُونَكِ ابْنَةَ عَمِّكِ حَمَلَتْهَا فَاخْتَصَمَ فِيهَا عَلِيٌّ وَزَيْدٌ وَجَعْفَرٌ قَالَ عَلِيٌّ أَنَا أَخَذْتُهَا وَهِيَ بِنْتُ عَمِّي وَقَالَ جَعْفَرٌ ابْنَةُ عَمِّي وَخَالَتُهَا تَحْتِي وَقَالَ زَيْدٌ ابْنَةُ أَخِي

فَقَضَى بِهَا النَّبِيُّ ﷺ لِخَالَتِهَا وَقَالَ الْخَالَةُ بِمَنْزِلَةِ الْأُمِّ وَقَالَ لِعَلِيٍّ أَنْتَ مِنِّي وَأَنَا مِنْكَ وَقَالَ لِجَعْفَرٍ أَشْبَهْتَ خَلْقِي وَخُلُقِي وَقَالَ لِزَيْدٍ أَنْتَ أَخُونَا وَمَوْلَانَا وَقَالَ عَلِيٌّ أَلَا تَتَزَوَّجُ بِنْتَ حَمْزَةَ قَالَ إِنَّهَا ابْنَةُ أَخِي مِنَ الرَّضَاعَةِ

(جلد چہارم ص:۱۹۸میں مفصل ترجمہ موجود ہے) أطرافه 1781، 1844، 2698، 2699، 2700، 3184.

(في ذي القعدة) یعنی سن چھ میں (حدیبیہ والا)۔(ثلاثة أيام) یعنی آمدہ برس، آگے حدیثِ ابن عمر میں اسکی صراحت ہے الشروط میں حضرت مسور کے حوالے سے اس معاہدہ کا مفصل حال بیان ہو چکا ہے۔(فلما كتب الكتاب) یہاں کتب صیغۂ مجہول کے بطور ہے اکثر کے ہاں (كتبوا) ہے الجزیہ کی روایت میں تھا کہ حضرت علی نے یہ متفق علیہ شروط تحریر کی تھیں حدیثِ مسور میں ہے کہ سفیرِ مکہ سہیل نے اولا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنے پہ اعتراض کیا اور اصرار کیا کہ (باسمك اللهم)لکھا جائے مسلمان اس پر راضی نہ ہوتے تھے مگر نبی کریم نے حکم دیا کہ یہی لکھ دیا جائے حدیثِ انس میں بھی یہی ہے۔

(ما قاضى) نسخۂ کشمیہنی میں(قاضانا) ہے مگر یہ غلط ہے گویا ان کے مدنظر(اكتبوا) تھا خیال کیا کہ اس سے مراد قریش ہیں، ایسا نہیں بلکہ اس سے مراد مسلمان ہیں اگرچہ کاتب ایک تھا مگر مجازی نسبت کے طور سے جمع کا صیغہ مستعمل ہوا، عبداللہ بن مغفل کی روایت میں ہے:(هذا ما صالح محمد رسول الله أهل مكة)۔

(لو نعلم أنك رسول الخ) یوسف کی روایت میں مزید یہ بھی ہے:(و لبايعناك) نسائی کی احمد بن سلیمان عن عبید اللہ بن موسی شیخ بخاری کے حوالے سے روایت میں:(ما منعناك بيته) ہے شعبہ عن ابی اسحاق کی روایت میں ہے اگر ہم آپکو رسول جانتے ہوئے تو لڑائی ہی کیوں کرتے۔(ولكن أنت محمد الخ) حدیثِ انس اور اسی طرح مرسلِ عروہ میں ہے اپنا اور اپنے والد کا نام لکھئے، عبداللہ بن مغفل کی روایت میں ہے، لکھے:(هذا ما صالح عليه محمد بن عبد الله بن عبد المطلب)۔

(امح رسول الله الخ) یعنی یہ جملہ مٹا دو، نسائی کی علقمہ بن قیس عن علی سے روایت میں ہے، کہتے ہیں حدیبیہ کے دن میں آنجناب کا کاتب تھا تو لکھا(هذا ما صالح عليه محمد رسول الله) اس پر سہیل نے مذکورہ اعتراض کیا اور کہا رسول اللہ کا لفظ مٹا ڈالو، میں نے کہا وہ بخدا اللہ کے رسول ہیں اگرچہ تمہاری ناک خاک آلود ہو، واللہ میں اسے کبھی نہ مٹاؤں گا گویا حضرت علی سمجھے کہ مٹانے کا حکم نبوی متحتم نہیں لہذا امتثال سے ممتنع رہے (دراصل یہ انکا اندازِ محبت وعقیدت اور فرطِ ادب کا مظاہرہ ہے اور اس قسم کی صورتحال اور مقامات میں ظاہری طور واطوار اور قیل وقال پر دھیان نہیں ہوتا) آگے روایتِ یوسف میں آ رہا ہے کہ جب انہوں نے اپنے ہاتھ سے رسول اللہ کا لفظ مٹانے سے انکار کیا تو آنجناب نے فرمایا مجھے دکھلاؤ چنانچہ انہوں نے آپکو دکھلایا تو آپ نے اپنے ہاتھ مبارک سے اسے محو کر دیا، نسائی کی حدیثِ علی میں مزید یہ بھی ہے کہ آپ ان سے کہنے لگے ایک دن آئے گا تمہیں اس سے بھی ناگوار کام کرنا پڑیں گے بقول ابن حجر یہ یوم الحکمین کی طرف اشارہ تھا (کہ بادلِ نخواستہ انکے فیصلہ کیلئے اظہارِ رضامندی کرنا پڑا) چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

(ليس يحسن يكتب) الصلح میں عبید اللہ بن موسی سے اسی اسناد کے ساتھ یہ روایت گزری ہے وہاں یہ جملہ موجود نہ تھا اسی لئے بعض متاخرین نے ابومسعود کے بخاری کی طرف اسکی تخریج کی نفی کر دی اور کہا بخاری ومسلم دونوں کے ہاں یہ جملہ موجود نہیں، مسلم کی نسبت تو ان کا کہنا درست ہے انہوں نے زکریاء بن ابوزائدہ عن ابواسحاق کے طریق سے یہ عبارت نقل کی ہے:(فأراه مكانها

فمحاها و کتب : ابن عبد الله) لیکن بخاری کی اس روایت میں یہ ثابت ہے اسی طرح نسائی کی احمد بن سلیمان عن عبید اللہ بن موسی سے روایت میں بھی موجود ہے اس روایت کے ظاہر سے استدلال کرتے ہوئے ابو ولید باجی نے دعوی کیا کہ نبی اکرم نے یہ جملہ اپنے دست مبارک سے لکھا اس کے بعد کہ (قبل ازیں) آپ اچھا نہ لکھ سکتے تھے (گویا انکا ادعاء تھا کہ آنجناب آخری حیات میں امی نہ رہے تھے بلکہ لکھنا جان گئے تھے) اسی لئے ان کے زمانہ کے علمائے اندلس نے ان کی سخت تردید و تشنیع کی اور انہیں زندقہ کا مرتکب قرار دیا حتی کہ ایک قائل کہہ اٹھا:(برئت ممن شری دنیا بآخرة وقال إن رسول الله قد کتب) ایسا طوفان اٹھا کہ حاکمِ اندلس نے علامہ باجی سمیت ان تمام علماء کو جمع کر کے مناظرہ کرایا جس میں علامہ باجی (جو شارح مؤطا ہیں) اپنی وسعتِ علم کے باوصف غالب رہے، انہوں نے امیر سے کہا میری یہ بات قرآن کے منافی نہیں بلکہ قرآن کے مفہوم سے یہ اخذ ہوتا ہے کہ ورودِ قرآن سے قبل آنجناب لکھنا پڑھنا نہ جانتے تھے کیونکہ وہ کہتا ہے:(وَمَا كُنتَ تَتْلُو مِن قَبْلِهِ مِن كِتَابٍ وَلَا تَخُطُّهُ بِيَمِينِكَ)[العنکبوت:۴۸] کہ آپ قبل ازیں نہ کوئی کتاب پڑھ سکتے اور نہ لکھ سکتے تھے اور (بعد أن تحققت أمیته) اور معجزہ کے تقرّر اور ارتیاب سے امن ہو جانے کے بعد کوئی مانع نہیں کہ آپ نے بغیر کسی سے سیکھے لکھنا پڑھنا جان لیا تھا اور یہ آپکا ایک معجزہ تھا، ابن دحیہ ذکر کرتے ہیں کہ انکا یہ مناظرہ سن کر علماء کی ایک جماعت ان کی ہمنوا بن گئی ان میں ان کے شیخ ابوذر ہروی (صحیح بخاری کے ایک مشہور ناقل) ابو فتح نیشاپوری اور متعدد علمائے افریقا وغیرہ، اس ضمن میں بعض کی حجت ابن ابی شیبہ اور عمر بن شبہ کی مجاہد عن عون بن عبد اللہ کے طریق سے منقول یہ روایت ہے کہ آنجناب وفات سے قبل لکھنا پڑھنا جان گئے تھے، مجاہد کہتے ہیں میں نے شعبی سے اس کا تذکرہ کیا تو کہنے لگے صحیح کہا میں نے بھی یہ سنا ہے، سہل بن حنظلہ سے روایت ہے کہ آنجناب نے امیر معاویہ کو حکم دیا کہ اقرع اور عیینہ کیلئے پروانہ لکھ دو، عیینہ کہنے لگا:(أ ترانی أذهب بصيحيفة المتلمس)۔(متلمس ایک جاہلی شاعر تھا مشہور شاعر طرفہ کا ماموں، دونوں نے ایک بادشاہ کی مدح کہی اس نے دونوں کو الگ الگ خط دے کر کہا فلاں کے پاس جاؤ وہ تمہیں انعام دے گا، متلمس نے راستے میں کسی سے پڑھوایا تو اس میں تھا حاملِ ہذا کو قتل کردو، اس نے طرفہ سے کہا تمہارے خط میں بھی یہی ہوگا مگر وہ بولا نہیں میرے لئے وہ یہ نہیں لکھ سکتا، چنانچہ وہ مکتوب الیہ کے پاس پہنچا جس نے خط کی عبارت پڑھ کر اسے قتل کردیا) یہ سن کر نبی اکرم نے تحریر پر نظر ڈالی اور فرمایا اس میں وہی لکھا ہے جس کا تمہارے لئے حکم دیا ہے، یونس کہتے ہیں اس سے ہمارا خیال ہے کہ نبی اکرم نزولِ قرآن کے بعد لکھنا جان گئے تھے، عیاض لکھتے ہیں آثار بتلاتے ہیں کہ آپ کو حروف الخط اور ان کے حسنِ تصویر کی معرفت ہوگئی تھی ایک مرتبہ اپنے کاتب سے فرمایا تھا قلم کو اپنے کان پر لگائے رکھو:(فإنه أذکَرُ لَك) حضرت معاویہ (جو آپکے کاتبینِ وحی میں شامل تھے) سے فرمایا تھا:(ألقِ الدواةَ وحرِّفِ القلم و أقِمِّ الباء وفَرِّقِ السين ولا تُعوِدِ الميم)(یعنی قلم کو اچھی طرح تراشا کرو اور باء سین وغیرہ صاف صاف لکھا کرو) نیز فرمایا (لا تمد بسم الله)، کہتے ہیں اگرچہ یہ ثابت نہیں کہ بالفعل آپ نے لکھا بھی لیکن کچھ بعید نہیں کہ وضعِ کتاب کا علم ودیعت کر دیا گیا ہو کہ آپکو ہر شئ کا علم عطا کیا گیا تھا

جمہور کا جواب یہ ہے کہ مذکورہ سب روایات ضعیف ہیں، قصہ حدیبیہ کی بابت ان کا موقف یہ ہے کہ قصہ ایک ہے کاتب حضرت علی تھے اور حدیثِ مسور میں صراحت سے ہے کہ انہی نے کتابت کی تو روایت کا یہ جملہ (ولیس یحسن یکتب) اس امر پر محمول ہوگا کہ آپ نے (أرنی إیاها) اسی وجہ سے کہا تھا کہ آپ کتابت نہ جانتے تھے لہذا اس کے بعد جو (کتب) ہے یہ کچھ کلامِ

محذوف کے بعد ہے یعنی محوکر کے صحیفہ حضرت علی کو دیا تا کہ سفیرِ مکہ کے کہے کے مطابق عبارت لکھیں، ابن تین نے اسی پر جزم کیا اور کتب کو أی (أمربالکتابة) کے معنی پر محمول قرار دیا ہے،اس کی مثالیں کثیر ہیں جیسے (کتب إلی کسری) اور (کتب إلی قیصر)، اگر اسے ان کے ظاہری معنی پر بھی محمول کیا جائے تب بھی اس دن یہ چند الفاظ لکھنے سے یہ نہیں کیا جائے گا کہ آپ قراءت وکتابت سے واقف اور امیت سے نکل گئے تھے کیونکہ پڑھنے لکھنے سے ناخواندہ کثیر حضرات بعض کلمات وحروف کی کتابت یا انہیں مصوَر کر لیتے ہیں خصوصا ناموں کو تو ہر کوئی لکھ لیتا ہے (پھر اپنا نام) ابن حجر مثال دیتے ہوئے لکھتے ہیں (ککثیر من الملوك)، یہ بھی محتمل ہے کہ آپکے ہاتھ مبارک کا نام نامی لکھنا جریانِ معجزہ کے طور پہ ہو اس سے صفتِ امیت زائل نہیں ہوئی ابوجعفر سمنانی جو اشاعرہ کے یکے از ائمہِ اصول ہیں، نے یہی رائے اختیار کی ہے سہیلی وغیرہ نے ان کا تعاقب کیا ہے کہ یہ اگر چہ دائرۂ امکان میں ہے مگر یہ رائے اختیار کرنا آپکی صفتِ امیت کے مناقض ہے اور یہ صفت آپ کیلئے لازوال حیثیت رکھتی اور اس کے ساتھ حجت قائم، جاحد مُفحَم اور شبہ منحسم ہوتا ہے،اگر یہ قرار دیں کہ بعد ازاں لکھنا پڑھنا جان گئے تھے تو شبہ عود کر سکتا اور معاند کہہ سکتا ہے کہ آپ شروع ہی سے بخوبی لکھنا پڑھنا جانتے تھے لیکن اتنا عرصہ یہ بات چھپائے رکھی، سہیلی لکھتے ہیں مستحیل ہے کہ معجزات ایک دوسرے کے متناقض ہوں حق یہ ہے کہ یہاں (کتب) سے مراد یہی ہے کہ حضرت علی سے لکھوایا، ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں صرف نام لکھ دینے سے یہ دعوی کرنا کہ یہ آپکے معجزہِ امیت کے برخلاف اور متناقض ہے، سخت محلِ نظر ہے۔

(و أن لا یخرج من أھلھا بأحد الخ) حدیثِ انس میں ہے اس پر حضرت علی نے نبی اکرم سے کہا یہ بھی لکھ دوں؟ فرمایا ہاں۔(فلما دخلھا) اگلے سال۔(و مضی الأجل) بقول کرمانی یعنی گزرنے کے قریب ہوئی تا کہ آپ پر وعدہ خلافی کا الزام نہ آئے۔ (فخرج النبی) یوسف کی روایت میں ہے حضرت علی نے نبی پاک کے سامنے ان کا ذکر کیا تو فرمایا ہاں چلتا ہوں، مغازی ابوالأسود میں عروہ سے منقول ہے کہ چوتھے دن سہیل بن عمرو اور خویطب بن عبدالعزی آئے اور کہنے لگے آپ کو اللہ اور اس معاہدہ کا واسطہ کہ یہاں سے اب رخصت ہوں! حضرت سعد بن عبادہ نے کچھ بولنا چاہا مگر نبی اکرم نے انہیں خاموش کرایا اور چلنے کی ہدایت دی تو یہاں چوتھے دن سے مراد یہ ہے کہ مثلا یہ وہی وقت تھا جب تین دن قبل داخل ہوئے تھے، یہ نہیں کہ چوتھا دن یا اسکا کچھ حصہ گزر گیا تھا۔

علامہ انور روایت کے الفاظ (فکتب ھذا ما قاضی الخ) کے تحت لکھتے ہیں کہ کتابت کی یہاں آنجناب کی طرف اسناد میں یہ بحث ہے کہ آیا یہ اسناد الی مباشر ہے؟ (یعنی آیا خود یہ کام کیا) یا الی آمر ہے (یعنی کتابت کا حکم دیا) دوسرے لفظوں میں اسنادِ مجازی (جیسے کہا جائے صدر ایوب نے اسلام آباد تعمیر کیا) کہتے ہیں معاملہ ابھی تک منفصل نہیں ہو سکا اس ضمن میں قاضی ابوالولید باجی ابتلاء میں پڑے جو مدعی تھے کہ یہ کلمات خود آنجناب نے لکھے تھے، کہتے ہیں میری نظر میں راوی کے اگلے الفاظ (و لیس یحسن یکتب) اسکی تائید کرتے ہیں اگر چہ اس سے بھی معاملہ واضح نہیں ہوتا کیونکہ یہ رواۃ کی تعبیر ہے جو ہر طریقہ سے کر دیتے ہیں لہذا اس پر کسی مسئلہ کی بناء نہیں کی جا سکتی اور نہ کوئی امر منقض کیا سکتا ہے اور معاملہ اس وقت تک منکشف نہیں ہو سکتا جب تک (کتبَ) کی اسناد کا معاملہ منکشف نہ ہو جو نہیں ہے، بالجملہ قاضی مذکور نے جب یہ دعوی کیا تو مالکیہ نے انکے قتل کا فتوی لگا دیا تھا کیونکہ وہ اس باب میں نہایت متشدد تھے، الزام دھرا کہ یہ ان کی طرف سے آنجناب کی گستاخی ہے کیونکہ قرآن تو انہیں امی کے لقب سے یاد کرتا ہے اور کتابت اس کے برخلاف ہے، کہتے ہیں اس مجلس میں حاضر ایک سرکردہ شخص انکی حمایت میں کھڑا ہوا اور کہا تمہارا ان کے قتل کا فتوی دینا بلا جواز ہے کیونکہ

وہ تو اسے آنجناب کا معجزہ قرار دیتے ہیں (اور معجزہ کا ظہور تو دم بھر کیلئے ہوتا ہے گویا اگر بالفرض نبی اکرم نے خود بھی لکھا ہے تو یہ بطورِ معجزہ کے تھا یہ نہیں کہ اس کے بعد آپکی کتابت وقراءت کا سلسلہ جاری رہا تھا) اور یہ ادعائے قرآن کہ آپ امی ہیں، کے مخالف نہیں، اس طریقہ سے انکی جان چھوٹی۔

(فتبعته ابنة حمزة) بخاری نے اس سند سے ای طرح یعنی سابقہ قصہ پر معطوف کرتے ہوئے اسے نقل کیا ہے حاکم نے بھی اکلیل میں اور بیہقی نے سعید بن مسعود عن عبید اللہ بن موسی کے حوالے سے اسی طرح ذکر کیا ہے، بیہقی مدعی ہیں کہ اس میں ادراج ہے کیونکہ زکریاء بن ابوزائدہ نے ابواسحاق سے متصلا اسے روایت کیا، مسلم اور اسماعیلی نے بھی قصہ اولی ابواسحاق کے حوالے سے حضرت علی سے روایت کیا، اس طرح اسود بن عامر نے بھی اسرائیل سے، احمد نے دونوں قصے اپنی سند سے لیکن بالاختصار، نقل کئے ہیں، بیہقی کہتے ہیں عبید اللہ بن موسی نے بھی حضرت علی سے بنت حمزہ کا قصہ نقل کیا ہے (یعنی علیحدہ طور پر) بقول ابن حجر اسے ابن حبان نے بحوالہ حسن بن سفیان عن ابی بکر بن ابوشیبہ عن عبید اللہ بن موسی، تخریج کیا البتہ بالاختصار ہے اسی طرح ہیثم بن کلیب نے بھی اپنی مسند میں حسن بن علی بن عفان عن عبید اللہ کے حوالے سے، انکا سیاق ابن حبان کے نقل کردہ سیاق سے اتم ہے، ابوداؤد نے بطریقِ اسماعیل بن جعفر عن اسرائیل بنت حمزہ کا قصہ حضرت علی کے واسطہ سے نقل کیا ہے اس کے الفاظ ہیں: (لما خرجنا من مكة تبعتنا بنت حمزة) اسی طرح احمد نے حجاج بن محمد و یحیی بن آدم دونوں اسرائیل سے، کے حوالے سے نقل کیا ہے، ابن حجر لکھتے ہیں میری نظر میں اس روایت میں کوئی ادراج نہیں اور یہ کہ یہ حدیث اسرائیل کے پاس، اسی طرح عبید اللہ کے پاس دونوں اسناد کے حوالے سے ہے لیکن وہ پہلے قصہ کے ضمن میں حدیثِ براء کے حوالے سے اتم جبکہ دوسرے قصہ کے حوالے سے حدیثِ علی میں اتم ہے، اس کا بیان یہ ہے کہ بیہقی کے ہاں زکریاء عن ابی اسحاق عن البراء سے ہے کہ نبی اکرم نے مکہ میں تین دن قیام کیا تیسرے دن انہوں نے حضرت علی سے کہا یہ شروط کے مطابق آخری دن ہے لہذا آپ نبی اکرم سے کہیں کہ جانے کی تیاری کریں، وہ آئے آپ نے فرمایا ہاں ٹھیک ہے ابواسحاق کہتے ہیں مجھے ہانئ بن ہانئ اور ہبیرہ نے حضرت علی کے حوالے سے بنت حمزہ کا قصہ بیان کیا جو بابِ ہذا کی روایتِ براء میں مذکور اسی قصہ سے اتم ہے آگے اثنائے شرح اسکی وضاحت آئے گی، اسماعیلی نے بھی حسن بن سفیان عن ابوبکرۃ بن ابی شیبہ (شائد یہ ابوبکر ہے) عن عبید اللہ بن موسی کے طریق سے قصہِ بنتِ حمزہ حضرت براء سے نقل کیا ہے تو اس سے واضح ہوا کہ عبید اللہ، اسی طرح ابوبکر بن ابوشیبہ کے پاس یہ قصہ دونوں اسناد کے ذریعہ ہے، ابن سعد نے بھی عبید اللہ سے دونوں کے حوالے سے اکھٹے اس کی تخریج کی ہے۔

بنت حمزہ کا نام عمارہ تھا، فاطمہ، امامہ، امۃ اللہ اور سلمی بھی کہا گیا ہے مگر اول ہی مشہور ہے حاکم نے اکلیل اور ابوسعید نے شرف المصطفی میں ابن عباس سے بسند ضعیف نقل کیا ہے کہ نبی اکرم نے حضرت حمزہ اور حضرت زید کے مابین مواخات قائم کی تھی (یعنی اسی اخوت کے پیش نظر انہوں نے جعفر وعلی سے تخاصم کیا) اس میں ہے کہ عمارہ اپنی والدہ کے ہمراہ مکہ میں تھیں۔ (تنادي يا عم) گویا آنجناب سے مخاطب ہوتے ہوئے اجلالاً یا عم کیا (کیونکہ عمر میں آپ کی بیٹیوں کے برابر تھی حضرت حمزہ جو رشتہ میں اگرچہ آپ کے چچا تھے مگر عمر میں تقریبا برابر اور آپ کے رضاعی بھائی بھی تھے) ممکن ہے اسی رضاعی اخوت کے مدنظر اس نے یا عم کہا ہو، حضرت علی نے بھی اس کے ان الفاظ کی تقریر کرتے ہوئے حضرت فاطمہ کو اس کی بابت ہدایت ہے دیتے ہوئے کہا: (دونك ابنة عمك) ابوسعید بکری کے دیوانِ حسان بن ثابت میں ہے کہ حضرت علی نے انہیں پکڑ کر حضرت فاطمہ کے حوالے کیا اور یہ الفاظ کہے، ذکر کرتے ہیں کہ علی،

جعفر اور زید کا یہ مذکورہ تخاصم مرِ ظہران پہنچ کر ہوا تھا۔ (دونك) اسمائے افعال میں سے ہے بمعنی (خذ)۔

(حملتها) اکثر کے ہاں یہی فعل ماضی کا صیغہ ہے گویا فاء ساقط ہے بقول ابن حجر نسائی کی اسی بخاری والی سند کے ساتھ روایت میں فاء موجود ہے اسی طرح ابوداؤد کی اسماعیل بن جعفر عن اسرائیل سے روایت میں، احمد کی حدیثِ علی میں بھی ابو ذر کی سرخسی اور کشمیہنی سے منقولہ نسخۂ بخاری میں (حمليها) میم مشدد اور یاء کے ساتھ ہے بطور فعلِ امر، کشمیہنی کے نسخہ میں اصیلی کی اسی روایت میں یہاں (احمليها) ہے حاکم کے مرسلِ حسن میں ہے حضرت علی نے حضرت فاطمہ سے جو ہودج میں تھیں، کہا (أمسكيها عندك) اسے بھی اپنے پاس بٹھا لو، ابن سعد کے مرسلِ محمد الباقر بن علی بن حسین میں سندِ صحیح کے ساتھ مذکور ہے کہ بنت حمزہ آدمیوں کے درمیان چلی آرہی تھی کہ حضرت علی نے اس کا ہاتھ تھام کر حضرت فاطمہ کے پاس ہودج میں بٹھلا دیا۔

(فاختصم فيها الخ) یعنی اس بابت جھگڑا کیا کہ وہ کس کے ہاں رہے گی، یہ خصومت مدینہ پہنچ جانے کے بعد ہوئی تھی احمد و حاکم کی حدیث میں اس کی صراحت موجود ہے، سیرت ابوالأسود میں عروہ سے منقول ہے کہ جب مدینہ سے قریب ہوئے تو حضرت زید جو کہ حضرت حمزہ کے وصی اور (دینی) بھائی تھے، نے بات چھیڑی، یہ سابقہ کے منافی نہیں اصل خصومت پھر آنجناب کے ہاں اس کا تصفیہ بعد ازاں مدینہ پہنچ کر ہوا، مغازی سلیمان تیمی میں ہے کہ نبی اکرم جب اپنے رحل کے پاس آئے تو دیکھا کہ بنت حمزہ وہاں بیٹھی ہوئی ہے فرمایا: (ما أخرجك؟) کس نے تمہیں نکالا؟ (یعنی کس کے کہنے پہ مکہ سے چلی آئی ہو) کہا (رجل من أهلك) نبی پاک نے اس کے اخراج کا حکم نہ دیا تھا، ابوداؤد کی حدیثِ علی میں ہے کہ زید بن حارثہ نے اسے مکہ سے چلے آنے کو کہا تھا، حدیثِ ابن عباس مذکور میں ہے حضرت علی کہنے لگے آپ اپنی بنت عم کا مشرکوں کے ہاں رہنا منظور کریں گے؟ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کی والدہ ابھی اسلام نہ لائی تھیں لیکن ابن عباس کی روایت میں مذکور ہے کہ وہ سلمی بنت عمیس تھیں جن کا صحابیات میں شمار کیا گیا ہے اور اگر ابن عباس کی یہ روایت ثابت نہیں تو ممکن ہے وہ فوت ہو چکی ہوں، ابن حجر کہتے ہیں ان کا چلے آنا اس لئے ممکن ہوا کہ معاہدہ کی شرائط میں تھا اگر کسی کے طلب گار پہنچ گئے تو واپس کرنا ہوگا اور ان کا کوئی والی وارث واپسی کا مطالبہ کرنے نہ آیا تھا، یہ بھی جیسا کہ الشروط میں گزرا اور آگے التفسیر میں بھی آئے گا کہ مسلمان عورتیں اس شرط سے مستثنی تھیں (پہلے ذکر ہوا کہ اولا وہ بھی اس شرط کے تحت تھیں بعد ازاں سورۃ الممتحنۃ نازل ہونے کے بعد آنجناب نے اہل مکہ کو کہلوا دیا کہ عورتیں اس سے مستثنی ہیں) ابوسعید سکری کی روایت میں ہے کہ حضرت فاطمہ حضرت علی سے کہنے لگیں نبی اکرم اس امر کے پابند ہیں کہ ان میں سے جو آئے لوٹا دیں، حضرت علی نے کہا یہ ان میں سے تو نہیں بلکہ ہم میں سے ہیں۔

(فاختصم الخ) ابن سعد کی روایت میں ہے کہ ان کی آوازیں سن کر نبی اکرم نیند سے بیدار ہوئے۔ (فقال على الخ) ابوداؤد کی حدیثِ علی میں یہ بھی ہے: (وعندى ابنة رسول الله ﷺ وهي أحق بها)۔ (و خالتها تحتى) حاکم کی روایت میں (عندى) کا لفظ ہے، اسماء بنت عمیس کی طرف اشارہ تھا احمد کی حدیثِ علی میں نام کی صراحت ہے تو اسی وجہ سے آنجناب کے فیصلہ کے مطابق حضرت جعفر کا پلڑا بھاری رہا کہ عمارہ کی ان کے ساتھ بھی اور ان کی بیوی کے ساتھ بھی قرابت داری ہے۔ (فقضى بها النبى الخ) ابن عباس کی حدیثِ مذکور میں ہے کہ (جعفر أولى بها) ابوسعید سکری کی روایت میں ہے: (ادفعاها إلى جعفر فإنه أوسع منكم) کہ وہ تم سے زیادہ خوشحال ہیں، گویا یہ تیسرا سبب ہوا (جن کے مدنظر حضرت جعفر کے حق میں فیصلہ دیا)۔

(الخالة بمنزلة الأم) یعنی اس حکمِ خاص میں کیونکہ وہ اس ماں جیسی شفقت اور مہربانی کا سلوک کر سکتی ہے اس سے یہ استدلال کرنا۔ جو بعض نے کیا۔ غلط ہے کہ خالہ کا بھی وراثت میں حصہ ہے حدیثِ علی اور مرسلِ باقر میں یہ الفاظ ہیں:(الخالة والدة وإنما الخالة أم) تو مراد یہ نہیں حقیقی ماں ہے اس سے اخذ کیا جا سکتا ہے کہ حضانت میں خالہ پھوپھی پر فائق ہے کہ حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب بھی حیات تھیں (مگران کے حوالے نہ کیا) اور اگر خالہ کا حق پھوپھی کے حق سے فائق ہے جو عورتوں کے عصبات میں سے اقرب ہے تو بقیہ پر تو بالأولیٰ مقدم ہوگی، یہ اخذ بھی کیا جا سکتا ہے کہ والدہ کے اقارب والد کے اقارب پر مقدم ہیں مسند احمد کی ایک روایت میں ہے کہ پھوپھی حضانت کے ضمن میں خالہ پر مقدم ہے اس قصہ کا یہ جواب دیا ہے کہ حضرت صفیہ نے انکی حوالگی کا تو مطالبہ ہی نہ کیا تھا، اگر کہا جائے کہ یہ مطالبہ تو خالہ نے بھی نہ کیا تھا تو اسکا جواب دیا جائے گا کہ ان کے شوہر نے تو کیا تھا (یعنی ان کی رضا شامل ہوگی)۔

اس واقعہ سے صلہ رحمی کی تعظیم وفضیلت عیاں ہوتی ہے کہ کس طرح کبار صحابہ کرام اس کے لئے سعی کرتے اور آپس میں جھگڑا کرتے نظر آتے ہیں، یہ بھی ظاہر ہوا کہ ثالث فریقین کے سامنے فیصلہ کی وجوہات بیان کرے، یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر حاضنہ محضون کے رشتہ دار سے شادی کر لے تو اس کی حضانت ساقط نہ ہوگی اگر محضونہ خاتون ہے، یہ بات احمد نے ظاہرِ حدیث سے اخذ کرتے ہوئے کہی ہے ان سے ایک قول یہ بھی منقول ہے کہ اس ضمن میں مذکر ومؤنث کا کوئی فرق نہیں، محرم ہونا بھی شرط نہیں البتہ قابلِ اعتماد ضرور ہونا چاہئے، حضانت تبھی ساقط ہوگی اگر کسی اجنبی سے شادی کرے گی، شافعیہ اور مالکیہ سے معروف یہ ہے کہ ان کے ہاں شرط ہے کہ (کون الزوج جدا للمحضون)، اس قصہ کا یہ جواب دیا ہے کہ پھوپھی نے تو مطالبہ ہی نہ کیا تھا اور زوج انکی اپنے ہاں اقامت پر راضی تھا اور تینوں طالبِ حضانت متزوجہ تھیں، جانبِ جعفر اس لئے راجح ہوئی کہ ان کی زوجہ محضون کی خالہ تھیں۔

(أنت منی و أنا منك) یعنی نسب، صہر، مسابقت، محبت اور ان جیسے مزایا میں! صرف قرابت مقصود نہ تھی کہ وہ تو حضرت جعفر کے ساتھ بھی تھی (اور اسی معیار کی)۔ (أشبهت خلقي وخلقي) پہلا لفظ بفتح الخاء اور دوسرا بضم الخاء ہے ابن سعد کے مرسلِ ابن سیرین میں ہے:(أشبهَ خلقُك بخلقي و خلقك بخلقي) یہ حضرت جعفر کی ایک عظیم منقبت ہے، آنجناب سے صورت میں مشابہ حضرات کئی ایک ہیں جن کی تفصیل مناقب الحسن میں گزر چکی ہے۔

(أنت أخونا) یعنی ایمان کی جہت سے۔(ومولانا) کہ وہ آپ کے آزاد کردہ تھے۔ (آزاد کردہ غلام مولی کہلاتا تھا) تو اس طرح نبی مکرم نے تینوں اصحاب کی تطییبِ خاطر کی اور فیصلہ حضرت جعفر کے حق میں کرنے کی وجہ بیان فرما دی، احمد کی حدیثِ علی نیز مرسلِ محمد الباقر میں ہے کہ اس فیصلہ کے بعد حضرت جعفر اٹھے اور نبی اکرم کے گرد دائرہ کی شکل میں پھرے اور حجل کیا (اس کی تشریح آگے آتی ہے) آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ عرض کی حبشہ میں نجاشی کے دربار میں ملاحظہ کیا کہ کسی شخص کو اس کی طرف سے خوش ملتی تو وہ اس کے گرد چکر لگاتا اور حجل کرتا ہے، ابن عباس کی حدیث میں بھی یہ مذکور ہے حدیثِ علی مذکور میں ہے کہ تینوں صحابہ نے ایسا کیا، ابن حجر کہتے ہیں حجل حائے مفتوح اور کسرِ جیم کے ساتھ، کا معنی یہ ہے کہ ایک پاؤں پہ کھڑے ہونا جو ایک ہیئتِ مخصوصہ میں رقص ہے (یعنی مخصوص انداز میں خوشی کا اظہار، اس سے بظاہر جسم کی ایسی حرکات جن سے شہوانی جذبات کو اپیل نہ ہوتی ہو جیسے فوجیوں کی مشقیں یا سکول ومدرسہ کے بچوں کی ورزشیں ممنوع نہیں، اردو میں اسے خوشی سے جھوم جانا، سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے)۔

(إنها بنت أخي الخ) یعنی رضاعی بھائی، یہ بھی اسی سند کے ساتھ موصول ہے نسائی کی روایت میں (فقال علي الخ)

ہے ابوسعید سکری کی روایت میں مزید یہ تفصیل بھی ہے کہ حضرت جعفر غزوہ مؤتہ کیلئے جاتے وقت جہاں وہ شہید ہو گئے تھے، حضرت علی کو وصیت کر گئے تھے کہ اس کی نگہداشت کرنا چنانچہ بعد میں انہی کے ہاں رہی حتی کہ جوان ہو گئی تب انہوں نے آنجناب کو یہ مذکورہ گزارش کی، رضاعت کی بابت باقی بحث کتاب النکاح میں ہوگی۔

4252 - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا سُرَيْجٌ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ ما أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ خَرَجَ مُعْتَمِرًا فَحَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْبَيْتِ فَنَحَرَ هَدْيَهُ وَحَلَقَ رَأْسَهُ بِالْحُدَيْبِيَةِ وَقَاضَاهُمْ عَلَى أَنْ يَعْتَمِرَ الْعَامَ الْمُقْبِلَ وَلاَ يَحْمِلَ سِلاَحًا عَلَيْهِمْ إِلاَّ سُيُوفًا وَلاَ يُقِيمَ بِهَا إِلاَّ مَا أَحَبُّوا فَاعْتَمَرَ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ فَدَخَلَهَا كَمَا كَانَ صَالَحَهُمْ فَلَمَّا أَنْ أَقَامَ بِهَا ثَلاَثًا أَمَرُوهُ أَنْ يَخْرُجَ ، فَخَرَجَ . (سابق) طرفه 2701 -

یہ روایت محمد بن رافع کے حوالے سے ہی الصلح میں بھی گزر چکی ہے یہاں کا سیاق ان کے رفیق کا ہے، سریج جو ابن نعمان ہیں، بھی امام بخاری کے شیوخ میں سے ہیں۔ (وحدثني محمد بن الحسين) یہ ابن اشکاب وابوجعفر سے معروف تھے ان کے والد مکنّٰی بأبی علی تھے، خراسانی ہیں بغداد میں رہائش اختیار کی ابو یوسف کے مصاحب بنے بخاری نے ان کا بھی زمانہ پایا تھا۔ یہ ۲۱٦ھ میں فوت ہوئے تھے بخاری میں ان کی اور ان کے بیٹے کی یہی ایک روایت ہے۔

(إلا ما أحبوا) یعنی تین دن جیسا کہ حدیثِ براء میں ہے ابن تین کا خیال ہے (ما أحبوا) روایت کے الفاظ: (ثلاثة أيام) کے متناقض ہے، تطبیق یہ دی جائے گی کہ انکی محبت تین دن تک کیلئے تھے اور چونکہ یہی معاملہ ہوا تو راوی نے دوسری جگہ صراحت سے ذکر کر دیا، ابن حجر اضافہ کرتے ہیں کہ دراصل (ما أحبوا) مجمل ہے جس کی (ثلاثة أيام) کے ساتھ دوسری روایت میں تبیین کر دی۔

4253 - حَدَّثَنِي عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ دَخَلْتُ أَنَا وَعُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ الْمَسْجِدَ فَإِذَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ جَالِسٌ إِلَى حُجْرَةِ عَائِشَةَ ثُمَّ قَالَ كَمِ اعْتَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ قَالَ أَرْبَعًا (إِحْدَاهُنَّ فِي رَجَبٍ) طرفه 1775 4254 - ثُمَّ سَمِعْنَا اسْتِنَانَ عَائِشَةَ قَالَ عُرْوَةُ يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ أَلاَ تَسْمَعِينَ مَا يَقُولُ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ اعْتَمَرَ أَرْبَعَ عُمَرٍ فَقَالَتْ مَا اعْتَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ عُمْرَةً إِلاَّ وَهُوَ شَاهِدُهُ وَمَا اعْتَمَرَ فِي رَجَبٍ قَطُّ . (جلد دوم ص: ٦٧٥ میں ترجمہ موجود ہے) طرفاه 1776، 1777

اس کی متعلقہ ساری بحث ابواب العمرۃ میں گزر چکی ہے۔ علامہ انور (وما اعتمر فی رجب قط) کے تحت کہتے ہیں یہاں رجب منصرف ہے کیونکہ متعین رجب مراد نہیں یہ (جاء نی عمر و عمر آخر بعینه) والا مسئلہ ہے۔

4255 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ سَمِعَ ابْنَ أَبِي أَوْفَى يَقُولُ لَمَّا اعْتَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ سَتَرْنَاهُ مِنْ غِلْمَانِ الْمُشْرِكِينَ وَمِنْهُمْ أَنْ يُؤْذُوا

رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ .(ترجمہ کیلئے جلد دوم ص:۵۲۶)أطرافه 1600، 1791، 4188

(أن يؤذوا رسول الخ) علی نے سفیان سے یہی الفاظ نقل کئے ہیں جبکہ ابن ابی عمر نے سفیان سے یہ عبارت نقل کی : (فكنا نستره من السفهاء والصبيان مخافة أن يؤذوه) اسے اسماعیلی نے تخریج کیا،حمیدی کی اسحاق بن ابواسرائیل عن سفیان سے روایت میں:(من صبيان أهل مكة) ہے ابواب العمرۃ میں ابن ابی اوفی ہی کے حوالے سے اس سے اتم سیاق گزرا ہے۔

4256 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ هُوَ ابْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَأَصْحَابُهُ فَقَالَ الْمُشْرِكُونَ إِنَّهُ يَقْدَمُ عَلَيْكُمْ وَفْدٌ وَهَنَهُمْ حُمَّى يَثْرِبَ وَأَمَرَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَرْمُلُوا الأَشْوَاطَ الثَّلاَثَةَ وَأَنْ يَمْشُوا مَا بَيْنَ الرُّكْنَيْنِ وَلَمْ يَمْنَعْهُ أَنْ يَأْمُرَهُمْ أَنْ يَرْمُلُوا الأَشْوَاطَ كُلَّهَا إِلاَّ الإِبْقَاءُ عَلَيْهِمْ وَزَادَ ابْنُ سَلَمَةَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ لِعَامِهِ الَّذِى اسْتَأْمَنَ قَالَ ارْمُلُوا لِيَرَى الْمُشْرِكُونَ قُوَّتَهُمْ وَالْمُشْرِكُونَ مِنْ قِبَلِ قُعَيْقِعَانَ .طرفه 1602

یہ اسی سند ومتن کے ساتھ کتاب الحج (جلد دوم ص: ۵۲۸) میں مشروحا گزری ہے۔ (وفد) ابن سکن کے نسخہ میں (وقد) ہے مگر یہ خطا ہے۔(حمى يثرب) یہ مدینہ نبی کا جاہلی نام ہے آنجناب نے یہ استعمال کرنے سے منع فرمایا تھا ابن عباس نے مشرکین کی کلام کی حکایت میں یہ کہا (چونکہ انہوں نے یہی نام بولا تھا) اسماعیلی کی روایت میں ہے کہ اللہ نے آپکو ان کی اس کلام سے مطلع کر دیا (تبھی یہ مذکورہ ہدایت جاری فرمائی)۔

(إلا الإبقاء عليهم) یعنی تمام چکروں میں رمل کا حکم از رہِ شفقت نہ دیا قرطبی لکھتے ہیں ہم نے (إلا الإبقاء) کو بطور فاعلِ (يمنعه) مرفوع روایت کیا ہے اور منصوب بھی اس طور کے وہ مفعول لأ جلہ ہو، اس صورت میں (يمنعه) کی ضمیر آنجناب کی طرف راجع ہے۔ (يمشوا بين الركنين) یمانی رکن مراد ہیں ابو داؤد کی ایک دیگر طریق کے ساتھ روایت میں ہے کہ جب دونوں رکنوں کے درمیان جا کر قریش کی نگاہوں سے مخفی ہوتے تو چلنے لگتے اور جب سامنے آتے تو رمل کرتے، آگے ذکر آرہا ہے کہ وہ قیقعان کی جہت تھے جو شامی رکنوں والی طرف میں تھا وہاں سے سامنے والی جہت یعنی یمانی رکنوں کے مابین والی جگہ نظر نہ آتی تھی، مسلم کی روایت میں ہے کہ یہ دیکھ کر باہم کہنے لگے یہ تو پہلے سے بھی مضبوط اور قوی دکھائی پڑتے ہیں۔

4257 - حَدَّثَنِى مُحَمَّدٌ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِنَّمَا سَعَى النَّبِيُّ ﷺ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ لِيُرِىَ الْمُشْرِكِينَ قُوَّتَهُ

(جلد دوم ص:۵۶۷) طرفه - 1649

شیخ بخاری محمد بن سلام اور عمرو سے مراد ابن دینار ہیں۔ (وزاد ابن سلمة الخ) یہ حماد ہیں حماد بن زید بھی ایوب سے روایت میں انکے مشارک ہیں، یہ زیادت ذکرِ قیقعان میں متمثل ہے اسے اسماعیلی نے موصول کیا، بعض نسخوں میں ابن مسلمہ مذکور ہے جو خطا ہے۔

4258 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ

عَبَّاس قَالَ تَزَوَّجَ النَّبِیُّ ﷺ مَیْمُونَةَ وَهُوَ مُحْرِمٌ وَبَنَى بِهَا وَهُوَ حَلَالٌ وَمَاتَتْ بِسَرِفَ .
(ترجمہ کیلئے جلد دوم ص: ۷۵۵)أطرافه 1837، 4259، - 5114

4259 - وَزَادَ ابْنُ إِسْحَاقَ حَدَّثَنِی ابْنُ أَبِی نَجِیحٍ وَأَبَانُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ عَطَاءٍ وَمُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ تَزَوَّجَ النَّبِیُّ ﷺ مَیْمُونَةَ فِی عُمْرَةِ الْقَضَاءِ (سابق)أطرافه 1837، 4258، 5114

حضرت میمونہ کے ساتھ آنجناب کے نکاح کے بارہ میں کتاب النکاح میں بحث آئے گی۔ (وزاد ابن اسحاق الخ) السیر ۃ میں موصول ہے آخر میں ہے کہ حضرت عباس نے یہ نکاح کرایا تھا ابن حبان اور طبرانی کی ابراہیم بن سعد عن ابن اسحاق سے روایت میں مذکور ہے کہ اسی عمرۃ القضاء کے سفر میں یہ شادی انجام پائی، آپ حالتِ احرام میں تھے نسائی کی ایک طریقِ دیگر کے ساتھ روایتِ ابن عباس میں بھی یہی ہے، مغازی ابواسود میں عروہ کے حوالے سے ہے کہ نبی اکرم نے حضرت جعفر کو حضرت میمونہ کے پاس پیغامِ نکاح دیکر بھیجا انہوں نے اپنا معاملہ حضرت عباس کے سپرد کر دیا ان کی زوجہ ام الفضل انکی بہن تھیں تو انکے ہاتھوں یہ معاملہ طے پایا مقامِ سرف میں شبِ زفاف منائی (یعنی مدینہ واپس جاتے ہوئے) خدا کی تقدیر دیکھئے کہ یہیں ان کا پیغامِ اجل آیا اور یہیں مدفون ہوئیں، آنجناب سے قبل ابو رہم بن عبدالعزی کے حبالۂ عقد میں تھیں بعض نے اس کے بھائی حویطب کا نام ذکر کیا ہے اور بعض نے سخبر ہ بن ابورہم، ان کی والدہ کا نام ہند بنت عوف ہلالیہ ہے۔

44 - باب غَزْوَةُ مُوتَةَ مِنْ أَرْضِ الشَّأْمِ (غزوہ موتہ جوارضِ شام ہوا)

اکثر رواۃ نے موتہ کی میم پر پیش اور واوِ ساکن بغیر ہمز پڑھی ہے یہی مبرد کا جزم ہے ثعلب، جوہری اور ابن فارس وغیرہم نے ہمزہ کے ساتھ ذکر کیا ہے صاحب الواعی دونوں طرح درست قرار دیتے ہیں، ایک حدیث میں موتہ سے استعاذہ مذکور ہے جسے مفسر بالجنون کیا گیا ہے، یہ ہمزہ کے بغیر ہے۔ (من أرض الشام) بقول ابن اسحاق ارضِ بلقاء کے قریب واقع ہے بعض کے مطابق بیت المقدس سے دو مرحلوں کی مسافت پر تھا، اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ شرحبیل بن عمرو غسانی جو شام کے امرائے قیصر میں سے تھا، نے آنجناب کے ایلچی کو قتل کر ڈالا جسے آپ نے بصریٰ کے حاکم کی طرف روانہ کیا تھا سفیر کا نام حارث بن عمیر ہے، تو ان کا انتقام لینے کی غرض سے نبی اکرم نے تین ہزار صحابہ پر مشتمل لشکر زید بن حارثہ کے زیرِ قیادت روانہ کیا مغازی ابواسود میں عروہ کے حوالے سے منقول ہے کہ سن آٹھ کے ماہِ جمادی کا یہ واقعہ ہے، ابن اسحاق اور موسیٰ وغیرہما نے یہی لکھا البتہ خلیفہ نے اپنی تاریخ میں سن نو لکھا ہے۔

4260 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرٍو عَنِ ابْنِ أَبِی هِلَالٍ قَالَ وَأَخْبَرَنِی نَافِعٌ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ وَقَفَ عَلَى جَعْفَرٍ یَوْمَئِذٍ وَهُوَ قَتِیلٌ فَعَدَدْتُ بِهِ خَمْسِینَ بَیْنَ طَعْنَةٍ وَضَرْبَةٍ لَیْسَ مِنْهَا شَیْءٌ فِی دُبُرِهِ یَعْنِی فِی ظَهْرِهِ .(ترجمہ اگلی روایت میں ہے)طرفه 4261-

شیخِ بخاری ابن صالح ہیں ابن شبویہ کی فربری سے روایتِ بخاری ہے نسبت مذکور ہے ابونعیم بھی اسی پہ جزم کرتے ہیں عمرو سے ابن حارث اور ابن ابو ہلال سے مراد سعید ہیں۔ (قال و أخبرنی نافع الخ) یہ کسی شئِ محذوف پر معطوف ہے اس کی تائید آمدہ

عبارت(أنه وقف الخ) سے بھی ملتی ہے بقول ابن حجر غزوہ موتہ کا کوئی اشارہ قبل ازیں نہیں گزرا اور نہ کسی شارح نے اس طرف توجہ دلائی ہے میں نے تتبع کیا آخر اللہ تعالی نے معرفتِ مرادِ عطا کی تو سننِ سعید بن منصور کی باب (جامع الشهادتين) میں سعید بن ابی ہلال کے حوالے سے روایت ملی جس میں تھا کہ انہیں یہ بات معلوم ہوئی ہے: (بلغه) کہ ابن رواحہ نے اس غزوہ کی بابت یہ اشعار کہے ہیں، چند اشعار ذکر کئے، کہتے ہیں جب جنگ شروع ہوئی تو زید بن حارثہ مسلمانوں کے قائد و پرچم بردار تھے کچھ دیر لڑائی کے بعد وہ شہید ہو گئے پھر حضرت جعفر نے پرچم اٹھایا آخر وہ بھی جامِ شہادت پی گئے ان کے بعد ابن رواحہ نے پرچمِ اسلام تھاما (فحاد حيدة) یعنی اپنے آپ میں کچھ ہچکچاہٹ پائی تو (فی البدیہہ) یہ اشعار کہے: (أقسمتُ يانفسُ لَتنزلنه كارهةً أولتطاوعنه مالي أراكِ تَكْرهين الجنة) تجھے قسم ہے اے میرے نفس تمہیں آگے بڑھنا ہی ہوگا، پسند کرو یا نا پسند کرو، کیا تم جنت جانا برا سمجھتے ہو؟ پھر اتر کر لڑائی کی حتی کہ شہید ہو گئے اس پر پرچم خالد بن ولید نے تھام لیا اور لڑتے ہوئے مسلمانوں کو پیچھے لے گئے، ابن ابو ہلال کہتے ہیں مجھے یہ بات بھی پہنچی ہے کہ مسلمانوں نے ان تینوں شہداء کو ایک ہی قبر میں دفن کیا۔

4261 - أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ حَدَّثَنَا مُغِيرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ أَمَّرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي غَزْوَةِ مُوتَةَ زَيْدَ بْنَ حَارِثَةَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنْ قُتِلَ زَيْدٌ فَجَعْفَرٌ وَإِنْ قُتِلَ جَعْفَرٌ فَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَوَاحَةَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ كُنْتُ فِيهِمْ فِي تِلْكَ الْغَزْوَةِ فَالْتَمَسْنَا جَعْفَرَ بْنَ أَبِي طَالِبٍ فَوَجَدْنَاهُ فِي الْقَتْلَى وَوَجَدْنَا مَا فِي جَسَدِهِ بِضْعًا وَتِسْعِينَ مِنْ طَعْنَةٍ وَرَمْيَةٍ .طرفه 4260-

ابن عمر راوی ہیں کہ نبی پاک نے غزوہ مؤتہ میں زید بن حارثہ کو امیر مقرر کیا، فرمایا اگر زید شہید ہو جائیں تو جعفر امیر ہونگے، اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ امیر ہونگے، عبداللہ کہتے ہیں میں بھی اس لشکر میں شامل تھا ہم نے جنگ کے بعد حضرت جعفر کو شہیدوں میں تلاش کیا تو دیکھا کہ ان کے جسم میں تلواروں اور تیروں کے نوے سے اوپر زخم لگے ہیں۔

شیخ بخاری ابو مصعب زہری ہیں، مغیرہ سے مراد مخزومی ہیں اس کی تبیین ابو علی نے مصعب زبیری کے حوالے سے کی ہے ان کے طبقہ میں ایک مغیرہ بن عبدالرحمٰن خزامی بھی ہیں جو ان مخزومی سے اوثق ہیں، مخزومی کی بخاری میں یہی ایک روایت ہے جو از رہِ متابعت ہے، یہ امام مالک کے بعد اہلِ مدینہ کے فقیہ تھے، صدوق ہیں عبداللہ بن سعید بھی مدنی ثقہ راوی ہیں۔ (إن قتل زيد فجعفر) سیرت ابن اسحاق میں بحوالہ زہری ہے: (فجعفر بن أبي طالب أميرهم) احمد اور نسائی کے ہاں بسند صحیح عبداللہ بن جعفر سے روایت میں ہے: (إن قتل زيد فأميركم جعفر) احمد اور نسائی کی ابوقتادہ سے روایت جسے ابن حبان نے صحیح قرار دیا، میں ہے کہ آنجناب نے جیش الأمراء روانہ کیا (یعنی جس میں یکے بعد دیگرے متعدد۔ تین۔ امیر مقرر فرمائے) فرمایا تم پر زید بن حارثہ ہیں اگر انہیں کچھ ہو گیا تو جعفر تمہارے امیر ہوں گے، اس میں ہے یہ سن کر جعفر کھڑے ہوئے اور یوں عرض گزار ہوئے میرے ماں باپ آپ پر قربان (یا رسول الله ما كنت أرهب أن تستعمل علي زيداً) مجھے یہ توقع نہ تھی کہ آپ زید کو میرا امیر بنائیں گے اس پر آپ نے فرمایا: (امض فإنك لا تدري أيُّ ذلك خير) چلو روانہ ہو جاؤ تم نہیں جانتے کس میں خیر ہے۔

(قال عبد الله الخ) اسی کے ساتھ متصل ہے۔ (فالتمسنا جعفر الخ) یعنی شہادت کے بعد، یہاں مختصراً ہے عبداللہ

بن جعفر کی مذکورہ روایت میں تفصیل سے ہے ابن اسحاق کے مرسلِ عروہ اسی طرح ابوداؤد کی بحوالہ ابن اسحاق (عن رجل من بنی مرة) روایت میں بھی یہی ہے راوی کہتے ہیں گویا میں جعفر کو دیکھ رہا ہوں جو اپنے اشقر گھوڑے پہ سوار مقتحم ہوئے (یعنی دشمن کی صفوں میں گھسے) اس کی کونچیں کاٹیں پھر پیدل آگے بڑھے لڑائی کرتے رہے حتی کہ شہادت سے سرفراز ہو گئے، ابن اسحاق کہتے ہیں مجھے محمد بن جعفر نے عروہ سے بیان کیا کہ ابن رواحہ کے بعد ثابت بن اقرم انصاری نے علم تھام لیا اور پکار کر بولے اپنے میں سے کسی کو امیر بنا لو، انہوں نے کہا آپ ہی بن جایئے کہنے لگے نہیں تب حضرت خالد بن ولید پر نگاہِ انتخاب ٹھہری (اس سے ثابت ہوا کہ لوگوں کی رائے و انتخاب سے کسی کو حاکم و امیر بنانا جسے معاصر اصطلاح میں جمہوریت کہتے ہیں، خلافِ اسلام نہیں ان سطور کے لکھتے وقت سوات کی تحریک نفاذِ شریعتِ محمدی کے امیر صوفی محمد کی تقریر کا بہت غلغلہ وشہرہ ہے جو راقم نے ٹی وی پر براہ راست سنی اور اگلے دن اخبارات میں چھپی جس میں کہا کہ جمہوریت کفر ہے، ایسے حضرات سے۔جیسا کہ ایک جگہ سابقاً لکھا۔میرا سوال ہے پھر بتلائیں اسلامی شریعت کی رو سے امیر کا انتخاب کیسے ہو؟ یقیناً وہ کہیں گے اہلِ شوری یا اہلِ حل وعقد کے ذریعہ، تو یہ بھی تو جمہوریت ہے اگرچہ محدود سطح کی ہے پھر سوال اٹھے گا اہلِ حل وعقد کون ہیں؟ کیسے ان کا تعیین ہوگا؟ لوگوں کی رائے سے؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو یہ بھی تو جمہوریت ہے، اگر کوئی اور طریقہ ان کے ذہن میں ہے تو خدارا بیان کریں، ہم کیسے لوگ ہیں جو سطحیات اور شکلیات سے آگے بڑھنے کو تیار نہیں)۔

طبرانی کی حدیثِ ابی الیسر انصاری میں ہے کہتے ہیں میں نے پرچم اٹھا کر ثابت بن اقرم کے حوالے کیا جنہوں نے یہ کہتے ہوئے کہ آپ امورِ سپہ گری کے مجھ سے زیادہ ماہر ہیں اسے خالد بن ولید کے سپرد کر دیا۔

پہلی روایت میں ہے: (فعددت به خمسين بين طعنة و ضربة) سعید بن منصور نے بھی ابومعشر عن نافع سے یہی عدد ذکر کیا ہے ابن سعد نے ابونعیم عن ابی معشر کے حوالے سے نوے نقل کیا، بابِ ہذا کی دوسری روایت میں (بضعة و تسعين) مذکور ہے ابن سعد نے بھی عمری عن نافع کے طریق سے یہی نقل کیا، بظاہر یہ تخالُف ہے، تطبیق یہ دینا ممکن ہے کہ بسا اوقات عدد کا کوئی مفہوم مراد نہیں ہوتا (یعنی اصل مقصود کثرت کی طرف اشارہ کرنا ہوتا ہے) یا یہاں مذکور زائد زخم تیروں کے تھے کیونکہ پہلی روایت میں صرف تلواروں اور نیزوں کے زخموں کا ذکر ہے، تطبیق کی ایک شکل یہ ہوسکتی ہے کہ جہاں پچاس کا ذکر ہے وہ مقید ہے کہ ان میں سے کوئی کمر پر نہ تھا دوسری روایت میں مذکور زائد زخم پورے جسم کے ہیں، یہ اس امر کو مستلزم نہ ہوگا کہ پلٹ کر بھاگے تھے (یعنی کمر پر زخم لازماً نہیں کہ بھاگتے ہوئے لگے آگے بڑھتے ہوئے مثلاً دشمنوں کے نرغے میں آنا اور چاروں طرف سے زخم کھانا بھی ممکن اور کثیر الوقوع تھا) اول تطبیق کی تائید عمری عن نافع کی روایت کے ان الفاظ سے ہوتی ہے: (فوجدنا ذلك فيما أقبل من جسده) کہ یہ سارے زخم جسم کے اگلے حصہ کے تھے، یہ بات نوے کا عدد ذکر کر کے کہی، بیہقی کی الدلائل میں بخاری کے حوالے سے نوے سے زائد (بضعا و تسعين) یا ستر سے زائد مذکور ہے اسماعیلی کی ہیثم بن خلف عن بخاری سے بھی یہی مذکور ہے لیکن کسی نسخہِ بخاری میں اسے نہیں پایا۔ (ليس شيء منها في دبره) حضرت جعفر کی کمال شجاعت واقدام کا بیان ہے۔

4262 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ وَاقِدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَعَى زَيْدًا وَجَعْفَرًا وَابْنَ رَوَاحَةَ لِلنَّاسِ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَهُمْ خَبَرُهُمْ فَقَالَ أَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدٌ فَأُصِيبَ ثُمَّ أَخَذَ جَعْفَرٌ فَأُصِيبَ ثُمَّ أَخَذَ ابْنُ رَوَاحَةَ فَأُصِيبَ وَعَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ

حَتَّى أَخَذَ الرَّايَةَ سَيْفٌ مِنْ سُيُوفِ اللَّهِ حَتَّى فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ

.أطرافه 1246، 2798، 3063، 3630، 3757-

انس کہتے ہیں نبی پاک نے حضرات زید، جعفر اور ابن رواحہ کی شہادت کی خبر دی اس سے قبل کہ وہاں سے کوئی خبر لے کر آئے، فرمایا زید نے علم اٹھایا، شہید ہوئے پھر جعفر نے اٹھایا وہ بھی جامِ شہادت نوش کر گئے پھر ابن رواحہ نے علم سنبھالا انہیں بھی مقامِ شہادت نصیب ہوا، یہ کہتے ہوئے آپ کی آنکھیں ڈبڈبائی ہوئی تھیں، فرمایا پھر اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے علم پکڑا تو اللہ نے فتح عطا فرمائی۔

شیخِ بخاری احمد بن عبدالملک بن واقد حرانی ہیں۔(نعی زیدا) موسیٰ بن عقبہ نے مغازی میں ذکر کیا ہے کہ یعلی بن امیہ اہلِ مؤتہ کی خبر لائے تھے وہ جب آئے تو اللہ کے رسول نے انہیں فرمایا چاہو تو تم مجھے بتلاؤ اور چاہو تو میں تمہیں ان کی خبر بتلاؤں؟ وہ بولے آپ ہی بتلائیں تو آپ نے مفصل حال بیان فرمایا وہ سن کر بولے قسم ہے اس ذات کی جس نے حق کے ساتھ آپکو مبعوث کیا آپ نے تو حرفاً حرفاً ساری خبر بیان فرمادی طبرانی کی حدیثِ ابی الیسر انصاری میں ہے کہ ابو عامر اشعری نے اہلِ مؤتہ کے نقصانات کی آپکو خبر دی۔

(ثم أخذ جعفر فأصيب) یعنی پرچم پکڑا، حذفِ مفعول کے ساتھ ہے علامات النبوۃ کی روایت میں ابو ذر کے ہاں اسی سند کے ساتھ اس روایت میں:(ثم أخذها) ہے۔(حتى أخذها سيف الخ) حدیثِ ابی قتادہ میں ہے پھر خالد بن ولید نے جھنڈا تھام لیا وہ امرائے لشکر (یعنی جنہیں نبی اکرم نے مقرر فرمایا) میں سے نہ تھے کہتے ہیں پھر رسول اللہؐ نے انکے حق میں دعا کرتے ہوئے فرمایا:(اللهم إنه سيف من سيوفك فأنت تنصره) تبھی سے ان کا لقب سیف اللہ ہو گیا، عبداللہ بن جعفر کی روایت میں ہے پھر اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے پرچم پکڑا تو اللہ نے انہیں فتح عطا فرمائی الجہاد کی روایت میں (من غير إمرة) تھا تو یہ نفی آنجناب کی جانب سے انہیں امیر بنائے جانے کی تھی وگرنہ مجاہدین نے انہی کے نام پر اتفاق کیا تھا، اس میں ہے کہ ان شہداء کو یہ بات اچھی نہ لگتی کہ ہمارے پاس ہوتے (یعنی زندہ ہوتے) اس وجہ سے جو وہاں رتبہِ شہادت دیکھا، ابن جعفر کی روایت میں ہے کہ تین دن کے بعد نبی اکرم ہمارے ہاں آئے اور فرمایا آج کے بعد میرے بھائی پر مت رونا، پھر فرمایا میرے بھتیجوں کو لاؤ تو ہمیں لایا گیا گویا ہم چوزے ہوں (سبھی بہت تھوڑی عمروں کے تھے) آپ نے حلاق طلب کیا اور ہمارے سروں کی حجامت کرائی پھر فرمایا یہ جو محمد ہے یہ تو ہمارے چچا ابو طالب سے مشابہ ہے اور یہ جو عبداللہ ہے یہ خَلق و خُلق میں مجھ پہ گیا ہے پھر ان کے حق میں دعا فرمائی (اس کی برکت سے یہ سب بھائی جوان ہو کر آج کی اصطلاح میں ارب پتی بن گئے)۔

اس حدیث سے بیک وقت کئی امراء کی (یکے بعد دیگرے) نامزدگی کا جواز ثابت ہوا، اس امر میں اختلاف ہے کہ آیا یہ تولّیت فی الفور منعقد ہو جائے گی؟ بظاہر ایسا ہی ہے لیکن بشرطِ ترتیب (یعنی امارت تو مسلمہ ہے مگر اختیارات باری آنے پر ہی سنبھالیں گے) اثنائے لڑائی بغیر کسی کے امیر بنائے خود بخود (مصلحت کا تقاضہ سمجھتے ہوئے) امیر بن جانا بھی ثابت ہوا (مگر میرے خیال میں یہ بات حدیثِ ہذا سے ثابت نہیں ہوتی کیونکہ حضرت خالد خود بخود امیر نہ بنے تھے بلکہ ساتھیوں کے اصرار و اتفاق سے بنائے گئے) طحاوی لکھتے ہیں اسے اصل مان کر اخذ کیا جا سکتا ہے کہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ امام کی غیر موجودگی میں کوئی اسکا قائمقام ہو تا آنکہ وہ واپس آجائے، آنجناب کی حیات میں اجتہاد کر لینے کا بھی ثبوت ملا، حضرت خالد اور بقیہ مذکورین کی فضیلت بھی آشکارا ہوئی، اہلِ نقل آنجناب

کے فرمان:(حتی فتح الله علیه) کی تعیینِ مراد میں باہم اختلاف کرتے ہیں کہ کیا اس قتال میں مشرکوں کو ہزیمت ہوئی تھی یا اس فتح سے مراد ان کا مسلمانوں کو بخیر وسلامت انکے نرغہ سے نکال لانا ہے، ابن اسحاق کی محمد بن جعفر عن عروہ سے روایت میں ہے کہ حضرت خالد نے:(حاش الناس)(یعنی لوگوں کو محفوظ طریقہ سے نکال لے گئے)ایسا مدافعانہ طرزِ قتال اختیار کیا کہ کامیابی سے منحاز ہوئے (یعنی پیچھے آئے) غنیم بھی منحاز ہوا پھر وہ انہیں واپس لے آئے، یہ اول مفہوم پر دال ہے، اس کی تائید سعید بن ابو ہلال کے حدیثِ اول میں مذکور قول سے بھی ملتی ہے، ابن سعد ابن عامر سے ناقل ہیں کہ ابن رواحہ کی شہادت کے بعد مسلمان ایسے بکھرے کہ مجھے دو مسلمان بھی اکھٹے دکھائی نہ پڑتے تھے پھر سب خالد پر مجتمع ہو گئے (یعنی وہ بکھرا شیرازہ پھر سے جمع ہو گیا) واقدی کی عبداللہ بن حارث بن فضیل عن ابیہ سے روایت میں ہے کہ حضرت خالد نے امارت سنبھالتے ہی مقدمۃ الجیش کو ساقہ اور میمنہ کو میسرہ بنا دیا (یعنی ترتیب تبدیل کر ڈالی) یہ دیکھ کر دشمن سمجھا کہ ان کی مدد کو کوئی مزید فوج آ گئی ہے تو خوفزدہ ہو کر منہزم ہو گئے، انہی کی حدیثِ جابر میں ہے کہ مؤتہ میں متعدد اہلِ شرک کھیت رہے اور مسلمانوں نے ان کے امتعہ اپنے قبضہ میں کئے، ابو اسود مغازی میں عروہ سے ناقل ہیں کہ حضرت خالد نے رومیوں پر ایسا حملہ کیا کہ وہ شکست کھا کر بھاگ گئے، یہ کہنا بھی ممکن ہے کہ کفار کے لشکر کی ایک جانب کو شکست دیکر حضرت خالد نے بجائے آگے بڑھنے اور مکمل استیصال کرنے کے مناسب خیال کیا کہ اسی پہ اکتفاء کریں کیونکہ انکی تعداد بہت زیادہ تھی، کہا جاتا ہے ایک لاکھ تھی (پھر علاقہ بھی انہیں کا اور مدینہ سے بہت دور تھا اگر جنگ جاری رکھتے تو اس مٹھی بر لشکرِ اسلام کو سخت خطرات کا سامنا کرنا پڑ سکتا تھا، اتنا ہی بہت تھا کہ بغیر اپنا کوئی خاص نقصان کرائے انہیں اپنی طاقت دکھا کر بعافیت پلٹ آئے، یہ پلٹنا بھی حضرت خالد کی عظیم جنگی مہارت کا ثبوت ہے ماہرینِ حرب وضرب کے نزدیک فوج کی دشمن کے علاقہ سے واپسی کوئی آسان عمل نہیں، نپولین کی دس لاکھ افراد پر مشتمل ساری فوج ماسکو سے واپسی کے عمل میں تباہ و برباد ہو کر رہ گئی تھی، جنگِ کارگل میں پاکستانی فوج کا واپسی کے دوران بہت زیادہ نقصان ہوا، دراصل نبی پاک کا مقصد اپنے یہ باور کرانا تھا کہ ہم ایسے نہیں جو اپنے سفیر کے قتل کو پی جائیں، اپنی قوت کا مظاہرہ مقصود تھا اصل جنگیں تو بعد میں ہونا تھیں)

ابن حجر کہتے ہیں اس روایت کی سند اگر چہ بوجہِ انقطاع ضعیف ہے اور پھر ابو اسود سے اس کے راوی ابن لہیعہ ہیں پھر واقدی بھی ہیں لیکن موسیٰ بن عقبہ کی مغازی، جو اصح المغازی ہے، میں مذکور ہے کہ حضرت خالد کے امارت سنبھال لینے کے بعد (هزم الله العدو و أظهر المسلمين) اللہ نے غنیم کو شکست سے دوچار اور مسلمانوں کو فتح سے ہمکنار کیا، عماد بن کثیر لکھتے ہیں اس طرح سے تطبیق دینا بھی ممکن ہے کہ پہلے دن کی لڑائی کے بعد حضرت خالد بحفاظت اہلِ اسلام کو خیمہ گاہ میں لے آئے اگلی صبح انہوں نے جب ترتیبِ لشکر تبدیل کر ڈالی تو دشمن سمجھے کوئی تازہ فوج مدد کو آن پہنچی ہے پھر یکبارگی خالد نے حملہ کیا تو وہ پلٹ کر بھاگے البتہ حضرت خالد نے پیچھا نہ کیا اور مسلمانوں کی واپسی کو غنیمتِ کبریٰ خیال کیا (اس کی تائید واقدی کی مشار الیہ روایت کے الفاظ: فلما أصبح خالد جعل مقدمته ساقة و ميمنته ميسرة الخ سے بھی ملتی ہے) ابن حجر کہتے ہیں بعد ازاں مجھے مغازی ابن عائذ میں بسند منقطع یہ روایت ملی کہ حضرت خالد نے امیر بنتے ہی جان توڑ لڑائی کی، شام کو دونوں فریق بغیر فیصلہ ہوئے منحاز ہو گئے مسلمان واپسی کے اثناء ان کے ایک قلعہ سے گزرے جہاں آتے ہوئے ان اہلِ قلعہ نے ایک مسلمان کو شہید کر ڈالا تھا تو اس کا بدلہ لینے کیلئے ان کے لڑنے والے افراد کو تہہ تیغ کر ڈالا، کہتے ہیں اس کا نام (نقيع الدم) پڑ گیا جو آج تک مشہور ہے (گویا آنجناب کے فرمان: ففتح الله عليهم

سے اس قلعہ کی فتح کی طرف اشارہ ہے)۔

4263 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ قَالَ أَخْبَرَتْنِي عَمْرَةُ قَالَتْ سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقُولُ لَمَّا جَاءَ قَتْلُ ابْنِ حَارِثَةَ وَجَعْفَرِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ رَوَاحَةَ جَلَسَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُعْرَفُ فِيهِ الْحُزْنُ قَالَتْ عَائِشَةُ وَأَنَا أَطَّلِعُ مِنْ صَائِرِ الْبَابِ تَعْنِي مِنْ شَقِّ الْبَابِ فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ أَيْ رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ نِسَاءَ جَعْفَرٍ قَالَ وَذَكَرَ بُكَاءَهُنَّ فَأَمَرَهُ أَنْ يَنْهَاهُنَّ قَالَ فَذَهَبَ الرَّجُلُ ثُمَّ أَتَى فَقَالَ قَدْ نَهَيْتُهُنَّ وَذَكَرَ أَنَّهُ لَمْ يُطِعْنَهُ قَالَ فَأَمَرَ أَيْضًا فَذَهَبَ ثُمَّ أَتَى فَقَالَ وَاللَّهِ لَقَدْ غَلَبْنَنَا فَزَعَمَتْ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ فَاحْثُ فِي أَفْوَاهِهِنَّ مِنَ التُّرَابِ قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ أَرْغَمَ اللَّهُ أَنْفَكَ فَوَاللَّهِ مَا أَنْتَ تَفْعَلُ وَمَا تَرَكْتَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مِنَ الْعَنَاءِ . (ترجمہ کیلئے جلد دوم ص:۱۹۶) طرفاہ 1299، 1305 -

عبدالوہاب، ابن عبدالمجید ثقفی جبکہ یحیی سے مراد انصاری ہیں۔(لماجاء قتل الخ) محتمل ہے اسی مجیئ سے مراد قاصد کا آنا ہو جسے حضرت خالد نے خبر دے کر روانہ کیا تھا یا مراد وحی کے ذریعہ آنجناب کو یہ معلومات حاصل ہوئیں جیسا کہ سابقہ حدیثِ انس اس پر دلالت کناں ہے۔(یعرف فیه الحزن) انسانی طبیعت کے اقتضاء کے عین مطابق ہے اور یہ رضا بالقضاء کے منافی نہیں، اس سے اخذ کیا جا سکتا ہے کہ کسی مصیبت پر اس طرح کا ظہورِ حزن انسان کو صابرین کی صف سے نکال باہر نہ کرے گا بلکہ یہ کہنا بھی ممکن ہے کہ مصیبت کے وقت منزعج ہونے والا ساتھ ہی اپنے آپکو آمادہ تسلیم و رضا اور صبر کرنے والا (یعنی غم تو ظاہر کرے مگر بین و نوحہ نہ کرے اور نہ قدر کے منافی کوئی کلمات منہ سے نکالے) اس بزعمِ خود متوکل کے عمل سے بہتر ہے جو کسی قسم کا تأثر نہ دے (یعنی ظاہر یہ کرے کہ اسے دکھ نہیں ہے) طبری نے اس نکتہ پر طولانی تقریر کی ہے۔

(تعنی من شق الباب) قابسی کے نسخہ میں یہ الفاظ ہیں:(من صائر الباب بشق الباب) نسفی کے ہاں بغیر باء کے (شق) ہے مگر یہاں اول عبارت ہی اولی ہے، شق کی شین پر زبر اور زیر دونوں درست ہیں بعض نے یہ تفریق کی ہے کہ زبر کے ساتھ دروازے میں کوئی سوراخ ہونا اور زیر کے ساتھ مراد اس کے کناروں کی درزیں ہیں، یہ روایت اس امر پر دال ہے کہ الجنائز میں گزری روایت جس میں یہ الفاظ تھے: (من صائر الباب شق الباب) میں کچھ ادراج اور کسی راوی کی تفسیر ہے، ابن تین وغیرہ یہ بھی کہتے ہیں کہ صائر کا لفظ در اصل (صِیر) ہے بقول جوہری صیر شقِ باب کو کہتے ہیں ایک حدیث میں ہے : (مَن نظرَ مِن صیرِ باب فَفُقِئَتْ عینُه فهي هَدر) یعنی جس نے دروازے کی درز سے تانک جھانک کی اندر سے کسی نے اس کی آنکھ کوئی چیز مار کر پھوڑ ڈالی تو اس کا قصاص معاف ہے، ابوعبید کہتے ہیں میں نے یہ لفظ صرف اسی حدیث میں سنا ہے۔

(فأتاه رجل) ان کا نام معلوم نہ ہو سکا۔(نساء جعفر) یعنی ان کی بیوی اور رشتہ دار خواتین، ویسے یہ لفظ بیویوں پر مستعمل ہوتا ہے مگر ہماری معلومات کے مطابق حضرت جعفر کی صرف ایک بیوی تھی یعنی حضرت اسماء بنت عمیس۔(فأمر أن یأتیهن) اصلِ ابوذر میں یہی لفظ ہے اگر یہ مضبوط ہے تو کچھ کلام محذوف ماننا ہوگی جسکی تقدیر یہ ہو سکتی ہے کہ:(فنهاهن) بقول ابن حجر میرا خیال

ہے کہ یہاں کچھ تحریف واقع ہوئی ہے کیونکہ باقی سب روایات میں:(فأمره أن ينهاهن) ہے الجنائز میں بھی یہی تھا۔

(و ذكر أنه الخ) نسخۂ کشمیہنی میں (أنهن) ہے یہی اوجہ ہے۔(لقد غلبننا) یعنی حکم نہ ماننے میں، یہ یا تو اس لئے کہ ان صاحب نے صراحت سے انہیں شارع علیہ السلام کی نہی سے آگاہ نہ کیا ہوگا (بس روکنے کی اپنی طرف سے کوشش کی ہوگی وہ سمجھیں یہ اپنی طرف سے منع کرتا ہے یا اگر آنجناب کا حوالہ بھی دیا ہوگا تو وہ سمجھیں آنجناب کا یہ منع کرنا تنزیہی ہے) یا پھر مصیبت اس قدر شدید تھی کہ صبر نہ کرسکیں، بظاہر یہ نہی آہ وبکا کی قدرِ مطلوب سے زائد سے متعلق تھی مثلا نوحہ کرنے سے، اسی لئے ان صاحب کو دوبارہ بھیجا، بعض نے اس بنا پر اسے مستبعد قرار دیا ہے کہ صحابیات سے یہ توقع نہیں ہوسکتی کہ وہ تکرارِ نہی کے بعد بھی امرِ محرم پر جاری رہیں تو قیاس ہے کہ نہی کے بعد انہوں نے نوحہ کرنا چھوڑ دیا ہوگا، رونے سے باز نہ آئیں ہونگی (جو جائز ہے) اس شخص کی مراد (لم يطعنه) سے یہ تھی کہ رونے سے باز نہیں آئیں (یعنی وہ سمجھے کہ رونا بھی منہی عنہ میں شامل ہے) البتہ آنجناب کا قول (فاحث فی الخ) اس امر پر دال ہے کہ وہ امرِ ممنوع پر جاری رہیں۔ (فاحث) کی ثاء پر پیش اور زیر دونوں جائز ہیں کیونکہ لغت میں (حثی یحثو اور یحثی) دونوں موجود ہیں۔

(من العناء) مسلم کے ہاں روایتِ عذری میں (من الغی) ہے طبرانی کے ہاں (العی) ہے نووی کہتے ہیں حضرت عائشہ کی کلام کا مفہوم یہ ہے کہ اگر تم اس مامور بہ کے نفاذ سے قاصر ہو تو تمہیں چاہئے کہ نبی اکرم کو اپنا قاصر ہونا بتلا دو تاکہ آپ کسی اور کو اس کام کے لئے بھیج دیں اور تم اس عناء سے محفوظ رہو، قرطبی کہتے ہیں (فاحث الخ) کا حکم محمول علیٰ حقیقت نہ تھا، مطلب یہ کہ اگر ایسا کر سکتے ہو اور ظاہر ہے نہیں کر سکتے تو کرو وگرنہ ان سے ملاطفت ہی اولیٰ ہے، ابن اسحاق ایک دیگر صحیح سند کے ساتھ حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہتی ہیں میں نے جانا کہ وہ شخص ان کے منہ میں مٹی ڈالنے سے تو رہا، کہتی ہیں: (وربما ضر التكلف أهله) کہ تکلف اپنے فاعل کو ہی تکلیف دیتا ہے

حدیثِ ہذا سے منجملہ فوائد کے کسی لاحق غم ومصیبت کے وقت اپنی ہیئت پر منصب رہنا اور وقار وتثبت کو ملحوظ رکھنا ثابت ہوا، درز سے اندر کی جانب سے دیکھ لینے کا جواز بھی ظاہر ہوا اسکا عکس (یعنی باہر سے اندر دیکھنا) ممنوع ہے، یہ بھی ظاہر ہوا کہ کئی دفعہ دعائیہ الفاظ بول کر ان کا مدعولہ کی نسبت ایقاع مراد نہیں ہوتا اب حضرت عائشہ کے اس شخص کی نسبت (أرغم الله أنفك) کہنے سے حقیقت مراد نہیں (عام بول چال میں اور ہر لغت میں اس قسم کی متعدد امثلہ ہیں مثلا پنجابی میں ایسے موقعوں پر بعض لوگ مریں یعنی مرجا، کہتے ہیں یا مثلا: تیرا ککھ نہ رہوے یا مثلا مرن جوگی/ جوگا وغیرہ تو یہ سب اظہارِ عتاب کے الفاظ ہیں حقیقی معنی مراد نہیں ہوتا) عرب اس قسم کے جملے موضعِ شماتت میں استعمال کر لیتے تھے، ابن حجر کہتے ہیں (و احث فی أفواههن) کہا (عيونهن) نہیں کہا حالانکہ وہی محلِ بکاء ہیں، نکتہ یہ ہے کہ رونے سے روکنا مرادِ شرع نہ تھا بلکہ نوحہ وبین سے جن کا محل افواہ (یعنی منہ) ہیں۔

4264 - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ عَامِرٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا حَيَّا ابْنَ جَعْفَرٍ قَالَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ابْنَ ذِي الْجَنَاحَيْنِ .

طرفہ 3709 - (یعنی ابن عمر جب حضرت جعفر طیار کے بیٹے کو ملتے تو اے ابنِ جناحین کہہ کر سلام کرتے)

شیخ بخاری مقدمی ہیں جبکہ عمر بن علی ان کے چچا اور عامر سے مراد شعبی ہیں۔(یا ابن ذی الجناحین) مناقبِ جعفر میں اس کی شرح گزر چکی ہے، اس بارے بخاری کی رائے کا ذکر ہوا جس کے مطابق ظاہری معنی مراد نہیں، سہیلی لکھتے ہیں جناحان کہتے سے ذہن

پرندوں کے پروں کی طرف نہ جانا چاہئے کیونکہ صورتِ آدمیہ اشرف الصور اور أکملہا ہے تو اس جناحیت سے مراد صفتِ ملکیت اور قوتِ روحانیت ہے جو حضرت جعفر کو عطا کی گئی، قرآن نے ایک جگہ جناح کے لفظ کے ساتھ توسعاً عضد سے تعبیر کیا ہے، فرمایا: (وَاضْمُمْ إِلَيْكَ جَنَاحَكَ) (حضرت موسیٰ کو معجزہ دیتے وقت حکم ملا کہ اپنا بازو اپنے ساتھ لگاؤ) علماء فرشتوں کے پروں کی بابت کہتے ہیں کہ ان سے مراد ایسی صفاتِ ملکیہ ہیں جنہیں معاینہ کے بغیر سمجھا نہیں جا سکتا، ایک روایت میں منقول ہے کہ حضرت جبریل کے چھ سو پر ہیں حالانکہ پرندوں کے تو دو ہی پر ہوتے ہیں، روایت میں اس بارے کیفیت کا بیان موجود نہیں، لہٰذا ہم ان کی حقیقت کی بابت بحث کئے بغیر ان پر ایمان رکھتے ہیں

ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں کہ انہوں نے جزم کے ساتھ مقامِ منع کی جو بات کہی اور جو علماء کے حوالے سے رائے نقل کی ہے وہ اس ادعائے مذکور میں صریح نہیں، محمول علی الظاہر کرنے سے سوائے اس امر کے کوئی چیز مانع نہیں کہ پرندوں میں معہود دو ہی پر ہوتے ہیں تو یہ قیاس الغائب علی الشاہد کی قبیل سے ہے جو ضعیف ہے، صورتِ بشریہ کا اشرف الصور ہونا اس خبر کو محمول علی الظاہر کرنے سے مانع نہیں کیونکہ اس کے باوجود یہ صورت باقی رہے گی، بیہقی نے دلائل میں مرسلِ عاصم بن عمر بن قتادہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت جعفر کے یہ پر یاقوت کے بنے تھے، حضرت جبریل کے دو پروں کے بارہ میں منقول ہے کہ وہ موتی کے بنے ہیں اسے ابن مندہ نے ورقہ کے ترجمہ میں ذکر کیا۔

4265 - حَدَّثَنَا ابراهيم حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ إِسْمَاعِيلَ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ يَقُولُ لَقَدِ انْقَطَعَتْ فِي يَدِي يَوْمَ مُوتَةَ تِسْعَةُ أَسْيَافٍ فَمَا بَقِيَ فِي يَدِي إِلَّا صَفِيحَةٌ يَمَانِيَةٌ .طرفه 4266-

خالد بن ولید کہتے ہیں جنگ مؤتہ کے روز میرے ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹیں، آخر ایک یمنی تلوار ہاتھ میں ٹکی رہی۔

سفیان سے ثوری اور اسماعیل سے ابن خالد مراد ہیں تمام رواۃ سوائے صحابی کے کوفی ہیں۔(یمانیۃ) اس حدیث کا مقتضیٰ یہ ہے کہ مسلمانوں نے کثیر کفار کا قتل کیا، احمد اور ابو داؤد نے عوف بن مالک سے نقل کیا ہے کہ اس غزوہ میں ایک یمنی شخص ان کا مرافق تھا جس نے ایک رومی کو قتل کر کے اسکا سامان اپنے قبضے میں لے لیا خالد بن ولید نے اس سامان کو بہت زیادہ خیال کیا تو اس نے اس امر کی شکایت آنجناب سے کی گویا یہ واقعہ ان کے زمامِ امارت سنبھال لینے کے بعد پیش آیا اس سے دلالت ملی کہ انہوں امیر بن کر فوری طور پر یہ کوشش اور منصوبہ بندی نہیں کی کہ مسلمانوں کو نکال کر لے جائیں بلکہ لڑتے بھی رہے۔

4266 - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنِي قَيْسٌ قَالَ سَمِعْتُ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ يَقُولُ لَقَدْ دُقَّ فِي يَدِي يَوْمَ مُوتَةَ تِسْعَةُ أَسْيَافٍ وَصَبَرَتْ فِي يَدِي صَفِيحَةٌ لِي يَمَانِيَةٌ .طرفه 4265-

4267 - حَدَّثَنِي عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ عَامِرٍ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ أُغْمِيَ عَلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رَوَاحَةَ فَجَعَلَتْ أُخْتُهُ عَمْرَةُ تَبْكِي وَاجَبَلَاهُ وَاكَذَا وَاكَذَا تُعَدِّدُ عَلَيْهِ فَقَالَ حِينَ أَفَاقَ مَا قُلْتِ شَيْئًا إِلَّا قِيلَ لِي آنْتَ كَذَلِكَ .

طرفہ 4268 -

نعمان بن بشیر راوی کہ ایک مرتبہ عبداللہ بن رواحہ پر غشی طاری ہوئی تو انکی بہن عمرہ (جو نعمان کی والدہ تھیں) رونے اور بین کرنے لگیں (اور زمانہ جاہلیت کے کلمات مثلاً) واجبلاہ وغیرہ منہ سے نکالنے لگیں، انکے کارنامے گنتی تھیں، افاقہ ہونے پر کہنے لگے تم نے جب بھی کوئی لفظ بولا تھا تو کسی کہنے والے (یعنی فرشتہ) نے مجھے کہا کیا تم ایسے تھے؟

حصین سے مراد ابن عبدالرحمٰن جبکہ عامر سے شعبی ہیں، یہ دونوں اگلی روایت کی سند میں بھی ہیں۔(علی عبد اللہ بن روحة) یعنی ابن ثعلب بن امرئ القیس انصاری خزرجی، آنجناب کے شعراء میں سے تھے عقبی اور بدری ہیں۔(أخته عمرة) یہ راوی حدیث نعمان کی والدہ ہیں ابونعیم کے ہاں روایت ہشیم اور ابن سعد کے مرسل ابوعمران جونی میں ہے کہ ابن رواحہ کی والدہ تھیں مگر یہ خطا ہے، ان کی والدہ کا نام کبشہ بنت واقد تھا، یہ دونوں روایتیں اصلاً مسند عمرہ سے ہیں کیونکہ نعمان تب شعور کی عمر کے نہ تھے، مزی نے پہلی روایت مسند عبداللہ بن رواحہ سے قرار دیکر نقل کی ہے بظاہر یہ سب نعمان نے (عن أمه عن أخيها) کے حوالے سے نقل کیا ہے اس لحاظ سے اس کی سند میں تین صحابہ ہیں۔(واجبلاہ) ابونعیم کی روایت ہشیم عن حصین میں (واعضداہ) بھی مذکور ہے ابن سعد کے مرسل حسن میں (واعزاہ) بھی ہے جبکہ انہی کی مرسل جونی میں (واظهراہ) بھی مذکور ہے اس میں مزید یہ ہے کہ آنجناب اس وقت ان کی عیادت کیلئے آئے ہوئے تھے آپ کی موجودگی میں غشی طاری ہوئی جس پر آپ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ اگر ان کا آخری وقت آ گیا ہے تو آسانی فرما اور اگر نہیں آیا تو شفا عطا فرما، کہتے ہیں اس کے بعد افاقہ محسوس کیا اس میں ہے کہ کہا ایک فرشتہ لوہے کا ہتھوڑا اٹھائے کہتا تھا:(أنت كذا)۔(یعنی تم ایسے ہی ہو جو تمہاری بہن کہہ رہی ہے؟) اگر میں ہاں کہہ دیتا تو اس کے ساتھ مجھے مارتا(لقمعنی بها)۔

(أنت كذلك) استفہام انکاری ہے مرسل حسن میں ہے:(أنت جبلها أنت عزها؟) ابونعیم کی مشار الیہ روایت میں ہے کہ رونے سے منع کر دیا اسی نکتہ کے پیش نظر اگلی روایت لائے ہیں جس میں ذکر ہے کہ جب بعد ازاں غزوہ مؤتہ میں شہید ہوئے تو مطلقا نہ روئیں، بعض شراح اس سے غافل رہے اور حدیث کو باب سے غیر متعلق قرار دیا کہ اس مرض میں تو ان کی وفات نہ ہوئی تھی۔

4268 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْثَرٌ عَنْ حُصَيْنٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ أُغْمِيَ عَلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رَوَاحَةَ بِهَذَا فَلَمَّا مَاتَ لَمْ تَبْكِ عَلَيْهِ . طرفه 4267 -

نعمان بن بشیر کہتے ہیں جب عبداللہ بن رواحہ کی شہادت کی خبر آئی تو انکی بہن بالکل بھی نہ روئیں۔

45 - باب بَعْثُ النَّبِيِّ ﷺ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ إِلَى الْحُرَقَاتِ مِنْ جُهَيْنَةَ

(نبی پاک کا اسامہ کو جہینہ کے قبیلہ حرقات کے مقابلہ میں بھیجنا)

حرقات حرقہ کی نسبت سے ہے جس کا نام جہیش بن عامر بن ثعلبہ بن جہینہ تھا، اس لقب کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ کچھ لوگوں کو جلا کر مار دیا تھا، اسے ابن کلبی نے ذکر کیا۔

4269 - حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا حُصَيْنٌ أَخْبَرَنَا أَبُو ظَبْيَانَ قَالَ سَمِعْتُ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ يَقُولُ بَعَثَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى الْحُرَقَةِ فَصَبَّحْنَا الْقَوْمَ فَهَزَمْنَاهُمْ

وَلَحِقْتُ أَنَا وَرَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ رَجُلاً مِنْهُمْ فَلَمَّا غَشِينَاهُ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَكَفَّ الْأَنْصَارِيُّ فَطَعَنْتُهُ بِرُمْحِي حَتَّى قَتَلْتُهُ فَلَمَّا قَدِمْنَا بَلَغَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ يَا أُسَامَةُ أَقَتَلْتَهُ بَعْدَ مَا قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ قُلْتُ كَانَ مُتَعَوِّذًا فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتَّى تَمَنَّيْتُ أَنِّي لَمْ أَكُنْ أَسْلَمْتُ قَبْلَ ذَلِكَ الْيَوْمِ .طرفه 6872-

راوی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت اسامہ سے سنا کہ نبی پاک نے ہمیں حرقہ کی طرف بھیجا، علی الصباح ہم نے حملہ کیا اور انہیں شکست دیدی میں اور ایک انصاری ایک شخص کے پیچھے لگے جب اس پر قابو پالیا تو وہ پکار اٹھا لا الہٰ الا اللہ، انصاری تو یہ سنکر رک گئے لیکن میں نے اپنے نیزے کے ساتھ اسے ضرب لگائی اور قتل کر ڈالا جب واپس ہوئے نبی پاک کو اس قصہ کی خبر دی گئی تو آپ نے فرمایا اے اسامہ کلمہ پڑھ لینے کے بعد تو نے قتل کر دیا؟ میں نے عرض کی اس نے قتل سے بچنے کے لئے کلمہ کا سہارا لیا تھا، مگر آپ بار بار یہی فرماتے رہے حتی کہ میری خواہش ہوئی کاش اس دن سے قبل میں مسلمان نہ ہوا ہوتا۔

(أخبرنا حصين) یعنی ابن عبدالرحمٰن، ابوظبیان کا نام بھی حصین تھا، بن جندب، بقول نووی اہلِ لغت ظاء کو مفتوح جبکہ محدثین اس پر زیر پڑھتے ہیں۔(بعثنا إلى الخ) اس سے صراحۃً یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ امیرِ سریہ تھے جیسا کہ ترجمہ میں ذکر کیا، اہل مغازی نے ایک سریہِ غالب بن عبداللہ لیثی کا تذکرہ کیا ہے جو بطنِ نخل کے پیچھے میفعہ نامی ایک جگہ کی طرف بھیجا گیا، رمضان سن سات کا واقعہ ہے، وہ کہتے ہیں حضرت اسامہ کا لا الہ پڑھتے اس شخص کے قتل کا واقعہ اس سریہ میں پیش آیا تھا، اگر اسامہ کا اس میں امیر ہونا ثابت ہے تو بخاری کا صنیع درست ہے کیونکہ اسامہ کو حضرت زید بن حارثہ کے بعد ہی امیر بنایا گیا تھا جو مؤتہ میں شہید ہوئے جو رجب سن آٹھ میں وقوع پذیر ہوا تھا اور اگر ان کی امارت اس میں ثابت نہیں تب اہل مغازی کا بیان راجح وصواب ہے، حدیثِ باب کی شرح کتاب الدیات میں آئے گی وہاں اس مقتول کا نام بھی ذکر کیا جائے گا۔

اس حدیث کو مسلم نے (الإيمان) ابوداؤد نے (الجهاد) اور نسائی نے (السير) میں نقل کیا ہے۔

4270 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ سَلَمَةَ بْنَ الْأَكْوَعِ يَقُولُ غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ سَبْعَ غَزَوَاتٍ وَخَرَجْتُ فِيمَا يَبْعَثُ مِنَ الْبُعُوثِ تِسْعَ غَزَوَاتٍ مَرَّةً عَلَيْنَا أَبُو بَكْرٍ وَمَرَّةً عَلَيْنَا أُسَامَةُ .أطرافه 4271، 4272، - 4273- 4271-

وَقَالَ عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ سَلَمَةَ يَقُولُ غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ سَبْعَ غَزَوَاتٍ وَخَرَجْتُ فِيمَا يَبْعَثُ مِنَ الْبَعْثِ تِسْعَ غَزَوَاتٍ عَلَيْنَا مَرَّةً أَبُو بَكْرٍ وَمَرَّةً أُسَامَةُ . أطرافه 4270، 4272، 4273-

سلمہ بن اکوع کہتے ہیں میں نے نبی پاک کے ساتھ سات غزوات میں شرکت کی ہے، نیز نو سرایا میں بھی شامل رہا ہوں، کبھی ہمارے امیر ابوبکر کو مقرر فرماتے اور کبھی حضرت اسامہ کو۔

(وقال عمر بن حفص) یعنی حفص بن غیاث، یہ شیوخِ بخاری میں سے ہیں مگر یہ ان سے بطورِ معلق، اسے ابونعیم نے مستخرج میں بطریق ابوبشر اسماعیل بن عبداللہ عن عمر بن حفص موصول کیا ہے۔(مع ابن حارثة استعمله الخ) یہاں اسی طرح مبہماً

ہے، باب(غزوۃ زید) میں اس بارے تفصیل گزری ہے شائد عمداً ابہام کا انداز استعمال کیا کیونکہ یہ بقیہ روایاتِ باب کے تعیینِ اسامہ کے ضمن میں مخالف ہے۔

اسے بھی مسلم نے (المغازی) میں ذکر کیا۔

4272 - حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الأَكْوَعِ رضی اللہ عنہ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ سَبْعَ غَزَوَاتٍ وَغَزَوْتُ مَعَ ابْنِ حَارِثَةَ اسْتَعْمَلَهُ عَلَيْنَا .

(سابقہ سے پیوستہ)أطرافه 4270، 4271،4273-

یہ امام بخاری کی پندرہویں ثلاثی روایت ہے۔

4273 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ مَسْعَدَةَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الأَكْوَعِ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ سَبْعَ غَزَوَاتٍ فَذَكَرَ خَيْبَرَ وَالْحُدَيْبِيَةَ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ وَيَوْمَ الْقَرَدِ قَالَ يَزِيدُ وَنَسِيتُ بَقِيَّتَهُمْ .أطرافه 4270، 4271، 4272-

اس میں مزید ہے کہ میں نے ابن حارثہ کے زیرِ قیادت بھی جہاد میں شرکت کی ہے۔ ان غزوات میں خیبر، جنگ حنین اور یوم قرد کا ذکر کیا، یزید کہتے ہیں باقی میں بھول گیا۔

کہا جاتا ہے کہ شیخ بخاری محمد ذہلی ہیں جو یہاں اپنے دادا کی طرف منسوب ہیں والد کا نام یحییٰ تھا یحییٰ بن عبداللہ بن خالد بن فارس، متعدد طرق سے حضرت سلمہ کی غزوات وسرایا میں شرکت کی بابت روایت لائے ہیں، اس مضمون کی بابت بحث غزوہ حدیبیہ کے باب میں گزر چکی ہے۔(بقیتھم) ضمیر غزوات کی طرف راجع ہے جو علی المعروف ضمیرِ تانیث ہونا چاہئے تھی بقول کرمانی ایک نسخہ میں (بقیتھا) ہے ابن حجر کہتے ہیں میں اس نسخہ پر مطلع نہ ہوسکا

جن جنگی مہمات کو یزید بھول گئے وہ غزوہِ فتح، غزوہ طائف اور غزوہ تبوک ہیں یہ آنجناب کا آخری غزوہ تھا اکثر روایات میں سات غزوات ہی مذکور ہے اگر چہ پہلی روایتِ حاتم میں نو کا عدد مذکور ہے اگر یہ محفوظ ہے تو شائد انہوں نے ایک غزوہ، غزوہ وادی القری بھی شمار کیا جو جنگ خیبر کے بعد ہوا تھا اسی طرح عمرۃ القضاء کو غزوہ شمار کیا تو اس سے نو پورے ہو جاتے ہیں، ابونعیم کی مستخرج میں جو نصر بن علی عن حماد بن مسعدہ سے اسی روایت میں (أحد وخیبر) ہے یہ محلِ نظر ہے کیونکہ اہل مغازی نے اہلِ احد میں حضرت سلمہ کا شمار نہیں کیا اسماعیلی نے بھی ایک اور واسطہ کے ساتھ حماد بن مسعدہ سے اسی روایت کو تخریج کیا مگر اس میں احد کا ذکر نہیں کیا، سرایا میں حضرت ابوبکر کا سریہ بنی فزارہ کی طرف تھا مسلم کی حدیث میں اس کی صراحت موجود ہے اسی طرح انہی کی زیرِ قیادت ایک سریہ بنی کلاب کی طرف بھیجا گیا ابن سعد نے اس کا تذکرہ کیا ہے، سن نو میں انہیں امیرالحج بنا کر بھی بھیجا گیا تھا جہاں تک حضرت اسامہ کی زیر قیادت سرایا کا تعلق ہے تو ان کا اولین سریہ وہی جس کا ذکر اس باب میں ہوا، ان کا ایک سریہ ماہِ صفر میں مقامِ أبنیٰ جو بلقاء کے نواح میں ہے، کی طرف تھا تو ان کے ذکر کردہ نو میں سے پانچ پر ہم مطلع ہو چکے ہیں چار باقی ہیں جو اہلِ مغازی پر قابلِ استدراک ہے کیونکہ انہوں نے انہی پانچ کا ذکر کیا ہے باقی ابھی محلِ بحث وتتبع ہیں، یہ بھی محتمل ہے کہ یہاں کوئی کلام محذوف ہو جس کی تقدیر یہ ہوسکتی ہے:(ومرۃ علینا غیرھما) یعنی ان نو میں سے بعض میں ان دونوں کو اور کبھی کسی اور کو ہمارا امیر بنایا (یعنی یہ مراد نہیں کہ نو کے نو سرایا

حضرت ابوبکر اور اسامہ کے زیرِ سیادت تھے)۔

46 - باب غَزْوَةِ الْفَتْحِ (فتح مکہ)

وَمَا بَعَثَ حَاطِبُ بْنُ أَبِي بَلْتَعَةَ إِلَى أَهْلِ مَكَّةَ يُخْبِرُهُمْ بِغَزْوِ النَّبِيِّ ﷺ.

اس کا فوری سبب یہ بنا کہ اہلِ مکہ نے معاہدۂ حدیبیہ کی خلاف ورزی کی، ابن اسحاق لکھتے ہیں مجھے زہری نے عروہ عن مسور بن مخرمہ سے بیان کیا کہ منجملہ شرائط کے یہ تھا کہ جو قبائل مسلمانوں کے حلیف بننا چاہیں انہیں اجازت ہوگی اور جو اہلِ مکہ کی صف میں شامل ہونا چاہیں انہیں بھی اس کی اجازت ہوگی اس پر بنی بکر یعنی ابن عبد مناۃ بن کنانہ قریش کے ساتھ اور خزاعہ نبی اکرم کے ساتھ مل گئے، ابن اسحاق لکھتے ہیں ان دونوں قبائل کے مابین زمانۂ جاہلیت سے جنگ و جدل کا سلسلہ جاری تھا ظہورِ اسلام پر اس سے متشاغل ہوئے اور وقتی طور پر یہ سلسلہ رک گیا تھا اب جب حدیبیہ کے معاہدہ کے نتیجہ میں صلح و امن قائم ہوا اور دونوں طرف کے افراد آزادی سے ایک دوسرے کے علاقوں میں آنے جانے لگے تو واقعہ یہ پیش آیا کہ بنی بکر کا ایک شخص نوفل بن معاویہ دیلی جو ان کی شاخ بنی دیل کی طرف منتسب تھا، نکلا اور خزاعہ کے علاقہ میں وتیر نامی ایک چشمہ (یا کنواں، کیونکہ: ماءٌ لھم کی ترکیب مذکور ہے) پر پہنچ کر ان کے منبہ نامی ایک شخص کو قتل کر ڈالا اس پر خزاعہ بھی پہنچ گئے اور لڑائی شروع ہوگئی لڑتے بھڑتے حدودِ حرم میں داخل ہو گئے مگر لڑائی نہ رکی یہاں پہنچ کر قریش نے اپنے حلفاء کی ہتھیاروں کے ساتھ مدد کی اور بعض نے تو رات کو ان کی طرف سے لڑائی میں بھی حصہ لیا (اور خزاعہ کو کافی نقصان پہنچایا) لڑائی ختم ہونے کے بعد عمرو بن سالم خزاعی مدینہ پہنچا نبی اکرم اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے درجِ ذیل اشعار کی صورت میں قریش کی اس بدعہدی کا ذکر کیا:

(یا رب إني ناشدٌ محمدا! حلف أبينا وأبيه الأتلدا
فانصرهداك الله نصراً أيدا و ادع عباد الله يأ توامددا
إن قريشاً أخلفوك الموعدا ونقضوا ميثاقك المؤكدا
هم بيتونا بالوتيرهُجدا وقتلونا رُكَّعاً و سُجدا
وزعموا أن لست أدعوأحدا و هم أذلُّ وأقلُّ عددا)۔

ابن اسحاق کہتے ہیں نبی اکرم نے اشعار سن کر جواب فرمایا: (نُصِرتَ يا عمرو بن سالم) تو یہ فتح مکہ کی مہم کا فوری سبب بنا، بزار نے حماد بن سلمہ عن محمد بن عمرو عن ابی سلمہ عن ابی ہریرہ کے طریق سے یہ مذکورہ بعض اشعار بھی اس قصہ کی روایت میں نقل کئے ہیں یہ سند حسن و موصول ہے لیکن ابن ابوشیبہ نے اسے یزید بن ہارون عن محمد بن عمرو عن ابی سلمہ کے حوالے سے مرسلاً تخریج کیا ہے، ایوب عن عکرمہ کے طریق سے بھی مرسلا مطولا نقل کیا ہے اس میں ہے کہ اس موادعت (یعنی صلح حدیبیہ) کے بعد خزاعہ آپ کے ساتھ اور بنی بکر اہل مکہ کے ساتھ شامل ہو گئے جب دونوں کی لڑائی چھڑی تو قریش نے سلاح و طعام کے ساتھ ان کی مدد کی جس کی وجہ سے وہ خزاعہ پر غالب آئے اور ان کے کثیر افراد کو قتل کیا، کہتے ہیں آنجناب کی خدمت میں خزاعہ کا ایک وفد آیا اور متذکرہ اشعار پڑھے، عبدالرزاق نے بحوالہ ابن عباس مطولا مگر بغیر ذکرِ اشعار کے نقل کیا ہے طبرانی نے ام المؤمنین میمونہ بنت حارث سے روایت کیا

کہ ایک رات نبی اکرم نے وضو کرتے ہوئے فرمایا (نُصرتَ نُصِرتَ) میرے پوچھنے پر فرمایا یہ بنی کعب کا راجز مجھے مدد کے لیئے پکار رہا ہے اور کہتا ہے کہ قریش نے ان کے خلاف نبی بکر کی مدد کی ہے، کہتے ہیں تین ہی دن گزرے تھے آپ نمازِ صبح پڑھا کے ابھی فارغ ہی ہوئے کہ میں نے راجز کو سنا شعر پڑھ رہا تھا، موسیٰ بن عقبہ اس قصہ کے بیان میں لکھتے ہیں ذکر کیا گیا ہے کہ قریش کی طرف سے صفوان بن امیہ، شیبہ بن عثمان اور سہل بن عمرو نے بنی بکر کی معاونت کی تھی۔

(یخبرهم بغزو النبی) یعنی جو آپ نے فتحِ مکہ کے لئے جانے کا ارادہ وعزم بنا لیا ہوا تھا، ابن اسحاق محمد بن جعفر بن الزبیدی عن عروۃ سے ناقل ہیں کہ حضرت حاطب نے مذکورہ خط مزینہ کی ایک خاتون کے ہمراہ بھیجا تھا، ابن ابی شیبہ کے مرسلِ ابوسلمہ مذکور میں ہے کہ آنجناب نے حضرت عائشہ کو ہدایت فرمائی زادِ راہ تیار کرو اور کسی کو خبر نہ ہونے دینا، ابوبکر آئے تو گھر کی کچھ بدلی ہوئی حالت ملاحظہ کی اور پوچھا یہ کیا ہے؟ انہوں نے بتلایا اس پر کہنے لگے ابھی تو صلح کی مدت ختم نہیں ہوئی پھر نبی اکرم سے استفسار کیا تو آپ نے بتلایا انہوں نے عہد شکنی کی ہے آپ نے احتیاطاً مدینہ سے نکلنے والے سارے راستے بند کرا دئے تا کہ اہلِ مکہ تک کوئی خبر نہ پہنچنے پائے۔

4274 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ قَالَ أَخْبَرَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ سَمِعَ عُبَيْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي رَافِعٍ يَقُولُ سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُولُ بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنَا وَالزُّبَيْرَ وَالْمِقْدَادَ فَقَالَ انْطَلِقُوا حَتَّى تَأْتُوا رَوْضَةَ خَاخٍ فَإِنَّ بِهَا ظَعِينَةً مَعَهَا كِتَابٌ فَخُذُوا مِنْهَا قَالَ فَانْطَلَقْنَا تَعَادَى بِنَا خَيْلُنَا حَتَّى أَتَيْنَا الرَّوْضَةَ فَإِذَا نَحْنُ بِالظَّعِينَةِ قُلْنَا لَهَا أَخْرِجِي الْكِتَابَ قَالَتْ مَا مَعِي كِتَابٌ فَقُلْنَا لَتُخْرِجِنَّ الْكِتَابَ أَوْ لَنُلْقِيَنَّ الثِّيَابَ قَالَ فَأَخْرَجَتْهُ مِنْ عِقَاصِهَا فَأَتَيْنَا بِهِ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَإِذَا فِيهِ مِنْ حَاطِبِ بْنِ أَبِي بَلْتَعَةَ إِلَى نَاسٍ بِمَكَّةَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ يُخْبِرُهُمْ بِبَعْضِ أَمْرِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَا حَاطِبُ مَا هَذَا قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ لاَ تَعْجَلْ عَلَيَّ إِنِّي كُنْتُ امْرَأً مُلْصَقًا فِي قُرَيْشٍ يَقُولُ كُنْتُ حَلِيفًا وَلَمْ أَكُنْ مِنْ أَنْفُسِهَا وَكَانَ مَنْ مَعَكَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ مَنْ لَهُمْ قَرَابَاتٌ يَحْمُونَ أَهْلِيهِمْ وَأَمْوَالَهُمْ فَأَحْبَبْتُ إِذْ فَاتَنِي ذَلِكَ مِنَ النَّسَبِ فِيهِمْ أَنْ أَتَّخِذَ عِنْدَهُمْ يَدًا يَحْمُونَ قَرَابَتِي وَلَمْ أَفْعَلْهُ ارْتِدَادًا عَنْ دِينِي وَلاَ رِضًا بِالْكُفْرِ بَعْدَ الإِسْلاَمِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَمَا إِنَّهُ قَدْ صَدَقَكُمْ.فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُولَ اللَّهِ دَعْنِي أَضْرِبْ عُنُقَ هَذَا الْمُنَافِقِ فَقَالَ إِنَّهُ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ اللَّهَ اطَّلَعَ عَلَى مَنْ شَهِدَ بَدْرًا قَالَ اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ فَأَنْزَلَ اللَّهُ السُّورَةَ (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لاَ تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ) إِلَى قَوْلِهِ (فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ)

(مفصل ترجمہ کیلئے جلد چہارم ص:۴۹۲) .أطرافه 3007، 3081، 3983، 4890، 6259، 6939 -

سفیان سے مراد ابن عیینہ جبکہ عمرو، ابن دینار ہیں۔ (بعثنی الخ) عبید اللہ کی روایت میں یہی ہے ابوعبدالرحمٰن سلمی عن علی کی

روایت میں جیسا کہ (فضل من شهد بدرا) میں گزری، بجائے مقداد کے ابومرثد غنوی کا نام مذکور ہے تو ممکن ہے یہ تینوں حضرات ان کے ہمراہ ہوں، دونوں راویوں سے ایک ایک کا نام چھوٹ گیا، ابن اسحاق نے صرف علی وزبیر ہی کا ذکر کیا ہے اور ساری روایت میں تثنیہ کے صیغ استعمال کئے ہیں یعنی (فخرجا حتی أدر کا الخ) بظاہر دونوں کے ہمراہ ایک ایک صحابی بطورِ تبع (مددگار) تھا۔

(ظعينة بها الخ) الجہاد کی روایتِ علی میں تھا کہ وہاں ایک عورت ملے گی جس کے پاس حاطب کا خط ہے ابن اسحاق نے اس کا نام سارہ لکھا ہے واقدی کنود ذکر کرتے ہیں ان کی بھی ایک روایت میں سارہ اور دوسری میں ام سارہ ہے بقول ان کے حاطب نے اسے دس دینار دینے کا وعدہ کیا تھا بعض کے مطابق وہ حضرت عباس کی آزاد کردہ لونڈی تھی۔(ببعض أمر رسول الخ) مرسلِ عروہ میں ہے کہ آنجناب کے ارادہ کی خبر تحریر کی تھی کہ ان کے ساتھ لڑنے نکلنے والے ہیں۔

(ملصقاً فی قریش) یعنی حلیف، آگے مذکور ہے ابن اسحٰق لکھتے ہیں اصلِ قوم اور عشیرہ میں سے نہ تھے احمد کے ہاں یہ الفاظ ہیں: (و کنت غريبا) یعنی اجنبی، سہیلی لکھتے ہیں حاطب عبداللہ بن حمید بن زہیر بن اسد بن عبدالعزی کے حلیف تھے، ابو بلتعہ کا نام عمرو تھا بعض کے مطابق وہ بھی حلیفِ قریش تھے۔(يحمون بها قرابتی) ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ میرے اہل وعیال مکہ میں ہیں ان کی وجہ سے یہ کام کیا، اس شرح کا تکملہ سورۃ الممتحنہ کی تفسیر میں ہوگا، بعض اہلِ سیر نے مثلاً تفسیرِ یحیی بن سلام میں ہے، خط کا یہ مضمون ذکر کیا ہے: (أما بعد يا معشر قريش فإن رسول اللهﷺ جاء كم بجيش كالليل يسير كالسيل فوالله لوجاء كم وحده لنصره الله و أنجز له وعزره فانظروا لأنفسكم، والسلام) کہ اے گروہِ قریش نبی اکرم ایک لشکرِ جرار جو سیلاب کی طرح آئے گا، لیکر حملہ کرنے والے ہیں بخدا وہ تو اگر اکیلے بھی آتے تو اللہ ان کی نصرت کرتا اور اپنا وعدہ پورا کرتا، اب دیکھ لو کیا کرنا ہے، والسلام) اسے سہیلی نے بھی ذکر کیا ہے واقدی مرسل سند سے ناقل ہیں کہ سہیل بن عمرو، صفوان بن امیہ اور عکرمہ کے نام یہ خط تھا اس میں تھا کہ نبی اکرم نے یہاں لوگوں کو جنگ کی تیاری کا حکم دیا ہے میرے خیال میں تمہاری طرف ہی آنا چاہتے ہیں، یہ اطلاع دے کر میں نے چاہا کہ تم پر احسان کردوں۔

47 - باب غَزْوَةِ الْفَتْحِ فِي رَمَضَانَ (فتحِ مکہ رمضان میں)

4275 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِﷺ غَزَا غَزْوَةَ الْفَتْحِ فِي رَمَضَانَ قَالَ وَسَمِعْتُ ابْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُولُ مِثْلَ ذَلِكَ وَعَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ صَامَ رَسُولُ اللَّهِﷺ حَتَّى إِذَا بَلَغَ الْكَدِيدَ الْمَاءَ الَّذِي بَيْنَ قُدَيْدٍ وَعُسْفَانَ أَفْطَرَ فَلَمْ يَزَلْ مُفْطِرًا حَتَّى انْسَلَخَ الشَّهْرُ

(یعنی فتحِ مکہ رمضان میں ہوا، نبی پاک نے کدید پہنچ کر روزہ رکھنا آخر ماہ تک چھوڑے رکھا) .أطرافه 1944، 1948، 2953، 4276، 4277، 4278، 4279

کتاب الصیام کی حدیثِ ابن عباس میں گزرا کہ رمضان کی دس تاریخ کو مدینہ سے روانہ ہوئے تھے ابن اسحاق نے زہری

سے اسی سند کے ساتھ یہ بھی اضافہ کیا ہے کہ مدینہ میں ابو رہم غفاری کو نائب بنایا۔(قال و سمعت ابن المسيب الخ) قائل زہری ہیں اسنادِ مذکور کے ساتھ ہی موصول ہے۔(وعن عبيد الله الخ) یہ بھی اسی سند کے ساتھ موصول ہے اس کا بیان بھی کتاب الصیام میں گزر چکا ہے بیہقی نے عاصم بن علی عن لیث کے طریق سے وہ الفاظ ذکر گئے جو بخاری نے یہاں حذف کر دئے ہیں،(يقول مثل ذلك) کے بعد نقل کرتے ہیں (لا أدرى أخرج في شعبان فاستقبله في رمضان أوخرج في رمضان بعد ما دخل غيرأن عبيدالله أخبرني) کہ نہیں جانتا شعبان میں نکلے رمضان راستے میں آیا یا رمضان میں نکلے البتہ عبیداللہ نے مجھے خبر دی ہے۔۔۔ الخ آگے یہی بخاری والی عبارت ہے، بیہقی نے ابن ابی حفصہ عن زہری سے اسی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ نبی اکرم تیرہ رمضان کی صبح مکہ پہنچے تھے پھر معمر عن زہری کے طریق سے بیان کیا ہے کہ حدیث کا یہ حصہ قولِ زہری سے ہے اور ابن ابی حفصہ نے اسے مدرج کیا ہے، یونس نے بھی زہری سے نقل کیا، احمد نے بسند صحیح قزعہ بن یحیٰ عن ابی سعید سے روایت کیا ہے کہ ہم آنجناب کے ہمراہ عامِ فتح تین رمضان کو چلے تھے، یہ تردِدماضی کا دافع اور یوم خروج کو متعین کرتا اور یہ آگاہی دیتا ہے کہ راستے میں بارہ دن لگے، واقدی نے جو ذکر کیا کہ دس رمضان کو نکلے تھے، قوی نہیں کیونکہ یہ اصح منہ کے مخالف ہے، اس ضمن میں کئی دیگر اقوال بھی ہیں مثلاً مسلم میں سولہ رمضان، احمد کے ہاں اٹھارہ، ان کی ایک اور روایت میں بارہ بھی مذکور ہے ان میں سے ایک عدد کو ماضیٰ اور دوسرے کو باقی پر محمول کیا جائے گا، مغازی میں مذکور ہے کہ انیس کو داخل ہوئے، یہ آغازِ ماہ کی بابت اختلاف پر محمول ہے، ایک اور روایت میں شک کے ساتھ انیس یا سترہ کا ذکر ہے، یعقوب بن سفیان نے بحوالہ ابن اسحاق اپنے مشائخ کی ایک جماعت سے نقل کیا ہے کہ فتحِ مکہ اس وقت ہوا جب رمضان کے دس دن باقی تھے، بشرطِ ثبوت یہ العشر الأوسط پر محمول کیا جائے گا آخری دھا کہ داخل ہونے سے قبل۔

علامہ انور (حتى إذا بلغ الكديد أفطر) کے تحت رقم طراز ہیں کہ یہ حدیث ہمارے مسائل (یعنی فقہ حنفی کے) لحاظ سے باعثِ اشکال ہے کیونکہ ہمارے نزدیک مسافر اگر روزہ رکھ لے تو اب اس کے لئے اس کا توڑنا جائز نہیں، اولِ نہار سے اسے اختیار ہے کہ روزہ رکھے یا نہ رکھے اگر رکھ لے تو جاری رکھنا ضروری ہے تو میں کہتا ہوں آنجناب کا یہ روزہ توڑنا رخصت للمسافر کے باب سے نہ تھا بلکہ ایک دیگر باب سے ہے، وہ یہ کہ ہمارے نزدیک مجاہدین کو رخصت ہے کہ روزہ توڑ لیں اگر ضعف کا ڈر ہو جیسا کہ تاتارخانیہ میں ہے بخاری کا یہ سیاق اسی طرف مرشد ہے ترمذی کے ہاں اس سے بھی زیادہ صراحت سے ہے وہ اس امر پر دال ہے کہ یہ افطارِ مذکور اسی وصف پر تھا جو ہم نے ذکر کیا نہ کہ فقط مسافر ہونے کی وجہ سے، پھر یہاں ایک اور دقیقہ بھی ہے وہ یہ کہ یہ عندالتزاحم دو عبادتوں (فیض میں یہاں۔إحدى العبارتين۔ کی ترکیب ہے میرے خیال میں۔إحدى العبادتين۔ ہونا چاہئے) میں سے ایک کو ترجیح دینے کا باب ہے اور یہ معاملہ شارع کی صوابدید ہے جسے یہاں صوم و جہاد ہے تو شارع نے جہاد کو ترجیح اور افطارِ صوم کی رخصت دی اسی طرح اگر کبھی جہاد اور نماز باہم متعارض ہو جائیں تو نماز کو ترجیح حاصل ہوگی، اسی سے نمازِ خوف کا حکم ہوا، اسی طرح اگر نماز و حج متعارض ہوں یعنی وقوفِ عرفہ تو حج راجح ہوگا یہاں سے الجمع بین الصلاتین معلوم و مشروع ہوا تو یہ ایک اور باب ہے جس میں قیاس کا دخل نہیں۔

4276 - حَدَّثَنِي مَحْمُودٌ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنِي مَعْمَرٌ قَالَ أَخْبَرَنِي الزُّهْرِيُّ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ فِي رَمَضَانَ مِنَ الْمَدِينَةِ وَمَعَهُ عَشَرَةُ آلَافٍ وَذَلِكَ عَلَى رَأْسِ ثَمَانِ سِنِينَ وَنِصْفٍ مِنْ مَقْدَمِهِ الْمَدِينَةَ فَسَارَ هُوَ وَمَنْ

مَعَهُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ إِلَى مَكَّةَ يَصُومُ وَيَصُومُونَ حَتَّى بَلَغَ الْكَدِيدَ وَهُوَ مَاءٌ بَيْنَ عُسْفَانَ وَقُدَيْدٍ أَفْطَرَ وَأَفْطَرُوا قَالَ الزُّهْرِيُّ وَإِنَّمَا يُؤْخَذُ مِنْ أَمْرِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ الآخِرُ فَالآخِرُ .

(سابق) أطرافه 1944، 1948، 2953، 4275، 4277، 4278، - 4279

شیخ بخاری ابن غیلان ہیں۔ (ومعه عشرة آلاف) یعنی تمام قبائل سے ابن اسحاق اور ابن عائذ کے مرسلِ عروہ میں ہے کہ نبی اکرم مہاجرین، انصار، اسلم، غفار، مزینہ، جہینہ اور سلیم کے بارہ ہزار افراد کے ساتھ نکلے، اکلیل اور شرف المصطفیٰ میں بھی یہی مذکور ہے تطبیق یہ ہے کہ مدینہ سے دس ہزار ہی چلے تھے باقی دو ہزار راستے میں مل گئے، تفصیل آگے مرسلِ عروہ میں آتی ہے۔ (و ذلك على رأس ثمان الخ) روایتِ معمر میں یہی ہے اور یہ وہم ہے درست (على رأس سبع سنين و نصف) ہے وہم کی وجہ یہ بنی کہ غزوہ فتح سن آٹھ میں تھا، ربیع الأول تا رمضان نصف سال بنتا ہے تو بالضبط یہ ساڑھے سات برس بنے، معمر کی روایت کی توجیہ بھی ممکن ہے وہ یہ کہ انہوں نے محرم سے ابتدائے سنہ پر بنا کی چونکہ دوسرے برس کے دو یا تین مہینے داخل ہو چکے تھے تو مجازاً پورا سال۔ یعنی آٹھواں۔ شمار کر لیا، تسمیۃ البعض باسم الکل کے باب سے جو آخرِ ربیع الأول میں واقع ہوگا اور وہاں سے رمضان نصف سال بنتا ہے یا یہ کہا جائے گا کہ اس برس کا آخرِ شعبان ساتویں برس کا اور نصف برس کا اختتام تھا ابتدائے ربیع الأول سے آغاز کرتے ہوئے، رمضان شروع ہوا تو گویا نیا سال شروع ہوا اور شروعِ سنہ پر رأسِ سنة کا اطلاق صحیح ہے اس اعتبار سے (رأس ثمان سنين و نصف) بنا، یا پھر رأسِ سنہ ثمانیہ ربیع الأول تھا جس کے بعد رمضان تک نصف سال بنا۔

(و ذلك على رأس ثمان سنين و نصف) کے تحت مولانا انور لکھتے ہیں مشہور یہ ہے کہ فتح مکہ سن آٹھ ہجری میں ہوا، سیرت کی کتب میں ساڑے سات برس بعد مذکور ہے دونوں میں کوئی اختلاف نہیں جس نے آٹھویں میں کہا اس کی مراد اس کا آغاز ہے بخاری کے ان منقولہ الفاظ کا یہی مطلب ہے (ثمان سنين) سے مراد آٹھویں کی ابتدا ہے، علی السبع پر جو زیادت مذکور ہے جسے راوی نے عطف کے ساتھ نصف سے تعبیر کیا تو اس کا مآل وہی ہوا جو سیر میں ہے کہ مکہ ساتویں اور نصف میں فتح ہوا یعنی آٹھویں کے وسط میں تو اس طرح روایات باہم مجتمع ہوتی ہیں، یہ معنی نہیں کہ آٹھواں برس تمام ہونے کے بعد اور نویں کے آغاز میں فتح ہوا جیسا کہ ظاہری مفہوم نکلتا ہے، نہ سمجھ سکنے والا احادیثِ بخاری سے استہزاء کرتا اور خیال کرتا ہے کہ بخاری پر اعتراض کرنے سے حنفیہ کی تائید ہے یہ نہیں جانتا کہ اس کے اس سوئے فعل سے دین کی اساس منہدم ہوتی ہے اگر ہم صحیحین کی احادیث پر اعتماد نہیں کریں گے تو کہاں سے دین کا اخذ کریں؟ زیغ سے اللہ کی پناہ، صحیحین میں بھی کثیر اوہام ہیں حتی کہ اس موضوع پر ابوعلی کی ایک تصنیف بھی ہے، جو یہ خیال کرتا ہے کہ ثقات سے ادہام صادر نہیں ہوتے وہ عاجز اور مستحمق ہے! بالجملہ اس کا مؤدیٰ یہ نہیں کہ مکہ نویں سال فتح ہوا، یہ قطعاً غلط ہے پھر صحابہ کرام کی فتحِ مکہ کے موقع پر تعداد دس ہزار تھی، توراۃ کے بعض نسخوں میں بھی یہ تعداد مذکور ہے بعض نسخوں سے ممسوخین نے حذف کر دی تا کہ یہ آنجناب پر صادق نہ آسکے۔

4277 - حَدَّثَنِي عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الأَعْلَى حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فِي رَمَضَانَ إِلَى حُنَيْنٍ وَالنَّاسُ مُخْتَلِفُونَ فَصَائِمٌ وَمُفْطِرٌ فَلَمَّا اسْتَوَى عَلَى رَاحِلَتِهِ دَعَا بِإِنَاءٍ مِنْ لَبَنٍ أَوْ مَاءٍ فَوَضَعَهُ عَلَى رَاحَتِهِ أَوْ عَلَى رَاحِلَتِهِ ، ثُمَّ نَظَرَ

إِلَى النَّاسِ فَقَالَ الْمُفْطِرُونَ لِلصُّوَّامِ أَفْطِرُوا .

(ترجمہ کیلئے جلد سوم ص: ۱۵۰،۱۵۱)أطرافه 1944، 1948، 2953، 4275، 4276، 4278، - 4279- 4278

وَقَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ عَامَ الْفَتْحِ وَقَالَ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ .

أطرافه 1944، 1948، 2953، 4275، 4276، 4277، 4279-

خالد سے مراد حذاء ہیں۔(خرج رسول الله ﷺ إلى حنين) اسماعیلی نے اس میں اشکال قرار دیا ہے وہ یہ کہ معرکہِ حنین تو فتح مکہ کے بعد تھا قبل ازیں کہہ چکے ہیں کہ آپ مدینہ سے مکہ کی جانب نکلے، ابن تین داؤدی سے ناقل ہیں کہ درست (إلى مكة) ہے (یعنی إلى حنين کی بجائے) یا یہ (إلى خيبر) تھا جو تصحیف ہوکر (إلى حنين) ہو گیا، ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں کہ خیبر قرار دینا تو بالکل مردود ہے رمضان میں اس کی طرف نہ گئے تھے، تاویل ظاہر ہے (إلى حنين) سے مراد یہ ہے کہ جو فتح مکہ کے کچھ ہی مدت بعد پیش آیا (اور اس دوران آپ مدینہ بھی واپس نہ ہوئے تھے) لہذا (خرج في رمضان) تو دراصل مکہ کی طرف نکلنے سے متعلق ہے لیکن چونکہ بعد ازں یہیں سے حنین کا رخ کیا تھا تو اس پر اس کا اطلاق کر دیا، اس کی نظیر آگے ایک حدیثِ ابی ہریرہ میں بھی آ رہی ہے، محبّ طبری اسی توجیہہ کی طرف مائل ہیں، کئی دیگر کا کہنا ہے کہ ہو سکتا ہے آپ رمضان کے آخر ہی میں حنین کی طرف گئے ہوں، یہ ابن تین نے بھی کہا مگر یہ امر اس کے لئے معکر ہے کہ آپ دس تاریخ کو مدینہ سے چلے، اٹھارہ یا انیس کو مکہ پہنچے آگے ذکر آئے گا کہ انیس دن وہاں قیام کیا، ابن حجر لکھتے ہیں معکر قرار دینے کی یہ بات معترَض ہے کیونکہ آ چکے جیسا کہ ذکر گزرا ابتدائے خروج کی بابت اختلاف ہے مگر یہ بات مؤکد ہے کہ آپ نے حنین کا رُخ ماہِ شوال میں کیا تھا۔

(دعا بإناء الخ) آگے طاؤس عن ابن عباس کی روایت میں ہے کہ پانی کا برتن منگوایا داؤدی کہتے ہیں ممکن ہے ایک موقع پہ وہ منگوایا ہو، مگر ابن حجر لکھتے ہیں تعدد کی کوئی دلیل نہیں کیونکہ حدیث بھی ایک اور قصہ بھی ایک ہے یہ دراصل راوی کا شک ہے لہذا جازم کی روایت کو ترجیح حاصل ہوگی، ابن تین کی یہ بات نہایت ابعد ہے کہ ایک واقعہ فتح مکہ اور ایک غزوہ حنین کے دوران پیش آیا تھا۔(فقال المفطرون الصوم الخ) غیرِ ابی ذر کے ہاں (الصوام) ہے دونوں لفظ صائم کی جمع ہیں، طبری کی تہذیب میں روایت کے الفاظ ہیں (فقال المفطرون للصوام أفطروا ياعصاة)۔

(وقال عبد الرزاق الخ) اسے امام احمد نے ان سے موصول کیا ہے بقیہ عبارت یہ ہے: (خرج النبي ﷺ عام الفتح في شهر رمضان فصام حتى مر بغدير في الطريق)۔ (وقال حماد الخ) ابو ذر سے بعض نسخوں میں یہی ہے اکثر کے ہاں ابن عباس مذکور نہیں دار قطنی نے اور ابو نعیم نے بھی مستخرج میں اسی پر جزم کیا ہے اسی طرح بیہقی نے بھی سلیمان بن حرب جو شیوخِ بخاری میں سے ہیں کے طریق سے: (عن حماد بن زيد عن أيوب عن عكرمة) نقل کیا اور فتح مکہ کی بابت طویل حدیث ذکر کی، بیہقی اس پر آخرِ کلام میں کہتے ہیں ایوب نے عکرمہ سے آگے کا راوی ذکر نہیں کیا، ابن ابی شیبہ نے بھی سلیمان مذکور ہی کے حوالے سے عکرمہ سے اسے مرسلاً نقل کیا ہے طاؤس عن ابن عباس کے طریق پر کتاب الصیام میں کلام گزر چکی ہے۔

مولانا انور (دعا بإناء الخ) کے تحت لکھتے ہیں نبی پاک اس واقعہ میں اولِ نہار سے مفطر تھے آپ نے چاہا کہ صحابہ کو اعلام

کریں کہ وہ روزہ سے نہیں تا کہ وہ بھی روزہ توڑ دیں اور لڑائی کیلئے تیار ہوں۔

4279 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَافَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي رَمَضَانَ فَصَامَ حَتَّى بَلَغَ عُسْفَانَ ثُمَّ دَعَا بِإِنَاءٍ مِنْ مَاءٍ فَشَرِبَ نَهَارًا لِيُرِيَهُ النَّاسَ فَأَفْطَرَ حَتَّى قَدِمَ مَكَّةَ قَالَ وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ صَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي السَّفَرِ وَأَفْطَرَ فَمَنْ شَاءَ صَامَ وَمَنْ شَاءَ أَفْطَرَ.

(سابق) أطرافه 1944، 1948، 2953، 4275، 4276، 4277، 4278-

48 - باب أَيْنَ رَكَزَ النَّبِيُّ ﷺ الرَّايَةَ يَوْمَ الْفَتْحِ (نبی پاک نے فتح مکہ کے موقع پر علم کہاں نصب کیا تھا؟)

4280 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ لَمَّا سَارَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَامَ الْفَتْحِ فَبَلَغَ ذَلِكَ قُرَيْشًا خَرَجَ أَبُو سُفْيَانَ بْنُ حَرْبٍ وَحَكِيمُ بْنُ حِزَامٍ وَبُدَيْلُ بْنُ وَرْقَاءَ يَلْتَمِسُونَ الْخَبَرَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَأَقْبَلُوا يَسِيرُونَ حَتَّى أَتَوْا مَرَّ الظَّهْرَانِ فَإِذَا هُمْ بِنِيرَانٍ كَأَنَّهَا نِيرَانُ عَرَفَةَ فَقَالَ أَبُو سُفْيَانَ مَا هَذِهِ لَكَأَنَّهَا نِيرَانُ عَرَفَةَ. فَقَالَ بُدَيْلُ بْنُ وَرْقَاءَ نِيرَانُ بَنِي عَمْرٍو فَقَالَ أَبُو سُفْيَانَ عَمْرٌو أَقَلُّ مِنْ ذَلِكَ فَرَآهُمْ نَاسٌ مِنْ حَرَسِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَأَدْرَكُوهُمْ فَأَخَذُوهُمْ فَأَتَوْا بِهِمْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَأَسْلَمَ أَبُو سُفْيَانَ فَلَمَّا سَارَ قَالَ لِلْعَبَّاسِ احْبِسْ أَبَا سُفْيَانَ عِنْدَ حَطْمِ الْخَيْلِ حَتَّى يَنْظُرَ إِلَى الْمُسْلِمِينَ فَحَبَسَهُ الْعَبَّاسُ فَجَعَلَتِ الْقَبَائِلُ تَمُرُّ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ تَمُرُّ كَتِيبَةً كَتِيبَةً عَلَى أَبِي سُفْيَانَ فَمَرَّتْ كَتِيبَةٌ قَالَ يَا عَبَّاسُ مَنْ هَذِهِ قَالَ هَذِهِ غِفَارُ قَالَ مَا لِي وَلِغِفَارَ ثُمَّ مَرَّتْ جُهَيْنَةُ قَالَ مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ مَرَّتْ سَعْدُ بْنُ هُذَيْمٍ فَقَالَ مِثْلَ ذَلِكَ وَمَرَّتْ سُلَيْمُ فَقَالَ مِثْلَ ذَلِكَ حَتَّى أَقْبَلَتْ كَتِيبَةٌ لَمْ يَرَ مِثْلَهَا قَالَ مَنْ هَذِهِ قَالَ هَؤُلَاءِ الْأَنْصَارُ عَلَيْهِمْ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ مَعَهُ الرَّايَةُ فَقَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ يَا أَبَا سُفْيَانَ الْيَوْمُ يَوْمُ الْمَلْحَمَةِ الْيَوْمَ تُسْتَحَلُّ الْكَعْبَةُ فَقَالَ أَبُو سُفْيَانَ يَا عَبَّاسُ حَبَّذَا يَوْمُ الذِّمَارِ ثُمَّ جَاءَتْ كَتِيبَةٌ وَهِيَ أَقَلُّ الْكَتَائِبِ فِيهِمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَصْحَابُهُ وَرَايَةُ النَّبِيِّ ﷺ مَعَ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ فَلَمَّا مَرَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِأَبِي سُفْيَانَ قَالَ أَلَمْ تَعْلَمْ مَا قَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ قَالَ مَا قَالَ قَالَ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ كَذَبَ سَعْدٌ وَلَكِنْ هَذَا يَوْمٌ يُعَظِّمُ اللَّهُ فِيهِ الْكَعْبَةَ وَيَوْمٌ تُكْسَى فِيهِ الْكَعْبَةُ قَالَ وَأَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ تُرْكَزَ رَايَتُهُ بِالْحَجُونِ قَالَ عُرْوَةُ وَأَخْبَرَنِي نَافِعُ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ سَمِعْتُ الْعَبَّاسَ يَقُولُ

لِلزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ هَا هُنَا أَمَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ تَرْكُزَ الرَّايَةَ قَالَ وَأَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَوْمَئِذٍ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ أَنْ يَدْخُلَ مِنْ أَعْلَى مَكَّةَ مِنْ كَدَاءٍ وَدَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ كُدَا فَقُتِلَ مِنْ خَيْلِ خَالِدٍ يَوْمَئِذٍ رَجُلَانِ حُبَيْشُ بْنُ الْأَشْعَرِ وَكُرْزُ بْنُ جَابِرِ الْفِهْرِيُّ

ہشام بن اپنے والد (عروہ) سے راوی ہیں کہ نبی پاک فتحِ مکہ کے سال روانہ ہوئے، قریش کو خبر ملی تو ابوسفیان بن حرب، حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء نکلے تا کہ رسول اللہ اور اہلِ اسلام کی کوئی خبر حاصل کریں، چلتے چلتے جب مرظہران نامی جگہ پہنچے تو کیا دیکھا کہ ہر جگہ (اتنی کثرت سے) آگ جل رہی ہے گویا عرفات کا مقام ہو، ابوسفیان بولا یہ کیا ہے؟ گویا عرفہ کی آگ ہے، بدیل نے کہا یہ بنی عمرو ہیں، ابوسفیان نے کہا انکی تعداد اس سے کم ہے، اسی اثناء نبی پاک کے کچھ محافظوں کی نظران پہ پڑی تو انکا تعاقب کر کے انہیں گرفتار کر لیا انہیں لے کر نبی پاک کے پاس آئے ابوسفیان نے تو اسلام قبول کر لیا جب چلنے لگے تو حضرت عباس کو نبی پاک نے ہدایت فرمائی کہ ابوسفیان کو کسی ایسی جگہ روکے رکھنا جہاں سے اہلِ اسلام کے گھڑ سواروں کا رش ہوتا کہ وہ مسلمانوں کی قوت ملاحظہ کریں تو حضرت عباس نے انہیں ایک جگہ روکا تو مسلمان قبائل دستوں کی شکل میں گزرنے لگے، ایک دستہ گزرا تو ابوسفیان نے پوچھا اے عباس یہ کون ہیں؟ کہا یہ غفار ہیں، بولے مجھے غفار سے کیا سروکار؟ پھر ایک دستہ گزرا تو پوچھا یہ کون ہیں؟ کہا یہ جہینہ ہیں، بولے مجھے ان سے کیا سروکار؟ پھر سعد بن ہذیم گزرے تو یہی کہا پھر سلیم کا گزر ہوا تو یہی مکالمہ کیا حتی کہ پھر ایک ایسے عظیم الشان دستہ کا گزر ہوا کہ اس جیسا نہ دیکھا تھا، کہا یہ کون ہیں؟ حضرت عباس نے بتلایا کہ یہ انصار ہیں جن کے علم بردار حضرت سعد بن عبادہ تھے، سعد کہنے لگے اے ابوسفیان آج قتلِ عام کا دن ہے آج کعبہ میں بھی لڑائی حلال کر دی گئی ہے، یہ سن کر ابوسفیان حضرت عباس سے بولے تمہیں بربادی کا دن اچھا لگے گا؟ پھر دستہ آیا جو دیگر کی نسبت چھوٹا تھا، اس میں رسول اکرم اور آپ کے صحابی تھے حضرت زبیر نبی پاک کے علم بردار تھے جب آپ کا گزر ابوسفیان سے ہوا تو آپ سے مخاطب ہو کر کہنے لگے کیا آپ کو علم نہیں سعد بن عبادہ نے کیا کہا ہے؟ فرمایا کیا کہا ہے؟ انہوں نے انکی بات دہرائی، آپ نے فرمایا وہ غلط کہتے ہیں آج تو اللہ کعبہ کو عزت عطا فرمائیگا اور آج کعبہ کو غلاف پہنایا جائے گا، کہتے ہیں نبی پاک کے حکم سے آپ کا جھنڈا حجون کے مقام پہ نصب کیا گیا، عروہ کا بیان ہے کہ مجھے نافع بن جبیر بن مطعم نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت عباس کو سنا حضرت زبیر سے کہہ رہے تھے اے ابوعبداللہ یہاں آپ کو نبی پاک نے جھنڈا نصب کرنے کا حکم دیا تھا نا؟ کہتے ہیں نبی پاک نے حضرت خالد کو ہدایت دی تھی کہ مکہ کے بالائی علاقہ کداء کی جانب سے داخل ہوں اور خود رسولِ پاک کدیٰ (یعنی کداء کے بالمقابل) کی طرف سے داخل ہوئے، حضرت خالد کے دستہ کے دو افراد اس دن شہید ہوئے، حبیش بن اشعر اور کرز بن جابر فہری۔

ہشام سے مراد ابن عروہ ہیں بقول ابن حجر عروہ سے کسی طریق سے اسے موصولا نہیں دیکھا، مقصودِ بخاری حدیث کے آخر میں مذکور ہے جو عروہ عن نافع بن جبیر بن مطعم کے حوالے سے موصول ہے۔ (فبلغ ذلك قريشا) بظاہر ان کی آمد کی خبر ابوسفیان و بدیل وغیرہ کے نکلنے سے قبل پہنچ گئی تھی مگر ابن اسحاق اور ابن عائذ کی مغازی عروہ میں ہے کہ مسلمان مرالظہر ان میں خیمہ زن ہوئے اور ابھی قریش کو ان کی مطلقا خبر نہ ہوئی تھی ابن ابی شیبہ کے ہاں روایتِ ابی سلمہ میں ہے کہ نبی اکرم کے حکم سے تمام راستے بند کر دئے گئے تھے اہلِ مکہ کو کچھ علم نہ تھا ابوسفیان نے حکیم بن حزام سے کہا کیوں نہ سوار ہو کر نکلیں شائد کچھ خبر ملے بدیل بھی ان کے ہمراہ ہو لیا، ابن عائذ کی ابن عمر سے روایت میں ہے آنجناب نے نکلنے سے پیشتر اہلِ مکہ کے سامنے حضرت ضمرہ کے ذریعہ تین تجاویز رکھیں یا تو خزاعہ کے

مقتولوں کی دیت ادا کر دیں یا بکر کے ساتھ معاہدہِ حلف ختم کریں یا (ننبذ إليهم علی سواء) (یعنی معاہدہ حدیبیہ ختم کرنے کا دونوں فریق اعلان کردیں) چنانچہ ضمرہ آئے، تجاویز سن کر قرظہ بن عمرو بولا نہ دیت دیں گے اور نہ بکر سے معاہدہِ حلف ختم کریں گے البتہ (ولكنا ننبذ إليه على سواء) یہ سن کر ضمرہ پلٹ آئے، قریش نے ابوسفیان کو تجدیدِ عہد کیلئے بھیجا، یہی مسدد نے بھی مرسلِ محمد بن عباد بن جعفر سے نقل کیا مگر واقدی دعوی کرتے ہیں کہ ابوسفیان اس خیال سے مبادرأ آیا تھا کہ مسلمانوں تک (خزاعہ کی) خبر نہ پہنچ سکے (یعنی پہلے ہی پہنچ کر تدارک کر لے) ابن ابی شیبہ کے مرسلِ عکرمہ اور ابن اسحاق وابن عائذ کی مغازی عروہ میں ہے کہ قریش ڈرے جس پر ابوسفیان مدینہ پہنچا اور سب سے پہلے حضرت ابوبکر سے مل کر کہنے لگا: (جدد لنا الحلف) تجدیدِ معاہدہ کرادیں وہ بولے اب یہ نہیں ہوسکتا، پھر حضرت عمر سے یہی بات کہی انہوں نے نہایت سخت جواب دیا پھر حضرت فاطمہ کے پاس آیا انہوں نے کہا اب یہ نہیں ہو سکتا حضرت علی نے بھی یہی جواب دیا تو ایک ہاتھ دوسرے پر مار کر کہنے لگا: (قد أجرت بين الناس)، پھر مکہ واپس ہوا تو (روداد سن کر) اہل مکہ کہنے لگے (عجیب گومگو کی کیفیت ہے) نہ تو جنگ کی خبر لائے ہو کہ تیاری کریں اور نہ صلح کی کہ امن ہونے بے خوفی ہو، تو اس پر (بلغ قريشا) کا معنی یہ کیا جا سکتا ہے کہ ان کے ظن پر غالب ہوا (کہ مسلمان آگئے ہیں) بلوغِ حقیقی مراد نہیں۔

(يلتمسون الخبر الخ) ابن عائذ کی روایت میں اہلِ مکہ نے ابوسفیان اور حکیم کو بھیجا راستے میں بدیل بھی ہمراہ ہو لیا۔(حتى أتوا مرّ الخ) میم کی زبر اور تشدیدِ راء کے ساتھ، معروف جگہ ہے عامۃ الناس راء کو ساکن اور واو کا اضافہ کرتے ہیں، ظہران ظہر کی تثنیہ ہے مرسلِ ابی سلمہ میں ہے ظہران پہنچتے رات ہوگئی تو ثنیہ سے جھانکا تو ہر طرف آگ جلتی نظر آئی ابن اسحاق کے بقول اس رات مسلمانوں نے دس ہزار جگہ آگ جلائی تھی (دراصل جیسا کہ آگے ابن سعد کے حوالے سے ذکر کیا، لسان نبوت نے ہدایت جاری فرمائی تھی کہ آج رات ہر کوئی اپنی اپنی آگ جلائے یقیناً آپ کو اندازہ وعلم تھا کہ اہل مکہ کے جواسیس گھاٹیوں پر سے تانک جھانک کریں گے آپ نے چاہا کہ بہت زیادہ تعداد ہونے کا جھانسا دیا جائے کیونکہ عادۃً ومعمولاً ہر پانچ دس افراد ایک آگ میں کھانا تیار کرتے تھے تو اس رات دس ہزار جگہ آگ دیکھ کر انہیں گمان ہوا ہوگا کہ نہایت کثیر تعداد ہے جس سے ان کا مورال بالکل تباہ ہوگیا اور اگر مزاحمت کا سوچ رہے تھے تو اب بالکل یہ ارادہ ترک کر دیا)۔

(نيران عرفة) چونکہ وہاں بھی حجاج کی کثرتِ تعداد کے مدِنظر کثرت سے آگ جلائی جاتی تھی ابن سعد کی روایت میں ہے کہ نبی اکرم نے اس رات کثرت سے آگ جلانے کا حکم دیا جس پر صحابہ کرام نے دس ہزار جگہ آگ جلائی (چونکہ ان کی تعداد بھی دس ہزار تھی تو گویا ہر ایک نے اپنی اپنی آگ جلائی)۔(هذه نيران بني عمرو) یعنی خزاعہ، عمرو سے مراد ابن لحی جس کا ذکر خزاعہ کے نسب نامہ میں گزرا ہے۔(عمرو أقل الخ) مرسلِ ابی سلمہ میں بھی یہ ہے، ابن عائذ کے مغازی عروہ میں اس کے برعکس یہ ہے کہ انہوں نے جب خیمے دیکھے اور گھوڑوں کے ہنہنانے کی آوازیں سنیں تو سخت دہشت زدہ ہوئے آپس میں بولے یہ بنی کعب ہیں جو خزاعہ کی سب سے بڑی شاخ تھی، بدیل نے کہا یہ بنی کعب سے زیادہ معلوم پڑتے ہیں۔

(فرآهم ناس من حرس الخ) ابن عائذ کی روایت میں ہے نبی اکرم نے آگے اپنے گھڑ سوار بھیجے ہوئے تھے کہ جواسیس کو پکڑیں خزاعہ بھی ہر نظر آنے والے کو واپس کر دیتے اور آگے نہ جانے دیتے تھے جب ابوسفیان اور اس کے ہمراہی آگے بڑھے تو مسلمان گھڑ سواروں نے انہیں گرفتار کر لیا مرسلِ ابی سلمہ میں ہے کہ یہ گھڑ سوار انصاری تھے اور اس رات حضرت عمر پہرے داروں کے

چیف تھے، یہ حضرات انہیں پکڑ کر ان کے پاس لے آئے، ابن اسحاق کہتے ہیں حضرت عباس رات کو نکلے تو ابوسفیان سے مڈھ بھیڑ ہوگئی انہوں نے ابوسفیان کو اپنے ساتھ خچر پر بٹھلالیا، ان کے دونوں ساتھی اور بدیل وہیں سے پلٹ گئے، تطبیق یہ دی جاسکتی ہے کہ جب یہ تینوں پہرے داروں کے ہتھے چڑھے تو حضرت عباس سے انہیں چھڑوالیا ابن اسحاق کی روایت میں ہے آنجناب جب مرِظہران میں فروکش ہوئے تو حضرت عباس نے کہا بخدا اگر اہلِ مکہ آنجناب کے مکہ داخل ہونے سے پہلے پہلے طالبِ امان بن کر نہ آئے تو سخت بربادی ہوگی، کہتے ہیں یہ سوچ کر میں نبی اکرم کے خچر پر سوار ہوا اور اراک پہنچ گیا، میرا خیال تھا شائد کوئی ایندھن اکھٹا کرنے والا یا کوئی ضرورت کے تحت نکلا ہوا مل جائے تو مکہ والوں تک یہ اطلاع پہنچا دے، اتنے میں مجھے ابوسفیان اور بدیل کی آوازیں سنائی دیں میں نے ابوسفیان کی آواز پہنچان کر آواز دی ابوحنظلہ؟ بولا ابوالفضل ہو؟ میں نے کہا ہاں، بولا اب کیا حیلہ ہوسکتا ہے میں نے کہا میرے اس خچر پر میرے پیچھے سوار ہو جاؤ، میں تمہیں رسول اللہ کے پاس لئے چلتا ہوں تم طالبِ امان ہو جانا، چنانچہ وہ میرے ساتھ سوار ہوا اور اس کے ساتھی پلٹ گئے، تو یہ سابقہ روایت جس میں ہے کہ پہرے داروں نے انہیں پکڑا تھا، کے متعارض ہے لیکن ابن عائذ کے ہاں مذکور ہے کہ بدیل اور حکیم نبی اکرم کی خدمت میں حاضر ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہو گئے تو (ورجع صاحباہ) کو اس امر پر محمول کیا جائے گا کہ اسلام لانے کے بعد جبکہ امرِ نبوی کے تحت ابوسفیان حضرت عباس کے ساتھ ہی رہا تا کہ اسے عساکرِ اسلام کی شان وشوکت دکھلائیں، یہ بھی محتمل ہے کہ وہ واقعۃً پلٹ گئے ہوں مگر پہرے داروں کے ہتھے چڑھ گئے

سیرتِ موسی بن عقبہ کی روایت اس کی مؤید ہے اس میں ہے کہ حضرت عباس ان سے مل گئے اور اپنی پناہ میں لے کر رسولِ خدا کے پاس لائے جہاں حکیم اور بدیل نے اسلام قبول کر لیا جبکہ ابوسفیان نے اگلی صبح قبولِ اسلام کیا، دونوں روایتوں کا تطابق یہ دیا جائے گا کہ حرس نے انہیں پکڑ کر حضرت عباس کے حوالے کر دیا عکرمہ کی روایت میں ہے کہ ابوسفیان کو نبی پاک کے پاس لایا گیا جو اس وقت ایک قبہ میں تھے، فرمایا اے ابوسفیان (أسلم تسلم) وہ کہنے لگے میں لات وعزی کا کیا کروں؟ یہ سن کر حضرت عمر بولے اگر اس قبہ سے باہر ہوتے تو یہ کہنے کا موقع نہ ملتا، حضرت عباس انہیں اپنے خیمہ میں لے گئے علی الصباح مسلمانوں کو نمازِ فجر کی طرف مبادرت اور اس کا اہتمام کرتا دیکھ اسلام قبول کر لیا۔

(احبس أباسفیان) موسی بن عقبہ کی روایت میں ہے حضرت عباس نے نبی اکرم سے کہا مجھے اندیشہ ہے کہ ابوسفیان واپس جا کر پھر سے کفر اختیار کر لے گا، فرمایا اسے روکے رکھو تا کہ جنود اللہ کا مشاہدہ کرے انہوں نے یہی کیا، وہ بولے: (أ غدراً یا بنی ھاشم؟) (یعنی وہ سمجھے کہ اسلام کے باوجود روکے رکھنا شائد کسی اور نیت و ارادہ سے نہ ہو) حضرت عباس نے کہا نہیں ایسی کوئی بات نہیں، میں چاہتا ہوں تم اللہ کے سپاہیوں کا مشاہدہ کرو۔

(عند خطم الجبل) نسفی اور قابسی کے نسخہ میں خاء کی زبر اور طاء کی جزم کے ساتھ ہے ابن اسحاق وغیرہ اہلِ سیرت کی روایت میں بھی یہی ہے، اکثر نسخوں میں (حطم الخیل) أی ازدحامھا ہے، وہاں چونکہ تنگ گزرگاہ تھی تو روکے رکھا تا کہ تمام اہلِ اسلام نظروں کے سامنے سے گزریں۔ (فجعلت القبائل تمر) موسی بن عقبہ کی روایت میں ہے نبی اکرم کے منادی نے اعلان کیا کہ ہر قبیلہ (أداۃ وعدۃ)۔ (یعنی پورے سازوسامان) کے ساتھ گزرے۔ (کتیبۃ) کُتُب سے وھو الجمع، بروزن فعیلۃ، لشکر کی ایک ٹکڑی۔

(ثم مرت جھینۃ) مرسلِ ابوسلمہ میں ہے جہینہ کے گزرنے پر کہا اے عباس یہ کون ہیں؟ کہا جہینہ، بولے مجھے ان سے کیا

غرض میرے اوران کے مابین کبھی جنگ نہیں ہوئی، مرسلِ عروہ میں ان قبائل کا ذکر ہے: غفار، جہینہ، سعد بن ہذیم اور سلیم، ابوسلمہ کے مرسل میں مزید اسلم ومزینہ کا بھی ذکر ہے انہوں نے سعد بن ہذیم جو قضاعہ سے تھے، کا ذکر نہیں کیا، موسی کے ہاں قضاعہ بھی مذکور ہیں اور سعد بن ہذیم بھی، انہیں سعدُ ہذیم بھی کہا جاتا تھا، سعد ہذیم میں متعدد طوائفِ عرب تھے مثلا بنی ضِنہ اور بنی عذرہ جو ایک بڑا اور مشہور قبیلہ ہے (مجنونِ لیلٰی انہی میں سے تھا) واقدی نے مزید اشجع، اسلم، فزارہ اور تمیم کا قبائل کا بھی ذکر کیا ہے۔

(یوم الملحمة) یعنی ایسی لڑائی کا دن جس سے کوئی مخلَص نہیں، قتل سے کنایہ ہے کہا جاتا ہے:(لحمَ فلانٌ فلانا) یعنی قتل کرڈالا۔(فقال أبوسفیان یا عباس حبذا یوم الذمار) یہاں اسی طرح مختصراً ہے حضرت سعد کی یوم الملحمہ سے مراد یہ تھی کہ آج مقتلہِ عظمٰی کا دن ہے، ذمار بمعنی ہلاک ہے، خطابی کہتے ہیں ابوسفیان نے تمنا کی کہ کاش کوئی ہو جو ان کی قوم کو اس تباہی جس کی طرف سعد اشارہ کررہے ہیں، سے محفوظ رکھے، بعض نے کہا مراد یہ تھی کہ آج حریم واہل کیلئے غضب اوران کے دفاع کا دن ہے مگران کے لئے جو ایسا کرنے کی قدرت رکھتے ہیں، بعض نے یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ اے عباس تجھ پر لازم ہے کہ میری حفاظت کئے رکھنا، ابن اسحاق لکھتے ہیں حضرت سعد کی مذکورہ بات سن کر ایک مہاجر صحابی نے نبی اکرم سے کہا مجھے خدشہ ہے کہیں حضرت سعد کوئی اقدام نہ اٹھا بیٹھیں جس پر آپ نے حضرت علی کو حکم دیا کہ ان سے رایہ لے لو اور خود صاحب الرایہ بن کر مکہ میں داخل ہو جاؤ، بقول ابن ہشام یہ مہاجر شخص جنہیں ابن اسحاق نے مبہما ذکر کیا حضرت عمر تھے، ابن حجر کہتے ہیں اس میں بُعد ہے کیونکہ حضرت عمر تو قریش کے معاملہ میں شدتِ بأس کے ساتھ معروف تھے، اموی نے مغازی میں نقل کیا ہے کہ نبی اکرم کا جب وہاں سے گزر ہوا ابوسفیان نے آپ سے مخاطب ہو کہا کیا آپ نے اپنی قوم کے قتل کا حکم دیا ہے؟ فرمایا نہیں، اس پر انہوں نے حضرت سعد کی بات سنائی پھر اللہ کا اور رشتہ داری کا حوالہ دے کر مناشدت کی جس پر آپ نے فرمایا:(یا أبا سفیان الیوم یوم المرحمة الیوم یعز الله قریشا) آج رحم کرنے کا دن ہے آج تو اللہ قریش کی عزت میں اضافہ کرے گا

ابن عسا کر نے ابوزبیر عن جابر کے طریق سے ذکر کیا ہے کہ حضرت سعد کی مذکورہ بات کا ایک قریشی خاتون نے شعروں میں حوالہ دے کر آنجناب سے رحم کی اپیل کی جس پر آپکا دل پسیج گیا اور حکم دیا کہ رایہ حضرت سعد سے لے کر ان کے بیٹے قیس کو دیدیا جائے (ابن حجر نے تین اشعار ذکر کئے ہیں) ابویعلی کی حدیثِ زبیر میں ہے کہ آپ نے لواء ان کے حوالے کیا تو مکہ دو لواء کے ساتھ داخل ہوئے مگر اس کی سند نہایت ضعیف ہے لیکن موسی نے مغازی میں جزم کے ساتھ زہری کے حوالے سے لکھا ہے کہ سعد سے جھنڈا لے کر زبیر کے حوالے کر دیا، تو اس طرح حضرت سعد سے جھنڈا لے کر کس کے حوالے کیا؟ کے ضمن میں تین اقوال ہمارے سامنے ہیں، تطبیق اس طرح سے ہوسکتی ہے کہ حضرت علی کے ہاتھ سعد سے جھنڈا واپس لینے کا حکم بھیجا اور ہدایت فرمائی کہ وہ علمبردار بن جائیں پھر حضرت سعد کی طیبِ خاطر کا احساس کر کے جھنڈا ان کے بیٹے قیس کے سپرد کرنے کا حکم جاری فرمایا پھر حضرت سعد ڈرے کہ کہیں ان کے بیٹے قیس سے کوئی جذباتی حرکت نہ سرزد ہو جائے تو خود گزارش کی کہ ان سے جھنڈا لے لیا جائے چنانچہ اسے حضرت زبیر کے حوالے کردیا، یہ آخری بات بزار نے حضرت انس کے حوالے سے ایسی سند کے ساتھ جو بخاری کی شرط پر ہے، نقل کی اس میں ہے کہ حضرت قیس بن سعد مقدمة الجیش میں تھے حضرت سعد نے آنجناب سے عرض کی کہ انہیں اس جگہ سے ہٹا دیں کہ مبادا کوئی (جذباتی) اقدام اٹھا بیٹھیں آپ نے یہی کیا، جو اشعار بزار کی روایت میں مذکور ہیں وہ بقولِ واقدی ضرار بن خطاب فہری کے تھے گویا کسی عورت کی ڈیوٹی

لگائی کہ آنجناب کو سنوا کر یہ اشعار پڑھ دے تا کہ ان پر آپکی معاطفت کے ضمن میں ابلغ ہو۔

(وهي أقل الكتائب) یعنی تعداد کے لحاظ سے، عیاض کہتے ہیں تمام کے ہاں قاف کے ساتھ ہے البتہ الجمع للحمیدی میں (أجل) کا لفظ ہے اور یہی اظہر ہے البتہ پہلے کی صحت بھی بعید نہیں کیونکہ مہاجرین کی تعداد دوسروں کی نسبت قلیل تھی۔ (یعظم فيه الكعبة) یعنی اس میں اظہار اسلام، اس کی چھت پر اذانِ بلالی اور اسے بتوں سے پاک کر کے اور لگی تصاویر کو ہٹا کر۔ (تكسى فيه الكعبة) کہا جاتا ہے قریش ماہِ رمضان میں کعبہ کو غلاف پہنایا کرتے تھے تو اتفاقا اسی دن مسلمان اس میں فاتحانہ طور پر داخل ہوئے یا یوم سے مراد زمان ہے جیسے یوم الفتح کی اصطلاح ہے، نبی اکرم نے اس سے یہ اشارہ دیا کہ اس برس کا غلافِ کعبہ ان کے دستِ مبارک سے پہنایا جائے گا۔ (أن تركز رايته بالحجون) مکہ کے قبرستان کے پاس ایک معروف جگہ ہے (آجکل اس طرف کا بابِ کعبہ بابِ الحجون کہلاتا ہے)۔

(فأخبرني نافع الخ) یہ سیاق موہم ہے کہ نافع مذکور اس موقع پر حاضر تھے مگر ایسا نہیں، یہ صحابی نہیں ہیں بقول ابن حجر میری رائے میں یہ اس امر پر محمول ہے کہ حضرات عباس و زبیر کا یہ مذکورہ مکالمہ بعد ازاں کسی وقت سنا جب وہ کسی حج میں اکٹھے ہوئے ہوں گے خلافتِ عمر یا عثمان میں، یہ بھی محتمل ہے اصل عبارت یوں ہو: (سمعت العباس يقول قلت للزبير الخ) قلت حذف کر دیا (یعنی حضرت عباس سے یہ قصہ سنا)۔

(قال وأمر الرسول الخ) قائل عروہ ہیں تو یہ سارا سیاق مرسل ہے ماسوائے اس قدر کے جسے نافع بن جبیر سے سماع کیا، باقی کا اخذ اپنے والد حضرت زبیر سے کیا ہو گا یا حضرت عباس سے، وہ ان کی حیات میں صغیر السن تھے، راجح یہ ہے کہ مختلف اسانید سے اس کی جزئیات جمع کی ہوں گی۔

(من أعلى مكة من كداء) اور خود آنحضرت مقامِ کدی جو بلامد ہے، کی جانب سے (یعنی حضرت خالد کی بالمقابل سمت سے) داخل ہوئے یہ آمدہ صحیح احادیث کے مخالف ہے جس میں مذکور ہے کہ حضرت خالد اسفلِ مکہ اور خود نبی اکرم اعلیٰ مکہ (یعنی کداء) کی جانب سے داخل ہوئے، ابن اسحاق نے بھی جزم کے ساتھ یہی قرار دیا ہے کہ خالد اسفل اور نبی اکرم بالائی جانب سے داخل ہوئے وہاں آپ کے لئے ایک قبہ نصب کر دیا گیا تھا، موسی کا نقل کردہ سیاق نہایت واضح ہے اس میں ہے نبی اکرم نے حضرت زبیر کو مہاجرین اور انکے گھڑ سواروں کے ہمراہ بھیجا اور حکم دیا کہ وہ کداء کی جانب سے داخل ہوں، یہ بھی حکم دیا کہ حجون کے مقام پر آپ کا جھنڈا نصب کر دیا جائے اور وہ وہیں رہیں حتی کہ آپ وہاں پہنچیں! خالد کو قبائلِ خزاعہ وسلیم وغیرہ کے ہمراہ اسفلِ مکہ کی طرف سے بھیجا، انہیں حکم تھا کہ بیت اللہ کے قریب پہنچ کر علم گاڑیں۔ حضرت سعد بن عبادہ انصار کے ہمراہ آپ کے مقدمۃ الجیش میں تھے سب کو حکم تھا کہ ہاتھ سمیٹے رکھیں صرف انہی سے قتال کریں جو ان سے کریں، بیہقی کی بسندِ حسن ابن عمر سے روایت میں ہے کہ جب مسلمان مکہ میں داخل ہوئے تو عورتیں اپنے دوپٹوں کو گھوڑوں کے چہروں پر مارتی تھیں آپ یہ منظر دیکھ کر مسکرائے اور حضرت ابوبکر سے فرمایا اس موقع کے لئے حسان کے کیا اشعار تھے؟ انہوں نے یہ اشعار پڑھے:

(عَدِمتُ بُنَيتي إن لَم تَرَوْها ... تُثِيْرُ النَّقعَ مَوعِدُها كداء

يُنازِعنَ الأسِنَّةَ مسرجات ... يَلْطِمُهن بالخمر النساء)

(ایک روایت میں پہلا مصرعہ یوں ہے: عدمنا خیلنا الخ یعنی ہمارے گھوڑے نہ رہیں اگر تم انہیں مقامِ کداء میں غبار اڑاتا نہ پاؤ، کوئی انہیں روکنے والا نہ ہوگا حتی کہ عورتیں اپنے دوپٹوں سے انہیں روکنے کی کوشش کریں گی، تو یہی منظر دیکھ کر آنجناب کو یہ اشعار یاد آ گئے) فرمایا اسی جانب سے گھڑ سوار دستہ جائے جس کا ذکر حسان نے کیا ہے۔

(حبیش بن الأشعر) اشعر لقب تھا، ان کا نام خالد بن سعد بن منقذ بن ربیعہ بن اخزم خزاعی ہے، ان ام معبد کے بھائی تھے جن سے اثنائے ہجرت نبی اکرم کا گزر ہوا تھا بغوی، طبرانی اور آخرون نے ان کا قصہ حزام بن ہشام بن حبیش عن أبیہ عن جدہ کے حوالے سے نقل کیا ہے، مسند احمد میں ہے:(حدثنا موسی بن داؤد حدثنا حزام بن هشام بن حبيش قال شهد جدی الفتح مع رسول الله ﷺ الخ)۔

(وکرز) یہ ابن جابر بن حسل بن احب بن حبیب فہری ہیں جو قبل ازیں رؤسائے شرک میں سے تھے انہی نے غزوہ بدر اولیٰ میں چراگاہِ نبوی پر شبخون مارا تھا اسی زمانہ میں اسلام لے آئے تھے نبی اکرم نے انہیں عرنیین کی سرکوبی کیلئے بھیجا تھا، ابن اسحاق لکھتے ہیں یہ دونوں لشکر سے الگ ہو گئے تھے جس پر کفار کے ہتھے چڑھ گئے جنہوں نے شہید کر ڈالا، ذکر کرتے ہیں کہ حضرت خالد کے اصحاب کی مڈھ بھیڑ قریش کے چند لوگوں سے ہوگئی ان میں سہیل بن عمرو اور صفوان بن امیہ بھی تھے جو اسفلِ مکہ میں خندمہ نامی جگہ کے پاس مجتمع ہوئے تاکہ مسلمانوں سے لڑائی کریں، ہلکی سی جھڑپ ہوئی حضرت خالد کے دستہ میں سے مسلمہ بن میلاء جہنی شہید ہوئے اور دشمن کے بارہ یا تیرہ آدمی کھیت رہے باقی منہزم ہو گئے، اس بارے مرعاش ہذلی نے اپنی بیوی سے مخاطب ہوتے ہوئے جب اسے بھاگ اٹھنے پر ملامت کا نشانہ بنایا، یہ اشعار کہے:

(إنكِ لو شَهِدتِ يومَ الخندمة   إذ فرَّصفوان وفرَّ عكرمة
واستقبلتنا بالسُيوفِ المسلمة   يَقْطَعْن كُلَّ ساعِدٍوجُمْجمة
ضربا فلاَ يسمع إلا غَمْغَمَة   لم تنطقِيُ في اللوم أدنى كلمة)

موسی بن عقبہ لکھتے ہیں حضرتُ خالد جب اسفلِ مکہ کی جانب سے آگے بڑھے یہاں بنی بکر، بنی حارث بن عبد مناۃ، ہذیل کے بعض لوگ اور احابیش مجتمع تھے جنہیں قریش نے مدد کے لئے بلایا تھا، ان سے کچھ وقت لڑائی ہوئی جس میں بنی بکر کے بیس، ہذیل کے تین یا چار افراد مقتول ہوئے، لڑتے لڑتے اندر مسجد کی جانب آئے جہاں دروازے کے پاس پہنچ کر بقیہ افراد گھروں میں روپوش ہو گئے ایک گروہ پہاڑوں پر چڑھ گیا، ابوسفیان نے پکار کر کہا جس نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا اور ہاتھ سمیٹے رکھے وہ امن سے ہے، کہتے ہیں دوسری سمت سے آنجناب نے ہتھیاروں کی چمک ملاحظہ فرمائی تو کہا یہ کیا ہے؟ حالانکہ میں نے لڑائی سے منع کیا ہے، کہا گیا لگتا ہے حضرت خالد سے اہلِ مکہ نے لڑائی چھیڑی ہے وہ صرف مدافعانہ لڑ رہے ہیں بعد ازاں جب حضرت خالد سے دریافت فرمایا تو انہوں نے یہی جواب دیا، کہنے لگے میں نے پہلو تہی کی ہر ممکن کوشش کی تھی، فرمایا:(قضاء الله خير) ابن سعد کے مطابق دشمن کا نقصان چوبیس افراد کا تھا ان میں ہذیل کے چار اشخاص بھی تھے طبرانی کی حدیثِ ابن عباس میں ہے آنجناب نے خطاب کیا، فرمایا اللہ نے مکہ کو حرم بنایا ہے، اس پر ایک شخص نے کہا یہ خالد تو لوگوں کو قتل کر رہے ہیں آپ نے فرمایا:(قم يا فلان فقل له فليرفع القتل) کہتے ہیں نبی اکرم نے اپنے امراء کو ہدایت جاری فرمائی تھی کہ صرف انہی سے جنگ کریں جو ان سے کریں، البتہ بعض افراد کا نام لے کر ان کا

خون ہدر کر دیا(کہ جہاں بھی پائے جائیں قتل کئے جائیں)

ابن حجر لکھتے میں نے مفرقات الأخبار سے ان کے اسماء اکھٹے کئے ہیں جو یہ ہیں: عبدالعزی بن خطل ، عبداللہ بن سعد بن ابی سرح ،عکرمہ بن ابوجہل، حویرث بن نُقید ،مقیس بن صُبابہ، ہبار بن اسود اور ابن خطل کی دو مغنیہ لونڈیاں جو نبی اکرم کی ہجو میں اشعار گایا کرتی تھیں، اسی طرح سارۃ مولاۃ بنی المطلب ، اسی سے حاطب کا خط برآمد ہوا تھا،ان کے جرائم کی تفصیل یہ ہے کہ ابن ابی سرح مسلمان ہو کر مرتد ہو گیا تھا فتح کے موقع پر حضرت عثمان کی سفارش پر آپ نے اسے معاف کر دیا اور ان کا دوبارہ اسلام لاتا قبول کر لیا،عکرمہ یمن کی طرف فرار ہو گئے ان کی بیوی ام حکیم بنت حارث بن ہشام نے آنجناب سے ان کے لئے امان طلب کی جو دی گئی اور وہ ان کا پیچھا کر کے انہیں واپس لے آئیں، حویرث جو نبی اکرم کو شدید اذی کا مرتکب ہوتا تھا، کو حضرت علی نے فتح کے روز قتل کر ڈالا ،مقیس بن صبابہ جو مسلمان ہو چکا تھا، کا جرم یہ تھا کہ ایک انصاری کو قتل کر دیا تھا جن کے ہاتھوں اس کا بھائی ہشام غلطی سے قتل ہوا تھا،مقیس نے دیت لے لینے کے باوجود باوجود بعد ازاں موقع پا کر انہیں مار ڈالا اور خود مرتد ہو گیا اسے غیلہ بن عبداللہ نے یومِ فتح قتل کر دیا، ہبار جو پیغمبرِ اسلام اور اہلِ اسلام سے سخت عداوت رکھتا تھا یہی حضرت زینب بنت رسول کے آڑے آیا جب بدر کے بعد ابوالعاص دامادِ رسول نے حسبِ وعدہ انہیں مدینہ روانہ کیا، اس کے نتیجے میں حمل کی حالت میں حضرت زینب اونٹنی پر سے گر پڑیں تھیں جس سے حمل بھی ضائع ہوا اور یہ زخم مسلسل رہا حتی کہ اس کے نتیجہ میں چند برس بعد خالقِ حقیقی سے جاملیں ،اس نے فتح کے روز اسلام قبول کر دیا اور آنجناب نے معاف کر دیا،قینتان جو تھیں ان میں سے ایک کا نام فرتنی اور دوسری کا قرینہ تھا،ایک امان پا گئی اور اس نے اسلام قبول کر لیا دوسری قتل کر دی گئی،سارہ بھی مسلمان ہو گئیں اور عہدِ عمری تک زندہ رہیں، البتہ حمیدی کے بقول قتل کر دی گئیں ابومعشر بھی ان لوگوں میں تھا جن کا خون نبی اکرم نے ہدر کیا حارث بن طلاطل خزاعی کا بھی ذکر کیا ہے جسے حضرت علی نے کیفرِ کردار تک پہنچایا،غیرِ ابن اسحاق کے بقول فرتنی مسلمان ہو گئی تھی جبکہ قیرنہ قتل کی گئی تھی، حاکم نے انہی لوگوں میں کعب بن زہیر کا بھی ذکر کیا ہے ان کا قصہ مشہور ہے، یہ ایک موقع پر مدینہ آکر مسلمان ہو گئے اور مدح نبوی میں معرکۃ الآراء نظم کہی (یعنی : بانَتْ سعادُ۔۔۔الخ) انہی میں وحشی بن حرب بھی تھے جن کا حال غزوہ احد میں گزر چکا، ہند بنت عتبہ بھی انہیں افراد میں شامل تھیں، یہ بھی مسلمان ہو گئیں، ارنب مولاۃ خطل بھی تھیں جو قتل کر دی گئی، ابن اسحاق نے ایک خاتون ام سعد نامی کا بھی ذکر کیا ہے جو قتل کر دی گئی اس طرح قتل کئے جانے والوں میں آٹھ مرد اور چھ خواتین شامل ہیں ،یہ بھی محتمل ہے کہ ارنب اور ام سعد سے وہی دونوں مغنیتان مراد ہوں جن کے ناموں میں اختلاف رہا ہو یا لقب وکنیت کا مسئلہ ہو، آگے حدیثِ انس میں ابن خطل کا تذکرہ بھی آرہا ہے

احمد، مسلم اور نسائی نے عبداللہ بن رباح عن ابوہریرہ کے طریق سے روایت کیا ہے کہتے ہیں فتح کے روز آنجناب نے ایک پہلو پر حضرت خالد اور دوسرے پر حضرت زبیر کو مقرر فرمایا ابوعبیدہ حسر کے امیر تھے یعنی وہ لوگ جو غیر مسلح تھے، مجھے فرمایا اے ابوہریرہ انصار کو بلاؤ میں نے آواز لگائی تو وہ آگئے اور آپ کے گرد جمع ہو گئے آپ نے انہیں فرمایا:(أ ترون إلى أوباش قريش و أتباعهم ؟) یعنی قریش کے اوباش واتباع پر نظر رکھنا اور مجھے صفا پر آپ ملو،ابو ہریرہ کہتے ہیں پھر ہم چلے جس سے خطرہ محسوس کرتے اسے قتل کر ڈالتے اس پر ابوسفیان خدمتِ اقدس میں آئے اور دہائی دی کہ اگر یہی معاملہ رہا تو آج کے بعد قریش کا نام ونشان مٹ جائے گا اس پر آپ نے حکم جاری فرمایا کہ اہل مکہ میں سے جو اپنے گھر میں رہے اسے امان ہے، ابن حجر کہتے ہیں اس سے ان حضرات کا

تمسک ہے جو کہتے ہیں کہ مکہ عنوۃً فتح ہوا، اکثر کی یہی رائے ہے شافعی سے اور احمد سے ایک قول یہ منقول ہے کہ وہ صلحاً فتح ہوا تھا کیونکہ امان عطا کی گئی اور پھر اس اعلان میں مکہ کے گھروں کی نسبت انہی کی طرف کی گئی (یعنی اگر عنوۃ فتح ہوا ہوتا تو گھروں کی نسبت اہلِ مکہ کی طرف نہ کرتے کیونکہ پھر تو وہ فاتحین کے ہوئے) اور انہیں تقسیم بھی نہیں کیا گیا، مخالف رائے والوں کی حجت امر بالقتال کا حکمِ صریح اور حضرت خالد کے لشکر کے ساتھ وقوعِ قتال ہے اور نبی اکرم کی یہ تصریح کہ مکہ کچھ ساعت کے لئے آپ پر حلال کر دیا گیا، ترکِ تقسیم کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ عدمِ عنوہ کو مستلزم نہیں کیونکہ ایسا آپ نے ازرہِ احسان کیا کہ ان کے گھروں واموال سے تعرض نہ فرمایا پھر ارضِ مغنومہ کی تقسیم متفق علیہ مسئلہ نہیں اس بارے صحابہ ومن بعدھم کے ہاں اختلاف موجود ہے، بے شمار علاقے عنوۃً فتح ہوئے مگر وہاں کی اراضی وغیرہ فاتحین میں تقسیم نہ کی گئیں، حضرات عمر وعثمان کے عہود میں یہی ہوا اور اکثر صحابہ کرام موجود تھے مکہ تو اشرف البلاد ہے یہ بھی ممکن ہے کہ اس ضمن میں اس کے اختصاص کا دعوی کیا جائے کیونکہ یہ دارِ نسک اور متعبدِ خلق ہے، اللہ نے اسے حرم بنایا ہے عاکف اور باد اس میں یکساں درجہ رکھتے ہیں (سَوَاءً اَلْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ)

نووی کا یہ کہنا کہ امام شافعی نے ان مشہور احادیث سے حجت پکڑی ہے جن میں مذکور ہے کہ آنجناب نے مرِ ظہران کے مقام پر اہل مکہ سے مصالحت کر لی تھی، محلِ نظر ہے کیونکہ جس طرف وہ اشارہ کر رہے ہیں وہ آپ کا یہ فرمان تھا: (مَن دخل دار أبي سفيان فهو آمن) ابن اسحاق نے (من دخل المسجد) کے الفاظ بھی روایت کئے ہیں تو یہ صلح نہیں کہلائی جائے گی بلکہ ایک طرح کی رعایت ہے کہ ایسا کرنے والوں سے قتال وتعرض نہ کیا جائے گا، احادیثِ صحیحہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ قریش نے اس عنایت سے فائدہ نہ اٹھایا بلکہ لڑائی کے لئے تیار ہوئے جیسا کہ مسلم کی حدیثِ ابی ہریرہ میں ہے کہ قریش نے اپنے اوباش واتباع کو جمع کیا اور باہم طے کیا کہ ان لوگوں کو آگے کرتے ہیں، اگر تو کوئی کام دکھلا سکے تو ہم بھی ان کے ساتھ جا شامل ہوں گے اور اگر ہزیمت کھا گئے تو مسلمانوں کے مطالبات مان لیں گے، اسی لئے آپ نے ایک ہاتھ کو دوسرے پر ملتے ہوئے انصار کو حکم دیا: (احصدوهم حصداً حتى توافوني على الصفا) انہیں گاجر مولی کی طرف کاٹ دو اور مجھ سے صفا پر آن ملو

اگر ان کی صلح سے مراد وقوعِ عقد ہے تو یہ کہیں منقول نہیں، میرا خیال ہے کہ اس سے ان کی مراد احتمالِ اول ہے جسکا محلِ نظر ہونا بیان کر چکا ہوں، بعض نے اس معاملہ کو مبہم قرار دیا ہے ان کا تمسک واقعہِ فتح پر مشتمل ابن اسحاق کے نقل کردہ سیاق سے ہے، اس میں ہے کہ حضرت عباس نے حضرت علی سے کہا میں کسی چرواہے یا لکڑیاں اکٹھی کرنے والے کو دیکھتا ہوں جو اہلِ مکہ کو جا بتلائے کہ نبی پاک آن پہنچے ہیں تا کہ قبل اس کے کہ آپ مکہ کو عنوۃً فتح کریں وہ آ کر امان طلب کر لیں پھر ابوسفیان کا واقعہ بیان کرنے کے بعد ذکر کرتے ہیں کہ آپ نے حکم جاری فرمایا جو ابوسفیان کے گھر داخل ہوا وہ امن میں ہے، جس نے اپنا دروازہ بند کر لیا وہ بھی امن میں ہے یا جو کعبہ میں داخل ہو گیا اسے بھی امان ہے اس پر لوگ اپنے گھروں میں بند ہو گئے یا کعبہ میں آ گئے، موسی بن عقبہ کی کتابِ سیرت میں ہے جو اس موضوع پر اصح ترین کتاب ہے، کہ ابوسفیان اور حکیم نے عرض کی یا رسول اللہ آپ کو اپنی یہ طاقت ہوازن کے خلاف استعمال کرنی چاہئے وہ رشتہ کے لحاظ سے ابعد اور عداوت میں اشد تھے، فرمایا مجھے امید ہے کہ اللہ دونوں کام کرے گا، مکہ کی فتح اور اسکے ساتھ اعزازِ اسلام اور ہوازن کی ہزیمت اور ان کے اموال کی غنیمت، اس پر وہ بولے پھر لوگوں کو امان عطا کر دیں اگر وہ لڑائی سے اجتناب کریں اور ہاتھ روکے رکھیں، اسے آپ نے منظور فرمایا اور مذکورہ اعلان کیا، عرض کی ہمیں جانے دیں تا کہ مکہ میں یہ اعلان کر دیں، انکی روایت میں

دارِ حکیم کا بھی ذکر ہے جو اسفلِ مکہ میں جبکہ ابوسفیان کا گھر اعلیٰ مکہ میں تھا، واپس جانے لگے تو عباس نے کہا مجھے خطرہ ہے ابوسفیان مرتد ہو جائے گا آپ اسے واپس بلا لیں حتی کہ اللہ کے جنود کا مشاہدہ کرے، پھر سابقہ قصہ ذکر کیا

تو یہ امان کی تصریح ہے ان تمام کے لئے جو قتال سے باز رہیں اسی لئے امام شافعی کہتے ہیں کہ مکہ ماٗمونہ تھا اور یہ عنوۃً فتح نہ ہوا تھا اور امان صلح ہی کی طرح ہوتی ہے، تو جو متعرض للقتال ہوئے یا جنہیں اس امان سے مستثنیٰ کیا گیا انہیں ہی قتل کر دینے کا حکم ہوا خواہ غلافِ کعبہ سے چمٹے ہوں تو اس سے اسکا عنوۃً فتح ہونا ثابت نہیں ہوتا، حدیثِ ابی ہریرہ جس میں قتال کا امر ہے اور حدیثِ امان کے مابین یہ تطبیق دی جاسکتی ہے کہ یہ تاٗمین مشروط تھی کہ اگر اہلِ مکہ مجاہرت بالقتال نہ کریں، تو جس نے ایسا کیا اس سے قتال ہوا، تو اس سے مکہ مفتوح بالعنوۃ نہ قرار پائے گا کیونکہ اصل اعتبار اصول کا ہوتا ہے نہ کہ اتباع کا اور اکثر کا ہوتا ہے نہ کہ اقل کا، (یعنی اکثر اہلِ مکہ اور اصل قریشیوں نے یہ امان قبول کی اور قتال کے درپے نہ ہوئے) اس بارے کوئی اختلاف نہیں کہ مکہ کی کسی چیز کو فاتحین کے درمیان تقسیم نہ کیا گیا اور نہ لڑنے والوں میں سے کسی کو قیدی بنایا گیا تو اس سے اس کا عدم عنوۃ مفتوح ہونا قوی ثابت ہوتا ہے، ابوداؤد کے ہاں بسند حسن ایک روایتِ جابر میں ہے کہ ان سے سوال ہوا کیا آپ نے یومِ فتح کوئی غنیمت حاصل کی؟ کہا نہیں، ایک گروہ جن میں ماوردی بھی ہیں، یہ رائے رکھتا ہے کہ مکہ کا بعض حصہ عنوۃً اور بعض صلحاً فتح کیا گیا، وہ حصہ عنوۃً فتح ہوا جہاں حضرت خالد کے زیرِ کمان لشکر سے لڑائی ہوئی، حاکم نے اکلیل میں اسی رائے پر صاد کیا ہے، حق یہ ہے کہ صورتِ فتح صورتِ عنوہ ہے البتہ اہلِ مکہ سے معاملہ امان وصلح کا سا رہا ایک جماعت نے جن میں سہیلی بھی ہیں تقسیم نہ ہونے اور گھروں واموال پر اہل مکہ کی ملکیت برقرار رہنے کے معاملہ کی وجہ سے اسے صلحاً قرار دینا منع سمجھا ہے، اول اس لئے کہ امیر کو اختیار حاصل ہے کہ مفتوحہ سرزمین کو فاتحین میں تقسیم کرے یا اسے سب کے لئے وقف قرار دیدے، اس سے گھروں کی خرید وفروخت اور ان کا کرائے پر اٹھایا جانا منع قرار پانا لازم نہیں آتا، دوم اس لئے کہ بعض کا قول ہے کہ اراضی حکمِ اموال میں نہیں کیونکہ سابقہ امم کے مجاہدین جب کفار پر غلبہ پاتے تو اموال کو بطورِ غنیمت باہم تقسیم نہ کرتے تھے بلکہ ایک آگ آکر وہ سارا مال بھسم کر دیتی تھی البتہ زمین عمومی اعتبار سے ان کے لئے ہو جاتی تھی جیسے بنی اسرائیل سے فرمایا تھا: (أُدْخُلُوا الْأَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِیْ کَتَبَهَا اللّٰهُ لَکُمْ)[المائدة :۲۱] اور فرمایا: (وَأَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِیْنَ کَانُوْا یُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَ مَغَارِبَهَا)[الأعراف :۱۳۷]بقول ابن حجر یہ ایک مشہور مسئلہ ہے جسے یہاں مفصلا بیان نہیں کیا جا سکتا، کتاب الحج کے باب (توریث دُور مکة) میں اس ضمن کے کثیر مباحث ذکر ہو چکے ہیں۔

علامہ انور اس باب کے تحت رقم طراز ہیں کہ طُلَقاء وہ ہیں جو نہ قیدی بنائے گئے اور نہ قتل کئے گئے بلکہ نبی اکرم نے انہیں مطلق کر دیا (فَأَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ کی طرف اشارہ ہے) (فأسلم أبوسفيان) کی بابت کہتے ہیں اس دن تو دل سے اسلام قبول نہ کیا تھا البتہ بعدازاں مخلص مومن بن گئے (عند خطم الخيل) کا معنی اردو میں یہ کرتے ہیں: جہاں گھوڑوں کی بھیڑ ہو وہاں کھڑا کرو (حبذا يوم الذمار) کی بابت کہتے ہیں حجون، محصب، ابطح اور خیفِ بنی کنانہ سب ایک جگہ کے نام ہیں۔ (وهي أقل الكتائب فيهم رسول الخ) کے تحت لکھتے ہیں آن جناب نے ھضماً للنفسہ اپنے آپ کو چھوٹے دستہ میں رکھا تا کہ صورتِ تجبر وخیلاء سے اجتناب اور رب کے ہاں تخشع ہو، روایات میں ہے کہ مکہ کے عین قریب پہنچ کر سر مبارک جھکا لیا حتی کہ اونٹنی کی گردن سے جا لگا آپ تقریباً رکوع وسجود کی حالت میں متذلل ومتواضع بن کر داخلِ مکہ ہوئے کلماتِ تسبیح وتہلیل زباں پر جاری تھے اور اللہ سے فتح ونصرت کی دعائیں کرتے جا

رہے تھے یہی سب آپ نے اس وقت بھی کیا تھا جب دیارِ ثمود سے گزر ہوا تھا تو یہ انبیاء کرام ہیں جو آدابِ عبودیت کو سب سے زیادہ جانتے ہیں اپنے تمام امور میں اللہ ہی کو ملجأ سمجھتے اور ہزیمت ہو یا فتح تمام احوال میں اسی کو یاد کرتے ہیں، کہتے ہیں ایک پادری کی کتاب پڑھی جس میں اس نے اقرار کیا ہے کہ کسی دینِ سماوی میں دینِ محمدی سے بڑھ کر ذکرِ خدا نہیں ،قرآن کا کوئی صفحہ ایسا نہیں جس میں کسی صورت اسمِ اللہ نہ ہو بخلاف باقی کتب کے، کہتے ہیں آنجناب کے بارہ میں گزرا ہے کہ ہمہ وقت اللہ کا ذکر کرتے رہتے تھے (سابقہ ملتان اور حال راولپنڈی کے ایک مشہور دیوبندی خطیب کی تقریر سنی، کہا مجھ سے فرانس میں ایک جگہ دینی اجتماع میں تقریر کرتے ہوئے ایک عرب نوجوان نے ہاتھ میں پکڑی تسبیح جسے عربی میں مسبحہ یا سبحہ کہتے ہیں، کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا:أیش هذا یا شیخ۔ اے شیخ یہ کیا ہے؟ کہتے ہیں میں سمجھ گیا کہ اگلا سوال کیا کرے گا تو میں نے بجائے مسبحہ کہنے کے کہا یہ مذکرہ ہے،یعنی یاد کرانے والی، پوچھا کیا یاد کرانے والی؟ میں نے کہا اللہ کا ذکر، جب دنیوی معاملات میں الجھ کر یادِ خدا سے غافل ہو جاؤں تو یہ یاد دلاتی ہے کہ اسکا ذکر کرو، اب اس نے اصل سوال کیا، کہنے لگا کیا رسول اللہ نے اسے ہاتھ میں لئے رکھا یا استعمال کیا؟ میں نے کہا وہ اللہ کو بھولتے ہی کب تھے کہ اس کی ضرورت پڑتی)۔

4281 - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مُغَفَّلٍ يَقُولُ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ عَلَى نَاقَتِهِ وَهُوَ يَقْرَأُ سُورَةَ الْفَتْحِ يُرَجِّعُ وَقَالَ لَوْلاَ أَنْ يَجْتَمِعَ النَّاسُ حَوْلِي لَرَجَّعْتُ كَمَا رَجَّعَ .أطرافه 4835، 5034، 5047، 7540-

عبداللہ بن مغفل کہتے ہیں میں نے نبی اکرم کو فتح مکہ کے دن دیکھا کہ ناقہ پر سوار سورۃ الفتح کی با آوازِ بلند تلاوت کئے جاتے ہیں، معاویہ نے کہا اگر لوگوں کے جمع ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں بھی اسی انداز میں پڑھ کے سناتا۔

اصولِ بخاری میں یہی بطور شیخ بخاری مذکور ہیں البتہ خلف مدعی ہیں کہ ان کی بجائے سلیمان بن حرب ہیں۔(وهو یقرأ الخ) فضائل القرآن کی روایت میں(قراء ۃ لینة) بھی ہے۔(یرجع) قاری کا حلق میں تردیدِ حرف ترجیع کہلاتا ہے۔(وقال لولا الخ) قائل معاویہ بن قرہ ہیں مسلم بن ابراہیم کی شعبہ سے روایت میں صراحت ہے جو آگے تفسیر سورۃ الفتح اور التوحید میں آ رہی ہے اس میں ہے کہ اپنے شیخ ابن مغفل کی طرزِ ترجیع سے پڑھا اور ساتھ ہی یہ کہا، اس میں ہے راوی کہتے ہیں میں نے معاویہ سے کہا:(کیف ترجیعه؟) کہا(أأأ ثلاث مرات)، حاکم کی اکلیل میں روایت کے الفاظ ہیں:(لقرأت بذلك اللحن الذی قرأ به النبی ﷺ) تو اسی لحن سے پڑھتا جیسے نبی پاک نے پڑھا۔

اسے مسلم نے(الصلاۃ) اور نسائی نے(فضائل القرآن) میں تخریج کیا ہے۔

4282 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ حَدَّثَنَا سَعْدَانُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي حَفْصَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ أَنَّهُ قَالَ زَمَنَ الْفَتْحِ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيْنَ تَنْزِلُ غَدًا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ وَهَلْ تَرَكَ لَنَا عَقِيلٌ مِنْ مَنْزِلٍ .

(ترجمہ کیلئے جلد دوم ص:۵۱۱)أطرافه 1588، 3058، - 6764-

4283 - ثُمَّ قَالَ لاَ يَرِثُ الْمُؤْمِنُ الْكَافِرَ وَلاَ يَرِثُ الْكَافِرُ الْمُؤْمِنَ قِيلَ لِلزُّهْرِيِّ وَمَنْ

وَرِثَ أَبَا طَالِبٍ قَالَ وَرِثَهُ عَقِيلٌ وَطَالِبٌ قَالَ مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَيْنَ تَنْزِلُ غَدًا فِي حَجَّتِهِ وَلَمْ يَقُلْ يُونُسُ حَجَّتِهِ وَلَا زَمَنَ الْفَتْحِ (سابقہ حوالہ)

سلیمان معروف ب: ابن بنت شرحبیل ہیں سعدان بن یحی سے مراد سعید بن یحی بن صالح لخمی ابو یحییٰ کوفی نزیلِ دمشق ہیں سعدان انکا لقب تھا صدوق راوی ہیں دار قطنی نے ان کے لین ہونے کا اشارہ کیا ہے بخاری میں ان سے یہی ایک روایت ہے۔ (محمدبن أبی حفصة) ابوحفصہ کا نام میسرہ تھا بصری اور ابوسلمہ کنیت رکھتے تھے صدوق ہیں نسائی نے ضعیف کہا ہے بخاری میں ان سے دو روایات مروی ہیں دوسری الحج میں مقرون بالغیر ہے۔(أین ننزل غدا) کتاب الحج کے باب (توریث دور مکة) میں مشروح ہو چکی ہے۔(ورثه عقیل) الحج میں یونس عن زہری کی روایت میں گزرا کہ حضرات جعفر و علی مسلمان ہونے کی وجہ سے ابو طالب کی میراث سے محروم کیے گئے، عقیل اور طالب کفر پر قائم رہے تھے گویا یہ واقعہ اوائلِ اسلام (یعنی قبل از ہجرت) سے متعلق ہے کیونکہ ابو طالب نے ہجرت سے قبل وفات پائی، یہ بھی محتمل ہے کہ ہجرت کے بعد طالب اور عقیل حضرات جعفر و علی کے حصہ پر قابض بن بیٹھے ہوں ابو طالب ہی حضرت عبداللہ والدِ نبی اکرم کی جائداد کے نگران و متولی تھے کیونکہ یہ ان کے سگے بھائی تھے آپ عبدالمطلب کی وفات کے بعد انہی کے زیرِ کفالت رہے، وفاتِ ابی طالب کے بعد جب ہجرت کی طالب اسوقت مسلمان نہ تھے اور عقیل کا اسلام متأخر رہا تو وہ دونوں ابو طالب کی تمام جائداد کے مالک بن گئے، طالب بدر سے قبل فوت ہو گیا، جب اسلام کا مسلم کی کافر سے ترکِ توریث کا حکم متقرر ہوا تو یہ جائداد عقیل کے ہاتھ میں رہی آپ اسی جانب اشارہ فرما رہے ہیں اس نے یہ تمام گھر فروخت کر دئے تھے

آنجناب کے اس عمل کو برقرار رکھنے کی توجیہہ میں اختلافِ آراء ہے کہا جاتا ہے کہ تفضُّلا یہ کیا بعض کا قول ہے کہ اس کی تالیفِ قلب اور اسلام کی طرف اسے مائل کرنے کیلئے، بعض کے مطابق جاہلی تصرفات کی تصحیح کرتے ہوئے جیسے ان کے انکحہ کی تصحیح کی۔

(وھل ترک لنا عقیل الخ) میں اس امر کا اشارہ ہے کہ اگر کوئی گھر فروخت سے بچا ہوتا تو اسی میں قیام فرماتے اس میں خطابی پر تعقب ہے جو کہتے ہیں آپ نے اس لئے ان گھروں میں قیام نہ کیا تھا کہ چونکہ انہیں اللہ کی رضا میں مہجور کر دیا تھا تو اللہ کیلئے ترک کردہ کسی چیز کا رجوع مناسب نہ سمجھا بقول ابن حجر اس کا محلِ نظر ہونا مخفی نہیں اظہر وہی جو ذکر کیا، مختص بالترک جو ہے وہ ہے مہاجر کا اس شہر میں مستقل قیام جس سے اللہ کی راہ میں ہجرت کر لی جیسا کہ ابواب الھجرہ میں اس کی تقریر گزری، مجرد نزول اور وہ بھی چند دن کا منع نہیں۔

(وقال معمر الخ) اسی سند کے ساتھ موصول ہے ان کا یہ طریق کتاب الجہاد میں موصولا گزرا ہے۔(ولم یقل یونس) یعنی ابن یزید۔(حجته الخ) یعنی تعین سے ساکت رہے، ابن ابوحفصہ اور معمر کے مابین اس بارے اختلاف باقی ہے اور معمر ان سے اوثق واتقن ہیں۔

4284 - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْزِلُنَا إِنْ شَاءَ اللَّهُ إِذَا فَتَحَ اللَّهُ الْخَيْفُ حَيْثُ تَقَاسَمُوا عَلَى الْكُفْرِ .أطرافه 1589، 1590، 3882، 4285، 7479-

ابو ہریرہ کہتے ہیں نبی پاک نے (فتحِ مکہ کے موقع پہ) فرمایا کل ان شاء اللہ فتح کے بعد ہماری منزل خیف کا مقام ہوگی جہاں اہلِ مکہ نے کفر پر (قائم رہنے کے) باہم عہد و پیمان کیے تھے

عبدالرحمٰن سے مراد اعرج ہیں۔(إذا فتح الله الخيف) یہ محلِ رفع میں مبتدا اور (منزلنا) اس کی خبر ہے، فتح کا مفعول نہیں۔(تقاسموا علی الکفر) بنی ہاشم کے مقاطعہ کی طرف اشارہ ہے جس کی تفصیل المبعث میں گزری۔

4285 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حِينَ أَرَادَ حُنَيْنًا مَنْزِلُنَا غَدًا إِنْ شَاءَ اللَّهُ بِخَيْفِ بَنِي كِنَانَةَ حَيْثُ تَقَاسَمُوا عَلَى الْكُفْرِ (سابق، مزید یہ کہ یہ حنین کیلئے نکلتے ہوئے کہا، اس خیف کا نام بھی مذکور ہے)أطرافه 1589، 1590، 3882، 4284، 7479-

(حين أرادحنينا) یہ بات فتحِ مکہ کے دوران کہی تھی اس کے فوراً بعد معرکہِ حنین پیش آیا تھا، الحج کے باب (نزول النبی ﷺ بمکة) کی روایت میں یہ الفاظ تھے:(حين أرادقدوم مكة) دونوں روایتوں میں کوئی مغایرت نہیں اگر ذکر کردہ تطبیق مدِ نظر رکھی جائے لیکن وہاں بھی اوزاعی عن زہری کے طریق سے یہ الفاظ مذکور ہیں:(قال وهو بمنى نحن نازلون غدا بخيف بني كنانة) اس سے دلالت ملی کہ حجۃ الوداع کے موقع پر یہ بات کہی تھی نہ کہ فتحِ مکہ کے اثناء، یہ اس بارے اختلاف میں سابق الذکر حدیث کی مانند ہے، تعدُّد بھی محتمل ہے واللہ اعلم، کہا گیا ہے نبی اکرم نے اس جگہ نزول اس لئے پسند فرمایا تاکہ گذشتہ مصائب یاد کر کے اللہ تعالیٰ کا ان سے خلاصی دینے پر شکر بجالائیں کہ یہ فتحِ عظیم عطا کی ہے اور مکہ کو واپسی ممکن بنائی جہاں سے بے سروسامانی کے عالم میں نکالے گئے تھے پھر اس کا ایک پہلو یہ بھی تھا کہ ان ظالموں کو باور کرائیں کہ تمہارا طرزِ عمل یہ تھا اور ہم اس سارے قضیہ کو فراموش کر کے تم سے درگزر کرتے ہیں۔

4286 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ مَكَّةَ يَوْمَ الْفَتْحِ وَعَلَى رَأْسِهِ الْمِغْفَرُ فَلَمَّا نَزَعَهُ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ ابْنُ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ فَقَالَ اقْتُلْهُ قَالَ مَالِكٌ وَلَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ ﷺ فِيمَا نُرَى وَاللَّهُ أَعْلَمُ يَوْمَئِذٍ مُحْرِمًا .(ترجمہ کیلئے جلد دوم ص:۷۶۴)أطرافه 1846، 3044، 5808-

(المغفر) ابو عبید قاسم بن سلام عن یحیٰ بن بکیر عن مالک سے روایت میں (من حديد) کا بھی اضافہ ہے بقول دارقطنی یہ قاسم کا تفرد ہے مؤطا میں یحی کی روایت مثلِ جماعت ہے البتہ خارجِ مؤطا مالک سے ایک جماعت نے (مغفر من حديد) روایت کیا ہے انہوں نے دس رواۃ کی روایت نقل کی ہے، زید بن حباب عن مالک سے اسی سند کے ساتھ روایت میں ہے کہ ابن خطل آنجناب کی ہجو میں اشعار موزوں کیا کرتا تھا (اہلِ اسلام نے پاسِ حدِ ادبِ نبوی کرتے ہوئے بطورِ مثال بھی کوئی شعر نقل و محفوظ نہیں کیا)۔

(فقال اقتله) ولید بن مسلم عن مالک کی روایت میں ہے کہ قتل کر دیا گیا اسے ابن عائذ نے تخریج کیا اور ابن حبان نے صحیح قرار دیا، اس کے قاتل کی بابت تعددِ آراء ہے بقول ابن اسحاق سعید بن حریث اور ابو برزہ اسلمی نے مشترکہ طور پر کیا واقدی نے اس بارے کئی اقوال ذکر کئے ہیں ان میں سے مثلاً یہ کہ شریک بن عبدہ عجلانی نے کیا، بقول ان کے راجح یہ ہے کہ ابو برزہ قاتل ہیں باقی تفصیل کتاب الحج کے باب (دخول مكة بغير إحرام) میں گزر چکی ہے۔

ابن خطل کے اس واقعہ سے استدلال کیا گیا ہے کہ واجب القتل شخص کو کعبہ بھی پناہ نہیں دے سکتا اور ایسے شخص کا قتل حرم کے اندر بھی جائز ہے ابن حجر کہتے ہیں یہ استدلال محل نظر ہے کیونکہ مخالفین جواب دیتے ہیں کہ ابن خطل کا قتل اس ساعت میں ہوا جو نبی اکرم کیلئے حلال کی گئی اور خود آپ نے تصریح فرما دی تھی کہ اب اس کی حرمت عود کر آئی ہے جیسے پہلے تھی احمد کی عمرو بن شعیب عن أبیہ عن جدہ سے روایت میں ہے کہ یہ ساعت یومِ فتح صبح دم تا عصر تھی، عمر بن شبہ کتاب مکہ میں سائب بن یزید سے ناقل ہیں کہ میں نے دیکھا نبی اکرم نے ابن خطل کو استارِ کعبہ سے نکالا اور مقامِ ابراہیم اور زمزم کے درمیان باندھ کر اس کی گردن اڑا دی گئی پھر فرمایا آج کے بعد کوئی قریشی باندھ کر قتل نہ کیا جائے، اس کے بقیہ رجال سوائے ابومعشر کے ثقات ہیں۔

مولانا انور ابن خطل کے بارہ میں لکھتے ہیں یہ بد بخت ان چھ افراد میں سے تھا جو آنجناب کا استہزاء اڑایا کرتے تھے، (ولم یکن النبی ﷺ فیما نری محرما) کے تحت کہتے ہیں اس میں اشارہ ہے کہ ان کے ہاں بھی دخولِ مکہ بلا احرام جائز نہ تھا یہی مذہبِ حنفیہ ہے (مگر ان الفاظ سے تو اس کا الٹ ثابت ہو رہا ہے)۔

4287 - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ مَكَّةَ يَوْمَ الْفَتْحِ وَحَوْلَ الْبَيْتِ سِتُّونَ وَثَلاَثُمِائَةِ نُصُبٍ فَجَعَلَ يَطْعُنُهَا بِعُودٍ فِي يَدِهِ وَيَقُولُ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ جَاءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِءُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ .(ترجمہ کیلئے جلد سوم ص:۶۷۰) طرفاہ 2478، 4720 -

ابن ابونجیح کا نام عبداللہ والد کا نام یسار تھا، ابن عیینہ کی اس حدیث میں ایک اور سند بھی ہے جسے طبرانی نے بطریقِ عبدالغفار بن داؤد عن ابن عیینہ عن جامع بن ابی راشد عن ابی وائل عن ابن مسعود تخریج کیا ہے ابومعمر کا نام عبداللہ بن سخبرہ ہے، راویِ حدیث عبداللہ بن مسعود ہیں۔(ستون و ثلاثمائۃ نصب) نون اور صاد کی پیش کے ساتھ، صاد پر جزم بھی جائز ہے انصاب کی واحد، جو عبادتِ غیر اللہ کی خاطر نصب کئے جاتے تھے ابن ابی شیبہ کی ابن عیینہ سے روایت میں بجائے اس کے (صنما) ہے، کبھی نصب بول کر اس سے مراد وہ پتھر لئے جاتے ہیں جن پر اپنے آلہہ کیلئے جانور ذبح کرتے تھے یہاں یہ مراد نہیں، اَعلامِ طرق (یعنی سنگ ہائے میل، راستوں کے نشانات) پر انصاب کا اطلاق ہوتا ہے یہاں اور آیت میں وہ بھی نہیں مراد۔(یطعنھا) عینِ مضموم و مفتوح کے ساتھ، فتح اشہر ہے۔(جاء الحق) مسلم کی حدیثِ ابی ہریرہ میں ہے کہ ان کی آنکھوں میں کمان کی نوک کے ساتھ مارتے، فاکہی کی ابن عمر سے روایت جسے ابن حبان نے صحیح قرار دیا، میں ہے کہ اس ٹھوکر سے وہ گر پڑتے، آپ انہیں چھوتے نہ تھے، فاکہی اور طبرانی کی ابن عباس سے روایت میں ہے کہ تمام بت گدی کے بل گر پڑے حالانکہ زمین میں گڑے ہوئے تھے، اشارہ سے ان کا یہ گرنا معجزہ تھا آنجناب کا یہ فعل ان اصنام اور ان کے عباد کے لئے بطورِ اذلال تھا اور تا کہ باور کرائیں کہ یہ نافع یا ضار نہیں یہ تو اپنے آپ کو گرنے سے بھی بچا نہیں سکتے۔

(الأزلام) وہ تیر جن کے ساتھ خیر و شر کا استقسام کیا کرتے تھے (یعنی فال نکالا کرتے تھے) ابن ابوشیبہ کی حدیثِ جابر میں ہے کہ آپکے حکم سے منہ کے بل کر دئے گئے انہی کی حدیثِ ابن عباس میں ہے کہ فرمایا اللہ انہیں غارت کرے حضرت ابراہیم نے کبھی استقسامِ ازلام نہ کیا تھا پھر زعفران منگوا کر ان تماثیل کو ملطخ کر دیا، حدیث سے ثابت ہوا کہ تصاویر والی جگہ (یعنی جہاں تصاویر لٹکی

ہوں) نماز پڑھنا مکروہ ہے مبادا شائبہ شرک ہو، اکثر امم کا کفر جہتِ صور سے ہے۔

علامہ انور (فجعل يطعنها الخ) کے تحت رقمطراز ہیں کہ سیر میں ہے یہ تصاویر کعبہ کی دیواروں پر منقوش تھیں اولاً آپ نے حضرت علی کو حکم دیا کہ آپکے کندے پر سوار ہو کر انہیں مٹا ڈالیں انہوں نے ادباً کندھے پر چڑھنے سے انکار کیا مگر آپ نے اصرار جاری رکھا کہ آپکے کندھے پر چڑھیں اور ان کا محو کریں۔

4288 - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لَمَّا قَدِمَ مَكَّةَ أَبَى أَنْ يَدْخُلَ الْبَيْتَ وَفِيهِ الآلِهَةُ فَأَمَرَ بِهَا فَأُخْرِجَتْ فَأُخْرِجَ صُورَةُ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ فِي أَيْدِيهِمَا مِنَ الأَزْلاَمِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ لَقَدْ عَلِمُوا مَا اسْتَقْسَمَا بِهَا قَطُّ ثُمَّ دَخَلَ الْبَيْتَ فَكَبَّرَ فِي نَوَاحِي الْبَيْتِ وَخَرَجَ وَلَمْ يُصَلِّ فِيهِ تَابَعَهُ مَعْمَرٌ عَنْ أَيُّوبَ وَقَالَ وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. أطرافه 398، 1601، 3351، 3352-

ابن عباس کا بیان ہے جب نبی پاک کی مکہ آمد ہوئی تو بیت اللہ آنے سے انکار کیا حتی کہ وہاں سے بتوں کو نکال باہر کیا جائے پھر وہاں موجود حضرات ابراہیم اور اسماعیل کی (جعلی) تصاویر کو بھی ہٹانے کا حکم دیا ان کے ہاتھوں میں پانسے کے تیر نقش کئے گئے تھے، فرمایا اللہ انہیں تباہ کرے، بخوبی جانتے ہیں کہ انہوں نے کبھی ان تیروں کا استعمال نہیں کیا تھا پھر کعبہ میں داخل ہوئے سب کونوں میں اللہ کی بڑائی بیان کی اور پھر تشریف لے گئے، نوافل نہیں پڑھے۔

شیخ بخاری ابن منصور ہیں عبدالصمد سے مراد ابن عبدالوارث بن سعید ہیں۔(أبى أن يدخل الخ) ابن سعد اور ابوداؤد کی حدیثِ جابر میں ہے کہ نبی پاک نے جبکہ آپ بطحاء میں تھے حضرت عمر کو حکم دیا کہ وہ کعبہ جا کر تمام تصاویر کو مٹا ڈالیں آپ اس وقت تک کعبہ میں داخل نہیں ہوئے جب تک وہاں موجود سب تصاویر مٹا نہیں دی گئیں بظاہر انہوں نے ہر مدھون (یعنی رنگوں سے بنی) تصویر کو مٹا دیا اور ہر مخروط (یعنی کسی دھات سے بنی) تصویر کو نکال باہر کیا، حدیثِ اسامہ میں جو ہے کہ نبی اکرم کعبہ کے اندر داخل ہوئے تو وہاں حضرت ابراہیم کی تصویر پائی تو پانی منگوا کر اسے صاف کرنا شروع کیا، یہ کتاب الحج میں گزری ہے تو یہ اس امر پر محمول ہے کہ اس کے کچھ بقایا وآثار باقی رہے جسے اچھی طرح صاف کر دیا، ابن عائذ نے المغازی میں ولید بن مسلم عن سعید بن عبدالعزیز کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضرت عیسی اور حضرت مریم کی تصاویر باقی رہیں حتی کہ انہیں غسان کے نصاریٰ میں سے قبول اسلام کرنے والوں میں سے کسی نے دیکھا تو انہیں مخاطب ہو کر کہا (إنكما لبلاد غربة)۔ ابن زبیر نے جب کعبہ منہدم کر کے تعمیرِ جدید کی تب ان کے نشانات ختم ہوئے، ابن شبہ نے بھی خاصی تفصیل سے اپنی کتابِ مکہ میں ابو عاصم عن ابن جریج کے حوالے سے اس بابت سلیمان بن موسی اور عطاء کا مکالمہ ذکر کیا ہے۔(تابعه معمر عن أيوب) اسے احمد نے بحوالہ عبدالرزاق موصول کیا ہے۔

(وقال وهيب الخ) یعنی انہوں نے مرسلاً بیان کیا ہے صغانی کے نسخہ میں یہاں ابن عباس مذکور ہے مگر یہ خطا ہے بخاری کے ہاں موصول روایت راجح ہے کیونکہ ایوب سے اس پر عبدالوارث اور معمر کا اتفاق ہے۔

49 - باب دُخُولُ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ أَعْلَى مَكَّةَ (آنجناب کا مکہ کی بالائی سمت سے داخلہ)

یعنی فتح مکہ کے موقع پر، حاکم نے اکلیل میں جعفر بن سلیمان عن ثابت عن انس کے طریق سے نقل کیا ہے کہ نبی اکرم یوم فتح جب مکہ میں داخل ہوئے تو تواضع اور خشوع کے سبب آپکی تھوڑی مبارک سواری کی رحل کے ساتھ لگی ہوئی تھی۔ علامہ انور (من أعلى مكة) کے تحت لکھتے ہیں یہی درست ہے ماسبق راوی کا وہم اور اس کی طرف سے قلب تھا۔

4289 - وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُونُسُ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَقْبَلَ يَوْمَ الْفَتْحِ مِنْ أَعْلَى مَكَّةَ عَلَى رَاحِلَتِهِ مُرْدِفًا أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ وَمَعَهُ بِلَالٌ وَمَعَهُ عُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ مِنَ الْحَجَبَةِ حَتَّى أَنَاخَ فِي الْمَسْجِدِ فَأَمَرَهُ أَنْ يَأْتِيَ بِمِفْتَاحِ الْبَيْتِ فَدَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَمَعَهُ أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَبِلَالٌ وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ فَمَكَثَ فِيهِ نَهَارًا طَوِيلًا ثُمَّ خَرَجَ فَاسْتَبَقَ النَّاسُ فَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ أَوَّلَ مَنْ دَخَلَ فَوَجَدَ بِلَالًا وَرَاءَ الْبَابِ قَائِمًا فَسَأَلَهُ أَيْنَ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَأَشَارَ لَهُ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي صَلَّى فِيهِ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ فَنَسِيتُ أَنْ أَسْأَلَهُ كَمْ صَلَّى مِنْ سَجْدَةٍ

أطرافه 397، 468، 504، 505، 506، 1167، 1598، 1599، 2988، 4400

ابن عمر راوی ہیں کہ نبی اکرم فتح مکہ کے دن سوار اسامہ بن زید کو ردیف بنائے مکہ کی بالائی طرف سے داخل ہوئے، حضرت بلال اور عثمان بن طلحہ حاجب بھی آپ کے ہمراہ تھے مسجد کے اندر سواری بٹھلائی عثمان کو حکم دیا کہ کعبہ کی چابی لے کر آئیں پھر آپ ان تینوں کے ہمراہ کعبہ کے اندر داخل ہوئے کافی دیر ٹھہرے رہے پھر نکلے تو لوگ جلدی سے آگے بڑھے عبداللہ بن عمر سب سے پہلے داخل ہوئے تو حضرت بلال کو دیکھا کہ دروزے کے پیچھے کھڑے ہیں ان سے پوچھا نبی پاک نے کہاں نوافل ادا کیے؟ انہوں نے ایک جگہ اشارہ کیا عبداللہ کہتے ہیں یہ پوچھنا بھول گیا کہ کتنی رکعتیں پڑھی ہیں۔

(وقال الليث) یونس سے مراد ابن زید ہیں اس طریق کو کتاب الجہاد میں موصول کیا ہے عبدالرزاق اور طبرانی نے مرسل زہری سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم نے فتح کے بعد عثمان (یعنی ابن طلحہ کلید بردار کعبہ) سے کہا کعبہ کی چابی لاؤ، نبی اکرم منتظر رہے مگر وہ لیٹ ہوئے، حتی کہ گرمی کی وجہ سے موتیوں کی مانند پسینہ کے قطرے بہہ پڑے، فرماتے جاتے تھے معلوم نہیں کیوں لیٹ ہو گیا ہے ایک شخص دوڑتے ہوئے اس کے پیچھے گیا تو دیکھا ان کی والدہ سلافہ بنت سعید جن کے پاس چابی محفوظ رہتی تھی ان سے تکرار کر رہی ہے اور کہہ رہی ہے اگر محمدؐ نے آج تم سے چابی لے لی تو تمہیں کبھی واپس نہ کریں گے وہ مسلسل اصرار سے مانگتے رہے آخر دے دی جسے لیکر خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئے، کعبہ کھولا آپ اندر داخل ہوئے پھر نکل کر سقایہ کے پاس تشریف فرما ہوئے حضرت علی گویا ہوئے ہم وہ لوگ ہیں جنہیں نبوت، سقایہ اور حجابت عطا کی گئی ہم سے اعظم نصیب والا کون ہوسکتا ہے؟ آنجناب کو ان کی یہ بات اچھی نہ لگی پھر آپ نے حضرت عثمان بن طلحہ کو بلا کر چابی انہیں واپس کر دی، ابن ابوشیبہ نے محمد بن عمرو عن ابی سلمہ و یحیی بن عبدالرحمن بن حاطب کے حوالے سے اسی کے مانند مرسلاً روایت کیا ہے، ابن اسحاق کے ہاں بسند حسن صفیہ بنت شیبہ سے منقول ہے کہتی ہیں جب آنجناب مکہ میں اتر آئے اور فتح کی تکمیل ہوگئی تو نکل کر کعبہ تشریف لائے طواف فرمایا پھر عثمان بن طلحہ کو بلا کر ان سے کعبہ کی چابی لی اور اندر داخل ہوئے

پھر بابِ کعبہ کے پاس کھڑے ہو کر خطاب کیا، منجملہ کے یہ بھی فرمایا اے معشرِ قریش کیا خیال ہے تم سے کیسا سلوک کرنے والا ہوں؟ وہ بولے بہتر کی امید رکھتے ہیں کیونکہ آپ اخ کریم اور ابن اخ کریم ہیں، فرمایا:(اذهبوا فأنتم الطلقاء) جاؤ کہ تم آزاد ہو، پھر آپ تشریف فرما ہوئے، حضرت علی نے عرض کی ہمیں حجابت وسقایہ عنایت کریں، آگے سابقہ قصہ ذکر کیا ابن عائذ نے مرسلِ عبد الرحمٰن بن سابط میں نقل کیا ہے کہ نبی پاک نے عثمان بن طلحہ کو چابی دیتے ہوئے فرمایا، اسے پکڑو اب ہمیشہ تمہارے ہاں رہے گی اللہ کا یہی فیصلہ ہے تم سے ظالم ہی اسے چھینے گا (ابھی تک انہی کے خاندان میں ہے ایک دوست نے بیان کیا کہ فیصل آباد والے حکیم عبد الرحیم اشرف جو اپنی طب کی وجہ سے سعودیہ کے شیوخ کے ہاں خاصے معروف تھے ایک دفعہ مکہ میں تھے کہ ایک شیخ نے بتلایا میرا بیٹا کافی دنوں سے اسہال کا شکار ہے اور کسی صورت افاقہ نہیں ہو رہا انہوں نے ایک آزمودہ نسخہ بتلایا جس سے بچے کو افاقہ ہو گیا اس پر شیخ نے خوش ہو کر انہیں اپنے گھر ناشتہ کی دعوت دی، ناشتہ کے بعد شیخ نے جو انہی حضرت عثمان بن طلحہ کے خاندان میں سے تھا، نے ایک خوبصورت کیس میں رکھی بڑی سی چابی کی زیارت کرائی اور بتلایا یہ وہ چابی ہے جو ہمارے جدِ امجد نے خدمتِ نبوی میں پیش کی اور بعد ازاں آپ نے انہیں واپس کر دی اور فرمایا تھا یہ اب ہمیشہ تمہارے خاندان میں رہے گی)۔

ابن جریج کے طریق سے مروی ہے کہ حضرت علی نے مطالبہ کیا کہ ہمیں حجابت وسقایت عطا ہو اس پر یہ آیت نازل ہوئی:(إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلىٰ أَهْلِهَا)[النساء:۵۸] آپ نے حضرت عثمان بن طلحہ کو بلا کر چابی ان کے حوالے کی اور فرمایا:(خذوها يا بني شيبة خالدة تالدة لا ينزعها منكم إلا ظالم) ابوطلحہ کے حوالے سے منقول ہے کہ نبی اکرم نے فرمایا تھا اے بنی شیبہ کعبہ لائے جانے والے ہدایا سے تم لوگ معروفاً استفادہ کر سکتے ہو، فاکہی نے محمد بن جبیر بن مطعم عن أبیہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم نے عثمان کو چابی پکڑائی اور فرمایا(غيبه) (یعنی لوگوں کی نگاہوں سے دور حفاظت سے رکھو) زہری کہتے ہیں اسی لئے وہ (فلذلك يغيب المفتاح) ابن عمر سے منقول ہے کہ بنی ابی طلحہ کہا کرتے تھے کعبہ کو صرف وہی کھولنے کے مجاز ہیں نبی اکرم نے چابی لیکر اپنے دستِ اقدس سے تالہ کھولا۔

4290 - حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ خَارِجَةَ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عَائِشَةَ ؓ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَاءٍ الَّتِي بِأَعْلَى مَكَّةَ تَابَعَهُ أَبُو أُسَامَةَ وَوُهَيْبٌ فِي كَدَاءٍ .(سابق)أطرافه 1577، 1578، 1579، 1580، 1581، 4291-

شیخ بخاری خراسانی نزیلِ بغداد ہیں اَثبات میں سے تھے عبد اللہ بن احمد کہتے ہیں میرے والد جب کسی سے راضی ہوتے اور وہ ان کے نزدیک ثقہ ہوتا تو اس کے زندہ ہوتے ہوئے بھی ان کے حوالے سے تحدیث کرتے تو ہیثم ابھی زندہ تھے کہ ان کے حوالے سے ہمیں احادیث بیان کیں، بخاری میں موصولا ان سے یہی ایک روایت ہے۔(تابعه أبو أسامة الخ) یعنی ان دونوں نے ہشام سے اسی اسناد کے ساتھ یہ روایت بیان کرتے ہوئے (دخل من كداء) کا جملہ بیان کیا ہے ابو اسامہ کا یہ طریق مصنف نے الحج میں محمود بن غیلان کے واسطہ سے موصول کیا ہے یہاں عبید کے حوالے سے نقل کیا مگر حضرت عائشہ کا حوالہ ذکر نہیں کیا وہیب جو کہ ابن ابو خالد ہیں کا طریق بھی الحج میں موصول ہے اس کی مفصل شرح وہاں گزر چکی ہے۔

4291 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ أَعْلَى مَكَّةَ مِنْ كَدَاءٍ (ایضا) أطرافه 1577، 1578، 1579، 1580، 1581، 4290

50 - باب مَنْزِلُ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ الْفَتْحِ (فتح مکہ کے موقع پہ نبی پاک کی قیام گاہ)

باب سابق کی تیسری حدیث پر اثنائے شرح ذکر گزرا ہے کہ آپ وادیٔ محصب میں قیام پذیر ہوئے تھے یہاں بیتِ ام ہانی مذکور ہے، اکلیل میں بھی معمر عن ابن شہاب عن عبداللہ بن حارث عن ام ہانیؑ کے حوالے سے ہے کہ فتح کے موقع پر آنجناب ان کے ہاں اترے، تطبیق یہ ہے کہ ام ہانی کے گھر آپ کا قیام مستقلاً نہ تھا بلکہ صرف غسل کرنے کے لئے تشریف لائے تھے پھر شعبِ ابی طالب میں اسی خیمہ کی طرف پلٹ گئے جو آپ کے قیام کے لئے نصب کیا گیا تھا۔

4292 - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى مَا أَخْبَرَنَا أَحَدٌ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّي الضُّحَى غَيْرَ أُمِّ هَانِئٍ فَإِنَّهَا ذَكَرَتْ أَنَّهُ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ اغْتَسَلَ فِي بَيْتِهَا ثُمَّ صَلَّى ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ قَالَتْ لَمْ أَرَهُ صَلَّى صَلاَةً أَخَفَّ مِنْهَا غَيْرَ أَنَّهُ يُتِمُّ الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ .طرفاه 1103، 1176-

ابن ابی لیلی کہتے ہیں سوائے ام ہانیؑ کے ہمیں کسی نے خبر نہ دی کہا یا نبی پاک نے چاشت کی نماز ادا کی ہے؟ انہوں نے بتلایا کہ آپ نے انکے گھر میں غسل فرمایا پھر آٹھ رکعات ادا کیں، کہتی ہیں کبھی نہ دیکھا تھا کہ اس سے ہلکی نماز ادا کی ہو مگر رکوع اور سجود پورے اہتمام سے ادا کئے۔

شرحِ حدیث کتاب الصلاۃ میں گزر چکی ہے واقدی نے حضرت جابر سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم نے فرمایا تھا اگر اللہ نے مکہ فتح کر دیا تو ہمارا قیام خیف میں ہوگا (حیث تقاسموا علی الکفر)، یہ شعبِ ابی طالب جہاں بنی ہاشم محصور رہے، کے بالمقابل تھا، ابورافع سے سابق حدیثِ اسامہ کی مانند نقل کیا اور یہ بھی کہ آپ ابطح ہی میں مضطرب رہے بیوتِ مکہ میں داخل نہ ہوئے۔

51- باب

اصول میں یہ باب بلا ترجمہ ہی ہے گویا یہاں خالی جگہ چھوڑ رکھی تھی تو مناسبِ حال عبارت نہ مل سکی (احادیث کا سابقہ چند ابواب سے تعلق واضح ہے)۔

4293 - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ ؓ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ فِي رُكُوعِهِ وَسُجُودِهِ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي .أطرافه 794، 817، 4967، 4968-

حضرت عائشہؓ روایت بیان کرتی ہیں کہ نبی پاک رکوع اور سجود میں یہ دعا پڑھا کرتے تھے: (سبحانك اللهم الخ)۔

یہاں اسے بالاختصار لائے ہیں ابواب صفۃ الصلاۃ میں شرح بیان ہو چکی ہے یہاں لانے کی مناسبت یہ ہے جیسا کہ آگے کتاب التفسیر کی اسی روایت میں ذکر آئے گا کہ (إذا جاءَ نصرُ اللهِ الخ) کی سورت نازل ہونے کے بعد آپ نے ہر نماز میں یہ کلمات پڑھے ہیں (اور فتح مکہ کے ان ابواب کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد یہ سورت نازل ہوئی اور والفتح سے اشارہ فتحِ مکہ کی طرف ہے)۔

علامہ انور اس کے تحت لکھتے ہیں یہاں اس حدیث کا اس لئے اخراج کیا کہ آنجناب نے اس کے نزول کے بعد قائماً وقاعداً اور ہر حالت میں ان کلمات کو اپنا وظیفہ بنالیا تھا اس سے دلالت ملی کہ آخری عمر میں بالخصوص نیکیوں کی طرف رغبت بڑھ جانی چاہئے، یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ فتح اور مغفرت کے مابین مناسبت یہ ہے کہ اللہ نے جب فتح سے آپ کو ہمکنار کیا تو عیاں ہوا کہ مفتوح علیہ کا رب کے ہاں خاص مقام و وجاہت اور مغفرت وفوز ہے، لکھتے ہیں کشاف میں مذکور یہ امر اس کے لئے باعثِ اشکال ہے کہ یہ سورت وفات سے چالیس دن قبل نازل ہوئی جبکہ مکہ سن آٹھ میں فتح ہوا ہے پھر (إذا) کا استعمال کیونکر مستقیم ہوسکتا ہے کیونکہ وہ تو برائے مستقبل ہوتا ہے جبکہ فتح قصہِ ماضی تھا؟ رضی نے اس کا کشف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ فاء (یعنی فسبح کی) جزائیہ نہیں بلکہ فقط شرط و جزاء کی شاکلہ پر اسے مبرز کیا ہے (یعنی بظاہر تو شرط و جزاء پر مشتمل عبارت لگتی ہے مگر حقیقۃً ایسا نہیں) میں اپنے رسالہ حیاتِ عیسیٰ میں اسے مفصلاً زیرِ بحث لایا ہوں۔

4294 - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ؓ قَالَ كَانَ عُمَرُ يُدْخِلُنِي مَعَ أَشْيَاخِ بَدْرٍ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِمَ تُدْخِلُ هَذَا الْفَتَى مَعَنَا وَلَنَا أَبْنَاءٌ مِثْلُهُ فَقَالَ إِنَّهُ مِمَّنْ قَدْ عَلِمْتُمْ قَالَ فَدَعَاهُمْ ذَاتَ يَوْمٍ وَدَعَانِي مَعَهُمْ قَالَ وَمَا رُئِيتُهُ دَعَانِي يَوْمَئِذٍ إِلَّا لِيُرِيَهُمْ مِنِّي فَقَالَ مَا تَقُولُونَ (إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ) حَتَّى خَتَمَ السُّورَةَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ أُمِرْنَا أَنْ نَحْمَدَ اللَّهَ وَنَسْتَغْفِرَهُ إِذَا نُصِرْنَا وَفُتِحَ عَلَيْنَا وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا نَدْرِي أَوْ لَمْ يَقُلْ بَعْضُهُمْ شَيْئًا فَقَالَ لِي يَا ابْنَ عَبَّاسٍ أَكَذَاكَ تَقُولُ قُلْتُ لَا قَالَ فَمَا تَقُولُ قُلْتُ هُوَ أَجَلُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَعْلَمَهُ اللَّهُ لَهُ (إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ) فَتْحُ مَكَّةَ فَذَاكَ عَلَامَةُ أَجَلِكَ (فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا) قَالَ عُمَرُ مَا أَعْلَمُ مِنْهَا إِلَّا مَا تَعْلَمُ. (جلد پنجم ص:۳۵۱) أطرافه 3627، 4430، 4969، 4970 -

اس کی مفصل شرح تفسیر سورۃ النصر میں آئے گی۔

4295 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ شُرَحْبِيلَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ الْعَدَوِيِّ أَنَّهُ قَالَ لِعَمْرِو بْنِ سَعِيدٍ وَهُوَ يَبْعَثُ الْبُعُوثَ إِلَى مَكَّةَ ائْذَنْ لِي أَيُّهَا الْأَمِيرُ أُحَدِّثْكَ قَوْلًا قَامَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْغَدَ يَوْمَ الْفَتْحِ سَمِعَتْهُ أُذُنَايَ وَوَعَاهُ قَلْبِي وَأَبْصَرَتْهُ عَيْنَايَ حِينَ تَكَلَّمَ بِهِ حَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ مَكَّةَ حَرَّمَهَا اللَّهُ وَلَمْ يُحَرِّمْهَا النَّاسُ لَا يَحِلُّ

لِامْرِءٍ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ أَنْ يَسْفِكَ بِهَا دَمًا وَلَا يَعْضِدَ بِهَا شَجَرًا فَإِنْ أَحَدٌ تَرَخَّصَ لِقِتَالِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِيهَا فَقُولُوا لَهُ إِنَّ اللَّهَ أَذِنَ لِرَسُولِهِ وَلَمْ يَأْذَنْ لَكُمْ وَإِنَّمَا أَذِنَ لِي فِيهَا سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ وَقَدْ عَادَتْ حُرْمَتُهَا الْيَوْمَ كَحُرْمَتِهَا بِالأَمْسِ وَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَقِيلَ لِأَبِي شُرَيْحٍ مَاذَا قَالَ لَكَ عَمْرٌو قَالَ قَالَ أَنَا أَعْلَمُ بِذَلِكَ مِنْكَ يَا أَبَا شُرَيْحٍ إِنَّ الْحَرَمَ لَا يُعِيذُ عَاصِيًا وَلَا فَارًّا بِدَمٍ وَلَا فَارًّا بِخَرْبَةٍ .طرفاه 104، 1832-

ابوشریح عدوی کہتے ہیں کہ انہوں نے عمرو بن سعید جو مکہ کی طرف (ابن زبیر سے لڑنے) فوجیں روانہ کر رہے تھے، کہا اے امیر مجھے اجازت دیں کہ آپ کو نبی پاک کی ایک حدیث بیان کروں، آپ فتح مکہ کے اگلے روز خطاب کے لئے کھڑے ہوئے، میرے کانوں نے سنا، دل نے یاد رکھا اور آنکھوں نے دیکھا، اللہ کی حمد وثناء بیان کرنے کے بعد فرمایا بے شک اللہ تعالی نے مکہ کو حرمت والا بنایا ہے یہ لوگوں کا بنایا ہوا حرم نہیں ہے، کسی ایسے شخص کیلئے جو اللہ اور آخرت کے دن پہ ایمان رکھتا ہے، حلال نہیں کہ یہاں خون بہائے یا درخت کاٹے اگر کوئی اس امر سے اپنے لئے رخصت تلاش کرے کہ نبی پاک نے بھی تو یہاں قتال کیا تھا تو اسے کہو اللہ نے اپنے نبی کو تو اجازت دی تھی، تمہیں نہیں دی، میرے لئے دن کی ایک ساعت اجازت دی تھی پھر اسکی حرمت برقرار ہے جیسے کل تھی، پس جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ بعد والوں کو آگاہ کر دیں، ابوشریح سے کہا گیا پھر عمرو نے یہ سن کر کیا کہا؟ بولے اس نے کہا تھا اے ابوشریح میں تم سے زیادہ جانتا ہوں، بے شک حرم کسی گناہگار کو پناہ نہیں دیتا اور ایسے بندے کو جو کسی کا خون کر کے بھاگا ہو اور فساد برپا کرنے والے کو بھی۔

شیخ بخاری کندی بخاری اور کوفی ہیں، قدمائے شیوخ میں سے ہیں صحیح میں ان سے دو روایات ہیں دوسری علامات النبوۃ میں ہے دونوں کے ان کے ہاں لیث بن سعد سے متابع بھی ہیں۔(العدوی) ابن حجر لکھتے ہیں الحج میں حدیثِ ہذا پر اثنائے بحث لکھا تھا کہ یہ بنی عدی بن کعب کے حلفاء میں سے ہیں کیونکہ ایک اور طریق میں ان کی نسبت کعبی بھی مذکور دیکھی ہے جو بنی کعب بن ربیعہ بن عمرو بن لحی کے حوالے سے ہے پھر میرے لئے ظاہر ہوا کہ یہ بنی عدی بن عمرو بن لحی کی طرف منتسب ہیں جو اخوۃ کعب ہیں، انساب میں کثیر اوقات اخی القبیلہ کی طرف نسبت بھی ذکر کر دی جاتی ہے، کتاب الحج میں مفصل شرحِ حدیث گزر چکی ہے کچھ مباحث العلم میں گزرے اور کچھ کا بیان کتاب الدیات میں حدیثِ ابی ہریرہ کی اثنائے شرح آئے گا۔

4296 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ عَامَ الْفَتْحِ وَهُوَ بِمَكَّةَ إِنَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ .طرفاه 2236، 4633- (یعنی نبی پاک نے فتح مکہ کے موقع پہ اعلان کیا کہ شراب حرام ہے)

البیوع کے آخر میں مطولاً مع شرح گزر چکی ہے۔

52 - باب مَقَامُ النَّبِيِّ ﷺ بِمَكَّةَ زَمَنَ الْفَتْحِ (نبی پاک کی فتح مکہ کے موقع پہ مدتِ قیام)

4297 - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي

إِسْحَاقَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ أَقَمْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ عَشْرًا نَقْصُرُ الصَّلَاةَ .طرفه 1081 -

حضرت راوی ہیں کہ ہم نے نبی اکرم کے ہمراہ (مکہ میں) دس دن قیام کیا، نمازِ قصر ادا کرتے رہے۔

سفیان سے مراد ثوری ہیں۔

4298 - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ أَخْبَرَنَا عَاصِمٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ بِمَكَّةَ تِسْعَةَ عَشَرَ يَوْمًا يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ .طرفاه 1080، 4299 -

ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی پاک نے مکہ میں انیس دن قیام کیا، دو رکعتیں پڑھتے تھے۔

4299 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا أَبُو شِهَابٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَقَمْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ تِسْعَ عَشْرَةَ نَقْصُرُ الصَّلَاةَ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَنَحْنُ نَقْصُرُ مَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ تِسْعَ عَشْرَةَ فَإِذَا زِدْنَا أَتْمَمْنَا .طرفاه 1080، 4298 -

ابن عباس راوی ہیں کہ ایک سفر میں ہم نے آنجناب کے ساتھ انیس دن قیام کیا نمازیں قصر کر کے ادا کرتے رہے، ابن عباس کا قول ہے کہ ہم انیس دن تک تو قصر نماز اور اگر اس سے زائد قیام ہوتا تو پوری پڑھتے۔

عبداللہ سے ابن مبارک جبکہ عاصم سے مراد ابن سلیمان الأ حول ہیں، آخری روایت میں (أقمنا في سفر) بغیر تعیینِ مکان کے ہے بظاہر دونوں حدیثوں کے مابین تعارض ہے میرا خیال ہے کہ حضرت انس کی روایت حجۃ الوداع سے متعلق ہے کیونکہ اس موقع پر آنجناب نے دس دن قیام کیا تھا آپ چار تاریخ کو داخل ہوئے اور چودہ ذی الحجہ کو واپس عازمِ مدینہ ہوئے تھے، جہاں تک ابن عباس کی زیرِ نظر روایت ہے وہ فتح مکہ سے متعلق ہے باب (قصر الصلاۃ) میں دلائل کے ساتھ اس امر کی تصریح بیان کی تھی شائد اس باب میں امام بخاری کا حدیثِ انس کو نقل کرنا تشحیذ اذہان کی خاطر ہے، اسماعیلی کی وکیع عن سفیان کے طریق سے یہ الفاظ وارد ہیں: (فأقام بها عشرا يقصر الصلاة حتى رجع إلى المدينة)، باب (قصر الصلاۃ) میں بھی ایک دیگر طریق کے ساتھ یحیی بن ابواسحاق سے یہی مذکور ہے، اس سے جو میں نے ذکر کیا، کی تائید ملتی ہے فتحِ مکہ کے دوران مدینہ نکلنے سے لے کر واپسی تک اسی سے زائد دن آنجناب اور اہل اسلام نے سفر میں گزارے تھے۔ (وقال ابن عباس الخ) اسی سند کے ساتھ موصول ہے۔

مولانا انور (أقمنا مع النبي ﷺ عشرا) کے تحت کہتے ہیں بظاہر یہ حجۃ الوداع کے موقع کی بات ہے (أقام النبي ﷺ بمكة تسعة عشر) کی بابت لکھتے ہیں یہ فتحِ مکہ کے اثناء تھا اور اگر اقامت میں یہ نیت ہو کہ کل سفر کریں گے یا پرسوں (اور اسی ضمن بعض میں کافی دن گزر جائیں) تو اتمام واجب نہیں ہوتا خواہ کئی سال گزر جائیں علاوہ ازیں اس سفر میں اقامت مختلف فیہ امر ہے الفاظِ واردہ کی مراجعت کرنے کے بعد متحقق ہوتا ہے کہ اقامت پندرہ ایام کی تھی، اس بارے بحث گزر چکی ہے بالجملہ توقیتِ مدت کے بارہ میں (کہ کتنے دن کے قیام کی نیت ہو تو قصر و گرنہ پوری نماز پڑھنی چاہئے) کسی سے کوئی مرفوع حدیث منقول نہیں اسی لئے اس میں وقوعِ اختلاف ہوا۔

53- باب

اصول میں یہ باب بلا ترجمہ ہی ہے جبکہ نسخۂ نسفی سے یہ ساقط ہے تو ان کے ہاں یہ ساری احادیث سابقہ باب سے ملحق ہیں،

مناسبت غیر ظاہر ہے ممکن ہے یہاں خالی جگہ چھوڑی ہوتا کہ ان کے مناسب حال ترجمہ قائم کریں مگر اس کا موقع نہ مل سکا، (من شهد الفتح) کے عنوان سے ترجمہ ہو سکتا تھا، اس میں گیارہ روایات نقل کی ہیں۔

4300 - وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ ثَعْلَبَةَ بْنِ صُعَيْرٍ وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ قَدْ مَسَحَ وَجْهَهُ عَامَ الْفَتْحِ .طرفه 6356-

عبداللہ بن ثعلبہ بن صعیر نے بتلایا کہ فتح مکہ کے موقع پر نبی پاک نے (پیار سے) انکے چہرے پر ہاتھ پھیرا۔

اسے مصنف نے اپنی التاریخ الصغیر میں بحوالہ عبداللہ بن صلاح حدثنا اللیث موصول کیا ہے، آخر میں (بمكة) کا لفظ بھی موجود ہے زہری سے ایک دیگر حوالہ کے ساتھ بھی موصول کیا جو (عن عبدالله بن ثعلبة أنه رأى سعد بن أبي وقاص أوتر بر كعة) کے الفاظ کے ناقل ہیں یہ کتاب الأدب میں آئے گی۔ (أخبرني عبدالله بن ثعلبة الخ) یہ عذری ہیں انہیں ابن ابی صُعیر بھی کہا جاتا ہے جو ابن عمرو بن زید بن سنان حلیفِ بنی زہرہ ہیں عبداللہ کے والد ثعلبہ صحابی تھے مصنف نے مختصر بہ اختصاراً یہاں حذف کر دیا الأدب کی روایت میں اس کا ظہور ہے۔

4301 - حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سُنَيْنٍ أَبِي جَمِيلَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا وَنَحْنُ مَعَ ابْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ وَزَعَمَ أَبُو جَمِيلَةَ أَنَّهُ أَدْرَكَ النَّبِيَّ ﷺ ، وَخَرَجَ مَعَهُ عَامَ الْفَتْحِ

زہری کہتے ہیں ہم ابن میسب کے ساتھ تھے کہ ابو جمیلہ نے بتلایا کہ انہوں نے نبی پاک کا زمانہ پایا اور وہ آپ کے ہمراہ فتح مکہ کے موقع پہ نکلے تھے۔

(ونحن مع ابن المسيب) جملہ حالیہ ہے زہری یہ ذکر کر کے اپنی اس روایت کی تقویت ثابت کر رہے ہیں۔ (و خرج معه عام الفتح) ابو عمر نے ذکر کیا ہے کہ آنجناب کے ہمراہ حجۃ الوداع میں موجود تھے ان کا تذکرہ الشہادات میں بھی گزرا ہے۔

علامہ انور لکھتے ہیں ان دونوں روایتوں سے غرض یہ ثابت کرنا ہے کہ عبداللہ بن ثعلبہ اور ابو جمیلہ صغار صحابہ میں سے ہیں جو فتحِ مکہ کے موقع پر آنجناب کے مدرک بنے۔

4302 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ سَلِمَةَ قَالَ قَالَ لِي أَبُو قِلَابَةَ أَلَا تَلْقَاهُ فَتَسْأَلَهُ قَالَ فَلَقِيتُهُ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ كُنَّا بِمَاءٍ مَمَرَّ النَّاسِ وَكَانَ يَمُرُّ بِنَا الرُّكْبَانُ فَنَسْأَلُهُمْ مَا لِلنَّاسِ مَا لِلنَّاسِ مَا هَذَا الرَّجُلُ فَيَقُولُونَ يَزْعُمُ أَنَّ اللَّهَ أَرْسَلَهُ أَوْحَى إِلَيْهِ أَوْ أَوْحَى اللَّهُ بِكَذَا فَكُنْتُ أَحْفَظُ ذَلِكَ الْكَلَامَ وَكَأَنَّمَا يُغْرَى فِي صَدْرِي وَكَانَتِ الْعَرَبُ تَلَوَّمُ بِإِسْلَامِهِمُ الْفَتْحَ فَيَقُولُونَ اتْرُكُوهُ وَقَوْمَهُ فَإِنَّهُ إِنْ ظَهَرَ عَلَيْهِمْ فَهُوَ نَبِيٌّ صَادِقٌ فَلَمَّا كَانَتْ وَقْعَةُ أَهْلِ الْفَتْحِ بَادَرَ كُلُّ قَوْمٍ بِإِسْلَامِهِمْ وَبَدَرَ أَبِي قَوْمِي بِإِسْلَامِهِمْ فَلَمَّا قَدِمَ قَالَ جِئْتُكُمْ وَاللَّهِ مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ ﷺ حَقًّا فَقَالَ صَلُّوا صَلَاةَ

كَذَا فِي حِينِ كَذَا وَصَلُّوا كَذَا فِي حِينِ كَذَا فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤَذِّنْ أَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْثَرُكُمْ قُرْآنًا فَنَظَرُوا فَلَمْ يَكُنْ أَحَدٌ أَكْثَرَ قُرْآنًا مِنِّي لِمَا كُنْتُ أَتَلَقَّى مِنَ الرُّكْبَانِ فَقَدَّمُونِي بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَأَنَا ابْنُ سِتٍّ أَوْ سَبْعِ سِنِينَ وَكَانَتْ عَلَيَّ بُرْدَةٌ كُنْتُ إِذَا سَجَدْتُ تَقَلَّصَتْ عَنِّي فَقَالَتِ امْرَأَةٌ مِنَ الْحَيِّ أَلَا تُغَطُّوا عَنَّا اسْتَ قَارِئِكُمْ فَاشْتَرَوْا فَقَطَعُوا لِي قَمِيصًا فَمَا فَرِحْتُ بِشَيْءٍ فَرَحِي بِذَلِكَ الْقَمِيصِ

ایوب راوی ہیں کہ مجھ سے ابو قلابہ نے کہا کیا تم عمرو بن سلمہ سے مل کر انکا قصہ نہیں پوچھتے ؟ کہتے ہیں میں ان سے ملا تو انہوں نے بتلایا ہم لوگوں کی گزرگاہ میں آباد تھے قافلے ہمارے ہاں سے گزرتے تو ان سے اہلِ اسلام اور پیغمبر اسلام کے احوال دریافت کرتے رہتے، وہ ہمیں بتلاتے کہ وہ مدعی ہیں کہ اللہ کی طرف سے ان پہ وحی آتی ہے، ہمیں قرآن بھی سناتے اور میں ان سے سن کر وہ کلامِ پاک یاد کرتا رہتا، اسکا میرے دل میں بڑا اثر ہوتا، عام عرب اس بات کے منتظر تھے کہ دیکھو انکی قوم کے ساتھ انکا کیا معاملہ ہوتا ہے، اگر آپ ان پہ غالب آگئے تو گویا وہ نبیِ صادق ہیں، کہتے ہیں جب اہلِ اسلام نے مکہ فتح کرلیا تو ہر قوم نے اسلام قبول کرنے میں پہل کی میرے والد نے بھی اپنی قوم سے پہل کی (اور خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئے) جب واپس آئے تو کہا میں بخدا ایک سچے نبی کے پاس سے آرہا ہوں جنہوں نے اوقاتِ نماز وغیرہ کی تعلیم دی ہے، فرمایا جب وقت ہوجائے تو تم میں کا کوئی فرد اذان دے اور امامت وہ کرائے جسے قرآن زیادہ یاد ہو، کہتے ہیں لوگوں نے دیکھا کہ میں وہ فرد ہوں جسے سب سے زیادہ قرآن یاد ہے کیونکہ آتے جاتے قافلہ والوں سے یاد کررکھا تھا چنانچہ مجھے اپنا امام بنالیا جبکہ میری عمر صرف چھ یا سات برس تھی، کہتے ہیں میں ایک چادر پہنے ہوئے تھا جب سجدہ کرتا تو وہ مجھ سے اتر جاتی تو قبیلہ کی ایک خاتون نے کہا کیا تم اپنے قاری صاحب کی پیٹھ ہم سے نہ چھپاؤ گے؟ اس پر قبیلہ والوں میرے لئے ایک قمیص کا بندوبست کیا تو اسے حاصل کرکے اتنی خوشی ہوئی جتنی کسی چیز کی نہ ہوئی تھی۔

عمرو بن سلمہ کا صحابی ہونا مختلف فیہ امر ہے اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے والد سلمہ خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئے بظاہر ان کے ہمراہ عمرو نہ گئے ابن مندہ نے حماد بن سلمہ عن ایوب کے حوالے سے اسی اسناد کے ساتھ ایسی عبارت نقل کی ہے جس سے دلالت ملتی ہے کہ عمرو بھی ہمراہ گئے تھے طبرانی بھی اسے تخریج کیا ہے، سلمہ لام مکسور کے ساتھ، ابن قیس ہیں انہیں نُفیع جرمی بھی کہا جاتا ہے بخاری میں ان کا اور ان کے بیٹے کا حوالہ صرف اسی جگہ ہے صفة الصلاة میں گزری حدیثِ مالک بن حویرث میں بھی عمرو بن سلمہ کا ذکر موجود ہے۔ (قال لی أبوقلابة) یہ ایوب کا مقول ہے۔(کنا بما ممر الناس) ممر میں تینوں حرکات جائز ہیں ابوداؤد کے ہاں حماد بن سلمہ عن ایوب عن عمرو بن سلمہ کے حوالے سے منقول ہے:(کنانحاصر یمربنا الناس إذا أتوا النبی ﷺ)۔ (ماھذا الرجل) یعنی آنے جانے والوں سے نبی اکرم کے حالات وواقعات کی بابت استفسار کیا کرتے۔

(أوحی اللہ بکذا) یہ مسافر انہیں آنجناب یا صحابہ سے سنا قرآن سناتے کہ نبی اکرم اس کے کلامِ الٰہی ہونے کو مدعی ہیں مستخرج ابی نعیم میں یوسف القاضی عن سلیمان بن حرب کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: (فیقولون نبی یزعم أن اللہ أرسلہ و أن اللہ أوحی إلیہ کذاو کذا فجعلت أحفظ ذلك الکلام) کہ وہ نبی ہونے کے مدعی ہیں اور یہ کہ اللہ نے ان کی طرف یہ یہ وحی کی ہے عمرو کہتے ہیں جو کلام وہ ہمیں سناتے میں اسے یاد کرتا رہتا، ابوداؤد کی روایت میں ہے(و کنت غلاما حافظا فحفظت

من ذلك قرآنا كثيرا) تو اس طرح لڑکپن کی اس عمر ہی میں بہت سارا قرآن یاد کر لیا۔
(فكأنما يقر) کشمیہنی کے ہاں بھی یہی ہے یعنی یاء کی پیش، فتح قاف اور راء کی شد کے ساتھ، قرار سے ماخوذ، ایک روایت میں الف مقصور کے اضافہ کے ساتھ بھی ہے، تقریبہ سے أي يجمع، اکثر کے ہاں ہمزہ کے ساتھ ہے قراءت سے، اسماعیلی کی روایت میں (يغرى) ہے (یعنی چمٹ جانا)، عیاض نے اسی کو ترجیح دی ہے۔ (تلوم) تاء اور لامِ مفتوح، واومشدد اور ایک تاء محذوف ہے۔ (فلما قدم) گویا وہ ان کے ہمراہ نہ گئے تھے لیکن یہ اس امر کو مانع نہیں کہ بعد ازاں بھی وہ نہ گئے ہوں۔ (وليؤمكم الخ) ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ انہوں نے سوال کیا تھا (يارسول الله من يؤمنا؟) جواباً آپ نے فرمایا: (أكثركم جمعا للقرآن)۔ (فنظروا) اسماعیلی کے ہاں اس کے بعد (إلى أهل حِوائنا) بھی ہے، کسی قبیلہ کی قرارگاہ۔ (تقلصت) ابوداؤد کے ہاں (تكشفت عنى) ہے انہی کی عاصم بن سلیمان عن عمرو سے ہے کہ جب سجدہ کرتا تو پیٹھ ننگی ہو جاتی۔
(ألاتغطون) اصول میں یہی ہے ابن تین مدعی ہیں کہ ان کے ہاں یہ نون کے حذف کے ساتھ ہے ابوداؤد کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: (وَارُوْا عنا عورةَ قارِئِكم) کہ ہم سے اپنے قاری کی شرم گاہ تو چھپالو۔ (فاشتروا) یعنی کپڑا خریدا، ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ عمان کی بنی قیص خریدی، ابوداؤد کی ایک روایت میں مزید یہ بھی ہے کہ (فما شهدت مجمعا من جرم إلا كنت إمامهم) کہ جَرم کا کوئی سا بھی مجمع ہوتا میں ہی ان کا امام بنتا، اس حدیث مین شافعیہ کے لئے حجت ہے جن کے نزدیک صبیِ ممیز (یعنی نابالغ مگر سمجھ دار بچہ) فرض نمازوں میں امام بن سکنے کا مجاز ہے یہ ایک مشہور اختلافی مسئلہ ہے یہ کہنا انصاف نہیں کہ ایسا ان اہلِ قبیلہ نے اپنے ذاتی اجتہاد سے کیا تھا اور آنجناب اس پر مطلع نہ تھے اس لئے کہ یہ شہادتِ نفی ہے اور پھر یہ زمانہ، زمانۂ وحی تھا ایک غیرِ جائز امر کیسے مستقر رہ سکتا تھا، یہی عزل کے جواز کے بارہ میں ابوسعید اور جابر کا ستدلال تھا کہ ہم حیاتِ نبوی میں کیا کرتے تھے اور اگر یہ غیر جائز ہوتا تو آپ بذریعۂ وحی مطلع کر دئے جاتے اور ہمیں اس سے منع فرما دیتے، بعض نے یہ استدلال بھی کیا ہے کہ اثنائے نماز سترِ عورۃ شرط نہیں بلکہ سنت ہے اور وہ اس کے بغیر بھی جائز ہے کیونکہ یہ واقعۂ حال ہے اور محتمل ہے کہ ان لوگوں نے ایسا علم بالحکم ہونے کے بعد کیا ہو۔
مولانا انور (فكأنما يقرأ الخ) کے تحت لکھتے ہیں کہ نسخہ میں (يغرى) ہے یہی ظاہر ہے، نسخۂ کتاب محتاجِ تاویل ہے ظاہر یہ ہے کہ کہا جائے یقرأ یہاں نازل منزلۃ اللازم ہے (فقدموني بين أيديهم وأنا ابنُ ست الخ) کی مناسبت سے لکھتے ہیں اس میں قصور (یعنی کوتاہی) ہے کیونکہ یہ عمر اخذِ قرآن کے وقت کی بتلا رہے ہیں نہ کہ امامت کے وقت کی، اس طرح ان کی بیعت بھی، بالغ ہونے کے بعد واقع تھی راوی نے تعبیر و بیان میں کوتاہی کی ہے، (شافعیہ سے مخاطب ہو کر) کہتے ہیں روایت کا جملہ: (ألاتغطون عنا إست قارئكم) تم پر وارد ہے اور ہم پر بھی، اس میں ہم دونوں برابر ہیں اس بابت (ابن حجر کی کتاب) الإصابۃ فی معرفۃ الصحابہ کا مطالعہ کر لیا جائے، پھر اگر فتح مکہ کے موقع پر ان کی عمر یہ تھی تو ان کے اس قول: (فكنت أحفظ ذلك الكلام الخ) کا کیا معنی؟

4303 - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ عُتْبَةُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ عَهِدَ إِلَى أَخِيهِ سَعْدٍ أَنْ يَقْبِضَ ابْنَ وَلِيدَةِ زَمْعَةَ

وَقَالَ عُتْبَةُ إِنَّهُ ابْنِي فَلَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِﷺ مَكَّةَ فِي الْفَتْحِ أَخَذَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ ابْنَ وَلِيدَةِ زَمْعَةَ فَأَقْبَلَ بِهِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِﷺ وَأَقْبَلَ مَعَهُ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ فَقَالَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ هَذَا ابْنُ أَخِي عَهِدَ إِلَيَّ أَنَّهُ ابْنُهُ قَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَذَا أَخِي هَذَا ابْنُ زَمْعَةَ وُلِدَ عَلَى فِرَاشِهِ فَنَظَرَ رَسُولُ اللَّهِﷺ إِلَى ابْنِ وَلِيدَةِ زَمْعَةَ فَإِذَا أَشْبَهُ النَّاسِ بِعُتْبَةَ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِﷺ هُوَ لَكَ هُوَ أَخُوكَ يَا عَبْدُ بْنَ زَمْعَةَ مِنْ أَجْلِ أَنَّهُ وُلِدَ عَلَى فِرَاشِهِ وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِﷺ احْتَجِبِي مِنْهُ يَا سَوْدَةُ لِمَا رَأَى مِنْ شَبَهِ عُتْبَةَ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ قَالَتْ عَائِشَةُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِﷺ الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ وَقَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَكَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ يَصِيحُ بِذَلِكَ .

(ترجمہ کیلئے جلد سوم ص: ۲۶۴) أطرافه 2053، 2218، 2421، 2533، 2745، 6749، 6765، 6817، 7182

ولیدہِ زمعہ کے بیٹے کے بارہ میں حدیثِ حضرت عائشہ، اس کی مفصل شرح کتاب الفرائض میں ہوگی یہاں یہ اشارہ کرنا مقصود ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر یہ قضیہ آپ کے روبرو پیش ہوا۔(وقال اللیث الخ) اسے ذہلی نے زہریات میں موصول کیا ہے یہاں مصنف نے یونس کا سیاق مالک کے طریق کے ساتھ مقرون کر کے ذکر کیا ہے اور اس میں اس کی شدید مخالفت ہے جس کی تبیین اثنائے شرح کی جائے گی، اسماعیلی نے اس صنیع پر اعتراض کرتے ہوئے لکھا کہ باوجود مالک اور یونس کی روایتوں کے باہمی شدید تغایر کے دونوں کو جمع کر دیا انہوں نے اپنی جانب سے کوئی وضاحت وتبیین نہیں کی۔

(قال ابن شهاب الخ) مالک کی روایت میں یہ حصہ بھی عروہ کے حوالے سے موصول ہے۔(هو أخوك يا عبد الخ) میں ان حضرات کا رد ہے جو دوسرے سیاق کے الفاظ (هو لك الخ) میں لام برائے مِلک قرار دیتے اور معنی یہ بیان کرتے ہیں کہ اسے عبد کا غلام قرار دیا تھا۔(وكان أبوهريرة يصيح بذلك) یعنی اس حدیث کو علی الاعلان بیان کرتے (الولد للفراش وللعاهر الحجر، کی طرف اشارہ ہے)، یہ ابن شہاب تک تو موصول مگر ان کے اور ابو ہریرہ کے مابین انقطاع ہے، یہ دراصل ایک مستقل حدیث کے بطور بھی مروی ہے مزی اطراف میں اس پر تنبیہ کرنے سے غافل رہے مسلم، ترمذی اور نسائی نے سفیان بن عیینہ، مسلم نے معمر کے طریق سے بھی، دونوں ابن شہاب عن سعید بن مسیب سے، معمر ان کے ساتھ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن کا واسطہ بھی ذکر کرتے ہیں، یہ حضرت ابو ہریرہ سے راوی ہیں کہ نبی اکرم نے فرمایا:(الولد للفراش وللعاهر الحجر) مسلم کی ایک روایت میں (عن ابن عيينة عن سعيد وأبي سلمة معا) ہے ایک اور میں (عن سعيد أوأبي سلمة) ہے، دارقطنی العلل میں رقمطراز ہیں کہ زہری سے محفوظ دونوں سے روایت ہے بقول ابن حجر آگے کتاب الفرائض میں ایک دیگر طریق کے ساتھ بھی حضرت ابو ہریرہ سے مختصراً آئے گی اس میں زہری کا حوالہ موجود نہیں، شائد اسی اختلاف کے پیشِ نظر امام بخاری نے ابن شہاب کے طریق سے اس روایت کی تخریج ترک کی۔

علامہ انور (هوأخوك الخ) کے تحت کہتے ہیں اس بارے کلامِ مفصل گزر چکی ہم اس کا اعادہ نہ کریں گے حاشیہ میں مولانا بدر لکھتے ہیں وہاں شیخ کی یہ تقریر ذکر کی تھی کہ آنجناب کا عبد کے حق میں یہ فیصلہ ان کے اقرار کی وجہ سے تھا جبکہ یہاں کے الفاظ اس امر کے مشعر ہیں کہ ان کے حق میں یہ فیصلہ اس لئے کیا کہ یہ مولود علی فراشہ ہیں تو یہ شافعیہ کے موقف سے قریب ہیں (یعنی ان کی تائید کرتے ہیں)۔

4304 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ امْرَأَةً سَرَقَتْ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي غَزْوَةِ الْفَتْحِ ، فَفَزِعَ قَوْمُهَا إِلَى أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ يَسْتَشْفِعُونَهُ قَالَ عُرْوَةُ فَلَمَّا كَلَّمَهُ أُسَامَةُ فِيهَا تَلَوَّنَ وَجْهُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ أَتُكَلِّمُنِي فِي حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللَّهِ قَالَ أُسَامَةُ اسْتَغْفِرْ لِي يَا رَسُولَ اللَّهِ فَلَمَّا كَانَ الْعَشِيُّ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ خَطِيبًا فَأَثْنَى عَلَى اللَّهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّمَا أَهْلَكَ النَّاسَ قَبْلَكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمِ الضَّعِيفُ أَقَامُوا عَلَيْهِ الْحَدَّ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا ثُمَّ أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِتِلْكَ الْمَرْأَةِ فَقُطِعَتْ يَدُهَا فَحَسُنَتْ تَوْبَتُهَا بَعْدَ ذَلِكَ وَتَزَوَّجَتْ قَالَتْ عَائِشَةُ فَكَانَتْ تَأْتِي بَعْدَ ذَلِكَ فَأَرْفَعُ حَاجَتَهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ .

(ترجمہ کیلئے جلد چہارم ص:۱۰۴) أطرافه 2648، 3475، 3732، 3733، 6787، 6788، 6800 -

(أخبرني عروة الخ) یہاں صورتِ ارسال کے صیغہ کے ساتھ ہی ہے لیکن آخرِ روایت کے الفاظ مشعر ہیں کہ حضرت عائشہ سے اس کا اخذ کیا ہے اسماعیلی کے ہاں زہری عن قاسم بن محمد عن عائشہ کے حوالے سے ہے، کہتی ہیں: (فتابت فحسنت الخ) شرحِ حدیث کتاب الحدود میں بیان ہوگی غرض یہ بتلانا تھا کہ فتح مکہ کے موقع پر یہ واقعہ پیش آیا۔

علامہ انور (إن امرأة سرقت) کے تحت لکھتے ہیں یہ خاتون سامان ادھار لے کر واپس کرنے سے مکر جاتی تھی طحاوی نے اس بارے بحث کی ہے محقق یہ ہے کہ دونوں قسم کے جرم کی مرتکب ہوتی تھی (یعنی مکرنا اور چوری) ہاتھ کاٹنے کی یہ سزا چوری کے سبب تھی، بعض نے اعتراض کیا ہے کہ ہاتھ کاٹنا غیر معقول ہے جیسا کہ ابو العلاء معری کی طرف یہ شعر منسوب ہے: (یدٌ بخمس مئین عسجد ودیت ما بالها قُطعت فی رُبع دینار) تو قاضی عبد الوہاب مالکی نے اس کا یہ جواب دیا تھا: (عز الأمانة أغلاهاوأرخصها ذل الخيانة فافهم حكمة الباری)۔

4305 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي مُجَاشِعٌ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ بِأَخِي بَعْدَ الْفَتْحِ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ جِئْتُكَ بِأَخِي لِتُبَايِعَهُ عَلَى الْهِجْرَةِ قَالَ ذَهَبَ أَهْلُ الْهِجْرَةِ بِمَا فِيهَا فَقُلْتُ عَلَى أَيِّ شَيْءٍ تُبَايِعُهُ قَالَ أُبَايِعُهُ عَلَى الْإِسْلَامِ وَالْإِيمَانِ وَالْجِهَادِ . (ترجمہ کیلئے جلد چہارم ص:۴۵۸) أطرافه 2962، 3078، - 4307-

4306 - فَلَقِيتُ أَبَا مَعْبَدٍ بَعْدُ وَكَانَ أَكْبَرَهُمَا فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ صَدَقَ مُجَاشِعٌ .أطرافه 2963،

3079، - 4308 (بقول راوی بعد ازاں ابومعبد جو دونوں میں بڑے تھے، سے ملاقات ہوئی تو تصدیق کی)

زبیر سے مراد ابن معاویہ جبکہ عاصم، ابن سلیمان ہیں۔ (بأخی) آگے ایک روایت میں ان کا نام مجالد مذکور ہوگا کنیت ابومعبد تھی جیسا کہ آمدہ روایت میں ہے، اس روایت میں ہے (فلقیت معبدا) اکثر نے یہی ذکر کیا البتہ کشمیہنی کے نسخہ میں (فلقیت أبا معبد) ہے یہ اس روایت کے لحاظ سے تو وہم ہے البتہ فی نفس الأمر درست ہے۔

4307 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ حَدَّثَنَا الْفُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنْ مُجَاشِعِ بْنِ مَسْعُودٍ انْطَلَقْتُ بِأَبِي مَعْبَدٍ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ لِيُبَايِعَهُ عَلَى الْهِجْرَةِ قَالَ مَضَتِ الْهِجْرَةُ لأَهْلِهَا أُبَايِعُهُ عَلَى الإِسْلاَمِ وَالْجِهَادِ أطرافه 2962، 3078، - 4305- - 4308 فَلَقِيتُ أَبَا مَعْبَدٍ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ صَدَقَ مُجَاشِعٌ وَقَالَ خَالِدٌ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ مُجَاشِعٍ أَنَّهُ جَاءَ بِأَخِيهِ مُجَالِدٍ .(سابق) أطرافه 2963، 3079، 4306-

(وقال خالد عن أبي عثمان الخ) خالد سے مراد حذاء ہیں اس طریق کو اسماعیلی نے ان الفاظ کے ساتھ موصول کیا ہے کہ وہ اپنے بھائی مجالد کو ہمراہ لئے آئے اور کہا (هذا مجالد يا رسول الله فبا يعه على الهجرة) ہجرت کے مسائل واحکام ابواب الھجرۃ اور کتاب الجہاد میں بیان ہو چکے ہیں۔

4309 - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قُلْتُ لاِبْنِ عُمَرَ ؓ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُهَاجِرَ إِلَى الشَّأْمِ قَالَ لاَ هِجْرَةَ وَلَكِنْ جِهَادٌ فَانْطَلِقْ فَاعْرِضْ نَفْسَكَ فَإِنْ وَجَدْتَ شَيْئًا وَإِلاَّ رَجَعْتَ . أطرافه 3899، 4310، - 4311

مجاہد کہتے ہیں میں نے ابن عمر سے کہا میں شام ہجرت کرنا چاہتا ہوں کہا اب کیسی ہجرت؟ ہاں اگر جہاد کا موقع ملے تو چلے جاؤ

4310 - وَقَالَ النَّضْرُ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ أَخْبَرَنَا أَبُو بِشْرٍ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا قُلْتُ لاِبْنِ عُمَرَ فَقَالَ لاَ هِجْرَةَ الْيَوْمَ أَوْ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مِثْلَهُ .أطرافه 3899، 4309، 4311-

ابن عمر کہتے تھے آج کوئی ہجرت نہیں یا یہ کہا کہ نبی پاک کے بعد

اسی سند و متن کے ساتھ اوائل الھجرۃ میں گزر چکی ہے۔ (وقال النضر) یعنی ابن شمیل اسے بھی اسماعیلی نے احمد بن منصور عنہ کے طریق سے موصول کیا ہے۔

4311 - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ يَزِيدَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو عَمْرٍو الأَوْزَاعِيُّ عَنْ عَبْدَةَ بْنِ أَبِي لُبَابَةَ عَنْ مُجَاهِدِ بْنِ جَبْرٍ الْمَكِّيِّ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ ؓ كَانَ يَقُولُ لاَ هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ . (اس میں ہے کہ فتح مکہ کے بعد اب کوئی ہجرت نہیں) أطرافه 3899، 4309، 4310-

اسحاق یہاں اپنے دادا کی طرف منسوب ہیں وہ ابن ابراہیم بن یزید فرادیسی ہیں، سابقہ ہے۔

4312 - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يَزِيدَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ قَالَ حَدَّثَنِي الأَوْزَاعِيُّ عَنْ عَطَاءٍ

بْنِ أَبِي رَبَاحٍ قَالَ زُرْتُ عَائِشَةَ مَعَ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ فَسَأَلَهَا عَنِ الْهِجْرَةِ فَقَالَتْ لَا هِجْرَةَ الْيَوْمَ كَانَ الْمُؤْمِنُ يَفِرُّ أَحَدُهُمْ بِدِينِهِ إِلَى اللَّهِ وَإِلَى رَسُولِهِ ﷺ مَخَافَةَ أَنْ يُفْتَنَ عَلَيْهِ فَأَمَّا الْيَوْمَ فَقَدْ أَظْهَرَ اللَّهُ الإِسْلَامَ فَالْمُؤْمِنُ يَعْبُدُ رَبَّهُ حَيْثُ شَاءَ وَلَكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ .(ترجمہ کیلئے جلد چہارم ص: ۵۵۷) طرفاه 3080، 3900 -

سیدانورشاہ(لاهجرة بعد الفتح) کے تحت رقم طراز ہیں کہ اس سے مراد مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت ہے کیونکہ اب تو مکہ (فتح کے بعد) دار الاسلام بن چکا تھا، جہاں تک مطلقاً دارِ کفر سے دارِ اسلام کی طرف ہجرت کا تعلق ہے وہ بھی اب منتفی ہوئی کہ ہمارے زمانہ میں دار الاسلام عزیز ہے (فیض کی عبارت ہے: و ذلك لعزة دار الإسلام في زماننا، اس کے بعد ہے: فأين هو لنهاجر إليه فإن الأرض قد ملئت ظلما وجورا، مفہوم یہ بنا کہ دارِ اسلام کا اب وجود دشوار و متعسر ہے پھر وہ ہے کہاں؟ کہ ہم اس کی طرف مہاجرت کریں تمام زمین ظلم وجور سے بھر چکی ہے)۔

4313 - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي حَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ مُجَاهِدٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ قَامَ يَوْمَ الْفَتْحِ فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ مَكَّةَ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالأَرْضَ فَهِيَ حَرَامٌ بِحَرَامِ اللَّهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَمْ تَحِلَّ لأَحَدٍ قَبْلِي وَلَا تَحِلُّ لأَحَدٍ بَعْدِي وَلَمْ تَحْلِلْ لِي إِلَّا سَاعَةً مِنَ الدَّهْرِ لَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا وَلَا يُعْضَدُ شَوْكُهَا وَلَا يُخْتَلَى خَلَاهَا وَلَا تَحِلُّ لُقَطَتُهَا إِلَّا لِمُنْشِدٍ فَقَالَ الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ إِلَّا الإِذْخِرَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَإِنَّهُ لَا بُدَّ مِنْهُ لِلْقَيْنِ وَالْبُيُوتِ فَسَكَتَ ثُمَّ قَالَ إِلَّا الإِذْخِرَ فَإِنَّهُ حَلَالٌ وَعَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْكَرِيمِ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ بِمِثْلِ هَذَا أَوْ نَحْوِ هَذَا رَوَاهُ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . (ترجمہ کیلئے جلد دوم ص: ۲۴۶، ۵۰۸ اور ۷۴۷) أطرافه 1349، 1587، 1833، 1834، 2090، 2433، 2783، 2825، 3077، 3189

شیخ بخاری ابن منصور ہیں ابوعلی جیانی کا اسی پر جزم ہے حاکم نے انہیں ابن نصر قرار دیا ابو عاصم نبیل بھی شیوخِ بخاری میں سے ہیں۔ (عن مجاهد أن رسول الخ) مرسلاً ہے، الحج اور الجهاد وغیرہ میں منصور عن مجاہد عن طاؤس عن ابن عباس کے حوالے سے موصولاً نقل کیا ہے اسے ابن ابوشیبہ نے یزید بن ابوزیاد عن مجاہد عن ابن عباس کے حوالے سے نقل کیا مگر اول اولیٰ ہے۔ (وعن ابن جريج الخ) اسی اسنادِ مذکور کے ساتھ موصول ہے عبد الکریم سے مراد ابن مالک جزری ہیں اسماعیلی کے ہاں ایک دیگر طریق سے (عن أبي عاصم عن ابن جريج) کے حوالے سے مذکور ہے کہ (سمعت عبد الكريم سمعت عكرمة الخ) یعنی آنجناب کا یہ خطبہ مذکورہ، اسے کتاب العلم میں بحوالہ ابوسلمہ عن ابی ہریرہ سے موصول کیا ہے وہیں شرح بیان ہو چکی ہے۔

54 - باب قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى ﴿وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُدْبِرِينَ ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ﴾ إِلَى قَوْلِهِ

(غَفُورٌ رَحِيمٌ)

اللہ تعالی کا فرمان: (ترجمہ) اور یاد کرو حنین کا دن جب تم اپنی کثرتِ تعداد پہ نازاں ہوئے تھے لیکن یہ تمہارے کسی کام نہ آئی اور زمین باوجود اپنی فراخی کے تم پر تنگ ہوگئی پھر تم پیٹھ پھیرے بھاگ نکلے، پھر اللہ تعالی کی طرف سے سکینت نازل ہوئی، (غفور رحیم) تک۔

حنین طائف کے قریب ذوالمجاز کے پہلو میں ایک وادی کا نام تھا عرفات کی جہت میں مکہ سے دس سے کچھ اوپر میل کی مسافت پہ واقع ہے بقول ابوعبید بکری حنین بن قابثہ بن مہلا ییل کے نام سے موسوم تھی اہلِ مغازی کے نزدیک نبی اکرم شوال کی چھ کو اس طرف نکلے ایک قول رمضان ختم ہونے سے دو دن قبل کا بھی ہے بعض نے دونوں اقوال کے مابین یہ تطبیق دی ہے کہ پروگرام اور تیاری آٹھ سے شروع کی اور نکلے چھ شوال کو، دس تاریخ کو یہاں پہنچے، سبب یہ بنا کہ مالک بن عوف نضری نے قبائلِ ہوازن کو جمع کر کے ایک لشکر تیار کیا ثقفیوں کی حمایت بھی حاصل تھی آنجناب کو خبر ملی تو خود ان کی طرف نکل پڑے، عمر بن شبہ کتابِ مکہ میں عروہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ انہوں نے ولید بن عبدالملک جس نے ان سے فتحِ مکہ کی بابت تفصیلات پوچھیں تھیں، کو خط میں منجملہ تفاصیل کے یہ بھی لکھا کہ فتحِ مکہ کے نصف ماہ بعد خبر ملی کہ ہوازن اور ثقیف اپنے سردار عوف بن مالک کے زیرِ قیادت ان سے لڑنے کی غرض سے وادیِ حنین میں مجتمع ہیں، ابوداؤد کی بسند حسن سہل بن حنظلیہ سے روایت میں ہے کہ لشکرِ اسلام جب حنین کی طرف جارہا تھا تو ایک شخص آیا اور خبر دی کہ میں نے آگے بڑھ کر فلاں پہاڑ کی چوٹی سے جھانکا اور دیکھا ہے کہ ہوازن سارے کے سارے مع اپنے اونٹ، بکریوں اور چوپاؤں کے حنین میں جمع ہیں، یہ سن کر نبی اکرم مسکرائے اور فرمایا کل ان شاء اللہ یہ سب کچھ مسلمانوں کی غنیمت ہوگا ابن اسحاق کی ایک حدیثِ جابر سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان صاحب کا نام عبداللہ بن ابوحدرد اسلمی تھا۔

(ويوم حنين إذ الخ) یونس بن بکیر زیادات المغازی میں ربیع بن انس سے راوی ہیں کہ ایک شخص حنین کے دن پکارا اٹھا آج قلت کی وجہ سے ہمیں شکست نہ ہو سکے گی (یعنی کثرت تعداد پہ نازاں ہوئے) نبی اکرم کو یہ بات ناگوار گزری تو ابتدائی ہزیمت اسی کا شاخسانہ تھی، اس کے تحت پانچ احادیث لائے ہیں۔

4314 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ رَأَيْتُ بِيَدِ ابْنِ أَبِي أَوْفَى ضَرْبَةً قَالَ ضُرِبْتُهَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ حُنَيْنٍ قُلْتُ شَهِدْتَ حُنَيْنًا قَالَ قَبْلَ ذَلِكَ

راوی کہتے ہیں میں نے ابن ابی اوفی کے ہاتھ میں ایک ضرب کا نشان دیکھا، بتلایا کہ یہ جنگ حنین میں ضرب لگی تھی، میں نے کہا آپ حنین میں موجود تھے؟ کہا کئی اور میں بھی شریک تھا۔

اسماعیل سے مراد ابن ابی خالد ہیں احمد کی یزید بن ہارون سے روایت میں نسبت مذکور ہے۔(ضربة) احمد کی روایت میں ہے کہ میں نے کہا(ما هذه؟) اسماعیلی کی روایت میں (قبل) سے پہلے واو بھی ہے ان کا آنجناب کے ساتھ اول مشہد حدیبیہ ہے، مردصحابہ کرام کے بارہ میں مصنفین نے یہی لکھا ہے بقول ابن حجر مجھے ان کی ایک حدیث ملی جس سے مترشح ہوتا ہے کہ وہ خندق کے موقع پر بھی حاضر تھے، یہ صحابی ابن صحابی ہیں۔

4315 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ وَجَاءَهُ

رَجُلٌ فَقَالَ يَا أَبَا عُمَارَةَ أَتَوَلَّيْتَ يَوْمَ حُنَيْنٍ فَقَالَ أَمَّا أَنَا فَأَشْهَدُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ لَمْ يُوَلِّ وَلَكِنْ عَجِلَ سَرَعَانُ الْقَوْمِ فَرَشَقَتْهُمْ هَوَازِنُ وَأَبُو سُفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ آخِذٌ بِرَأْسِ بَغْلَتِهِ الْبَيْضَاءِ يَقُولُ أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ .

(ترجمہ کیلئے جلد چہارم ص:۳۸٦) أطرافه 2864، 2874، 2930، 3042، 4316، - 4317

4316 - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قِيلَ لِلْبَرَاءِ وَأَنَا أَسْمَعُ أَوَلَّيْتُمْ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ حُنَيْنٍ فَقَالَ أَمَّا النَّبِيُّ ﷺ فَلَا كَانُوا رُمَاةً فَقَالَ أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ .(سابق)أطرافه 2864، 2874، 2930، 3042، 4315، - 4317

4317 - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ سَمِعَ الْبَرَاءَ - وَسَأَلَهُ رَجُلٌ مِنْ قَيْسٍ أَفَرَرْتُمْ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ حُنَيْنٍ فَقَالَ لَكِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لَمْ يَفِرَّ كَانَتْ هَوَازِنُ رُمَاةً وَإِنَّا لَمَّا حَمَلْنَا عَلَيْهِمِ انْكَشَفُوا فَأَكْبَبْنَا عَلَى الْغَنَائِمِ فَاسْتُقْبِلْنَا بِالسِّهَامِ ، وَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَلَى بَغْلَتِهِ الْبَيْضَاءِ وَإِنَّ أَبَا سُفْيَانَ آخِذٌ بِزِمَامِهَا وَهُوَ يَقُولُ أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ قَالَ إِسْرَائِيلُ وَزُهَيْرٌ نَزَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ بَغْلَتِهِ .(سابق) أطرافه 2864، 2874، 2930، 3042، 4315، 4316

ابو اسحاق سے مراد سبیعی ہیں حدیث کا مدارانہی پہ ہے۔(وجاء ہ رجل) اس کا نام معلوم نہ ہو سکا آگے مذکور ہے کہ قیس قبیلہ کا تھا۔(أ تولیت الخ) ہمزہ استفہام برائے انکار ہے۔(أما أنا فأشهد الخ) حضرت براء کا یہ جواب اثباتِ فرار کو تو متضمن ہے مگر علی طریق التعمیم نہیں، سائل نے مطلقا بات کہی تھی جس کے مفہوم میں سبھی حتی کہ آنجناب بھی شامل نظر آتے تھے تو حضرت براء نے جلدی سے آپ کو مستثنیٰ کیا، پھر اس فرار کی وضاحت کی (کہ یہ حقیقۃً فرار نہ تھا بلکہ اچانک تیروں کی بوچھاڑ سے بچنے کی ایک طبعی کوشش تھی) نووی لکھتے ہیں یہ جواب نہایت بدیعانہ وادیبانہ ہے سائل کی تقدیرِ کلام تھی کہ آپ سب حتی کہ رسول اکرم بھی، فار ہوئے؟ انہوں نے وضاحت کی کہ نبی اکرم تو بالکل بھی اپنی جگہ سے نہ ملے، اور جو ہم ادھر ادھر ہوئے وہ استمرار فی الفرار کی نیت سے نہ تھا، وہ صرف تیروں سے بچنے کی ایک طبعی کوشش تھی، ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں گویا وہ دوسری روایت کے الفاظ کو متحضر نہ کر سکے اس واقعہ کے ذکر پر مشتمل احادیثِ واردہ سے عیاں ہوتا ہے کہ سب نے اپنی جگہ نہ چھوڑی تھی، آگے اس کا بیان آتا ہے، یہ بھی محتمل ہے کہ براء سمجھے کہ سائل پر ایک حدیثِ سلمہ بن اکوع مشتبہ ہوئی ہے جسے مسلم نے تخریج کیا اس کے الفاظ ہیں:(مررت برسول الله ﷺ منهزما)۔(یعنی وہ منهزما کے لفظ کو رسول اللہ سے حال سمجھے حالانکہ یہ قائل یعنی سلمہ بن اکوع سے حال ہے) لہذا قسم اٹھا کر کہا کہ رسول اللہ منہزم نہ ہوئے تھے تاکہ اس سائل کے ذہن میں اگر یہ ہے تو اس کا انتفاء وخاتمہ ہو، ممکن ہے سائل کو یہ غلط فہمی اس آیت (ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُدْبِرِيْنَ) کے عمومی انداز سے لگی ہو تو بیان کیا کہ یہ وہ عموم ہے جس سے خصوص مراد ہوتا ہے (بلاغت کی ایک نوع ہے)۔

(ولکن عجل سرعان الخ) سرعان سین اور راء کی زبر کے ساتھ ہے راء پر سکون بھی جائز ہے سجودِ سہو میں حدیثِ ذی

اليدين کے ضمن میں اس لفظ کا ضبط مذکور ہو چکا ہے، ہوازن عربوں کا ایک بڑا اور مشہور قبیلہ تھا جس میں متعدد شاخیں تھی، ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس بن عیلان بن الیاس بن مضر کی طرف منسوب ہیں، الجہاد کی روایت میں تھا کہ شروع میں کی لڑائی میں ہی دشمن منہزم ہو کر پیچھے ہٹ گیا تھا اس پر مسلمان غنیمت جمع کرنے کو لپکے تو انہوں نے دور سے زبر دست تیراندازی کی جس سے مسلمان ادھر ادھر ہوئے الجہاد کی ایک اور روایت میں اس کا سبب بھی مذکور ہے وہ یہ کہ نوجوان اور نئے صحابہ غیر مسلح ہی آگے بڑھ گئے جن کا استقبال ہوازن و بنی نضیر جو مانے ہوئے تیر انداز تھے، کے تیروں نے کیا، اس میں تھا اس پر آنجناب سواری سے اترے اور اللہ سے مدد طلب کی پھر نئے سرے سے صف بندی کی، ابن اسحاق کی حدیثِ جابر میں ہے کہ عوف بن مالک نے پہلے سے حنین پہنچ کر مضایق الوادی (یعنی وادی کی تنگنائیوں) میں اپنے تیر انداز بٹھلا رکھے تھے آنجناب صحابہ کے ہمراہ عمایۃ الصبح (صبح کے جھٹ پٹے) میں وادی میں نیچے اترے تو زبردست تیروں سے گھوڑے اچھل اچھل پڑے مشکل سے انہیں قابو میں رکھا، مسلم کی حدیثِ انس میں ہے ہم نے مکہ فتح کیا پھر حنین کی طرف چلے تو دیکھا مشرکین بڑی اچھی ترتیب سے منظم ہیں میں نے گھڑ سواروں کی قطار دیکھی پھر پیدل لڑنے والوں کی ان کے پیچھے عورتیں تھیں پھر سب سے پیچھے ان کے ریوڑ تھے (وہ سارا سامان ہمراہ لائے تھے تا کہ کوئی فرار کا نہ سوچے یہی ان کی سب سے مہلک غلطی ثابت ہوئی اور سارے کا سارا قبیلہ مع عورتوں، بچوں اور چوپاؤں کے مسلمانوں کو غنیمت حاصل ہو گیا)

کہتے ہیں ہمارے ساتھ کثیر بشر تھے میمنہ میں گھڑ سوار دستہ حضرت خالد کے زیرِ کمان تھا جب اچانک تیروں کی بوچھاڑ ہوئی تو گھوڑے بے ترتیب اور ہمارے پیچھے پناہ گزین ہوئے اعراب اور جلد باز قسم کے لوگ تتر بتر ہو گئے، آگے ایک روایت میں ذکر آئے گا کہ مسلمانوں کی تعداد دس ہزار تھی اور ساتھ میں طلقاء بھی تھے (یعنی اہلِ مکہ) اس میں ہے کہ نبی اکرم اکیلے رہ گئے تھے، اس کے اور دوسری روایات جن میں ایک جماعت کے آپکے ہمراہ ہونے کا ذکر ہے کے مابین تطبیق یہ ہوگی کہ آگے بڑھنے اور دشمن کی طرف جانے کیلئے کوشاں آپ اکیلے تھے ثابتین کی جماعت آپ کے پیچھے تھی ابوسفیان وغیرہ آپکے خچر کی لگام پکڑے آگے بڑھنے سے روکتے تھے، یہ جماعت تقریبا سو افراد پہ مشتمل تھی ابونعیم نے الدلائل میں ان کی تفصیل یہ ذکر کی ہے کہ تیس سے کچھ اوپر مہاجر اور بقیہ انصار تھے خواتین میں سے ام سلیم اور ام حارثہ تھیں۔

(و أبو سفيان بن الحارث) آنجناب کے عمزاد، فتح مکہ سے قبل اسلام لے آئے تھے اور مکہ سے نکل کر عازمِ مدینہ تھے کہ راستے میں فتحِ مکہ کو جانے والے لشکرِ اسلام سے ملاقات ہو گئی وہیں سے آپکے ہمراہ ہو لئے حنین کے ثابتین میں شامل تھے ابن أبی شیبہ کی مرسلِ حکم بن عتیبہ میں مذکور ہے کہ جب یومِ حنین لوگ فار ہوئے تو آنجناب کہنا شروع ہوئے:(أنا النبي لا كذب أنا ابن عبد المطلب) اس میں ہے کہ اس موقع پر آپکے ہمراہ کل چار افراد تھے تین ہاشمی اور ایک دیگر، علی وعباس آپکے آگے، ابوسفیان بن حارث آپکے خچر کی لگام تھامے ہوئے اور ابن مسعود بائیں جانب، کہتے ہیں آپکی جانب جو بھی آیا قتل ہوا (بظاہر مراد ہے کہ دشمنوں میں سے موقع سے فائدہ اٹھانے جو بھی اس طرف آیا قتل ہوا، آخر کیوں نہ ہوتا شیرِ خدا ذوالفقار دست بدست لئے دستِ قضا بنے منتظر تھے) ترمذی بسند حسن حضرت ابن عمر سے راوی ہیں کہ میں نے حنین کے دن دیکھا کہ دونوں گروہ (میدان سے) پھر گئے ہیں اور تب نبی اکرم کے ساتھ سو آدمی بھی نہ تھے ابن حجر کہتے ہیں متعلقہ روایات میں زیادہ سے زیادہ تعداد یہی مذکور ہے احمد اور حاکم ابن مسعود سے روایت بیان کرتے ہیں کہ جب لوگ پھرے میں آنجناب کے ساتھ ثابت قدم تھا اور مہاجرین وانصار کے اسی افراد بھی، کہتے ہیں یہی افراد ہیں

جو پیٹھ دکھا کر نہ بھاگے اپنے اقدام پر ثابت رہے اور انہی پر اللہ تعالی نے اپنی سکینت نازل کی (فَأَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِينَتَهُ الخ کی طرف اشارہ ہے) یہ ابن عمر کی سابق الذکر روایت کے مخالف نہیں اس میں سو کی نفی ہے نووی نے جو شرحِ مسلم میں لکھا ہے کہ آنجناب کے ہمراہ بارہ افراد ثابت قدم رہے تھے تو گویا انہوں نے یہ بات ابن اسحاق کے اس ذکر سے اخذ کی ہے کہ اس موقع پر آپ کے ہمراہ حضرات عباس، ان کے بیٹے فضل، علی، ابوسفیان بن حارث، ان کے بھائی ربیعہ، اسامہ بن زید اور ان کے ماں جائے بھائی ایمن بن ام ایمن، مہاجرین میں سے ابوبکر وعمر تھے، تو یہ نو بنتے ہیں، ابن مسعود کا ذکر مرسلِ حاکم میں ہے یہ دس ہوئے، عباس بن عبدالمطلب کے ایک شعر میں ذکر ہے کہ ثابت قدم رہنے والے فقط دس افراد تھے، کہتے ہیں:

(نصرنا رسول الله في الحرب تسعة ‏ ‏ ‏ ‏ وقد فرَّمَن قد فرَّعنه فأقشعوا

وعاشرنا وافىَ الحمام بنفسه ‏ ‏ ‏ ‏ لما مسه في الله لا يتوجع)

شائد یہی تعداد ثبت ہے اس سے زائد جو بیان کئے گئے ہیں وہ ابتدائی تقشُّع وانہزام کے بعد دوسروں سے قبل جمع ہو جانے والے حضرات ہوں گے یعنی جو جلد ہی آن ملے اس وجہ سے منہزمین میں شمار نہ کئے گئے زبیر بن بکار نے ثابت قدم رہنے والوں میں جعفر بن ابوسفیان بن حارث، قثم بن عباس، ابولہب کے بیٹوں عتبہ ومعتب، عبداللہ بن زبیر بن عبدالمطلب، نوفل بن حارث بن عبدالمطلب، عقیل بن ابوطالب اور شیبہ بن عثمان حجبی کا بھی ذکر کیا ہے شیبہ کی بابت ثابت ہے کہ جب آنجناب تنہا رہ گئے تو چاہا کہ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر۔نعوذ باللہ۔ نبی اکرم کو شہید کر ڈالیں اس نیت سے آگے بڑھے تو نبی اکرم نے ان کے سینے پر ضرب لگائی اور کہا (قاتل الكفار) جاؤ کفار سے لڑو، اس پر مڑ گئے اور شکست دینے تک کافروں سے لڑتے رہے طبری لکھتے ہیں جس فرار سے منع کیا گیا ہے یہ وہ جو علیٰ غیر نیۃ العود ہو (یعنی میدان وقتال کی طرف واپسی کی نیت نہ ہو، کلیۃً بھاگ جائے) عارضی اور وقتی ادھر ادھر ہو جانا تحيُّز إلى فئة کہلائے گا (جسکی قرآن میں اجازت دی گئی ہے)۔

(آخذ برأس بغلته) زبیر کی روایت میں ہے کہ مشرک اس طرف بڑھنے لگے جہاں نبی اکرم تھے آپ اس وقت اپنے سفید خچر پر سوار اور آپکے چچا زاد ابوسفیان اس کی لگام تھامے ہوئے تھے آپ اترے اور دعائے نصرت فرمائی! علماء کہتے ہیں ان جان گسل لمحات میں آپکا خچر پر سوار ہونا کمالِ شجاعت کی علامت اور ثابت قدمی کی دلیل ہے، مسلم کی زکریا عن اَبی اسحاق کے طریق سے روایت میں اس دعائے نصرت کے الفاظ بھی مذکور ہیں: (اللهم أنزل نصرك) مسلم کی حضرت عباس سے روایت میں ہے کہ میں اور ابوسفیان بن حارث میدان حنین میں آپ کے ساتھ ساتھ لگے رہے اس میں ہے جب مسلمان تتر بتر ہوئے آنجناب خچر کو ایڑ لگاتے تھے تا کہ آگے بڑھے میں لگام تھامے اور ابوسفیان رکاب پکڑے آپ کو روکتے تھے، سابقہ اور اس کے مابین تطبیق یہ ہو سکتی ہے کہ قبل ازیں ابوسفیان لگام تھامے تھے آنجناب نے جب اسے ایڑ لگائی تو حضرت عباس جلدی سے آگے بڑھے اور لگام تھام کر خچر کو آگے بڑھنے سے روکا تب ابوسفیان نے اپنے چچا کا احترام کرتے ہوئے لگام انہیں دے کر خود رکاب تھام لی۔

(بغلته) یہ سفید رنگ کا تھا مسلم کی روایت حضرت عباس میں رنگ مذکور ہے یہ بھی کہ اسے فروہ بن نفاثہ جذامی نے ہدیۃً بھیجا تھا ان کی حدیثِ سلمہ میں ہے: (وكان على بغلته الشهباء) ابن سعد اور ان کی اتباع میں مصنفینِ سیرت نے لکھا ہے کہ یہ دلدل نامی خچر تھا مگر یہ محلِ نظر ہے کیونکہ دلدل نامی خچر تو مقوقس شاہِ مصر نے تحفۃً بھیجا تھا، قطب حلی کے بقول انہوں نے دمیاطی کے پاس ابن

سعد کے اس بیان کو باعثِ اشکال قرار دیا تو وہ بولے میں نے بھی ان کی اتباع میں سیرت میں یہی لکھ دیا تب میں محض سیری (یعنی سیرت نگار) تھا ہمیں اس بارے اختلافِ آراء کا ذکر کرنا چاہئے تھا، حلبی لکھتے ہیں ممکن ہے یکے بعد دیگرے اس دن دونوں خچروں پر سوار ہوئے ہوں اگر ثابت ہو کہ دلدل بھی حنین میں موجود تھا، وگرنہ صحیح میں جو مذکور ہے، اصح ہے، قولِ دمیاطی اس امر پر دال ہے کہ وہ اپنے ان کثیر اقوال وآراء سے رجوع کے معتقد تھے جن میں اہلِ سیر کی موافقت اور احادیثِ صحیحہ کی مخالفت کی تھی کیونکہ یہ موافقت ان کے علمِ حدیث میں تضلُّع ومہارت سے قبل تھی مگر اپنی کتب کے شیوع وانتشار کے باعث اس رجوع وتغیر پر متمکن نہ ہو سکے، نووی نے غرابت کا مظاہرہ کیا جب کہا کہ مسلم کے ہاں: (علی بغلته البیضاء) اور دوسری روایت میں: (الشھباء) کا لفظ مذکور ہے اور دونوں سے مراد ایک ہی خچر ہے کیونکہ آپ کے ایک ہی خچر کا علم ہے، حالانکہ کئی ایک نے دلدل نامی خچر کا تذکرہ کیا ہے البتہ بعض نے یہ کہا ہے کہ دونوں مذکورہ نام ایک ہی خچر کے تھے۔

(أنا النبی لا کذب الخ) ابن تین کہتے ہیں بعض اہلِ علم کذب کی باء پر زبر پڑھتے ہیں تا کہ اس طرح سے اس جملہ کو شعری وزن سے نکال دیں (تا کہ ان کے زعم میں سورۂ یٰس کی اس آیت کا انتقاء نہ ہو: وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنۢبَغِي لَهُ) آنجناب کے یہ رجز یہ شعر پڑھنے کی متعدد توجیہات ذکر کی گئیں ہیں ایک یہ کہ یہ شعر کسی اور کا نظم کردہ ہے اصل عبارت یوں تھی: (أنت النبی لا کذب أنت ابن الخ) آپ نے دونوں جگہ (أنا) کہا، دوسرا جواب یہ دیا گیا کہ یہ رجز ہے جو (کثیر نقادِ ادب کے نزدیک) شعر شمار نہیں ہوتا، بقول ابن حجر یہ قول مردود ہے، تیسری توجیہہ یہ بیان کی گئی ہے کہ شعر تبھی بنے گا جب پورا قطعہ ہو، اتنے تھوڑے سے کلمات پڑھنے یا کہنے سے کوئی شاعر نہیں بن جاتا، ایک جواب یہ ہے کہ یہ موزوں کلمات بلا قصد صادر ہو گئے (اور ایسا ہر انسان کے ساتھ ہوتا ہے کہ ایک آدھ جملہ کبھی اس سلاست سے کہہ دیتا ہے کہ اتفاقاً وہ کسی نہ کسی شعری وزن وبحر پر پورا اتر آتا ہے جیسے قرآن پاک کی متعدد آیات یا ان کے بعض حصے کسی شعری بحر پر پورا اتری ہیں مثلاً: لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا ، نواب صدیق الحسن نے قرآنی آیت: قُلْ لَّهُمْ اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَا قَدْ سَلَف کو دوسرا مصرعہ بناتے ہوئے پہلا فارسی زبان میں یوں مکمل کیا: عمرے یارانِ زماں شُد در پے آزاد تلف، اس طرح کی تضمینات نظم کرنے میں کئی شعراء نے تفننِ طبع کا مظاہرہ کیا ہے، اس موضوع کو راقم اپنے پی ایچ ڈی کے مقالہ کی ایک بحث میں زیرِ بحث لایا جو ڈاکٹر سلیم طارق مدظلہ کے زیرِ اشراف اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور میں ۱۹۹۸ء میں مکمل ہوا) بقول ابن حجر یہ آخری جواب اعدل الأجوبہ ہے، اس موضوع پر قبل ازیں بھی معروضات ذکر کی جا چکی ہیں! جہاں تک آنجناب کا اپنے آپ کو یہاں عبدالمطلب کی طرف منسوب بیان کرنا ہے تو یہ ان کی شہرت کے سبب تھا جو لوگوں کے درمیان ان کے نباہتِ ذکر اور طول عمری کی وجہ سے ان کا مقدر بنی، ان کے مقابلہ میں حضرت عبداللہ تو عین عالمِ شباب میں انتقال فرما گئے تھے اسی لئے اکثر عرب آنجناب کو ابن عبدالمطلب کی نسبت سے ہی یاد کیا کرتے تھے جیسا کہ ضمام بن ثعلبہ کی بابت حدیث میں گزرا کہ مسجد نبوی میں حاضر ہو کر کہا: (أیکم ابن عبدالمطلب ؟) بعض نے اس کی وجہ سے یہ بیان کی ہے کہ (زمانہ جاہلیت سے) لوگوں کے درمیان مشہور تھا کہ عبدالمطلب کی ذریت سے ایک فرد دعوت الی اللہ دیتا ہوا نکلے گا اور اس کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ مخلوق کو ہدایت سے نوازے گا اور وہ خاتم الأنبیاء ہوگا، ان کے مابین یہ امر مشہور ہو چکا تھا حتی کہ سیف بن ذی یزن نے بھی حضرت عبداللہ کی حضرت آمنہ سے شادی سے قبل ہی یہ بات حضرت عبدالمطلب سے کہی تھی (سیف ان بادشاہانِ عرب میں سے ایک تھا جو کسری ایران کے تابع تھے، دراصل اہل کتابین کے

علماء جانتے اور خواص کو بتلاتے رہتے تھے کہ اس نبیِ موعود نے مکہ میں جنم لینا ہے اور مکہ میں سب سے مشہور اور سرکردہ ہستی جناب عبدالمطلب کی تھی اور انبیاء کی بابت ایک حدیث گزری ہے کہ ہمیشہ اعلیٰ خاندانوں ہی میں ہوئے ہیں)۔

آنجناب نے ان کلمات کو رجزیہ انداز میں پڑھ کے اپنوں اور غیروں کو باور کرایا کہ آخر حسنِ عاقبت انہی کی ہونی ہے اور اللہ تعالیٰ نے لازماً ان کے امر کو غلبہ واظہار عطا فرمانا ہے، پھر آنجناب کے اس ثبات میں اہل اسلام کے قلوب کی تقویت اور ان کے لئے ڈھارس کا سامان تھا، لاکذب کہہ کر اشارہ فرمایا کہ صفتِ نبوی کے ساتھ کذب مستحیل ہے گویا آپ کہہ رہے ہیں کہ میں نبی ہوں اور نبی جھوٹ نہیں بولتا کہ میں منہزم ہو جاؤں، میں متقین ہوں کہ اللہ کا میری نصرت وغلبہ کا وعدہ برحق ہے تو میرے لئے راہِ فرار اختیار کر لینا روا نہیں، بعض نے یہ معنی کیا ہے کہ میں نبی برحق ہوں اس میں کوئی کذب نہیں۔

آخرِ بحث تنبیہان کے عنوان سے ابن حجر رقم طراز ہیں کہ امام بخاری نے حدیث کو عالی سند کے ساتھ ابوالولید عن شعبہ کے طریق سے نقل کیا مگر ان کا سیاق نہایت مختصر ہے پھر غندر عن شعبہ کے حوالے سے مطولاً لائے ہیں البتہ اس مین ایک درجہ نازل ہوئے ہیں، اسماعیلی نے اسے ابوخلیفہ فضل بن حباب عن ابو ولید کے واسطہ سے مطولاً نقل کیا ہے گویا انہوں نے بخاری کو یہ حدیث بیان کی تو اختصار کیا تھا۔ دوم یہ کہ تمام طرق جن سے بخاری نے حدیثِ ہذا کا یہ سیاق تخریج کیا ہے، میں (أنا ابن عبدالمطلب) تک کی عبارت منقول ہے البتہ زہیر بن معاویہ کی روایت کے آخر میں یہ اضافہ بھی ہے: (ثم صَفَّ أصحابه)، مسلم نے زکریا عن ابی اسحاق کے حوالہ سے حدیثِ براء میں یہ زیادت بھی نقل کی، براء کہتے ہیں (كنا والله إذا احمرَّ البأس نتقي به و إن الشجاع منا لَلَّذي يحاذيه) کہ ہم عین گھمسان کی لڑائی میں آپ کے ساتھ ہونا محفوظ خیال کرتے اور ہم اس کو حقیقی شجاع گردانتے جو دورانِ قتال میں آپ کے ساتھ ساتھ ہوتا، مسلم کی حدیثِ عباس میں ہے کہ نبی اکرم نے ان لمحات میں کوشش کی کہ اپنے خچر کو ایڑ لگا کر آگے بڑھیں مزید یہ بھی کہ انہیں حکم دیا: (نادِ أصحاب الشجرة) کہ اصحاب شجرہ کو آواز دو (یعنی جنہوں نے بیعتِ رضوان کی تھی، یعنی یہ کہہ کر پکارو) حضرت عباس نہایت بلند آواز والے تھے، کہتے ہیں میری ندا پر یالبیک کہتے ہوئے ایسے لپکے جیسے گائے اپنی اولاد کی طرف لپکتی ہے پھر ایسا زور کا رن پڑا کہ نبی اکرم نے فرمایا: (هذا حين حمي الوطيس) اب چکی گرم ہوئی ہے پھر چند کنکریاں پکڑیں انہیں دشمن کی طرف پھینکا اور فرمایا: (انهزموا و ربِ الكعبة) ربِ کعبہ کی قسم وہ منہزم ہوئے۔

(قال اسرائيل وزهير الخ) یعنی اسرائیل بن یونس بن ابواسحاق اور زہیر بن معاویہ جعفی نے اس حدیث کو ابواسحاق عن البراء سے روایت کیا اور آخر میں ذکر کیا کہ نبی اکرم اپنے خچر سے نیچے اتر آئے تھے، اسرائیل کی روایت کتاب الجہاد کے باب (من قال خذها وأنا ابن فلان) میں مع شرح کے گزر چکی ہے زہیر کی روایت بھی باب (من صف أصحابه عند الهزيمة) کے تحت موصولاً گزری ہے مسلم کی حدیثِ سلمہ میں ہے جب آنجناب کے گرد دشمنوں کا ہجوم ہوا آپ خچر سے اتر آئے پھر ایک مشتِ خاک لے کر ان کے چہروں پر ماری اور فرمایا: (شاهت الوجوه) کہتے ہیں ان میں سے کوئی نہ بچا جس کی آنکھوں میں اس مٹھی کی مٹی نہ پڑی ہو پھر ہزیمت خوردہ ہو کر بھاگ پڑے احمد، ابوداؤد اور ترمذی کی قصہِ حنین کی بابت حدیثِ ابوعبدالرحمٰن فہری میں ہے کہ جب مسلمان میدان سے پھر گئے تو نبی پاک نے کہا اے عباداللہ (أنا عبدالله و رسوله) پھر گھوڑے سے اترے اور ایک مشتِ خاک لی مجھے اس وقت آپ کے قریب موجود اشخاص نے بتلایا کہ اسے کفار کے چہروں پر دے مارا اور فرمایا: (شاهت الوجوه) پھر وہ شکست کھا گئے،

یعلی بن عطاء جو اس کے ابوہمام عن ابی عبدالرحمٰن فہری سے راوی ہیں، کہتے ہیں مجھے ان لوگوں کے ابناء نے اپنے آباء کے حوالے سے بتلایا کہ ہم میں کوئی شخص نہیں بچا مگر اس کی آنکھیں مٹی سے بھر گئیں، احمد اور حاکم کی ابن مسعود سے روایت میں ہے کہ نبی اکرم اس موقع پر خچر پہ سوار تھے کہ اس کی زین سے سرکے میں نے پکار کر کہا اللہ آپ کو بلند کرے، اوپر ہو جایئے آپ نے فرمایا مجھے مٹی کی ایک کف پکڑاؤ، تو اسے ان کفار کی طرف دے مارا جس سے ان کی آنکھیں مٹی سے بھر گئیں اس اثناء مہاجرین و انصار دائیں ہاتھوں میں تلواریں پکڑے آئے گویا وہ شُہُب ہوں، پھر مشرک دم دبا کر بھاگ گئے بزار کی حدیثِ ابن عباس میں ہے کہ حضرت علی نے یہ مشتِ خاک پکڑائی تھی تطبیق یہ ہوگی اولا ان سے فرمایا پھر بعد ازاں خچر سے اترے تو خود بھی مٹھی بھر کر کفار کی طرف پھینکی یہ بھی محتمل ہے کہ ایک کف مٹی اور ایک کنکریوں کی بھر کر پھینکی ہو

حدیث سے منجملہ فوائد کے خود پسندی اور کثرتِ تعداد پر نازاں ہونے کی مذمت ثابت ہوئی، آباء اگرچہ وہ جاہلیت میں فوت ہو چکے ہوں، کی طرف اظہارِ انتساب کا جواز بھی ثابت ہوا اس بارے جو نہی وارد ہے وہ غیر حالتِ جنگ پر محمول ہے اس کی نظیر دورانِ جنگ اکڑ کر چلنے (اور سیاہ خضاب استعمال کرنے) کا جواز ہے، بصورت دیگر جائز نہیں، اللہ کے راستے میں تعرُّض إلى الهلاك (یعنی فدائی حملوں) کا بھی ثبوتِ جواز ملا، یہ نہ کہا جائے کہ نبی اکرم تو اس لئے تن تنہا آگے بڑھے تھے کہ آپکو فتح اور نصرتِ الٰہی کی آمد کا یقینِ محکم تھا، کیونکہ اس موقع پر ابوسفیان بن حارث اور کئی دیگر صحابہ کرام نے بھی اسی سرفروشی کا مظاہرہ کیا جو اس قوتِ یقین میں آپکے ہم پلہ نہ تھے اس دوران ایمن بن ام ایمن شہادت سے ہمکنار ہوئے تھے، خچر پہ سوار رہنا آنجناب کے عظیم ثبات اور فرطِ شجاعت کی دلیل ہے یہ اس امر کا اظہار و اشارہ تھا کہ آپ مطلقاً بھی فرار کا نہیں سوچ رہے وگرنہ اونٹ یا گھوڑے پر سوار ہوتے کسی لشکر کا سردار و قائد اگر جانفروشی اور شجاعت کا مظاہرہ پیش کرے تو عام طور سے باقی لشکری بھی اس کی اقتدا کرتے ہیں ایسے موقعوں میں رؤساء عموماً اپنے آپکو خفیہ رکھنے کی سعی کرتے ہیں تاکہ ان کی جان کو کوئی خطرہ درپیش نہ ہو کہ اس شکل میں لشکر ہزیمت سے دوچار ہو جاتے ہیں مگر نبی اکرم نے ایسی کوئی کوشش نہ کی بلکہ اس کے برعکس پکار کر اپنے آپ کا اظہار کیا جو اس امر کی دلیل تھی کہ آپ اس اچانک ملے سے ذرہ بھر بھی خائف و مرعوب نہیں۔

مولانا انور شاہ لکھتے ہیں جنگی معارک میں اصل اعتبار قائد و سالار کے طرزِ عمل کا ہوتا ہے، لشکریوں کے کبھی عارضی طور پر قدم اکھڑ جاتے ہیں لیکن اگر ان کا سالار ثابت قدم رہے تو وہ نئی حکمتِ عملی ترتیب دے کر جلد اس صورتحال کو سنبھال لیتا ہے (و إن أبا سفيان آخذ الخ) کے تحت لکھتے ہیں یہ ان کی فطرتِ سلیمہ تھی کہ ساری عمر اہلِ اسلام سے لڑنے اور نبی پاک کی بابت ہجو یہ اشعار نظم کرنے میں ضائع کر دی تھی تو قبولِ اسلام کے بعد وہی شدت و خلوص آنجناب و اسلام کے دفاع میں دکھلایا اور ایسے ثبات کا مظاہرہ اس نو مسلم سے ہوا جو قدمائے اسلام میں سے بیشتر نہ کر سکے، کہتے ہیں نبی اکرم نے جنگ کے بعد جعرانہ میں پندرہ دن ان ہزیمت خوردہ کفار کا انتظار کیا کہ اگر اسلام لا کر آجائیں تو غنیمت میں محصلہ سارا مال انہیں واپس کر دیں مگر ان کی آمد تقسیمِ غنیمت کے بعد ہوئی، بعد ازاں کا معاملہ روایات میں گزرا ہے، آمدہ روایت میں بھی مذکور ہے۔

4318 و 4319 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي لَيْثٌ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ وَحَدَّثَنِي إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ

شِهَابٍ وَزَعَمَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ مَرْوَانَ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ أَخْبَرَاهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَامَ حِينَ جَاءَهُ وَفْدُ هَوَازِنَ مُسْلِمِينَ فَسَأَلُوهُ أَنْ يَرُدَّ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ وَسَبْيَهُمْ فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَعِي مَنْ تَرَوْنَ وَأَحَبُّ الْحَدِيثِ إِلَيَّ أَصْدَقُهُ فَاخْتَارُوا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ إِمَّا السَّبْيَ وَإِمَّا الْمَالَ وَقَدْ كُنْتُ اسْتَأْنَيْتُ بِكُمْ وَكَانَ أَنْظَرَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِضْعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً حِينَ قَفَلَ مِنَ الطَّائِفِ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ غَيْرُ رَادٍّ إِلَيْهِمْ إِلَّا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ قَالُوا فَإِنَّا نَخْتَارُ سَبْيَنَا فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي الْمُسْلِمِينَ فَأَثْنَى عَلَى اللَّهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ إِخْوَانَكُمْ قَدْ جَاءُونَا تَائِبِينَ وَإِنِّي قَدْ رَأَيْتُ أَنْ أَرُدَّ إِلَيْهِمْ سَبْيَهُمْ فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يُطَيِّبَ ذَلِكَ فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يَكُونَ عَلَى حَظِّهِ حَتَّى نُعْطِيَهُ إِيَّاهُ مِنْ أَوَّلِ مَا يُفِيءُ اللَّهُ عَلَيْنَا فَلْيَفْعَلْ فَقَالَ النَّاسُ قَدْ طَيَّبْنَا ذَلِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّا لَا نَدْرِي مَنْ أَذِنَ مِنْكُمْ فِي ذَلِكَ مِمَّنْ لَمْ يَأْذَنْ فَارْجِعُوا حَتَّى يَرْفَعَ إِلَيْنَا عُرَفَاؤُكُمْ أَمْرَكُمْ فَرَجَعَ النَّاسُ فَكَلَّمَهُمْ عُرَفَاؤُهُمْ ثُمَّ رَجَعُوا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَأَخْبَرُوهُ أَنَّهُمْ قَدْ طَيَّبُوا وَأَذِنُوا هَذَا الَّذِي بَلَغَنِي عَنْ سَبْيِ هَوَازِنَ .

(ترجمہ کیلئے جلد سوم ص: ۵۰۵) حدیث 4318أطرافه 2308، 2540، 2583، 2608، 3132، - 7177۔

حدیث 4319أطرافه 2308، 2540، 2583، 2608، 3132، 7177

کتاب الشروط میں حدیبیہ کے واقعہ پر مشتمل روایت بھی زہری عن المسور و مروان عن اصحاب النبی کے حوالے سے گزری اس سے دلالت ملی کہ جہاں وہ اصحابِ نبی کا حوالہ ذکر نہیں کرتے گویا ارسال کرتے ہیں مسور قصہِ حدیبیہ کے وقت چھوٹے تھے مروان تو ان سے بھی کم سن ہیں البتہ قصہِ حنین کے وقت مسور ایسی عمر میں تھے کہ حالات و واقعات کو یاد رکھ سکیں وہ فتح مکہ کے ایام میں وقوع پذیر ہونے والے حضرت علی کے بنت ابوجہل سے شادی کے قصہ کی جزئیات اچھی طرح از بر و حفظ کر کے روایت کیا کرتے تھے۔ (زعم عروۃ الخ) یہ صلحِ حدیبیہ کے قصہ پر معطوف ہے، موسیٰ بن عقبہ نے اسے زہری کے حوالے سے (حدثنی عروۃ الخ) کے الفاظ سے نقل کیا ہے یہ روایت الأحکام میں آئے گی۔

(قام حین جاء وفد الخ) زہری نے اس طریق کے ساتھ یہ قصہ بالاختصار نقل کیا ہے موسیٰ نے المغازی میں مطولا ذکر کیا اس میں ہے پھر نبی اکرم ہوازن کے قیدیوں کے ہمراہ طائف سے شوال میں جعرانہ واپس پہنچے، وہاں (پہلے ذکر ہوا پندرہ دن کے انتظار کے بعد اموالِ غنیمت تقسیم کر دیئے) ہوازن کا وفد پہنچا جس میں انکے انیس سرکردہ اشخاص شامل تھے، سب نے اسلام قبول کیا اور بیعت کی پھر اپنے اموال و قیدیوں کے بارہ میں گفتگو کی، عرض کی یا رسول اللہ ان خواتین قیدیوں میں امہات، اخوات، عمات اور خالات شامل ہیں، آپ نے فرمایا اب غنیمت تقسیم ہو چکی ہے دونوں میں سے ایک پسند کر لو، مال یا قیدی؟ تا کہ مسلمانوں سے بات کروں کہنے لگے یا رسول اللہ آپ نے ہمیں حسب و مال میں سے ایک اختیار کر لینے کو کہا ہے تو ہم حسب کو ترجیح دیتے ہیں اب ہم شاۃ و بعیر کی بات نہ کریں

گے، آگے روایتِ باب والا واقعہ ذکر کیا مزید یہ بھی کہ ظہر کی نماز کے بعد اولا ان کے خطباء نے بلیغ انداز میں فاتحین سے اپیل کی کہ ان کے قیدی واپس کر دیں پھر نبی کریم نے خطبہ ارشاد فرمایا، ان کی سفارش کی اور فرمایا میں نے بنی ہاشم کے حصہ کے قیدی پہلے ہی واپس کر دئے ہیں، وفدِ ہوازن کے ضمن میں زہیر بن جدد کا نام آگے مذکور ہوگا، علاوہ ازیں ابو مروان جیسے ابو ثروان بھی کہا جاتا ہے، یہ آنجناب کے رضاعی چچا تھے، ابن اسحاق بحوالہ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت نقل کرتے ہیں کہ اہلِ وفد نے حاضر ہو کر کہا (یا رسول الله إنا أهل وعشيره قدأصابنا من البلاء مالم يخف عليك فامنُنْ علينا منَّ اللّٰهُ عليك) کہ ہم آپکے اہل وعشیرہ ہیں (یعنی رضاعت کے حوالے سے) مصیبت زدہ ہیں ہماری حالت آپ سے مخفی نہیں پس ہم پر احسان کریں اللہ آپ پر احسان کرے گا، کہتے ہیں پھر ان کا خطیب زہیر بن جدد کھڑا ہوا اور اثنائے تقریر یہ بھی کہا کہ یا رسول اللہ ان قیدی خواتین میں آپکی خالائیں، چچیاں اور وہ خواتین ہیں جن کے آپ زیرِ کفالت رہے، آپ خیر مکفول ہیں پھر مشہور اشعار پڑھے، پہلا شعر ہے: (أُمنُنْ علينا رسول الله في كرم فإنك المرء نرجوه وندخر) آگے کا ایک شعر ہے: (امنن على نسوة قد كنت ترضعها إذ فوك تملؤه من محضها الدُرر) طبرانی نے مزید پانچ اشعار بھی ذکر کئے ہیں، بقول ابن حجر ان کی المعجم الصغیر میں یہ روایت نہایت عالی السند عشاری الإسناد واقع ہے کہتے ہیں انکی حدیث متابعتِ مذکورہ سے قوی ثابت ہوتی ہے، حسن کے درجہ میں ہے، اس بارے الأربعين المتباينة، الأمالي، الصحابة اور العشرة العشيارية میں تفصیلی بحث کی ہے اور جو اسے منقطع الإسناد کہتے ہیں ان کا وہم بیان کیا ہے۔

(فقد كنت استأنيت بكم) نسخہ کشمیہنی میں (لكم) ہے، آنجناب ان کے انتظار میں غنیمت تقسیم کئے بغیر طائف چلے گئے تھے وہاں سے جعرانہ واپس آئے اور غنائم کو تقسیم کیا بعد از تقسیم ابھی یہیں تھے کہ ہوازن کا وفد آپہنچا آپ نے انہیں بتلایا کہ انکے انتظار میں تقسیمِ غنیمت میں تاخیر کی مگر وہ لیٹ ہوگئے، واقدی ذکر کرتے ہیں کہ وفدِ ہوازن میں چوبیس گھر تھے ان میں ابو برقان سعدی بھی تھا جس نے کہا یا رسول اللہ ان محبوس خواتین میں آپکی خالات، امہات، حواضن اور آپکی مرضعات ہیں پس انہیں آزاد کر کے ہم پر احسان کریں آپ نے فرمایا تمہارا طویل انتظار کیا پھر یہ گمان کر کے کہ تم نہ آؤ گے قیدیوں کو تقسیم کر دیا۔ (على حظه) یعنی اس شرط پر کہ اس کا عوض لے گا، موسی بن عقبہ کی روایت میں ہے جو رضامندی سے واپس کرنا چاہے تو کرے اور جو عوض لینا چاہے میرے ذمہ ان کا فداء (یعنی عوض) ہے۔

(قد طيبنا لك) موسی کی روایت میں ہے اکثر نے بخوشی بغیر کوئی عوض طلب کئے اپنے حصہ کے قیدی واپس کر دئے ایک قلیل تعداد نے عوض کی فرمائش کی، عمرو بن شعیب کی روایت میں ہے مہاجرین نے کہا جو کچھ ہمارے حصہ میں آیا وہ رسول اللہ کا ہے، انصار نے بھی یہی کہا، اقرع بن حابس نے کہا میں اور بنی تمیم (بغیر عوض) واپس نہ کریں گے یہی بات عیینہ نے اپنے اور بنی فزارہ کے حوالے سے اور عباس بن مرداس نے اپنے اور بنی سلیم کے حوالے سے کہی مگر بنی سلیم کہنے لگے ہم بھی اپنے حصہ کے قیدی رسول اکرم کی صوابدید پہ چھوڑتے ہیں اس پر رسول اللہ نے فرمایا جو بغیر عوض نہیں چھوڑنا چاہتا اس کے ساتھ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ اگلی جو بھی غنیمت حاصل ہوگی اس سے ہر انسان کے بدلے چھ حصے دیں گے اس پر لوگوں نے عورتوں اور بچوں کو واپس کر دیا۔

(فقال إنا لا ندري الخ) اس پر کتاب الأحکام کے باب العرفاء میں تفصیل سے بات ہوگی۔ (هذا الذي بلغني الخ) الصبہ کی روایت میں امام بخاری نے بیان کیا تھا کہ اس جملہ کے قائل زہری ہیں۔

4320 - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عُمَرَ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَمَّا قَفَلْنَا مِنْ حُنَيْنٍ سَأَلَ عُمَرُ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ نَذْرٍ كَانَ نَذَرَهُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ اعْتِكَافٍ فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ ﷺ بِوَفَائِهِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَرَوَاهُ جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ وَحَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ .

أطرافه 2032، 2043، 3144، 6697 -

ابن عمر راوی ہیں کہ جب ہم حنین سے واپس ہوئے حضرت عمر نے نبی پاک سے اپنی زمانہ جاہلیت کی مانی ہوئی ایک نذرِ اعتکاف کی بابت آنجناب سے استفسار کیا، فرمایا اسے پورا کرو

(عن نافع أن عمر قال الخ) تو اسی طرح مرسلا مختصراً ذکر کیا ہے آگے معمر عن ایوب عن نافع عن ابن عمر کے طریق سے موصولا تاماً لائے ہیں اسماعیلی نے دونوں طرق کے جمع پر اعتراض کیا ہے کیونکہ ان کا قول (لما قفلنا من حنين) روایتِ حماد میں موجود نہیں، جواب یہ ہے کہ بخاری نے اصلِ حدیث کو مدنظر رکھا نہ کہ الفاظِ رواۃ میں نقص وزیادت کو، طریقِ حماد مرسل اس لئے لائے ہیں تا کہ اشارہ کریں کہ ان کی روایت مرجوح ہے کیونکہ انکے شیخ ایوب کے اصحاب کی ایک جماعت نے اس میں ان کی مخالفت اور موصولا روایت کیا ہے بلکہ جیسا کہ آگے مذکور ہے بعض اصحابِ حماد بن زید نے بھی ان سے موصولا روایت کیا ہے، اگرچہ حماد کی اس مرسل روایت میں رجوع من حنین کا صریحاً ذکر موجود نہیں لیکن ضمناً ہے آگے اس کی تبیین ہوگی پھر بعض کی روایت میں ایسی زیادت ہے جو معمر کی روایت میں نہیں، آگے اس کی وضاحت آتی ہے روایتِ اولی کا باقی سیاق فرض الخمس میں مذکور گزرا ہے اس میں تھا کہ حضرت عمر نے عرض کی میرے ذمہ جاہلیت کے زمانہ سے ایک رات کے اعتکاف کی نذر باقی ہے تو آپ نے اس کے ایفاء کا حکم دیا مزید یہ بھی تھا کہ ان کے حصہ میں حنین کے قیدیوں میں سے دولڑکیاں حصہ میں آئی تھیں جنہیں مکہ کے ایک گھر میں رکھا، ابن حجر لکھتے ہیں بالاتفاق آنجناب کا جعرانہ میں پڑاؤ طائف سے واپسی پہ تھا اسی طرح قیدیوں کی تقسیم بھی وہاں سے واپسی پر فرمائی اس لحاظ سے حماد اور معمر کی روایت میں معناً متحد ہیں لہذا اسماعیلی کا اعتراض مردود ٹھہرا۔

(وقال بعضهم حماد عن أيوب الخ) حماد بن زید مراد ہیں کیونکہ حماد بن سلمہ کا ذکر آگے ہے اور ان کا نقل کردہ سیاق ابن زید کے سیاق سے مختلف ہے، اس بعض سے مراد احمد بن عبدۃ ضبی ہیں اسماعیلی نے ان کے طریق سے اسی سندِ مذکور کے ساتھ تخریج کیا ہے، مسلم اور ابن خزیمہ نے بھی احمد بن عبدہ سے اسے روایت کیا اور اس میں ابن عمر کے عمرۂ جعرانہ کے انکار کا بھی ذکر کیا، ایوب سے اسے موصول کرنے والوں کی طرف: (و رواه جرير الخ) کے ساتھ اشارہ کیا ہے جریر کی روایت مسلم وغیرہ، حماد بن سلمہ کی بھی انہی نے حجاج بن منہال کے طریق سے صرف قصہ نذر میں موصول کی ہے، فرض الخمس کی بحث میں ذکر کیا تھا کہ دارقطنی کی اس روایت پر کلام موجود ہے، کہتے ہیں اسے ابن عیینہ نے ایوب سے روایت کیا آگے ابن عیینہ سے اس کے بعض رواۃ نے موصولاً اور بعض نے مرسلاً روایت کیا ہے، سیرت ابن اسحاق کی ابو وجرہ یزید بن عبید سعدی کے حوالے سے روایت میں ہوازن کی ان قیدی خواتین کی بابت مزید تفصیل مذکور ہے اس میں ہے کہ نبی اکرم نے حضرت علی کو ریطہ بنت حبان بن عمیر، حضرت عثمان کو زینب بنت خناس اور حضرت عمر کو

قلابہ نامی لڑکی دی، انہوں نے قلابہ اپنے بیٹے ابن عمر کو ہبہ کر دی، ابن اسحاق کہتے ہیں مجھے نافع نے ابن عمر سے بیان کیا کہ میں نے یہ جاریہ بنی جمح میں اپنے اخوال کے ہاں بھیج دی تا کہ میں طواف سے فارغ ہولوں وہاں دیکھا کہ لوگ دوڑ رہے ہیں سبب دریافت کیا تو پتہ چلا آنجناب نے ہوازن کے سب قیدی واپس کر دیے ہیں میں نے ان سے کہا تمہاری ایک لڑکی بنی جمح میں موجود ہے اسے بھی ہمراہ لے لو، انہوں نے ایسا کیا، یہ حماد بن زید کی روایت میں مذکور کہ حضرت عمر کو دولونڈیاں عطا کیں، کے منافی نہیں کیونکہ تطبیق یہ ہوگی کہ انہوں نے ان میں سے ایک ابن عمر کو ہبہ کر دی! حضرت سعد کو جولونڈی عطا کی اس نے واپس جانے سے انکار دیا وہ انہی کے پاس رہی اور ان سے ان کی اولاد بھی ہوئی، اعتکاف سے متعلقہ باقی بحث الاعتکاف میں گزری ہے، نذر سے متعلقہ بحث کتاب النذر میں آئے گی۔

4321 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ كَثِيرِ بْنِ أَفْلَحَ عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ عَامَ حُنَيْنٍ فَلَمَّا الْتَقَيْنَا كَانَتْ لِلْمُسْلِمِينَ جَوْلَةٌ فَرَأَيْتُ رَجُلاً مِنَ الْمُشْرِكِينَ قَدْ عَلاَ رَجُلاً مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَضَرَبْتُهُ مِنْ وَرَائِهِ عَلَى حَبْلِ عَاتِقِهِ بِالسَّيْفِ فَقَطَعْتُ الدِّرْعَ وَأَقْبَلَ عَلَيَّ فَضَمَّنِي ضَمَّةً وَجَدْتُ مِنْهَا رِيحَ الْمَوْتِ ثُمَّ أَدْرَكَهُ الْمَوْتُ فَأَرْسَلَنِي فَلَحِقْتُ عُمَرَ فَقُلْتُ مَا بَالُ النَّاسِ قَالَ أَمْرُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ رَجَعُوا وَجَلَسَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ مَنْ قَتَلَ قَتِيلاً لَهُ عَلَيْهِ بَيِّنَةٌ فَلَهُ سَلَبُهُ فَقُلْتُ مَنْ يَشْهَدُ لِي ثُمَّ جَلَسْتُ قَالَ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ مِثْلَهُ فَقُمْتُ فَقُلْتُ مَنْ يَشْهَدُ لِي ثُمَّ جَلَسْتُ قَالَ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ مِثْلَهُ فَقُمْتُ فَقَالَ مَالَكَ يَا أَبَا قَتَادَةَ فَأَخْبَرْتُهُ قَالَ رَجُلٌ صَدَقَ وَسَلَبُهُ عِنْدِي فَأَرْضِهِ مِنِّي فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ لاَهَا اللَّهِ إِذًا لاَ يَعْمِدُ إِلَى أَسَدٍ مِنْ أُسْدِ اللَّهِ يُقَاتِلُ عَنِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ ﷺ فَيُعْطِيكَ سَلَبَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ صَدَقَ فَأَعْطِهِ فَأَعْطَانِيهِ فَابْتَعْتُ بِهِ مَخْرَفًا فِي بَنِي سَلِمَةَ فَإِنَّهُ لأَوَّلُ مَالٍ تَأَثَّلْتُهُ فِي الإِسْلاَمِ

. أطرافه 2100، 3142، 4322، 7170

سلمہ بن اکوع کہتے ہیں جنگ حنین کے دوران ایک موقع پہ جب مسلمان پھرے میں نے دیکھا کہ ایک مشرک ایک مسلمان پہ غالب آنے کو ہے میں پیچھے سے آگے بڑھا اور تلوار کے ساتھ اسکی گردن پہ وار کیا جس نے زرہ کاٹ ڈالی وہ اب مجھ پہ متوجہ ہوا اور مجھے ایسا بھینچا کہ میں نے اس سے موت کی بومحسوس کی پھر وہ مر گیا اور مجھے چھوڑ دیا، اس اثناء حضرت عمر سے ملاقات ہوئی تو کہا لوگوں کو کیا ہوا؟ کہانے لگے اللہ کا حکم، پھر لوگ واپس ہوئے (اور دشمن کو ہزیمت دی) نبی پاک ایک جگہ تشریف فرما ہوئے اور فرمایا جس نے کسی دشمن کو قتل کیا اور اسکے پاس گواہ بھی ہے تو اسکا سارا سامان اسکا ہوا، میں بولا کون میری گواہی دے گا؟ یہ کہہ کر بیٹھ گیا، نبی پاک نے پھر یہی بات کہی، میں کھڑا ہوا اور وہی بات کہی اور بیٹھ گیا نبی پاک نے پھر وہی بات کہی میں بھی کھڑا ہوا اور وہی بات دہرائی، اب آپ نے فرمایا اے ابوقتادہ کا معاملہ ہے؟ میں نے سارا واقعہ سنایا، ایک شخص نے کہا یہ سچ کہہ رہے ہیں اسکا سامان میرے پاس ہے آپ انہیں میری طرف سے راضی کر دیں، یہ سن کر ابو بکر بولے ہر گز نہیں، ایک اللہ کا شیر اللہ کی طرف سے لڑے اور سامان تجھے دیدیا جائے؟ نبی پاک نے کہا انہوں نے درست کہا، تم وہ سامان انہیں دیدو، کہتے ہیں میں نے

اسے بیچ کر بنی سلمہ میں باغ خرید لیا اور یہ اسلام میں یہ میری پہلی جائیداد تھی

(عن يحيى بن سعيد) یہ انصاری ہیں، عمر بن کثیر ابوایوب انصاری کے مولی تھے نسائی وغیرہ نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے، تابعی صغیر ہیں البتہ ابن حبان تبع تابعی قرار دیتے ہیں بخاری میں اس اسناد کے ساتھ ان سے یہی ایک روایت ہے البتہ اسے کئی مواضع میں نقل کیا مثلاً کتاب البیوع میں مختصراً، فرض الخمس میں تاماً آگے الأحکام میں بھی آرہی ہے البیوع میں ذکر کیا تھا کہ یحی بن یحی اندلسی نے عمر کو عمرو سے بدل دیا، جو غلط ہے ابومحمد سے مراد نافع بن عباس ہیں اپنے نام وکنیت دونوں کے ساتھ مشہور تھے۔

(وكانت للمسلمين جولة) أي حركة، آگے روایتِ لیث میں مطلقاً ہزیمتِ اہل اسلام کا ذکر ہے لیکن یہ عارضی ہزیمت ابوقتادہ کے اس واقعہ کے بعد لاحق ہوئی تھی، حدیثِ براء میں گزرا کہ سب ہزیمت زدہ نہ ہوئے تھے۔

(فرأيت رجلا من الخ) دونوں کے نام معلوم نہ ہو سکے، آگے روایتِ لیث میں ہے کہ دیکھا ایک مشرک اور ایک مسلم باہم رزم آراء ہیں اور ایک اور مشرک چپکے سے اس مسلمان کی طرف بڑھ رہا ہے تو اس دوسرے مشرک کی گدی پر ابوقتادہ نے وار کیا تھا۔(على حبل عاتقه) ان کی ضرب اتنی زوردار تھی کہ زرہ کاٹ کر اس کے بازو کو قطع کر دیا۔(فلحقت عمر) سیاق میں حذفِ کلام ہے جس کی تقدیر یہ ہے کہ پھر اس کی گرفت کمزور پڑی اسے قتل کیا، بعدازاں مسلمان منہزم ہوئے میں بھی، پھر اس اثناء حضرت عمر سے ملاقات ہوئی تب یہ مکالمہ ہوا۔(من قتل قتيلا الخ) اس کی تفصیلی بحث فرض الخمس میں گزر چکی ہے۔

(من يشهد لى) آمدہ روایت میں ہے کوئی نہ بولا، واقدی نے ذکر کیا ہے کہ پھر جو شخص ان کے حق میں بولے ان کا نام عبداللہ بن انیس ہے تو یہ دوسری مرتبہ جب اپنی دہرائی، کے موقع کا ذکر ہے۔

(فقال رجل الخ) بقولِ واقدی اس کا نام اسود بن خزاعی ہے مگر یہ محلِ نظر ہے کیونکہ روایتِ صحیحہ میں مذکور ہے کہ اس کا سامان کسی قرشی نے اپنے قبضہ میں لیا تھا۔ (فارضه منه) نسخۂ کشمیہنی میں (منى) ہے (منه کی ضمیر سلب کی طرف راجع ہے یعنی اس کے بدلے کچھ اور دیکر راضی کر دیں، مِنی کا مفہوم ہوگا میری طرف سے راضی کر دیں یعنی یہ سامان میرے پاس ہی رہنے دیں)۔

(لا ها الله الخ) صحیحین وغیرہما کے اصولِ معتمدہ میں انہی حروف:(لا ها الله إذا) کے ساتھ ضبط کیا ہے جوہری کہتے ہیں ہاء برائے تنبیہ ہے کبھی مقسم بہ کے بطور بھی استعمال ہوتا ہے، کہا جاتا ہے:(لا ها الله ما فعلت كذا) ابن مالک کہتے ہیں اس میں واوِ قسم سے حرفِ تنبیہ کے ساتھ استغناء کے جواز کا شاہد ہے، کہتے ہیں یہ صرف لفظِ اللہ کے ساتھ ہی مستعمل ہوتا ہے کبھی (لا ها الرحمن) نہیں سنا گیا جیسے (لا والرحمٰن) مسموع ہے، کہتے ہیں اس کے نطق میں چار اوجہ ہیں، ایک:(ها الله) ہاء کے بعد لام کے ساتھ، دونوں الف کا اظہار کئے بغیر، دوم اسی کی مثل مگر ایک الف کا بغیر ہمز اظہار کر کے جیسے مثلاً:(التقت حلقتا البطان) کہا جائے، سوم یہ کہ دونوں الف ہمزۂ قطع کے بطور ثابت ہوں، چہارم حذفِ الف اور ثبوتِ ہمزۂ قطع کے ساتھ۔ ان مذکورہ اوجہ میں سے روایت میں مشہور نمبر سوم پھر نمبر ایک ہے، ابوحاتم سجستانی کے بقول عرب:(لا هأ الله) یعنی ہمزہ کے ساتھ، کہتے ہیں قیاس ترکِ ہمز ہے، ابن تین نے داؤدی کے حوالے سے لکھا ہے کہ لفظِ اللہ کے رفع کے ساتھ مروی ہے کہتے ہیں معنی یہ ہے:(يأبى اللهُ) (یعنی اللہ کو یہ پسند نہیں)، دوسرے اہلِ علم کہتے ہیں اگر روایت بالرفع ثابت ہے تو ھاء برائے تنبیہ، لفظِ اللہ مبتدا اور (لا يعمد) اس کی خبر ہوگی، بقول ابن حجر اس کا تکلف مخفی نہیں، کہتے ہیں ائمۂ حدیث کا (لفظِ اللہ کے) جر پر اتفاق ہے کسی اور طرف التفات نہ کیا جائے جہاں تک

(إذا) کا تعلق ہے تو تمام معتمد روایات اور صحیحین وغیرہم کے اصولِ محققہ میں کسرِ الف پھر ذالِ منون کے ساتھ ہی ثابت ہے بقول خطابی روایت یہی ہے البتہ کلامِ عرب میں:(لا ھا اللّٰہ ذا) موجود ہے ہاء اس میں بمنزلہِ واو ہے معنی یہ کہ (لا واللہ یکون ذا) یعنی نہیں! اللہ کی قسم یہ نہ ہوگا، عیاض نے المشارق میں اسماعیل قاضی سے نقل کیا ہے کہ مازنی کہتے ہیں رواۃ کا قول:(لا ھا اللہ إذاً) خطا ہے درست (لا ھا اللہ ذا) ہے أی (ذا یمینی و قسمی)

ابوزید کہتے ہیں عربوں کی کلام میں (لا ھا اللہ إذاً) موجود نہیں بلکہ یہ (لاھا اللہ ذا) ہے اور ذا صلہ فی الکلام ہے، معنی ہے : (لا واللہ ھذا ما أقسم بہ) اسی سے اخذ کرتے جوہری کہتے ہیں انکے قول :(لا ھا اللہ ذا) کا معنی ہے:(لاھا اللہ ھذا) تو انہوں نے حرفِ تنبیہہ اور صلہ کے درمیان تفرقہ کیا، تقدیر یہ ہے:(لا واللہ ما فعلت ذا)

اس حدیث پر بات کرنے والے کثیر اہلِ علم اہلِ عربیت کی اتباع میں یہ بات کہنے میں متوارد ہوئے کہ روایت میں (إذا) خطا ہے اصل میں یہ (ذا) ہے، جو روایات میں اس کے برخلاف کا دعوی کرتے ہیں ان کی بات درست نہیں بلکہ یہ کسی راوی نے اہلِ لغت کی مذکورہ بات کے مدِ نظر اصلاح کر دی (یعنی روایۃً تو۔ إذاً۔ ہی ثابت ہے مگر اہلِ لغت باعتبارِ محاورہ اسے صحیح نہیں گردانتے جو حضرات مدعی ہیں کہ روایت میں اذا نہیں بلکہ ذا ہے ان کا دعوی درست نہیں، یہ دراصل کسی راوی نے اہلِ لغت کی پیروی میں درستگی کر دی ہے)،(إذا) کی کتابت میں اختلاف ہے کہ آیا اسے الف کے ساتھ لکھا جائے یا نون کے ساتھ؟ یہ اختلاف دراصل اس امر پر مبنی ہے کہ یہ اسم ہے یا حرف؟ جو اسم کہتے ہیں ان کا موقف ہے کہ یہ اصل میں مثلا یہ کہنے: (سأجیء إلیك) کا جواب ہے کہ (إذاً أکرمك) یعنی (إذا جئتنی أکرمك) پھر جئتنی کو حذف کر کے اس کے عوض تنوین ہوئی اور (أن) مضمر کیا، اس پر یہ نون کے ساتھ لکھا جائے۔ جمہور کے مطابق یہ حرف ہے ان میں سے بعض کے نزدیک یہ بسیطہ ہے، یہی راجح ہے بعض اسے (إذا) اور (أن) سے مرکب قرار دیتے ہیں، اول توجیہہ پر الف کے ساتھ لکھا جائے یہی راجح ہے، قرآنی رسمِ کتابت بھی یہی ہے، ثانی توجیہہ پر نون کے ساتھ لکھا جائے گا

اس کے معنی میں تعدُّدِ آراء ہے سیبویہ کے نزدیک یہ جواب وجزاء ہے، ایک جماعت نے ان کی پیروی کی اور کہا یہ حرفِ جواب مقتضیِ تعلیل ہے، ابوعلی فارسی کہتے ہیں یہ کبھی متمحض للجواب ہوتا ہے اکثر (لو) کے جواب میں آتا ہے چاہے ظاہراً ہو چاہے مقدراً، اس پر اگر روایت (إذاً) کے لفظ کے ساتھ ثابت ہے تو نظمِ کلام مختل ہو جاتا ہے کیونکہ تب یہ بنے گا: (لا واللہ ، إذاً لا یعمد إلی أسد الخ) حقِ سیاق تھا کہ کہا جاتا:(إذاً یعمد الخ) یعنی اگر تمہارے مطالبہ کو (کہ اسے راضی کر دیں) مان لیں تو(یعمد إلی أسد الخ) جبکہ روایت میں حرفِ لا ثابت ہے اسی لئے بعض نے ادعا کیا کہ یہ تغییر ہے لیکن ابن مالک کہتے ہیں روایت میں(إذاً) الف وتنوین کے ساتھ ہے اور یہ بعید نہیں، ابو بقاء بعید قرار دیتے ہیں لیکن توجیہہ یہ ممکن ہے کہ تقدیرِ کلام یہ ہو:(لا واللہ لا یعطی إذاً) یعنی آگے (لا یعمد الخ) کی عبارت نفیِ مذکور کی تاکید اور اس کے لئے موضحِ سبب ہو، طیبی لکھتے ہیں روایت میں (لا ھا اللہ إذاً) ثابت ہے تو اسے بعض نحاۃ نے اس امر پر محمول کیا ہے کہ یہ کسی راوی کی طرف سے تغییر ہے کیونکہ عرب (لا ھا اللہ) کو (ذا) کے بغیر استعمال نہیں کرتے ، اگر ذا کے بغیر اس کا استعمال سالم ہو تو یہ (إذاً) کا موضع نہیں کیونکہ وہ حرفِ جزاء ہے اور یہاں کلام اس کے نقیض پر ہے، جزاء کا اقتضاء ہے کہ آگے کے جملہ (یعمد إلی أسد الخ) کے ساتھ (لا) استعمال نہ کیا جائے بلکہ عبارت یہ ہو:(إذاً یعمد إلی أسد الخ) تاکہ طلبِ سلب کے لئے بطورِ جواب صحیح ہو، کہتے ہیں حدیث صحیح ہے اور معنی بھی مستقیم ہے، اس کی نظیر تمہارا کسی یہ کہنے

والے:(أفعل كذا) کے جواب میں یہ کہنا ہے:(والله إذاً لا أفعل) تو یہاں تقدیرِ کلام ہے:(إذاً والله لايعمد إلى أسدالخ) کہتے ہیں یہ بھی محتمل ہے کہ (إذاً) زائدہ ہو جیسے بقول ابوبقاء ایک حماسی شاعر کا یہ شعر: (إذاً لَقام بنصرى معشرٌ خشنٌ) سابقہ اس مصرعہ کے جواب میں:(لو كنت من مازن لم تَسْتَبِحْ إبلى)(شاعر کے اونٹ کسی اور قبیلہ کے بعض افراد لوٹ کر فرار ہو گئے اور اس کے ہم قبیلہ نے اس کی اس ضمن میں کوئی مدد نہ کی تو ان اشعار میں کہہ رہا ہے اگر میں قبیلہِ مازن کا فرد ہوتا تو میرے اونٹ اس طرح نہ لوٹ کر لے جاتے، تب میری مدد کو ایک طاقتور جماعت کھڑی ہو جاتی)، کہتے ہیں شرحِ حدیث کے مدعی ان حضرات پر تعجب ہے جو بعض ادباء و اہلِ لغت کی بات کو حدیث کے ائمہ اور جہابذہ پر مقدم رکھتے اور ان کی طرف خطا وتصحیف منسوب کرتے ہیں، میں یہ نہیں کہتا کہ جہابذہ محدثین نقل وروایت میں اعدل و اتقن ہیں، اہلِ لغت بھی ایسے ہی ہیں بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ (حدیث کے میدان میں) ان سے عدول نہیں کرنا چاہئے اس ضمن میں انہی کی بات کو ترجیح دی جانی چاہئے

ابن حجر لکھتے ہیں روایت میں جو لفظ واقع ہے، کی تقریر اور ما خالف کا رد ان سے قبل ابوعباس قرطبی نے بھی المفہم میں کیا ہے تو ائمہِ عربیت سے ماتقدم نقل کیا پھر لکھتے ہیں مسلم میں عذری اور ہوزنی کی روایت میں (لا ها الله ذا) واقع ہے بغیر الف وتنوین کے، لکھتے ہیں بظاہر روایتِ مشہور صواب ہے نہ کہ خطا، یہ اس لئے کہ یہ کلام دو کلمات میں سے ایک کے دوسرے کے لئے جواب پر واقع ہے، ہاء واوِ قسم سے معوّض بہ ہے کیونکہ عرب قسم میں کبھی: (آ الله لأفعلن) کہتے ہیں ہمزہ کی مد وقصر کے ساتھ، تو گویا انہوں نے ہمزہ سے ہاء کو ان کے تقاربِ مخرجین کی وجہ سے معوّض کر دیا اور کہا: (ها الله) اس کی تحقیق یہ ہے کہ جس نے ہاء کے ساتھ مد پڑھی گویا اس نے دو ہمزوں کا نطق کیا ان کے اجتماع کو ثقیل سمجھتے ہوئے ان میں سے ایک کو الف سے مبدل کر دیا جیسے تم کہو:(آلله)، اور جس نے قصر کے ساتھ پڑھا گویا اس نے ایک ہمزہ پڑھا گویا کہو:(الله)

جہاں تک (إذا) کی بات ہے تو یہ بلا شک حرفِ جواب وتعلیل ہے ان کی نظیر آنجناب کا یہ قول ہے جب آپ سے تازہ کھجور کو پرانی کے عوض فروخت کرنے کی بابت استفسار کیا گیا تو آپ نے (جواب دینے سے قبل) دریافت کیا:(أ ينقص الرطب إذا جف؟) آیا خشک ہونے پر یہ مقدار میں کم ہو جاتی ہے؟ اثبات میں جواب ملنے پر فرمایا:(فلا إذاً) تب نہیں، اگر آپ یوں فرماتے:(فلا و الله إذا) تب یہ عبارت ہر وجہ سے روایتِ ہذا کے اس جملہ کے مساوی ہوتی لیکن یہاں قسم کی ضرورت نہ تھی لہٰذا اسے ترک کر دیا، کہتے ہیں تقدیرِ کلام، اس کی مناسبت و استقامت معنی ووضع کے لحاظ سے بغیر ایسے تکلفِ بعید کے جو بلاغت سے خارج کر دے، واضح ہے جس نے تکلف سے کام لیا اس نے اِبعاد و اِفساد کرتے ہوئے ہاء کو برائے تنبیہ، ذا کو للا شارۃ قرار دیا اور دونوں کے مابین مقسم بہ کے ساتھ فصل کیا، کہتے ہیں یہ قیاس نہیں کہ مطرد ہو اور نہ فصیح کلام بنتی ہے (یعنی اس توجیہِ متکلف کے ساتھ) کہ اس پر کلامِ نبوی کو محمول کیا جائے اور نہ روایتِ ثابتہ کے ساتھ مروی ہے (یہ کلامِ نبوی تو ہے ہی نہیں حضرت ابوبکر کا کہا ہوا جملہ ہے) کہتے ہیں عذری وغیرہ کے ہاں جو لفظ موجود ہے وہ ایسے رواۃ کی اصلاح ہے جو اہلِ لغت سے محکی اس سابق الذکر کلام سے مغترّ ہوا (یعنی دھوکہ میں آیا اور اپنے تئیں روایت کا جملہ عربوں کے محاورہ کے مطابق کر دیا)

ابوجعفر غرناطی نزیلِ حلب اپنے نسخہِ بخاری کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ قدماء کی ایک جماعت نے اس اشکال کی بابت مفصل کلام کی ہے حتی کہ اس سے مَخلَص کی راہ یہ سوچی کہ اَثبات رواۃ پر تہمتِ تصحیف دھر دی اور کہا درست یہ کہنا ہے:(لا ها الله ذَا) یعنی اسمِ

اشارہ کے ساتھ، لکھتے ہیں ہائے تعجب ان لوگوں پر جو روایتِ ثابتہ پر تشکیک قبول کرتے اور طلبِ تاویل کرتے ہیں، انہیں جواب یہ دیا جائے گا کہ (ها الله) تو اسمِ اشارہ کو مستلزم ہی نہیں جیسا کہ ابن مالک کہتے ہیں، (لا یعمد) کو (فأرضه) کا جواب بنالینا اس غلطی کا سبب ہے، دراصل یہ شرطِ مقدر کا جواب ہے جس پر (صدق فأرضه) دال ہے گویا ابو بکر کہہ رہے ہیں: (إذا صدق في أنه صاحب السلب إذاً لا يعمد إلى السلب فيعطيك حقه) اس پر ان کا جزاء ہونا صحیح ہے کیونکہ اس کا صدق سبب ہے کہ ایسا نہ کریں، کہتے ہیں یہ واضح اور خالی از تکلف ہے، بقول ابن حجر یہ اچھی توجیہہ ہے اس سے قبل جو تھی وہ اَقْعَد (یعنی کچھ مشکل ومتکلف) ہے۔ روایت میں جو ثابت ہے، پر اعتماد کو ان کے ترجیح دینے کی تائید اس امر سے بھی ملتی ہے کہ کثیر احادیث میں یہ جملہ وقوع پذیر ہے مثلاً قصہ بریرہ کی بابت حضرت عائشہ کی روایت میں، جب انہوں نے بتلایا کہ اس کے مالک ولاء کی شرط لگاتے ہیں تو حضرت عائشہ کہتی ہیں میں نے اظہارِ ناراضی کیا اور کہا: (لا ها الله إذاً)، اسی طرح قصہ جُلیبیب والی روایت میں ہے کہ نبی اکرم نے ایک انصاری سے ان کے ساتھ اس کی بیٹی کے رشتہ کی بات کی تو وہ بولا میں اس کی والدہ سے مشورہ کرلوں، فرمایا: (فنعم إذاً) اس نے جب اپنی بیوی سے بات کی تو وہ بولی: (لا ها الله إذاً وقد منعناها فلانا)، یہ حدیثِ انس ہے ابن حبان نے اسے صحیح قرار دیا، اسی طرح امام احمد نے الزہد میں ایک روایت نقل کی ہے کہ مالک بن دینار حسن بصری سے گویا ہوئے اے ابوسعید اگر آپ بھی میرے اس عبایہ کی مثل زیبِ تن کر لیں؟ وہ بولے: (لا ها الله إذاً ألبس مثل عباء تلك هذه)، تہذیب الکمال میں ابن اَبی عتیق کے ترجمہ میں منقول ہے کہ وہ حضرت عائشہ کی بیمار پرسی کے لئے گئے اور پوچھا: (كيف أصبحت جعلني الله فداء لك ؟) وہ بولیں: (أصبحت ذاهبة) (یعنی میرا تو اب چل چلاؤ لگتا ہے) وہ یہ سن کر کہنے لگے: (فلا إذا) ان میں کچھ مزاح کر لینے کی عادت تھی (یعنی اول کلام میں کہا اللہ کرے آپ کی بجائے مجھے کچھ ہو جائے جب حضرت عائشہ نے چل چلاؤ کی بات کی تو کہا، تب نہیں یعنی اب آپ ہی بھگتیں، یہ بات ازرہِ مزاح کہی تاکہ بیماری کی ترشی زائل ہو)۔

اس کے علاوہ کثیر احادیث میں یہ جملہ سیاقِ اثبات میں بھی قسم کے ساتھ اور بغیرِ قسم بھی، وارد ہے مثلاً روایتِ جلیبیب میں، حضرت صفیہ کے بارہ میں حدیثِ عائشہ جب آنجناب نے ان کی بابت فرمایا: (أ حابستنا هي ؟) (حج وداع کے موقع پر جب علم ہوا کہ انہیں ماہواری آگئی ہے تو یہ سن کر فرمایا کیا یہ ہمیں اب روکے رکھے گی؟) جب پتہ چلا کہ طوافِ افاضہ پہلے ہی کر لیا ہے تو فرمایا: (فلتنفرْ إذاً) ایک روایت میں ہے: (فلا إذاً) اسی طرح عمرو بن العاص کی حدیث میں، ذکر کرتے ہیں کہ میں نے آنجناب سے أحَبَّ الناس کی بابت پوچھا، فرمایا عائشہ! میں نے عرض کی (لم أعْنِ النساء) فرمایا: (فأبوها إذاً) اسی طرح اس بیمار اعرابی بزرگ کے بارہ میں حدیثِ ابن عباس جسکی عیادت کو نبی اکرم تشریف لے گئے اور فرمایا تھا: (لا بأس طهور الخ) تو وہ تنک کر بولا تھا: (بل حُمّي تفور علي شيخ كبير تُزيره القبور) آپ نے یہ سنکر فرمایا: (فنعم إذاً)، اسی طرح فاکہی نے سفیان کے طریق سے نقل کیا کہتے ہیں میں لیطہ بن فرزدق سے ملا اور پوچھا کیا آپ نے یہ حدیث اپنے والد سے سنی ہے؟ بولے: (أي ها الله إذاً، سمعت أبي يقوله) اسی طرح عبدالرزاق نے ابن جریج سے نقل کیا ہے کہتے ہیں میں نے عطاء سے مسئلہ پوچھا کہ اگر میں نماز ادا کر کے فارغ ہو جاؤں پھر خیال آئے اچھی طرح نہیں ادا کی تو کیا دوبارہ پڑھ لوں؟ کہا: (بلىٰ ها الله إذاً)، یہ متقرر ہونے کے بعد کہ (إذاً) حرفِ جواب وجزاء ہے، تقدیرِ کلام یہ ہے گویا کہہ رہے ہوں: (إذاً والله أقول لك نعم): نفی میں گویا کہا جا رہا ہو: (إذاً

والله لا نعطيك، إذاً والله لا أشترط، إذاً والله لا ألبس) تمام مثالوں میں حرفِ جواب مؤخر رکھا ہے، ابن جریج آیتِ قرآنی:(أَمْ لَهُمْ نَصِيبٌ مِنَ الْمُلْكِ فَإِذاً لا يُؤْتُونَ النَّاسَ نَقِيرًا)[النساء:۵۳] کی بابت کہتے ہیں:(فلا يؤتون الناس إذاً) اور اسے جواب بنایا ہے:(عن عدم النصيب بها) کا حالانکہ فعل مستقبل ہے، ابوموسی مدینی المغیث میں آیتِ قرآنی:(وَ إِذاً لا يَلْبَثُونَ خِلَافَكَ إِلَّا قَلِيلًا) [الإسراء:۷۶] کی بابت لکھتے ہیں اذاً کے بارہ میں کہا گیا ہے کہ اسم ہے، حروفِ ناصبہ کے معنی میں بعض کہتے ہیں اس کی اصل وہ إذا ہے جو ظروفِ زمان میں سے ہے فرق ظاہر کرنے کیلئے منون کیا گیا،(حينئذٍ) کا ہم معنی بنے گا یعنی اگر آپ کو مکہ سے نکال دیا تب یہ بھی زیادہ عرصہ ٹھہر نہ سکیں گے، جب یہ متقرر کلام ہوا تو احادیث میں وارد اس جملہ کو بھی اسی پر محمول کیا جا سکتا ہے تو تقدیرِ کلام ہوگی:(لا والله حينئذٍ) پھر اس کا سبب بیان کرنا چاہا تو کہا:(لا يعمد إلى أسد الخ)

ابن حجر کہتے ہیں میں نے اس نکتہ پر اس لئے مفصل وطویل کلام کی کہ جب سے اس حدیث کی طلب کی اور اس کے اس جملہ کی بابت خطابی کی کلام پڑھی میرے دل میں ان کے بارہ میں ایک نفرت سی پیدا ہوگئی تھی کہ کیسے روایاتِ ثابتہ کو خطا قرار دیدیا خصوصا صحیحین کی روایات کو، تو ہمیشہ سے کوشاں رہا کہ اس اشکال سے مخلص ونجات ملے لہذا پوری تحقیق وتتبع کی جسے یہاں ثبت کیا (احادیث کیلئے ابن حجر کی اسی حمیت کے سبب اللہ نے انہیں وہ مقام دیا کہ موافق ومخالف سب انہیں حافظ الدنیا کے لقب سے یاد کرتے ہیں)۔

(لا يعمد الخ) یعنی یہ نہ ہوگا کہ رسول اللہ اللہ کے شیروں میں سے ایک شیر کا قصد کریں اور اس کا حق چھین کر تمہیں دیدیں، اکثر نے (يعمد)اور(يعطيك) میں یاء کے ساتھ ہی ضبط کیا ہے البتہ نووی دونوں میں (بجائے یاء کے) نون پڑھتے ہیں (بطور صیغہِ جمع متکلم)۔

(فيعطيك سلبه) اصل میں تو یہ سلب مقتول ہے مگر چونکہ اسے قتل کرنے والے اب اس کے مالک ہیں تو ضمیر ان کی طرف مضاف کی، ابن حجر بعنوانِ تنبیہ لکھتے ہیں حدیثِ انس میں ہے کہ یہ جملہ حضرت عمر نے کہا تھا، اسے احمد نے حماد بن سلمہ عن اسحاق بن ابوطلحہ عنہ کے طریق سے روایت کیا، اس میں معرکہ حنین کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں اللہ نے مشرکوں کو شکست دی، آنجناب نے فرمایا تھا جو کسی مشرک کو قتل کرے اس کا سامان اسی کا ہوا ابوطلحہ نے بیس مشرکوں کو جہنم واصل کیا اور ان کا سامان (یعنی جو کچھ ان کے جسموں پر اس وقت موجود تھا) اپنی ملکیت میں لیا ابوقتادہ نے بتلایا کہ انہوں نے ایک زرہ پوش شخص کی گدی پر وار کیا پھر وہاں سے ہٹنا پڑا (یعنی اس کی زرہ وغیرہ قبضہ میں لینے کا موقع نہ ملا) آگے یہی قصہ مذکور ہے مگر اس میں ہے کہ جب ایک شخص نے نبی اکرم سے کہا انہیں میری طرف سے راضی کردیں اور نبی اکرم کی عادت تھی کہ آپ سے کوئی اگر کچھ مانگتا تو دیدیتے یا چپ رہتے تو یہاں چپ رہے، اس پر حضرت عمر بولے:(والله لا يفيئها الله على أسد من أُسده و يعطيكها فقال النبي ﷺ صدق عمر) اسی اسناد کے ساتھ مسلم اور ابوداؤد نے بھی حدیث کا بعض حصہ تخریج کیا ہے لیکن راجح یہی ہے کہ مذکورہ بات کہنے والے حضرت ابوبکر تھے، یہ بھی ممکن ہے کہ ان کی تائید میں حضرت عمر نے بھی یہ بات کہہ دی ہو۔

(فابتعت منه) واقدی ذکر کرتے ہیں کہ ان سے یہ خریدنے والے حاطب بن ابوبلتعہ تھے اور سات اوقیہ قیمت پر اتفاق ہوا تھا۔(مخرفا) راء پر زبر و زیر، دونوں صحیح ہیں، اخترف کا معنی ہوتا ہے:(اجتنیٰ) پھل اتارنا، میم مکسور کے ساتھ اس آلہ کو کہتے ہیں جس سے پھل اتارا جائے آمدہ روایت میں (خرافا) ہے، کھجوریں جو درختوں سے اتاری جائیں، بستان پر اس کا اطلاق مجازی ہے گویا

اصل میں (بستان خراف) ہے بقول واقدی مذکورہ بستان ودیین کہلاتا تھا۔(في بني سلمة) لامِ مکسور کے ساتھ انصار کی ایک شاخ، ابوقتادہ انہی میں سے تھے۔(تأثلته) ہر شیء کی اصل کو اثلہ کہتے ہیں ابن اسحاق کی روایت میں ہے(أول مال اعتقدته)أي (جعلته عقدة) عقد سے ہے کیونکہ جو کسی چیز کا مالک بنتا ہے:(عقد علیه)، (خرید وفروخت کے معاملات پر بھی عقد کا اطلاق ہوتا ہے)۔

4322 - وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ كَثِيرِ بْنِ أَفْلَحَ عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ أَبَا قَتَادَةَ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ حُنَيْنٍ نَظَرْتُ إِلَى رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ يُقَاتِلُ رَجُلاً مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَآخَرُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ يَخْتِلُهُ مِنْ وَرَائِهِ لِيَقْتُلَهُ فَأَسْرَعْتُ إِلَى الَّذِي يَخْتِلُهُ فَرَفَعَ يَدَهُ لِيَضْرِبَنِي وَأَضْرِبُ يَدَهُ فَقَطَعْتُهَا ثُمَّ أَخَذَنِي فَضَمَّنِي ضَمًّا شَدِيدًا حَتَّى تَخَوَّفْتُ ثُمَّ تَرَكَ فَتَحَلَّلَ وَدَفَعْتُهُ ثُمَّ قَتَلْتُهُ وَانْهَزَمَ الْمُسْلِمُونَ وَانْهَزَمْتُ مَعَهُمْ فَإِذَا بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِي النَّاسِ فَقُلْتُ لَهُ مَا شَأْنُ النَّاسِ قَالَ أَمْرُ اللَّهِ ثُمَّ تَرَاجَعَ النَّاسُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ أَقَامَ بَيِّنَةً عَلَى قَتِيلٍ قَتَلَهُ فَلَهُ سَلَبُهُ فَقُمْتُ لأَلْتَمِسَ بَيِّنَةً عَلَى قَتِيلِي فَلَمْ أَرَ أَحَدًا يَشْهَدُ لِي فَجَلَسْتُ ثُمَّ بَدَا لِي فَذَكَرْتُ أَمْرَهُ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ جُلَسَائِهِ سِلاَحُ هَذَا الْقَتِيلِ الَّذِي يَذْكُرُ عِنْدِي فَأَرْضِهِ مِنْهُ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ كَلاَّ لاَ يُعْطِهِ أُصَيْبِغَ مِنْ قُرَيْشٍ وَيَدَعَ أَسَدًا مِنْ أُسْدِ اللَّهِ يُقَاتِلُ عَنِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ ﷺ قَالَ فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَأَدَّاهُ إِلَيَّ فَاشْتَرَيْتُ مِنْهُ خِرَافًا فَكَانَ أَوَّلَ مَالٍ تَأَثَّلْتُهُ فِي الإِسْلاَمِ .(سابق)أطرافه 2100، 3142، 4321، 7170-

(وقال الليث الخ) یحیی سے مراد انصاری ہیں جو اس روایت میں شیخ مالک ہیں اسے مصنف نے الأحکام میں قتیبہ عنہ کے واسطہ سے بالاختصار موصول کیا ہے البتہ اس میں بجائے صیغہِ تحدیث کے (عن) ہے آخر میں ہے:(قال لي عبد الله حدثنا الليث الخ)یعنی اسی اسنادِ مذکور کے ساتھ،عبداللہ سے مراد ابن صالح کاتبِ لیث ہیں بخاری کی لیث سے اکثر تعلیقات انہی کے حوالے سے ہیں، مقدمہ میں اس بابت سیر حاصل بحث کی ہے اسماعیلی نے یہ روایت حجاج بن محمد عن اللیث حدثنی یحیی الخ کے حوالے سے بتمامہ نقل کی ہے۔(سلاح هذا القتيل الخ) اس سے ظاہر ہوا کہ سلبِ مقتول سے مراد ہتھیار تھے۔ (أصيبغ) قابسی کے نسخہ میں صاد اور غین جبکہ ابوذر کی روایتِ صحیح میں ضاد اور غین ہے بقول ابن تین اسے موصوف بالضعف والمھانۃ کیا، اصیبغ پرندوں کی ایک قسم ہے یا اسے ایک نباتِ ضعیف کے ساتھ تشبیہ دی جسے صبغاء کہا جاتا ہے جب وہ زمین سے نمودار ہوتی ہے تو اوپر والا حصہ جس پر سورج کی روشنی پڑتی ہے زرد رنگ کا ہوتا ہے یہ خطابی نے ذکر کیا، قابسی کی روایت اسی پر ہے جبکہ ابوذر کے نقل کردہ لفظ کے مطابق اسے ضبع (یعنی بجو) کے ساتھ اس کے ضعفِ افتراس اور موصوف بالعجز ہونے کے سبب تشبیہ دی، ابن مالک کہتے ہیں اضیبغ اضبغ کی تصغیر ہے، ضعیف سے کنایۃً یہ لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔(ويدع) یہ بالرفع ہے،نصب اور جر بھی جائز ہے۔

55 - باب غَزَاةِ أَوْطَاسٍ (غزوہ اوطاس)

عیاض لکھتے ہیں یہ ہوازن کے دیار میں ایک وادی ہے حنین کا معرکہ اسی کے قریب برپا ہوا تھا اہلِ سیر بھی یہی لکھتے ہیں مگر راجح یہ ہے کہ وادیِ اوطاس غیر وادیِ حنین ہے ابن اسحاق کے بیان کہ معرکہ وادی حنین میں برپا ہوا تھا، سے اس کی وضاحت ہوتی ہے شکست کھا کر ہوازن کا ایک گروہ طائف کی طرف نکل گیا اور ایک بجیلہ اور ایک گروہ اوطاس میں پناہ گزین ہوا، نبی اکرم نے ابو عامر اشعری کی قیادت میں ایک جمعیت وادی اوطاس کی طرف روانہ کی جیسا کہ حدیثِ باب میں مذکور ہے اور خود آپ نے باقی لشکر کے ہمراہ طائف کا محاصرہ کرلیا، ابوعبیدہ بکری کے بقول اوطاس دیارِ ہوازن میں واقع ہے حنین آنے سے قبل ہوازن اور ثقیف وہیں خیمہ زن ہوئے تھے۔

4323 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى ؓ قَالَ لَمَّا فَرَغَ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ حُنَيْنٍ بَعَثَ أَبَا عَامِرٍ عَلَى جَيْشٍ إِلَى أَوْطَاسٍ فَلَقِيَ دُرَيْدَ بْنَ الصِّمَّةِ فَقُتِلَ دُرَيْدٌ وَهَزَمَ اللَّهُ أَصْحَابَهُ قَالَ أَبُو مُوسَى وَبَعَثَنِي مَعَ أَبِي عَامِرٍ فَرُمِيَ أَبُو عَامِرٍ فِي رُكْبَتِهِ رَمَاهُ جُشَمِيٌّ بِسَهْمٍ فَأَثْبَتَهُ فِي رُكْبَتِهِ فَانْتَهَيْتُ إِلَيْهِ فَقُلْتُ يَا عَمِّ مَنْ رَمَاكَ فَأَشَارَ إِلَى أَبِي مُوسَى فَقَالَ ذَاكَ قَاتِلِي الَّذِي رَمَانِي فَقَصَدْتُ لَهُ فَلَحِقْتُهُ فَلَمَّا رَآنِي وَلَّى فَاتَّبَعْتُهُ وَجَعَلْتُ أَقُولُ لَهُ أَلَا تَسْتَحِي أَلَا تَثْبُتُ فَكَفَّ فَاخْتَلَفْنَا ضَرْبَتَيْنِ بِالسَّيْفِ فَقَتَلْتُهُ ثُمَّ قُلْتُ لِأَبِي عَامِرٍ قَتَلَ اللَّهُ صَاحِبَكَ قَالَ فَانْزِعْ هَذَا السَّهْمَ فَنَزَعْتُهُ فَنَزَا مِنْهُ الْمَاءُ قَالَ يَا ابْنَ أَخِي أَقْرِئِ النَّبِيَّ ﷺ السَّلَامَ وَقُلْ لَهُ اسْتَغْفِرْ لِي وَاسْتَخْلَفَنِي أَبُو عَامِرٍ عَلَى النَّاسِ فَمَكَثَ يَسِيرًا ثُمَّ مَاتَ فَرَجَعْتُ فَدَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فِي بَيْتِهِ عَلَى سَرِيرٍ مُرْمَلٍ وَعَلَيْهِ فِرَاشٌ قَدْ أَثَّرَ رِمَالُ السَّرِيرِ بِظَهْرِهِ وَجَنْبَيْهِ فَأَخْبَرْتُهُ بِخَبَرِنَا وَخَبَرِ أَبِي عَامِرٍ وَقَالَ قُلْ لَهُ اسْتَغْفِرْ لِي فَدَعَا بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِعُبَيْدٍ أَبِي عَامِرٍ وَرَأَيْتُ بَيَاضَ إِبْطَيْهِ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَوْقَ كَثِيرٍ مِنْ خَلْقِكَ مِنَ النَّاسِ فَقُلْتُ وَلِي فَاسْتَغْفِرْ فَقَالَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ قَيْسٍ ذَنْبَهُ وَأَدْخِلْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُدْخَلًا كَرِيمًا قَالَ أَبُو بُرْدَةَ إِحْدَاهُمَا لِأَبِي عَامِرٍ وَالْأُخْرَى لِأَبِي مُوسَى.

طرفاه 2884، 6383-

ابوموسیٰ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ غزوۂ حنین سے فارغ ہوئے تو ابو عامرؓ کو امیر لشکر بنا کر اوطاس کی طرف روانہ فرمایا (جہاں پر قبیلۂ ہوازن جمع تھا) ابو عامر کا درید بن صمہ سے مقابلہ ہوا، درید مارا گیا اور اللہ نے اس کے ساتھیوں کو شکست دی۔ پھر کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ابو عامرؓ کے ہمراہ مجھے بھی بھیجا تھا، اتفاق سے ان کے گھٹنے پر زخم آیا، ایک جشمی مرد نے ان کو تیر مارا جو ان کے گھٹنے میں اتار دیا، میں ان کے پاس گیا اور کہا کہ اے چچا! تمہیں کس نے تیر مارا؟ انھوں نے مجھے اشارے سے بتایا کہ فلاں میرا قاتل ہے، جس نے مجھے تیر مارا ہے۔ میں ارادہ کرکے اس کے پاس پہنچا جب اس نے مجھے دیکھا تو بھاگا میں اس کے پیچھے جاتا تھا اور یہ کہتا تھا تجھے شرم نہیں آتی، تو ٹھہرتا کیوں نہیں؟ پھر وہ ٹھہر گیا میرے اور اس کے درمیان تلوار کے دو وار ہوئے،

پھر میں نے اسے مار ڈالا پھر میں نے آکر ابو عامرؓ سے کہا کہ اللہ نے آپ کے قاتل کو ہلاک کروا دیا وہ بولے کہ یہ تیر تو نکال لے میں نے وہ تیر نکالا تو اس زخم سے پانی بہنے لگا پھر وہ بولے کہ اے بھتیجے نبی پاک کو میری طرف سے سلام عرض کرنا اور کہنا کہ ابو عامر کے لیے استغفار کریں پھر ابو عامرؓ نے مجھے لوگوں پر اپنا قائم مقام بنا دیا، تھوڑی دیر کے بعد وہ شہید ہو گئے جب میں جنگ سے لوٹا تو نبی پاک کے پاس آیا، آپ کھجور کی رسی سے بنی ہوئی چارپائی پر لیٹے تھے اور پہلو مبارک میں رسی کے نشان پڑ گئے تھے، میں نے آپ سے اپنا اور ابو عامرؓ کا حال بیان کیا اور کہا کہ ابو عامرؓ نے آپ سے مغفرت کی دعا کرنے کی درخواست کی ہے، آپ نے پانی منگوا کر وضو کیا، پھر ہاتھ اٹھا کر یوں دعا کی اے اللہ! عبید ابو عامر کو بخش دے، آپ نے اتنے ہاتھ اٹھائے کہ میں نے آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی۔ پھر فرمایا اے اللہ! ابو عامر کا قیامت کے روز بہت سے انسانوں پر درجہ بلند کرنا، میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! میرے لیے بھی دعائے مغفرت کیجیے۔ آپ نے کہا اے اللہ! عبداللہ بن قیس (ابو موسیٰؓ) کے گناہ معاف فرما دے اور قیامت کے دن اچھی جگہ داخل فرما

(بعث أباعامر الخ) ان کا نام عبید بن سلیم بن حضار اشعری تھا حضرت ابو موسی کے چچا تھے ابن اسحاق چچا زاد بتلاتے ہیں مگر اول اشہر ہے۔

(فلقي درید بن الصمة) یعنی صمہ بن بکر بن علقمہ بعض نے ابن حارث بن بکر بھی کہا ہے، بنی جشم بن بکر بن ہوازن میں سے تھا، صمہ اس کے والد کا لقب تھا، نام حارث تھا۔ (فقتل) مبنی بر مجہول روایت کیا گیا ہے ان کے قاتل کی بابت تعددِ آراء ہے ابن اسحاق نے جزم کے ساتھ ربیع بن رُفیع بن وہبان بن ثعلبہ بن ربیعہ سلمی قرار دیا ہے ابن ذغنہ کے لقب کے ساتھ معروف تھے، ابن ہشام کے بقول کہا جاتا ہے کہ انکا نام عبداللہ بن قبیع بن اہبان تھا یہ ابن دغنہ کہلاتے تھے مگر اس ابن دغنہ سے مختلف شخصیت ہیں جس کا ذکر حضرت ابو بکر کے قصہ میں آیا، بزار نے بسند حسن مسندِ انس سے روایت میں کچھ ایسی عبارت ذکر کی ہے جو اس امر کی مشعر لگتی ہے کہ حضرت زبیر کے ہاتھوں قتل ہوا تھا اس میں ہے جب لشکرِ کفار منہزم ہونا شروع ہوا تو درید چھ سو افراد کی ایک ٹکڑی کے ساتھ ایک اکمہ (یعنی جنگل سا) کی طرف پلٹا ادھر ایک کتیبہ آنکلا، بولا مجھے دکھلاؤ، دیکھ کر کہا یہ قضاعہ ہیں (ولا بأس علیکم) خطرے کی کوئی بات نہیں، پھر ایک اور کتیبہ نمودار ہوا، کہنے لگا مجھے دکھلاؤ، بولا یہ سلیم ہیں پھر اچانک ایک تنہا شہ سوار نظر آیا، کہنے لگا مجھے بتلاؤ کیسا ہے؟ ہمراہیوں نے کہا سیاہ رنگ کا عمامہ باندھا ہوا ہے بولا یہ زبیر بن عوام ہے، یہ تمہارا قاتل اور اس جگہ سے تمہیں نکال کر رہے گا، کہتے ہیں حضرت زبیر کی نظران پر پڑی بولے یہ یہاں کیوں ہیں؟ پھر ان کی طرف آئے مسلمانوں کی ایک جماعت نے ان کا ساتھ دیا لڑائی ہوئی جس میں کفار کے تین سو آدمی مارے گئے تو ابن درید کا سر کاٹ کر ان کے سامنے پھینکا گیا، تو محتمل ہے کہ ابن دغنہ مذکور اسی جمعیت میں ہوں گے جن کے ہاتھوں درید قتل ہوا، چونکہ یہ جمعیت حضرت زبیر کی قیادت میں اس موقع پر لڑی تھی تو مجازاً انہیں اس کا قاتل کہا گیا، درید زمانۂ جاہلیت کے مشہور شہ سوار شعراء میں سے تھا کہا گیا ہے قتل کے وقت اسکی عمر ایک سو بیس، ایک سو ساٹھ یا ایک سو برس تھی (حماسہ میں اس کا ایک مشہور قصیدہ شامل ہے)۔

(مع أبي عامر الخ) یعنی اوطاس والوں کی طرف بقول ابن اسحاق یہاں بھی ایک جھڑپ ہوئی۔ (رماہ جشمي) جیم مضموم کے ساتھ یعنی بنی جشم کے ایک شخص نے، ابن اسحاق نے اس کا نام سلمہ بن درید بن صمہ لکھا ہے ان کے زخمی ہونے پر ابو موسی نے علم سنبھالا اللہ نے فتح دی، ابن ہشام لکھتے ہیں مجھے ثقہ ذرائع نے بتلایا ہے کہ تیر مارنے والے بنی جشم کے دو بھائی اوفی اور علاء ابنا

حارث تھے، ایک نسخہ میں اوفی کی بجائے وافی ہے، ابن عائذ نے اور طبرانی نے اوسط میں ایک اسنادِ حسن کے ساتھ حضرت ابوموسی سے روایت نقل کی ہے کہ جب اللہ تعالی نے حنین میں مشرکوں کوشکست سے دو چار کیا تو منہزمین کے تعاقب میں ابو عامر کی قیادت میں ایک گھڑسوار دستہ روانہ کیا میں بھی ہمراہ تھا، تو ابن درید نے ابو عامر کو شہید کر ڈالا اس پر میں اس کی طرف آیا اور قتل کر دیا، تو اس سے ابن اسحاق کے بیان کی تائید ملتی ہے سیرت ابن اسحاق میں مذکور ہے کہ تیر کھانے سے پیشتر ابو عامر کے ہاتھوں یکے بعد دیگرے دس بھائی قتل ہوئے پہلے ہر بھائی کو دعوتِ اسلام دیتے تھے، نہ ماننے پر حملہ کر کے قتل کر ڈالتے، دسویں کو دعوت دیتے ہوئے کہا (اللهم اشهد عليه) وہ بولا: (اللهم لا تشهد عليّ) ابو عامر نے یہ سمجھتے ہوئے کہ اسلام لایا چاہتا ہے، ہاتھ روکا تو اس نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تیر چلا دیا جو گھٹنے میں لگا اس میں ہے کہ قاتل بعد ازاں مسلمان ہو گیا آنجناب اسے شہیدِ ابی عامر کہا کرتے تھے، یہ اس حدیثِ صحیح کے مخالف ہے کہ اس میں ہے کہ ابوموسی نے قاتلِ ابی عامر کو موقع پہ ہی مار ڈالا تھا اور صحیح میں جو ہے وہی اولی بالقبول ہے، ممکن ہے ابن اسحاق نے جس شخص کا تذکرہ کیا وہ اس قاتلِ ابو عامر کا شریکِ کار رہا ہو، (محدثین وشارحین کا متفقہ فیصلہ ہے کہ اگر کوئی روایت صحاح ستہ کی کسی روایت کے معارض ہو تو قبول نہ کی جائیگی اسی طرح اگر غیرِ بخاری کی کوئی روایت صحیح بخاری کی کسی روایت کے معارض ہوگی تو مرجوح قرار پائے گی بعض علم کے مدعی حضرات سارا زور بیان اس نکتہ پر صرف کر دیتے ہیں کہ ساری احادیثِ صحیحہ بخاری ومسلم میں موجود نہیں لہذا انہی پر توقف اور انہیں ہی تسلیم کرنے کا ادعاء جہالت ہے ایک بزعم خود شیخ الاسلام علامہ ڈاکٹر کو دورہِ بخاری کے عنوان سے ٹی وی کے ایک چینل پر درس دیتے سنا، سارا زورِ بیان اور طلاقتِ لسانی اسی نکتہِ مذکورہ کے رد پر صرف کی، اور ایسا کہنے والوں کو جاہل قرار دیا اور خوب لعن وطعن کی، حالانکہ دنیا کا کوئی جاہل بھی یہ نہیں کہتا کہ ساری احادیثِ صحیحہ بخاری ومسلم میں ہیں، جو اصل بات ہے اس سے تجاہلِ عارفانہ برتتے اور سامعین کو بے وقوف بناتے ہیں، بات ایسی نہیں جو سمجھ نہ آسکے، دو ہی اصول ہیں ایک یہ کہ بخاری ومسلم کی سب احادیث صحیح ہیں، دوسری بات یہ کہ اگر غیرِ بخاری ومسلم کی کوئی روایت ان کی تخریج کردہ روایت کے مخالف ومعارض ہو تو وہ مرجوح وقابلِ رد قرار پائے گی، میں یہ نہیں کہتا کہ ان حضرات کو اس امر کی سمجھ نہیں، ضرور ہے مگر دانستہ بات کو الجھاتے ہیں تا کہ رفعِ یدین وغیرہ مسائل پر جاہل سامعین کو باور کرائیں کہ مثلاً ترکِ رفع کی روایتیں دوسری کتب میں موجود ہیں، بخاری ومسلم میں نہیں تو کیا بات ہے؟ اب ابن حجر بے شمار مقامات پر ببانگِ دہل اعلان کرتے رہتے ہیں: ما في الصحيح اولىٰ بالقبول، کہ تعارض کی شکل میں صحیح یعنی بخاری ومسلم کی روایت ہی قابلِ قبول ہونے کی زیادہ حقدار ہے)۔

(يا ابن أخي) اس سے ابن اسحاق کی بات کہ ابو عامر ان کے چچازاد تھے، کا رد ہوا، البتہ محتمل ہے کہ چچا زاد ہی ہوں مگر اپنے عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے ابن اخی کہا ہو۔ (فدخلت على النبي الخ) ابن عائذ کی روایت میں ہے جب نبی اکرم نے علم میرے ہاتھ میں دیکھا تو فرمایا کیا ابو عامر شہید ہو گئے۔ (سرير مرمل) ای معمول بالرمال (یعنی کھجور کی چھال سے بٹی رسیوں سے بنی ہوئی چارپائی)۔ (وعليه فراش) ابن تین لکھتے ہیں شیخ ابوالحسن اس جملہ کا انکار کرتے اور کہتے تھے درست یہ جملہ ہے: (ماعليه فراش) تو روایت سے۔ ما۔ ساقط ہو گیا ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں کہ یہ عجیب انکار ہے ایک حدیثِ عمر میں مذکور کہ آنجناب علی غیر فراش راقد تھے، سے یہ لازم نہیں آتا کہ کبھی آپکی چارپائی پر بستر نہ ہوتا تھا۔

(فتوضأ ثم رفع يديه) دعا کیلئے وضوء کر لینے کا استحباب ثابت ہوا اسی طرح بوقت دعا رفع الیدین کا بھی (دعوہ والے

حضرات کو سوچنا چاہئے کہ دعا بھی ثابت ہے، ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا بھی، دعا میں اجتماعیت بھی جیسے عیدین کی حدیث میں ہے: ولیحضرن دعوۃ المسلمین، فرض نمازوں کے بعد دعا کی قبولیت بھی ایک حدیث میں مذکور ہے، اب کیا چیز ہے جو غیر ثابت ہے؟ ذرا وضاحت فرمادیں، کیوں دعا کیلئے اس جملہ کا سہارا ڈھونڈتے رہتے ہیں کہ جی بیماروں کیلئے دعا فرمادیں میں نے ایک خطیبِ اسلام آباد سے کہا دعا کا تقاضہ صرف بیماروں کیلئے ہوا تھا آپ نے سارے جہان کے لئے دعائیں کردیں؟ شرما کے رہ گئے)۔

(فوق کثیر الخ) یعنی مرتبہ میں، ابن عائذ کی روایت میں ہے:(فی الأکثرین یوم القیامه) (قال أبو بردة الخ) اسی کے ساتھ موصول ہے۔

56 - باب غَزْوَةُ الطَّائِفِ فِي شَوَّالٍ سَنَةَ ثَمَانٍ (غزوہِ طائف جو شوال سن آٹھ میں ہوا)

قَالَهُ مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ ،اسے موسی بن عقبہ نے بیان کیا۔

طائف ایک بڑا اور مشہور شہر تھا جس میں انگوروں اور کھجوروں کے باغات بکثرت تھے (اب بھی یہی صورتحال ہے) مکہ سے مشرق کی سمت تین یا دو مراحل پہ واقع ہے بعض لکھتے ہیں اس کی اصل یہ ہے کہ حضرت جبریل نے وہ باغ جو اصحابِ صریم کیلئے تھا (جس کا ذکر سورہ ن والقلم میں ہوا ہے) اکھاڑ کر یہاں لا کر اتار دیا تو یہی اس کی وجہِ تسمیہ بنی کہ پہلے مکہ آکر اس کے ساتھ طواف کیا تھا، اولاً وہ صنعاء کے نواح میں تھا۔ آنجناب نے حنین سے فارغ ہو کر ادھر کا رخ کیا، غنائمِ حنین کو جعرانہ کے مقام پر حفاظت میں چھوڑا، اس کی وجہ یہ بنی کہ لشکرِ کفار کا سالار مالک بن عوف حنین میں شکست کھا کر طائف آکر قلعہ بند ہو گیا، طائف سے کچھ میل ادھر اس کا لیلیہ نامی قلعہ تھا، طائف کی طرف آتے ہوئے نبی اکرم کے حکم سے اسے منہدم کر دیا گیا۔

(فی شوال الخ) موسی کی المغازی میں یہی مذکور ہے یہی جمہور اہلِ سیرت کا قول ہے ایک قول ہے کہ ذوالقعدہ کے آغاز میں یہاں پہنچے تھے۔

4324 - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ سَمِعَ سُفْيَانَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ زَيْنَبَ ابْنَةِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أُمِّهَا أُمِّ سَلَمَةَ دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ وَعِنْدِي مُخَنَّثٌ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أُمَيَّةَ يَا عَبْدَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ إِنْ فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ الطَّائِفَ غَدًا فَعَلَيْكَ بِابْنَةِ غَيْلاَنَ فَإِنَّهَا تُقْبِلُ بِأَرْبَعٍ وَتُدْبِرُ بِثَمَانٍ وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لاَ يَدْخُلَنَّ هَؤُلاَءِ عَلَيْكُنَّ قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ الْمُخَنَّثُ هِيتٌ حَدَّثَنَا مَحْمُودٌ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ بِهَذَا وَزَادَ وَهُوَ مُحَاصِرُ الطَّائِفِ يَوْمَئِذٍ .طرفاه 5235، 5887-

ام المؤمنین ام سلمہ بیان کرتی ہیں کہ نبی پاک انکے ہاں آئے اس وقت ایک خسرا بیٹھا ہوا عبداللہ بن ابی امیہ (جو حضرت ام سلمہ کے بھائی تھے، اسی جنگ میں شہید ہو گئے) سے کہہ رہا تھا اگر اللہ نے کل طائف کی آپ لوگوں کو فتح عطا فرمائی تو غیلان کی بیٹی کو ضرور حاصل کرنا، وہ جب آتی ہے تو چار اور جب جاتی ہے تو آٹھ بل پڑتے ہیں (یعنی اسکے جسمانی خد وخال بیان کئے) آنجناب نے یہ سنکر فرمایا یہ لوگ تمہارے ہاں نہ آنے پائیں۔ ابو اسامہ نے ہشام سے مزید یہ بھی نقل کیا کہ یہ محاصرہِ

طائف کا ذکر ہے۔

سفیان سے مراد ابن عیینہ ہیں، سند سے متعلقہ ایک لطیفہ (یعنی پر لطف نکتہ) یہ ہے کہ راوی اپنے والد سے ناقل ہے اور دونوں تابعی ہیں (یعنی ہشام اور عروہ) اور بیٹی اپنے والدہ سے اور دونوں صحابیہ ہیں، (یعنی زینب اور ام المؤمنین ام سلمہ)۔(أرأیت إن فتح الخ) حدیث کی شرح کتاب النکاح میں آئے گی یہاں غرضِ ترجمہ محاصرہ طائف کا ذکر ہے، عبد اللہ بن ابو امیہ حضرت ام سلمہ کے بھائی ہیں ابو سفیان بن حارث کے ہمراہ اسلام قبول کیا تھا انہیں اسی محاصرہ کے دوران ایک تیز آن لگا تھا جس سے شہید ہو گئے۔ (قال ابن عیینة قال ابن جریج) اسی سند کے ساتھ متصل ہے۔(المخنث هیت) یعنی اس کا نام ہیت تھا ہائے مکسور اور یائے ساکن کے ساتھ، بعض نے ھاء پر زبر پڑھی ہے، ابن درستویہ نے نون پھر باء کے ساتھ ضبط کیا ہے یعنی ھنب وہ ھیت کو تصحیف قرار دیتے ہیں ، بقول ان کے اس کا معنی احمق ہے، اس بارے باقی تفصیل کتاب النکاح میں ہوگی، بنت غیلان کے نام کی بابت بھی اختلاف ہے اشہر بادیہ ہے۔

اسے مسلم نے (الاستیذان) نسائی نے (عشرة النساء) جبکہ ابن ماجہ نے (النکاح) میں نقل کیا ہے۔

4325 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ الشَّاعِرِ الأَعْمَى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ لَمَّا حَاصَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الطَّائِفَ فَلَمْ يَنَلْ مِنْهُمْ شَيْئًا قَالَ إِنَّا قَافِلُونَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ فَثَقُلَ عَلَيْهِمْ وَقَالُوا نَذْهَبُ وَلاَ نَفْتَحُهُ وَقَالَ مَرَّةً نَقْفُلُ فَقَالَ اغْدُوا عَلَى الْقِتَالِ فَغَدَوْا فَأَصَابَهُمْ جِرَاحٌ فَقَالَ إِنَّا قَافِلُونَ غَدًا إِنْ شَاءَ اللَّهُ فَأَعْجَبَهُمْ فَضَحِكَ النَّبِيُّ ﷺ وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً فَتَبَسَّمَ قَالَ قَالَ الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الْخَبَرَ كُلَّهُ.
طرفاه 6086، 7480

عبد اللہ بن عمر و راوی ہیں کہ جب نبی اکرم نے طائف کا محاصرہ کیا مگر فتح حاصل نہ ہوئی تو ایک دن فرمایا ہم کل ان شاء اللہ واپس چلے جائیں گے، مسلمانوں پر یہ بات شاق گزری، کہنے لگے بغیر فتح کے واپس ہو لیں؟ فرمایا چلو لڑتے رہو، اگلے دن کئی افراد زخمی ہو گئے، پھر نبی پاک نے فرمایا ہم کل ان شاء اللہ واپسی کی راہ لیں گے، اب کے یہ بات انہیں بہت اچھی لگی، سفیان کہتے ہیں نبی اکرم انکا یہ انداز دیکھ کر مسکرائے۔

سفیان سے مراد ابن عیینہ جبکہ عمرو، ابن دینار ہیں ابو العباس الشاعر الأعمی کا تعارف قیام اللیل کی روایت میں گزر چکا ہے۔(عن عبد الله بن عمر) نسخہ کشمیہنی میں (عبد الله بن عمرو) ہے، نسفی اور اصیلی کے ہاں بھی یہی ہے، ابن زید مروزی پر عبد اللہ بن عمرو پڑھا گیا تو انہوں نے عبد اللہ بن عمر پڑھنے کی ہدایت دی دار قطنی نے اس بابت اختلاف کا حال ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ صواب عبد اللہ بن عمر بن خطاب ہے، ابن مدینی، حمیدی و دیگر حفاظ کی روایات میں یہی درست ہے، طبرانی نے بھی ابراہیم بن یسار جو ابن عیینہ کے ممتاز تلامذہ میں سے تھے، سے یہی ذکر کیا، ان سے (ابن عمر) نقل کرنے والوں کا سماع ان سے دیگر کی نسبت متاخر ہے جیسا کہ حاکم نے وضاحت کی، مسند حمیدی میں مزید وضاحت کیلئے (عبد اللہ بن عمر بن الخطاب) درج ہے، بیہقی کی الدلائل میں عثمان دارمی عن علی ابن مدینی کے حوالے سے روایت میں ابن مدینی کا یہ قول بھی مذکور ہے کہ سفیان نے ایک سے زائد مرتبہ ہمیں یہ حدیث بیان کی، ہمیشہ عبد اللہ بن عمر کہا، کبھی ابن عمرو نہ کہا ابن ابو شیبہ نے بھی ابن عیینہ سے ابن عمر نقل کیا ہے اسی طرح مسلم نے بھی

ان سے، مفضل علائی یحیی بن معین کا قول ذکر کرتے ہیں کہ محاصرہِ طائف کی اس روایت میں درست نام عبداللہ بن عمر ہے۔

(فلم ينل منهم شيئا) ابن ابی شیبہ کے مرسلِ ابن زبیر میں ہے کہ محاصرہ کے دوران صحابہ کرام نے عرض کی یارسول اللہ ہمیں ثقیف کے تیروں نے جلا کر رکھ دیا ہے آپ ان کے خلاف بددعا فرمائیں، آپ نے یہ دعا کی: (اللهم اهدِ ثقيفا) اے اللہ ثقیف کو ہدایت عطا فرما، اہلِ سیرت لکھتے ہیں اہل طائف نے سال بھر کا سامان خود ونوش جمع کر رکھا تھا اثنائے محاصرہ وہ مسلمانوں پر لوہے کی گرم سلاخیں (سکك) پھینکتے تھے ان کی تیراندازی سے کئی ایک مسلمان شہید ہو گئے (اس معرکہ میں عربوں کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ہر دو فریقین نے اس وقت کا جدید اسلحہ اور ٹیکنالوجی استعمال کی، مسلمانوں کی طرف سے منجنیق جسکی ترقی یافتہ شکل توپ اور ٹینک ہیں، استعمال کی گئی اور اہل طائف کی طرف سے آتشیں تیر استعمال کئے گئے) آنجناب نے نوفل بن معاویہ دیلی سے مشورہ کیا، انہوں نے کہا: (هم ثعلب في جحر إن أقمت عليه أخذته و إن تركته لم يضرَّك) یعنی ان کی مثال اس لومڑ کی سی ہے جو بل میں ہے اگر آپ کھڑے رہیں تو ایک دن پکڑ لیں گے اور اگر چھوڑ دیں تو وہ آپکے لئے نقصان دہ نہیں، یہ سن کر آپ نے واپسی کا اعلان کر دیا، مسلم کی حدیثِ انس میں ہے کہ چالیس دن تک محاصرہ جاری رہا تھا اہلِ سیر کے ہاں اس بارے اختلاف ہے بعض نے بیس دن، بعض نے دس سے کچھ اوپر اور بعض نے پندرہ دن لکھا ہے۔

(فثقل عليهم) آمدہ ان کے قول (نذهب ولا نفتحه) سے اس کا سبب متبین ہوا، حاصل یہ کہ بغیر فتح کئے واپسی انہیں پسند نہ آئی آپ نے یہ دیکھ کر محاصرہ وقتال جاری رکھنے کا حکم دیا پھر جب ان کے تیروں سے زخم پہنچے کیونکہ وہ تو فصیل کے اوپر سے تیراندازی کرتے تھے اور مسلمان نیچے میدان سے اور ان کے تیران تک پہنچ نہ پاتے تھے، تو انہیں آنجناب کا اعلانِ واپسی بہت اچھا لگا، جب دوبارہ آپ نے واپسی کا کہا تو اب کے سابقہ بات نہ دہرائی اسی لئے آپ مسکرائے۔

(الخبر كله) كلہ کے نصب کے ساتھ، یعنی حمیدی نے پوری اسناد میں صیغہِ اِخبار استعمال کیا ہے کشمیہنی کے نسخہ میں (بالخبر كله) ہے ابونعیم نے مستخرج میں بشر بن موسی عن الحمیدی کے حوالے سے ساری سند بغیر عنعنہ کے بیان کی ہے۔

اس روایت کو مسلم نے (المغازی) اور نسائی نے (السیر) میں تخریج کیا۔

4326 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَاصِمٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عُثْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ سَعْدًا وَهُوَ أَوَّلُ مَنْ رَمَى بِسَهْمٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأَبَا بَكْرَةَ وَكَانَ تَسَوَّرَ حِصْنَ الطَّائِفِ فِي أُنَاسٍ فَجَاءَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَا سَمِعْنَا النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ مَنِ ادَّعَى إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ وَهُوَ يَعْلَمُ فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ . طرفه 6766

4327 - وَقَالَ هِشَامٌ وَأَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ أَوْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ قَالَ سَمِعْتُ سَعْدًا وَأَبَا بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ عَاصِمٌ قُلْتُ لَقَدْ شَهِدَ عِنْدَكَ رَجُلَانِ حَسْبُكَ بِهِمَا قَالَ أَجَلْ أَمَّا أَحَدُهُمَا فَأَوَّلُ مَنْ رَمَى بِسَهْمٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأَمَّا الْآخَرُ فَنَزَلَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ ثَالِثَ ثَلَاثَةٍ وَعِشْرِينَ مِنَ الطَّائِفِ .طرفه 6767-

راوی کہتے ہیں میں نے سعد بن ابی وقاص سے سنا اور یہ وہ شخص ہیں جنہیں اللہ کی راہ میں سب سے پہلا تیر چلانے کا شرف حاصل ہے، اور ابو بکرہ سے بھی سنا، یہ وہ شخص ہیں جو طائف کا قلعہ پھلانگ کر نبی پاک کے پاس آ گئے تھے، دونوں نے کہا ہم نے نبی پاک سے سنا فرمایا جس نے علم کے باوجود کسی غیر کو اپنا باپ قرار دیا اس پر جنت حرام ہے، عاصم کہتے ہیں میں نے کہا آپ سے یہ بات دو ایسے افراد نے بیان کی ہے کہ انکا نام ہی کافی ہے، کہا ہاں ایک تو وہ جس نے اسلام میں پہلا تیر چلایا اور دوسرا وہ جوان تین میں شامل ہے جو قلعہ کی فصیل پھلانگ کر نبی پاک کے پاس پہنچ گئے تھے۔

عاصم سے ابن سلیمان اور ابو سلیمان اور ابو عثمان سے مراد نہدی ہیں، متنِ حدیث کی شرح الفرائض میں آئے گی غرضِ ایراد ابو بکرہ کا تذکرہ ہے ان کا نام نفیع بن حارث اور یہ حارث بن کلدہ ثقفی کے مولی تھے (حارث بن کلدہ عربوں کا مشہور طبیب تھا ہندوستان کی بابت بعض کتبِ تاریخ میں مذکور ہے کہ طب کی تحصیل کے لئے ٹیکسلا کے مقام پر قائم مشہور طبی یونیورسٹی میں اس نے تحصیلِ طب کی) ابو بکر محاصرہ کے دوران بکرۃ (یعنی چرخی) کے ذریعہ فصیل پھلانگ کر مسلمانوں کی لشکر گاہ چلے آئے تھے جس پر یہ کنیت ملی، اسے طبرانی نے لا بأس بہ سند کے ساتھ ابو بکرہ سے نقل کیا ہے ان کے ہمراہ اہلِ طائف کے کئی دیگر غلام بھی چلے آئے اور مسلمان ہو گئے تھے، اہلِ مغازی نے ان میں سے منبعث کا ذکر کیا ہے جو عثمان بن عامر بن معتب کے غلام تھے اسی طرح مرزوق، ازرق جو سمیہ والدہِ زیاد بن عبید جسے زیاد بن ابیہ بھی کہا جاتا ہے، کے شوہر تھے (عبداللہ بن زیاد قاتلِ امام حسین اسی زیاد کا بیٹا تھا، امیر معاویہ کے والد حضرت ابو سفیان نے دعوی کیا تھا کہ زیاد جاہلیت میں ان کے سمیہ سے زنا کے نتیجہ میں پیدا ہوا تھا، اسی دعوی کے پیش نظر حضرت معاویہ نے اپنے دورِ خلافت میں سرکاری طور پر انہیں اپنا بھائی ڈکلیئر کر دیا تھا) ازرق کی کنیت ابو عقبہ اور یہ کلدہ ثقفی کا غلام تھا، اسلام لانے کے بعد نبی اکرم نے حضرت خالد بن سعید بن عاص کے حوالے کیا تا کہ انہیں اسلام کی تعلیم دیں جو اموی تھے، بعد ازاں بنی امیہ کے حلیف بن گئے، ان میں وردان بھی تھے، یہ عبداللہ بن ربیعہ کے غلام تھے، ایک یحنس نبال تھے یہ ابن مالک ثقفی کے غلام تھے، انہی میں ابراہیم بن ربیعہ تھے جو خرشہ ثقفی کے غلام تھے، بشار تھے جو عثمان بن عبداللہ کے، نافع تھے جو حارث بن کلدہ کے اور غیلان بن سلمہ ثقفی کے غلام نافع تھے، بعض کے مطابق زیاد بھی انہی کے ہمراہ تھے مگر صحیح یہ ہے کہ وہ ابھی اتنے کم سن تھے کہ ان کے ہمراہ نہ آ سکے، ابن حجر کے بقول باقیوں کے اسماء معلوم نہیں (روایتِ باب کے مطابق یہ کل تیئیس افراد تھے)۔

(وقال هشام الخ) یعنی ابن یوسف صنعانی، ابن حجر کہتے ہیں ابھی تک ان کی یہ روایت مجھے موصولاً نہیں مل سکی، اسے عبدالرزاق نے معمر سے نقل کیا ہے لیکن اکیلے ابو عثمان اور وہ اکیلے ابو بکرہ سے بلا شک، اس تعلیق سے امام بخاری موصول روایت میں مذکور مبہم عدد کی تفسیر بیان کرنا چاہتے ہیں اس سے ان حضرات کا رد ہوتا ہے جو کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکرہ تنہا فصیل پھلانگ کر چلے آئے تھے یہ بات موسی بن عقبہ نے اپنی سیرت میں اور انہی کی اتباع میں حاکم نے لکھی ہے بعض نے یہ تطبیق دی ہے کہ ابو بکرہ تنہا ہی تھے باقی ان کے بعد آئے تھے، یہ اچھی توجیہہ ہے، ابن ابی شیبہ اور احمد ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم نے ان تمام غلاموں کو جو فصیل پھلانگ کر مسلمانوں سے مل گئے تھے، آزاد قرار دیا تھا اسے ابن سعد نے بھی مرسلاً ایک دیگر سند سے نقل کیا ہے۔

4328 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ نَازِلٌ بِالْجِعْرَانَةِ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ وَمَعَهُ بِلَالٌ

فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ أَلَا تُنجِزُ لِي مَا وَعَدْتَنِي .فَقَالَ لَهُ أَبْشِرْ فَقَالَ قَدْ أَكْثَرْتَ عَلَيَّ مِنْ أَبْشِرْ فَأَقْبَلَ عَلَى أَبِي مُوسَى وَبِلَالٍ كَهَيْئَةِ الْغَضْبَانِ فَقَالَ رَدَّ الْبُشْرَى فَاقْبَلَا أَنْتُمَا قَالَا قَبِلْنَا ثُمَّ دَعَا بِقَدَحٍ فِيهِ مَاءٌ فَغَسَلَ يَدَيْهِ وَوَجْهَهُ فِيهِ وَمَجَّ فِيهِ ثُمَّ قَالَ اشْرَبَا مِنْهُ وَأَفْرِغَا عَلَى وُجُوهِكُمَا وَنُحُورِكُمَا وَأَبْشِرَا فَأَخَذَا الْقَدَحَ فَفَعَلَا فَنَادَتْ أُمُّ سَلَمَةَ مِنْ وَرَاءِ السِّتْرِ أَنْ أَفْضِلَا لِأُمِّكُمَا فَأَفْضَلَا لَهَا مِنْهُ طَائِفَةً. طرفاه 188، 196-

ابوموسی راوی ہیں کہ میں نبی پاک کے پاس تھا جب آپ مقامِ جعرانہ میں فروکش تھے، مکہ اور مدینہ کے درمیان، بلال بھی ادھر موجود تھے نبی اکرم کے پاس ایک اعرابی آیا، کہنے لگا کیا آپ میرے ساتھ کیا وعدہ ایفاء نہ کرینگے؟ فرمایا بشارت ہو، وہ بولا بشارت ہی دیئے جارہے ہیں، یہ سنکر آپ غصے میں دکھائی دئے میرے اور بلال کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اس نے تو بشارت قبول نہیں کی تم کرلو، وہ بولے ہم نے قبول کی، اسکے بعد آپ نے ایک پیالہ منگوایا اس میں پانی تھا اسکے ساتھ چہرہ اقدس اور ہاتھ مبارک دھوئے اور اس میں کلی فرمائی پھر ہم سے کہا اس سے پی بھی لو اور اپنے چہروں اور سینوں پہ بھی ڈال لو اور خوش ہو جاؤ، انہوں نے پیالہ پکڑا تو پردے کے پیچھے سے حضرت ام سلمہ کی آواز آئی اپنی ماں کیلئے بھی کچھ بچا رکھنا، تو انہوں نے کچھ بچا ہوا انہیں بھی دیا۔

(وھونا زل بالجعرانة الخ) جعرانہ کو دوطرح سے پڑھا گیا ہے، جیم اور عین کی زیر اور رائے مشدد کے ساتھ، اور عینِ ساکن کے ساتھ، یہ طائف اور مکہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے بقول عیاض طائف کی نسبت مکہ سے قریب ہے فاکہی کے مطابق اس کے اور مکہ کے درمیان ایک برید مسافت ہے۔ داؤدی شارحِ بخاری نے روایت کے الفاظ (بین مکة و المدینة) کا انکار کیا ہے، کہتے ہیں یہ مکہ اور طائف کے مابین ہے نووی بھی اسی پہ جزم کرتے ہیں (اس کی توجیہہ یہ ہوسکتی ہے کہ راوی کا مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ اس وقت آپ مکہ سے نکل کر مدینہ روانگی کے لئے تیار تھے، طائف سے واپسی پر لشکرِ اسلام یہاں کچھ دیر اقامت پذیر ہوا یہیں آپ نے غنائم تقسیم کیں پھر ایک رات عمرہ کے لئے مکہ آئے اور نمازِ فجر سے قبل واپس جعرانہ پہنچ گئے، پھر یہیں سے بغیر مکہ کے قریب آئے مدینہ روانہ ہو گئے لہذا روایت کے یہ الفاظ صحیح التاویل ہیں)۔

(أعرابی) اس کا نام معلوم نہ ہوسکا۔ (ألا تنجزلی الخ) احتمال ہے کہ جس وعدہ کی طرف اس نے توجہ دلائی، یہ اسی کے ساتھ خاص ہو جیسا کہ اس کا عمومی ہونا بھی محتمل ہے، اس کا مطالبہ یہ تھا کہ غنیمت سے اس کا حصہ جلد دیدیا جائے نبی اکرم نے تمام غنائم کو جعرانہ میں جمع کرنے کا حکم دیا تھا اور تقسیم کئے بنا آپ مع لشکرِ اسلام کے آگے طائف کے محاصرہ کو چلے گئے وہاں سے واپسی پر انہیں تقسیم کیا اس لئے اس اعرابی جیسے تازہ قبول اسلام والے لوگ اس قسم کے مطالبہ میں پڑے۔

(أبشر) یا تو اس کا تعلق تقسیمِ غنیمت کے ساتھ ہے کہ اب خوش ہو جاؤ اس میں تاخیر نہیں، یا اس کا تعلق صبر پر ثواب جزیل کے ساتھ ہے، اس حدیث سے حضرات ام سلمہ، ابوعامر، ابوموسی اور بلال کی منقبت ظاہر ہوئی۔

اسے بھی مسلم نے (فضائل النبی ﷺ) میں نقل کیا ہے۔

4329 - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ أَنَّ صَفْوَانَ بْنَ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ أَخْبَرَ أَنَّ يَعْلَى كَانَ يَقُولُ لَيْتَنِي أَرَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ حِينَ

يُنْزَلُ عَلَيْهِ قَالَ فَبَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ بِالْجِعْرَانَةِ وَعَلَيْهِ ثَوْبٌ قَدْ أُظِلَّ بِهِ مَعَهُ فِيهِ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِهِ إِذْ جَاءَهُ أَعْرَابِيٌّ عَلَيْهِ جُبَّةٌ مُتَضَمِّخٌ بِطِيبٍ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ تَرَى فِي رَجُلٍ أَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ فِي جُبَّةٍ بَعْدَ مَا تَضَمَّخَ بِالطِّيبِ فَأَشَارَ عُمَرُ إِلَى يَعْلَى بِيَدِهِ أَنْ تَعَالَ فَجَاءَ يَعْلَى فَأَدْخَلَ رَأْسَهُ فَإِذَا النَّبِيُّ ﷺ مُحْمَرُّ الْوَجْهِ يَغِطُّ كَذَلِكَ سَاعَةً ثُمَّ سُرِّيَ عَنْهُ فَقَالَ أَيْنَ الَّذِي يَسْأَلُنِي عَنِ الْعُمْرَةِ آنِفًا فَالْتُمِسَ الرَّجُلُ فَأُتِيَ بِهِ فَقَالَ أَمَّا الطِّيبُ الَّذِي بِكَ فَاغْسِلْهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَأَمَّا الْجُبَّةُ فَانْزِعْهَا ثُمَّ اصْنَعْ فِي عُمْرَتِكَ كَمَا تَصْنَعُ فِي حَجِّكَ .

(ترجمہ کیلئے جلد دوم ص: ۴۵۳) أطرافه 1536، 1789، 1847، 4985-

سند میں اسماعیل بن ابراہیم المعروف بابن علیہ ہیں حدیث کی شرح ابواب العمرة میں گزر چکی ہے۔

4330 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَاصِمٍ قَالَ لَمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ ﷺ يَوْمَ حُنَيْنٍ قَسَمَ فِي النَّاسِ فِي الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَلَمْ يُعْطِ الْأَنْصَارَ شَيْئًا فَكَأَنَّهُمْ وَجَدُوا إِذْ لَمْ يُصِبْهُمْ مَا أَصَابَ النَّاسَ فَخَطَبَهُمْ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ أَلَمْ أَجِدْكُمْ ضُلَّالًا فَهَدَاكُمُ اللَّهُ بِي وَكُنْتُمْ مُتَفَرِّقِينَ فَأَلَّفَكُمُ اللَّهُ بِي وَعَالَةً فَأَغْنَاكُمُ اللَّهُ بِي كُلَّمَا قَالَ شَيْئًا قَالُوا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمَنُّ قَالَ مَا يَمْنَعُكُمْ أَنْ تُجِيبُوا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ كُلَّمَا قَالَ شَيْئًا قَالُوا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمَنُّ قَالَ لَوْ شِئْتُمْ قُلْتُمْ جِئْتَنَا كَذَا وَكَذَا أَتَرْضَوْنَ أَنْ يَذْهَبَ النَّاسُ بِالشَّاةِ وَالْبَعِيرِ وَتَذْهَبُونَ بِالنَّبِيِّ ﷺ إِلَى رِحَالِكُمْ لَوْلَا الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ امْرَأً مِنَ الْأَنْصَارِ وَلَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا وَشِعْبًا لَسَلَكْتُ وَادِيَ الْأَنْصَارِ وَشِعْبَهَا الْأَنْصَارُ شِعَارٌ وَالنَّاسُ دِثَارٌ إِنَّكُمْ سَتَلْقَوْنَ بَعْدِي أُثْرَةً فَاصْبِرُوا حَتَّى تَلْقَوْنِي عَلَى الْحَوْضِ . طرفه 7245-

عبداللہ بن زید بن عاصم کہتے ہیں جب حنین کے دن اللہ تعالی نے اپنے رسول کو غنیمت عطا کی تو اسے ایسے لوگوں کے درمیان تقسیم فرما دیا جو تازہ اسلام والے تھے اور ان کی تالیفِ قلبی مقصود تھی، انصار کو اس میں سے کچھ بھی نہ دیا تو گویا انہیں کچھ ملال سا محسوس ہوا کہ انہیں لوگوں کی طرح غنیمت سے حصہ نہ دیا، آنجناب نے انہیں جمع کر کے تقریر فرمائی جس میں کہا اے گروہِ انصار کیا میں نے تمہیں گمراہ نہیں پایا تو اللہ نے میرے ذریعہ تمہیں ہدایت دی، اور تم تفرّق کا شکار تھے تو اللہ نے میرے سبب تمہیں باہم جوڑا، تم فقیر و فاقہ مست تھے میرے ذریعہ اللہ تعالی نے تمہیں مالداری عطا کی؟ جب بھی آپ کوئی بات فرماتے انصار کہتے اللہ اور اسکے رسول کے تو اس سے بھی زیادہ احسانات ہیں، فرمایا کس چیز نے تمہیں روک رکھا ہے کہ رسول اللہ کے جواب میں کچھ کہو، فرمایا چاہو تو کہو آپ ہمارے پاس اس اس حالت میں آئے تھے (یعنی ہم نے آپ کی نصرت واعانت کی) کیا اس بات پہ راضی نہیں کہ لوگ تو اونٹ بکری لے کر گھروں کو جائیں اور تم اللہ کے رسول کے ہمراہ اپنے گھروں کو پلٹو؟ اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار کا ایک فرد ہوتا اور اگر لوگ کسی وادی و گھاٹی میں چلیں تو میں انصار کی وادی اور گھاٹی میں چلونگا، انصار شعار جبکہ لوگ دثار ہیں (دونوں لفظوں کی

تشریح شرح میں موجود ہے) تم میرے بعد ترجیحی سلوک ملاحظہ کرو گے پس صبر کرنا حتی کہ حوض پر مجھ سے آن ملو۔

وہیب سے مراد ابن خالد ہیں۔(عن عمرو بن یحی) احمد کی عفان عن وہیب سے روایت میں صیغۂ تحدیث ہے، یہ مازنی انصاری مدنی ہیں مسلم کی روایت میں ان کے دادا کا نام عمارہ بھی مذکور ہے۔(لما أفاء الله الخ)جنگِ حنین میں محصلہ غنائم کی طرف اشارہ ہے، فیٔ کا لغوی معنی :(الرد والرجوع) ہے اسی سے زوال کے بعد کے سائے کا نام فیٔ پڑا کیونکہ وہ ایک جانب سے دوسری جانب کو لوٹتا ہے، اموالِ کفار کو فیٔ اِس لئے کہا گیا کیونکہ یہ اصل میں مؤمنین کے لئے ہیں کیونکہ ایمان اصل اور کفر طاریٔ علیہ ہے(یعنی بعد میں در آنے اور طاری ہونے والا، شائد: كُلُّ مَولودٍ يُولَد على الفطرة۔۔۔الخ کی طرف اشارہ ہے)لہذا جب اہلِ اسلام کفار پر غلبہ پا لیں تو یہ مال گویا اپنی اصل کی طرف پلٹ آتا ہے، آنجناب ذوالقعدہ کی پانچ تاریخ کو طائف کا محاصرہ اٹھا کر واپس جعرانہ پہنچے تھے جہاں آ کر مسلمانوں میں انہیں تقسیم کیا، تقسیم میں یہ تاخیر جیسا کہ حدیثِ مسور میں گزرا، اس بنا وتوقع پر تھی کہ شائد ہوازن خدمتِ نبوی میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیں (اور پھر یہ سب کچھ انہیں واپس کر دیا جائے) قیدی عورتوں اور بچوں کی تعداد چھ ہزار تھی علاوہ ازیں چوبیس ہزار اونٹ اور چالیس ہزار بکریاں بھی ہاتھ آئی تھیں۔

(قسم فی الناس) مفعول محذوف ہے یعنی (الغنائم) آگے زہری عن انس سے ہے کہ کئی اشخاص کو سوسو اونٹ دئے۔ (فی المؤلفة قلوبهم) یہ بدلِ بعض ہے ان سے مراد قریش کے چند افراد ہیں جو فتحِ مکہ کے دن اسلامِ ضعیف لائے (تو انہیں اسلام پر پکا رکھنے کے لئے عطا کیا) بعض کے مطابق ان لوگوں میں کئی ایک ایسے بھی تھے جو ابھی تک اسلام نہ لائے تھے مثلاً صفوان بن امیہ۔

ان المؤلفة القلوب کی تحدید مراد میں اختلاف ہے جن کا مستحقینِ زکات کے ضمن میں قرآنی آیت میں ذکر کیا گیا،بعض کے مطابق ایسے کفار جنہیں اسلام کی ترغیب دلانے کے لئے زکات دی جائے ایک قول ہے کہ ایسے مسلمان جن کے خاندان واتباع کے افراد کافر ہیں، تا کہ اس طرح ان کے دل میں بھی آئے کہ اسلام لے آئیں،بعض کے مطابق اس سے مراد تازہ قبولِ اسلام والے حضرات تا کہ اس طرح سے اسلام ان کے دلوں میں متمکن و راسخ ہو، یہاں یہی آخری قسم مراد ہے کیونکہ روایتِ زہری کے الفاظ ہیں: (فإنی أعطی رجالاحديثی عهدٍ بكفر أتألفهم)حضرت انس کی ایک روایت میں ہے:(فأعطی الطلقاء والمهاجرين) تو ان طلقاء سے مراد وہ حضرات جن پر فتحِ مکہ کے دن احسان فرمایا اور ان سے کوئی بدلہ نہ لیا،یعنی قریش اور ان کے اتباع، مہاجرین سے مراد وہ جنہوں نے فتحِ مکہ سے قبل اسلام لا کر مدینہ ہجرت کی، ابوالفضل بن طاہر نے المبہمات میں ان المؤلفہ کے درج ذیل اسماء ذکر کئے ہیں: ابوسفیان بن حرب، سہیل بن عمرو، حویطب بن عبدالعزی، حکیم بن حزام، ابوالسنابل بن بعکک، صفوان بن امیہ، عبدالرحمن بن یربوع، یہ سب قریشی ہیں اور عیینہ بن حصن فزاری، اقرع بن حابس تمیمی، عمرو بن ایہم تمیمی، عباس بن مرداس سلمی، مالک بن عوف نضری، علاء بن حارثہ ثقفی، ابن حجر کہتے ہیں آخری دو نام کا ذکر محلِ نظر ہے،بعض نے لکھا ہے یہ دونوں طائعین ہو کر طائف سے جعرانہ پہنچے تھے، واقدی نے ان مؤلفۃ القلوب میں حضرت ابوسفیان کے بیٹوں معاویہ اور یزید کے نام بھی شامل کئے ہیں (امیر معاویہ کے بیٹے کا نام بھی یزید تھا) اسی طرح اسید بن حارثہ، مخرمہ بن نوفل، سعید بن یربوع، قیس بن عدی، عمرو بن وہب اور ہشام بن عمرو کے بھی، ابن اسحاق نے مزید یہ نام بھی ذکر کئے : نضر بن حارث، حارث بن ہشام، جبیر بن مطعم ، ابوعمر سفیان بن عبدالأسد، سائب بن ابوالسائب، مطیع بن اسود اور ابوجہم بن حذیفہ۔ ابن جوزی نے مزید یہ نام بھی ذکر کئے: زید الخیل، علقمہ بن علاثہ،

حکیم بن طلق بن سفیان بن امیہ ، خالد بن قیس سہمی اور عمیر بن مرادس ۔ دوسرے اہل علم نے ان میں قیس بن مخرمہ ، اجیحہ بن امیہ بن خلف ، ابن ابی شریق ، حرملہ بن ہوذہ ، خالد بن ہوذہ ، عکرمہ بن عامر عبدری ، شیبہ بن عمارہ ، عمرو بن ورقہ ، لبید بن ربیعہ ، مغیرہ بن حارث اور ہشام بن ولید مخزومی کے اسماء بھی شامل کئے تو یہ چالیس سے زائد افراد بنتے ہیں ۔

(ولم يعط الأنصار شيئا) بظاہر یہ عطیہ مذکورہ کل غنیمت سے تھا ، قرطبی المفہم میں رقمطراز ہیں کہ اصولِ شریعت کے اجراء کے مطابق یہ عطائے مذکور خمس سے تھا ، آنجناب کے اکثر عطایا خمس سے ہی ہوتے تھے (کیونکہ خمس کو قرآن نے آپ کے ساتھ مختص اور آپ کی صوابدید پر رکھا ہے) لکھتے ہیں آپ نے اس غزوہ کے دوران ایک اعرابی سے فرمایا تھا اللہ کی اس عطا کردہ غنیمت سے میرے لئے فقط خمس ہے اور وہ بھی تمہی پہ خرچ کیا جاتا ہے ، اسے ابوداؤد اور نسائی نے عبداللہ بن عمرو سے نقل کیا اگر اول رائے کو اختیار کریں (کہ یہ عطائے مذکور مجموع غنیمت سے تھا) تو یہ اسی واقعہ کے ساتھ خاص ہے ، قتادہ عن انس کی روایتِ باب میں اس کا سبب بھی مذکور ہے کہ (إن قريشا حديث عهد بجاهلية و مصيبة الخ) ابن حجر لکھتے ہیں یہی اول ہی معتمد ہے آگے ایک عبارت سے اس کی تائید و تاکید ملے گی ، یہ جسے قرطبی نے ترجیح دی واقدی نے اسی پر جزم کیا ہے لیکن وہ اگر (کسی واقعہ کے بیان یا رائے کے اظہار میں) منفرد ہوں تو حجت نہیں چہ جائے کہ ان کا قول اہلِ علم کے قول کے مخالف ہو ؟ بعض نے انصار کو محروم رکھنے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ وہ تو اپنے تئیں شکست کھا کر منہزم ہو گئے تھے اور ان کی واپسی فتح ہو چکنے کے بعد ہوئی تھی لہذا اللہ تعالیٰ نے غنیمت کا معاملہ کلی طور پر آنجناب کی صوابدید پر چھوڑ دیا ، یہی اس قولِ سابق کہ یہ طرزِ عمل اسی واقعہ کے ساتھ مختص ہے ، کا مفہوم ہے ابوعبید نے یہ رائے اختیار کی ہے کہ یہ عطا کرنا خمس سے تھا ، ابن قیم لکھتے ہیں اللہ تعالیٰ کی حکمت کا اقتضاء تھا کہ فتحِ مکہ کثیر قبائل عرب کے قبولِ اسلام کا باعث بنا ، ان کی اس سے پہلے اسلام کے بارہ میں عام روش یہ تھی کہ ابھی انتظار کی پالیسی اپنائے رکھیں اور دیکھیں کہ ان کی قوم کا ان کی بابت کیا معاملہ ٹھہرتا ہے اگر یہ اپنی قوم پر غالب آ گئے تو ہم انکے دین میں داخل ہو جائیں گے بصورتِ دیگر ہمیں کسی تردُد کی ضرورت ہی نہ ہوگی تو فتحِ مکہ کے بعد اکثریت دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئی بعض اپنی ضلالت پر قائم رہے بلکہ مسلمانوں سے جنگ کی تیاری کی (جیسے ہوازن اور ثقیف) ۔

معرکۂ حنین میں پیش آنے والی اس صورتحال میں حکمت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کو اس امر کا اظہار فرمانا مقصود تھا کہ اس کی طرف سے فتح و نصرت مسلمانوں کی کثرت کے مرہونِ منت نہیں ، فتحِ مکہ کے موقع پہ چونکہ اہل اسلام کی تعداد کثیر تھی اور حنین میں اس سے بھی سوا تو اس سے بعض دلوں میں یہ وسواس آ سکتا تھا ۔ اور آیا بھی بلکہ بعض نے اس کا اظہار بھی کیا ۔ تو ابتدا میں انہیں ہزیمت سے آشنا کیا پھر اپنے فضل سے غلبہ و فتح عنایت کی تا کہ سب جان لیں کہ نصرت و ہزیمت فقط اسی کی جانب سے ہے ، نہ اس میں کثرتِ تعداد کا عمل و دخل ہے اور نہ اسلحہ و ساز و سامان کی فراوانی کا ، اگر پہلے ہی ہلے میں فتح ہو جاتی تو کئی کے سر شامخ و متعاظم ہو جاتے (یعنی تکبر کا شکار بنتے) تو سبق دیا کہ ہمہ وقت اللہ کے سامنے تواضع و عاجزی کا انداز اختیار کئے رہیں جیسے نبی اکرم فتح مکہ کے موقع پر سر کو نہایت جھکائے حتی کہ پیشانی مبارک سواری کی گردن کو چھو رہی تھی ، مکہ میں داخل ہوئے

یہی حکمت غنائم کو اس طرح روبہ تقسیم لانے کی ہے کہ بشری طبع ہے کہ اس میں مال و دولت کی حرص ہوتی ہے بالخصوص ایسے حضرات جو ابھی تازہ اسلام والے تھے تو ان کے دل مطمئن کرنے اور دین کی محبت مجتمع کرنے کے لئے انہیں بے بہا دیا اور اس طریقہ سے انہیں زیرِ بارِ احسان لایا گیا اور انسانی جبلت یہ ہے کہ احسان کرنے والے اور اس کا سبب بننے والے امور سے محبت ہوتی ہے ، اہلِ

جہاد میں سے اکابر مہاجرین وانصار کے اس جمیع غنیمت پر استحقاق کے باوجود انہیں ان کے متمکن فی الدین ہونے کے باوصف محروم رکھا تو اس بارے یہی عظیم مصلحت پیشِ نظر تھی کہ ان تازہ قبولِ اسلام والوں کو دین پر پکا کریں اور ان کے ساتھ اس حسنِ سلوک کو دیکھتے ہوئے باقی لوگ بھی اس راہِ مستقیم کو اختیار کر لیں ، یہی مصلحت اہلِ مکہ کے اموال کو غنیمت قرار نہ دینے میں تھی حالانکہ جیوشِ اسلام کو ضرورت بھی تھی، اس طرزِ عمل کا پھل انہیں میدانِ حنین میں مل گیا جب دشمن اپنے سب ساز وسامان سمیت نکل آیا جو آخر اہلِ اسلام کے لئے غنیمت بنا، یہ بات اللہ نے ہی ان کے دل میں ڈالی تھی حالانکہ درید کا مشورہ تھا کہ ایسا نہ کریں پھر اسی حکمت کا مقتضا یہ بنا کہ راسخین فی الایمان کو ان کے ایمان کے سپرد کر دیا جائے اور نئے قبولِ اسلام والوں کو بے بہا دیا جائے ، بعدازاں ہوازن کے تمام قیدی اسی تالیفِ قلوب کی پالیسی پر عمل کرتے ہوئے واپس کر دیئے جن سے ان کے دل منشرح ہوئے اور وہ اپنی مرضی سے بلا جبر واکراہ دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئے ، اہلِ مکہ جن کی شان وشوکت اب قصہء پارینہ بن گئی تھی اور خطرہ تھا کہ اڑوس پڑوس کے طاقتور قبائل طمع ولالچ کرتے ہوئے ان کے درپے آزار نہ ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ کی حکمت یہ بنی کہ حنین کے معرکہ کا سامان کیا تا کہ ان کا گھمنڈ پیوندِ خاک بنے اور طاقتور ہونے کا احساس ہوا میں تحلیل ہو، اس طرح اہلِ مکہ کے سروں پر قائم متوقع شر رفع ہوا

انصار کے جن حضرات نے آزردہ ہو کر اپنی محرومیت کا اظہار کیا اسکی بابت ان کے رؤساء نے وضاحت کر دی کہ انکے اتباع میں سے بعض نے یہ باتیں کی ہیں جن سے ان کوئی تعلق نہیں آنجناب نے جب اس پیشِ نظر رکھی گئی اس عظیم مصلحت کو منشرح کیا تو ان کے دل بھی مطمئن ہوئے اور جان گئے کہ اصل فوز وتنعم یہ ہے کہ رسولِ اکرم نے انہی کے ساتھ استمرارِ قیام اختیار فرمایا ہے (جس کی دنیوی وسیاسی اعتبار سے اہمیت یہ تھی کہ سارے عالمِ عرب کا وہ مرکز بنے اور جنابِ صدیق اکبر کے خطبہء سقیفہ میں کہے گئے اس جملہ کا مصداق ہوئے کہ: نحن الأمراء و أنتم الوزراء) بقول قرطبی مال ودولت کی اس کے مقابلہ میں کیا اہمیت تھی؟ یہی آنجناب نے اثنائے خطبہ انہیں سمجھایا کہ وہ تو شاۃ وبعیر لے کر اپنے گھروں کو پلٹیں گے اور تم مرکزِ کائنات نبیِ اکرم محمد کو۔

(و كأنهم وجدوا إذ لم الخ) ابوذر کے نسخہ میں شک کے ساتھ دو صیغے مذکور ہیں: (و كأنهم وجد إذ لم الخ) اور (كأنهم وجدوا الخ) وجد، واو اور جیم کی پیش کے ساتھ، وجد کی جمع کے بطور اور (وجدوا) فعل ماضی کا (هم) کا صیغہ، کشمیہنی کے نسخہ میں بھی دونوں عبارتیں ہیں مگر اس فرق کے ساتھ کہ دونوں جگہ (وجدوا) ہے تو یہ تکرارِ لا حاصل ہے بقول ابن حجر اصلِ نسفی میں بھی یہی دیکھا ہے اور مسلم کے ہاں بھی یہی ہے، عیاض کہتے ہیں ایک نسخہ میں دوسرے جملہ میں: (أن لم يصبهم) ہے ہمزہ ونون پر فتحہ کے ساتھ، تو اس طرح فائدۂ تکرار ظاہر ہو رہا ہے، کرمانی نے یہ تجویز کیا ہے کہ اول لفظ (غضب) جبکہ دوسرا (حزن) کے معنی میں ہو، (وجد في نفسه) بمعنی غضب، مستعمل ہے اور (وجد بمعنى حزن) بھی موجود ہے، علاوہ ازیں (وجد) ضدِ (فقد) اور (وجد) بمعنی (إذا استفاد مالا) بھی لغت میں موجود ہے، غضب اور حزن کے معنی کا فرق دونوں کے مصدر سے واضح ہوگا، غضب میں جز (موجدة) اور حزن میں (وَجد) ہے ،(فَقَدَ) کے عکس وجد کا مصدر وجدان ہے جبکہ مستفیدِ مال کے معنی میں (وجد) کا مصدر (وُجد) ہے، کبھی بعض مصادر مشترک مستعمل بھی ہو جاتے ہیں

مغازی سلیمان تیمی میں ہے کہ ان کے حزن کا باعث یہ بنا کہ کہیں آنجناب اب مکہ میں اقامت اختیار نہ فرمالیں لیکن ان کے حزن کا باعث یہی ہے جو صحیح میں مذکور ہے کہ (إذ لم يصبهم ما أصاب الناس) دونوں وجہیں ہونا بھی ممتنع نہیں (یعنی پہلے اس ڈر

سے جی ہلکان کر رہے تھے کہ کہیں نبی اکرم مکہ میں نہ رہ جائیں اور جیسے کہا جاتا ہے: إن الحزن يبعث الحزن، اوپر سے محرومِ غنیمت کر دئے گئے تو یہ ساری کیفیت بعض کے اس جملۂ مذکورہ کی شکل میں متشکل ہو کر نوکِ زباں پہ آ گئی) آمدہ ہشام بن زید کی حضرت انس سے روایت کے الفاظ: (و يعطى الغنيمة لغيرنا) سے اس رائے کو تقویت ملتی ہے کہ عطائے مذکور مجموعِ غنیمت میں سے تھا، بخلاف قرطبی کے ہاں مرجح رائے کے کہ یہ خمس سے تھا

مسلم کی روایت میں تفصیل سے ہے کہ حمد وثناء سے آغازِ خطبہ کیا، آگے زہری کی روایت میں آئے گا کہ انکی یہ باتیں نبی اکرم کو کسی نے بیان کر دیں آپ نے ایک چوبی قبہ میں انصار کو مجتمع کیا اس موقع پر کسی غیر انصاری کو بیٹھنے کی اجازت نہ تھی پھر دریافت فرمایا آپ لوگوں سے منسوب کیا باتیں مجھے سنائی جا رہی ہیں؟ فقہائے انصار کہنے لگے ہمارے رؤساء نے تو ایسی کوئی بات نہیں کہی البتہ چند نوجوانوں نے ضرور کہی ہے، ہشام بن زید کی روایت میں ہے کہ شروع میں سکوت اختیار کیا، جھوٹ بولنا ان کی سرشت نہ تھی اسماعیلی کی ابو التیاح عن انس سے روایت میں ہے کہ جب آپ نے پوچھا کس قسم کی باتیں ہو رہی ہیں؟ تو بولے جی یہی باتیں کہی گئی ہیں اور وہ جھوٹ نہ بولتے تھے، تو ممکن ہے بعض نے یہ جواب دیا ہو، احمد کی ثابت عن انس سے روایت میں ہے کہ آنجناب نے ابوسفیان، عیینہ، اقرع، سہیل بن عمرو اور کئی اور کو عطا کیا، انصار کہنے لگے ہماری تلواریں ان کے خون سے متقاطر ہیں اور غنیمت بھی وہی لے گئے؟ اس میں ہے کہ آپ نے (جب ان کے ہمراہ مجتمع ہوئے تو) فرمایا کیا یہ یہ بات کہی ہے؟ کہا جی ہاں، اسکی سند شرطِ مسلم کے مطابق ہے ابن اسحاق ابو سعید خدری کے حوالے سے ناقل ہیں کہ اولاً نبی اکرم نے حضرت سعد بن عبادہ کو انصار کی طرف سے کہی جانے والی باتوں کی خبر دی اس میں ہے کہ آپ نے فرمایا: (و أين أنت من ذلك يا سعد؟) (یعنی اے سعد اس بارے تمہارا کیا موقف ہے) عرض کی یا رسول اللہ میں بھی اپنی قوم کا ہی ایک فرد ہوں، فرمایا پھر انہیں اکٹھے ہونے کا کہو، وہ نکلے اور سب کو مجتمع کیا، اسے احمد نے بھی اسی طریق سے نقل کیا ہے، اسکے لئے یہ روایت جس میں ہے کہ عرض کی ہمارے رؤساء نے کوئی بات نہیں کہی، معکر ہے کیونکہ بلا ریب سعد رؤسائے انصار میں سے تھے البتہ اسے اغلب و اکثر پر محمول کیا جا سکتا ہے (کہ اکثریت نے کوئی بات نہیں کی) یا یہ کہ سعد نے بذاتِ خود کوئی بات نہیں کہی مگر ان کے بھی احساسات یہی تھے اسی لئے کہا: (ما أنا إلا من قومي) میں اپنی قوم کا ہی حصہ ہوں، بقول ابن حجر یہ اوجہ ہے۔

(ألم أجد كم ضلالا) ضاد کی پیش اور لامِ مشدد کے ساتھ، ضال کی جمع، ضلالتِ شرک اور ہدایت سے مراد ہدایتِ ایمانی ہے، بقول ابن حجر نبی اکرم نے اللہ تعالی کے آپکے ذریعہ انصار پر کئے گئے احسانات کا ذکر بڑی بلیغ ترتیب سے کیا چنانچہ ابتدا دولتِ ایمان کے ذکر سے کی جس کے موازی تو امرِ دنیا کی کوئی شئ نہیں ہو سکتی، ثانیاً باہمی محبت والفت کے ذکر سے کی جو دولتِ دنیا سے کہیں برتر و اعظم ہے کیونکہ اس کی تحصیل کیلئے اموال خرچ کئے جاتے ہیں پھر بھی کبھی اس کا حصول نہیں ہو پاتا اور ہجرتِ نبوی سے قبل انصار کی حالت یہ تھی کہ باہمی تنافر و عداوت کا شکار اور دونوں قبیلے ایک دوسرے سے جنگ و جدل میں مصروف رہتے تھے، اسی ضمن میں ہجرت سے کچھ ہی مدت قبل ان کے مابین معرکہِ بعاث برپا ہوا جس کا ایندھن ان کے اکابر سردار بنے جیسا کہ ابواب الھجرۃ میں تفصیل گزری تو اسلام کے دامانِ عاطفت میں آکر ان سب خصومات کا زوال ہو گیا، اسی طرف اللہ تعالی اس آیت میں اشارہ فرماتے ہیں: (لَوْ أَنفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعاً مَا أَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ أَلَّفَ بَيْنَهُمْ) [الأنفال: ۶۳] یعنی اگر آپ زمین بھر کی دولت بھی خرچ کر ڈالتے تو بھی ان کے دلوں میں الفت پیدا نہ ہو سکتی، یہ اللہ ہی ہے جس نے ان میں الفت ڈالی۔

(قالوا الله ورسوله أمنّ) منّ سے اسمِ تفضیل ، حدیثِ ابوسعید میں ہے یہ عبارت ہے:(قالوا ما ذا نجیبك یا رسول الله و لِلّٰه ولِلرسول المنُّ والفضل)۔

(لو شئتم قلتم الخ) اسماعیل بن جعفر کی روایت میں ہے کہ عمرو بن یحیی مازنی راویِ حدیث کا بیان ہے کہ متعدد امور کا ذکر فرمایا جنہیں وہ یاد نہ رکھ سکے، اس سے اس قول کا رد ہوتا ہے کہ راوی نے عمداً اسلوبِ کنایہ استعمال کیا ہے تا کہ پاسِ حدِ ادب رہے، بعض نے تجویز کیا ہے کہ مراد یہ ہے کہ (جئتنا و نحن علیٰ ضلالة فهُدینا بك) وغیرہ مگر اس میں بُعد ہے بہرحال حدیثِ ابی سعید میں اس کی تفسیر وتفصیل مذکور ہے ،اس کے الفاظ ہیں:(أما والله لوشئتم لقلتم فصدقتم وصدقتم أتیتَنا مکذَّبا فصدَّقناك و مَخذولا فنصَرْناك وطَرِیدا فآوَیْنَاك وعائلاً فواسَیْناك) کہ چاہو تو کہو، اور یہ کہنا بے جانہ ہوگا کہ آپ ہمارے ہاں آئے جبکہ زمانہ آپکی تکذیب کرتا تھا ہم نے تصدیق کی، آپ بے سروسامان تھے ہم نے آپ کی مدد کی، آپ مکہ سے نکالے ہوئے تھے ہم نے جگہ دی، فقیرو بے مایہ تھے ہم نے مواسات کی۔ مغازی ابوالأسود میں مرسلِ عروہ اور ابن عائذ کے ہاں ابن عباس کے حوالے سے بھی موصولاً یہی منقول ہے، مغازی سلیمان تیمی میں ہے کہ جواب میں کہنے لگے:(رضینا عن الله ورسوله) موسی بن عقبہ نے بغیر اسناد یہی ذکر کیا ہے، احمد کی ابن ابوعدی عن حمید عن انس کے حوالے سے ان کے جوابی یہ کلمات منقول ہیں:(بل المَنّ علینا لِلّٰهِ ولِرسوله) بلکہ اللہ اور اس کے رسول کا ہم پہ احسان ہے۔

احمد نے ایک اور طریق کے ساتھ ابوسعید سے نقل کیا ہے کہ ایک انصاری نے اپنے احباب میں بیٹھے کہا تھا میں تمہیں کہا کرتا تھا کہ استحکام نصیب ہونے پر آپ اوروں کو تم پر ترجیح دیں گے، اس بات کا اس کے ساتھیوں نے بہت برا منایا تھا۔

ابن حجر لکھتے ہیں دراصل آنجناب کی مذکورہ باتیں ازرہِ تواضع وانصاف تھیں وگرنہ حقیقت یہ ہے کہ ان تمام امور میں آپ کے ہی ان پر بے بہا احسانات ہیں کیونکہ اگر ہجرت نہ فرماتے اور مدینہ کو جائے سکونت اختیار نہ کرتے تو انصار کا تاریخ میں کیا ذکر وامتیاز ہوتا؟ وہ بھی باقی عربوں کی طرح زمانے کی دھول کا شکار ہوتے، آنجناب نے:(ألا ترضون الخ) کہہ کہ اسی طرف ان کی توجہ دلائی اور اس عظیم اختصاص سے جو پردۂ غفلت میں پڑ گئے تھے اسے چاک کیا، یہی وہ خصوصیت تھی جس سے انکا افتخار قائم ہے، اس کے مقابلہ میں دنیا کے فانی سامان کی کیا اہمیت؟

(بالشاة والبعیر) دونوں لفظ بطور اسمِ جنس استعمال کئے، مذکر ومونث دونوں پر ان کا اطلاق ہوتا ہے زہری کی روایت میں (بالأموال) اور آگے ابوالتیاح اور قتادہ کے ہاں (بالدنیا) ہے۔(إلی رجلکم) زہری عن انس کی روایت میں ہے بخدا جس نعمت کے ساتھ تم لوٹو گے وہ ان کو دیئے گئے عطا سے بہتر ہے، اس میں ہے یہ سن کر پکار اٹھے ہم راضی ہوئے یارسول اللہ، واقدی کہتے ہیں اسی موقع پر آپ نے انہیں پیش کش فرمائی کہ بحرین کا علاقہ ان کے نام لکھ دیتے ہیں جس میں کسی اور کا استحقاق نہ ہوگا اور بحرین اس وقت کے مفتوحہ علاقوں میں سب سے بہتر تھا مگر انہوں نے انکار کیا اور کہا ہمیں اب دنیا کی کوئی حاجت نہیں۔

(لولا الهجرة الخ) خطابی رقمطراز ہیں اس جملہ سے آپ نے تألفِ انصار اور ان کے نفوس وقلوب کی استطابت کا ارادہ فرمایا اس میں ان کے دین کی ثناء بھی تھی کہ آنجناب اس امر پر راضی ہیں کہ ان کے ایک فرد ہوتے اگر ہجرت مقدر میں نہ لکھی ہوتی، کہتے ہیں نسبتِ انسانی کئی وجوہ واسباب کی بنا پر ہوتی ہے ولادت، بلادیت (یعنی ہم وطن ہونا) اعتقادیت اور صناعیت (یعنی ہم عقیدہ وہم

پیشہ ہونا) چونکہ نسبتِ آباء تو منتقل ہو نہیں سکتی اور اعتقادی نسبت کا یہاں کوئی کردار نہیں بنتا تو باقی رہی علاقہ اور پیشہ کی نسبت تو مدینہ دارِ انصار اور اس کی طرف ہجرت امرِ واجب تھی تو فرما رہے ہیں کہ اگر نسبتِ ہجرت والا افتخار میرے لئے چھوڑنا ممکن ہوتا تو میں (اول و آخر) مدنی کہلانے میں عار محسوس نہ کرتا، کہتے ہیں یہ کہنا بھی محتمل ہے کہ چونکہ اہلِ مدینہ آپ کے اخوال تھے کیونکہ امِ عبدالمطلب انہی میں سے تھیں، تو اگر ہجرت کا مانع نہ ہوتا تو آپ ان کی طرف (بھانجا ہونے کے ناطے) منتسب ہونا پسند فرماتے (فی الحقیقت آپ اس زاویہ سے انصار کے ایک فرد ہیں کیونکہ آپ کا فرمان گزرا: ابن أخت القوم منهم، کہ کسی قوم کی بہن کا بیٹا انہی میں سے ہوتا ہے، البتہ بوجہ ہجرت کے عظیم فضل وافتخار کے آپ نے اس طرح سے منتسب کہلوانا مناسب نہ سمجھا)۔

ابن جوزی یہ مفہوم بیان کرتے ہیں کہ تغیرِ نسب اور محوِ ہجرت قطعاً مراد نہ تھی بلکہ مفہوم یہ ہے کہ اگر اللہ نے ہجرت مقدر نہ کر رکھی ہوتی تو آپ مدینہ کی طرف اور نصرتِ دین کے انتساب سے پہچانے جانا پسند فرماتے (جیسے علاقوں یا مسالک کی وجہ سے لوگوں کی نسبتیں ہوتی ہیں جیسے مدنی کی نسبت، مدینہ کے ساتھ محبت کی وجہ سے اور سلفی، دیوبندی اور بریلوی وغیرہ کی نسبتیں اسی طرح اداروں کی طرف بھی نسبتیں معروف ہیں) تو تقدیرِ کلام یہ ہے کہ ہجرت کی یہ نسبت چونکہ ایک دینی نسبت ہے جسے ترک نہیں کیا جا سکتا وگرنہ آپ پسند فرماتے کہ ان کے دیار کی طرف نسبت سے مشہور ہوں، قرطبی کہتے ہیں اس کا مفہوم یہ ہے کہ وگرنہ میں تمہارے اسم کے ساتھ منتسب ہو جاتا جیسے عربوں کے ہاں حلیف بن جانے کے سبب وہی قبائلی نسبت (جن کے حلیف بنے) اختیار کر لی جاتی تھی مگر خصوصیتِ ہجرت چونکہ اعلیٰ واشرف ہے لہذا ایسا نہ کیا، بعض نے یہ معنی بھی کیا ہے کہ اگر ثوابِ ہجرت اعظم نہ ہوتا تو میں یہ امر اختیار کرتا کہ میرا ثواب ثوابِ انصار کی مانند ہو، اصلاً ظاہرِ نسب مراد ہی نہیں، بعض اہلِ علم کہتے ہیں یعنی اگر شروطِ ہجرت کا التزام ضروری نہ ہوتا جن میں یہ بھی ہے کہ مکہ میں تین دن سے زائد اقامت نہیں رکھنی تو میں انصاری کہلانا پسند کرتا اور اس طرح میرے لئے جائز و سائغ ہوتا کہ تین دن سے زائد مکہ میں قیام کر لوں۔

(وادی الأنصار) اصلاً المکان المنخفض (یعنی نشیبی جگہ) کو کہتے ہیں بعض کے نزدیک پانی والی نشیبی جگہ، یہاں مراد ان کا علاقہ ہے آپ اس جزیل ثوابِ نصرت کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کی نصرت اور ان پر قناعت کی شکل میں ان کا مقدر بنا، خطابی لکھتے ہیں چونکہ معروف یہ ہے کہ آدمی اپنے نزول وارتحال میں اپنی قوم وقبیلہ کے ساتھ ہی ہوتا ہے اور ارضِ حجاز کثیر الأودیۃ والشعاب ہے (یعنی کثرت سے اس میں وادیاں اور گھاٹیاں ہیں) تو اگر اثنائے سفر راہ میں کئی طرق سامنے آ جائیں اور ہر قوم اپنے لئے ایک وادی وشعب پسند کر لے تو آپ چاہیں گے کہ جہاں انصار پڑاؤ ڈالیں وہیں آپ ہوں (خاکسار کی نعت کا ایک شعر ہے: ہے تمنا سب سے بڑی محسن کی یہی ہوں حشر میں جہاں آپ وہاں میں) کہتے ہیں یہ بھی محتمل ہے کہ وادی کا لفظ (بطورِ محاورہ) بمعنائے مذہب استعمال کیا ہو جیسے کہا جاتا ہے: (فلانٌ فی وادٍ وأنا فی وادٍ) (جب دونوں کا یکساں موقف ورائے نہ ہو)۔

(الأنصار شعار الخ) شعار اس پہنے کپڑے کو کہتے ہیں جو جلد کے ساتھ ملا ہوا ہو جبکہ دثارہ کپڑا جو اس کے اوپر پہنا ہو (مثلاً بنیان کے اوپر قمیص) یہ ایک لطیف استعارہ ہے جس سے اظہارِ قربت مقصود ہے، باور یہ کرانا چاہتے ہیں کہ انصار کی آپکی نظر میں حیثیت بطانہ وخاصہ (یعنی خاص رازدان قسم کے لوگ) کی سی ہے (ایک سابق الذکر روایت میں صراحت سے یہ بات ارشاد فرمائی وہاں کرشي و عيبتي کے الفاظ تھے) حدیثِ ابوسعید میں مزید یہ دعائیہ جملہ بھی مذکور ہے: (اللهم ارحم الأنصار و

أبناء الأنصار وأبناء أبناء الأنصار)، راوی کہتے ہیں (آپ کی یہ پر تاثیر گفتگو سن کر) لوگ اتنا روئے کہ داڑھیاں تر ہوگئیں کہنے لگے ہم (قسماً وحظاً) رسول اللہ پہ راضی ہیں۔

(أثرۃ) ہمزہ کی پیش اور ثاءِ ساکن کے ساتھ، الف پر زیر بھی جائز ہے کسی شئ مشترک کے ساتھ منفرد ہو جانا اور کسی کو اس میں شریک نہ کرنا (یعنی امتیازی وترجیحی سلوک روا رکھنا) زہری کی روایت میں (شدیدۃ) کا لفظ بھی ہے، بعض نے اثرۃ کا معنی (شدۃ) کیا ہے مگر سیاقِ حدیث اور جس وجہ سے یہ بات کہی، اس کا رد کرتا ہے۔ (علی الحوض) روزِ قیامت کی طرف اشارہ ہے زہری کے ہاں یہ الفاظ ہیں: (حتی تلقوُ اللّٰہَ ورسولہ فإنی علی الحوض) یعنی آخر دم تک صبر سے کام لینا اور وہاں تمہارے ساتھ پورا پورا انصاف ہوگا اور اس صبر کے بدلے ثوابِ جزیل عطا ہوگا (یہ کہنا بھی محتمل ہے کہ حوض کے حوالے سے یہ بات باور کرائی کہ اس سے سیرابی میں واستفادہ میں کسی کو ان پر ترجیح نہ دی جائے گی اور یہ کہ عالمِ حشر کی عظیم ہولناکیوں میں جہاں کوئی اکل وشرب کا سامان یا سایہ کی کوئی جگہ نہ ہوگی، سیرابی کا واحد ذریعہ حوضِ کوثر ہی ہوگا تو وہاں انہیں دنیا میں صبر کرنے کا صلہ مل جائے گا، اور وہاں معلوم ہوگا کہ دنیا کے اس فانی مال ودولت کی کوئی حیثیت نہ تھی، صحرا میں پیاس کے مارے جاں بلب آدمی ایک گھونٹ پانی کے عوض دنیا کی ساری دولت حوالے کرنے پر تیار ہو سکتا ہے)

حدیث سے منجملہ فوائد کے یہ بھی ثابت ہوا کہ وقتِ حاجت خصم پر اقامتِ حجت اور اسے مُفْحَم بالحق کرنا لازمی ہوتا ہے، انصار کا حسنِ تأدب اور ترکِ مُمارات نیز ان کا حیائے مبالغ بھی عیاں ہوا، ان کی صدق بیانی بھی ثابت ہوئی آنجناب کے ان کی نسبت ان تعریفی کلمات سے ان کی عظیم منقبت وفضیلت ظاہر ہوتی ہے، یہ بھی ثابت ہوا کہ بڑوں کا حق ہے کہ چھوٹوں کے شبہات۔ اگر در آئیں۔ کا ازالہ کریں تا کہ رجوع الی الحق ہو، اعتذار واعتراف کی فضیلت بھی ثابت ہوئی، ایک پیشین گوئی کہ تم میرے بعد اثرۃ پاؤ گے، بھی موجود ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا، زہری کی روایت کے آخر میں حضرت انس کا یہ تبصرہ بھی مذکور ہے کہ افسوس انصار صبر نہ کر سکے: (قال أنس فلم یصبروا) یہ بھی ثابت ہوا کہ امام مصارفِ فئ میں بعض کو بعض پر فضیلت دے سکتا اور کسی مصلحت کے مدِ نظر ترجیحی سلوک کر سکتا ہے، مصلحۃً مالدار کو عطیہ دینا بھی ثابت ہوا یہ بھی کہ دنیا سے اپنے حق کا مطالبہ کرنے والا قابلِ عتاب نہیں، کسی پیش آمدہ مسئلہ میں لوگوں کو جمع کرنا اور تقریر کرنا اور اثنائے تقریر تخصیص بعض المخاطبین کا جواز بھی ثابت ہوا، ثوابِ آخرت کے ساتھ تسلیہ بھی ظاہر ہے، طلبِ ہدایت، الفت اور استغناء کی ترغیب بھی مذکور ہے اور یہ کہ علی الاطلاق اللہ اور اس کے رسول کے ہم پر بے پایاں احسانات ہیں، آخرت کا دنیا پر تقدُّم بھی عیاں ہوا اور دنیا یا اس کا کوئی حظ ونصیب فوت ہونے پر اس کے عوض جزائے آخرت کی امید کی فضیلت بھی ثابت ہوئی، والآخِرَۃُ خَیْرٌ وَ أَبْقیٰ۔

علامہ انور حدیث کے الفاظ: (وکان تسور الحصن) کے تحت لکھتے ہیں اگر کفار کے عبید میں سے کوئی شخص فرار ہو کر ہمارے پاس آجائے تو ہمارے امام کے نزدیک وہ آزاد سمجھا جائے گا، ابو بکرہ اور ان کے ہمراہی اہلِ طائف کے عبید تھے جو فرار ہو کر نبی اکرم کے پاس پہنچ گئے آپ نے انہیں احرار قرار دیا ان کے سابقہ آقاؤں کو ان کے مطالبہ کے باوجود واپس نہ لوٹایا، ان کے آقاؤں نے کہا تھا کہ وہ اسلام میں رغبت کا اظہار کرتے ہوئے آپ کے پاس نہیں آئے بلکہ موقعِ غنیمت سمجھتے ہوئے ہم سے فرار ہو گئے اور طوقِ غلامی گردنوں سے اتار پھینکا ہے، لکھتے ہیں ابو ہریرہ کی طرح ابو بکرہ بھی غیر منصرف ہے جب علم بنا تو اضافت کا معنی ملاحظہ نہ رہا اب گویا

ایک لفظ ہے، اب یہ ملحوظ رہے گا کہ بکرہ ان کا بیٹا ہے یہ ایسے ہی جیسے حضرت انس کی کنیت ابوحمزہ تھی وہ یہ سبزی لاتے تھے (یعنی اس کنیت کا سبب یہ نہ تھا کہ حمزہ نام کا ان کا بیٹا تھا بلکہ اس بقلہ کو : و كان يجيء بتلك البقلة، لانے کے سبب یہ کنیت پڑی) تو ابوبکرہ نے چونکہ (ببكرة) فصیل پھلانگی تھی جس سے یہ کنیت پڑ گئی تو ان اعلام کے ساتھ یہی معاملہ ہوتا ہے گویا پہلے ہی سے ہیں اسی لئے غیر منصرف قرار پائے، (من دعى إلى غير أبيه) کی نسبت سے لکھتے ہیں کہ یہ امیر معاویہ پر تعریض ہے کیونکہ وہ زیاد کو اپنا بھائی کہتے تھے، صحابہ کرام اسے زیاد بن ابیہ کی نسبت سے پکارا کرتے تھے، (فاصبروا حتى تلقوني على الحوض) کی بابت لکھتے ہیں ابن قیم کے نزدیک حوض میدانِ محشر میں ہے (یہ بحث پہلے بھی گزری ہے) حافظ کا مختار موقف یہ ہے کہ صراط کے بعد ہے، سیوطی البدور السافرة میں اس بابت متردد ہیں میرے نزدیک ارجح وہی جو حافظ نے رائے دی، میری نظر میں ظاہر امر یہ ہے کہ وہ بعد از حساب فناء الجنت میں ہے (یعنی جنت کے صحن میں) کیونکہ آپ کو حوض پر ملنے کا وعدہ اس امر پر دلالت کناں ہے کہ یہ اختتامِ سفر پہ ہوگا رفقائے سفر میں سے پیچھے رہ جانے والے اب اختتامِ سفر پر ہی آن ملتے ہیں۔

(ستلقون من بعدي أثرة) کی بابت رقم طراز ہیں کہ یعنی جہاں تک میرا تعلق ہے میں نے اپنے آپ کو تم پر ترجیح نہیں دی بعدازاں ایسا ہوگا پس صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنا، (رد البشرى فاقبلا أنتما) کے تحت لکھتے ہیں بشارت اعیانِ محسوسہ کی طرح ہوتی ہے جب اس اعرابی نے قبول نہ کی تو دوسروں کی طرف پھیر دی گئی، کہتے ہیں اگرچہ ہماری نظروں میں یہ معانی صرفہ (یعنی محسوساتِ معنویہ) میں سے ہے جو تحوُّل وانتقال کے لئے صالح نہیں لیکن صاحبِ نبوت اور اربابِ حقائق کے ہاں یہ اعیان میں سے ہے (ایسی اشیاء جو ملحوظ ومحسوس ہوں) اور گویا وجود رکھتی ہیں اسی طرح نظرِ شارع میں اعمال کا حال ہے کہ وہ متجسد ہیں جیسے روزِ محشر جوہر کی طرح ہوں گے! آج متحقق ہو چکا ہے کہ ابتدائے زمان سے جو اصوات نمودار ہوئیں سب فضا میں موجود ہیں ان میں سے کچھ بھی متلاشی نہیں ہوئی (ہمارے بچپن میں جب یہ تحقیق زباں زدِ عام وخاص ہوئی مسلمان بہت خوش ہوئے جب سنا کہ سائنسدان ماضی کی ان آوازوں کو کیچ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، ہم یہ سوچ کر خوش ہوئے کہ اگر ایسا ہوگیا تو ممکن ہے ہماری سماعتیں بھی نبی اکرم کی آواز وصوت سے بہرہ ور ہوسکیں مگر یہ کوشش کامیاب نہیں ہوسکی) مولانا کہتے ہیں فلاسفہ کی موشگافیاں چھوڑو وہ وہی بات مانتے ہیں جو ان کے دلائلِ فاسدہ سے ثابت ہو، ادلہ سماویہ کے تو وہ منکر ہیں تم ماءِ نمیر اور صدقِ بحت کو لازم پکڑو جسے کوئی سفسطہ شائب نہیں کرتا اور نہ باطل اس کے آگے سے آتا ہے نہ پیچھے سے، تمام اعمال اپنی اپنی صورتوں میں آئیں گے سورۂ بقرۃ اور سورۂ آل عمران ایک سایہ بن کر نمودار ہوں گی یا جو بھی صادق ومصدوق نے بتلایا، لوگ ایک عرصہ فلسفہ میں پڑے رہے مگر کامیابی نہ ملی ہم نے ذیلِ شرع مضبوطی سے تھامے رکھا تو فلاح ہمارا مقدر بنی، ہمیں اس سے لمحات میں وہ کچھ ملا ہے جو فلاسفہ کو عمریں کھپانے پر بھی نہ ملا، میری نظر میں وہ اس جاہل سے بھی عاجز ہیں جس کی فطرت سالم ہے اور رب کی جانب سے اسے توفیق حاصل ہے، لکھتے ہیں میری عمر اس وقت چار برس تھی جب کشمیر میں دو آدمیوں کی اس بارے گفتگو سنی کہ آیا عذاب جسم پر ہوگا یا روح پر یا دونوں پر؟ آخر انکی رائے یہ ٹھہری کہ دونوں پر ہوگا اس ضمن میں انہوں نے مثال یہ دی کہ جیسے ایک باغ میں ایک لنگڑا اور ایک اندھا ہو تو اس کا پھل توڑنے کے لئے نہ اکیلا لنگڑا کچھ کر سکتا ہے اور نہ تنہا اندھا، اندھے نے لنگڑے کو کندھے پر اٹھایا جس نے اس کی درختوں کی طرف رہنمائی کری وہ اسے اٹھائے قریب آیا اور ہاتھ بڑھا کر پھل توڑ لیتا تو یہی روح کا حال بدن کے ساتھ ہے، وہ روح کے بغیر جماد ہے کچھ حرکت نہیں کر سکتا اور وہ اس کے بغیر ہر قسم

کے افعال سے معطل ہے، دونوں کا ساتھ ہو تو افعال و اعمال نمودار ہوں گے گویا دونوں ایک دوسرے کے محتاج ہیں تو جب مشترک فی الکسب ہیں تو اجر و وزر میں بھی مشترک ہوئے، کہتے ہیں اس کے پچیس برس بعد قرطبی کے حوالے سے ابن عباس سے منقول عین یہی مثال پڑھی جوان دو کشمیریوں نے اپنی فطرت کے بل بوتے پر کہی تھی، تو غور کرو کیا ارسطو اور اس جیسے فلسفی اس جیسی بات کہہ سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔

اسے مسلم نے بھی (الزکاۃ) میں ذکر کیا ہے۔

4331 - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ قَالَ نَاسٌ مِنَ الأَنْصَارِ حِينَ أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ ﷺ مَا أَفَاءَ مِنْ أَمْوَالِ هَوَازِنَ فَطَفِقَ النَّبِيُّ ﷺ يُعْطِي رِجَالاً الْمِائَةَ مِنَ الإِبِلِ فَقَالُوا يَغْفِرُ اللَّهُ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ يُعْطِي قُرَيْشًا وَيَتْرُكُنَا وَسُيُوفُنَا تَقْطُرُ مِنْ دِمَائِهِمْ قَالَ أَنَسٌ فَحُدِّثَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِمَقَالَتِهِمْ فَأَرْسَلَ إِلَى الأَنْصَارِ فَجَمَعَهُمْ فِي قُبَّةٍ مِنْ أَدَمٍ وَلَمْ يَدْعُ مَعَهُمْ غَيْرَهُمْ فَلَمَّا اجْتَمَعُوا قَامَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ مَا حَدِيثٌ بَلَغَنِي عَنْكُمْ فَقَالَ فُقَهَاءُ الأَنْصَارِ أَمَّا رُؤَسَاؤُنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ فَلَمْ يَقُولُوا شَيْئًا وَأَمَّا نَاسٌ مِنَّا حَدِيثَةٌ أَسْنَانُهُمْ فَقَالُوا يَغْفِرُ اللَّهُ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ يُعْطِي قُرَيْشًا وَيَتْرُكُنَا وَسُيُوفُنَا تَقْطُرُ مِنْ دِمَائِهِمْ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ فَإِنِّي أُعْطِي رِجَالاً حَدِيثِي عَهْدٍ بِكُفْرٍ أَتَأَلَّفُهُمْ أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَذْهَبَ النَّاسُ بِالأَمْوَالِ وَتَذْهَبُونَ بِالنَّبِيِّ ﷺ إِلَى رِحَالِكُمْ فَوَاللَّهِ لَمَا تَنْقَلِبُونَ بِهِ خَيْرٌ مِمَّا يَنْقَلِبُونَ بِهِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَدْ رَضِينَا فَقَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ سَتَجِدُونَ أُثْرَةً شَدِيدَةً فَاصْبِرُوا حَتَّى تَلْقَوُا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ﷺ فَإِنِّي عَلَى الْحَوْضِ قَالَ أَنَسٌ فَلَمْ يَصْبِرُوا . (سابقہ) أطرافه 3146، 3147، 3528، 3778، 3793، 4332، 4333، 4334، 4337، 5860، 6762، - 7441

4332 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ فَتْحِ مَكَّةَ قَسَمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ غَنَائِمَ بَيْنَ قُرَيْشٍ فَغَضِبَتِ الأَنْصَارُ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَذْهَبَ النَّاسُ بِالدُّنْيَا وَتَذْهَبُونَ بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالُوا بَلَى قَالَ لَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا أَوْ شِعْبًا لَسَلَكْتُ وَادِيَ الأَنْصَارِ أَوْ شِعْبَهُمْ .(ایضا) أطرافه 3146، 3147، 3528، 3778، 3793، 4331، 4333، 4334، 4337، 5860، 6762، 7441 -

4333 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا أَزْهَرُ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ أَنْبَأَنَا هِشَامُ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمَ حُنَيْنٍ الْتَقَى هَوَازِنُ وَمَعَ النَّبِيِّ ﷺ عَشَرَةُ آلَافٍ وَالطُّلَقَاءُ فَأَدْبَرُوا قَالَ يَا مَعْشَرَ الأَنْصَارِ قَالُوا لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَسَعْدَيْكَ لَبَّيْكَ نَحْنُ بَيْنَ يَدَيْكَ فَنَزَلَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ أَنَا عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ فَانْهَزَمَ الْمُشْرِكُونَ فَأَعْطَى الطُّلَقَاءَ

وَالْمُهَاجِرِينَ وَلَمْ يُعْطِ الْأَنْصَارَ شَيْئًا فَقَالُوا فَدَعَاهُمْ فَأَدْخَلَهُمْ فِي قُبَّةٍ فَقَالَ أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَذْهَبَ النَّاسُ بِالشَّاةِ وَالْبَعِيرِ وَتَذْهَبُونَ بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا وَسَلَكَتِ الْأَنْصَارُ شِعْبًا لَاخْتَرْتُ شِعْبَ الْأَنْصَارِ .(ایضا)أطرافه 3146، 3147، 3528، 3778، 3793، 4331، 4332، 4334، 4337، 5860، 6762، - 7441

اسے بھی مسلم نے (الزکاۃ) میں نقل کیا۔

4334 - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ جَمَعَ النَّبِيُّ ﷺ نَاسًا مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ إِنَّ قُرَيْشًا حَدِيثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ وَمُصِيبَةٍ وَإِنِّي أَرَدْتُ أَنْ أَجْبُرَهُمْ وَأَتَأَلَّفَهُمْ أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَرْجِعَ النَّاسُ بِالدُّنْيَا وَتَرْجِعُونَ بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِلَى بُيُوتِكُمْ قَالُوا بَلَى قَالَ لَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا وَسَلَكَتِ الْأَنْصَارُ شِعْبًا لَسَلَكْتُ وَادِيَ الْأَنْصَارِ أَوْ شِعْبَ الْأَنْصَارِ .(ایضا)أطرافه 3146، 3147، 3528، 3778، 3793، 4331، 4332، 4333، 4337، 5860، 6762، 7441-

4337 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدِ بْنِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ حُنَيْنٍ أَقْبَلَتْ هَوَازِنُ وَغَطَفَانُ وَغَيْرُهُمْ بِنَعَمِهِمْ وَذَرَارِيِّهِمْ وَمَعَ النَّبِيِّ ﷺ عَشَرَةُ آلَافٍ وَمِنَ الطُّلَقَاءِ فَأَدْبَرُوا عَنْهُ حَتَّى بَقِيَ وَحْدَهُ فَنَادَى يَوْمَئِذٍ نِدَاءَيْنِ لَمْ يَخْلِطْ بَيْنَهُمَا الْتَفَتَ عَنْ يَمِينِهِ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ قَالُوا لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَبْشِرْ نَحْنُ مَعَكَ ثُمَّ الْتَفَتَ عَنْ يَسَارِهِ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ قَالُوا لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَبْشِرْ نَحْنُ مَعَكَ وَهُوَ عَلَى بَغْلَةٍ بَيْضَاءَ فَنَزَلَ فَقَالَ أَنَا عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ فَانْهَزَمَ الْمُشْرِكُونَ فَأَصَابَ يَوْمَئِذٍ غَنَائِمَ كَثِيرَةً فَقَسَمَ فِي الْمُهَاجِرِينَ وَالطُّلَقَاءِ وَلَمْ يُعْطِ الْأَنْصَارَ شَيْئًا فَقَالَتِ الْأَنْصَارُ إِذَا كَانَتْ شَدِيدَةٌ فَنَحْنُ نُدْعَى وَيُعْطَى الْغَنِيمَةَ غَيْرُنَا فَبَلَغَهُ ذَلِكَ فَجَمَعَهُمْ فِي قُبَّةٍ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ مَا حَدِيثٌ بَلَغَنِي عَنْكُمْ فَسَكَتُوا فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ أَلَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَذْهَبَ النَّاسُ بِالدُّنْيَا وَتَذْهَبُونَ بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ تَحُوزُونَهُ إِلَى بُيُوتِكُمْ قَالُوا بَلَى فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا وَسَلَكَتِ الْأَنْصَارُ شِعْبًا لَأَخَذْتُ شِعْبَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ هِشَامٌ يَا أَبَا حَمْزَةَ وَأَنْتَ شَاهِدٌ ذَاكَ قَالَ وَأَيْنَ أَغِيبُ عَنْهُ

(ایضا)أطرافه 3146، 3147، 3528، 3778، 3793، 4331، 4332، 4333، 4334، 5860، 6762، 7441

حدیثِ انس جسے زہری، ابو تیاح، ہشام بن زید اور قتادہ کے حوالوں سے تخریج کیا قبل ازیں ان میں موجود زیادات زیر

بحث آ چکی ہیں، زہری کی سند میں ان سے راوی ہشام، ابن یوسف صنعانی ہیں، ابوالتیاح کا نام یزید بن حمید تھا، اس سند کے تمام راوی بصری ہیں، اسی طرح طریقِ قتادہ کے بھی، ہشام بن زید حضرت انس کے پوتے تھے ان کی روایت دوطرق سے لائے پہلی از ہرجو ابن سعد سمان ہیں، کے حوالے سے دوسری معاذ بن معاذ جوعنبری ہیں، کے حوالے سے، دونوں عبداللہ بن عون سے راوی ہیں سب بصری ہیں، ابوتیاح کی روایت میں ہے: (لما كان يوم فتح مكة قسم الخ) نسخہِ کشمیہنی میں (بين قريش) ہے یہی اصیلی کے ہاں ہے، قابسی کے نسخہ میں (غنائم قريش) ہے بعض نے (غنائم من قريش) نقل کیا، مگر یہ خطا ہے کیونکہ اس سے وہم ہوتا ہے کہ مکہ فتح ہونے کے بعد غنائمِ قریش تقسیم ہوئیں حالانکہ ایسا نہیں، (يوم فتح مكة) سے مراد (زمان فتح مكة) ہے جس سے مراد یہ سارا سال ہے (یعنی ان غنائم سے مراد قریش سے محصلہ غنائم نہیں، ان پر تو احسان کیا اور ان کی جان و مال سے کچھ تعرض نہ کیا، بلکہ مراد حنین میں محصلہ اموال غنیمت ہیں چونکہ اسی سفرِ فتحِ مکہ میں یہ معرکہ پیش آیا تھا تو اضافت فتحِ مکہ کی طرف کر دی گئی)۔ ابن حجر کے بقول چونکہ حنین غزوہِ مکہ سے ناشئ تھا تو اس کی طرف اضافت کر دی جیسے اس کا عکس بھی گزرا ہے، اسماعیلی کے ہاں وضاحت کر دی گئی ہے وہاں (يريد غنائم هوازن) کے الفاظ بھی شامل ہیں مکہ میں تو کوئی غنیمت نہ تھی جو تقسیم کی جاتی اصل میں ہوازن کی ان غنائم کی تحصیل کا سبب فتحِ مکہ بنا تھا یہیں سے ان کا تجمع سن کر مسلمان ان کی طرف آئے (وگرنہ شائد یہ معرکہ ہوتا ہی نہیں)، قابسی نے ان الفاظ کو غلط قرار دیا اور کہا کہ درست: (في قريش) ہے، ابونعیم نے یہی روایت بحوالہِ ابوسلیمان کجی عن سلیمان بن حرب شیخ بخاری سے نقل کرتے ہوئے یہ الفاظ ذکر کئے ہیں: (لما كان يوم حنين قالت الأنصار والله إن هذا لهو العجب إن سيوفنا تقطر من دماء قريش) تو یہاں کوئی اشکال نہیں۔

قتادہ کی روایت میں ہے :(إن قريشاحديث عهد) صحیحین میں مفرد کا لفظ ہی منقول ہے (یعنی حدیث)، معروف: (حديثو عهد) ہے دمیاطی نے اپنے خط سے (حديثوعهد) لکھا مگر یہ محلِ نظر ہے اسماعیلی کے ہاں (كانوا قريب عهد) ہے۔ (أن أجيزهم) سرخسی اور مستملی کے ہاں (أجيزهم) ہے معاذ کی روایت میں ہے: (عشرة آلاف من الطلقاء) نسخہِ کشمیہنی میں (عشرة آلاف والطلقاء) ہے، یہی اولی ہے کیونکہ طلقاء (یعنی اہل مکہ) دس ہزار کیا اسکا عشرِ عشیر بھی نہ تھے، بعض کے نزدیک واوٗ مقدر ہے ان حضرات کی رائے کے موافق جو حرف عطف مقدر ماننا جائز قرار دیتے ہیں۔ (وقال هشام يا أبا حمزة الخ) یہ اسی سند کے ساتھ موصول ہے۔

(تحوزونه إلى بيوتكم) سب کے ہاں یہی لفظ ہے، جوز سے، البتہ کرمانی کے ہاں (تجيرونه) ہے اس کی تفسیر (تنقذونه) کے ساتھ کی ہے مگر یہ لفظ بھی اور اس کی تفسیر بھی غلط ہے، مسلم اور اسماعیلی نے اسی طریق کے ساتھ یہ الفاظ نقل کئے ہیں: (فتذهبون بمحمد تحوزونه)۔

اسے ترمذی نے (المناقب) اور نسائی نے (الزكاة) میں ذکر کیا ہے۔

4335 - حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ لَمَّا قَسَمَ النَّبِيُّ ﷺ قِسْمَةَ حُنَيْنٍ قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ مَا أَرَادَ بِهَا وَجْهَ اللَّهِ فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَأَخْبَرْتُهُ فَتَغَيَّرَ وَجْهُهُ ثُمَّ قَالَ رَحْمَةُ اللَّهِ عَلَى مُوسَى لَقَدْ أُوذِيَ بِأَكْثَرَ مِنْ هَذَا فَصَبَرَ

ابن مسعود راوی ہیں کہ تقسیم غنیمت کا یہ حال دیکھ کر ایک انصاری نے کہا اس تقسیم کے ساتھ اللہ کی خشنودی کا قصد نہیں کیا گیا، میں نے آپکو اسکی خبر دی تو فرمایا اللہ موسی پر رحم کرے انہیں اس سے بھی زیادہ ایذاء دی گئی مگر صبر کیا

أطرافه 3150، 3405، 4336، 6059، 6100، 6291، - 6336

سفیان سے مراد ابن عیینہ ہیں، اسے مسلم نے (الزکاۃ) میں تخریج کیا۔

4336 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ حُنَيْنٍ آثَرَ النَّبِيُّ ﷺ نَاسًا أَعْطَى الْأَقْرَعَ مِائَةً مِنَ الْإِبِلِ وَأَعْطَى عُيَيْنَةَ مِثْلَ ذَلِكَ وَأَعْطَى نَاسًا فَقَالَ رَجُلٌ مَا أُرِيدَ بِهَذِهِ الْقِسْمَةِ وَجْهُ اللَّهِ فَقُلْتُ لَأُخْبِرَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ رَحِمَ اللَّهُ مُوسَى قَدْ أُوذِيَ بِأَكْثَرَ مِنْ هَذَا فَصَبَرَ.

(سابق) أطرافه 3150، 3405، 4335، 6059، 6100، 6291، 6336-

عبد اللہ بن مسعود کی روایت دو طرق سے لائے ہیں۔ (أعطى الأقرع) یعنی ابن حابس بن عثان بن محمد بن سفیان بن مجاشع تمیمی مجاشعی، بعض کہتے ہیں اصل نام فراس تھا، اقرع لقب تھا (مشہور شاعر فرزدق اسی خاندان کا تھا)۔ (عیینة) ابن حصن بن حذیفہ بن بدر فزاری۔ (و أعطى ناسا) جن کا ذکر مؤلفہ کے تذکرہ میں گزرا، احمد، مسلم اور الدلائل میں بیہقی نے عبایہ بن رفاعہ عن جدہ رافع بن خدیج کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ نبی اکرم نے حنین کے مالِ غنیمت سے مؤلفۃ القلوب کو سو سو اونٹ عطا کیے چنانچہ ابو سفیان بن حرب، صفوان بن امیہ، عیینہ بن حصن، مالک بن عوف، اقرع بن حابس، علقمہ بن علاثہ کو سو سو اونٹ دئے جبکہ عباس بن مرداس کو سو سے کم عطا کئے تو درجِ ذیل اشعار میں اپنے جذبات کا یوں اظہار کیا:

(أ تجعل نهبي و نهب العبيد بين عيينة والأقرع

وما كان حصن ولا حابس يفوقان مرداس في المجمع

وما كنت دون امرئ منهما و من تضع اليوم لا يرفع)

(یعنی میری قدر و قیمت عیینہ و اقرع سے کم نہ تھی جو آپ نے میرا عطیہ ان سے کم رکھا، آپ آج جس کا مرتبہ کم کر دیں گے وہ کبھی پھر رفیع المنزلت نہ ہو سکے گا) یہ اشعار سن کر آپ نے ان کا عطیہ بھی سو اونٹ پورا کر دیا، سیرت ابن اسحاق اور سیرتِ موسی بن عقبہ میں اس ضمن کے کئی مزید اشعار بھی مذکور ہیں۔

(فقال رجل) پہلی روایت میں اسے انصاری بتلایا گیا ہے واقدی ذکر کرتے ہیں کہ یہ معتب بن قشیر تھا جس کا تعلق بنی عمرو بن عوف سے تھا اور منافقین میں سے ہے ان کی اس بات سے مغلطائی کا رد ہوتا ہے جو لکھتے ہیں کہ صرف اسی روایت میں اسکی نسبت انصاری پڑھی ہے کسی اور نے یہ ذکر نہیں کیا وہ قطعیت و جزم کے ساتھ اس قائل کا نام حرقوص بن زہیر سعدی بتلاتے ہیں، ان کی پیروی میں ابن ملقن نے بھی یہی لکھ دیا مگر یہ غلط ہے، حرقوص کا قصہ اس سے مختلف ہے آگے حدیثِ ابو سعید خدری میں اس کا بیان آئے گا۔

(فتغير وجهه) واقدی کی روایت میں ہے کہ آنجناب کی آزردگی دیکھ کر مجھے ندامت ہوئی کہ کیوں آپ کو خبر دی۔ (رحمة الله على موسى) اس بابت کچھ تذکرہ احادیث الأنبیاء میں گزر چکا ہے۔

مولانا انور (ما أريد بهذه القسمة وجه الله) کے تحت لکھتے ہیں یہ کلمہ کفر ہے لیکن چونکہ اس کا قائل منافق تھا اور نبی

اکرم نے طے کیا ہوا تھا کہ منافقین کو قتل نہ کریں گے لہذا اس سے اغماض برتا، تکوین وتشریع کے حوالے سے اس بابت کچھ بحث گزری ہے آنجناب نے خبر دی کہ اس کی نسل سے لوگ ظہور پذیر ہوں گے جو قرآن تو پڑھیں گے مگر۔ الخ جیسے بخاری کے ص ۶۲۴ جلد دوم (مطبوعہ ہندو پاک) میں ہے تو مناسب خیال نہ کیا کہ اپنے ہاتھوں قتل کرائیں یہ بخلاف اس بات کے ہے جو بعض انصاری صحابہ نے کہی کہ اللہ رسول کی مغفرت کرے قریش کو دے رہے ہیں اور ہمیں چھوڑ دیا جبکہ ہماری تلواریں ان کے خون سے لتھڑی ہوئی ہیں، یہ صرف إساءت فی التعبیر ہے (یعنی اندازِ بیان کی غلطی اور نا مناسبت) صحتِ عقیدہ موجود ہے دراصل یہ بات غیرت کے جذبات کے تحت کہی، وہ سمجھے کہ شائد آپ قریش کو ان پر ترجیح دیتے ہوئے ایسا کر رہے ہیں رقابت میں آدمی کبھی اس قسم کا اندازِ بیان اختیار کر لیتا ہے اگرچہ حضرۃ النبوۃ میں یہ کہنا بھی غلطی ہے لیکن کبھی انسان غیر ارادی طور پر بھی اس قسم کی غلطی کر بیٹھتا ہے (یعنی سبقتِ لسانی کی قبیل سے ہے) اسے احساس وادراک ہی نہیں ہوتا کہ کیا کہہ رہا ہے، مزید تفصیل میرے رسالہ إکفار الملحدین میں دیکھی جا سکتی ہے، اگر کہا جائے کہ اگر صحابہ میں مخلصین ومنافقین باہم اتنے خلط ملط تھے کہ تمیز دشوار تھا تو یہ دینی امور ومسائل جو ہم تک پہنچے، انکی کیا حیثیت ہو؟ جواب یہ ہے کہ نبی اکرم اور کئی صحابہ بھی ان منافقین سے بخوبی واقف تھے (پہلے ذکر گزرا کہ بطورِ خاص حضرت حذیفہ کو تمام منافقین کے اسماء ازبر کرائے تھے) مگر مصلحۃً ان کا افشائے راز نہ کیا، ان کا حساب اللہ پر چھوڑ دیا گیا (أقبلت هوازن بنعمهم) کے تحت کہتے ہیں عربوں کی یہی عادت تھی کہ جنگوں میں اپنے جانوروں سمیت جاتے تا کہ وہاں ان کے دودھ سے استفادہ ہو۔

57 - باب السَّرِيَّةِ الَّتِي قِبَلَ نَجْدٍ (جانبِ نجد ایک سریہ)

غزوہِ طائف کے بعد اس کا ذکر کیا ہے جبکہ اہلِ مغازی نے اس کا تذکرہ فتح مکہ سے قبل کیا، بقول ابن سعد شعبان سن آٹھ میں تھا کئی نے تو جنگِ مؤتہ سے قبل اسے درج کیا، مؤتہ جیسا کہ ذکر ہوا اس برس ماہِ جمادی میں تھا، ان کے بیان کے مطابق ابو قتادہ اس سریہ کے امیر تھے اور مجاہدین کی تعداد پچیس افراد تھی، غطفان کے علاقہ سے دوسو اونٹ اور دو ہزار بکریاں ہاتھ آئیں، سریہ کا اصل معنی ہے رات کے وقت نکلنا جبکہ ساریہ دن کے وقت نکلنے پر بولا جاتا ہے بعض نے اس کی وجہِ تسمیہ یہ بتلائی ہے کہ چونکہ اس کا ذہاب مخفی ہوتا تھا (یعنی ایک خفیہ مہم ہوتی تھی) اس کا اقتضاء ہے کہ اسے سرّ سے مشتق قرار دیا جائے مگر مادہ مختلف ہونے کی وجہ سے یہ بات درست نہیں، لشکر کی ایک جماعت جس کی تعداد ایک سے پانچ سو یا زیادہ تک ہو، کو کہتے ہیں اگر آٹھ سو سے زائد ہو جائیں تو جیش کا لفظ استعمال ہوتا ہے، پانچ تا آٹھ سو کا درمیانی لشکر ہبطہ، اور تعداد اگر چار ہزار سے بڑھ جائے تو جحفل، اس سے بھی زیادہ تعداد جیشِ جرار کہلاتی تھی خمیس ایک بڑے لشکر کو کہتے ہیں سریہ سے جو مفترق ہو، اسے بعث کہا جاتا تھا دس یا کم افراد کی کوئی مہم حفیرہ کہلاتی تھی، چالیس افراد پر مشتمل مہم کو عصبہ کہتے ہیں کتیبہ کا لفظ ایسے لشکر پر بولا جاتا تھا جو مجتمع ہو، منتشر نہ ہو۔

4338 - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ سَرِيَّةً قِبَلَ نَجْدٍ فَكُنْتُ فِيهَا فَبَلَغَتْ سِهَامُنَا اثْنَيْ عَشَرَ بَعِيرًا وَنُفِّلْنَا بَعِيرًا بَعِيرًا فَرَجَعْنَا بِثَلاَثَةَ عَشَرَ بَعِيرًا. (ترجمہ کیلئے جلد چہارم ص: ٦١٨) طرفه 3134 -

حدیثِ ہذا کی شرح فرض الخمس میں گزر چکی ہے۔ سید انور (ونفلنا بعيرا بعيرا) کے تحت لکھتے ہیں کہ اس نفل (یعنی انعام) کی بابت اختلاف کیا گیا ہے کہ خمس میں سے تھا یا کل غنیمت سے؟ ہمارے ہاں اس غنیمت سے جو ابھی دارالاسلام منتقل نہیں کی گئی ، کسی کو انعام دینا جائز ہے بعد ازاں صرف خمس کے مال سے ہی تنفیل جائز ہوگا، جو اسے خمس پر مقصور کرتا ہے وہ ایک دشوار اونٹ پر سوار ہے، کہتے ہیں حافظ نے العدد المجموع کے بیان کا اہتمام کیا، شائد طریقِ حساب سے نکالا وگرنہ میرے حسبِ علم کسی روایت میں اس کی صراحت نہیں ہے۔

58 - باب بَعْثِ النَّبِيِّ ﷺ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ إِلَى بَنِي جَذِيمَةَ (حضرت خالد کی بنی جذیمہ کی طرف مہم)

(بني جذيمة) یعنی ابن عامر بن عبد مناۃ بن کنانہ، کرمانی کو وہم لگا جب جذیمہ بن عوف بن بکر بن عوف لکھ دیا جو عبدِ قیس کا ایک قبیلہ ہے یہ مہم فتح مکہ کے فوراً بعد حنین کی طرف جانے سے قبل تھی تمام اہل مغازی نے یہی لکھا ہے، بنی حذیمہ اسفلِ مکہ کی جانب یلملم کی جہت آباد تھے، ابن سعد ذکر کرتے ہیں کہ نبی اکرم نے تین سو پچاس مہاجرین و انصار کی ایک جماعت پر حضرت خالد کو قائد بنا کر لڑائی کی مہم پر نہیں بلکہ تبلیغِ اسلام کی مہم پر بھیجا تھا۔

4339 - حَدَّثَنِي مَحْمُودٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ وَحَدَّثَنِي نُعَيْمٌ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ إِلَى بَنِي جَذِيمَةَ فَدَعَاهُمْ إِلَى الإِسْلاَمِ فَلَمْ يُحْسِنُوا أَنْ يَقُولُوا أَسْلَمْنَا فَجَعَلُوا يَقُولُونَ صَبَأْنَا صَبَأْنَا فَجَعَلَ خَالِدٌ يَقْتُلُ مِنْهُمْ وَيَأْسِرُ وَدَفَعَ إِلَى كُلِّ رَجُلٍ مِنَّا أَسِيرَهُ حَتَّى إِذَا كَانَ يَوْمٌ أَمَرَ خَالِدٌ أَنْ يَقْتُلَ كُلُّ رَجُلٍ مِنَّا أَسِيرَهُ فَقُلْتُ وَاللَّهِ لاَ أَقْتُلُ أَسِيرِي وَلاَ يَقْتُلُ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِي أَسِيرَهُ حَتَّى قَدِمْنَا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَذَكَرْنَاهُ فَرَفَعَ النَّبِيُّ ﷺ يَدَهُ فَقَالَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَبْرَأُ إِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ خَالِدٌ مَرَّتَيْنِ .طرفه 7189-

سالم اپنے والد (ابن عمر) سے راوی ہیں کہ نبی پاک نے حضرت خالد کو بنی جذیمہ کی طرف بھیجا، خالد نے انہیں دعوتِ اسلام دی انہوں جواب میں ۔أسلمنا۔ کی بجائے ۔ صبأنا۔ کہا اس پر حضرت خالد نے انہیں قتل کرنا اور قیدی بنانا شروع کیا، لشکر کے ہر سپاہی کے حوالے ایک قیدی کیا، ایک دن حکم جاری کیا کہ ہر سپاہی اپنا قیدی قتل کر دے میں نے کہا واللہ میں اور میرے ساتھی تو اپنے قیدیوں کو قتل نہ کریں گے حتی کہ ہم نبی اکرم ۔ کے پاس آئے اور یہ معاملہ آپ کے گوش گزار کیا، ساری روداد سن کر آپ نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور دو دفعہ فرمایا اے اللہ میں خالد کے اس فعل سے اظہارِ براءت کرتا ہوں۔

شیخ بخاری ابن غیلان ہیں، دوسرے شیخ نعیم سے مراد ابن حماد ہیں جبکہ عبد اللہ، ابن مبارک ہیں اسماعیلی کی روایت سے دلالت ملتی ہے کہ سیاقِ حدیث ابن مبارک کا ہے۔ (بعث النبی ﷺ الخ) ابن اسحاق ذکر کرتے ہیں مجھے حکیم بن عباد نے ابو جعفر الباقر سے بیان کیا کہ حضرت خالد کی یہ مہم برائے قتال نہیں بلکہ برائے تبلیغ تھی۔ (فلم يحسنوا أن يقولوا الخ) ابن عمر کے اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ سمجھے کہ بنی جذیمہ کی یہ لفظ بولنے سے مراد حقیقۃً اسلام ہی تھا، اس کی تائید اس امر سے بھی ملتی ہے کہ قریش مسلمان

ہونے والے کی بابت (صبأ) کا لفظ بولا کرتے تھے جس سے مسلمانوں کی نسبت یہ لفظ عربوں میں خاصہ مشہور ہو گیا تھا، وہ اس کا مقامِ ذم میں اطلاق کرتے تھے اسی لئے ثمامہ بن اثال مسلمان ہو کر جب عمرہ کرنے مکہ گئے تو ان سے کہا: (صبأت) وہ بولے نہیں (بل أسلمت) چونکہ أسلمت کی بجائے کافی حلقوں میں (صبأت) کا لفظ مشہور تھا تو ان لوگوں نے بھی یہی کہا جس سے حضرت خالد کو زبردست غلط فہمی پیدا ہوئی انہوں نے اسے محمول علی الظاہر کیا چنانچہ خالد نے اس پر اکتفاء نہ کیا بلکہ اصرار و مطالبہ کیا کہ (أسلمنا) کہیں بقول خطابی خالد ان کے لفظِ اسلام سے عدول کو سمجھے کہ علی سبیل الأنفت ایسا کر رہے ہیں دائرۂ اسلام میں نہیں آئے تو اسی سوئے تناظر میں ان کا قتل عام کر دیا۔

(فجعل خالد یقتل الخ) کلامِ ابن سعد سے مترشح ہوتا ہے کہ انہیں قیدی بنانے کا حکم دیا چنانچہ قیدی بنائے، (فکتف بعضھم بعضا) اور انہیں اپنے اصحاب پر مفرق کر دیا، تطبیق یہ ہوگی کہ محاربت کے بعد اپنا آپ مجاہدین کے حوالے کر دیا۔

(إلی کل رجل منا الخ) یعنی اس سریہ میں شریک حضرات میں سے ہر ایک کے ذمے ایک قیدی لگا دیا، باقر کی روایت میں ہے کہ ان سے کہا ہتھیار پھینک دو، اب تو لوگ مسلمان ہو چکے ہیں انہوں نے ہتھیار پھینک دئے تب انہیں قیدی بنا لیا اور تلواروں کے سپرد کر دیا۔ (حتی إذا کان یوم) یوم منون ہے یعنی (یوم من الأیام) کان تامہ ہے ابن سعد کی روایت میں ہے کہ سحر کے وقت حضرت خالد نے اعلان کرایا ہر شخص اپنے اسیر کو قتل کر ڈالے۔ (فقلت واللہ لا أقتل الخ) ابن سعد کی روایت میں ہے کہ ان کے حکم پر بنی سلیم کے افراد نے تو اپنے قیدی قتل کر دئے مگر مہاجرین وانصار نے قیدیوں کو چھوڑ دیا۔ (اللھم إني أبرأ الخ) خطابی لکھتے ہیں یہ اس وجہ سے کہ حضرت خالد نے عجلت کا مظاہرہ کیا اور پوری طرح تحقیق و تثبیت نہ کی کہ (صبأنا) کہنے سے ان کی کیا مراد ہے۔ (مرتین) ابن عسکر کی عبد الرزاق سے روایت میں (أو ثلاثة) بھی ہے اسے اسماعیلی نے تخریج کیا باقیوں کے ہاں (ثلاث مرات) ہے محمد الباقر کی روایت میں ہے پھر حضرت علی کو حکم دیا کہ ان لوگوں کے ہاں جائیں اور امرِ جاہلیت اپنے قدموں تلے روند ڈالیں چنانچہ انہوں نے موقع پر پہنچ کر سب مقتولوں کی دیت ادا کی، ابن ہشام زیادات السیرۃ میں لکھتے ہیں کہ ان کے ایک شخص نے خدمتِ نبوی میں حاضر ہو کر سارا واقعہ سنایا آپ نے پوچھا کیا کسی نے خالد کے موقف پر اعتراض بھی کیا تھا؟ انہوں نے اثبات میں جواب دیتے ہوئے ابن عمر و سالم مولی ابو حذیفہ اور دیگر کا حوالہ دیا، ابن اسحاق ابو حدرد اسلمی سے ناقل ہیں کہ میں بھی اس سریہ میں شامل تھا تو مجھے بنی جذیمہ کے ایک نوجوان جس کے ہاتھوں کو اس کی گردن کے ساتھ ایک رسی سے باندھا ہوا تھا، نے کہا اے جوان کیا اس رسی کو پکڑ کر مجھے ان عورتوں کے پاس لے جا سکتے ہو؟ میں نے کہا ہاں تو ان کے پاس لے گیا وہاں پہنچ کر گویا ہوا: (أسلمي حبیش قبل نفاد العیش) پھر کئی اشعار پڑھے جن میں یہ شعر بھی تھا:

(أریتك إن طالبتکم فوجدتکم بحلیة أو أدرکتکم بالخوانق)

تو ایک خاتون بولی: (و أنت نُجّیتَ عشرا وتسعا وترا وثمانیا تتری)۔ (یعنی تم ہمیشہ سلامت رہو) کہتے ہیں پھر میں نے اس کی گردن اڑا دی تو وہ خاتون اس پر گر پڑی، مسلسل بوسے دیتی رہی حتی کہ اسی عالم میں اس کی جان نکل گئی، نسائی نے اور الدلائل میں بیہقی نے بھی ابن عباس کے حوالے سے یہ قصہ نقل کیا، اس میں ہے کہ یہ نوجوان کہنے لگا میں بنی جذیمہ میں سے نہیں ہوں میں تو ان کی ایک خاتون کا عاشق ہوں تو مجھے مہلت دو کہ اسے ایک نظر دیکھ سکوں، اس میں ہے کہ اس کے قتل کے بعد اس کی معشوقہ نے

اپنا آپ اس پر گرا دیا، ایک یا دو ہچکیاں لیں اور دم توڑ دیا، آنجناب کو یہ واقعہ سنایا تو سخت آزردہ ہوئے اور فرمایا:(أما كان فيكم رجل رحيم؟) کیا تم میں کوئی بھی رحمدل شخص نہ تھا؟

علامہ انور (صبأنا) کے تحت لکھتے ہیں اس کا معنی ہے کہ ہم اپنے دین سے خارج ہوئے اوائل کتاب میں صابئین کی بحث گزری ہے حافظ ابن تیمیہ کو اس بارے بھول لگی شرحِ آیت میں بھی سہو کا شکار بنے، جیسا کہ پہلے ذکر کیا، جصاص نے أحکام القرآن میں اصابتِ رائے دی ہے، (اللهم إني أبرأ الخ) کے تحت لکھتے ہیں یہ اس لئے تا کہ اپنا عذر بارگاہِ الٰہی میں پیش کریں تا کہ اللہ کے عذاب سے مُنقذ ہوں اگر اس فعل کی پاداش میں من حیث المجموع عذاب آتا ہو والعیاذ باللہ، کیونکہ اہلِ ایمان کا قتل ہوا، یہی ایک خائف، مشفق اور مبتہل کا فعل ہے، جو مغتر ہے وہ مطمئن اور بے پرواہ رہتا اور تمنی علی اللہ کا ارتکاب کرتا ہے پھر آنجناب نے حضرت علی کو ان کی طرف بھیجا جنہوں نے ہر مقتول کی نصف دیت ادا کی، میرے نزدیک یہ ایک مصالحانہ روش کے بطور تھا انہوں نے اگرچہ آنجناب سے اس کا مطالبہ نہ کیا تھا، مگر آپ نے ان کا ہدر دم مناسب خیال نہ کیا، حکایت کے عنوان سے لکھتے ہیں ان کا ایک رجلِ تائِہ (یعنی عاشق مزاج) رات بھر ایسے اشعار کہتا رہا جن میں باور کراتا تھا کہ صبحدم وہ قتل کیا جانے والا ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا آپ نے اس کا واقعہ سن کر فرمایا تھا اس پر ترس کیوں نہ کھایا؟ کہتے ہیں شائد اس کا عشق مبنی بر معصیت نہ تھا۔

59 - باب سَرِيَّةُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حُذَافَةَ السَّهْمِيِّ وَعَلْقَمَةَ بْنِ مُجَزِّزٍ الْمُدْلِجِيِّ

(عبداللہ بن حذافہ سہمی اور علقمہ کا سریہ)

وَيُقَالُ إِنَّهَا سَرِيَّةُ الْأَنْصَارِي ، اسے سریہ انصاری بھی کہا جاتا ہے

بقول ابن حجر اصلِ ترجمہ کی اس عبارت کے ساتھ احمد وابن ماجہ کی عمر بن حکم عن ابی سعید کے طریق سے ایک روایت جسے ابن خزیمہ ابن جبان اور حاکم نے صحیح قرار دیا، کی طرف اشارہ کیا ہے اس میں ہے کہ نبی اکرم نے علقمہ بن مجزز کی قیادت میں ایک مہم بھیجی میں بھی اس میں شامل تھا، ابھی راستے میں تھے کہ جیش کے ایک حصہ کی قیادت عبد اللہ بن حذافہ سہمی کو سونپی جو اصحابِ بدر میں سے تھے، مزاحیہ سے آدمی تھے، ابن سعد نے اسی سیاق کے ساتھ یہ قصہ نقل کیا ہے، لکھتے ہیں اس کا باعث یہ بنا نبی اکرم کو خبر ملی کہ حبشہ سے آنے والے کچھ لوگوں کو اہلِ جدہ نے دیکھا ہے تو ربیع الثانی ۹ ھ میں تین سو افراد کے ہمراہ علقمہ کو روانہ کیا یہ مہم ایک سمندری جزیرہ تک جا پہنچی (گویا سمندری جہاد کا آغاز عہدِ نبوی میں ہی ہو گیا تھا) انہیں دیکھ کر وہ بھاگ کھڑے ہوئے واپسی میں کچھ لوگوں نے اپنے اہل وعیال کی طرف آنے میں تعجل کا مظاہرہ کیا تو انہی پر عبد اللہ بن حذافہ ناراض ہوئے اور مذکورہ حکم دیا، ابن اسحاق لکھتے ہیں اس قصہ کا سبب یہ بنا کہ وقاص بن مجزز ذی قرد کے دن مقتول ہوئے تھے ان کے بھائی علقمہ اپنے بھائی کا انتقام لینا چاہتے تھے تو نبی اکرم نے اس غرض کے لئے تین سو کی جمعیت کے ساتھ انہیں روانہ کیا، ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں کہ یہ بیان ابن سعد کے ذکر کردہ سبب اور پسِ منظر کے مخالف ہے البتہ ممکن ہے دونوں اغراض مدِ نظر رہی ہوں (اسی لئے لشکر کا ایک حصہ علقمہ اور دوسرا حصہ عبد اللہ بن حذافہ کی قیادت میں دیا)

ابن سعد نے اس سریہ کو سن نو کے ربیع الآخر میں ذکر کیا ہے ، جہاں تک ترجمہ کا یہ جملہ ہے:(ويقال إنها سرية الأنصاري) تو اس کے ساتھ یہ اشارہ مقصود ہے کہ تعددِ قصہ ہونا بھی محتمل ہے ، کہتے ہیں اختلاف سیاق اور اسمِ امیر کے فرق سے مجھے

بھی یہی لگتا ہے، کئی ایک طرح سے تطبیق بھی ممکن ہے مگر یہ امر اسے بعید کرتا ہے کہ عبد اللہ بن حذافہ سہمی مہاجر قرشی ہیں ان کا سریہ (سرية الأنصاری) کیسے کہلا سکتا ہے؟ ابن حذافہ کے نسب کا تذکرہ کتاب العلم میں گزرا ہے البتہ انصاری کا لفظ یہاں معنائے اعم کے اعتبار سے بھی ممکن ہے کہ انہوں نے نبی پاک کی مدد ونصرت کی، ابن قیم بھی تعدد کی طرف مائل ہیں، ابن جوزی کی رائے ہے کہ (من الأنصار) کسی راوی کا وہم ہے وہ تو سہمی ہیں، اس کی تائید مسند احمد کی آیتِ قرآنی: (يَا أَيُّهَاالَّذِيْنَ آمَنُوْا أَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ أَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ أُولِي الْأَمْرِمِنْكُمْ) کی بابت حدیثِ ابن عباس سے ہوتی ہے جس میں ہے کہ اس کا نزول عبد اللہ بن حذافہ بن قیس بن عدی کے بارہ میں ہوا جنہیں رسولِ خدا نے ایک سریہ کا امیر بنا کر بھیجا تھا، یہ تفسیر سورۃ النساء میں آئے گی، شعبہ نے اسے زبید یامی عن سعد بن عبیدہ سے روایت کرتے ہوئے (رجلا) کا لفظ نقل کیا نہ تو نام اور نہ انصاری کی نسبت ذکر کی، اسے مصنف نے خبر الواحد میں تخریج کیا ہے۔

مجزز کو زائے اول کی زیر اور زبر کے ساتھ، دونوں طرح پڑھا گیا ہے مگر اول اصوب ہے، عیاض کہتے ہیں اکثر رواۃ نے مُحرِز نقل کیا ہے، قابسی نے جیم اور دو زاء کے ساتھ لکھا یہی درست ہے بقول ابن حجر کرمانی نے غرابت کا مظاہر کرتے ہوئے جیم اور راءِ مشدد کے ساتھ لکھا اس پر زبر اور زیر دونوں پڑھی ہیں، یہ بالکل غلط ہے، یہ تو اس ولدِ قائف کا نام ہے جس کا ذکر کتاب النکاح کی حدیثِ عائشہ میں زید اور اسامہ کے اقدام کے ضمن میں آئے گا (صفۃ النبی میں بھی یہ روایت گزری ہے) جبکہ علقمہ صحابی ابن صحابی ہیں۔

4340 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي سَعْدُ بْنُ عُبَيْدَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ سَرِيَّةً فَاسْتَعْمَلَ رَجُلاً مِنَ الْأَنْصَارِ وَأَمَرَهُمْ أَنْ يُطِيعُوهُ فَغَضِبَ فَقَالَ أَلَيْسَ أَمَرَكُمُ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ تُطِيعُونِي قَالُوا بَلَى قَالَ فَاجْمَعُوا لِي حَطَبًا فَجَمَعُوا فَقَالَ أَوْقِدُوا نَارًا فَأَوْقَدُوهَا فَقَالَ ادْخُلُوهَا فَهَمُّوا وَجَعَلَ بَعْضُهُمْ يُمْسِكُ بَعْضًا وَيَقُولُونَ فَرَرْنَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ مِنَ النَّارِ فَمَا زَالُوا حَتَّى خَمَدَتِ النَّارُ فَسَكَنَ غَضَبُهُ فَبَلَغَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ لَوْ دَخَلُوهَا مَا خَرَجُوا مِنْهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ . طرفاه 7145، 7257-

حضرت علی راوی ہیں کہ نبی اکرم نے ایک انصاری کے زیرِ قیادت ایک سریہ روانہ کیا اور ہدایت فرمائی کہ اپنے امیر کی اطاعت کریں، ایک موقع پہ امیرِ سریہ کسی وجہ سے غضبناک ہو گئے تو لشکریوں سے کہا کیا نبی پاک نے تمہیں میری اطاعت کا حکم نہیں دیا؟ کہا کیوں نہیں، کہا پھر ایسا کرو کہ لکڑیاں جمع کرو انہوں نے جمع کیں، کہا آگ جلاؤ، آگ جلائی تو حکم دیا اس میں کود پڑو، یہ سن کر لوگ ایک دوسرے کو روکنے لگے اور کہا اس آگ سے بچنے کی خاطر تو نبی پاک کا دامن پکڑا ہے، اسی اثناء آگ بجھ گئی اور امیر کا غصہ بھی فرو ہو گیا، نبی پاک کو جب اس معاملہ کا علم ہوا تو فرمایا اگر وہ آگ میں کود پڑتے تو قیامت تک اس سے نکل نہ پاتے، اطاعت صرف معروف احکامات میں ہے۔

عبد الواحد سے مراد ابن زیاد جبکہ ابو عبد الرحمٰن، سلمہ ہیں۔ (فغضب) حفص کی اعمش سے روایت میں (فغضب علیه) ہے یہ الأحکام میں آئے گی، مسلم کی روایت میں ہے: (فأعضبوه فی شیء)۔(فقال أوقدوا نارا) حفص کی روایت میں یہ الفاظ

ہیں:(فقال عزمت علیکم لماجمعتم حطبا وأوقدتم نارا ثم دخلتم فیھا) کہ میرا فیصلہ ہے کہ ایندھن اکٹھا کر کے آگ جلاؤ اور اس میں داخل ہو جاؤ، یہ حدیثِ ابوسعید کے مخالف ہے جس میں ہے کہ لوگوں نے آگ تو کھانا پکانے یا سینکنے کے لئے جلائی ہوئی تھی اسی آگ میں کود پڑے کا حکم دیا۔

(فھموا وجعل بعضھم الخ) حفص کی روایت میں ہے داخل ہونے کا رادہ کرلیا اور ایک دوسرے کو دیکھنے لگے، ابن جریر کی ابومعاویہ عن اعمش سے روایت میں ہے کہ ایک نوجوان بولا داخل ہونے میں جلدی نہ کرو، زبیر کی سعد بن عبیدہ سے روایت میں ہے کچھ نے آگ میں دخول کا ارادہ بنالیا، دوسروں نے کہا آگ سے تو ہم بھاگے ہیں۔(فما زالوا حتی خمدت الخ) حفص کی روایت میں ہے:(فبینماھم کذلك إذخمدت النار) خمدت میم مفتوح کے ساتھ ہے مطرزی نے اس پر زیر بیان کی ہے۔

(فبلغ النبی) روایتِ حفص میں ہے واپسی پر یہ واقعہ آنجناب کو سنایا۔ (ماخرجوا منھا إلی یوم القیامۃ) حفص کی روایت میں ہے:(ماخرجو امنھا أبدا) زبید کی روایت میں ہے کہ روزِ قیامت تک اسی میں رہتے، یعنی اس میں دخول معصیت ہے اور عاصی مستحقِ نار ہے، یہ مراد ہونا بھی محتمل ہے کہ اگر (مستحلین لھا) (یعنی اسے حلال سمجھتے ہوئے) داخل ہوتے تو کبھی باہر آنا نصیب نہ ہوتا، اس پر عبارت میں انواعِ بدیع (بدیع فنِ بلاغت میں سے ہے) کی ایک نوع ہے جسے استخدام کہتے ہیں کیونکہ آپ کے فرمان:(لو دخلو ھا) میں ضمیر کا مرجع وہ آگ ہے جسے انہوں نے جلایا تھا جبکہ اگلے جملہ (ما خرجوا منھا) میں ضمیر کا مرجع نارِ آخرت ہے کیونکہ قتلِ نفس کی نہی کی خلاف ورزی کے مرتکب ہوئے ہوتے ، یہ بھی محتمل ہے کہ۔اور یہی ظاہر ہے۔ضمیر اسی آگ کے لئے ہو جو جلائی گئی یعنی ان کا گمان ہوتا کہ چونکہ (اگر داخل ہوتے) امیر کا حکم بجا لاتے ہوئے اس میں داخل ہوئے ہیں لہذا یہ انہیں نقصان نہ پہنچائے گی مگر نبی اکرم نے وضاحت فرمائی کہ اگر ایسا کرتے تو قیامت تک باہر نہ نکل سکتے یعنی وہ انہیں جلا مارتی۔

(الطاعۃ فی المعروف) حفص کی روایت میں(إنما) بھی ہے زبید کی روایت میں ہے کہ فرمایا:(لا طاعۃ فی معصیۃ) مسلم کی روایت جو اسی طریق سے ہے، میں ہے کہ ممتنعین (یعنی وہ حضرات جنہوں نے امیر کے حکم کے جواب میں کہا اس آگ سے نجات کے لئے تو ہم مسلمان ہوئے ہیں اب اس میں کیوں پڑیں) کی تعریف فرمائی:(قولا حسنا) حدیثِ ابوسعید میں ہے جو تمہیں معصیت کا حکم دے اس کی اطاعت نہ کرو (اس کی روشنی میں تمام سرکاری وغیر سرکاری ،فوجی وغیرفوجی ملازمین کو چاہئے کہ غیر شرعی وغیر قانونی احکام ماننے سے انکار کردیا کریں)۔

حدیث کے منجملہ مسائلِ مستنبطہ میں سے یہ بھی ہے کہ حالتِ غضب میں حکامِ بالا کے دئے گئے احکام میں سے وہی قابلِ نفاذ وعمل ہوں گے جو مخالفِ شرع نہیں، یہ کہ غصہ سے عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے یہ کہ اطاعت کا امرِ مطلق تمام احوال (وتمام احکام) کو شامل نہیں کیونکہ آنجناب کا روانہ کرتے وقت انہیں حکم تھا کہ امیر کی اطاعت کرنی ہے انہوں نے اسے حالِ عموم حتی کہ حالتِ غضب میں صادر کئے گئے احکام پر بھی محمول سمجھا اور امرِ معصیت کو بھی اس میں شامل سمجھا تو واپسی پر یہ واقعہ سن کر آپ نے تبیین فرمائی کہ اطاعتِ امیر کا وہ حکم اس امر پر مقصور تھا کہ معصیت کا کوئی حکم نہ ہو، اس مسئلہ کی مزید تفصیل وتوضیح کتاب الأحکام میں آئے گی، اس حدیث سے استنباط کرتے ہوئے شیخ ابومحمد بن ابوجمرہ نے لکھا ہے کہ کبھی ایسا نہ ہوگا کہ تمام امت غلطی پر مجتمع ہو جائے، کیونکہ اس سریہ میں شامل صحابہ کرام دوگروہوں میں منقسم ہوئے ایک نے دخولِ نار کرنا چاہا اور اسے اطاعتِ خیال کیا، بعض حقیقتِ امر کو سمجھ گئے کہ اطاعتِ امیر کا حکم

نبوی اس صورت میں ہے کہ امیر معصیت کا کوئی حکم نہ دے تو ان کا یہ باہمی اختلاف سبھی کے لئے رحمت کا سبب بنا، کہتے ہیں اس سے ثابت ہوا کہ صادق النیت شخص ہمیشہ خیر ہی پاتا ہے اگر کبھی شر کا قصد بھی کر لے تو اللہ اسے اس سے پھیر دیتا ہے اسی لئے بعض اہلِ معرفت کا قول ہے: (مَن صدق مع الله وقاه الله ومن توكلَ علَى الله كَفاه الله) (یعنی جو اللہ کے ساتھ صدقِ نیت سے رہتا ہے اللہ اسے ہمیشہ بچا لیتا ہے اور جو اس پر توکل کرے اللہ اس کے لئے کافی ہے)، حدیث سے قیاس واجتہاد بروئے کار لانا بلکہ اس کی برکت وفضیلت بھی ثابت ہوئی وگرنہ اس آگ میں اگر داخل ہو جاتے تو بفرمانِ نبوی سخت عذاب کا شکار بنتے۔

شاہ انور حدیث کے الفاظ (لو دخلوها ما خرجوا الخ) کے تحت رقم طراز ہیں یہ اس لئے کہ ان کا فعل قطعی البطلان ہوتا، لکھتے ہیں تم جانتے ہو اگر محل (ومقام) وہ ہو صالح للاجتھاد ہے تو شارع اس پر تعنیف نہیں فرماتے لیکن اگر معاملہ ظاہر ہو پھر کوئی تساہل کا شکار بنے تو اس پر زجر وتوبیخ اور اظہارِ غضب ہوتا ہے جیسے یہاں ہوا، یہ قاتلِ نفس کی بابت جو ذکر کیا، کی نظیر ہے کہ وہ اسی آلہ کے ساتھ (جس کے ساتھ خودکشی کی) روزِ قیامت تک معذَب بنا رہے گا اور اس کے حق میں جو تخلید مذکور ہے اس سے مراد قیامت تک کی تخلید ہے یعنی وہ قبر سے دوبارہ اٹھائے جانے تک یہی کرتا رہے گا (آگے جو اس کا فیصلہ ہو) ترمذی کا جب اس حدیث سے گزر ہوا تو اس صحیح حدیث کو معلول قرار دے ڈالا کیونکہ تخلید فی النار اہلِ سنت والجماعت کا موقف نہیں، حدیث میں صراحت سے وہ بات مذکور ہے جو میں نے بیان کی تو یہ صحابہ اگر امیر کے کہنے پر آگ میں داخل ہو جاتے تو گویا خودکشی کے مرتکب ٹھہرتے اور حدیث میں ہے کہ پھر قیامت تک اس سے باہر نہ نکل سکتے تو یہی تخلید ہے بعبارتِ دیگر تخلید راجع إلی فعلہ تھی جسے إلی نفسہ مصروف کر لیا تو اس تعبیر کا لطفِ معنی یہ ہے کہ یہ تعذیب عالمِ برزخ کے ساتھ مختص ہے جب وہ منقطع ہوگا اور آخرت قائم ہوگی تو ان کی یہ تعذیب بھی ختم ہو جائے گی، اگر قیامِ برزخ کے باوجود ان کا یہ عذاب منقطع ہوتا تو ہماری اس بات کے مناقض ہوتا اب ایسا نہیں، ترمذی جیسے حضرات مرادِ حدیث کا ادراک نہ کر سکے تو محتاجِ تاویل ہوئے، آگے اس کی مزید نظائر وشواہد ذکر ہوں گی، مولانا بدر عالم حاشیہ میں رقمطراز ہیں کہ مسند احمد کی حدیثِ یعلی بن مرہ اس کی نظیر ہے، کہتے ہیں آنجناب کو سنا فرماتے ہیں جس نے ایک شبر زمین از رہِ ظلم غصب کی اللہ اسے مکلّف کرے گا کہ اب اسے کھودتا رہے حتی کہ ساتوں زمینوں کی تہہ تک جا پہنچے پھر اسے طوق بنا کر قیامت تک اس کی گردن میں ڈال دے گا حتی کہ لوگوں کے مابین فیصلہ کر دیا جائے اسی طرح ترمذی کی قدر کے بارہ میں ایک حدیثِ طویل میں ہے کہ اللہ نے سب سے اول قلم کو پیدا فرمایا اور حکم دیا لکھو اس نے پوچھا کیا لکھوں؟ فرمایا: (اكتب القدر ما كان وما هو كائن إلى الأبد) اس پر اشکال یہ پیدا ہوا کہ (إلى الأبد) تو غیر متناہی ہے جس کی کتابت زمانِ متناہی میں مستحیل ہے تو جواب یہ دیا گیا کہ ابد سے مراد (إلى يوم القيامة) ہے، تو اس سے خودکشی کرنے والے کی بابت إلی الأبد تعذیب کا مفہوم ظاہر ہوا۔

اس روایت کو مسلم نے (المغازی) ابوداؤد نے (الجهاد) جبکہ نسائی نے (البيعة اور السير) میں نقل کیا ہے۔

60 - باب بَعْثُ أَبِي مُوسَى وَمُعَاذٍ إِلَى الْيَمَنِ قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ

(حجۃ الوداع سے قبل ابوموسی اور معاذ کو یمن کی طرف روانہ کرنا)

ترجمہ میں (قبل حجة الوداع) کی تقیید سے اشارہ کر رہے ہیں بعض احادیثِ باب میں مذکور اس امرِ واقع کی طرف کہ وہ

یمن سے واپس ہوئے اور نبی اکرم سے حج وداع کے موقع پر ملاقات کی، لیکن یہ قبلیتِ امرِ نسبی کے بطور ہے کتاب الزکاۃ میں اس بارے بحث گزری ہے کہ کب حضرت معاذ کو یمن روانہ کیا تھا احمد عاصم بن حمید عن معاذ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ یمن کیلئے الوداع کرتے وقت نبی اکرم دور تلک ان کے ساتھ نکلے انہیں آخری ہدایات دیتے جاتے اور وہ اس وقت سوار تھے، یزید بن خطیب عن معاذ کے طریق سے نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم نے منجملہ ہدایات کے یہ بھی فرمایا میں تمہیں ایک ایسی قوم کی طرف بھیج رہا ہوں جن کے دل بڑے نرم ہیں تو اپنی اطاعت کرنے والوں کو ساتھ ملا کر مخالفین سے جہاد کرنا، اربابِ سیرت کے بیان کے مطابق یہ سن نو ہجری کے ربیع الثانی کا واقعہ ہے۔

4341 و 4342 - حَدَّثَنَا مُوسَى حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَبَا مُوسَى وَمُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ إِلَى الْيَمَنِ ، قَالَ وَبَعَثَ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَلَى مِخْلاَفٍ قَالَ وَالْيَمَنُ مِخْلاَفَانِ ثُمَّ قَالَ يَسِّرَا وَلاَ تُعَسِّرَا وَبَشِّرَا وَلاَ تُنَفِّرَا فَانْطَلَقَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا إِلَى عَمَلِهِ وَكَانَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا إِذَا سَارَ فِي أَرْضِهِ كَانَ قَرِيبًا مِنْ صَاحِبِهِ أَحْدَثَ بِهِ عَهْدًا فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَسَارَ مُعَاذٌ فِي أَرْضِهِ قَرِيبًا مِنْ صَاحِبِهِ أَبِي مُوسَى فَجَاءَ يَسِيرُ عَلَى بَغْلَتِهِ حَتَّى انْتَهَى إِلَيْهِ وَإِذَا هُوَ جَالِسٌ وَقَدِ اجْتَمَعَ إِلَيْهِ النَّاسُ وَإِذَا رَجُلٌ عِنْدَهُ قَدْ جُمِعَتْ يَدَاهُ إِلَى عُنُقِهِ فَقَالَ لَهُ مُعَاذٌ يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ قَيْسٍ أَيُّمَ هَذَا قَالَ هَذَا رَجُلٌ كَفَرَ بَعْدَ إِسْلاَمِهِ قَالَ لاَ أَنْزِلُ حَتَّى يُقْتَلَ قَالَ إِنَّمَا جِيءَ بِهِ لِذَلِكَ فَانْزِلْ قَالَ مَا أَنْزِلُ حَتَّى يُقْتَلَ فَأَمَرَ بِهِ فَقُتِلَ ثُمَّ نَزَلَ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللَّهِ كَيْفَ تَقْرَأُ الْقُرْآنَ قَالَ أَتَفَوَّقُهُ تَفَوُّقًا قَالَ فَكَيْفَ تَقْرَأُ أَنْتَ يَا مُعَاذُ قَالَ أَنَامُ أَوَّلَ اللَّيْلِ فَأَقُومُ وَقَدْ قَضَيْتُ جُزْئِي مِنَ النَّوْمِ فَأَقْرَأُ مَا كَتَبَ اللَّهُ لِي فَأَحْتَسِبُ نَوْمَتِي كَمَا أَحْتَسِبُ قَوْمَتِي .حديث 4341أطرافه 2261، 3038، 4343، 4344، 6124، 6923، 7149، 7157، 7156، 7172- حديث 4342طرفه 4345-

ابو بردہ راوی ہیں کہ نبی پاک نے حضرات ابوموسی اور معاذ بن جبل کو یمن بھیجا، دونوں کو دو مختلف صوبوں میں روانہ کیا، کہتے ہیں یمن کے اس زمانہ میں دو صوبے تھے، ہدایت فرمائی کہ آسانیاں پیدا کرنا مشکل نہ بنانا، اور بشارتیں دینا نفرتیں مت پیدا کرنا، چنانچہ ہر دو اپنے اپنے دائرۂ عمل کی جانب روانہ ہوئے دونوں میں سے جب کوئی علاقے کا دورہ کرتے اور دوسرے اتفاقاً ساتھ کے قریبی علاقہ میں ہوتے تو انہیں ضرور ملنے آتے، تو ایک دفعہ حضرت معاذ چلتے چلاتے ابوموسی سے قریب آئے تو اپنے خچر پر سوار انہیں ملنے آگئے، قریب آئے تو دیکھا وہ بیٹھے ہوئے ہیں اور ایک شخص جسکی مشکیں کسی ہیں، وہاں موجود ہے پوچھا کیا معاملہ ہے؟ کہا یہ اسلام قبول کر لینے کے بعد مرتد ہو گیا ہے، کہا میں جب تک یہ قتل نہ کر دیا جائے سواری سے نہ اتروں گا، کہا اسی لئے لایا گیا ہے اتر آؤ، کہا بالکل نہیں اترونگا تاوقتیکہ اسکی گردن تن سے جدا کر دی جائے تو اسے قتل کرنے کا حکم دیا پھر وہ اتر آئے، کہنے لگے اے عبد اللہ آپ قرآن مجید کی تلاوت کیسے کرتے ہو؟ کہا میں تھوڑا تھوڑا کر کے پڑھتا رہتا ہوں پھر پوچھا آپ کیسے پڑھتے ہیں؟ کہا میں رات کے اول حصہ میں سو کر اٹھ کھڑا ہوتا ہوں اور قیام وتلاوت میں جو اللہ نے میرا نصیب لکھا ہوتا ہے، وہ کرتا ہوں تو اس لحاظ سے اپنے سونے میں بھی امیدِ ثواب رکھتا ہوں جس طرح اپنی بیداری میں۔

عبد الملک سے مراد ابن عمیر ہیں۔(عن أبی بردة قال بعث رسول الخ) یہ صورۃً مرسل ہے مگر آگے (عن أبی موسی) مذکور ہے تو یہ ظاہرِ اتصال ہے اگر چہ وہ روایت سوال عن الأشربۃ سے متعلق ہے مگر اصلِ واقعہ کا متصلاً اثبات ہو جاتا ہے جو مقصودِ باب ہے پھر طارق بن شہاب کے طریق سے تقویت ملی جو کہتے ہیں:(حدثنی أبوموسی قال بعثنی الخ) وہ فرعاً مسئلہِ اہلال سے متعلق ہے مگر یمن کی طرف ان کی بعثت متصلاً ثابت ہوتی ہے اسی طرح ابن عباس اور عمرو بن میمون عن معاذ کی روایتوں سے بھی یہ مقصود حاصل ہے، بابِ ہذا متعدد احادیث پر مشتمل ہے، حدیثِ اول اصلِ البعث إلی الیمن کی بابت ہے یہ آگے استتابۃ المرتدین میں حمید بن ہلال عن ابی بردہ عن ابی موسی کے حوالے سے آئے گی اس میں ان کی بعثت کا پسِ منظر بھی مذکور ہے، کہتے ہیں میں اور میرے ساتھ دو اشعری خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئے ان دونوں نے آپ سے مطالبہ کیا کہ انہیں یمن کا عامل بنا دیں،فرمایا ہم کسی کے مطالبہ پر اسے عامل نہیں بناتے لیکن اے ابوموسی تم عاملِ یمن بن کر جاؤ، بعد میں ان کے پیچھے حضرت معاذ کو بھی روانہ کر دیا۔

(وبعث کل واحد منهما علی مخلاف) یہ اہلِ یمن کی لغت میں کورہ، اقلیم اور رُستاق (یعنی صوبہ، آجکل صوبہ کو اقلیم ہی کہتے ہیں شائد ماضی قریب کی طرح اس زمانہ میں بھی یمن دو حصوں میں منقسم تھا جنوبی یمن اور شمالی یمن، الحمد للہ کچھ عرصہ قبل دونوں حصے جو الگ الگ ملک تھے اب باقاعدہ متحد ہو کر ایک ملک کے بطور معروف ہیں) ابن حجر لکھتے ہیں حضرت معاذ عدن کی جانب یمن کے بالائی حصہ کے عامل بنائے گئے تھے اور ان کے ذمے (الجند) تھا وہاں انہوں نے ایک مسجد تعمیر کرائی تھی جو آج تک موجود و مشہور ہے جبکہ ابوموسی نچلے (یعنی میدانی) علاقہ کے عامل تھے۔

(یسرا ولاتعسرا الخ) طیبی کہتے ہیں ثانی جملہ مقابلہِ معنویہ کے باب سے ہے کیونکہ درحقیقت:(بشرا ولا تنذرا وآنسا ولا تنفرا) باہم متقابل الفاظ بنتے ہیں تو آپ نے دونوں کو جمع فرما دیا تا کہ بشارت ونذارت اور تأنیس وتنفیر کا عموم ہو، ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں کہ میرے لئے لفظِ بشارت جو کہ اصل اور لفظِ تنفیر جو کہ لازم ہے اور بعد ازاں علی العکس لائے، کے استعمال میں نکتہ یہ ظاہر ہوا ہے کہ یہ اشارہ مقصود ہے کہ اِنذار کی مطلقا نفی مراد نہیں بخلاف تنفیر کے (یعنی تنفیر تو بالکل بھی نہیں ہونی چاہئے البتہ انذار کی کبھی کبھار ضرورت پڑ سکتی ہے کہ لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے) گویا آپ فرما رہے ہیں کہ اگر انذار کرو بھی تو یہ بلا تنفیر ہو، جیسے فرمانِ خداوندی ہے:(فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا) [طه: ۴۴]۔

(إذا سار فی أرضه کان قریبا) اکثر کے ہاں (وکان قریبا الخ) ہے سعید بن ابو بردہ کی آمدہ روایت میں ہے کہ گاہے بگاہے دونوں ایک دوسرے سے ملنے آتے جاتے رہتے تو (زیرِ نظر واقعہ بیان کرتے ہوئے کہا) ایک مرتبہ معاذ تشریف لائے، حمید بن ہلال کی روایت میں ہے کہ ان کے آنے پر تکیہ آگے بڑھایا اور کہا اتر آیئے۔

(و إذا رجل عنده) اس کا نام معلوم نہ ہو سکا لیکن سعید کی روایت میں ہے کہ یہودی تھا، مرتدین کے بارہ میں تفصیلی بحث (استتابة المرتدین) میں آئے گی۔(أیم) میم کی زبر کے ساتھ، اس کا ترکِ اشعاع (یعنی الف کی طرح کچھ لمبا کر کے پڑھنا) ایک لغت ہے، بعض نے خطأً میم پر پیش پڑھی ہے اصل میں (أی) استفہامیہ ہے جس پر (ما) داخل ہوا (أیم هذا) جیسے (أیش هذا) بھی مسموع ہے (أیش هذا؟ اصل میں أیُّ شیءٍ هذا ہے)۔

(أتفوقه تفوقا) یعنی رات و دن کے مختلف اوقات میں جب بھی موقع و فرصت ملتی ہے تلاوت کرتا ہوں، یہ (فواق

الناقة) سے ماخوذ ہے جسے کچھ دوھ کر چھوڑ دیا جائے پھر کچھ دیر بعد جب دوبارہ دودھ بھر آئے تو پھر دوہا جائے۔

(وقد قضيت جزئى) بقول دمیاطی شائد یہ (أربى) تھا یہی اوجہ (یعنی مناسب) ہے بقول ابن حجر مناسب تو تب اگر روایت میں ہو لیکن روایت میں جو لفظ مذکور ہے وہی صحیح ہے، مراد یہ ہے کہ میں نے رات کو اجزاء میں تقسیم کر رکھا ہے، ایک جزو سونے کیلئے اور ایک جزو قراءت و قیام کیلئے، مجرد تخیل سے صحیح روایت یا اس کے کسی لفظ کی تخطیہ (یعنی غلط قرار دینا) نہیں کرنا چاہئے۔

(فاحتسبت نومتى الخ) نسخۂ کشمیہنی میں فعل مضارع کا صیغہ ہے مطلب یہ کہ وہ اپنی نیند و راحت پر ثواب و اجر کی توقع رکھتے ہیں کیونکہ نیت یہ کر رکھی ہے کہ بعد میں قیام و قراءت میں نشاط و چستی پیدا ہو (جیسے کوئی اس غرض کے لئے سیر و ورزش کرے کہ ایسی نشاط و چستی حاصل ہو جس سے بلا تکان دین و حدیث کا کام کر سکے)۔ آخرِ بحث ابن حجر بعنوانِ تنبیہ لکھتے ہیں کہ یمن کی طرف حضرت ابوموسی کی یہ بعثت غزوۂ تبوک سے واپسی پر تھی کیونکہ وہ تبوک میں حاضر تھے، آگے اس کی وضاحت آئے گی انہیں عاملِ یمن بنانا اس امر کا اشعار ہے کہ وہ نہایت عالم، دانشمند اور زیرک انسان تھے وگرنہ اس اہم کام کیلئے ان کا انتخاب نہ ہوتا اسی لئے حضرت عمر پھر حضرت عثمان پھر حضرت علی نے انہیں اپنا عامل بنایا، خوارج و روافض (یعنی شیعہ) انہیں حضرات علی و معاویہ کے مابین قضیہ تحکیم کے ضمن میں غفلت اور عدم فطانت سے کام لینے کا مرتکب گردانتے ہیں (امیر معاویہ نے حضرت عمرو بن عاص اور حضرت علی نے حضرت ابوموسی کو اپنا اپنا نمائندہ نامزد کیا تھا) ابن العربی وغیرہ اس بابت رقمطراز ہیں کہ حق یہ ہے کہ ان کی جانب سے کوئی ایسی تقصیر سرزد نہیں ہوئی جس کی بناء پر غفلت کا الزام دیا جائے، ہوا اصل میں یہ تھا کہ ان کی رائے یہ ٹھہری کہ اس امرِ خلافت کو (جو معاویہ و علی کے درمیان باعثِ نزاع بنا ہوا ہے، امیر معاویہ کا موقف تھا کہ حضرت علی باتفاقِ اہل شوری خلیفہ نہیں بنے انہیں تو صرف اہلِ مدینہ جس میں اس وقت فسادی بھی بھاری تعداد میں موجود تھے، نے خلیفہ بنایا ہے لہذا باقی علاقوں کے معتبرین و اکابرین کی توثیق کی ضرورت ہے، اگر توثیق کرا لیں تو میں بھی مان لوں گا) اس وقت موجود اکابر صحابہ کے سامنے شوری کی شکل میں پیش کیا جائے تا کہ اس موجودہ شدید اختلاف و نزاع سے جان چھوٹے۔

علامہ انور اس باب کے تحت اپنی تعلیقات کے ضمن میں کہتے ہیں مخالیف کا لفظ یمن کے مختلف علاقوں کی تحدید کے ضمن میں استعمال ہوا اس بارے معجم البلدان سے تفصیل معلوم کی جا سکتی ہے، کہتے ہیں اس معجم کے اہم فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ انہوں نے یمن کے مختلف علاقوں میں جمعات کے اہتمام کا ذکر کیا ہے تو اس سلسلہ میں صرف چند ایک مقامات ہی ذکر کئے اس سے احناف کی رائے کو تقویت ملتی ہے کہ جمعہ صرف شہروں میں ہوتا ہے نہ کہ قری میں بھی، (وقد قضيت جزئى الخ) کے تحت لکھتے ہیں یعنی وہ حضرت ابوموسیٰ کے برعکس جتنی منزل تلاوتِ قرآن کی مقرر کی ہوئی اسے ایک ہی وقت پڑھتے تھے۔

4343 - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَهُ إِلَى الْيَمَنِ فَسَأَلَهُ عَنْ أَشْرِبَةٍ تُصْنَعُ بِهَا فَقَالَ وَمَا هِيَ قَالَ الْبِتْعُ وَالْمِزْرُ فَقُلْتُ لِأَبِي بُرْدَةَ مَا الْبِتْعُ قَالَ نَبِيذُ الْعَسَلِ وَالْمِزْرُ نَبِيذُ الشَّعِيرِ فَقَالَ كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ رَوَاهُ جَرِيرٌ وَعَبْدُ الْوَاحِدِ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ .

أطرافه 2261، 3038، 4341، 4344، 6124، 6923، 7149، 7156، 7157، 7172

ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ نبی پاک نے انھیں یمن کی طرف بھیجا تو انھوں نے رسول اللہ سے شرابوں کے بارے میں دریافت کیا جو وہاں بنتی تھیں، آپ نے پوچھا وہ کون کون سی شرابیں ہیں؟ انھوں نے بتایا کہ شہد اور جو کی شرابیں، آپ نے فرمایا ہر نشہ پیدا کرنے والی چیز حرام ہے۔

شیخِ بخاری اسحاق بن منصور ہیں، خالد سے مراد ابن عبداللہ طحان ہیں شیبانی کا نام سلیمان بن فیروز تھا، متنِ حدیث کی شرح کتاب الأشربہ میں ہوگی۔ (رواہ جریر الخ) یعنی انہوں نے بھی شیبانی سے اسے روایت کرتے ہوئے سعید کا واسطہ ذکر نہیں کیا، جریر کی روایت جو کہ ابن عبدالحمید ہیں، اسماعیلی نے عثمان بن ابوشیبہ اور یوسف بن موسی کے طرق سے کی ہے، عبدالواحد جو ابن ابوزیاد ہیں، کی روایت (فتح الباری کے تمام نسخوں میں یہاں خالی جگہ چھوڑی ہوئی ہے) نے موصول کی ہے۔

سید انور شاہ روایت کے الفاظ (کل مسکر حرام) کے تحت لکھتے ہیں یہی جمہور کا مذہب ہے کہ ہر مسکر مائع (مائع کیوں؟ آجکل تو غیر مائع مسکر اشیاء مثلا ہیروئن، افیون وغیرہ بھی ہیں) حرام ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر، شراب ہو یا کوئی اور چیز، مگر ابو حنیفہ اور ابو یوسف شراب کو تو مطلقا (یعنی قلیل ہو یا کثیر) حرام کہتے ہیں باقی اشربۃ الحبوب (یعنی دوسری اجناس سے تیار کردہ مشروبات) کے ضمن میں ان کے ہاں تفصیل ہے، کہتے ہیں میں نے اس مسئلہ میں (حنفیہ کے اس موقف کے دفاع میں) شافی جواب نہیں دیکھا، العقد الفرید اور کشف الأسرار کا مطالعہ مفید رہے گا انہوں نے مذکورہ مسئلہ میں کئی قیود ذکر کی ہیں جو ہمیں اس باب میں فائدہ دے سکتی ہیں، اسی طرح البحر المحیط اور کتاب الناسخ والمنسوخ جو تلمیذِ طحاوی ابوبکر نحاس کی تصنیف ہے کا مطالعہ کرو، اصحابِ طبقات کے ہاں ان کا مرتبہ ابن جریر طبری جیسا ہے، (والمزر نبیذ الشعیر) کے تحت لکھتے ہیں حالانکہ یہ اشربہ حبوب سے تیار کردہ تھے مگر جب ابو بردہ سے ان کی بابت سوال ہوا تو جواب میں (کل مسکر حرام) کہا تو اس سے بلاتخصیص تمام اشربہ کی بابت عمومی حکم قرار پایا اسی سے اس مسئلہ میں مجھے تشویش لاحق ہے (یعنی حنفیہ کے مذکورہ بالا موقف کے بارہ میں)۔

4344 - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ جَدَّهُ أَبَا مُوسَى وَمُعَاذًا إِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ يَسِّرَا وَلاَ تُعَسِّرَا وَبَشِّرَا وَلاَ تُنَفِّرَا وَتَطَاوَعَا فَقَالَ أَبُو مُوسَى يَا نَبِيَّ اللَّهِ إِنَّ أَرْضَنَا بِهَا شَرَابٌ مِنَ الشَّعِيرِ الْمِزْرُ وَشَرَابٌ مِنَ الْعَسَلِ الْبِتْعُ فَقَالَ كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ فَانْطَلَقَا فَقَالَ مُعَاذٌ لأَبِي مُوسَى كَيْفَ تَقْرَأُ الْقُرْآنَ قَالَ قَائِمًا وَقَاعِدًا وَعَلَى رَاحِلَتِهِ وَأَتَفَوَّقُهُ تَفَوُّقًا قَالَ أَمَّا أَنَا فَأَنَامُ وَأَقُومُ فَأَحْتَسِبُ نَوْمَتِي كَمَا أَحْتَسِبُ قَوْمَتِي وَضَرَبَ فُسْطَاطًا فَجَعَلاَ يَتَزَاوَرَانِ فَزَارَ مُعَاذٌ أَبَا مُوسَى فَإِذَا رَجُلٌ مُوثَقٌ فَقَالَ مَا هَذَا فَقَالَ أَبُو مُوسَى يَهُودِيٌّ أَسْلَمَ ثُمَّ ارْتَدَّ فَقَالَ مُعَاذٌ لأَضْرِبَنَّ عُنُقَهُ تَابَعَهُ الْعَقَدِيُّ وَوَهْبٌ عَنْ شُعْبَةَ .

(سابقہ نمبر یہ اسی جلد میں مترجم ہے) اطرافه 2261، 3038، 4341، 4343، 6124، 6923، 7149، 7156، 7157، - 7172.

4345 - وَقَالَ وَكِيعٌ وَالنَّضْرُ وَأَبُو دَاوُدَ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنِ

النَّبِيِّ ﷺ رَوَاهُ جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ .طرفه 4342-

شیخِ بخاری ابن ابراہیم ہیں، یہ مرسل مطول ہے جس میں ابوموسی ومعاذ کا قصہ بعثت مذکور ہے۔(تابعه العقدی الخ) یعنی مسلم،عقدی اور وہب بن جریر نے شعبہ سے اسے مرسلا روایت کیا ہے جبکہ وکیع ،نضر جو کہ ابن شمیل ہیں اور ابوداؤد جو کہ طیالسی ہیں، نے شعبہ سے اسے موصولا روایت کیا،عقدی جو کہ ابو عامر عبد الملک بن عمرو ہیں، کی روایت بخاری کی الأ حکام، وہب کی مسندِ اسحاق بن راہویہ، وکیع کی بخاری کی کتاب الجہاد اور نضر کی کتاب الأ دب میں موصول ہے، وکیع کی روایت ابن ابی عاصم نے بھی کتاب الأ شربة میں ابوبکر بن ابی شیبہ عن وکیع کے طریق سے مطولا نقل کی ہے مسندِ ابی بکر بن ابوشیبہ میں بھی ہے، طیالسی کی روایت مسندِ مروزی میں یونس بن حبیب عنہ کے حوالے سے موصول ہے البتہ اسے دو حدیثوں میں مفرق کر دیا ہے اسی لئے نسائی نے اسے ابو داؤد کے حوالے سے موصول کیا ہے۔

4346 - حَدَّثَنِي عَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ عَنْ أَيُّوبَ بْنِ عَائِذٍ حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ سَمِعْتُ طَارِقَ بْنَ شِهَابٍ يَقُولُ حَدَّثَنِي أَبُو مُوسَى الأَشْعَرِيُّ قَالَ بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى أَرْضِ قَوْمِي فَجِئْتُ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ مُنِيخٌ بِالأَبْطَحِ فَقَالَ أَحَجَجْتَ يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ قَيْسٍ قُلْتُ نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ كَيْفَ قُلْتَ قَالَ قُلْتُ لَبَّيْكَ إِهْلاَلاً كَإِهْلاَلِكَ قَالَ فَهَلْ سُقْتَ مَعَكَ هَدْيًا قُلْتُ لَمْ أَسُقْ قَالَ فَطُفْ بِالْبَيْتِ وَاسْعَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ حِلَّ فَفَعَلْتُ حَتَّى مَشَطَتْ لِي امْرَأَةٌ مِنْ نِسَاءِ بَنِي قَيْسٍ وَمَكُثْنَا بِذَلِكَ حَتَّى اسْتُخْلِفَ عُمَرُ .(جلد دوم ص:٤٧٦)أطرافه 1559، 1565، 1724، 1795، - 4397

(هو النبرسى) ابوعلی جیانی لکھتے ہیں ابن سکن اور اکثر نے یہی نقل کیا ہے ابو احمد یعنی جرجانی کے نسخہ میں صرف (حدثنا العباس) ہے مروزی کے ہاں بجائے عباس کے (عیاش) ہے بقول ابن حجر (وليس بشىء) یعنی یہ درست نہیں، عباس ہی صحیح ہے بخاری میں ان کی فقط دو روایتیں ہیں دوسری علامات النبوۃ میں گزری ہے صاحب المشارق والمطالع نے بھی اسی پر جزم کیا ہے دمیاطی نے اسے معجمہ کے ساتھ ضبط کیا اور تعیین کی کہ یہ رقام ہیں، مگر ان کا اس پر تعاقب ہوا ہے عبد الواحد سے ابن زیاد مراد ہیں، ایوب بن عائذ مدلجی بصری ہیں یحی بن معین وغیرہ نے ثقہ قرار دیا ہے مرجۂ سے ہونے کا الزام لگا، بخاری میں ان کا ذکر صرف اسی جگہ ہے، الحج میں یہی روایت شعبہ وسفیان عن قیس بن مسلم کے حوالوں سے مع شرح گزری ہے۔

4347 - حَدَّثَنِي حِبَّانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ عَنْ زَكَرِيَّاءَ بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ صَيْفِيٍّ عَنْ أَبِي مَعْبَدٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ حِينَ بَعَثَهُ إِلَى الْيَمَنِ إِنَّكَ سَتَأْتِي قَوْمًا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ فَإِذَا جِئْتَهُمْ فَادْعُهُمْ إِلَى أَنْ يَشْهَدُوا أَنْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ فَإِنْ هُمْ طَاعُوا لَكَ بِذَلِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ فَإِنْ هُمْ طَاعُوا لَكَ بِذَلِكَ

فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْكُمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ فَإِنْ هُمْ طَاعُوا لَكَ بِذَلِكَ فَإِيَّاكَ وَكَرَائِمَ أَمْوَالِهِمْ وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ فَإِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللَّهِ حِجَابٌ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ (طَوَّعَتْ) طَاعَتْ وَأَطَاعَتْ لُغَةٌ طِعْتُ وَطُعْتُ وَأَطَعْتُ .

(ترجمہ کیلئے جلد دوم ص:۲۹۷) أطرافه 1395، 1458، 1496، 2448، 7371، 7372-

حبان سے ابن موسی اور عبداللہ سے مراد ابن مبارک ہیں حدیث کی شرح کتاب الزکات میں مفصلا گزر چکی ہے۔(قال أبوعبد الله طوعت الخ) یہ عبارت غیر ابوذر اور نسفی کے نسخہ ہائے صحیح بخاری میں ہے، اس کے ساتھ اس قرآنی آیت:(فَطَوَّعَتْ لَهُ نَفْسُهُ قَتْلَ أَخِيهِ)[النساء:۳۰] کی تفسیر مراد ہے اور جیسا کہ ذکر گزرا، بخاری کی عادت ہے اگر حدیث کا کوئی لفظ غریب کسی قرآنی مادہ سے مشتق ہے تو لفظِ قرآنی کا حوالہ دے کر تشریح کر دیتے ہیں، حدیثِ معاذ میں ہے:(فإن هم أطاعوا) بعض رواۃ نے (طاعوا) یعنی بغیر الف کے روایت کیا ہے جیسا کہ ابن تین نے ذکر کیا، آیت کے ضمن میں بصری اور ایک گروہ قراء کی قراءت یہ ہے : (فَطَاوَعَتْ لَهُ الخ) ابن تین لکھتے ہیں اگر امتثالِ امر کرلے تو(أطاع) اگر موافقت کرے تو(طاع له) کا لفظ استعمال ہوتا ہے بقول ازہری طوع کرہ کا متضاد ہے اور (طاع له) کا معنی ہے:(انقادَ له) اگر اس کے امر پر عمل پیرا ہو تو(أطاعه)، یعقوب بن سکیت کہتے ہیں طاع اور أطاع ہم معنی ہیں ازہری مزید لکھتے ہیں کہ بعض کا کہنا ہے(طاع له) يطوع اور(مصدر)طَوْعٌ فهوطائع، یہ أطاع کے معنی میں ہے، حاصلِ کلام یہ ہے کہ طاع اور أطاع لازم اور متعدی، دونوں طرح مستعمل ہیں، یا تو ایک ہی معنی میں جیسے (بدأ الله الخلق) اور(أبدأه) ہے یا یہ کہا جائے کہ متعدی میں ہمزہ کا دخول برائے تعدیہ اور لازم میں برائے صیرورت ہے، یا متعدی بہمزہ ایک اور فعلِ لازم کے معنی کو متضمن ہے کیونکہ لغت کے کثیر اہلِ علم(أطاع) کی تفسیر(لانَ و انقادَ) کے ساتھ کرتے ہیں یہاں حدیثِ معاذ میں یہی معنی لائق ہے اگرچہ رباعی میں غالب اسکا متعدی کے بطور استعمال اور ثلاثی میں غالب استعمال بطورِ لازم ہے یہ اس دعوی سے اولیٰ ہے کہ فعلَ اور أفعلَ ہم معنی ہوتے ہیں کیونکہ ایسا نہایت قلیل ہے اور اس دعوی سے بھی کہ لام اس جملہ:(فإن هم أطاعوا لك) میں زائدہ ہے، اس بحث کا کچھ حصہ کتاب الزکاۃ میں شرحِ حدیث کے اثناء گزر چکا ہے۔

4348 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ أَنَّ مُعَاذًا لَمَّا قَدِمَ الْيَمَنَ صَلَّى بِهِمِ الصُّبْحَ فَقَرَأَ (وَاتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلاً) فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ لَقَدْ قَرَّتْ عَيْنُ أُمِّ إِبْرَاهِيمَ زَادَ مُعَاذٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ حَبِيبٍ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ عَمْرٍو أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ مُعَاذًا إِلَى الْيَمَنِ فَقَرَأَ مُعَاذٌ فِي صَلاَةِ الصُّبْحِ سُورَةَ النِّسَاءِ فَلَمَّا قَالَ (وَاتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلاً) قَالَ رَجُلٌ خَلْفَهُ قَرَّتْ عَيْنُ أُمِّ إِبْرَاهِيمَ

راوی بیان کرتے ہیں جب حضرت معاذ یمن میں تھے تو ایک دفعہ نمازِ فجر میں اثنائے قرآءت یہ آیت پڑھی:(و اتخذ الله ابراهيم خليلا) اور اللہ نے حضرت ابراہیم کو اپنا خاص دوست بنالیا، یہ سن کر ایک شخص بولا تب تو ابراہیم کی ماں کی آنکھیں بہت ٹھنڈی ہوئی ہونگی؟ معاذ عن شعبہ کی روایت میں مزید یہ ہے کہ وہ شخص جماعت میں شامل تھا۔

عمرو بن میمون جواودی ہیں، مخضر مین میں سے ہیں (یعنی جنہوں جاہلیت واسلام، دونوں کا زمانہ پایا)۔(إن معاذا لما قدم اليمن) عمرو ان دنوں یمن میں تھے لہذا موصول ہے۔(قرت عين الخ) یعنی خوشی حاصل ہوئی کنایہ کے طور پر قرت یعنی ٹھنڈی ہوئی، کا لفظ استعمال کیا (اردو میں بھی یہی محاورہ ہے) ابن حجر اس کی تشریح میں لکھتے ہیں أي (بردت دمعتها) یعنی اس کے آنسو ٹھنڈے ہوئے، کہتے ہیں یہ اس لئے کہ خوشی کے آنسو ٹھنڈے اور جو آنسو بوجہ غم وحزن بہیں وہ گرم ہوتے ہیں اس لئے بددعا کے بطور یہ جملہ استعمال کیا جاتا ہے:(أسخنَ اللهُ عينه) اللہ اس کی آنکھ گرم کرے (یعنی مارے غم کے روتا پھرے) حضرت معاذ کا اس شخص کو اعادۂ نماز کا حکم نہ دینا اشکال کا باعث سمجھا گیا ہے جواب دیا گیا کہ یا تو اس وجہ سے کہ اسے حکم کا علم نہ تھا لہذا معذور سمجھا یا ممکن ہے اعادہ کا حکم دیا ہو جو روایت میں منقول نہیں ہوا، یہ توجیہہ بھی ممکن ہے کہ ہوسکتا ہے یہ کہنے والا نماز میں ان کے ہمراہ شامل نہ ہو (مگر قال رجل خلفه ، کے الفاظ اس آخری توجیہہ کو رد کرتے ہیں، خلفه سے یہی مترشح ہے کہ وہ نماز میں شامل تھا)۔

(زاد معاذ الخ) اس زیادت سے مراد اس کے یہ الفاظ ہیں:(إن النبی ﷺ بعث معاذاً) حدیث سے دلالت ملی کہ حضرت معاذ امیر علی الصلاۃ تھے حدیثِ ابن عباس سے یہ دلالت بھی ملتی ہے کہ امیر علی المال بھی تھے، الزکاۃ میں اس کی توضیح گزری ہے۔

61 - باب بَعْثُ عَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَخَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ إِلَى الْيَمَنِ قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ

(حضرات علی اور خالد کو حجِ وداع سے قبل یمن بھیجنا)

آخرِ باب کی حدیثِ جابر میں مذکور ہے کہ حضرت علی یمن سے آئے اور مکہ میں حجۃ الوداع کے موقع پر نبی اکرم سے آن ملے، اس پر کتاب الحج میں بحث گزر چکی ہے احمد، ابو داؤد اور ترمذی نے ایک اور طریق کے ساتھ حضرت علی سے روایت کیا ہے کہ مجھے نبی پاک نے یمن بھیجا میں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ ایسے لوگوں کی طرف مجھے بھیج رہے ہیں جو مجھ سے سن رسیدہ ہیں جبکہ میں ابھی کم عمر ہوں، نہیں جانتا کہ فیصلے کیسے کروں؟ کہتے ہیں یہ سن کر دست مبارک میرے سینے پر رکھا اور دعا فرمائی اے اللہ اس کی زبان کو ثابت رکھ اور اس کے دل کو ہدایت دے، نیز فرمایا اے علی جب دو فریق اپنا جھگڑا لے کر آئیں تو دونوں کی بات سن کر ہی فیصلہ کرنا۔

4349 - حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا شُرَيْحُ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يُوسُفَ بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ أَبِي إِسْحَاقَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ ؓ بَعَثَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَعَ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ إِلَى الْيَمَنِ قَالَ ثُمَّ بَعَثَ عَلِيًّا بَعْدَ ذَلِكَ مَكَانَهُ فَقَالَ مُرْ أَصْحَابَ خَالِدٍ مَنْ شَاءَ مِنْهُمْ أَنْ يُعَقِّبَ مَعَكَ فَلْيُعَقِّبْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُقْبِلْ فَكُنْتُ فِيمَنْ عَقَّبَ مَعَهُ قَالَ فَغَنِمْتُ أَوَاقٍ ذَوَاتِ عَدَدٍ

حضرت براء راوی ہیں کہ ہمیں رسولِ پاک نے حضرت خالد کے ہمراہ یمن بھیجا پھر بعد ازاں حضرت علی کو انکی جگہ مقرر فرمایا اور ہدایت دی کہ اصحابِ خالد میں سے جو چاہے واپس ہو لے اور جو چاہے تمہارے ہمراہ رہے، کہتے ہیں میں وہیں رہا، بیان کرتے ہیں کہ (یمن کی جہادی مہمات کی غنیمت سے) میرے حصہ میں کئی اوقیہ چاندی آئی۔

(بعثنا رسول الخ) یہ طائف سے واپسی اور جعرانہ میں تقسیمِ غنائم کے بعد کی بات ہے۔(أن يعقب معك) اصلاً

تعقیب یہ ہے کہ لشکر کا کچھ حصہ بعد الرجوع پلٹے تا کہ لڑائی میں شرکت ہو، یہ خطابی نے بیان کیا، ابن فارس (غزاة بعد غزاة) کہتے ہیں مگر بظاہر یہاں معنائے اعم مراد ہے اس کی اصل یہ ہے کہ خلیفہ کسی سمت لشکر بھیجتا ہے پھر ایک مدت بعد انہیں واپسی کا حکم دے اوران کی جگہ اوروں کو روانہ کر دے تو پہلے لشکر میں سے جو حضرات چاہیں کہ دوسرے لشکر کے ساتھ رہیں اور جب اس کی واپسی ہو تب وہ بھی واپس ہوں تو اسے تعقیب کہا جاتا ہے۔

(أواقي) یاء کو شد اور بغیرِ شد، دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔(ذوات عدد) بقول ابن حجر کسی جگہ اس کی تعیین نہیں دیکھی، بعنوانِ تنبیہ لکھتے ہیں کہ بخاری نے یہ روایت بالاختصار ذکر کی، اسماعیلی نے ابوعبیدہ بن ابوالسفر سمعت ابراھیم بن یوسف جو یہاں بخاری کی اس سند میں بھی مذکور ہیں، کے حوالے سے قدرے مفصل نقل کی ہے اس میں حضرت براء ذکر کرتے ہیں کہ میں بھی ان افراد میں سے تھا جنہوں تعقیب کی (یعنی بجائے حضرت خالد کے ہمراہ لوٹ آنے کے وہیں حضرت علی کے ساتھ رہے) کہتے ہیں ہم ایک قوم کے قریب ہوئے تو وہ ہماری طرف نکلے، حضرت علی نے سب کو ایک ہی صف بنا کر امامت کرائی پھر سامنے ہو کر نبی اکرم کا خط پڑھا جسے سن کر تمام قبیلہِ ہمدان مسلمان ہو گیا حضرت علی نے یہ احوال نبی اکرم کو لکھ بھیجے آپ ان کے اسلام کا پڑھ کر سجدہ میں گر پڑے پھر سر اٹھایا اور فرمایا (السلام علی همدان) ہمدان پر سلامتی ہو، ترمذی کے ہاں احوص بن خوات عن ابی اسحاق کے طریق سے حدیثِ براء میں اس جاریہ کا بھی قصہ بھی مذکور ہے جو آمدہ روایت میں آ رہا ہے، یہ حدیث امام بخاری کے افراد میں سے ہے۔

4350 - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سُوَيْدِ بْنِ مَنْجُوفٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ عَلِيًّا إِلَى خَالِدٍ لِيَقْبِضَ الْخُمُسَ وَكُنْتُ أُبْغِضُ عَلِيًّا وَقَدِ اغْتَسَلَ فَقُلْتُ لِخَالِدٍ أَلَا تَرَى إِلَى هَذَا فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ ذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ يَا بُرَيْدَةُ أَتُبْغِضُ عَلِيًّا فَقُلْتُ نَعَمْ قَالَ لَا تُبْغِضْهُ فَإِنَّ لَهُ فِي الْخُمُسِ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ

راوی کا بیان ہے کہ نبی پاک نے حضرت علی کو حضرت خالد کی طرف بھیجا تا کہ ان سے خمس وصول کر لیں، کہتے ہیں مجھے علی سے کچھ بغض تھا کہ انہیں غسل کرتے دیکھا تھا (شرح میں اسکی تفصیل موجود ہے) میں نے خالد سے کہا دیکھتے نہیں اس نے کیا کیا؟ جب نبی پاک کی طرف واپسی ہوئی تو آپ کو سارا قصہ سنایا، فرمایا اے بریدہ کیا علی سے (اس وجہ سے) بغض محسوس کرتے ہو؟ عرض کی جی ہاں، فرمایا نہ کرو، انکا تو خمس میں اس سے بھی زیادہ استحقاق بنتا ہے۔

(حدثنا علی بن سوید بن مَنجوف) قابسی کے نسخہ میں (عن منجوف) ہے تو یہ تصحیف ہے علی بن سوید سدوسی بصری ثقہ ہیں بخاری میں ان سے یہی ایک روایت ہے۔(لیقبض الخمس) یعنی خمسِ غنیمت، اسماعیلی کی روایت جس کا ذکر آگے آئے گا، میں ہے:(لیقسم الخمس) یعنی تا کہ تقسیمِ خمس کریں، (وکنت أبغض علیا الخ) اختصار کے ساتھ واقع ہے اسماعیلی نے روح بن عبادہ سے متعدد طرق کے ساتھ نقل کردہ سیاق میں یہ الفاظ نقل کئے:(بعث علیا إلی خالد لیقسم الخمس) ایک روایت میں (لیقسم الفیء) ہے، آگے مذکور ہے: (فاصطفیٰ علیٌّ منه لنفسه جاریة) کہ خمس میں سے ایک قیدی خاتون اپنے لئے پسند کر لی، ایک روایت میں ہے پھر صبح (بوجه غسل) سر سے پانی ٹپکاتے نکلے تو خالد بریدہ سے کہنے لگے دیکھتے نہیں اس

نے کیا کیا؟ بریدہ کہتے ہیں اس وجہ سے میں نے حضرت علی سے تکدرِ خاطر محسوس کیا، احمد کی عبدالجلیل عن عبداللہ بن بریدۃ عن ابیہ کے حوالے سے ہے مجھے علی سے ایسا بغض ہوا جو کسی سے نہ ہوا ہوگا اور قریش کے ایک شخص سے محبت کا ایسا تعلق قائم ہوا جس کی واحد وجہ یہ تھی کہ وہ بھی حضرت علی سے متکدرِ خاطر تھا (حضرت خالد کی طرف اشارہ ہے، دونوں کے تکدرِ خاطر کا سبب یہ تھا کہ سمجھے حضرت علی کو اس قیدی لڑکی کو اپنی ملکیت میں لینے کا استحقاق نہ تھا) کہتے ہیں ایک مہم میں قیدی ہاتھ آئے تو اس شخص نے (مراد حضرت خالد ہیں) نے آنجناب کو لکھا کہ خمس وصول کرنے کسی کو بھیج دیں، تو جواب میں آپ نے حضرت علی کو بھیجا، قیدیوں میں ایک وصیفہ تھی جو سب سے افضل تھی، حضرت علی نے خمس لیا اور تقسیم کیا پھر صبح اس حالت میں نکلے کہ سر سے پانی ٹپک رہا تھا میں بولا اے ابوالحسن (حضرت علی کی کنیت) یہ کیا؟ کہنے لگے دیکھتے نہیں یہ وصیفہ خمس میں ہے، اور خمس آلِ محمد کا استحقاق ہے پھر یہ آلِ علی کے حصہ میں آگئی (یعنی میرے حصہ میں) تو میں نے (اس ناطے سے) اس کے ساتھ جماع کیا ہے۔

(فلما قدمنا على النبي الخ) عبدالجلیل کی روایت میں ہے کہ اس شخص (حضرت خالد) نے نبی اکرم کی طرف سارا حال لکھ بھیجا، میں نے کہا مجھے بھیج دیں (یعنی خط کے ہمراہ) تو مجھے بھیج دیا، آپ خط پڑھتے جاتے اور فرماتے ٹھیک کیا۔(فقال يا بريدة أتبغض عليا؟) عبدالجلیل کی روایت میں ہے کہ فرمایا اگر علی سے محبت تھی تو اب اور زیادہ کرو کیونکہ (فإن له في الخمس أكثر من ذلك) (یعنی انکا تو خمس میں اس سے بھی زیادہ حصہ بنتا ہے) عبدالجلیل کی روایت میں ہے بخدا خمس میں آلِ علی کا حصہ ایک وصیفہ سے زیادہ ہے، اس میں مزید یہ ہے بریدہ کہتے ہیں نبی اکرم کی یہ وضاحت سن کر علی سے اتنی محبت ہوئی جتنی کسی سے نہ ہوئی، احمد نے یہی حدیث اجلح کندی عن عبداللہ بن بریدہ کے طریق سے مطولاً نقل کی، اس کے آخر میں نبی اکرم کا یہ قول بھی ہے علی کی بابت ایسا ویسا گمان نہ کرو، وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے اور وہ میرے بعد تمہارا ولی ہے:(وهو وليكم بعدي)۔ احمد نے اور نسائی نے یہ روایت سعید بن عبیدہ عن عبداللہ بن بریدہ کے حوالے سے مختصراً بھی تخریج کی ہے اس کے آخر میں ہے نبی اکرم کا (یہ سن کر کہ علی سے متنفر ہوں) چہرۂ اقدس سرخ ہوا فرمایا:(مَنْ كُنت وليه فعليٌّ وليُّه) اسے حاکم نے بھی اس طریق سے مختصراً نقل کیا، تو یہ طرق ایک دوسرے کی تقویت کرتے ہیں! ابو ذر ہروی لکھتے ہیں صحابیِ مذکور کو حضرت علی سے تکدر اس لئے محسوس کیا کہ وہ سمجھے انہوں نے یہ لونڈی عام مالِ غنیمت میں سے لی ہے تو خیال ہوا شائد غلول کیا جب نبی پاک نے وضاحت فرمائی کہ یہ تو ان کے واجب حق سے بھی کم ہے تو یہ تکدر جاتا رہا اور ان سے محبت کی (گویا یہ تکدر اور پھر محبت: مَن أحَبَّ لِلّٰهِ و أبغضَ لِلّٰه الخ کا مصداق تھا) ابن حجر کہتے ہیں یہ اچھی تاویل ہے مگر احمد کی تخریج کردہ روایت کے صدرِ کلام سے مترشح ہوتا ہے کہ ان کا حضرت علی سے تکدرِ خاطر کسی اور سبب سے تھا (لونڈی کا قصہ تو اس میں اضافہ کا باعث تھا، چونکہ اس میں ان کے بغضِ علی کا تذکرہ کر کے لونڈی کا یہ قصہ بیان کیا مگر میرے خیال میں یہ احتمال بھی ممکن ہے کہ بغض کا ذکر کر کے آگے اس کا سبب یعنی لونڈی کا قصہ بیان کر دیا) بہر حال نبی اکرم کی بغضِ علی سے نہی کے بعد یہ سارا بغض اور تکدر جاتا رہا

حضرت علی کا لونڈی سے اس کے استبرائے رحم سے قبل جماع باعثِ اشکال ہے اسی طرح ان کا اسے اپنے لئے تقسیم میں لانا بھی، اول کا جواب تو یہ محتمل ہے کہ وہ کنواری تھی اور استبرائے رحم (کہ پہلے ایک ماہ توقف کیا جائے کہ حاملہ تو نہیں تا کہ اولاد کے ضمن میں اشتباہ نہ ہو کہ کس کی ہے) تو مستعملہ کی نسبت ہے، یہ بھی محتمل ہے کہ جب ان کے پاس آئی حیض سے ہوا اور اسی دن حیض ختم ہو گیا ہو (جس

سے استبرائے رحم ثابت ہو گیا) جہاں تک ان کا اسے اپنے حصہ میں کر لینے کا تعلق ہے تو یہ ایسے شخص کی نسبت جائز ہے جو تقسیمِ غنیمت پر مامور ہے اور خود بھی مستحقینِ غنیمت میں شامل ہے، اس واقعہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ بنت رسول پر تسرّی (یعنی لونڈی سے جماع کرنا) جائز ہے مگر حدیثِ مسور سابق الذکر کی بنا پر یہ جائز نہیں کہ اس کی موجودی میں دوسری شادی کی جائے (حدیثِ مسور میں مذکور تھا کہ حضرت علی نے بنتِ ابوجہل سے شادی کا ارادہ بنایا مگر نبی اکرم نے فرمایا بنت رسول کے ساتھ وہ ایک ہی کے حبالۂ عقد میں جمع نہیں ہو سکتی)۔

مولانا انور تعقیب کا معنی اردو میں یہ لکھتے ہیں: فوجوں کی آپس میں مبادلہ کی نوبتیں یعنی جو وہاں رہنا چاہیں وہیں رہیں اور جو واپس آنا چاہیں واپس آجائیں (وکنت أبغض عليا) کا بھی اردو میں یہ ترجمہ لکھا ہے: کوئی مانوسی نہ تھی، (وقد اغتسل) کے تحت لکھتے ہیں یعنی یہ سمجھے کہ یہ غسلِ جنابت ہے کہ خمس سے قبل جاریہ سے جماع کر لیا ہے۔

4351 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ بْنِ شُبْرُمَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي نُعْمٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ بَعَثَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مِنَ الْيَمَنِ بِذُهَيْبَةٍ فِي أَدِيمٍ مَقْرُوظٍ لَمْ تُحَصَّلْ مِنْ تُرَابِهَا قَالَ فَقَسَمَهَا بَيْنَ أَرْبَعَةِ نَفَرٍ بَيْنَ عُيَيْنَةَ بْنِ بَدْرٍ وَأَقْرَعَ بْنِ حَابِسٍ وَزَيْدِ الْخَيْلِ وَالرَّابِعُ إِمَّا عَلْقَمَةُ وَإِمَّا عَامِرُ بْنُ الطُّفَيْلِ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِهِ كُنَّا نَحْنُ أَحَقَّ بِهَذَا مِنْ هَؤُلَاءِ قَالَ فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ أَلَا تَأْمَنُونِي وَأَنَا أَمِينُ مَنْ فِي السَّمَاءِ يَأْتِينِي خَبَرُ السَّمَاءِ صَبَاحًا وَمَسَاءً قَالَ فَقَامَ رَجُلٌ غَائِرُ الْعَيْنَيْنِ مُشْرِفُ الْوَجْنَتَيْنِ نَاشِزُ الْجَبْهَةِ كَثُّ اللِّحْيَةِ مَحْلُوقُ الرَّأْسِ مُشَمَّرُ الْإِزَارِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ اتَّقِ اللَّهَ قَالَ وَيْلَكَ أَوَلَسْتُ أَحَقَّ أَهْلِ الْأَرْضِ أَنْ يَتَّقِيَ اللَّهَ قَالَ ثُمَّ وَلَّى الرَّجُلُ قَالَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَا أَضْرِبُ عُنُقَهُ قَالَ لَا لَعَلَّهُ أَنْ يَكُونَ يُصَلِّي فَقَالَ خَالِدٌ وَكَمْ مِنْ مُصَلٍّ يَقُولُ بِلِسَانِهِ مَا لَيْسَ فِي قَلْبِهِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنِّي لَمْ أُومَرْ أَنْ أَنْقُبَ قُلُوبَ النَّاسِ وَلَا أَشُقَّ بُطُونَهُمْ قَالَ ثُمَّ نَظَرَ إِلَيْهِ وَهُوَ مُقَفٍّ فَقَالَ إِنَّهُ يَخْرُجُ مِنْ ضِئْضِئِ هَذَا قَوْمٌ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ رَطْبًا لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ وَأَظُنُّهُ قَالَ لَئِنْ أَدْرَكْتُهُمْ لَأَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ ثَمُودَ

(ترجمہ کیلئے جلد پنجم ص: ۳۸) أطرافه 3344، 3610، 4667، 5058، 6163، 6931، 6933، 7432، 7562

ابونعم کا نام زیاد تھا۔ (بذهيبة) ذهبة کی تصغیر، گویا طائفہ یا جملہ کے معنی میں اسے بطورِ مؤنث ذکر کیا خطابی علی معنی القطعۃ کہتے ہیں مگر یہ محلِ نظر ہے کیونکہ وہ تبر (یعنی بغیر ڈھلا ہوا سونا) تھا، بعض لغات (یعنی لہجات) میں ذھب مؤنث ہے مسلم کے اکثر نسخوں میں (بذهبة) ہے۔

(عيينة بن بدر) جدِ اعلیٰ کی طرف منسوب مذکور ہیں، یہ عیینہ بن حصن بن حذیفہ بن بدر ہیں۔ (وأقرع بن حابس) ابن مالک لکھتے ہیں اس میں اس امر کا شاہد ہے کہ اعلامِ غالبہ میں الف و لام والے اسماء میں سے غیرِ نداء میں، اسی طرح بغیرِ اضافت اور بغیر

ضرورت الف ولام ہٹا دیا جانا جائز ہے، سیبویہ نے عربوں کا یہ جملہ نقل کیا ہے:(هذا يوم اثنين مبارك) (یعنی الاثنین سے الف لام ختم کر دیا) اقرع وعینیہ کا غزوۂ حنین کے ضمن میں تذکرہ گزر چکا ہے۔(وزید الخیل) ای ابن مہلہل طائی، سعید بن مسروق کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:(وبين زيد الخيل الطائي ثم أحدبني نبهان) ان کے پاس عمدہ گھوڑے تھے جس کے باعث یہ لقب پڑا آنجناب نے الخیل کو الخیر میں بدل دیا تھا اور ان کی تعریف فرمائی تھی، عہدِ نبوی ہی میں انتقال کیا۔

(والرابع إما علقمة) یعنی ابن علاثہ عامری۔(و إما عامر) یہ بھی عامری تھے سعید بن مسروق کی روایت میں جزم کے ساتھ علقمہ کا نام مذکور ہے وہاں انہیں بنی عامر کے اکابر میں سے ذکر کیا اور یہ کہ قبیلہ کی سیادت و ریاست میں عامر کے ساتھ منازع تھے حضرت عمر نے انہیں حوران کا گورنر بنایا تھا وہیں خلافتِ عمر میں انتقال ہوا، عامر بن طفیل کا ذکر عبدالواحد کی غلطی ہے وہ تو اس سے قبل ہی انتقال کر چکے تھے۔

(رجل من أصحابه) ان کا نام معلوم نہ ہوسکا، سعید کی روایت میں ہے کہ اس پر قریش وانصار ناراض ہوئے اور کہا:(يعطي صناديد أهل نجد و يدعنا) اہلِ نجد کے سرداروں کو دیتے اور ہمیں چھوڑتے ہیں، صنادید صندید کی جمع ہے۔(فقال ألا تأمنوني الخ) سعید کی روایت میں وضاحت ہے کہ یہ بات اس خارجی کی کلام کے بعد کہی تھی، جس کا ذکر آگے آرہا ہے یہی محفوظ ہے۔

تنبیہ کے عنوان سے ابن حجر وضاحت کرتے ہیں کہ یہ قصہ غنیمتِ حنین کے ضمن میں پیش آئے قصہ سے مختلف ہے بعض وہم کا شکار ہوتے ہوئے ایک ہی سمجھ بیٹھے، سونے کی اس مقدار کی بابت اختلافِ اقوال ہے بعض نے کہا کہ خمس الخمس سے تھا، یہ محلِ نظر ہے بعض نے خمس سے قرار دیا ہے اور آنجناب کے خصائص میں سے تھا کہ مصارفِ خمس کی اصناف میں سے کسی بھی ایک صنف پر سارا خمس تقسیم کر سکنے کے مجاز تھے، ایک قول یہ بھی ہے کہ غنیمت میں سے تھا مگر یہ مستبعد ہے،(مَن في السماء) پر کتاب التوحید میں بحث ہوگی۔

(غائر العينين) غور سے فاعل کا وزن، یعنی چندھی اور دھنسی ہوئی آنکھوں والا۔(ناشز) أي مرتفع، ابھری اور اٹھی پیشانی والا، سعید کی روایت میں (ناتئ) ہے نتوء سے، یہی معنی ہے۔(محلوق) اواخر کتاب التوحید میں آئے گا کہ سر کے بال صفا چٹ کرانا خوارج کی خاص نشانی (سيماهم) تھی سلف (اسی مشابہت سے بچنے کے لئے) بالوں کو لمبا چھوڑا کرتے تھے (علم نہیں برصغیر کے دینی مدارس میں طلبہ کی ٹنڈ کروانے کا معاملہ کیسے در آیا، اب پتہ نہیں کیا صورتحال ہے)۔

(أو لست أحق الخ) سعید کی روایت میں یہ عبارت ہے: (وَ مَن يَتَّقِ اللهَ إذاعصيتُه)، یہ شخص ذوالخویصرہ تمیمی تھا جیسا کہ علامات النبوۃ میں صراحت ہوئی، ابوداؤد کے ہاں مذکور ہے کہ اس کا نام نافع تھا، سہیلی نے اسے ہی راجح کہا ہے بعض نے حرقوص بن زہیر سعدی لکھا، مزید تفصیل استتابۃ المرتدین میں آئے گی۔

(فقال خالد) علامات النبوۃ کی ابوسلمہ عن ابی سعید سے روایت میں تھا کہ یہ حضرت عمر تھے کوئی تنافی نہیں کیونکہ ممکن ہے دونوں نے یہ بات کہی ہو۔ (لعله أن يكون يصلي) اس میں (لعل) کا (عسى) کی جگہ استعمال ہے، ابن مالک نے توجہ دلائی۔ (یصلي) میں من طریق المفہوم اس امر کی دلالت ہے کہ تارکِ نماز مستحقِ قتل ہے بقول ابن حجر یہ محلِ نظر ہے۔

(أن أنقب) تنقیب سے، یعنی مجھے تو حکم ہے کہ لوگوں کے ظواہر امور پر حکم لگاؤں، قرطبی لکھتے ہیں آپ اس کے قتل سے اس لئے مجتنب رہے تا کہ لوگ باتیں نہ بنائیں کہ محمد ﷺ تو اپنے اصحاب کو بھی قتل کرنے سے نہیں چوکتے جیسے عبداللہ بن ابی کی بابت اس کی

نظیر گزری ہے، مازری کہتے ہیں محتمل ہے کہ نبی اکرم نے خیال کیا ہو کہ یہ شخص طعن فی النبوت (توہین رسالت) کا مرتکب نہیں ہوا صرف تقسیم میں آپ کی نسبت عدم عدل کا گمان کیا ہے، یہ کبیرہ (گناہ) نہیں، انبیاء کبائر سے تو بالا جماع معصوم ہیں، ان سے وقوع صغائر کے جواز کی بابت اختلاف ہے، یا شائد اس لئے اس شخص کا معاقبہ نہ فرمایا کہ اس کی یہ بات (با قاعدہ طریقہ سے) ثابت نہیں ہوئی بلکہ اس سے نقلِ واحد تھی اور خبرِ واحد کے ساتھ خون نہیں بہایا جا سکتا مگر عیاض ان کی یہ بات مردود و باطل قرار دیتے ہیں کیونکہ حدیث میں اس کے الفاظ منقول ہیں: (اعدل یا محمد) برسرِ مجلس آپ سے مخاطب ہو کر یہ بات کہی تھی لہذا خبرِ واحد نہیں۔

(یخرج من ضئضئ الخ) اکثر کے نزدیک دو ضاد اور ان کے مابین ہمزہ ساکن اور آخر میں یائے مہموزہ ہے، کشمیہنی کے نسخہ میں دونوں جگہ صاد ہے، ضاد کے ساتھ نسل و عقب کا معنی ہے بقول ابن کثیر صاد کے ساتھ بھی یہی معنی ہے، ان کے مطابق اسے مد کے ساتھ بروزنِ قندین بھی روایت کیا گیا ہے، احادیث الأنبیاء میں (أو) کے ساتھ ضئضئی اور عقب، دونوں لفظ مذکور تھے۔

(یمرقون من الدین) سعید کی روایت میں (من الإسلام) ہے اس سے ان حضرات کا رد ہوا جو دین کو یہاں بمعنی طاعت مراد لیتے ہیں، ان کے نزدیک مفہوم یہ ہے کہ طاعتِ امام سے نکل جائیں گے تو یہی خوارج کی روش رہی کہ خلفاء کی اطاعت کا دم نہ بھرتے تھے، لیکن ظاہر یہی ہے کہ دین سے مراد اسلام ہے جیسے دوسری روایت نے تفسیر کر دی تو کلام ہذا مخرج الزجر خارج ہے کہ وہ اس فعل کے ساتھ دائرہ اسلام ہی سے خارج ہو جائیں گے، سعید کی روایت میں مزید یہ بھی ہے کہ اہلِ اسلام کو قتل کریں گے اور اہلِ اوثان کو چھوڑیں گے، یہ نبوی پیشین گوئیوں میں سے ہے جو پوری ہوئی۔

(لئن أدر کتھم الخ) سعید کی روایت میں (قتل عاد) ہے وہی راجح ہے کیونکہ راوی، زیرِ نظر کی مانند متردد نہیں، آنجناب کے اس قول میں اشکال سمجھا گیا ہے جبکہ خالد و عمر کو اس کے قتل سے منع فرمایا؟ جواب یہ ہے کہ آپ کی مراد ان کے خروج کا ادراک ہے جب مسلمانوں کو تلواروں کی زد میں رکھنا روا سمجھیں گے اور یہ امر ابھی ظاہر نہ ہوا تھا، اس کا سب سے اولین ظہور حضرت علی کے عہدِ خلافت میں تھا جیسا کہ مشہور ہے، اس سے خواج کی تکفیر پر استدلال کیا گیا ہے جو اصول میں ایک مشہور مسئلہ ہے، اس بارے کچھ بحث استتابۃ المرتدین میں ہوگی۔

شاہ انور کشمیری (إنه یخرج من ضئضئی ھذا الخ) کے تحت لکھتے ہیں یہ عمل بالتکوین تھا یعنی اس شخص کی ابھی بقاء مقدر تھی لہذا قتل کرنے کی اجازت نہ دی یہی طرزِ عمل ابن صیاد کے بارہ میں اختیار کیا اور تب حضرت عمر سے فرمایا تھا اگر یہ وہی (یعنی دجال) ہے تب تم اس کے صاحب (یعنی جو اسکا قاتل مقدر ہے) نہیں ہو، (یمرقون) کی بابت کہتے ہیں مروق کسی شئ کا ایسی جگہ سے خروج جہاں سے خروج کا موضع نہیں بنتا تو وہ گویا زبردستی وہاں سے نکلتی ہے۔

4352 - حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ عَطَاءٌ قَالَ جَابِرٌ أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ عَلِيًّا أَنْ يُقِيمَ عَلَى إِحْرَامِهِ. 4353 - زَادَ مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ عَطَاءٌ قَالَ جَابِرٌ فَقَدِمَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ بِسِعَايَتِهِ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ بِمَ أَهْلَلْتَ يَا عَلِيُّ قَالَ بِمَا أَهَلَّ بِهِ النَّبِيُّ ﷺ قَالَ فَأَهْدِ وَامْكُثْ حَرَامًا كَمَا أَنْتَ قَالَ وَأَهْدَى لَهُ عَلِيٌّ هَدْيًا

4354 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ حَدَّثَنَا بَكْرٌ أَنَّهُ ذَكَرَ لِابْنِ عُمَرَ أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُمْ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَحَجَّةٍ فَقَالَ أَهَلَّ النَّبِيُّ ﷺ بِالْحَجِّ وَأَهْلَلْنَا بِهِ مَعَهُ فَلَمَّا قَدِمْنَا مَكَّةَ قَالَ مَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيَجْعَلْهَا عُمْرَةً وَكَانَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ هَدْيٌ فَقَدِمَ عَلَيْنَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ مِنَ الْيَمَنِ حَاجًّا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ بِمَ أَهْلَلْتَ فَإِنَّ مَعَنَا أَهْلَكَ قَالَ أَهْلَلْتُ بِمَا أَهَلَّ بِهِ النَّبِيُّ ﷺ قَالَ فَأَمْسِكْ ، فَإِنَّ مَعَنَا هَدْيًا

راوی کہتے ہیں کہ انہوں نے ابن عمر سے ذکر کیا کہ حضرت انس نے انہیں بیان کیا ہے کہ نبی پاک نے حج وعمرہ، دونوں کا احرام باندھا تھا، کہا نبی پاک نے صرف حج کا احرام باندھا تھا ہم نے بھی یہی کیا تھا جب مکہ آئے تو نبی پاک نے فرمایا جس کے ہمراہ قربانی کا جانور نہیں وہ اسے عمرہ میں تبدیل کر لے، نبی پاک کے ہمراہ قربانیاں موجود تھیں، پھر یمن سے حضرت علی بغرضِ حج آ گئے تو آپ نے ان سے دریافت فرمایا احرام باندھتے کیا نیت کی تھی؟ کہا میں نے کہا تھا میرا بھی وہی اہلال جو رسول اللہ کا، فرمایا تب اپنے احرام پہ قائم رہو کہ ہمارے ہمراہ قربانی کے جانور ہیں۔

حضرت علی کے یمن سے آ کر حجۃ الوداع میں شرکت کی بابت حضرت انس کی یہ روایت انہی دو اسناد کے ساتھ کتاب الحج میں ذکر ہو چکی ہے۔ (بسعایتہ) یہاں مراد ان کی ولایت علی الیمن ہے، سعایتِ صدقہ مراد نہیں کیونکہ مسلم کی روایت جس میں ہے کہ فضل بن عباس نے نبی اکرم سے مطالبہ کیا کہ انہیں عاملِ صدقات بنا دیں تو آپ کا جواب تھا کہ یہ محمد اور آپ کے متعلقین کے لئے حلال نہیں، کی بناء پر حضرت علی کا عاملِ صدقات بننا بقول نووی حرام تھا۔

62 - باب غَزْوَةُ ذِي الْخَلَصَةِ (غزوہ ذی الخلصہ)

(الخلصة) ابن درید کے مطابق خاء پر زیر اور لام ساکن ہے ابن ہشام خاء پر پیش نقل کرتے ہیں بعض نے خائے مفتوح اور لامِ مضموم کے ساتھ کہا ہے مگر اول اشہر ہے، خلصہ اصل میں ایک نبات ہے جس کے سرخ دانے ہوتے ہیں جیسے خرزِ عقیق (یعنی عقیق کا ہار) ہوں، ایک معبد کا نام تھا جس میں بت تھے، ایک قول یہ ہے کہ بیت کا نام خلصہ اور اس میں رکھے بت کا نام ذو الخلصہ تھا، مبرد لکھتے ہیں ذو الخلصہ کی جگہ بعد ازاں ایک جامع مسجد تعمیر کی گئی اس شہر کا نام جہاں ارضِ خثعم میں سے یہ گھر تھا، عبلات تھا بعض نے وہم کرتے ہوئے بلادِ فارس قرار دیا۔

4355 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا خَالِدٌ حَدَّثَنَا بَيَانٌ عَنْ قَيْسٍ عَنْ جَرِيرٍ قَالَ كَانَ بَيْتٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ يُقَالُ لَهُ ذُو الْخَلَصَةِ وَالْكَعْبَةُ الْيَمَانِيَةُ وَالْكَعْبَةُ الشَّأْمِيَّةُ فَقَالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ أَلَا تُرِيحُنِي مِنْ ذِي الْخَلَصَةِ فَنَفَرْتُ فِي مِائَةٍ وَخَمْسِينَ رَاكِبًا فَكَسَرْنَاهُ وَقَتَلْنَا مَنْ وَجَدْنَا عِنْدَهُ فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَأَخْبَرْتُهُ فَدَعَا لَنَا وَلِأَحْمَسَ

(ترجمہ کیلئے جلد چہارم ص: ۵۰۸) أطرافه 3020، 3036، 3076، 3823، 4356، 6089، 6333 -

خالد سے ابن عبداللہ طحان، بیان سے ابن بشر اور قیس سے مراد ابن ابی حازم ہیں۔ (كان بيت في جاهلية الخ) آمدہ

روایت میں ہے کہ خثعم میں تھا، خثعم بروزنِ جعفر ایک مشہور قبیلہ ہے جو خثعم بن انمار کی طرف منتسب تھا، انمار بن اِراش بن عنز بن وائل، ان کا نسب نامہ جدِ قریش مضر بن نزار کے بھائی ربیعہ بن نزار تک پہنچتا ہے، ذوالخلصہ کا تذکرہ شیخین کی تخریج کردہ کتاب الفتن کی حدیثِ ابی ہریرہ مرفوع میں بھی ہے نبی اکرم فرماتے ہیں: (لا تقوم الساعة حتى تضطرب أليات نساء دوس حول ذي الخلصة) کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک قبیلہِ دوس کی عورتوں کی سرینیں ذوالخلصہ کے گرد حرکت پذیر نہ ہوں (یعنی بقصدِ طواف) یہ دوس کا ایک صنم تھا جاہلیت میں جس کی پوجا ہوتی تھی، ابن حجر کہتے ہیں میرے لئے ظاہر یہ ہے کہ وہ حدیثِ ہذا میں مذکور ذوالخلصہ سے مختلف صنم ہے اگرچہ سہیلی نے دونوں کے ایک ہونے کا اشارہ کیا ہے کیونکہ دوس جو حضرت ابوہریرہ کا قبیلہ تھا، کا نسب دوس بن عُدثان بن عبداللہ بن ہوازن تک پہنچتا ہے، یہ ازدی ہیں تو ان کے اور خثعم کے درمیان نسب وعلاقہ کے لحاظ سے خاصہ تباین ہے، ابن دحیہ ذکر کرتے ہیں کہ ابوہریرہ کی حدیث میں جس ذوالخلصہ کا ذکر ہے اسے عمرو بن لحی نے اسفلِ مکہ میں نصب کیا تھا، اسے چڑھاوے چڑھائے جاتے، شترمرغ کے انڈے یہاں رکھتے جاتے اور اس کے پاس جانور ذبح کرتے تھے، یہ جو خثعم والا ہے اس سے مراد ایک عمارت ہے جسے کعبہ کے مقابلہ میں بنایا ہوا تھا، اس لحاظ سے خاصہ افتراق ہے۔

(والكعبة اليمانية الخ) اس روایت میں یہی عبارت ہے کہا گیا ہے کہ یہ غلط ہے، درست فقط (الكعبة اليمانية) ہے کعبہِ مکہ کی ہمسری میں اس کا یہ نام رکھا، بیت اللہ اہلِ یمن کی جہت سے (الكعبة الشامية) ہے تو ان کے ہاں حرمِ مکی اس نام سے معروف تھا اور اپنے اس کعبہ کو تفرقہ اور امتیاز کے لئے (الكعبة اليمانية) کہتے تھے، ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں کہ میرے لئے ظاہر ہوتا ہے کہ روایت میں جو عبارت ہے، درست ہے ذوالخلصہ کا الکعبۃ الیمانیۃ کہلایا جانا تو اس لحاظ سے کہ یہ یمن میں تھا، اسے شامی بھی کہا جاتا تھا اس اعتبار سے کہ اس کا دروازہ مقابلِ شام رکھا تھا (یعنی شام کی جہت)، عیاض لکھتے ہیں بعض روایات میں عبارت یوں ہے: (والكعبة اليمانية الكعبة الشامية) یعنی درمیان میں واؤ کے بغیر، کہتے ہیں اس میں ابہام ہے، بقول ان کے معنی یہ بنتا ہے کہ دونوں طرح سے معروف تھا ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں ان کی اس آخری بات سے میری کہی بات کی تقویت ہوتی ہے اور اس لحاظ سے اِثباتِ واؤ کے ساتھ یہ مفہوم بطریق اولی نکلتا ہے، بعض اہلِ علم کہتے ہیں (والكعبة الشامية) خبرِ محذوف کا مبتدا ہے أي (هي التي بمكة)، بعض کے ہاں (الكعبة) مبتدا اور (الشامية) اس کی خبر ہے اور یہ جملہ حالیہ ہے مفہوم یہ ہوا (وہ اسے کعبہ یمانیہ کہتے ہیں) حالانکہ کعبہ ایک ہی ہے وہ جو شامی ہے، سہیلی بعض نحویوں سے ناقل ہیں کہ (له) زائدہ اور درست عبارت یہ ہے: (كان يقال الكعبة الشامية) یعنی اس بیتِ جدید کو اور (الكعبة اليمانية) اس بیتِ عتیق کو کہا جاتا تھا، یا اس کے برعکس بقول سہیلی اس میں کوئی لفظِ زائد نہیں، لام (من أجل) کے معنی میں ہے یعنی اس کی وجہ سے کعبہِ شامیہ اور کعبہِ یمانیہ کی دو اصطلاحیں رائج ہوئیں (تا کہ دونوں کے مابین فرق وامتیاز ہو)۔

(ألا تريحني) لام مخفف کے ساتھ، طلب لیکن معنائے امر کو متضمن ہے حضرت جریر کو یہ حکم اس لئے دیا کہ یہ انہی کے علاقہ میں تھا اور وہ ایک باحیثیت سردار تھے، راحت سے مراد دلی راحت ہے آنجناب کے دل کی نسبت اس سے زیادہ قلق واضطراب والی چیز کیا ہوسکتی تھی کہ کوئی شرک کا گڑھ قائم وموجود ہو؟ حاکم اکلیل میں براء بن عازب سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آنجناب کے پاس بنی بجیلہ اور بنی قشیر کا سوافراد پر مشتمل وفد آیا ان میں جریر بن عبداللہ بھی تھے، آپ نے قبیلہ خثعم کی بابت دریافت کیا، انہوں نے بتلایا کہ انہوں

نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے، نبی اکرم نے حضرت جریر کو اپنے ساتھیوں کا امیر مقرر فرمایا تین سو انصار بھی ہمراہ بھیجے اور حکم دیا کہ خثعم کے ہاں جائیں تین دن تک دعوتِ اسلام دیں اگر قبول کر لیں تو ان کے صنم ذوالخلصہ کو منہدم کر دیں وگرنہ تلوار استعمال کریں۔

(فی مائة و خمسین الخ) طبرانی کی ایک ضعیف روایت میں سات سو مذکور ہے اگر وہ محفوظ ہے تو ممکن ہے بقیہ ان کے اتباع اور رجالہ (یعنی پیدل سوار جنہیں اصطلاحاً پیدل دستہ کہا جاتا ہے) ابن حجر کہتے ہیں بعد ازاں ابن سکن کی کتاب الصحابہ میں پڑھا کہ ان کی تعداد کافی زیادہ تھی، قیس بن غربہ احمسی کے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ اپنی قوم کے پانچ سو افراد کا وفد لے کر آئے، آگے کہتے ہیں جریر بجلی اپنی قوم کے ہمراہ اور حجاج بن ذی الأعین دو سو افراد پر مشتمل وفد لے کر آئے، کہتے ہیں اس مہم پر بھیجتے وقت تین سو انصار وغیرہم صحابہ بھی ساتھ روانہ کئے تو ایک سو پچاس کا یہ عدد حضرت جریر کے قبیلہ کے حوالے سے ہے۔

(فکسرناہ) اس کی تفصیل آگے آتی ہے۔(فأتیت النبی الخ) آمدہ روایت میں ہے کہ خبر لانے والے جریر کے ایلچی تھے تو یہاں اپنی طرف مجازاً نسبت کی۔ (فدعا لنا و لأحمس) احمس بجیلہ یعنی رہط جریر (اسی سے ان کی نسبت بجلی مشہور ہے) کے بھائی تھے، احمس بن غوث بن انمار، بجیلہ ایک خاتون تھی جس کی طرف اس قبیلہ کی نسبت مشہور ہوئی عربوں کا احمس نامی ایک اور قبیلہ بھی ہے وہ یہاں مراد نہیں وہ احمس بن ضبیعہ بن ربیعہ بن نزار کی طرف منتسب ہے۔

4356 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنَا قَيْسٌ قَالَ قَالَ لِي جَرِيرٌ قَالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ أَلَا تُرِيحُنِي مِنْ ذِي الْخَلَصَةِ وَكَانَ بَيْتًا فِي خَثْعَمَ يُسَمَّى الْكَعْبَةَ الْيَمَانِيَةَ فَانْطَلَقْتُ فِي خَمْسِينَ وَمِائَةِ فَارِسٍ مِنْ أَحْمَسَ وَكَانُوا أَصْحَابَ خَيْلٍ وَكُنْتُ لَا أَثْبُتُ عَلَى الْخَيْلِ فَضَرَبَ فِي صَدْرِي حَتَّى رَأَيْتُ أَثَرَ أَصَابِعِهِ فِي صَدْرِي وَقَالَ اللَّهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا فَانْطَلَقَ إِلَيْهَا فَكَسَرَهَا وَحَرَّقَهَا ثُمَّ بَعَثَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ رَسُولُ جَرِيرٍ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا جِئْتُكَ حَتَّى تَرَكْتُهَا كَأَنَّهَا جَمَلٌ أَجْرَبُ قَالَ فَبَارَكَ فِي خَيْلِ أَحْمَسَ وَرِجَالِهَا خَمْسَ مَرَّاتٍ

(سابقہ حوالہ) .أطرافه 3020، 3036، 3076، 3823، 4355، 6089، 6333-

4357 - حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ قَيْسٍ عَنْ جَرِيرٍ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَلَا تُرِيحُنِي مِنْ ذِي الْخَلَصَةِ فَقُلْتُ بَلَى فَانْطَلَقْتُ فِي خَمْسِينَ وَمِائَةِ فَارِسٍ مِنْ أَحْمَسَ وَكَانُوا أَصْحَابَ خَيْلٍ وَكُنْتُ لَا أَثْبُتُ عَلَى الْخَيْلِ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَضَرَبَ يَدَهُ عَلَى صَدْرِي حَتَّى رَأَيْتُ أَثَرَ يَدِهِ فِي صَدْرِي وَقَالَ اللَّهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا قَالَ فَمَا وَقَعْتُ عَنْ فَرَسٍ بَعْدُ قَالَ وَكَانَ ذُو الْخَلَصَةِ بَيْتًا بِالْيَمَنِ لِخَثْعَمَ وَبَجِيلَةَ فِيهِ نُصُبٌ تُعْبَدُ يُقَالُ لَهُ الْكَعْبَةُ قَالَ فَأَتَاهَا فَحَرَّقَهَا بِالنَّارِ وَكَسَرَهَا قَالَ وَلَمَّا قَدِمَ جَرِيرٌ الْيَمَنَ كَانَ بِهَا رَجُلٌ يَسْتَقْسِمُ بِالْأَزْلَامِ فَقِيلَ لَهُ إِنَّ

رَسُولَ رَسُولِ اللّٰهِﷺ هَا هُنَا فَإِنْ قَدَرَ عَلَيْكَ ضَرَبَ عُنُقَكَ قَالَ فَبَيْنَمَا هُوَ يَضْرِبُ بِهَا إِذْ وَقَفَ عَلَيْهِ جَرِيرٌ فَقَالَ لَتَكْسِرَنَّهَا وَلَتَشْهَدَنَّ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ أَوْ لَأَضْرِبَنَّ عُنُقَكَ قَالَ فَكَسَرَهَا وَشَهِدَ ثُمَّ بَعَثَ جَرِيرٌ رَجُلاً مِنْ أَحْمَسَ يُكْنَى أَبَا أَرْطَاةَ إِلَى النَّبِيِّﷺ يُبَشِّرُهُ بِذَلِكَ فَلَمَّا أَتَى النَّبِيَّﷺ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا جِئْتُ حَتَّى تَرَكْتُهَا كَأَنَّهَا جَمَلٌ أَجْرَبُ قَالَ فَبَرَّكَ النَّبِيُّﷺ عَلَى خَيْلِ أَحْمَسَ وَرِجَالِهَا خَمْسَ مَرَّاتٍ (ایضاً)

(و كنت لا أثبت الخ) حاکم کی حدیثِ براء میں ہے کہ جریر نے نبی پاک کو قلع کی شکایت کی آپ نے فرمایا قریب ہو جاؤ، قریب آئے تو ان کے سر پر دستِ مبارک رکھا پھر چہرہ وسینہ سے گزارتے ہوئے ناف تک پھیرا پھر دوبارہ سر پر رکھا اور دوسری طرف کمر پر لے گئے حتی کہ سرین تک پھیرا ساتھ میں کچھ پڑھتے جاتے تھے۔ فائدہ کے عنوان سے ابن حجر رقمطراز ہیں کہ قلع قاف و لام کی زبر کے ساتھ ہے ابو عبید ہروی اس کی تشریح میں لکھتے ہیں جو زین پر ثابت نہ رہ سکے، بعض نے قافِ مکسور کے ساتھ پڑھا ہے جوہری کہتے ہیں: (رجل قلع القدم) کہا جاتا ہے جب اثنائے جنگ اس کے قدم نہ جمتے ہوں، (فلانٌ قلعةٌ) کہا جاتا ہے جب زین سے سرک جاتا ہو، پانچ دفعہ دعا کرنے کی حکمت کی بابت کہا گیا کہ ازرہِ مبالغہ اور پھر طاق عدد ملحوظ رکھتے ہوئے ایسا کیا، ابن حجر کہتے ہیں پھر میرے لئے اس میں ایک اور احتمال بھی ظاہر ہوا وہ یہ کہ ممکن ہے آپ نے ایک مرتبہ گھڑ سواروں کے لیے، ایک مرتبہ پیدل دستہ یا دونوں کے لئے اکھٹے دعا فرمائی، پھر تاکیداً مزید تین مرتبہ یہی الفاظ کہے، پیدل دستہ کے لئے دو مزید مرتبہ، اسی طرح گھڑ سواروں کے لئے بھی (یعنی ایک مرتبہ دونوں کے لئے ان الفاظ کے ساتھ دعا فرمائی پھر چونکہ آپ کی عادتِ مبارکہ تھی کہ تین مرتبہ اہم باتیں فرماتے تو ہر دو صنف کے لئے مزید دو دو مرتبہ دعا فرمائی) تو اس طرح سے انکا مجموع پانچ مرتبہ ہوا۔

(اللهم ثبته و اجعله الخ) کہا گیا ہے کہ اس میں تقدیم و تاخیر ہے کیونکہ ہادی تبھی ہوتا ہے جب مہدی ہو، بعض اس کا معنی (كاملا مكملا) کرتے ہیں، حدیثِ براء میں ہے کہ یہ دعا اس وقت فرمائی جب ان کے جسم پر دستِ مبارک بھی پھیر رہے تھے، مزید یہ بھی کہا: (و بارك فيه وفي ذريته)۔ تنبیہ کے عنوان سے لکھتے ہیں کہ اطراف میں مزی کی کلام سے مترشح ہوتا ہے کہ (واجعله هاديا مهديا) افرادِ مسلم میں سے ہے لیکن ایسا نہیں یہاں دو طرق سے یہ الفاظ ثابت ہیں۔

(فكسرها وحرقها) یعنی اسے گرا کر جو لکڑیاں وغیرہ تھیں انہیں جلا دیا، دوسری روایت میں ہے: (ولما قدم جرير اليمن الخ) یہ اس امر کا مشعر ہے کہ غزوہِ ذی الخلصہ سے فارغ ہو کر ایلچی کو خدمتِ نبوی میں اس فتح کی بشارت کے ساتھ بھیجا اور خود آگے یمن کی طرف سفر جاری رکھا، اس سفر کا مقصد ایک باب بعد کی روایت میں بیان ہوگا۔

(ليستقسم الخ) یعنی رجوع کرنے والے خواتین و حضرات کو مستقبل بنی سے متعلقہ خیر و شر کی خبریں سنانے کیلئے ازلام (یعنی پانسے کے تیر) استعمال کرتا تھا، یہ عمل اللہ تعالی نے اس آیت: (وَلَا تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ) [المائدۃ: ۳] میں حرام قرار دیا ابو الفرج اصبہانی ذکر کرتے ہیں کہ استقسام بالازلام کا یہ عمل ذوالخلصہ کے پاس کرتے تھے، لکھتے ہیں امرؤ القیس (دورِ جاہلی کا امیر الشعراء) جب اپنے والد کے خون کا دعوی لے کر بغرضِ انتقام اٹھا تو یہیں آ کر استقسام کیا، جب نتیجہ اس کی مرضی کی برخلاف نکلا تو صنم کو

گالی دی اور پتھر مارا اور یہ شعر کہا: (لو کنتَ یا ذاالخلص موتورا لَمْ تَنه عن قتل العداۃ زورا)
(یعنی اگر تمہارا بھی کسی کے ذمہ کوئی انتقام ہوتا تو مجھے منع نہ کرتے) لکھتے ہیں اس کے بعد وہاں کسی نے استقسام نہ کیا تا آنکہ ظہورِ اسلام ہوا، ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں مگر حدیثِ باب سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ سلسلہ جاری رہا حتی کہ اسلام نے منع کر دیا تو گویا یہ مستقسم اسلام کے اس حکم سے آگاہ نہ تھا یا ممکن ہے ابھی اسلام ہی قبول نہ کیا ہو۔

(یکنی أبا أرطاۃ) ان کا نام حصین بن ربیعہ تھا، صحیح مسلم کی روایت میں نام کی صراحت ہے البتہ اس کے بعض رواۃ نے حسین نقل کیا مگر یہ تصحیف ہے بعض نے حصن اور بعض نے قلب کر کے ربیعہ بن حصین ذکر کر دیا جبکہ بعض نے ارطاۃ نام قرار دیا ہے، یہ بھی بجلی صحابی ہیں بقول ابن حجر صرف اسی روایت میں ہی ان کا ذکر پایا ہے۔

(جمل أجرب) اس کی زینت و بہجت کے زوال کا کنایہ ہے، خطابی کہتے ہیں مراد یہ کہ خارش کے سبب مَطلِی بالقطران (یعنی جسکے جسم پر بغرضِ علاج کول تار ملا گیا ہو) اونٹ کی مانند ہو گیا ہے تحریق کی وجہ سے سیاہ ہو جانے کی طرف اشارہ ہے بعض رواۃ۔ کہا جاتا ہے مسدد۔ نے (أجوف) ذکر کیا ہے یعنی اب تو صرف صورت بلا معنی (یعنی ڈھانچہ جس کا کوئی مصرف نہیں) ہو کر رہ گیا ہے، اجوف خالی الجوف کو کہتے ہیں خواہ کتنا بڑا ہو، ابن بطال نے (أجرب یعنی أسود) کے ساتھ تشریح کی ہے جبکہ اجوف کا معنی ثابت سر قسطی کے حوالے سے ابیض نقل کیا ہے مگر عیاض اسے رد کرتے ہوئے تصحیف قرار دیتے ہیں اور یہ کہ اس سے معنی مفسَد ہے، ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں اگر تو ان کی مراد اجوف کو مفسَر بأبیض کرنے سے ہے تب تو مقبول ہے کیونکہ اسود کے معنی کا مضاد ہے اور روایت میں ثابت ہے کہ اسے گرا کر جلا دیا تھا اور جلا دینے سے شئ سیاہ پڑ جاتی ہے نہ کہ سفید، لہذا موصوف بأبیض کرنے کا تُک نہیں بنتا لیکن اگر وہ اجوف کے لفظ والی روایت کا انکار کرتے ہیں تو یہ درست نہیں کیونکہ سابق الذکر معنی کے لحاظ سے قابلِ قبول ہے۔

حدیث سے ثابت ہوا کہ لوگوں کو خراب کرنے والی شئ خواہ انسان، حیوان یا جماد ہو، کا ازالہ کر دینا چاہئے، جنگوں میں گھڑ سواری کی فضیلت، خبرِ واحد کا قبول اور حضرت جریر اور ان کی قوم کی منقبت بھی ثابت ہوئی، دست نبوی کے لمس اور دعا کی برکت بھی ظاہر ہے اور یہ بھی کہ حدیثِ انس کہ نبی اکرم جب بھی دعا فرماتے تین مرتبہ الفاظ کہتے، محمول علی الغالب ہے کیونکہ یہاں حضرت جریر کے لئے ایک مرتبہ دعائیہ الفاظ کہے۔

علامہ انور اس کے تحت رقمطراز ہیں کہ نصاریٰ کا جب یمن پر تسلط ہوا تو دیکھا کہ عرب کعبہ کا طواف و حج کرنے مکہ جاتے ہیں تو اس کی ہمسری کیلئے یمن میں ایک عمارت تعمیر کی اور اسے مکی کعبہ جسے کعبہ شامیہ کہا جاتا تھا، سے تمیز کیلئے کعبہ یمانیہ کا نام دیا، تو راوی نے یہاں ذوالخلصہ کے ذکر میں دونوں جمع کر دئے تو کہا گیا کہ درست فقط یمانیہ ہے، شامیہ کا یہاں ذکر غلطی ہے حافظ نے روایت کے الفاظ کی توجیہہ ذکر کی ہے میں کہتا ہوں (ذوالخلصۃ) اور (الکعبۃ الیمانیۃ) معطوف علیہ اور معطوف ہیں تو جملہ یہاں مکمل و تام ہے پھر آگے کی عبارت: (والکعبۃ الشامیۃ) ماقبل پر معطوف نہیں بلکہ مبتدا وخبر ہے (حافظ ابن حجر نے یہ تاویل بھی ذکر کی ہے) أی (الکعبۃ یقال لھا الشامیۃ) اگر معطوف قرار دیں تو معنی یہ ہوگا کہ اسے یمانیہ اور شامیہ بھی کہا جاتا تھا جبکہ مکہ میں جو ہے اسے مطلقاً (یعنی بغیر کسی صفت کے) کعبہ کہا جاتا تھا، سیر میں ہے ابرہہ جب کعبہ گرانے آیا تو مزدلفہ میں پڑاؤ ڈالا لوگوں نے عبدالمطلب سے کہا آپ جا کر اس سے بات کریں وہ گئے ابرہہ تعظیم سے پیش آیا، آنے کا سبب دریافت کیا، کہنے لگے اگر آپ اجازت دیں تو ہم اپنے

مال ومویشی لے کر مکہ سے نکل جائیں؟ وہ یہ سن کر بولا تم تو احمق ہو، کعبہ کی فکر نہیں اپنے مال ومویشی کی ہے؟ بولے ہاں اس لئے کہ ان کا مالک میں ہوں، کعبہ کا جو رب ہے وہ خود اس کی حفاظت کر لے گا، مجھے اس کی بابت تردُد کرنے کی ضرورت نہیں (كأنها جمل أجرب) کے تحت لکھتے ہیں (اردو میں): خارشتی اونٹ کو تارکول لگاتے ہیں ایسا کالا کر کے چھوڑ دیا۔

63 - باب غَزْوَةُ ذَاتِ السَّلاَسِلِ (غزوہ ذات السلاسل)

وَهِيَ غَزْوَةُ لَخْمٍ وَجُذَامَ قَالَهُ إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ وَقَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ عَنْ يَزِيدَ عَنْ عُرْوَةَ هِيَ بِلاَدُ بَلِيٍّ وَعُذْرَةَ وَبَنِي الْقَيْنِ یہ لخم اور جذام کے خلاف پیش آیا، یہ بات اسماعیل بن خالد نے کہی ہے، ابن اسحاق یزید عن عروہ سے بیان کرتے ہیں کہ یہ مہم بلادِ بلی، عذرہ اور بنی قین کے خلاف تھی۔

مناقبِ ابی بکر میں ذات السلاسل کے ضبط کے بارہ میں بحث ہو چکی ہے، اس کی وجہِ تسمیہ کی بابت کہا گیا ہے کہ اس معرکہ میں غنیم نے اپنے آپکو ایک دوسرے سے باندھ رکھا تھا تا کہ کوئی فرار کا نہ سوچے بعض کے مطابق یہاں موجود ماء (یعنی کنواں یا چشمہ) کی وجہ سے جو سلسل کہلاتا تھا، ابن سعد کے مطابق وادی القری کے اس پار تھا، مدینہ اور اس کے مابین دس دن کی مسافت تھی بقول ان کے یہ جمادیٰ ثانی ۸ھ کا واقعہ ہے ابن ابو خالد نے اپنی کتاب (صحیح التاریخ) میں سن سات لکھا ہے ابن عساکر کے بقول اس امر پر اتفاق ہے کہ یہ غزوہِ مؤتہ کے بعد ہے البتہ ابن اسحاق اس سے قبل قرار دیتے ہیں۔

(وهي غزوه لخم الخ) ابن اسحاق کے مطابق یہ جذام ولخم کا علاقہ تھا، لخم ایک مشہور قبیلہ تھا جو لخم بن عدی بن حارث بن مرۃ بن ادد کی طرف منسوب ہیں، لخم کا نام مالک تھا جبکہ جذام عمرو بن عدی کی طرف منسوب ہیں، مشہور قول کے مطابق یہ لخم کا بھائی ہے بعض انہیں اسد بن خزیمہ کی اولاد بتلاتے ہیں۔(وقال ابن اسحاق الخ) یزید سے مراد ابن رومان مدنی جبکہ عروہ، ابن زبیر ہیں۔ یہ تینوں قبائلِ قضاعہ کی شاخیں ہیں، بَلِی بلی بن عمرو بن الحلف بن قضاعہ کی طرف، عذرہ، عذرہ بن سعد، ہذیم بن زبید بن لیث بن سعید بن اسلُم بن الحاف بن قضاعہ کی طرف جبکہ بنی القین قین بن جسر کی طرف منسوب ہیں، کہا جاتا ہے قین دراصل ایک غلام تھا، اپنی پرورش میں لیا تو اس کی طرف نسبت سے مشہور ہو گیا، اسکا نام نعمان بن حسر بن شیع اللہ بن اسد بن وبرہ بن ثعلب بن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ ہے، ابن تین نے وہم کا شکار ہوتے ہوئے بنی قین کو بنی تمیم کا ایک قبیلہ قرار دے ڈالا، ابن سعد ذکر کرتے ہیں کہ قضاعہ کی ایک جماعت نے لشکر ترتیب دے کر مدینہ کے اطراف پر حملہ کا پروگرام بنایا تو نبی اکرم نے عمرو بن عاص کو سفید علم دے کر تین سو انصار ومہاجرین کے ساتھ روانہ کیا پھر ابوعبیدہ کو دوسو کی جمعیت کے ساتھ ان کی مدد کو بھیجا اور حکم دیا کہ ان کے ساتھ مل جائیں اور باہم اختلاف نہ کریں تو وہاں پہنچ کر جب جماعت کا وقت ہوا ابوعبیدہ نے امامت کیلئے آگے بڑھنا چاہا مگر عمرو نے منع کیا اور کہا امیر تو میں ہوں آپ تو مدد کو آئے ہیں، ابوعبیدہ نے ان کا یہ موقف تسلیم کیا اور ان کی امامت میں نماز پڑھی، التیمم میں گزرا تھا کہ ایک رات محتلم ہوئے پھر غسل کئے بغیر تیمم کر کے امامت کرائی، عمرو اس لشکر کو لے کر آگے بڑھے اور بلی وعذرہ کے علاقوں کو تاراج کیا، موسی بن عقبہ بھی یہی بیان کرتے ہیں، ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ حضرت عمرو کی والدہ قبیلہِ بلی سے تعلق رکھتی تھیں تو عمرو کا انتخاب برائے امارت اسی لئے تھا تا کہ سہولت کے ساتھ لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں اور اس رشتہ کے ناطے استیلاف ہو، ابن راہویہ اور حاکم نے حضرت بریدہ سے

روایت کی ہے کہ عمرو نے اس غزوہ میں انہیں حکم دیا کہ آگ نہ جلائیں، حضرت عمر کو اس حکم پر اعتراض ہوا مگر حضرت ابوبکر نے منع کیا اور کہا نبی اکرم نے آخر ان کی جنگی مہارت دیکھ کر ہی امیر بنایا ہوگا، اس پر وہ خاموش رہے، ابن حبان قیس بن ابی حازم عن عمرو بن عاص کے حوالے سے روایت نقل کرتے ہیں کہ ان سے ساتھیوں نے آگ جلانے کی اجازت مانگی لیکن انہوں نے منع کیا، لوگوں نے حضرت ابوبکر سے بات کی انہوں نے حضرت عمرو سے بات کی، بولے اگر کسی نے آگ جلائی تو میں اسے اسی میں پھینک دوں گا، کہتے ہیں بعد ازاں دشمن سے لڑائی ہوئی جس میں وہ شکست کھا کر بھاگ گیا اہلِ اسلام نے ان کا پیچھا کرنا چاہا مگر حضرت عمرو نے منع کر دیا، واپس آکر نبی اکرم کے ہاں ذکر ہوا تو آپ نے آگ نہ جلانے کے حکم کی بابت استفسار کیا تو وضاحت کی کہ تاکہ دشمن ان کی تعداد سے آگاہ نہ ہو سکے اور دشمن کا پیچھا نہ کرنے کی حکمت یہ بتلائی کہ مبادا آگے انہیں مدد حاصل ہو اور معاملہ پلٹ جائے آپ نے یہ سن کر ان کی تحسین فرمائی۔

علامہ انور لکھتے ہیں ذات السلاسل شام کی جانب ایک ماء کا نام تھا، (فقلت أي الناس أحب إليك) کی نسبت سے لکھتے ہیں چونکہ انہیں امیر بنایا (اور جن پر امیر بنایا ان میں حضرات ابوبکر، عمر اور ابوعبیدہ جیسے اکابر صحابہ بھی تھے) تو گمان ہوا کہ نبی اکرم کے ہاں ان کی بہت وجاہت ہے تو یہ پوچھ بیٹھے (تاکہ اپنی قدر و منزلت لسانِ نبوت سے سن کر شاد کام ہوں) مگر جب آپ نے کئی آدمیوں کے نام لئے ابھی ان کا نام نہیں لیا تو ڈرے کہ کہیں سب سے آخری نام ان کا نہ ہو، تو یہی انبیاء کی شان ہے کہ ہر حال، منشط یا مکرہ میں حق بات ہی کرتے ہیں۔

4358 - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بَعَثَ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ عَلَى جَيْشِ ذَاتِ السَّلاَسِلِ قَالَ فَأَتَيْتُهُ فَقُلْتُ أَيُّ النَّاسِ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ عَائِشَةُ قُلْتُ مِنَ الرِّجَالِ قَالَ أَبُوهَا قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ عُمَرُ فَعَدَّ رِجَالاً فَسَكَتُّ مَخَافَةَ أَنْ يَجْعَلَنِي فِي آخِرِهِمْ (ترجمہ کیلئے جلد پنجم ص:۳۸۶) طرفه 3662

شیخ بخاری ابن شاہین ہیں جو خالد طحان اور وہ خالد حذاء سے راوی ہیں ان کے شیخ ابوعثمان نہدی ہیں۔ (أن رسول الخ) یہ صورۃً مرسل ہے بلکہ اسماعیلی تو قطعیت کے ساتھ مرسل ہی قرار دیتے ہیں مگر آگے حدیث کے جملہ (فأتيته) کی وجہ سے موصول ہے کیونکہ یہ عمرو کا مقول ہے اس سے دلالت ملی کہ ابوعثمان نے عمرو سے اس کا سماع کیا ہے، مسلم نے یحی بن یحی اور اسماعیلی نے وہب بن بقیہ و معلّی بن منصور تینوں خالد بن عبداللہ سے، کی اسی اسنادِ بخاری کے ساتھ روایت کرتے ہوئے (عن أبي عثمان عن عمرو أن النبي ﷺ) کے الفاظ ذکر کرتے ہیں، مناقبِ ابی بکر میں ایک دیگر طریق کے ساتھ (عن عمرو أن النبي ﷺ) کے الفاظ ذکر کئے ہیں وہیں ایک دیگر طریق کے ساتھ (عن أبي عثمان قال حدثنا عمرو) کے الفاظ ذکر ہوئے تھے۔

(فأتيته) معلّی بن منصور کی مذکورہ روایت میں ہے کہ سریہ سے واپسی پر یہ مکالمہ ہوا بیہقی کی علی بن عاصم کے طریق سے روایت میں ہے عمرو کہتے ہیں میرے دل میں خیال آیا کہ نبی اکرم نے مجھے ان حضرات کا کہ جن میں ابوبکر و عمر بھی ہیں امیر اس لئے بنایا ہے کہ آپ کی نظر میں میری بہت منزلت ہے تو یہی سوچ کر آیا اور آنجناب کے سامنے بیٹھ کر پوچھا (یا رسول الله من أحب الناس إليك)۔

(فعد رجالا) علی بن عاصم کی روایت میں ہے جب کئی حضرات کے نام لئے (اور ابھی میرا نام ذکر نہ کیا) تو دل میں فیصلہ

کیا کہ اس قسم کا سوال کبھی نہ کروں گا، حدیثِ ہذا سے ثابت ہوا کہ مفضول کو کسی ایسی صفت کی بنیاد پر جو کسی منصب سے تعلق رکھتی ہے، فاضلین کا امیر بنایا جاسکتا ہے، حضرت ابوبکر کی مردوں اور حضرت عائشہ کی عورتوں میں مزیت بھی ظاہر ہوئی خود حضرت عمرو کی منقبت بھی عیاں ہے کہ اس سریہ کے امیر بنائے گئے جن میں ابوبکر وعمر بھی شامل تھے مگر یہ ان کی افضلیت کو مقتضی نہیں، فی الجملہ ان کی فضیلت ثابت ہوتی ہے، رافع طائی کی ایک حدیث جسے ابوبکر بن ابو ہیثم نے فوائد میں نقل کیا، میں ہے کہ نبی اکرم نے عمرو بن عاص کی قیادت میں ایک لشکر بھیجا، لشکر میں ابوبکر بھی تھے اور یہ ایسی مہم ہے کہ اہلِ شام اس پر مفتخر ہیں (چونکہ شام ومصر حضرت علی کے مقابلہ میں معاویہ و عمرو کی قیادت میں مجتمع تھے) احمد اور بخاری نے الأدب میں علی بن رباح عن عمرو بن عاص کے حوالے سے ایک روایت جسے ابوعوانہ، ابن حبان اور حاکم نے صحیح قرار دیا، نقل کی جس میں ہے کہ نبی اکرم نے مجھے پیغام بھجوایا کہ اپنے کپڑے اور ہتھیار لیتا آؤں، خدمت میں حاضر ہوا تو فرمایا اے عمرو تمہیں ایک لشکر کا امیر بنا کر بھیجنا چاہتا ہوں اللہ تجھے سالم و غانم واپس لائے گا میں عرضگزار ہوا کہ میں کسی مالی منفعت میں رغبت کرتے ہوئے اسلام نہیں لایا، فرمایا مالِ صالح مردِ صالح کو اگر مل جائے تو یہ نیک شگون ہے، اس سے یہ اشارہ بھی ملا کہ یہ مہم ان کے قبولِ اسلام کے فوری بعد کی ہے، یہ سن سات میں اسلام لائے تھے۔

64 - باب ذَهَابُ جَرِيرٍ إِلَى الْيَمَنِ (حضرت جریر کی یمن میں ایک مہم)

طبرانی کی ابراہیم عن ابیہ سے روایت میں ہے کہ نبی اکرم نے مجھے یمن کی طرف بھیجا تھا تا کہ انہیں دعوتِ اسلام دوں اور جو نہ مانے اس کے ساتھ جہاد کروں، بظاہر یہ اس بعث سے مختلف ہے جو ذو الخلصہ کے انہدام کیلئے تھا یہ بھی محتمل ہے کہ ذو الخلصہ سے نمٹ کر اس کام میں لگ جانے کو کہا ہو، اس کی تائید ابن حبان کی حدیثِ جریر سے ملتی ہے جس میں کہتے ہیں کہ مجھے نبی اکرم نے فرمایا اے جریر اب طواغیتِ جاہلیت میں سے صرف ذو الخلصہ ہی باقی ہے، یہ اس مہم کے متأخر ہونے کو مشعر ہے حجۃ الوداع کے ذکر میں آئے گا کہ جریر اس میں موجود تھے تو گویا یہ بعث اس کے بعد تھا، اسے منہدم کر کے آگے یمن کے علاقوں میں دعوت وقتال میں مشغول ہو گئے اسکے بعد لوٹے تو نبی اکرم کی وفات کی خبر ملی۔

4359 - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ الْعَبْسِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ قَيْسٍ عَنْ جَرِيرٍ قَالَ كُنْتُ بِالْبَحْرِ فَلَقِيتُ رَجُلَيْنِ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ ذَا كَلاَعٍ وَذَا عَمْرٍو فَجَعَلْتُ أُحَدِّثُهُمْ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ لَهُ ذُو عَمْرٍو لَئِنْ كَانَ الَّذِي تَذْكُرُ مِنْ أَمْرِ صَاحِبِكَ لَقَدْ مَرَّ عَلَى أَجَلِهِ مُنْذُ ثَلاَثٍ وَأَقْبَلاَ مَعِي حَتَّى إِذَا كُنَّا فِي بَعْضِ الطَّرِيقِ رُفِعَ لَنَا رَكْبٌ مِنْ قِبَلِ الْمَدِينَةِ فَسَأَلْنَاهُمْ فَقَالُوا قُبِضَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَاسْتُخْلِفَ أَبُو بَكْرٍ وَالنَّاسُ صَالِحُونَ فَقَالاَ أَخْبِرْ صَاحِبَكَ أَنَّا قَدْ جِئْنَا وَلَعَلَّنَا سَنَعُودُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ وَرَجَعَا إِلَى الْيَمَنِ فَأَخْبَرْتُ أَبَا بَكْرٍ بِحَدِيثِهِمْ قَالَ أَفَلاَ جِئْتَ بِهِمْ فَلَمَّا كَانَ بَعْدُ قَالَ لِي ذُو عَمْرٍو يَا جَرِيرُ إِنَّ بِكَ عَلَيَّ كَرَامَةً وَإِنِّي مُخْبِرُكَ خَبَرًا إِنَّكُمْ مَعْشَرَ الْعَرَبِ لَنْ تَزَالُوا بِخَيْرٍ مَا

كُنتُمْ إِذَا هَلَكَ أَمِيرٌ تَأَمَّرْتُمْ فِي آخَرَ فَإِذَا كَانَتْ بِالسَّيْفِ كَانُوا مُلُوكًا يَغْضَبُونَ غَضَبَ الْمُلُوكِ وَيَرْضَوْنَ رِضَا الْمُلُوكِ

حضرت جریر راوی ہیں کہ میں سمندر میں تھا کہ یمن کے دو افراد ذوالکلاع اور ذوعمرو سے ملاقات ہوئی میں انہیں نبی پاک کی باتیں سنانے لگا، ذوعمرو بولے اگر یہ واقعات یہی ہیں تو نبی پاک کی وفات کو تقریباً تین سال ہو گئے ہیں پھر دونوں میرے ہمراہ آئے راستے میں تھے کہ مدینہ سے آنے والا ایک قافلہ ملا ان سے آنجناب کی بابت پوچھا کہنے لگے آپ وفات پا گئے، ابوبکر کو خلیفہ چن لیا گیا اور لوگ خیریت سے ہیں، یہ یمنی دونوں صاحب کہنے لگے اپنے صاحب (یعنی ابوبکر) کو بتلانا کہ ہم آ رہے تھے (کہ وفاتِ نبوی کا سن کر واپس پلٹ گئے) ان شاء اللہ پھر کبھی مدینہ آئیں گے، کہتے ہیں میں نے حضرت ابوبکر کو انکی بابت بتلایا، کہا انہیں ساتھ کیوں نہ لے آئے؟ کہتے ہیں بعدازاں ذوعمرو نے مجھ سے کہا اے جریر تمہارا مجھ پہ ایک احسان ہے اور میں تجھے ایک بات بتلاؤں گا، وہ یہ کہ تم معشرِ عرب ہمیشہ خیر پہ رہو گے جب تک ایک خلیفہ کی وفات پر باہم مشوروں سے نیا امیر بنا لو گے لیکن جب یہ معاملہ تلوار کے ساتھ حل کرنا شروع کیا تو ایسے بادشاہ نمودار ہونگے جو انہی کی طرح عتابِ شاہی کا مظاہرہ کیا کریں گے اور انہی کی طرح خوش ہوا کریں گے۔

شیخ بخاری مشہور حافظ ابوبکر بن ابوشیبہ ہیں والد کا نام محمد بن ابوشیبہ تھا، ابوشیبہ کا نام ابراہیم بن عثمان تھا، ابن ادریس عبداللہ ہیں جبکہ قیس سے مراد ابن ابی حازم ہیں تمام رواۃ کوفی ہیں۔(کنت بالیمن) ابن عساکر کی ابواسحاق عن جریر سے روایت میں ہے کہ خود نبی اکرم نے انہیں ذی عمرو اور ذی کلاع کی طرف دعوتِ اسلام کی غرض سے بھیجا تھا دونوں نے اسلام قبول کیا، اس میں ہے کہ مجھے ذوکلاع نے کہا: (ادخل علی أم شرحبیل) ام شرحبیل کو بھی جا کر دعوت دو، یہ ان کی زوجہ تھیں، واقدی نے بھی الردہ میں متعدد اسانید کے ساتھ اسی کی مانند ذکر کیا ہے۔

(رجلین من أهل الخ) اسماعیلی کی روایت میں صراحت سے ہے کہ میں یمن میں تھا تو واپس ہوا جبکہ میرے ہمراہ ذی عمرو اور ذی کلاع بھی تھے، یہ ابین ہے تفصیل یہ ہے کہ جریر اپنا کام بخوبی انجام دے کر مدینہ واپس ہوئے تو ملوکِ یمن (جنہیں اذواء کہا جاتا تھا، چونکہ اکثر ناموں کے ساتھ ذی کا سابقہ لگا تھا مثلا ذی سیف، ذی یزن، اور ذی جدن، بحوالہ مولا بدر حاشیہ فیض) میں سے ذوعمرو اور ذوکلاع بھی ان کے ہمراہ ہو لئے، ذوالکلاع کا نام اسمیفع تھا، بعض نے ایفع بن باکوراء کہا ہے ایک قول ابن حوشب بن عمرو کا بھی ہے ذوعمرو حمیر سے تھے ان کا کوئی اور اگر نام تھا تو معلوم نہیں ہو سکا اور نہ کوئی اور تفاصیل معلوم ہوئیں، مدینہ کے راستے میں تھے کہ وفاتِ نبوی کی اطلاع ملی وہیں سے پلٹ آئے پھر دوبارہ عہدِ عمری میں گئے۔

(لئن کان الذی الخ) یعنی اگر واقعات یہی ہیں جو تم بیان کر رہے ہو، اسماعیلی کی روایت میں ہے: (لئن کان کما تذکر)۔ (لقد مر علی أجله) شرطِ مقدر کا جواب ہے یعنی اگر تم مجھے یہ یہ خبریں سنا رہے ہو تو میں تمہیں بتلاتا ہوں کہ آپ کہ وفات ہو چکی ہے، ابن حجر کہتے ہیں ذوعمرو نے یہ بات کتبِ قدیمہ سے اپنی معلومات کی بنا پر کہی تھی کیونکہ یمن مین کچھ یہودی آباد ہو گئے تھے جن سے میل جول کے سبب کئی اہلِ یمن نے یہودیت قبول کر لی اور ان سے علم حاصل کیا اسی لئے آپ نے حضرت معاذ کو یمن روانہ کرتے وقت فرمایا تھا: (إنك ستأتی قوما من أهل الکتاب) کرمانی کہتے ہیں ممکن ہے اس نے مدینہ سے آنے والے بعض لوگوں سے یہ بات سن لی ہو یا ممکن ہے زمانۂ جاہلیت میں کاہن رہا ہو یا مسلمان ہونے کے بعد محدَّث بن گیا ہو، حضرت عمر کے باب میں اس کی تفصیل گزری کہ اس سے مراد ملھَم ہے! ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں کہ سیاقِ حدیث سے میری ذکر کردہ توجیہہ کی تائید ملتی ہے

کیونکہ اس نے وفاتِ نبوی کوحضرت جریر کے بیان کردہ احوال پر معلق رکھا اگر اس کی یہ بات بر بنائے کہانت وغیرہ ہوتی تو ویسے ہی بیان کر دیتا طبرانی کی زیاد بن علاقہ عن جریر سے روایت کے الفاظ ہیں: (قال لی حبر بالیمن) اس سے بھی تائید ملتی ہے۔

(أفلا حئت بھم) ضمیرِ جمع باعتبار ان کے اتباع کے شمول کے، استعمال کی۔ (فلما کان بعد) شائد اس بعد سے مراد عہدِ عمری ہے جب ذوعمر مدینہ آئے تھے یعقوب بن شبہ اپنی اسناد سے بیان کرتے ہیں کہ ذوالکلاع کے ساتھ ان کے موالی کے بارہ ہزار بیوت تھے حضرت عمر نے انہیں ان کے ہاتھ بیچ دینے کو کہا تا کہ جہاد میں انہیں استعمال کریں تو ذوالکلاع نے کہا اگر اس غرض سے بیچ دینے کو کہتے ہیں تو یہ سب آزاد ہیں، سیف الفتوح میں لکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکر نے حضرت انس کو اہلِ یمن کی طرف بھیجا تا کہ جہاد میں نکلنے کی دعوت دیں تو لبیک کہتے ہوئے ذوالکلاع اور ان کے اتباع چلے آئے ابن کلبی النسب میں لکھتے ہیں کہ ذوالکلاع از حد حسین وجمیل تھے، صفین میں حضرت معاویہ کی طرف سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔

(فإذا کانت) یعنی امارت وخلافت۔ (بالسیف) یعنی زبردستی یعنی اگر باہم مشوروں اور اتفاق رائے سے خلیفہ وامیر کی نامزدگی نہ ہوئی تو پھر ملوکیت کا دور دورہ ہوگا، ابن حجر کے بقول یہ اس امر کی دلیل ہے جو پہلے ذکر کی کہ ذوالکلاع سابقہ کتب میں موجود اخبار ومعلومات پر مطلع تھے ان کی یہ کلام ایک حدیث سے مطابقت رکھتی ہے جسے احمد اور اصحابِ سنن نے تخریج کیا اور ابن حبان وغیرہ نے صحیح قرار دیا، حضرت سفینہ کہتے ہیں نبی اکرم نے ارشاد فرمایا میرے بعد خلافت تیس سال قائم رہے گی (ثم تصیر ملکا عضوضا) پھر جبر والی بادشاہت آجائے گی، ابن تین لکھتے ہیں ذوعمرو اور ذوکلاع کی کہی یہ باتیں یا تو کسی سابقہ کتاب کا ماحصل یا کہانت کا نتیجہ تھیں، ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں مجھے دونوں کی باتوں کے مابین فرق نہیں لگتا اور دونوں میں ایک ہی احتمال ہے البتہ آخری بات محتمل ہے کہ ان کے تجربہ کا نچوڑ ہو۔

شاہ انور (لئن کان الذی تذکر الخ) کی بابت کہتے ہیں کہ ذوعمرو کاہن تھا تو کہانت کی بنیاد پر یہ باتیں کہیں، اس کے باوجود کہنے لگے کہ آپ کی بقاءِ حیات کی طمع رکھتے ہوئے میں مدینہ کی طرف سفر جاری رکھوں گا، یہ اس امر کی دلیل ہے کہ کاہن کو اس کی اپنی بتلائی خبر پر کلی اعتماد نہیں ہوتا وگرنہ سفر نہ کرتے، جہاں تک فرمانِ نبوی: (من أتی کاھنا الخ) کا تعلق ہے تو میرے خیال میں اس کا مفہوم یہ ہے کہ اسے سچا سمجھتے ہوئے جو اس کے پاس آئے وگرنہ منع نہیں۔

65 - باب غَزْوَةُ سِيفِ الْبَحْرِ (ساحلِ سمندر کی ایک مہم)

وَهُمْ يَتَلَقَّوْنَ عِيرًا لِقُرَيْشٍ وَأَمِيرُهُمْ أَبُو عُبَيْدَةَ یہ لوگ ابوعبیدہ کے زیرِ قیادت قریش کے ایک قافلہ کا سن کر بھیجے گئے تھے

(وھم یتلقون الخ) باب کی دوسری روایت میں اس کی صراحت ہے ابن سعد لکھتے ہیں کہ نبی اکرم نے انہیں ساحلِ سمندر پر آباد جہینہ کے ایک قبیلہ کی طرف بھیجا تھا، انکا علاقہ مدینہ سے پانچ راتوں کی مسافت پر تھا مگر لڑائی کی نوبت نہ آسکی یہ سن آٹھ کے ماہِ رجب کا واقعہ ہے، یہ اس روایتِ صحیح کے مغایر نہیں کیونکہ دونوں اسباب اس کا باعث ہونا محتمل ہے اس توجیہہ کی تقویت مسلم کی عبید اللہ بن مقسم عن جابر کے طریق سے روایت میں ملتی ہے جس میں یہ عبارت ہے: (بعث رسول اللہ ﷺ بعثا إلی أرض جھینة) تو آگے یہی قصہ ذکر کیا، لیکن ابن سعد نے اس مہم کا جو زمانہ لکھا ہے یعنی ۸ ھ یہ بظاہر غیر متصور ہے کیونکہ یہ تو حدیبیہ میں ہونے والی صلح کی مدت ہے (جس میں اتفاق ہوا تھا کہ ہر دو فریقین دس برس تک ایک دوسرے کے خلاف کاروائیاں روک دیں گے) صحیح کی روایت کا مقتضا یہ ہے

کہ یہ مہم سن ٦ ھ یا اس سے قبل یعنی معاہدہ حدیبیہ سے پہلے بھیجی گئی ہوگی البتہ یہ احتمال بھی ہے (اور خاصہ بعید ہے) کہ اس مہم کا مقصد قریش کے قافلہ کی جہینہ سے حفاظت ہو اسی لئے کسی جگہ مذکور نہیں کہ کسی سے لڑائی کی ہو بس نصف ماہ ایک جگہ قیام پذیر رہے۔

4360 - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ؓ أَنَّهُ قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَعْثًا قِبَلَ السَّاحِلِ وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ وَهُمْ ثَلَاثُمِائَةٍ فَخَرَجْنَا وَكُنَّا بِبَعْضِ الطَّرِيقِ فَنِيَ الزَّادُ فَأَمَرَ أَبُو عُبَيْدَةَ بِأَزْوَادِ الْجَيْشِ فَجُمِعَ فَكَانَ مِزْوَدَيْ تَمْرٍ فَكَانَ يَقُوتُنَا كُلَّ يَوْمٍ قَلِيلٌ قَلِيلٌ حَتَّى فَنِيَ فَلَمْ يَكُنْ يُصِيبُنَا إِلَّا تَمْرَةٌ تَمْرَةٌ فَقُلْتُ مَا تُغْنِي عَنْكُمْ تَمْرَةٌ فَقَالَ لَقَدْ وَجَدْنَا فَقْدَهَا حِينَ فَنِيَتْ ثُمَّ انْتَهَيْنَا إِلَى الْبَحْرِ فَإِذَا حُوتٌ مِثْلُ الظَّرِبِ فَأَكَلَ مِنْهَا الْقَوْمُ ثَمَانَ عَشْرَةَ لَيْلَةً ثُمَّ أَمَرَ أَبُو عُبَيْدَةَ بِضِلَعَيْنِ مِنْ أَضْلَاعِهِ فَنُصِبَا ثُمَّ أَمَرَ بِرَاحِلَةٍ فَرُحِلَتْ ثُمَّ مَرَّتْ تَحْتَهُمَا فَلَمْ تُصِبْهُمَا

(ترجمہ کیلئے جلد سوم ص: ٦٧٧) أطرافه 2483، 2983، 4361، 4362، 5493، 5494۔

شیخ بخاری اسماعیل بن ابواویس ہیں۔(قبل الساحل) عبادہ بن ولید کی روایت میں (سیف البحر) مذکور ہے آگے اس کا ذکر آتا ہے۔(و أمر علیهم أباعبیدة) الأطعمة کی ابوحمزہ خولانی عن جابر بن ابوعاصم سے روایت میں قیس بن سعد بن عبادہ کا بطورِامیر ذکر ہے مگر محفوظ وہ جس پر شیخین کا اتفاق ہوا کہ امیر ابوعبیدہ تھے، دراصل حضرت قیس کے لوگوں کے لئے اپنے اونٹ ذبح کرنے سے کسی راوی کو وہم لگا کہ امیرِ سریہ کی حیثیت سے یہ کیا ہوگا۔(یقوتنا) ثلاثی اور رباعی، دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔(حتی فنی فلم یکن الخ) ظاہرِ سیاق سے لگتا ہے کہ ان کیلئے ایک زاد بطریق العموم اور کچھ ازواد بطریق الخصوص تھے تو جب بطریق العموم والا زاد ختم ہوگیا تو امیرِ سریہ کی رائے یہ بنی کہ مساوات کی غرض سے ازوادِ مخصوصہ ایک ہی جگہ جمع کر لیں تو یہ سب بھی اتنی قلیل مقدار میں ہوئے کہ ایک برتن میں جمع ہوگئے، مسلم کی ابوزبیر عن جابر سے روایت میں ہے کہ نبی اکرم نے ابوعبیدہ کی قیادت میں ہمیں بھیجا (وزوّدنا جرابا من تمر لم یجد لنا غیرہ) ایک جراب (یعنی بوری) کھجوریں ہمیں بطور زادِسفر دیں کوئی اور چیز نہ پائی جو ہمیں دیں اور ابوعبیدہ ہمیں ایک ایک کھجور دیتے تھے، اس کا ظاہر روایتِ باب کے مخالف ہے تطبیق یہ ممکن ہے کہ یہ زادِعمومی کی بات کی ہے جو بقدر ایک جراب کے تھا جب یہ ختم ہوا اور لوگوں کے ذاتی ازواد جمع کئے تو وہ بھی ایک جراب ہی بنے اور ہر راوی نے وہ ذکر کیا جو دوسرے نے نہیں کیا، ایک ایک کھجور دینے کا تعلق مابعد الحال سے ہے (یعنی جب عمومی زادِسفر ختم ہوگیا) الجہاد میں ہشام بن عروہ عن وہب بن کیسان سے روایت میں تھا کہ ہم زادِراہ اپنے سروں پر اٹھائے ہوئے تین سو کی تعداد میں چلے ہمارا زاد ختم ہوگیا حتی کہ ہر کوئی کھانے کیلئے ایک ایک کھجور ہی پاتا تھا، بعض نے یہ تاویل بھی کی ہے کہ ممکن ہے ابوعبیدہ نبی اکرم کے دئے اس جرابِ تمر سے تبرُّکاً ایک ایک کھجور دیتے تھے (اور ہر صحابی کے ہمراہ اس کا اپنا ذاتی زاد بھی تھا) تو یہ ظاہرِ سیاق کے مدِنظر بعید ہے بلکہ ابن عبدالبر کی ہشام بن عروہ سے روایت میں صراحت ہے کہ (فقلّت أزوادنا حتی ما کان یصیب الرجل منا إلا تمرة)۔

(ما تغني عنکم تمرة) اس امر میں صریح ہے کہ یہ بات کہنے والے وہب تھے الجہاد کی روایتِ ہشام میں مبہماً مذکور تھا

کہ (فقال رجل يا أباعبد الله أين كانت تقع التمرة من الرجل؟) مسلم کی ابوزبیر سے روایت میں بھی مبہما سوال مذکور ہے، ان کی روایت میں مزید یہ بھی ہے کہ ہم اس بچے کی طرح جو والدہ کے ثدی (یعنی پستان) چوستا ہے اسے مص کرتے اور اوپر سے پانی پی لیتے تو صبح سے شام تک گزارا ہو جاتا۔

4361 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ الَّذِي حَفِظْنَاهُ مِنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ بَعَثَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ثَلاَثَمِائَةِ رَاكِبٍ أَمِيرُنَا أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ نَرْصُدُ عِيرَ قُرَيْشٍ فَأَقَمْنَا بِالسَّاحِلِ نِصْفَ شَهْرٍ فَأَصَابَنَا جُوعٌ شَدِيدٌ حَتَّى أَكَلْنَا الْخَبَطَ فَسُمِّيَ ذَلِكَ الْجَيْشُ جَيْشَ الْخَبَطِ فَأَلْقَى لَنَا الْبَحْرُ دَابَّةً يُقَالُ لَهَا الْعَنْبَرُ فَأَكَلْنَا مِنْهُ نِصْفَ شَهْرٍ وَادَّهَنَّا مِنْ وَدَكِهِ حَتَّى ثَابَتْ إِلَيْنَا أَجْسَامُنَا فَأَخَذَ أَبُو عُبَيْدَةَ ضِلَعًا مِنْ أَضْلاَعِهِ فَنَصَبَهُ فَعَمَدَ إِلَى أَطْوَلِ رَجُلٍ مَعَهُ قَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً ضِلَعًا مِنْ أَعْضَائِهِ فَنَصَبَهُ وَأَخَذَ رَجُلاً وَبَعِيرًا فَمَرَّ تَحْتَهُ قَالَ جَابِرٌ وَكَانَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ نَحَرَ ثَلاَثَ جَزَائِرَ ثُمَّ نَحَرَ ثَلاَثَ جَزَائِرَ ثُمَّ نَحَرَ ثَلاَثَ جَزَائِرَ ثُمَّ إِنَّ أَبَا عُبَيْدَةَ نَهَاهُ وَكَانَ عَمْرٌو يَقُولُ أَخْبَرَنَا أَبُو صَالِحٍ أَنَّ قَيْسَ بْنَ سَعْدٍ قَالَ لأَبِيهِ كُنْتُ فِي الْجَيْشِ فَجَاعُوا قَالَ انْحَرْ قَالَ نَحَرْتُ قَالَ ثُمَّ جَاعُوا قَالَ انْحَرْ قَالَ نَحَرْتُ قَالَ ثُمَّ جَاعُوا قَالَ انْحَرْ قَالَ نَحَرْتُ ثُمَّ جَاعُوا قَالَ انْحَرْ قَالَ نُهِيتُ .

(سابقہ) أطرافه 2483، 2983، 4360، 4362، 5493، 5494

علی بن مدینی سفیان بن عیینہ سے راوی ہیں۔ (حتى أكلنا الخبط) یعنی ورق السلم (سلم ایک کانٹے دار درخت کا نام ہے یعنی اسکے پتے کھا کر گزارا کیا) ابوزبیر کی روایت میں ہے لاٹھیاں مار کر پتے گراتے انہیں پانی سے تر کرتے اور کھا لیتے اس سے یہ اشارہ بھی ملا کہ پتے بھی سوکھے تھے جبکہ داؤدی نے جزم کے ساتھ لکھا ہے کہ وہ تر اور سرسبز تھے۔ (مثل الظرب) حوت تمام انواع کی مچھلیوں کیلئے مستعمل ہے گویا اسمِ جنس ہے بعض کے نزدیک صرف بڑے جحم کی مچھلیوں کے لئے خاص ہے، ظرب ظاء کی زبر اور رائے مکسور کے ساتھ یعنی: (الجبل الصغير) چھوٹے پہاڑ کی طرح، قزار لکھتے ہیں راء کی جزم کے ساتھ وہ پہاڑی جو منبسط ہو، زیادہ اونچی نہ ہو ابوزبیر کی روایت میں ہے: (كهيئة الكثيب الضخم فأتيناه فإذا هو دابة تدعى العنبر) یعنی بڑے ٹیلے کی طرح، نام بھی ذکر کیا یعنی عنبر مچھلی، اہلِ لغت کہتے ہیں عنبر سمندری بڑی مچھلی کا نام ہے اس کی جلد سے ڈھالیں بنائی جاتی ہیں، بعض کا خیال ہے کہ عنبر خوشبو اسی مچھلی کا رجیع (یعنی لید) ہے مگر ابن سینا کہتے ہیں وہ ایک الگ شئ ہے وہ بھی سمندر سے نکالی جاتی ہے البتہ مچھلیاں اسے نگل لیتی ہیں جن کے پیٹ سے وہ حاصل کی جاتی ہے، ماوردی امام شافعی سے ناقل ہیں کہ مجھے کسی نے بتلایا کہ اس نے سمندر میں عنبر کو (نابتاً ملتوياً) دیکھا (یعنی کسی پودے کی طرح، تڑی مڑی) گویا بکری کی گردن ہو ایک سمندری جانور اسے کھاتا ہے اور یہ اس کے لئے مثلِ زہر ہے اسے کھا کر وہ مرجاتا ہے اور سمندر اسے باہر لا پھینکتا ہے اس کے پیٹ سے یہ عنبر خوشبو نکالی جاتی ہے، ازہری لکھتے ہیں عنبر مچھلی بڑے سمندروں میں پائی جاتی ہے اس کا طول پچاس گز تک ہوتا ہے اسے بالہ کہا جاتا ہے اور یہ عربی کا لفظ نہیں، فرزدق کا ایک شعر ہے:

(فبتنا كأن العنبر الورد بيننا وبالة بحر فاؤها قد تخرما)

اس سے مردار مچھلی کھانے کی حِلّت پر استدلال کیا گیا ہے، اس بارے کتاب الأطعمہ میں بحث آئے گی۔ (ثمان عشرة ليلة) عمرو بن دینار کی روایت میں (نصف شهر) مذکور ہے ابوزبیر کی روایت میں ہے:(فأقمنا عليه شهرا) اس کی تطبیق یہ ہوگی کہ اٹھارہ ایام ذکر کرنے والے نے خوب ضبط و یاد رکھا، نصف ماہ ذکر کرنے والے نے الغائے کسر زائد کیا جو تین دن بنتے ہیں اور جس نے مہینہ کہا اس نے جبرِ کسر کیا یا اس مدت کو بھی شمار کر لیا جو مچھلی ملنے سے پہلے گزری، نووی نے ابوزبیر کی روایت کو اس کی زیادت کے سبب ترجیح دی ہے بقول ابن تین ایک روایت وہم ہے، حاکم کی روایت میں بارہ دن کا ذکر ہے یہ شاذ ہے اس سے بھی زیادہ شذوذ خولانی کی روایت میں ہے جس میں ہے کہ وہاں ہمارا قیام تین دن تھا۔

(و ادهنا من ودكه) ابوزبیر کی روایت میں ہے کہ ہم اس کی آنکھوں کے سوراخوں سے مٹکے بھر کر چربی نکالتے اور اس سے بیل کی طرح بڑے بڑے گوشت کے پارچے قطع کرتے تھے، خولانی کی روایت میں ہے جتنا چاہا اس کا گوشت سکھا کر ہمراہ لے لیا اور برتنوں میں اس کی چربی بھر لی۔

(بضلعين فنصبا) اس میں اشکال یہ ہے کہ ضلع کا لفظ مؤنث ہے یہاں مذکر مستعمل ہوا جواب دیا گیا ہے کہ یہ مؤنثِ غیر حقیقی ہے اور اس صورت میں مذکراً استعمال بھی جائز ہے۔(إلى أطول رجل الخ) ابن اسحاق کے ہاں عبادہ کی روایت میں ہے کہ نہایت جسیم و لحیم اونٹ پر سب سے جسیم و لحیم آدمی کو بٹھلایا وہ اس کے نیچے سے بغیر چھوئے گزر گیا بقول ابن حجر اس شخص کا نام معلوم نہ ہو سکا اور میرا خیال ہے کہ قیس بن سعد بن عبادہ ہوں گے کیونکہ وہ بھی اس مہم میں موجود تھے اور طول قامتی میں بہت مشہور تھے، حضرت معاویہ کے دربار میں جب قیصرِ روم نے شلواروں کا تحفہ بھیجا تھا، ان کا قصہ معروف ہے معافی الحریری نے الجلس میں اور ابوالفرج اصفہانی وغیرہ نے بیان کیا ہے (ابوالفرج کی اس ضخیم کتاب جو کئی اجزاء میں ہے، کا نام الأغانی ہے) اس کا محصل یہ ہے کہ قیس بن سعد نے اپنی شلوار رومی وفد کے سب سے طویل قامت شخص کو دی تو وہ اس کے قد کے برابر آئی اس کا اوپر والا کنارہ اس کی ناک اور پونچا زمین پر تھا جب برسرِ مجلس شلوار اتارنے پر قیس کی ملامت کی گئی تو یہ اشعار پڑھے:

(أردتُ لِكَيْما يعلم الناسُ أنها سراويلُ قيسٍ والوفودُ شُهود
و أن لا يقولوا غابَ قيسٌ و هذهِ سراويل عادى نمتْه ثمود)

مسلم کی روایتِ ابی زبیر میں مزید یہ ہے کہ تیرہ آدمی اس کی آنکھ والے سوراخ میں بیٹھ گئے صحیح مسلم کے آخر میں عبادہ بن ولید کے طریق سے بحوالہ عبادہ بن صامت ہے کہ میں اور میرے والد طلبِ علم میں نکلے، ایک طویل حدیث بیان کی اس کے آخر میں ہے لوگوں نے آنجناب کو بھوک کی شکایت کی، فرمایا قریب ہے کہ اللہ تعالی کی طرف سے رزق عطا ہو، کہتے ہیں ہم ساحل پہ آئے سمندر نے ہمارے لئے ایک عظیم الجثہ مچھلی باہر پھینکی ہم نے اس کا ایک حصہ آگ میں بھون کر خوب سیر ہو کر کھایا، جابر کہتے ہیں میں اور فلاں فلاں، پانچ افراد کے نام گنے، اس کی آنکھ کے گڑھے میں ایسے بیٹھ گئے کہ باہر سے نظر نہ آتے تھے پھر ایک پسلی لے کر گاڑا، آگے یہی قصہ بیان کیا تو بظاہر تو یہ نبی اکرم کے ساتھ کسی غزوہ کا قصہ معلوم پڑتا ہے مگر محتمل ہے کہ:(فأتينا سيف البحر الخ) کسی محذوف کلام پر معطوف ہو جو تقدیراً یہ ہو سکتی ہے:(فبعثنا النبى ﷺ فى سفر فأتينا الخ) تو یہ یہی قصہ ہوگا جو روایتِ باب میں مذکور ہے۔

(من أضلاعه) مستملی کے نسخہ میں (من أعضائه) ہے، اول اصوب ہے کیونکہ روایت میں ہے: (قال سفیان مرة ضلعا من أعضائه) اس سے ظاہر ہوا کہ لفظِ سابق (من أضلاعه) ہے۔ (و كان رجل من القوم نحر الخ) یعنی جب بھوک کا شکار ہوئے، خولانی کی روایت میں (سبع جزائر) ہے۔

(و كان عمرو) یعنی ابن دینار، ابو صالح سے مراد ذکوان سمان ہیں۔ (أن قيس بن سعد قال الخ) یہ صورۂ مرسل ہے کیونکہ عمرو قیس و سعد کے اس مکالمہ کے وقت حاضر نہ تھے لیکن مسند حمیدی میں یہ موصولا ہے ابونعیم نے بھی المستخرج میں اپنے طریق سے ان الفاظ کے ساتھ نقل کی ہے: (عن أبي صالح عن قيس بن سعد بن عباده قال قلت لأبي الخ) آخر میں ہے: (قلت نهيت)۔ واقدی اپنی اسناد کے ساتھ ناقل ہیں کہ لوگوں کی بھوک کا یہ عالم دیکھ کر قیس نے اعلان کیا کوئی یہاں موجود اونٹوں کے عوض مجھ سے مدینہ کی کھجوریں خریدے گا؟ یہ سن کر جہینہ کا ایک شخص بولا اپنا تعارف کراؤ، تعارف سن کر کہا میں تمہیں جان گیا ہوں تو اس نے پانچ وسق کھجور کے عوض (جو مدینہ جا کر ملنی تھیں) پانچ اونٹ بیچے، اس سودے پر پانچ صحابہ کو گواہ بنایا، حضرت عمرؓ نے گواہ بننے سے اجتناب کیا کیونکہ مدینہ کے کھجوروں کے وہ باغات قیس کی ملکیت نہ تھے (بلکہ ان کے والد حضرت سعد بن عبادہ کے تھے) یہ دیکھ کر اعرابی کہنے لگا یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سعد چند وسق کھجوروں میں اپنے بیٹے پر زیادتی کرے، جب حضرت سعد کو یہ بات سنائی گئی تو فوراً قیس کے نام چار باغات کر دیئے جن میں سب سے چھوٹے باغ کی اوسطاً پیداوار پچاس وسق کھجور تھی، ابن خزیمہ عمرو بن حارث عن عمرو بن دینار کے طریق سے روایت کرتے ہیں کہ جب نبی اکرم کو حضرت قیس کے اس فعل کی خبر سنائی گئی تو فرمایا: (إن الجود من سيمة أهل ذلك البيت) سخاوت تو اس گھرانے کی خاص نشانی ہے (ابن جوزی اپنی کتاب الوفاء باحوال المصطفی میں ذکر کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ ہر رات مدینہ میں صدا لگواتے جسے گوشت کے ساتھ روٹی کھانے کی خواہش ہو وہ ہمارے ڈیرے پر آ جائے، یہ الگ بات ہے کہ عربوں کی خودداری انہیں مفت کی دعوت کھانے سے روکتی ہو گی اور وہی جاتے ہوں گے جو مسافر یا نہایت محتاج ہوں، ہم اہل پاکستان تو پیسوں اور کھانے پینے کی خاطر اپنے ہم وطنوں کو بھی بیچ رہے ہیں، عرب ایسے نہ تھے اور نہ ہیں، اقبال نے سچ کہا ہے کہ ہم سے خوئے غلامی نہ گئی)۔

واقدی کی ایک روایت میں ہے ایک دفعہ اہلِ مدینہ کو سخت بھوک پہنچی تو اس اثناء سعد کہنے لگے اگر قیس ایسا ہی ہے جیسا میرا گمان ہے تو وہ لوگوں کیلئے اونٹ ذبح کرے گا۔

4362 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا يَقُولُ غَزَوْنَا جَيْشَ الْخَبَطِ وَأُمِّرَ أَبُو عُبَيْدَةَ فَجُعْنَا جُوعًا شَدِيدًا فَأَلْقَى الْبَحْرُ حُوتًا مَيِّتًا لَمْ نَرَ مِثْلَهُ يُقَالُ لَهُ الْعَنْبَرُ فَأَكَلْنَا مِنْهُ نِصْفَ شَهْرٍ فَأَخَذَ أَبُو عُبَيْدَةَ عَظْمًا مِنْ عِظَامِهِ فَمَرَّ الرَّاكِبُ تَحْتَهُ فَأَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا يَقُولُ قَالَ أَبُو عُبَيْدَةَ كُلُوا فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ ذَكَرْنَا ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ كُلُوا رِزْقًا أَخْرَجَهُ اللَّهُ أَطْعِمُونَا إِنْ كَانَ مَعَكُمْ فَأَتَاهُ بَعْضُهُمْ (بِعُضْوٍ) فَأَكَلَهُ . (ایضا) أطرافه 2483، 2983، 4360، 4361، 5493، 5494-

(و أمر أبو عبيده) مسلم کی روایتِ ابن عیینہ میں ہے: (و أميرنا أبو عبيدة)۔ (و أخبرني أبو الزبير) قائل ابن

جریج ہیں اسی اسنادِ مذکور کے ساتھ موصول ہے۔(فأكله) ابن سکن کے نسخہِ بخاری میں ہے: (فأتاه بعضهم بعضو منه فأكله) بقول عیاض یہی مناسب ہے ابن ابو عاصم کی کتاب الأطعمہ میں ابوحمزہ عن جابر سے روایت میں یہ الفاظ ہیں: (فلما قدموا ذكروا لرسول الله ﷺ فقال لونعلم أنا ندركه لم يروح لأحببنا لو كان عندنا منه) تو یہ روایتِ ہذا کے مغایر نہیں، یہ اس امر پر محمول ہے کہ کچھ تناول کر کے مزید کی خواہش میں یہ فرمایا یا ممکن ہے شروع میں یہ کہا ہو پھر بعض کے پاس کچھ گوشت محفوظ تھا، انہوں لا حاضر کیا۔

حدیث سے ظاہر ہوا کہ بھوک وفاقہ مستی کے عالم میں لشکر (اور بالعموم بھی) کے درمیان مواسات قائم کرنا چاہئے، اجتماعی طور پر کھانا کھانے کی برکت بھی ثابت ہوئی، ابوعبیدہ کے حضرت قیس کو مزید اونٹ ذبح کرنے سے روک دینے کے سبب کی بابت اختلافِ اقوال ہے بعض نے کہا اس ڈر سے کہ سواری کے اونٹ کم پڑ جائیں مگر یہ محلِ نظر ہے کہ بظاہر انہوں نے مذکورہ اونٹ باہر سے خریدے تھے بعض نے اس کی توجیہہ یہ کی ہے کہ چونکہ قیس کے اپنے ذاتی باغات نہ تھے لہذا ترفقاً بہ روک دیا، یہی اظہر ہے۔

علامہ انور (فإذا حوت الخ) کے تحت لکھتے ہیں یہ لفظ حیوانات البحر کے مسئلہ میں احناف کے لئے مفید ہے، (خبط) کا ترجمہ (اردو میں) کیکر کے پتے، کیا ہے (انحر) یعنی (اردو میں) نحر کیا ہوتا (یعنی فعلِ امر کا معنی نہیں کرنا کہ ذبح کرو) تو امر یہاں اپنے معروف معنی میں نہیں یعنی (إحداث الفعل في الحالة الراهنة) بلکہ یہ اسید بن حضیر کے تلاوتِ سورۃ الکہف کے واقعہ میں نبی اکرم کے (اقرأ) کہنے کی طرز پر ہے یعنی (اردو میں لکھا ہے): اور پڑھا ہوتا۔

66 - باب حَجُّ أَبِي بَكْرٍ بِالنَّاسِ فِي سَنَةِ تِسْعٍ (سن نو میں صدیقِ اکبر کا امیر الحج بن کر جانا)

سن نو کو جزم کے ساتھ لکھ دیا ہے محبّ طبری صحیح ابن حبان کے حوالے سے حضرت ابوہریرہ کی روایت ذکر کرتے ہیں کہ نبی اکرم جب حنین سے لوٹے جعرانہ سے آ کر عمرہ کیا اور حضرت ابوبکر کو اس سال کے حج کا امیر الحج بنایا، محبّ لکھتے ہیں عمرہِ جعرانہ تو سن آٹھ میں تھا جبکہ حضرت ابوبکر کو سن نو میں امیر الحج مقرر فرمایا تھا، کہتے ہیں اس برس تو عتاب بن اسید نے حج کیا تھا، ابن حجر کہتے ہیں گویا یہ بات کہنے میں ماوردی کی پیروی کی جو ذکر کرتے ہیں کہ نبی اکرم نے فتح مکہ والے برس حضرت عتاب بن اسید کو امیر الحج بنایا تھا جبکہ ازرقی نے اخبارِ مکہ میں اس کے برخلاف پر جزم کیا ہے، وہ لکھتے ہیں کہیں نہیں لکھا دیکھا کہ نبی پاک نے فتح کے سال کا کسی کو امیرِ حج بنایا ہو، عتاب کو تو آپ نے امیرِ مکہ مقرر فرمایا تھا تو اس برس امیرِ مکہ ہونے کی حیثیت میں سب مسلم ومشرک نے انکے ہمراہ حج ادا کیا، ابن حجر کہتے ہیں حق یہ ہے کہ اس بارے اختلاف نہیں، اختلاف تو اس بارے ہے کہ حضرت ابوبکر والا حج کس ماہ تھا؟ ابن سعد نے بسند صحیح مجاہد سے نقل کیا ہے کہ ان کا حج ماہِ ذی القعدہ میں ہوا تھا، حاکم کی اکلیل میں عکرمہ بن خالد کی روایت میں بھی یہی ہے ان دو کے سوا باقی اہلِ علم یا تو صراحت سے ان کا حج ماہِ ذی الحجہ میں قرار دیتے ہیں مثلاً داؤدی اور مفسرین میں سے رمانی، ثعلبی اور ماوردی وغیرہ یا بعض اس بابت ساکت ومتوقف ہیں، معتمد وہی جو مجاہد نے کہا، ازرقی بھی اسی پہ جزم کرتے ہیں اس کی تائید ابن اسحاق کے اس واضح بیان سے ملتی ہے کہ نبی اکرم تبوک سے واپس آ کر رمضان، ذوالقعدہ اور شوال ٹھہرے رہے پھر حضرت ابوبکر کو امیرِ حج بنا کر مکہ بھیجا تو یہ اس امر میں ظاہر ہے کہ ان کی یہ بعثت ذوالقعدہ کا مہینہ گزرنے کے بعد تھی اس پر ان کا حج ذی الحجہ میں ہی تھا، واللہ اعلم

اس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے کہ حجِ وداع سے قبل فرضیتِ حج مشروع ہو چکی تھی احادیث اس بارے کثیر وشہیر ہیں

ایک جماعت یہ موقف رکھتی ہے کہ حضرت ابوبکر کے اس ادائیگیِ حج نے ان سے ادائیگیِ حج کا فرض ساقط نہ کیا تھا، اس کی حیثیت فرضیتِ حج سے قبل تطوع کی سی تھی بقول ابن حجر اس موقف کا ضعف مخفی نہیں، اس کی تفصیل کا یہ مقام نہیں، ابن قیم الھدی میں لکھتے ہیں روایت میں ابوہریرہ کے الفاظ:(قبل حجة الوداع) سے یہ بھی مستفاد ہے کہ یہ سن نو کا واقعہ ہے کیونکہ حجۃ الوداع بالاتفاق سن دس میں تھا، بقول ابن اسحاق حضرت ابوبکر کی روانگی ذی القعدہ میں ہوئی تھی، واقدی کے مطابق تین سو صحابہ بھی ان کے ہمراہ تھے اور آنجناب نے بیس اونٹنیاں قربانی کیلئے ساتھ بھیجی تھیں۔

4363 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ أَبُو الرَّبِيعِ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ بَعَثَهُ فِي الْحَجَّةِ الَّتِي أَمَّرَهُ النَّبِيُّ ﷺ قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ يَوْمَ النَّحْرِ فِي رَهْطٍ يُؤَذِّنُ فِي النَّاسِ لاَ يَحُجُّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَلاَ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ .أطرافه 369، 1622، 3177، 4655، 4656، 4657-

ابوہریرہ راوی ہیں کہ حضرت ابوبکر نے حجۃ الوداع سے قبل کے حج کے دوران جس میں نبی پاک نے انہیں امیر الحج بنایا تھا، یوم نحر کو ایک جماعت کے ساتھ لوگوں میں منادی کرنے بھیجا کہ آگاہ ہوجاؤ کہ اگلے سال کوئی مشرک حج کو نہ آئے اور نہ کوئی آئندہ سے حالتِ عریانی میں طوافِ کعبہ کرے

(أن النبی ﷺ بعثه الخ) یہاں اختصار ہے تفسیر سورۃ البراء میں مکمل سیاق آئے گا وہیں تفصیلی شرح کی جائے گی۔

4364 - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ آخِرُ سُورَةٍ نَزَلَتْ كَامِلَةً بَرَاءَةٌ وَآخِرُ سُورَةٍ نَزَلَتْ خَاتِمَةُ سُورَةِ النِّسَاءِ (يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلاَلَةِ) . أطرافه 4605، 4654، 6744-

حضرت براء کہتے ہیں نازل ہونے والی آخری کامل سورت، سورۃ البراءۃ ہے جبکہ سورۃ النساء کی آخری آیت:(یستفتونك الخ) آخری آیت ہے جو نازل ہوئی۔

اس کی شرح بھی کتاب التفسیر (اگلی جلد) میں آئے گی۔(کاملة) میں ایک اشکال ہے وہیں اسکا بیان وحل آئیگا، یہاں غرضِ ایراد یہ اشارہ ہے کہ یہ آیتِ قرآنی:(إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَذَا)[التوبة:۲۸]اسی قصہ کی بابت ہے یہ بات اسماعیلی نے ذکر کی اور اس قسم کی باتوں پر اعتراض کرنے کی اپنی عادت کے برخلاف یہاں مذکورہ بات لکھنے میں بڑی تدقیق سے کام لیا ابن اسحاق اسنادِ مرسل سے نقل کرتے ہیں کہ (حضرت ابوبکر کی بطور امیرِ حج روانگی کے بعد) سورۃ براءۃ نازل ہوئی، کسی نے عرض کی اگر آپ یہ آیات حضرت ابوبکر کی طرف لکھوا بھیجیں؟ فرمایا میرے اہلِ بیت کا کوئی شخص ہی یہ کام کرے گا پھر حضرت علی کو بلایا اور ان ابتدائی آیات کے ہمراہ مکہ جانے اور منی میں قربانی کے دن انہیں لوگوں کو سنا دینے کی ہدایت دی، احمد نے محرز بن ابوہریرہ عن ابیہ کے حوالے سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی کے ساتھ ان آیات کی منادی کرنے والوں میں میں بھی شامل تھا، سنا سنا کر میری آواز بیٹھ گئی تھی، زید بن یثیع کے طریق سے نقل کیا، کہتے ہیں میں نے حضرت علی سے پوچھا کن ہدایات کے ساتھ آپ کو مکہ بھیجا گیا تھا؟ کہا چار اعلانات کرنے، ایک یہ کہ جنت میں صرف مؤمن جان ہی داخل ہوگی، دوم یہ کہ آئندہ کوئی عریان

طواف کعبہ نہ کرے، سوم یہ کہ آئندہ کوئی مشرک حج کو نہ آئے اور آخری یہ کہ جس کسی کا نبی اکرم کے ساتھ کوئی معاہدہ ہے وہ مقررہ مدت تک جاری رہے گا، اسے ترمذی نے بھی اسی طریق کے ساتھ تخریج کیا اور صحیح قرار دیا ہے۔

آخرِ بحث ابن حجر بعنوانِ تنبیہ لکھتے ہیں کہ یہاں حجِ ابی بکر کا تذکرہ وفود کے ذکر سے قبل کیا ہے فی الواقع وفود آنے کی ابتدا سن آٹھ جعرانہ سے واپسی کے فورا بعد شروع ہوگئی تھی بلکہ بقول ابن اسحاق کئی وفود تو تبوک کے فوراً آ گئے تھے اس امر پر اتفاق ہے کہ وفود کی آمد کا سلسلہ سن ۹ ھ میں شروع ہوا ابن ہشام کہتے ہیں مجھے ابوعبیدہ نے بتلایا کہ سن ۹ ھ کو اسی وجہ سے عامِ وفود کہا گیا ہے غزوۃ الفتح کے باب میں عمرو بن سلمہ کی حدیث گزری ہے کہ سب قبائلِ عرب اہلِ مکہ کے انجام کے منتظر تھے تا کہ اسلام کی بابت اپنا کوئی موقف اختیار کریں تو جونہی فتح مکمل ہوئی ہر قوم وقبیلہ نے اسلام لانے میں مبادرت کی تو شائد حجِ ابوبکر کی یہ تقدیم کسی ناقلِ صحیح بخاری کے تصرف کا نتیجہ ہے اس کی نظیر آگے غزوہِ تبوک کے ذکر پر تقدیمِ حجۃ الوداع میں بھی آئے گی، ابن سعد نے طبقات میں بالتفصیل وفود کی آمد کا حال لکھا ہے اس طرح دمیاطی نے بھی اپنی سیرت میں، ان کی پیروی میں ابن سید الناس، مغلطائی اور ہمارے شیخ کی نظمِ سیرت میں بھی یہ تذکرہ موجود ہے، کل ساٹھ سے زائد وفود کا ذکر موجود ہے۔

67 - باب وَفْدُ بَنِي تَمِيمٍ (وفدِ بنی تمیم)

یعنی تمیم بن مرّ بن ادّ بن طابخہ بن اِلیاس بن مضر بن نزار، ابن اسحاق کے بقول درج ذیل شرفائے تمیم وفد میں شامل تھے: عطارد بن حاجب دارمی، اقرع بن حابس دارمی، زبرقان بن بدر سعدی، عمرو بن اہتم منقری، حباب بن یزید مجاشعی، نعیم بن یزید بن قیس بن حارث اور قیس بن عاصم منقری، کہتے ہیں عیینہ بن حصن بھی ان کے ہمراہ تھے، اقرع اور عیینہ فتح مکہ کے موقع پر بھی ساتھ تھے جونہی مسجد نبوی میں داخل ہوئے (نبی اکرم اس وقت اندر گھر میں تشریف فرما تھے) یا محمد باہر آیئے پکارنے لگے اسی بابت سورۃ الحجرات کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں ان کی تفسیر کے باب میں اس کی مزید تفصیل بیان ہوگی۔

4365 - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي صَخْرَةَ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ مُحْرِزٍ الْمَازِنِيِّ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ أَتَى نَفَرٌ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ اقْبَلُوا الْبُشْرَى يَا بَنِي تَمِيمٍ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَدْ بَشَّرْتَنَا فَأَعْطِنَا فَرُئِيَ ذَلِكَ فِي وَجْهِهِ فَجَاءَ نَفَرٌ مِنَ الْيَمَنِ فَقَالَ اقْبَلُوا الْبُشْرَى إِذْ لَمْ يَقْبَلْهَا بَنُو تَمِيمٍ قَالُوا قَدْ قَبِلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ.

(ترجمہ کیلئے جلد چہارم ص:۶۸۳) أطرافه 3190، 3191، 4386، 7418-

کتاب بدء الخلق میں اس کی شرح گزر چکی ہے۔

68 - باب

قَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ غَزْوَةُ عُيَيْنَةَ بْنِ حِصْنِ بْنِ حُذَيْفَةَ بْنِ بَدْرٍ بَنِي الْعَنْبَرِ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ بَعَثَهُ النَّبِيُّ ﷺ إِلَيْهِمْ فَأَغَارَ وَأَصَابَ مِنْهُمْ نَاسًا وَسَبَى مِنْهُمْ نِسَاءً ، محمد بن اسحاق کہتے ہیں عیینہ بن حصن کو نبی پاک نے بنی تمیم کی شاخ بنی عنبر کی طرف بھیجا تھا تو انہوں نے

ان پر حملہ کر کے کئی لوگ قتل کئے اور عورتوں کو قیدی بنایا۔

واقدی کہتے ہیں ان کی اس مہم کا سبب یہ بنا کہ بنی تمیم نے خزاعہ کے کچھ لوگوں کو لوٹ لیا تھا نبی اکرم نے ان کی سرکوبی کیلئے عیینہ کی امارت میں پچاس افراد بھیجے ان میں کوئی مہاجر و انصاری شامل نہ تھا تو ان کی مہم کامیاب رہی گیارہ مردوں، گیارہ عورتوں اور تیس بچوں کو قیدی بنا کر لائے تو اسی لئے ان کے رؤساء وفد بنا کر مدینہ حاضر ہوئے ابن سعد کے مطابق یہ محرم ۹ھ کا واقعہ ہے۔

4366 - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ لَا أَزَالُ أُحِبُّ بَنِي تَمِيمٍ بَعْدَ ثَلَاثٍ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَقُولُهَا فِيهِمْ هُمْ أَشَدُّ أُمَّتِي عَلَى الدَّجَّالِ وَكَانَتْ فِيهِمْ سَبِيَّةٌ عِنْدَ عَائِشَةَ فَقَالَ أَعْتِقِيهَا فَإِنَّهَا مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ وَجَاءَتْ صَدَقَاتُهُمْ فَقَالَ هَذِهِ صَدَقَاتُ قَوْمٍ أَوْ قَوْمِي (جلد سوم ص:۴۳۱)طرفه 2543-

(وكانت فيهم سبية) یعنی (جارية مسبية) فعیلہ بمعنی مفعولہ ہے اس کا اور کئی دیگر قیدیوں کے نام اور واقعہ کی پوری تفصیل کتاب العتق میں گزر چکی ہے۔(صدقات قوم أو الخ)شک کے ساتھ مذکور ہے۔(قوم) تنوین کے بغیر ہے ابویعلی کی انہی شیخ بخاری زہیر سے روایت میں بغیر تردد کے (قومی) ہے۔

علامہ انور (لا أزال أحب بني تميم) کے تحت لکھتے ہیں کیونکہ نبی اکرم بھی مضری اور یہ بھی مضر سے تھے اس لئے اپنی قوم قرار دیا۔

4367 - حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الزُّبَيْرِ أَخْبَرَهُمْ أَنَّهُ قَدِمَ رَكْبٌ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ أَمِّرِ الْقَعْقَاعَ بْنَ مَعْبَدِ بْنِ زُرَارَةَ قَالَ عُمَرُ بَلْ أَمِّرِ الْأَقْرَعَ بْنَ حَابِسٍ قَالَ أَبُو بَكْرٍ مَا أَرَدْتَ إِلَّا خِلَافِي قَالَ عُمَرُ مَا أَرَدْتُ خِلَافَكَ فَتَمَارَيَا حَتَّى ارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا فَنَزَلَ فِي ذَلِكَ (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا) حَتَّى انْقَضَتْ .

أطرافه 4845، 4847، 7302 -

ابن زبیر راوی ہیں کہ بنی تمیم کا ایک وفد نبی پاک کی خدمت میں حاضر ہوا، حضرت ابوبکر نے عرض کی کہ قعقاع بن معبد بن زرارہ کو امیر بنادیں مگر حضرت عمر کہنے لگے اقرع بن حابس کو بنائیں، یہ سنکر حضرت ابوبکر نے ان سے کہا تم نے صرف میری مخالفت کا چاہا ہے، وہ بولے میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں اس جھگڑے میں انکی آوازیں بلند ہوئیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی:(یا ایها الذین لا تقدموا الخ) آخر تک۔

اس کی مکمل شرح تفسیر سورۃ الحجرات (اگلی جلد بتوفیق) میں آئے گی۔

علامہ (لا تقدموا) کی بابت لکھتے ہیں یہ فعل لازم ہے یا متعدی؟ اس بارے تفسیر روح المعانی کا مطالعہ کر لیا جائے۔

69 - باب وَفْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ (وفدِ عبد القیس)

یہ ایک بڑا قبیلہ تھا جو بحرین میں سکونت پذیر تھا، عبد القیس بن افصیٰ بن دُعمی بن جدیلہ بن اسد بن ربیعہ بن نزار کی طرف

منسوب ہیں ابن حجر کے بقول ہمارے لئے متبین یہ ہوا ہے کہ دو مرتبہ ان کا وفد مدینہ آیا ایک مرتبہ فتح مکہ سے قبل، اسی لئے اس موقع پر عرضگزار ہوئے کہ آپ اور ہمارے درمیان کفارِ مضر ہیں (کیونکہ فتح مکہ کے بعد تو یہ مضری مسلمان ہو گئے تھے) تو پہلا وفد اندازاً سن ۵ھ یا اس سے بھی قبل آیا، ان کی قریہ یعنی بحرین اسلام کی پہلی بستی ہے جہاں مدینہ کے بعد جمعہ کا اہتمام کیا گیا، باب کی آخری حدیث میں اس کا بیان موجود ہے، وفدِ اول تیرہ افراد پر مشتمل تھا اس موقع پر ایمان اور اشربہ کی بابت سوالات کئے اہلِ وفد میں اشج نام کے ایک صاحب بھی تھے انہیں نبی اکرم نے فرمایا تھا تم میں دو ایسی خصلتیں ہیں جو اللہ کو نہایت محبوب ہیں: حلم اور اناۃ (یعنی تواضع)، اسے مسلم نے ابو سعید سے روایت کیا ہے ابوداؤد نے ام ابان بنت وازع بن زارع عن جدھا زارع جو اس وفد میں شامل تھے، کے حوالے سے روایت کیا ہے کہ جب ہم مدینہ پہنچے دیدارِ نبوی اور دست بوسی کے شوق میں جلدی جلدی خیمہ گاہ سے خدمتِ اقدس میں پہنچے جبکہ اشج جن کا نام منذر تھا، آرام سے نہائے دھوئے کپڑے تبدیل کئے پھر نبی اکرم کی خدمت میں حاضر ہوئے اس پر آپ نے مذکورہ بات فرمائی تھی، ہوذ بن عبداللہ بن سعد عصری اپنے دادا مزیدہ عصری سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صحابہ سے محوِ گفتگو تھے کہ اچانک فرمایا ابھی اس طرف سے ایک قافلہ آنے والا ہے وہ اہلِ مشرق کے بہترین لوگ ہیں، یہ سن کر حضرت عمر اٹھے اور اس طرف کو چل دئے تو اس وفدِ عبدالقیس کے تیرہ حضرات سے ملاقات ہوئی انہیں نبی اکرم کی اس بشارت سے آگاہ کیا اور ان کے ساتھ ہی واپس خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئے قریب آکر گویا اپنے آپ کو سواریوں سے پھینک دیا اور آپ کے دستِ مبارک کو پکڑ کر چومنے لگے اسے بیہقی نے تخریج کیا (مترجم اگرچہ سکہ سند شاعر نہیں، اپنے آپ کو معمولی تک بند سمجھتا ہے مگر کچھ حسبِ حال اشعار پیش کرنے کی جسارت کرتا ہے:

کاش میں بھی ہوتا مدینے میں مقیم — چھائی تھی جب وہاں رحمت کی بدلی
کاش اس گلشنِ رسول کا حصہ ہوتا — پھول تھے جسکے ابوبکر و عمر و عثمان و علی
میری نظر کو ہر دم سیراب کرتا — چہرۂ رسول جن کی کالی تھی کملی)

بخاری نے بھی اسے الأدب المفرد میں مطولا ایک دیگر سند کے ساتھ وفدِ عبدالقیس میں شامل ایک شخص جس کا نام ذکر نہیں کیا، سے نقل کیا ہے۔ ان کا دوسرا وفد جو چالیس افراد پر مشتمل تھا، عام الوفود میں حاضر ہوا جیسا کہ ابن مندہ کی تخریج کردہ حدیثِ ابی حیوۃ صناحی میں مذکور ہے ان میں جارود عبدی بھی تھے ابن اسحاق نے انکا قصہ ذکر کیا ہے کہ قبل ازیں نصرانی تھے، حسن الاسلام ثابت ہوئے، تعدد کی تائید ابن حبان کی ایک روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں نبی اکرم کا ان سے فرمایا یہ مقولہ بھی درج ہے: (مالی أری ألوانکم قد تغیرت) تمہارے رنگ کیوں بدلے ہوئے ہیں؟ گویا قبل ازیں بھی آپ انہیں دیکھ چکے تھے۔

4368 - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا أَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ حَدَّثَنَا قُرَّةُ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ ؓ إِنَّ لِي جَرَّةً يُنْتَبَذُ لِي نَبِيذٌ فَأَشْرَبُهُ حُلْوًا فِي جَرٍّ إِنْ أَكْثَرْتُ مِنْهُ فَجَالَسْتُ الْقَوْمَ، فَأَطَلْتُ الْجُلُوسَ خَشِيتُ أَنْ أَفْتَضِحَ فَقَالَ قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ مَرْحَبًا بِالْقَوْمِ غَيْرَ خَزَايَا وَلَا النَّدَامَى فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ الْمُشْرِكِينَ مِنْ مُضَرَ وَإِنَّا لَا نَصِلُ إِلَيْكَ إِلَّا فِي أَشْهُرِ الْحُرُمِ حَدِّثْنَا بِجُمَلٍ مِنَ الْأَمْرِ إِنْ عَمِلْنَا بِهِ

دَخَلْنَا الْجَنَّةَ وَنَدْعُو بِهِ مَنْ وَرَاءَ نَا قَالَ آمُرُكُمْ بِأَرْبَعٍ وَأَنْهَاكُمْ عَنْ أَرْبَعٍ الإِيمَانِ بِاللَّهِ هَلْ تَدْرُونَ مَا الإِيمَانُ بِاللَّهِ شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَإِقَامُ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءُ الزَّكَاةِ وَصَوْمُ رَمَضَانَ وَأَنْ تُعْطُوا مِنَ الْمَغَانِمِ الْخُمُسَ وَأَنْهَاكُمْ عَنْ أَرْبَعٍ مَا انْتُبِذَ فِي الدُّبَّاءِ وَالنَّقِيرِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ .

أطرافه 53، 87، 523، 1398، 3095، 3510، 4369، 6176، 7266، 7556

راوی کہتے ہیں میں نے ابن عباس سے کہا میرے پاس ایک مٹکا ہے جس میں میرے لئے نبیذ بنائی جاتی ہے اگر وہ زیادہ پی لوں اور طویل عرصہ مجلس میں بیٹھوں تو ڈرتا ہوں کہیں رسوائی نہ ہو(یعنی نشہ طاری ہو جائے) کہنے لگے قبیلہ عبدالقیس کا ایک وفد نبی پاک کی خدمت میں آیا آپ نے انہیں خوش آمدید کہا جو ذلت وشرمندگی سے قبل آئے ،انہوں نے عرض کی یارسول اللہ ہمارے اور آپ کے درمیان مضر کے مشرک حائل ہیں لہذا صرف حرمت والے مہینوں میں ہی ہمارا آنا ممکن ہے، آپ ہمیں ایسی جامع مانع ہدایات دیں کہ اگر انکے عامل بنیں تو جنت کے حقدار ٹھہریں اور پیچھے والوں کو بھی اس بابت بتلادیں،فرمایا میں چار باتوں کا حکم دیتا ہوں اور چار باتوں سے منع کرتا ہوں، اللہ پر ایمان لانے کا حکم دیتا ہوں، کیا جانتے ہو ایمان باللہ کیا ہے؟ اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں، اقامتِ نماز، ادائیگی زکات، رمضان کے روزے رکھنا اور اموالِ غنیمت کا خمس ادا کرنا، منع کردہ چار امور یہ ہیں: کدو کے تو نبے، کریدی ہوئی لکڑی کے برتن، سبز لاکھن اور روغنی برتن میں بنی ہوئی نبیذ کو پینا۔

(إن لی جرة الخ) انتباذ کی جرہ کی طرف نسبت اسنادِ مجازی ہے۔(فی جر) جرة سے متعلق ہے تقدیرِ کلام یوں ہے:(إن لی جرة كائنة فی جملة جرار) یعنی میرے مٹکوں میں ایک ایسا مٹکا ہے۔(خشیت أن أفتضح)یعنی ڈر ہوتا ہے کہ نشہ کی سی حالت نہ طاری ہو جائے ،اس بارے تفصیلی بحث کتاب الأشربہ میں آئے گی۔

4369 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا هَذَا الْحَيَّ مِنْ رَبِيعَةَ وَقَدْ حَالَتْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ كُفَّارُ مُضَرَ ، فَلَسْنَا نَخْلُصُ إِلَيْكَ إِلَّا فِي شَهْرٍ حَرَامٍ فَمُرْنَا بِأَشْيَاءَ نَأْخُذُ بِهَا وَنَدْعُو إِلَيْهَا مَنْ وَرَاءَ نَا قَالَ آمُرُكُمْ بِأَرْبَعٍ وَأَنْهَاكُمْ عَنْ أَرْبَعٍ الإِيمَانِ بِاللَّهِ شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَعَقَدَ وَاحِدَةً وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ وَأَنْ تُؤَدُّوا لِلَّهِ خُمُسَ مَا غَنِمْتُمْ وَأَنْهَاكُمْ عَنِ الدُّبَّاءِ وَالنَّقِيرِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ .

أطرافه 53، 87، 523، 1398، 3095، 3510، 4368، 6176، 7266، 7556

سابقہ کے ہم معنی ہے۔

4370 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو وَقَالَ بَكْرُ بْنُ مُضَرَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ بُكَيْرٍ أَنَّ كُرَيْبًا مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ حَدَّثَهُ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَعَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَزْهَرَ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ أَرْسَلُوا إِلَى عَائِشَةَ فَقَالُوا اقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلَامَ مِنَّا

جَمِيعًا وَسَلْهَا عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ وَإِنَّا أُخْبِرْنَا أَنَّكِ تُصَلِّيهَا وَقَدْ بَلَغَنَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْهَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَكُنْتُ أَضْرِبُ مَعَ عُمَرَ النَّاسَ عَنْهُمَا قَالَ كُرَيْبٌ فَدَخَلْتُ عَلَيْهَا وَبَلَّغْتُهَا مَا أَرْسَلُونِي فَقَالَتْ سَلْ أُمَّ سَلَمَةَ فَأَخْبَرْتُهُمْ فَرَدُّونِي إِلَى أُمِّ سَلَمَةَ بِمِثْلِ مَا أَرْسَلُونِي إِلَى عَائِشَةَ فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَنْهَى عَنْهُمَا وَإِنَّهُ صَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ دَخَلَ عَلَيَّ وَعِنْدِي نِسْوَةٌ مِنْ بَنِي حَرَامٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَصَلَّاهُمَا فَأَرْسَلْتُ إِلَيْهِ الْخَادِمَ فَقُلْتُ قُومِي إِلَى جَنْبِهِ فَقُولِي تَقُولُ أُمُّ سَلَمَةَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَمْ أَسْمَعْكَ تَنْهَى عَنْ هَاتَيْنِ الرَّكْعَتَيْنِ فَأَرَاكَ تُصَلِّيهِمَا فَإِنْ أَشَارَ بِيَدِهِ فَاسْتَأْخِرِي فَفَعَلَتِ الْجَارِيَةُ فَأَشَارَ بِيَدِهِ فَاسْتَأْخَرَتْ عَنْهُ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ يَا بِنْتَ أَبِي أُمَيَّةَ سَأَلْتِ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ إِنَّهُ أَتَانِي أُنَاسٌ مِنْ عَبْدِ الْقَيْسِ بِالْإِسْلَامِ مِنْ قَوْمِهِمْ فَشَغَلُونِي عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ فَهُمَا هَاتَانِ . (ترجمہ کیلئے جلد دوم ص:۱۳۸) طرفه 1233 -

عمرو سے مراد ابن حارث ہیں۔(وقال بكر بن مضر الخ) یہ معلق ہے، اسے طحاوی نے عبد اللہ بن صالح عن بکر کے طریق سے اپنی سند کے ساتھ موصول کیا ہے، سیاقِ حدیث بکر کا ہے سجود السہو کے ابواب میں دونوں طریق سے گزر چکی ہے وہاں عبد اللہ بن وہب کا نقل کردہ سیاق تھا، وہیں شرح ہو چکی ہے، وفدِ عبد القیس کے ذکر کی ترجمۂ ہذا کے ساتھ مناسبت ہے۔

4371 - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ عَبْدُ الْمَلِكِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ هُوَ ابْنُ طَهْمَانَ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَوَّلُ جُمُعَةٍ جُمِّعَتْ بَعْدَ جُمُعَةٍ جُمِّعَتْ فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي مَسْجِدِ عَبْدِ الْقَيْسِ بِجُوَاثَى يَعْنِي قَرْيَةً مِنَ الْبَحْرَيْنِ .

طرفه 892 -

ابن عباس کہتے ہیں مسجدِ نبوی میں جمعات کے بعد سب سے پہلا جمعہ بحرین کی ایک بستی جواثی میں منعقد کیا گیا۔

ابو عامر عبد الملک سے مراد ابن عمرو عقدی ہیں، کتاب الجمعۃ میں مشروح ہے۔

70 - باب وَفْدِ بَنِي حَنِيفَةَ وَحَدِيثِ ثُمَامَةَ بْنِ أُثَالٍ (وفدِ بنی حنیفہ اور ثمامہ کا قصہ)

حنیفہ کا نام ونسب یہ ہے: حنیفہ بن لجیم بن صعب بن علی بن بکر بن وائل، یہ ایک بڑا اور مشہور قبیلہ تھا مکہ اور یمن کے درمیان یمامہ ان کا مسکن تھا ابن اسحاق وغیرہ کے بیان کے مطابق سن ۹ھ میں ان کا وفد مدینہ آیا تھا بقول واقدی سترہ افراد پر مشتمل تھا اور مسیلمہ کذاب بھی ان میں موجود تھا (ابھی دعوائے نبوت نہ کیا تھا)، ثمامہ کا نام ونسب حسبِ ذیل ہے: ثمامہ بن اُثال بن نعمان بن مسلمہ، فضلائے صحابہ میں ان کا شمار ہوا ان کی اسیری کا یہ واقعہ بنی حنیفہ کے وفد کی آمد سے بہت عرصہ پہلے کا ہے، فتح مکہ سے قبل، آگے اس کی تبیین آئے گی گویا امام بخاری نے اسے یہاں استطرادًا ذکر کیا ہے۔

4372 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ خَيْلاً قِبَلَ نَجْدٍ فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِنْ بَنِي حَنِيفَةَ يُقَالُ لَهُ ثُمَامَةُ بْنُ أُثَالٍ فَرَبَطُوهُ بِسَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ فَخَرَجَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ فَقَالَ عِنْدِي خَيْرٌ يَا مُحَمَّدُ إِنْ تَقْتُلْنِي تَقْتُلْ ذَا دَمٍ وَإِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلَى شَاكِرٍ وَإِنْ كُنْتَ تُرِيدُ الْمَالَ فَسَلْ مِنْهُ مَا شِئْتَ حَتَّى كَانَ الْغَدُ ثُمَّ قَالَ لَهُ مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ قَالَ مَا قُلْتُ لَكَ إِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلَى شَاكِرٍ فَتَرَكَهُ حَتَّى كَانَ بَعْدَ الْغَدِ فَقَالَ مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ فَقَالَ عِنْدِي مَا قُلْتُ لَكَ فَقَالَ أَطْلِقُوا ثُمَامَةَ فَانْطَلَقَ إِلَى نَخْلٍ قَرِيبٍ مِنَ الْمَسْجِدِ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ يَا مُحَمَّدُ وَاللَّهِ مَا كَانَ عَلَى الْأَرْضِ وَجْهٌ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ وَجْهِكَ فَقَدْ أَصْبَحَ وَجْهُكَ أَحَبَّ الْوُجُوهِ إِلَيَّ وَاللَّهِ مَا كَانَ مِنْ دِينٍ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ دِينِكَ فَأَصْبَحَ دِينُكَ أَحَبَّ الدِّينِ إِلَيَّ وَاللَّهِ مَا كَانَ مِنْ بَلَدٍ أَبْغَضُ إِلَيَّ مِنْ بَلَدِكَ فَأَصْبَحَ بَلَدُكَ أَحَبَّ الْبِلَادِ إِلَيَّ وَإِنَّ خَيْلَكَ أَخَذَتْنِي وَأَنَا أُرِيدُ الْعُمْرَةَ فَمَاذَا تَرَى فَبَشَّرَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَمَرَهُ أَنْ يَعْتَمِرَ فَلَمَّا قَدِمَ مَكَّةَ قَالَ لَهُ قَائِلٌ صَبَوْتَ قَالَ لَا وَلَكِنْ أَسْلَمْتُ مَعَ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَلَا وَاللَّهِ لَا يَأْتِيكُمْ مِنَ الْيَمَامَةِ حَبَّةُ حِنْطَةٍ حَتَّى يَأْذَنَ فِيهَا النَّبِيُّ ﷺ.

أطرافه 462، 469، 2422، 2423 -

ابو ہریرہ کہتے ہیں نبی اکرم نے نجد کی جانب ایک مہم بھیجی جو بنی حنیفہ کے ایک شخص ثمامہ بن اثال کو گرفتار کر کے لائی اسے مسجد کے ایک ستون سے باندھ دیا نبی پاک نکلے تو اس سے فرمایا اے ثمامہ کیسے ہو؟ کہنے لگا میرے پاس خیر ہے اگر اے محمد مجھے قتل کر دیتے ہو تو ایسے شخص کو قتل کرو گے جو خون والا ہے اور احسان کرو تو شکر گزار پر احسان کرو گے، اور اگر مال چاہیے تو بتلائیں کیا پیش کروں؟ (آپ خاموشی سے آگے بڑھ گئے) کل بھی یہی مکالمہ ہوا اگلے دن بھی یہی ہوا، فرمایا ثمامہ کو جانے دو، وہ نکلے اور قریب ہی ایک باغ میں نہا کر آئے اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں، پھر کہا اے محمد بخدا روئے زمین میں کوئی ایسا چہرہ نہ تھا جو مجھے آپ کے چہرہ سے زیادہ ناپسند ہو لیکن اب آپ کے رخ زیبا جیسا کوئی لگتا ہی نہیں اسی طرح آپکا شہر سب سے مبغوض تھا لیکن اب یہی سب سے محبوب ہے اور آپکا دین جو قبل ازیں میری نظر میں مبغوض ترین تھا اب محبوب ترین بن چکا ہے، پھر عرض کی جب آپ کے شہ سواروں نے گرفتار کیا میں عمرہ کے ارادہ سے مکہ جا رہا تھا تو اس بابت آپ کیا حکم دیتے ہیں؟ نبی پاک نے انہیں بشارت دی اور فرمایا اپنا ارادہ پورا کرو جب مکہ آئے تو کسی کہنے والے نے کہا تم صابی (یعنی مسلمان) ہو گئے ہو؟ کہا نہیں میں نے تو محمد ﷺ کا دین قبول کر لیا ہے اور اللہ کی قسم اب نجد کی جانب سے تمہارے پاس ایک دانہ تک نہ آئیگا حتی کہ نبی پاک اجازت نہ دیں۔

یہاں سعید مقبری کے ابو ہریرہ سے سماع کی صراحت ہے ابن اسحاق نے دونوں کے مابین ان کے والد کا واسطہ ذکر کیا ہے تو یہ مزید اتصالِ اسانید میں سے ہے کیونکہ لیث سعید مقبری سے روایت میں اتقن الناس قرار دئے گئے ہیں تو محتمل ہے ان کے والد نے بھی انہیں

اس کی تحدیث کی، قبل ازیں ابو ہریرہ سے بھی سن چکے تھے یا ممکن ہے اپنے والد سے اس کی تثبیت چاہی ہو تو کبھی دونوں حوالے ذکر کر دئے۔

(ما ذا عندك) محتمل ہے کہ ما استفہامیہ اور (ذا) موصولہ اور (عندك) اس کا صلہ ہو یعنی تمہارے ذہن میں کیا ہے کہ تجھ سے کیسا سلوک ہوگا؟ تو جواب دیا کہ امیدِ خیر ہے یعنی آپ سے مجھے خیر کی توقع ہے کہ آپ عفو و احسان کرنے والوں میں سے ہیں۔(تقتل ذادم) نسخۂ کشمیہنی میں (ذم) ہے نووی کہتے ہیں اکثر کی روایت کے مطابق مفہوم یہ ہے کہ اگر آپ میرے قتل کا فیصلہ دیتے ہیں تو میں چونکہ ایک سردار اور باحیثیت آدمی ہوں میرے خون کا انتقام لینے والے بہت ہوں گے، یہ معنی بھی محتمل ہے کہ میرے سر پہ کئی خون ہیں لہذا اگر قتل کرتے ہیں تو میں اسی کا مستحق ہوں، جہاں تک (ذا ذم) والی روایت ہے، ابوداؤد میں بھی یہی لفظ ہے تو اس کا معنی ہے (ذا ذمة) یعنی جس سے معاہدہ ہو، عیاض اسے ضعیف کہتے ہیں کیونکہ قلبِ معنی ہے کیونکہ اگر وہ ذی ذمہ ہے تو ایسوں کا قتل تو ممتنع ہے، نووی لکھتے ہیں اس لفظ کا تصحیح معنی بھی ممکن ہے کہ اسے وجہِ اول پر محمول کیا جائے اور ذمہ سے مراد اپنی قوم میں حرمت (یعنی عزت و شرف) والا، بقول ابن حجر سب سے اوجہ دوسری توجیہہ ہے کیونکہ یہ آمدہ جملہ:(و إن تنعم الخ) کے مُشاکل ہے اور میرے نزدیک یہ ساری عبارت اس کے قول (عندی خیر) کی تفصیل ہے، فعلِ شرط اگر مکرر فی الجزاء ہو تو یہ فخامتِ امر پر دلالت کناں ہوتا ہے۔

(عندی ماقلت لك الخ) تو دوسرے دن کلامِ سابق کی دوسری شق پر اقتصار کیا جبکہ تیسرے دن اسے بھی حذف کیا اور مختصر جواب دیا، پہلے دن اس نے دونوں میں سے جو اس کی نسبت شاق وسخت معاملہ تھا یعنی قتل، اس کا ذکر مقدم کیا جب اس دن اس کے قتل کا حکم جاری نہ ہوا تو اگلے دن عفو واستعطاف اور طلبِ احسان کی بات کی (کیونکہ دل میں خیال جاگزین ہوا کہ قتل کرنا ہوتا تو کل کر دیتے) تو تیسرے دن سارا معاملہ آنجناب کی عفو اور دامانِ عاطفت پر چھوڑ دیا، ثمامہ کی یہ کلام قرآن میں مذکور سیدنا عیسی کے اللہ تعالی سے مخاطب ہو کر بندوں کی نسبت یہ کہنے سے مطابقت رکھتی ہے:(إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ) [المائدة: ۱۱۸] مقام اور موقع ومحل بھی اسی قسم کی کلام کو مقتضی تھا۔

(فقال أطلقوا ثمامة) ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ فرمایا اے ثمامہ میں نے تجھے معاف کر دیا اور چھوڑ دیا ہے ان کی روایت میں مزید یہ بھی ہے کہ قید کے دوران گھر میں موجود سارا طعام و دودھ انہیں پیش کر دیا تھا مگر اس سے ان کا کچھ بھی نہ بنا تھا جب مسلمان ہوئے تو ملاحظہ کیا گیا کہ (پہلے کی نسبت) بہت کم کھایا ہے متعجب ہوئے تو نبی اکرم نے فرمایا کافر سات امعاء (یعنی انتڑیوں) جبکہ مسلم ایک معیٰ میں کھاتا ہے (آجکل تو خواص وعوام سات سے بھی زائد امعاء میں کھاتے ہیں علماء وفضلاء کے بڑے بڑے پیٹ اس کے غماض ہیں)۔

(فبشره) یعنی دنیا وآخرت کی بھلائیوں کی، یا جنت کی یا سابقہ تقصیرات کے محو کی۔(فلما قدم مكة) ابن ہشام لکھتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ عمرہ کیلئے جب بطنِ مکہ میں پہنچے تو تلبیہ کہا (یعنی اسلامی تلبیہ) تو اس لحاظ سے وہ اولین فرد ہیں جنہوں نے تلبیہ کہا یہ سن کر قریش نے پکڑ لیا اور کہا تم تو بڑے جری ہو؟ قتل کر دینا چاہا ایک شخص بولا تمہیں یمامہ سے اجناس منگوانا پڑتی ہیں اسے کچھ نہ کہو تو چھوڑ دیا۔

(لا ولكن أسلمت الخ) گویا کہ کہا نہیں میں دین سے خارج نہیں ہوا (یعنی صبوت؟ کیا تم دین سے خارج ہوئے، کا جواب دیتے ہوئے یہ بات کہی) کیونکہ بتوں کی عبادت تو کوئی دین نہیں، اسے ترک کر دینے سے خروج من الدین کا مرتکب نہیں ہوا، ابن ہشام کی روایت میں ہے:(و لكن تبعت خير الدين دين محمد)۔(و لا والله) اس میں کچھ کلام محذوف ہے جس کی

تقدیر یہ ہوسکتی ہے:(و الله لا أرجع إلى دينكم ولا أرفق بكم فأترك الميرة تأتى من اليمامة الخ) بخدا تمہارے دین میں واپس نہ آؤنگا اور تمہارے ساتھ نرمی کا سلوک کرونگا کہ یمامہ سے غلہ آئے ،ان کا (مع محمد) کہنا اس معنی میں کہ میں نے آپ کی آپ کے دین میں موافقت کی ہے تو ہم دونوں اسلام میں متصاحبین ہوئے ، میں بالابتداء اور آپ بالاستدامت۔

(ولا تأتيكم من اليمامة الخ) ابن ہشام کی روایت میں مزید یہ ہے کہ پھر یمامہ جا کر سب کو روک دیا کہ مکہ کوئی چیز لے کر جائیں حتی کہ اہل مکہ نے نبی اکرم کو خط لکھا کہ آپ تو صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں، آنجناب نے ثمامہ کو خط لکھا کہ مکہ کو سامان کی ترسیل میں رکاوٹ نہ ڈالیں، حضرت ثمامہؓ کے اس قصہ سے مستفاد ہوا کہ کافر اسیر کو مسجد میں قید رکھا جا سکتا ہے، اسیرِ کافر پر احسان کرنا بھی ثابت ہوا، قبولِ اسلام کرتے وقت غسل کرنا بھی ثابت ہوا، یہ بھی کہ احسان اور حسنِ سلوک سے نفرت محبت میں بدل جاتی ہے، یہ بھی کہ اگر کافر کسی عملِ خیر کے ارادہ میں تھا اسی اثناء اسلام لے آیا تو بعد ازاں اس عملِ خیر میں جاری رہے، یہ بھی مستفاد ہوا کہ قیدیوں کے ساتھ حسنِ ملاطفت سے پیش آیا جا سکتا ہے اگر اس میں اسلام کی مصلحت ہو بالخصوص ایسے سرکردہ افراد جو اپنی قوم وقبیلہ کے قائدین میں سے ہوں۔

مولانا انور حضرت ثمامہ کے الفاظ:(أسلمت مع محمد) کے بارہ میں لکھتے ہیں کہ کوتاہ فہموں نے لفظ (مع) میں اشکال سمجھا ہے کیونکہ وہ یہاں غیر مستقیم ہے اس لئے کہ ان کا اسلام اصلاً نبی اکرم کے ساتھ نہ تھا (یعنی آپ کی معیت میں نہ تھا) تو تکلف سے کام لیا جیسے اللہ تعالی کے اس فرمان:(فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ) میں تکلف سے کام لیا ہے، دعوی کیا کہ اس سے واجب آتا ہے کہ قابلیتِ سعی دونوں میں ہو، تو (تاویل کرتے ہوئے) کہا کہ (معہ) مصدر سے متعلق ہے نہ کہ فعل سے، تو ان پر مصدر مسبوق بلفظ جو کہ معرف باللام ہے، کے اعمال وارد ہوئے اور یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے، میں کہتا ہوں یہ سب بے جا بحث ہے حق یہ ہے کہ (مع) کا لفظ صرف شرکت فی الجملہ کو متقضی ہے اور یہ کس نے کہا ہے کہ اس میں مصاحبت کے لئے لازم ہے کہ مستمرہ ہو، تو لفظ (مع) صادق آئے گا اگر ان کا اسلام نبی اکرم کے اسلام کے ساتھ کسی وقت مجتمع ہوا:(في وقت ما)، یہ اصلاً مصاحبتِ مستمرہ کو موجِب نہیں ہے (میرے خیال میں ۔مع۔ بمعنی ۔ب۔ ہے کہ میں محمد ﷺ کے ساتھ اسلام لے آیا ہوں)۔

4373 - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي حُسَيْنٍ حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَدِمَ مُسَيْلِمَةُ الْكَذَّابُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَجَعَلَ يَقُولُ إِنْ جَعَلَ لِي مُحَمَّدٌ مِنْ بَعْدِهِ تَبِعْتُهُ وَقَدِمَهَا فِي بَشَرٍ كَثِيرٍ مِنْ قَوْمِهِ فَأَقْبَلَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَمَعَهُ ثَابِتُ بْنُ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ وَفِي يَدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قِطْعَةُ جَرِيدٍ حَتَّى وَقَفَ عَلَى مُسَيْلِمَةَ فِي أَصْحَابِهِ فَقَالَ لَوْ سَأَلْتَنِي هَذِهِ الْقِطْعَةَ مَا أَعْطَيْتُكَهَا وَلَنْ تَعْدُوَ أَمْرَ اللَّهِ فِيكَ وَلَئِنْ أَدْبَرْتَ لَيَعْقِرَنَّكَ اللَّهُ وَإِنِّي لَأَرَاكَ الَّذِي أُرِيتُ فِيهِ مَا رَأَيْتُ وَهَذَا ثَابِتٌ يُجِيبُكَ عَنِّي ثُمَّ انْصَرَفَ عَنْهُ .

(ترجمہ کیلئے جلد پنجم ص:۳۴۹) اطرافہ 3620، 4378، 7033، 7461 -

4374 - قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَسَأَلْتُ عَنْ قَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِنَّكَ أُرَى الَّذِي أُرِيتُ فِيهِ مَا

أُرِيتُ فَأَخْبَرَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُ فِي يَدَيَّ سِوَارَيْنِ مِنْ ذَهَبٍ فَأَهَمَّنِي شَأْنُهُمَا فَأُوحِيَ إِلَيَّ فِي الْمَنَامِ أَنِ انْفُخْهُمَا فَنَفَخْتُهُمَا فَطَارَا فَأَوَّلْتُهُمَا كَذَّابَيْنِ يَخْرُجَانِ بَعْدِي أَحَدُهُمَا الْعَنْسِيُّ وَالآخَرُ مُسَيْلِمَةُ .

(جلد پنجم ص:۳۴۹) أطرافه 3621، 4375، 4379، 7034، 7037-

4375 - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ أُتِيتُ بِخَزَائِنِ الأَرْضِ فَوُضِعَ فِي كَفِّي سِوَارَانِ مِنْ ذَهَبٍ فَكَبُرَا عَلَيَّ فَأُوحِيَ إِلَيَّ أَنِ انْفُخْهُمَا فَنَفَخْتُهُمَا فَذَهَبَا فَأَوَّلْتُهُمَا الْكَذَّابَيْنِ اللَّذَيْنِ أَنَا بَيْنَهُمَا صَاحِبَ صَنْعَاءَ وَصَاحِبَ الْيَمَامَةِ .

(سابقہ) أطرافه 3621، 4374، 4379، 7034، 7037-

(عن عبدالله بن أبی حسین) یہ عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابوحسین بن حارث نوفلی ہیں مشہور تابعی صغیر ہیں۔ (قدم مسیلمة الخ)، مسیلمہ کا نام ونسب یہ ہے: مسیلمہ بن ثمامہ بن کبیر بن حبیب بن حارث، بقول ابن اسحٰق ۱۰ھ میں دعوائے نبوت کیا، وثیمہ کتاب الردۃ میں مدعی ہیں کہ مسیلمہ لقب تھا جبکہ نام ثمامہ ہے لیکن یہ محلِ نظر ہے کیونکہ اس کی کنیت ابوثمامہ تھی لیکن اگر یہ محفوظ ہے تو گویا ان افراد میں سے تھا جن کے اسماء وکنی باہم متوافق ہوئے، یہاں مذکور سیاق ابن اسحاق کے ذکر کردہ بیان کے مخالف ہے کہ وہ اپنی قوم کے وفد کے ہمراہ آیا تھا انہوں نے اپنے رحال وسامان کی حفاظت کے لئے اسے وہیں چھوڑا اور خود خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئے البتہ اس کا تذکرہ آنجناب سے کیا اور اس کا انعام بھی وصول کیا (نبی پاک ان وفود کے ہر ممبر کو تحفہ مرحمت فرمایا کرتے تھے) اور یہ کہ فرمایا تھا وہ تم میں کا برا شخص نہیں، مسیلمہ نے جب ادعائے نبوت کیا تو نبی اکرم کے اپنے بارہ میں کہے اس جملہ کو معرضِ دلیل میں پیش کیا کرتا تھا تو ان کی یہ روایت شاذ ہونے کے ساتھ ضعیف الاسناد بھی ہے کیونکہ منقطع ہے، مسیلمہ کوئی بے قدر وتو قیر شخص نہ تھا کہ ساز وسامان کی حفاظت پر چھوڑا جاتا، اسے تو عظیم القدر ہونے کی وجہ سے رحمان الیمامہ کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا، یہاں روایتِ صحیح میں صراحت سے ہے کہ نبی اکرم اس کے ساتھ مجتمع ہوئے اسے مخاطب فرمایا اور اس کی قوم کی موجودی میں صراحت سے فرمایا کہ اگر اسلام لانے کی شرط کے بطور یہ قطعِ جریدہ بھی مانگو گے تو نہ دوں گا، البتہ محتمل ہے کہ اس کی مدینہ میں آمد دو مرتبہ ہوئی ہو ایک دفعہ تابع کی حیثیت میں جبکہ رئیسِ وفد کوئی اور تھا تب اسے سامان کی حفاظت پر چھوڑا گیا ہو، دوسری مرتبہ متبوع وقائد کی حیثیت سے، اسی موقع پر نبی اکرم کی اس سے مخاطبت ہوئی، یا ایک تاویل یہ بھی ممکن ہے کہ ایک ہی قصہ ہے اور خیمہ گاہ میں پیچھے رہنا خود اپنے اختیار سے منظور کیا تھا اور یہ اس کی الفت واستکبار تھا کہ خود چل کر مجلسِ رسول میں نہ جائے، نبی اکرم نے البتہ اس کے ساتھ ایک کریم کا سا معاملہ کیا (کہ خود اس کے خیمہ میں تشریف لائے) اور یہ اس توقع پر مبنی تھا کہ شائد اسلام لے آئے پھر آپ کی یہ تشریف آوری اس پر اقامتِ حجت تھی اور تا کہ اسے دعوتِ اسلام دے کر عنداللہ بری ہوں۔

(إن جعل لی محمد الأمر الخ) امرِ خلافت مراد ہے، اکثر کے ہاں یہاں (الأمر) کا لفظ ساقط ہے لیکن مقدر ہے، ابن سکن کے نسخہ میں نیز علامات النبوۃ والی روایت میں بھی موجود ہے۔ (فی بشر کثیر) واقدی نے ذکر کیا کہ مسیلمہ کے ہمراہ سترہ

افراد آئے تھے، تو اس سے اس امر کو تقویت ملتی ہے کہ دو مرتبہ آیا ہوگا (کیونکہ یہاں مذکور ہے کہ کثیر افراد کے ہمراہ آیا)۔

(ولن تعدو أمر الخ) اکثر کے ہاں یہی ہے بعض نے (لن تعد) نقل کیا ہے یہ ایک لغت ہے یعنی جزم بلن (مشہور طور پر۔لن۔فعل مضارع کو نصب دیتا ہے) امر اللہ سے مراد اس کا حکم ہے (یعنی اللہ نے جو تیری بابت مقدر کیا ہوا ہے وہ ہو کر رہے گا، ابن صیاد کو بھی یہی الفاظ فرمائے تھے)۔(وھذا ثابت الخ) ثابت خطیبِ انصار تھے آنجناب چونکہ جوامع الکلم عطا کئے گئے تھے آپ نے جامع ومختصر کلام پر اکتفاء کیا (ویسے بھی اس موقع پر لمبی بات آپکی شان و وقار کے منافی تھی) لیکن اتمامِ حجت کے لئے حضرت ثابت کو وہاں چھوڑ گئے کہ اگر تم تفصیل سے بات سننا چاہتے ہو تو یہ خطیبِ قوم اس غرض سے حاضر ہیں (پوری تسلی کرلو، اللہ کی شان حضرت ثابت اسی مسیلمہ کے خلاف جنگ کرتے ہوئے مشہور معرکہِ یمامہ میں شہید ہوئے)۔

(أریت) رؤیا المنام سے، باب کی تیسری حدیث میں حضرت ابو ہریرہ کے حوالے سے اس کی تفسیر مذکور ہے، اس خواب کی بابت تفصیلی بحث تعبیر الرؤیا میں آئے گی۔(من ذھب) منْ بیانِ جنس کے لئے ہے قرآن میں ہے:(وَحُلُّوا أَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ)[الدھر: ۲۱] کہ اہلِ جنت چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے، بعض کا یہ کہنا وہم ہے کہ اساور انہی کو کہتے ہیں جو سونے سے بنے ہوں چاندی سے بنے کنگن قلب کہلاتے ہیں۔(أحدھما العنسی) یعنی اسود، آمدہ روایت میں اسے صاحبِ صنعاء کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے اگلے باب میں اس کا قصہ مفصلاً بیان ہوگا، اس حدیث سے صدیق اکبر کی منقبت (اور ان کی خلافت کی طرف اشارہ بھی) ثابت ہوا کیونکہ خواب میں آنجناب نے دیکھا کہ خود ان دو کنگنوں پر پھونک ماردی تو وہ اڑ گئے تو اسود کا مسئلہ تو حیاتِ نبوی میں حل ہو گیا تھا مگر مسیلمہ کا تصفیہ جنابِ صدیق کے دور میں ہوا تو گویا وہ آنجناب کے قائمقام ہوئے، اس سے (تعبیرِ رؤیا کی مناسبت سے) یہ اخذ بھی کیا جائے گا کہ کنگن اور وہ سب زیورات جو عورتوں کے ساتھ خاص ہیں، کا مردوں کا اپنے کو پہنے ہوئے دیکھنا، کی تعبیر ان کے حق میں اچھی نہ ہوگی، اس کی مزید تفصیل کتاب التعبیر میں آئے گی۔

سید کشمیری (قدم مسیلمۃ الکذاب الخ) کے تحت رقم طراز ہیں فتح الباری میں بحث کی گئی ہے کہ آیا یہ شرفِ دیدارِ مصطفیٰ ﷺ سے متشرف ہوا یا نہیں؟ روایات اس بارے مضطرب ہیں بخاری کے نقل کردہ الفاظ:(فأقبل إلیه رسول الله الخ) سے مترشح ہوتا ہے کہ جواب اثبات میں ہے، فتح میں ایسی عبارات ہیں جو دلالت کرتی ہیں کہ وہ اپنے خیمہ میں جما بیٹھا رہا باقی وفد کے ارا کین کی طرح مسجد نبوی نہ گیا اور اپنے ایلچی کی وساطت سے بات کرتا رہا (مگر بخاری کی روایت میں واضح طور سے ہے کہ آپ حضرت ثابت کے ساتھ اس کی خیمہ گاہ تشریف لائے، مختصر گفتگو فرمائی پھر مزید گفتگو کے لئے حضرت ثابت کو وہی چھوڑ کر واپس آگئے) کہتے ہیں اس بدبخت کی نسبت ظن یہی ہے کہ دیدارِ رسول سے محروم رہا ہوگا (نہ بھی رہا ہو تو کیا فرق پڑتا ہے آخر کتنے کافروں و مشرکوں نے آنجناب کو دیکھا مگر ایمان نہ لانے کی وجہ سے رہے بدبخت کے بدبخت) تو جب تک صریح الفاظ نہ ہوں میں اس کی رؤیت تسلیم نہیں کرتا، اسکی شان کے لائق یہی ہے کہ حرماں نصیبی کا شکار رہا ہوگا۔

4376 - حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ سَمِعْتُ مَهْدِيَّ بْنَ مَيْمُونٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا رَجَاءٍ الْعُطَارِدِيَّ يَقُولُ كُنَّا نَعْبُدُ الْحَجَرَ فَإِذَا وَجَدْنَا حَجَرًا هُوَ أَخْيَرُ مِنْهُ أَلْقَيْنَاهُ وَأَخَذْنَا الآخَرَ فَإِذَا لَمْ نَجِدْ حَجَرًا جَمَعْنَا جُثْوَةً مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ جِئْنَا بِالشَّاةِ فَحَلَبْنَاهُ عَلَيْهِ ثُمَّ طُفْنَا بِهِ فَإِذَا دَخَلَ

شَهْرُ رَجَبٍ قُلْنَا مُنَصِّلُ الْأَسِنَّةِ فَلَا نَدَعُ رُمْحًا فِيهِ حَدِيدَةٌ وَلَا سَهْمًا فِيهِ حَدِيدَةٌ إِلَّا نَزَعْنَاهُ وَأَلْقَيْنَاهُ شَهْرَ رَجَبٍ

4377 - وَسَمِعْتُ أَبَا رَجَاءٍ يَقُولُ كُنْتُ يَوْمَ بُعِثَ النَّبِيُّ ﷺ غُلَامًا أَرْعَى الْإِبِلَ عَلَى أَهْلِي فَلَمَّا سَمِعْنَا بِخُرُوجِهِ فَرَرْنَا إِلَى النَّارِ إِلَى مُسَيْلِمَةَ الْكَذَّابِ

ابو رجاء عطاردی کہتے ہیں کہ ہم پتھروں کی پوجا کرتے تھے جب کوئی زیادہ خوبصورت پتھر ہاتھ لگ جاتا تو پرانے کو چھوڑ کر اس نئے کو اپنا معبود بنا لیتے، اگر پتھر نہ ملتا تو مٹی کی ایک ڈھیری جمع کرتے پھر ایک بکری لا کر اس پہ دوہتے اور اسکا طواف شروع کر دیتے جب ماہِ رجب آتا تو ہم کہتے یہ نیزوں کو دور رکھنے کا مہینہ ہے، چنانچہ ہر نیزہ و تیر کو اپنے سے دور رکھتے اور پورا ماہِ رجب انہیں کہیں ڈالے رکھتے۔ راوی کہتے ہیں ان سے یہ بھی سنا کہ جب نبی اکرم کی بعثت ہوئی میں ایک نوعمر لڑکا تھا جو اپنے گھر والوں کے اونٹ چرایا کرتا تھا، جب آپ کے فتح مکہ کی خبر ملی ہم فرار ہو کر آگ یعنی مسیلمہ کذاب کے دامن میں آ گئے۔

صلت بن محمد جو ابو ہمام کنیت رکھتے تھے بخاری کے ان شیوخ میں سے ہیں جن سے بکثرت روایات نقل کیں، بصری وثقہ ہیں۔(ھو أخیر منہ) کشمیہنی کے ہاں (أحسن) ہے، أخیر خیر میں ایک لغت ہے، اس خیریت سے مراد مثلاً جو زیادہ خوبصورت دکھائی دیتا۔

(نحلبھا علیھا) تاکہ وہ جم کر پتھر کی طرح ہو جائے، یہ کہنا بعید ہے کہ مراد بکریوں کے دودھ کا چڑھاوا دینا ہے، مجازاً یہ عبارت استعمال کی۔(منصل) سوائے کشمیہنی کے باقی سب نے بابِ افعال سے، انہوں نے باب تفعیل سے نقل کیا ہے اور تفسیر بھی بیان کی کہ ان سے لوہے کو اتار دینا، ترکِ قتال کا کنایہ ہے، حرمت والے مہینوں میں عرب باہم لڑائیاں بند کر دیتے تھے،(نصلت الرمح) کہا جاتا ہے جب اس کی نصل (یعنی انی) بنائی جائے اور (أنصلتہ) جب انی ختم کر دی جائے۔

(و ألقیناہ شھر رجب) شہر منصوب بنزع الخافض ہے یعنی (فی شھر الخ) بعض کے ہاں (لشھر رجب) ہے یعنی (لأجل الخ) عمر بن شبہ نے اخبار البصرہ میں یہی روایت جنگِ جمل کا واقعہ ذکر کرتے ہوئے عبداللہ بن عون عن أبی رجاء کے طریق سے نقل کی اس میں ہے کہ سخت کشت وخون دیکھ کر یہ بات کہی، کہتے ہیں میں نے جنگِ جمل کے دوران حضرت عائشہ کا ہودج دیکھا گویا قنفذ (یعنی ریت کا ڈھیر) ہو کہا گیا کیا آپ نے بھی لڑائی میں حصہ لیا؟ کہا ہاں کچھ تیر چلائے تھے، قائل نے کہا یہ کیونکر، حالانکہ آپ یہ باتیں کہتے ہیں؟ کہنے لگے ام المؤمنین میدانِ جنگ میں کھڑی تھیں ہم یہ دیکھ کر قابو نہ رکھ سکے۔

(وسمعت أبا رجاء الخ) یہ دوسری حدیث ہے مگر اسی سند کے ساتھ متصل ہے۔(کنت یوم بعث النبی الخ) بظاہر (بعث النبی) سے مراد ان کے علاقہ میں آنجناب کا اشتہارِ امر ہے (ابتدائے بعثت مراد نہیں، کیونکہ مسیلمہ کا قضیہ توحیاتِ نبوی کے آخری برس میں کھڑا ہوا تھا)۔(بخروجہ) سے مراد فتحِ مکہ کی شکل میں آپ کا قریش پر غلبہ ہے، ظہورِ نبوت کا مبدأ مراد نہیں اور نہ مکہ سے مدینہ کی طرف آپکی ہجرت، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابو رجاء اپنی قوم بنی عطارد بن عوف بن کعب جو بنی تمیم کی ایک شاخ تھی، کے ان افراد میں سے تھے جنہوں نے مسیلمہ کے دعوائے نبوت کو سچا مان کر اس کی بیعت کی تھی، اسکا سبب یہ بنا تھا کہ بنی تمیم کی ایک خاتون سجاح نے بھی نبوت کا دعوی کر دیا تھا اس کی قوم کی ایک جماعت نے اس کی متابعت کی پھر مسیلمہ نے چکنی چپڑی باتیں کر کے (کہ ہم مل کر عظیم قوت بن جائیں گے وغیرہ) دھوکہ سے اس کے ساتھ شادی کر لی تھی اس پر سجاح کی قوم بھی مسیلمہ کے قبیلہ بنی حنیفہ کے

ساتھ اس کی اطاعت پر اکٹھی ہوگئی۔

سید انور(سمعت أبا عطاء الخ) کی نسبت کہتے ہیں یہ تابعی کبیر ہیں زمانۂ جاہلیت کا قصہ سنا رہے ہیں (منصل الأسنة) کی بابت لکھتے ہیں(اردو میں) یہ مہینہ الگ کرنے والا ہے نیزوں کو، کہتے ہیں مشرکینِ عرب اس ماہ میں جنگ سے توقف کرتے تھے جیسے روافض محرم میں کرتے ہیں کہ ماتم کی وجہ سے اپنی عورتوں کے زیورات اتار دیتے اور سیاہ لباس پہنے رکھتے ہیں۔

71 - باب قِصَّةُ الأَسْوَدِ الْعَنْسِيِّ (ابوالاسود عنسی کا قصہ)

عنسی کا نون ساکن ہے ابن تین نے اس پر زبر بھی نقل کیا ہے مگر بقول ابن حجر سلف میں سے کسی نے یہ نہیں کہا۔

4378 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجَرْمِيُّ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ عُبَيْدَةَ بْنِ نَشِيطٍ وَكَانَ فِي مَوْضِعٍ آخَرَ اسْمُهُ عَبْدُ اللَّهِ أَنَّ عُبَيْدَ اللَّهِ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ قَالَ بَلَغَنَا أَنَّ مُسَيْلِمَةَ الْكَذَّابَ قَدِمَ الْمَدِينَةَ فَنَزَلَ فِي دَارِ بِنْتِ الْحَارِثِ وَكَانَ تَحْتَهُ بِنْتُ الْحَارِثِ بْنِ كُرَيْزٍ وَهِيَ أُمُّ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَامِرٍ فَأَتَاهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَمَعَهُ ثَابِتُ بْنُ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ وَهُوَ الَّذِي يُقَالُ لَهُ خَطِيبُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَفِي يَدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَضِيبٌ فَوَقَفَ عَلَيْهِ فَكَلَّمَهُ فَقَالَ لَهُ مُسَيْلِمَةُ إِنْ شِئْتَ خَلَّيْتَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الأَمْرِ ثُمَّ جَعَلْتَهُ لَنَا بَعْدَكَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَوْ سَأَلْتَنِي هَذَا الْقَضِيبَ مَا أَعْطَيْتُكَهُ وَإِنِّي لأَرَاكَ الَّذِي أُرِيتُ فِيهِ مَا أُرِيتُ وَهَذَا ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ وَسَيُجِيبُكَ عَنِّي فَانْصَرَفَ النَّبِيُّ ﷺ .

(مسیلمہ کذاب والی سابقہ روایت، اس میں مزید یہ ہے کہ مدینہ میں اسکا قیام دارِ بنت حارث میں تھا، حارث بن کریز کی بیٹی اسکے گھر تھی)أطرافه 3620، 4373، 7033، 7461 -

4379 - قَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ سَأَلْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ عَنْ رُؤْيَا رَسُولِ اللَّهِ ﷺ الَّتِي ذَكَرَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ذُكِرَ لِي أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ أُرِيتُ أَنَّهُ وُضِعَ فِي يَدَيَّ سِوَارَانِ مِنْ ذَهَبٍ فَفُظِعْتُهُمَا وَكَرِهْتُهُمَا فَأُذِنَ لِي فَنَفَخْتُهُمَا فَطَارَا فَأَوَّلْتُهُمَا كَذَّابَيْنِ يَخْرُجَانِ فَقَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ أَحَدُهُمَا الْعَنْسِيُّ الَّذِي قَتَلَهُ فَيْرُوزُ بِالْيَمَنِ وَالآخَرُ مُسَيْلِمَةُ الْكَذَّابُ (نبی پاک کی خواب والی سابقہ روایت)أطرافه 3621، 4374، 4375، 7034، 7037 -

شیخ بخاری کوفی وثقہ ہیں مکثرین میں سے ہیں صالح سے مراد ابن کیسان ہیں۔

(وکان فی موضع آخر الخ) یہ توجہ دلانا چاہتے ہیں کہ سند میں مبہم راوی عبداللہ بن عبیدہ ہیں نہ کہ ان کے بھائی موسی، وہ نہایت ضعیف جبکہ عبداللہ ثقہ ہیں، عبداللہ موسی سے اسی برس بڑے تھے، سندِ ہذا میں تین تابعین ہیں یہاں یہ روایت مرسلاً ہے مگر سابقہ باب میں نافع بن جبیر عن ابن عباس کے حوالے سے موصولاً نقل کی ہے۔(فی داربنت الحارث وكان تحته ابنة الحارث

الخ) یہ ام عبداللہ بن عامر بن کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبد شمس ہیں، یہاں مذکور ہے کہ یہ ام عبداللہ بن عامر ہیں، کہا گیا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ یہ امِ اولادِ عبداللہ بن عامر ہیں کیونکہ یہ ان کی بیوی تھیں نہ کہ والدہ، ابن عامر کی والدہ لیلی بنت ابوخثمہ عدویہ ہیں، بقول ابن حجر اعتراضِ مذکور بجا ہے شائد اصل عبارت:(أم عبدالله بن عبدالله بن عامر) تھی کیونکہ شوہر کی طرح ان کے ایک بیٹے کا نام بھی عبداللہ تھا، اس بنتِ حارث کا نام کیِّسہ ہے جو عبداللہ بن عامر بن کریز کی عمزادتھیں ان کے ان سے عبدالرحمٰن اور عبدالملک ناموں کے بیٹے بھی تھے، کیسہ عبداللہ سے قبل مسیلمہ کے حبالۂ عقد میں تھیں، اگر یہ ثابت ہے (کہ وہ اس کی زوجہ تھی) تو مسیلمہ اور اس کی قوم کے وفد کا ان کے ہاں ٹھہرنا سمجھ میں آتا ہے مگر جو سیرت ابن اسحاق وغیرہ میں مذکور ہے کہ ان کا قیام دارِ بنتِ حارث میں تھا اور غیرِ ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ ان کا نام رملہ بنت حارث بن ثعلبہ بن حارث بن زید تھا، انصار کے قبیلہ بنی نجار میں سے تھیں صحابیہ ہیں امِ ثابت کنیت رکھتی تھیں مشہور صحابی معاذ بن عفراء کی زوجہ تھیں، ابن سعد کی کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ وفود کے قیام کے لئے ایک گھر تیار کر رکھا تھا کیونکہ بنی محارب، بنی کلاب اور بنی تغلب وغیرہ کے وفود کے تذکرہ کے ضمن میں بھی لکھا ہے کہ دارِ بنت الحارث میں قیام پذیر رہے تھے ابن اسحاق نے بنی قریظہ کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ وہ انہی کے گھر میں محبوس رکھے گئے تھے، سہیلی نے مسیلمہ کے قصہ آمد کے ضمن میں سیرت ابن اسحاق میں مذکور پر تعاقبِ علمی کیا ہے کہ صواب (بنت الحارث) ہے، یہ تعقُّب صحیح ہے مگر تطبیق یہ ممکن ہے کہ بنی حنیفہ کا وفد دارِ بنت الحارث میں جبکہ اکیلا مسیلمہ اپنی زوجہ بنت الحارث کے گھر قیام پذیر رہے ہوں گے

ابن حجر لکھتے ہیں پھر میرے لئے ظاہر ہوا ہے کہ صواب وہی جو سیرت ابن اسحاق میں مذکور ہے اور یہ کہ مسیلمہ اور وفد نے دارِ بنت الحارث میں قیام رکھا اور ان کا گھر وفود کے قیام کیلئے ہی خاص تھا اور انہیں بنت الحارث بھی کہا جاتا تھا، ابن سعد نے طبقات النساء میں تصریح کی ہے کہ رملہ بنت حارث، بنت حارث بن ثعلبہ انصاریہ کے ساتھ بھی معروف تھیں، وہاں ان کا نسب نامہ بیان کیا ہے جبکہ مسیلمہ کی زوجہ کا نام کیسہ بنت حارث تھا اور وہ اس وقت مدینہ میں نہیں بلکہ یمامہ میں تھیں، اس کے قتل کے بعد ان کے عمزاد عبداللہ بن عامر نے ان کے ساتھ شادی کر لی (خلاصۂ کلام یہ ہوا کہ روایت میں جو مذکور ہے: فنزل في دار بنت الحارث ،تو اس سے مراد رملہ بنت حارث ہیں جنکا گھر اسی مقصد کیلئے خاص تھا، آگے جو جملہ ہے: و کان تحته بنت الحارث بن کریز ،تو اس سے مراد کیسہ بنت حارث ہیں، یہ برسبیلِ تذکرہ ہے اس کا سابقہ جملہ: فنزل في دار الخ سے کوئی تعلق نہیں)۔

(ثم جعلته لنا بعدك) یہ ابن اسحاق نے جو ذکر کیا کہ مسیلمہ نے شرکت کا دعوی کیا، کے مغایر ہے مگر تاویل کی جا سکتی ہے کہ دعوائے شرکت اس نے واپس یمامہ آ کر کیا تھا۔ (ذکر لی) صیغۂ مجہول ہے مگر سابقہ باب کی روایت میں تصریح تھی کہ یہ ذکر کرنے والے ابو ہریرہ تھے۔ (إسواران) سوار میں ایک لغت إسوار بھی ہے (جیسے اردو میں سکول/ اسکول وغیرہ ہے) سوار کی سین مکسور ہے، پیش پڑھنا بھی جائز ہے، أسوار بڑی عمر کے گھوڑے کو کہتے ہیں وہ الف کی زیر اور پیش دونوں کے ساتھ پڑھا جاتا ہے مگر سوار کے معنی میں جو إسوار ہے اس کے الف پر صرف زیر ہی پڑھی گئی ہے۔

(ففظعتها) بقول ابن اثیر (الفظیع الأمر الشدید) یہاں متعدیاً استعمال ہوا ہے جبکہ معروف (فظعت به أو منه) ہے یعنی لازم کے بطور، تو یہ تعدی محمول علی المعنی ہے أي (خفتهما) یا معنی ہے :(اشتدَّ عليَّ أمرهما)۔ ابن حجر لکھتے ہیں سابقہ روایت کے الفاظ (فکبرا علی) اس معنی کی تائید کرتے ہیں۔

(وقال عبيد الله أحدهما العنسي الخ) اسود عنسی اور فیروز کا قصہ یہ ہے کہ اسود عنسی جس کا پورا نام عبہلہ بن کعب ہے اسے ذوالخمار بھی کہا جاتا ہے کیونکہ ہمیشہ چہرہ ڈھانپے رکھتا تھا، بعض کہتے ہیں یہ اس کی شیطانہ کا نام تھا اسود نے صنعاء میں خروج و ادعائے نبوت کیا، عاملِ صنعاء مہاجر بن ابوامیہ پر غلبہ حاصل کر لیا یعقوب بن سفیان اور الدلائل میں بیہقی نعمان بن بُزُرج سے نقل کرتے ہیں کہ اسود عنسی کذاب کا تعلق بنی عنس سے تھا اس کے ساتھ دو شیطان تھے ایک کا نام سحیق اور دوسرے کا شُقیق تھا جو لوگوں کی خبریں اسے بتلاتے رہتے تھے، آنجناب کی طرف سے باذان عاملِ یمن تھے ان کی وفات ہوئی تو اپنی قوم کے ہمراہ آیا اور صنعاء کے اقتدار پر قبضہ کر لیا، باذان کی بیوہ مرزبانہ سے شادی رچالی، اس کے محل پر ایک ہزار افراد بطورِ محافظ مقرر تھے ایک رات فیروز اور ان کے ساتھی دیوار میں نقب لگا کر اندر گھس آئے منصوبہ بندی کے تحت مرزبانہ اس رات اسے خالص شراب پلا پلا کر مدہوش کر چکی تھی تو فیروز نے اس کا سر کاٹ لیا خاتونِ خانہ اور جو چاہا سامان اٹھا کر لے آئے اور سارا حال نبی اکرم کی طرف لکھ بھیجا، یہ خط وفاتِ نبوی کے روز مدینہ پہنچا، ابوالأسود عروہ سے ناقل ہیں کہ نبی اکرم کی وفات سے ایک دن و رات قبل اسود کا خاتمہ ہوا تھا بذریعہ وحیِ الٰہی آنجناب کو خبر مل گئی آپ نے صحابہ کو سنائی پھر باقاعدہ خط عہدِ ابوبکر میں پہنچا بعض کہتے ہیں، آنجناب کی تدفین کے دن کی صبح یہ خط آیا تھا۔

علامہ انور لکھتے ہیں اسود کا قاتل فیروز دیلمی صحابی ہیں جبکہ مسیلمہ کو وحشی قاتلِ حمزہ نے قتل کیا تھا آپ نے اسے اس لئے قتل نہ کرایا تاکہ لوگ باتیں نہ بناتے پھریں کہ آپ ہر مدعیِ نبوت کو قتل کرا ڈالتے ہیں تو اس بارے اللہ کے فیصلہ کا انتظار کیا وہ حضرت ابوبکر کے عہد میں قتل کیا گیا، اس میں حضرت ابوبکر کی منقبت بھی ہے کہ آپ نے خواب میں جو کنگن پر پھونک ماری تھی اس کی تعبیر ان کے ہاتھوں ظاہر ہوئی جیسا کہ حافظ نے فتح الباری میں لکھا۔

72 - باب قِصَّةُ أَهْلِ نَجْرَانَ (اہلِ نجران کا قصہ)

نجران نون کی زبر اور جیم ساکن کے ساتھ، مکہ سے سات مراحل کی مسافت پر یمن کی جہت ایک بڑا شہر تھا جو اس زمانہ میں سینتیس بستیوں پر مشتمل تھا، ابن اسحاق کے مطابق مکہ میں بھی ان کا بیس افراد پر مشتمل ایک وفد آیا تھا مدینہ میں وفود کی آمد کے تذکرہ میں بھی ان کے وفد کی آمد کا ذکر کیا ہے گویا دو مرتبہ ان کے ہاں سے وفد آیا، ابن سعد کے بیان کے مطابق نبی اکرم نے انہیں خط لکھا تھا جس پر ان کے اشراف میں سے چودہ افراد پر مشتمل ایک وفد مدینہ آیا، ابن اسحاق کرز بن علقمہ کے حوالے سے چوبیس افراد ذکر کرتے ہیں ان کے اسماء بھی لکھے ہیں۔

4380 - حَدَّثَنِي عَبَّاسُ بْنُ الْحُسَيْنِ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ صِلَةَ بْنِ زُفَرَ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ جَاءَ الْعَاقِبُ وَالسَّيِّدُ صَاحِبَا نَجْرَانَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يُرِيدَانِ أَنْ يُلاَعِنَاهُ قَالَ فَقَالَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ لاَ تَفْعَلْ فَوَاللَّهِ لَئِنْ كَانَ نَبِيًّا فَلاَعَنَّا لاَ نُفْلِحُ نَحْنُ وَلاَ عَقِبُنَا مِنْ بَعْدِنَا قَالاَ إِنَّا نُعْطِيكَ مَا سَأَلْتَنَا وَابْعَثْ مَعَنَا رَجُلاً أَمِينًا وَلاَ تَبْعَثْ مَعَنَا إِلاَّ أَمِينًا فَقَالَ لأَبْعَثَنَّ مَعَكُمْ رَجُلاً أَمِينًا حَقَّ أَمِينٍ فَاسْتَشْرَفَ لَهُ أَصْحَابُ

رَسُولِ اللّٰہِ ﷺ فَقَالَ قُمْ یَا أَبَا عُبَیْدَۃَ بْنَ الْجَرَّاحِ فَلَمَّا قَامَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ ھَذَا أَمِینُ ھَذِہِ الْأُمَّۃِ . (ترجمہ کیلئے جلد پنجم ص:۴۷۹) أطرافہ 3745، 4381، 7254-

شیخ بخاری بغدادی ثقہ ہیں بخاری میں ان سے دو روایتیں ہیں، دوسری التہجد میں مقرونا بالغیر ہے، مستدرک حاکم میں (أصم عن الحسن بن علی بن عفان عن یحیی بن آدم) کے طریق سے اسی سند کے ساتھ روایت میں بجائے حذیفہ کے ابن مسعود مذکور ہے احمد، نسائی اور ابن ماجہ نے بھی دیگر طرق کے ساتھ اسرائیل سے یہی ذکر کیا العلل میں دارقطنی نے یہی راجح قرار دیا ہے مگر یہ محلِ نظر ہے کیونکہ شعبہ نے اصلِ حدیث ابو اسحاق سے نقل کرتے ہوئے حذیفہ ہی ذکر کیا ہے گویا بخاری نے یہی سمجھ کر روایتِ شعبہ سے استظہار کیا، بظاہر دونوں طریق صحیح ہیں، ابن ابو شیبہ نے بھی اور اسماعیلی نے زکریا بن ابی زائدہ عن ابی اسحاق عن صلۃ کے حوالے سے (عن حذیفۃ) ذکر کیا ہے۔

(جاء السید والعاقب) سید کا نام ایہم تھا، شرحبیل بھی کہا گیا ہے یہ ان کا صاحبِ رحال، مجتمع اور اس میں ان کا رئیس تھا جبکہ عاقب ان کا صاحبِ مشورت تھا وفد میں ابو حارث بن علقمہ بھی شامل تھا جو ان کا اسقف، حبر اور صاحبِ مدراس تھا، ابن سعد لکھتے ہیں نبی پاک نے انہیں دعوتِ اسلام دی اور قرآن پڑھا مگر سب ممتنع رہے، فرمایا اگر انکار کرتے ہو تو آؤ مباہلہ کر لو مگر یہ بھی نہ کیا۔ (یریدان أن یلاعنہ) یعنی مباہلہ، ابن اسحاق لکھتے ہیں سورۂ آل عمران کی ابتدائی اسی آیات اسی بابت نازل ہوئیں۔

(فقال أحدھما الخ) ابو نعیم الصحابہ میں لکھتے ہیں کہ سید نے یہ بات کہی تھی دوسروں کے مطابق عاقب نے کیونکہ وہی ان کا صاحب الرای تھا، زیاداتِ یونس بن بکیر میں ہے کہ قائل شرحبیل ابو مریم تھا۔ (لا نفلح الخ) ابن مسعود کی روایت میں (أبدا) کا اضافہ بھی ہے ابن ابی شیبہ کے مرسلِ شعبی میں نبی اکرم کا یہ فرمان مذکور ہے کہ مجھے تمام اہلِ نجران کی ہلاکت کی خبر دی گئی ہے اگر سب مباہلہ پر تیار ہو جائیں، اس میں ہے کہ اگلے دن آنجناب حسن وحسین کا ہاتھ پکڑے مباہلہ کیلئے نکلے حضرت فاطمہ پیچھے پیچھے چلی آرہی تھیں۔

(إنا نعطیک ما سألتنا) یونس بن بکیر کی روایت میں ہے کہ دو ہزار حلہ کی شرط پر صلح کی، ایک ہزار رجب میں اور ایک ہزار صفر میں، مزید ہر حلہ کے ساتھ ایک اوقیہ بھی، انہوں نے معاہدہ کی تحریر بھی نقل کی ہے، ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ سید اور عاقب نے بعد ازاں واپس آکر اسلام قبول کر لیا تھا ابن مسعود کی روایت میں ہے کہ دونوں نے آکر کہا ہم مباہلہ نہیں کرتے البتہ مزید دینے کے لئے تیار ہیں، اس قصہ سے مستفاد ہوا کہ کافر کا اقرارِ نبوت کر لینا اسے مسلمان کہلانے کا حقدار نہ بنائے گا تا آنکہ احکامِ اسلام کا التزام کرے، اہلِ کتاب سے مجادلہ (یعنی مناظرہ) کا بھی ثبوت ملا، کبھی یہ واجب ہو جاتا ہے جب بتقضائے ضرورت ومصلحت ہو، مخالف اگر حجت کے ظاہر ہونے کے باوجود اپنے موقف پر اصرار جاری رکھے تو اسے دعوتِ مباہلہ دینے کی مشروعیت کا بھی ثبوت ملا، ابن عباس نے بھی اور بعد ازاں اوزاعی نے دعوتِ مباہلہ دی تھی کئی اور علماء نے بھی مباہلہ کا چیلنج کیا تھا تجربہ سے عیاں ہوا ہے کہ جو شخص مباہلہ کرے اور اس کا دعوی جھوٹا ہو، سال بھر نہ گزار سکے گا (مرزا کے ساتھ یہی ہوا تھا بذریعہ اشتہار یکطرفہ طور پر مولانا ثناء اللہ کے ساتھ مباہلہ کیا اور سال ختم ہونے سے پہلے واصلِ جہنم بنا، مولانا اس کے بعد چالیس برس زندہ رہے)

ابن حجر کہتے ہیں میرا ایک شخص کے ساتھ مباہلہ ہوا جو بعض ملحدوں کی خاطر سخت متعصب تھا پھر دو ماہ بعد ہی راہیِ ملکِ عدم ہوا، اس میں حضرت ابو عبیدہ کی منقبت بھی ظاہر ہوتی ہے، ابن اسحاق ذکر کرتے ہیں کہ نبی اکرم نے حضرت علی کو اہلِ نجران سے جزیہ

وصول کرنے بھیجا تھا، تو یہ ایک دیگر قصہ ہے، ابوعبیدہ کے زیر نظر واقعہ سے اس کا تعلق نہیں، ابوعبیدہ تو اس مالِ صلح کی وصولی کیلئے روانہ کئے گئے تھے (اور بظاہر اسی وفد کے ہمراہ نجران گئے تھے) جبکہ حضرت علی بعد ازاں بھیجے گئے تا کہ وہاں کے کفار سے جزیہ اور مسلمانوں سے زکات کی وصولی کریں۔

علامہ انور اس کے تحت لکھتے ہیں کہ اہلِ نجران نبی اکرم سے حضرت عیسی کی بابت مناظرہ کیلئے آئے تھے جب حق کو قبول نہ کیا تو آپ نے مباہلہ کا چیلنج دے دیا، بہلۃ بمعنی لعنۃ ہے میرے خیال میں یہ مباہلہ حضرت عیسیٰ سے متعلقہ تمام امور میں ہونا تھا مثلاً آپکی والدہ کی برائت، آپکی حیات وغیرہ، اپنے رسالہ عقیدۃ الإسلام میں اس ضمن کی محمد بن اسحاق کی ساری عبارت نقل کی ہے، لکھتے ہیں اس موقع پر ان کے رؤساء بھی موجود تھے ان میں سے ایک کا نام عاقب اور دوسرے کا سید تھا میری نظر میں یہ نام عربوں کے عرف پر تھے، ان کے ہاں امامِ جیش حاشر کہلاتا تھا اور جوان کے عقب میں ہوا سے عاقب کہتے تھے تو شائد سید ان کے امام کا لقب تھا اور عاقب وہ جوان کے عقب میں ہوتا (یعنی کسی لڑائی کی صورتحال میں پیچھے رہ کر انتظامی معاملات سنبھالتا) تو نبی اکرم کے اسمائے مبارکہ میں جو العاقب ہے اس کی بھی اسی نہج پر تشریح کرنی چاہئے، شارحین نے اس محاورہ سے غفلت برتی ہے اس طرف ان کی توجہ نہیں گئی، آپ کے اس نام کی وجہِ تسمیہ یہ ہے کہ آپ انبیاء کے عقب پر ہیں جیسے لشکر کے آخر میں جو ہو (یعنی مؤخرۃ الجیش کا امیر) عاقب کہلاتا ہے

مباہلہ کی بابت لکھتے ہیں کہ مضایق (یعنی بوقتِ ضرورت) میں آجکل بھی اس کا جواز ہے، دوانی شافعی نے اپنے ایک رسالہ میں اس کی شرائط مدون کی ہیں، لعینِ قادیان جو صاحب الہذر والہذیان (یعنی خرافات و ہذیان بکنے والا) ہے، کی عادت تھی کہ بات بات پہ دعوتِ مباہلہ دیتا، لوگ اسے قبول کرنے میں تاؤ راس لئے نہ کرتے کہ (لغناء رب العالمین) رب العالمین اس سے مستغنی ہے نبی اکرم سے تو اللہ تعالی نے نصرت کا وعدہ کر رکھا تھا جبکہ ہماری حالت یہ ہے کہ اللہ تعالی عالمین سے غنی ہے، اس کی اذناب (یعنی چیلوں چانٹوں) نے علمائے دیو بند کو دعوتِ مباہلہ دی وہ یہی سوچ کر متأخر رہے البتہ اسے مناظرہ کی دعوت دی تا کہ جس نے ہلاک ہونا ہے وہ دلیل سے ہلاک ہو (لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَ يَحْيٰ مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ)[الأنفال: ۴۲] لیکن وہ علم سے محروم ومخذول اس معرکہ میں ہمارے خلاف نکلنے سے خوف کھاتے رہے، جب دیکھا کہ مناظرہ کیلئے نکلنے پر تیار نہیں ہوتے تو دعوتِ مباہلہ بھی قبول کر لی، چاہا کہ ان کیلئے کوئی عذر باقی نہ رہے انہوں نے جب ہماری جانب سے مباہلہ کی تیاری دیکھی تو اس سے بھی پیچھے ہٹ گئے، ہمارے شیخ جب مالٹا سے واپس آئے جہاں کئی سالوں سے اسیر تھے (مولانا محمود الحسن کی بات کر رہے ہیں) اور اس قصہ سے واقف ہوئے تو ہم پر سخت ناراض ہوئے کہ مباہلہ کی دعوت کیوں قبول کی؟ کہنے لگے تمہیں کیونکر علم ہوا کہ اللہ تعالی بالضرور تمہاری مدد کرے گا، ہم نے سارا پسِ منظر بتلایا تو تب جا کر ان کا غصہ ٹھنڈا ہوا۔

4381 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا إِسْحَاقَ عَنْ صِلَةَ بْنِ زُفَرَ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ جَاءَ أَهْلُ نَجْرَانَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالُوا ابْعَثْ لَنَا رَجُلاً أَمِينًا فَقَالَ لَأَبْعَثَنَّ إِلَيْكُمْ رَجُلاً أَمِينًا حَقَّ أَمِينٍ فَاسْتَشْرَفَ لَهُ النَّاسُ فَبَعَثَ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ.

(سابقہ) أطرافه 3745، 4380، - 7254

4382 - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ خَالِدٍ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لِكُلِّ أُمَّةٍ أَمِينٌ وَأَمِينُ هَذِهِ الْأُمَّةِ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ .طرفاه 3744، 7255-

انس کہتے ہیں کہ نبی پاک نے فرمایا ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کے امین ابو عبیدہ بن جراح ہیں

انہیں نقل کر کے یہ اشارہ دے رہے ہیں کہ ابو عبیدہ کو امین الأمت کا خطاب اہلِ نجران کے وفد کی آمد کے وقت دیا تھا، مناقبِ ابی عبیدہ میں یہ روایت گزر چکی ہے۔

73 - باب قِصَّةُ عُمَانَ وَالْبَحْرَيْنِ (قصہ عمان و بحرین)

بحرین قبیلہ عبدالقیس کی جائے سکونت تھی کتاب الجمعہ میں اس کا بیان گزر چکا جبکہ عمان بقول عیاض بلادِ یمن کا فرضہ (یعنی بندرگاہ) ہے، انہوں نے اس کی بابت یہی کہا، رشاطی لکھتے ہیں عمانِ یمن عمان بن سبأ کے نام پر بسایا گیا، عہدِ نبوی میں جلندی اہلِ عمان کا رئیس تھا وثیمہ ذکر کرتے ہیں کہ عمرو بن عاص نبی اکرم کے سفیر بن کر اس کے ہاں آئے تھے تو انہوں نے آپ کی نبوت کی تصدیق کی دوسرے اہلِ علم کے مطابق عمرو کے ہاتھ پر اسلام قبول کرنے والے جلندی نہیں بلکہ اس کے بیٹے عیاذ اور جیفر تھے یہ خیبر کی فتح کے بعد کا واقعہ ہے، طبرانی کی حدیثِ مسور میں مذکور ہے کہ نبی اکرم نے جن ملوک کی طرف اپنے سفراء بھیجے تھے اس میں عمرو کی جیفر وعیاذ ابنا جلندی کی طرف سفارت کا بھی ذکر کیا، کہتے ہیں سوائے عمرو کے سب سفراء حیاتِ نبوی میں واپس آ گئے تھے، ان کی واپسی وفاتِ نبوی کے بعد ہوئی ان کے الفاظ ہیں: (فإنه توفي وعمرو بالبحرين) اس سے یہ اِشعار بھی ہوا کہ عمان بحرین سے قریب ہے (امام بخاری کا ترجمہ میں دونوں شہروں کو اکٹھا ذکر کرنا بھی اسی امر کا اشعار ہے) احمد نے ابولبید کے طریق سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر کی ایک شخص بیرح بن اسد پر نظر پڑی پوچھا کہاں سے ہو؟ کہا کہ اہلِ عمان میں سے ہوں، وہ اسے ہمراہ لے کر جناب صدیقِ اکبر کے پاس آئے اور کہا یہ اس سرزمین سے تعلق رکھتا ہے جس کی بابت نبی اکرم کو یہ فرماتے سنا تھا کہ میں ایک ایسے علاقہ کو جانتا ہوں جسے عمان کہتے ہیں جو سمندر کے قریب واقع ہے اگر میرا ایلچی وہاں جائے تو اسے سہم وحجر نہ ماریں گے (یعنی حسنِ سلوک سے پیش آئیں گے)، مسلم کی ابو برزہ سے روایت میں ہے نبی اکرم نے ایک قوم کے پاس اپنا ایلچی بھیجا انہوں نے اسے گالم گلوچ اور زدوکوب کیا وہ پلٹ کر آئے اور نبی اکرم کو اس سلوک کی خبر دی تو آپ نے فرمایا اگر تم اہلِ عمان کے ہاں جاتے تو وہ ایسا سلوک نہ کرتے۔

آخرِ بحث ابن حجر تنبیہان کے عنوان سے لکھتے ہیں کہ ملکِ شام کی حدود میں بھی ایک عمان نام کا شہر ہے مگر اس کی عین مفتوح ہے اور میم پر شد ہے، وہ قطعاً یہاں مراد نہیں، رواۃ کا اس بابت اختلاف (کہ کون سا عمان مراد ہے) اس حدیث کے ضمن میں ہے جس میں حوضِ کوثر کا ذکر ہے، آگے اس کا بیان آئے گا اس کے بعض طرق میں ذکرِ عمان ہے۔ دوسری تنبیہہ کا تعلق جیفر، عبّاذ، جلندی اور بیُرَح ناموں کے اعراب سے ہے۔

4383 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ سَمِعَ ابْنُ الْمُنْكَدِرِ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ ؓ يَقُولُ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَوْ قَدْ جَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ لَقَدْ أَعْطَيْتُكَ هَكَذَا وَهَكَذَا ثَلَاثًا فَلَمْ يَقْدَمْ مَالُ الْبَحْرَيْنِ حَتَّى قُبِضَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَلَمَّا قَدِمَ عَلَى أَبِي بَكْرٍ أَمَرَ مُنَادِيًا فَنَادَى مَنْ كَانَ

لَهُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ دَيْنٌ أَوْ عِدَةٌ فَلْيَأْتِنِي قَالَ جَابِرٌ فَجِئْتُ أَبَا بَكْرٍ فَأَخْبَرْتُهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَوْ جَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ أَعْطَيْتُكَ هَكَذَا وَهَكَذَا ثَلاَثًا قَالَ فَأَعْطَانِي قَالَ جَابِرٌ فَلَقِيتُ أَبَا بَكْرٍ بَعْدَ ذَلِكَ فَسَأَلْتُهُ فَلَمْ يُعْطِنِي ثُمَّ أَتَيْتُهُ فَلَمْ يُعْطِنِي ثُمَّ أَتَيْتُهُ الثَّالِثَةَ فَلَمْ يُعْطِنِي فَقُلْتُ لَهُ قَدْ أَتَيْتُكَ فَلَمْ تُعْطِنِي ثُمَّ أَتَيْتُكَ فَلَمْ تُعْطِنِي ثُمَّ أَتَيْتُكَ فَلَمْ تُعْطِنِي فَإِمَّا أَنْ تُعْطِيَنِي وَإِمَّا أَنْ تَبْخَلَ عَنِّي فَقَالَ أَقُلْتَ تَبْخَلُ عَنِّي وَأَيُّ دَاءٍ أَدْوَأُ مِنَ الْبُخْلِ قَالَهَا ثَلاَثًا مَا مَنَعْتُكَ مِنْ مَرَّةٍ إِلاَّ وَأَنَا أُرِيدُ أَنْ أُعْطِيَكَ وَعَنْ عَمْرٍو عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ جِئْتُهُ فَقَالَ لِي أَبُو بَكْرٍ عُدَّهَا فَعَدَدْتُهَا فَوَجَدْتُهَا خَمْسَمِائَةٍ فَقَالَ خُذْ مِثْلَهَا مَرَّتَيْنِ .

(ترجمہ کیلئے جلد سوم ص:۴۹۱) أطرافه 2296، 2598، 2683، 3164-

سفیان سے مراد ابن عیینہ ہیں، الکفالۃ، الشھادات اور فرض الخمس میں یہ روایت مع شرح گزر چکی ہے۔(وعن عمرو الخ) ابن دینار مراد ہیں، اسی سند پر معطوف ہے محمد بن علی سے مراد الباقر ہیں ان کے والد ملقب بزین العابدین، ابن سیدنا حسینؓ ہیں بعض نے وہم کا شکار بنتے ہوئے ابن حنفیہ قرار دیا، حمیدی کی روایت بصیغۂ إخبار مذکور ہے۔

74 - باب قُدُومُ الأَشْعَرِيِّينَ وَأَهْلِ الْيَمَنِ (اشعریوں اور اہلِ یمن کی مدینہ آمد)

وَقَالَ أَبُو مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ هُمْ مِنِّي وَأَنَا مِنْهُمْ یعنی اشعری مجھ سے اور میں ان سے ہوں

(وأهل اليمن) یہ عطفِ عام علی خاص کی قبیل سے ہے کیونکہ اشعری اہلِ یمن میں سے ہی ہیں ابن حجر کہتے ہیں اہلِ یمن کو الگ سے ذکر کرنے کی ایک اور خصوصیت بھی میرے لئے ظاہر ہوئی ہے اس کا ذکر نافع بن زید حمیری کے تذکرہ میں کروں گا کہ یہ حمیر کی ایک جماعت کا وفد تشکیل دے کر مدینہ آئے تھے۔(وقال أبوموسى الخ) یہ ایک حدیث کا حصہ ہے جس کے آغاز میں ہے:(إن الأشعرين إذا أرملوا في الغزو جمعوا ثم اقتسموا بينهم فهم مني وأنا منهم) اسے امام بخاری نے کتاب الشرکۃ میں موصولاً نقل کیا ہے، وہیں مشروح ہو چکی ہے۔

4384 - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ وَإِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ قَالاَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ أَبِي مُوسَى ؓ قَالَ قَدِمْتُ أَنَا وَأَخِي مِنَ الْيَمَنِ فَمَكَثْنَا حِينًا مَا نُرَى ابْنَ مَسْعُودٍ وَأُمَّهُ إِلاَّ مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ مِنْ كَثْرَةِ دُخُولِهِمْ وَلُزُومِهِمْ لَهُ . (ترجمہ کیلئے جلد پنجم ص:۴۹۰) طرفه 3763-

ابن ابوزائدہ سے مراد یحیی بن زکریا بن ابوزائدہ ہیں سوائے شیخ بخاری کے تمام رواۃ کوفی ہیں۔(و أخي) غزوۂ خیبر کے باب میں ان کا نام ذکر ہو چکا ہے۔(و أمه) ان کا نام ام عبد بنت عبدود بن سواء ہے مناقب ابن مسعود میں یہ حدیث مشروح ہو چکی ہے، ابن حجر بعنوانِ تنبیہ لکھتے ہیں کہ نسخۂ مروزی میں سند کے پہلے دونوں شیخ ساقط ہیں وہاں یحیی بن آدم سے آغاز ہے مگر ان سے امام بخاری

کی لقاء ثابت نہیں یہ ان کے بخارا سے طلبِ حدیث کیلئے نکلنے سے پیشتر ہی انتقال کر گئے تھے، تنبیہ آخر کے تحت رقمطراز ہیں کہ حضرت ابوموسی کی آمد فتحِ خیبر کے موقع پر ہوئی حضرت جعفر جب حبشہ سے آئے، بعض لکھتے ہیں قبل ازیں مکہ میں بھی نبی اکرم سے مل چکے تھے پھر حبشہ کی طرف پہلی ہجرت کرنے والوں کے ہمراہ حبشہ چلے گئے وہیں سے حضرت جعفر کے ساتھ مدینہ آئے مگر درست یہ ہے کہ یمن سے سوئے مدینہ آرہے تھے کہ طوفانی ہواؤں نے کشتی کو ساحلِ حبشہ پر لا پھینکا چنانچہ وہیں رہے اور حضرت جعفر کے ہمراہ واپس ہوئے بخاری کا انہیں یہاں ذکر کرنا تاریخی ترتیب کی بنیاد پر نہیں بلکہ بعوث، سرایا اور وفود کے تذکروں کے ضمن میں جو روایات اپنی شروط پر ملیں، نقل کر دیں اگر چہ تواریخ باہم متباین ہوں، کہتے ہیں میرا خیال تھا کہ ترجمہ میں (و أهل اليمن) سابقہ عبارت کی نسبت عطفِ عام علی خاص کی قبیل سے ہے لیکن بعد ازاں میرے لئے ظاہر ہوا کہ اس عموم کی ایک علیحدہ سے خصوصیت بھی ہے کہ اس سے انکا اشارہ وفدِ حمیر کی طرف ہے، ابن شاہین کی کتاب الصحابہ میں اِیاس بن عمیر حمیری کے طریق سے منقول ہے کہتے ہیں میں حمیر قبیلہ کی ایک نفری کے ہمراہ بطورِ وفد خدمتِ نبوی میں حاضر ہوا، ہم نے آکر عرض کی کہ تفقہ فی الدین کے حصول کی غرض سے آئے ہیں، حاصل یہ ہوا کہ کہ ترجمہ ہذا دو اجزاء پر مشتمل ہے (یعنی اشعریوں کی آمد اور دوسرے اہلِ یمن یعنی وفدِ حمیر کی آمد) دونوں اکٹھے نہیں آئے تھے، وفدِ حمیر سن ۹ ھ عام الوفود میں آیا تھا البتہ بنی تمیم کے ساتھ مجتمع ہو گئے تھے، ابن سعد نے طبقات کے الترجمہ النبویہ میں وفود کے تذکرہ میں ایک مستقل باب قائم کیا ہے اس میں اولاً مضری قبائل کے وفود، پھر ربیعہ پھر یمنی قبائل کا تذکرہ کیا، اچھا استیعاب کیا ہے یہ اس ضمن کی سب سے اجمع معلومات ہیں انہوں نے اگر چہ حمیر کے وفد کا ذکر کیا مگر قصہِ نافع بن زید ذکر نہیں کیا۔

4385 - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ زَهْدَمٍ قَالَ لَمَّا قَدِمَ أَبُو مُوسَى أَكْرَمَ هَذَا الْحَيَّ مِنْ جَرْمٍ وَإِنَّا لَجُلُوسٌ عِنْدَهُ وَهُوَ يَتَغَدَّى دَجَاجًا وَفِي الْقَوْمِ رَجُلٌ جَالِسٌ فَدَعَاهُ إِلَى الْغَدَاءِ فَقَالَ إِنِّي رَأَيْتُهُ يَأْكُلُ شَيْئًا فَقَذِرْتُهُ فَقَالَ هَلُمَّ فَإِنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَأْكُلُهُ فَقَالَ إِنِّي حَلَفْتُ لَا آكُلُهُ فَقَالَ هَلُمَّ أُخْبِرْكَ عَنْ يَمِينِكَ إِنَّا أَتَيْنَا النَّبِيَّ ﷺ نَفَرٌ مِنَ الْأَشْعَرِيِّينَ فَاسْتَحْمَلْنَاهُ فَأَبَى أَنْ يَحْمِلَنَا فَاسْتَحْمَلْنَاهُ فَحَلَفَ أَنْ لَا يَحْمِلَنَا ثُمَّ لَمْ يَلْبَثِ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ أُتِيَ بِنَهْبِ إِبِلٍ فَأَمَرَ لَنَا بِخَمْسِ ذَوْدٍ فَلَمَّا قَبَضْنَاهَا قُلْنَا تَغَفَّلْنَا النَّبِيَّ ﷺ يَمِينَهُ لَا نُفْلِحُ بَعْدَهَا أَبَدًا فَأَتَيْتُهُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّكَ حَلَفْتَ أَنْ لَا تَحْمِلَنَا وَقَدْ حَمَلْتَنَا قَالَ أَجَلْ وَلَكِنْ لَا أَحْلِفُ عَلَى يَمِينٍ فَأَرَى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا إِلَّا أَتَيْتُ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ مِنْهَا . (ترجمہ کیلئے جلد چہارم ص: ۶۱۷) أطرافه 3133، 4415، 5517، 5518، 6623، 6649، 6678، 6680، 6718، 6719، 6721، 7555-

عبد السلام سے مراد ابن حرب ہیں جو ایوب سختیانی سے راوی ہیں، زہدم بروزنِ جعفر، ابن مغرب ہیں۔(لما قدم أبو موسى الخ) یعنی حضرت عثمان کے زمانہ میں کوفہ کے گورنر بن کر بعض کا یہ کہنا کہ یمن میں آمد مراد ہے، وہم ہے کیونکہ زہدم اہلِ یمن میں سے نہیں۔(أكرم هذا الخ) جرم ایک مشہور قبیلہ ہے جو جرم بن ربان کی طرف منسوب ہیں، ابن ثعلبہ بن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ۔

(فقذرته) اس پر کتاب الأطعمۃ میں کلام ہوگی، باقی حدیث کی شرح الأیمان والنذور میں بیان کی جائے گی، اشعریوں کا آنجناب سے سواریاں طلب کرنا غزوۂ تبوک کے موقع پر تھا۔

علامہ انور روایت کے الفاظ: (ولكن لا أحلف على الخ) کے تحت لکھتے ہیں بظاہر نبی اکرم کی یہ یمین یمین الفور تھی لہذا اسے فقط اسی وقت پر مقصور قرار دیا جائے گا اس صورت میں کفارہ کی ضرورت نہیں رہتی، کہتے ہیں یمین الفور کا یہ مسئلہ حنفیہ کی تخریج پر ہے متفق علیہ نہیں، فقہ حنفی میں مسئلہ یہ ہے کہ (أن الحلالة إذا أنتن لحمها) کہ حلال جانور کا اگر گوشت باسی ہو جائے اور بدبوئے نجاست ظاہر ہو جائے تو وہ کھانا جائز نہیں۔

4386 - حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا أَبُو صَخْرَةَ جَامِعُ بْنُ شَدَّادٍ حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ مُحْرِزٍ الْمَازِنِيُّ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ قَالَ جَاءَتْ بَنُو تَمِيمٍ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ أَبْشِرُوا يَا بَنِي تَمِيمٍ قَالُوا أَمَّا إِذْ بَشَّرْتَنَا فَأَعْطِنَا فَتَغَيَّرَ وَجْهُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَجَاءَ نَاسٌ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ اقْبَلُوا الْبُشْرَى إِذْ لَمْ يَقْبَلْهَا بَنُو تَمِيمٍ قَالُوا قَدْ قَبِلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ . (ترجمہ کیلئے جلد چہارم ص:۶۸۳) أطرافه 3190، 3191، 4365، 7418 -

یہاں مختصراً ہے مگر بدء الخلق میں بتمامہ مشروح ہو چکی ہے یہاں غرضِ ایراد (فجاء ناس من أهل اليمن الخ) ہے، یہاں ایک اشکال واقع ہے وہ یہ کہ بنی تمیم کا وفد تو ۹ھ میں آیا تھا جبکہ اشعری اس سے قبل سن سات میں آچکے تھے (پھر کیسے بنی تمیم کے انکار پر روئے سخن ان کی طرف کیا؟) جواب یہ ہے کہ احتمال ہے کہ اشعریوں کی ایک جماعت اس موقع پر بھی آئی ہوگی (یا ممکن ہے جاء ناس الخ سے مراد یہ ہو کہ مدینہ میں پہلے سے موجود اشعری اس موقع پر نبی اکرم کی اس مجلس میں آئے تو چونکہ تمیم بھی یمنی تھے اور وہ بشریٰ کو بطریقِ احسن قبول نہ کر کے نبی اکرم کی آزردگی کا باعث بنے تھے تو اب روئے سخن ان کے ہم وطن ان اشعریوں کی طرف کیا)۔

4387 - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ الإِيمَانُ هَا هُنَا وَأَشَارَ بِيَدِهِ إِلَى الْيَمَنِ وَالْجَفَاءُ وَغِلَظُ الْقُلُوبِ فِي الْفَدَّادِينَ عِنْدَ أُصُولِ أَذْنَابِ الإِبِلِ مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنَا الشَّيْطَانِ رَبِيعَةَ وَمُضَرَ
. (جلد چہارم ص:۶۸۷) أطرافه 3302، 3498، 5303 -

(و أشار بيده إلى اليمن) یعنی جہتِ یمن کی طرف اشارہ کر کے یہ فرمایا، اس سے دلالت ملی کہ آپ کی مراد علاقۂ یمن ہی تھا نہ کہ وہ افراد جو یمنی ہوں (یعنی اگر چہ رہتے کہیں اور بھی کیوں نہ ہوں؟)۔

مولانا انور (الإيمان ههنا) کے تحت لکھتے ہیں اسی لئے یمن میں بہت کم باہمی جنگیں ہوئیں اور اکثر اہلِ یمن برضا و رغبت مسلمان ہو کر آئے (ربیعہ و مضر کی نسبت سے لکھتے ہیں کہ) ربیعہ آنجناب کے اعمام میں سے اور مضر آپ کے اجداد میں سے تھے۔

4388 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ ذَكْوَانَ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ أَتَاكُمْ أَهْلُ الْيَمَنِ هُمْ أَرَقُّ أَفْئِدَةً وَأَلْيَنُ قُلُوبًا الإِيمَانُ يَمَانٍ وَالْحِكْمَةُ يَمَانِيَةٌ وَالْفَخْرُ وَالْخُيَلاءُ فِي أَصْحَابِ الإِبِلِ وَالسَّكِينَةُ وَالْوَقَارُ فِي أَهْلِ الْغَنَمِ (جلد چہارم ص: ۶۷۷) أطرافه 3301، 3499، 4389، - 4390- 4388 - وَقَالَ غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ سَمِعْتُ ذَكْوَانَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

سلمان سے مراد اعمش ہیں جو ذکوان بن صالح سے راوی ہیں۔(وقال عند الخ) اس میں اعمش نے ذکوان سے تصریحِ سماع کی ہے اسے احمد نے محمد بن جعفر غندر کے حوالے سے موصول کیا ہے۔

علامہ انور (أرق أفئدة) کے تحت کہتے ہیں کہ اوائلِ کتاب میں (ترجف فؤاده) کے ذیل میں قلب وفؤاد کے باہمی فرق کی بحث ہو چکی ہے، فقہ اکبر پر ماتریدی کی طرف منسوب شرح میں بھی دونوں کے مابین فرق کے بیان پر توجہ مبذول کی گئی ہے میرے نزدیک فؤاد قلب سے اخص ہے، شائد مضغہ جو ہے وہ قلب ہے اور فؤاد اس کا ایک حصہ ہے میں نے اس بیانِ فرق کا اسلئے اہتمام کیا ہے تاکہ قولہ تعالی: (مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَىٰ)[النجم: 11] کے مفہوم سے کشفِ غطاء ہو۔

4389 - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي أَخِي عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَبِي الْغَيْثِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ الإِيمَانُ يَمَانٍ وَالْفِتْنَةُ هَا هُنَا هَا هُنَا يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ۔
(سابقہ) أطرافه 3301، 3499، 4388، - 4390

شیخ بخاری ابن ابی اویس ہیں جو اپنے بھائی ابوبکر بن عبدالحمید سے راوی ہیں سلیمان سے مراد ابن بلال ہیں، ثور بن زید، مدنی ہیں ثور بن یزید شامی کے والد یزید ہیں نہ کہ زید، ابوالغیث کا نام سالم تھا۔(الإيمان يمان) اعرج کی آمدہ روایت میں (الفقه يمان) ہے، مزید اور روایتِ ذکوان میں بھی (والحكمة يمانية) کے الفاظ بھی ہیں۔

4390 - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ أَتَاكُمْ أَهْلُ الْيَمَنِ أَضْعَفُ قُلُوبًا وَأَرَقُّ أَفْئِدَةً الْفِقْهُ يَمَانٍ وَالْحِكْمَةُ يَمَانِيَةٌ .
(ایضاً) أطرافه 3301، 3499، 4388، 4389 -

(أتاكم أهل اليمن) یہ مدینہ میں مقیم وموجود صحابہ سے تخاطب تھا۔(حيث يطلع قرن الخ) اس کی تشریح ومتعلقہ بحث کتاب الفتن میں ہوگی باقی فرمودات کی شرح اول المناقب اور بدء الخلق میں ہو چکی ہے وہاں ذکر کیا تھا کہ وہ روایت جس میں (أتاكم أهل اليمن) کے الفاظ ہیں ان حضرات کا رد کرتی ہے جن کے بقول (الإيمان يمان) سے مراد انصار وغیرہ ہیں، ابن صلاح لکھتے ہیں کہ ابوعبید وغیرہ کا قول ہے کہ (الإيمان يمان) کا معنی یہ ہے کہ ایمان کا مبدأ مکہ سے ہوا اور مکہ تہامہ کا حصہ ہے اور تہامہ یمن سے ہے، (یعنی اس سے مراد مکہ ہے) بعض کے مطابق مکہ و مدینہ دونوں مراد ہیں کیونکہ یہ بات آنجناب نے اس وقت کہی جب تبوک کے مقام پہ فروکش تھے تو وہاں سے مدینہ یمانی جہت واقع تھا، تیسرا قول جسے ابوعبید نے اختیار کیا، یہ ہے کہ اس سے مراد انصار ہیں کیونکہ وہ یمانی النسل ہیں تو ایمان کی ان کی طرف نسبت فرمائی کیونکہ اس کے انصار ہیں، ابن صلاح لکھتے ہیں اگر یہ حضرات حدیث کے الفاظ

میں تأمل کرتے تو اس تاویل کی ضرورت محسوس نہ کرتے کیونکہ (أتاکم) لوگوں سے خطاب تھا اور ان میں انصار بھی شامل تھے لہذا متعین ہوا کہ ان کے غیر مراد ہیں، کہتے ہیں مفہومِ حدیث ان آنے والوں کو قوتِ ایمان اور اس کے کمال کے ساتھ موصوف ذکر کرنا ہے، پھر مراد وہ اہلِ یمن ہیں جو اس وقت موجود تھے نہ کہ ہر زمانہ کے اہلِ یمن، ابن حجر کہتے ہیں کوئی مانع نہیں کہ (الإیمان یمان) سے مراد ابوعبید اور ابن صلاح کے ذکر کردہ سے اعم ہو، حاصل یہ کہ (یمان) سکونت اور قبیلہ کے اعتبار سے ہر یمن کی طرف منسوب شخص کو شامل ہے البتہ سکونت کے لحاظ سے مراد ہونا اظہر ہے بلکہ یہ ہر عصر میں جہتِ یمن اور جہتِ شمال کے مکان کے احوال سے مشاھد ہے کہ ان کی اکثریت رقیق القلب والبدن ہے اور شمال والوں کی اکثریت غلیظ القلب والبدن ہوتے ہیں، حدیثِ ابی مسعود میں تین اہلِ جہات کا ذکر ہے: یمن، شام اور مشرق، اہلِ مغرب کو متناول نہیں کیا گیا، ان کا ذکر ایک اور حدیث میں موجود ہے ممکن ہے اس میں بھی ہو مگر راوی نے نسیان یا کسی اور وجہ سے نقل نہ کیا

بخاری نے یہ احادیث اشعریوں کی بابت نقل کی ہیں کیونکہ وہ قطعاً اہلِ یمن میں سے ہیں گویا یہ حدیثِ ابن عباس پیش نظر ہے جس میں کہتے ہیں آنجناب مدینہ میں تھے کہ فرمایا (الله اکبر، إذاجاء نصر الله والفتح) نیز فرمایا اہلِ یمن آئے (نقیةٌ قلوبُهم حسنةٌ طاعتهم الإيمان يمان والفقة يمان والحكمة يمانية) اسے بزار نے نقل کیا، جبیر بن مطعم سے مروی ہے کہ نبی اکرم نے فرمایا تم پر اہلِ یمن طلوع پذیر ہوں گے گویا سحاب ہوں وہ خیر أهل الأرض ہیں اسے احمد، ابویعلی، بزار اور طبرانی نے تخریج کیا، طبرانی کی عمرو بن عبسہ سے روایت میں ہے کہ نبی پاک نے عیینہ بن حصن سے مخاطب ہو کر فرمایا: (أيُّ الرجال خير؟) وہ بولے اہلِ نجد، فرمایا تم ٹھیک نہیں کہہ رہے (بل هم أهل اليمن، الإيمان يمان) اسے معاذ بن جبل سے بھی روایت کیا، خطابی (هم أرق أفئدة وألين قلوبا) کے متعلق کہتے ہیں کیونکہ فؤاد غشاء القلب (دل کا پردہ) ہے اگر وہ رقیق ہو تو کلام دل تک تاثیر کرے گی اسی طرح اگر دل لین ہو تو (علقَ كلَّ ما يصادفه) (یعنی تاثیر کو قبول کرے گا)۔

4391 - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ كُنَّا جُلُوسًا مَعَ ابْنِ مَسْعُودٍ فَجَاءَ خَبَّابٌ فَقَالَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَيَسْتَطِيعُ هَؤُلَاءِ الشَّبَابُ أَنْ يَقْرَءُوا كَمَا تَقْرَأُ قَالَ أَمَا إِنَّكَ لَوْ شِئْتَ أَمَرْتُ بَعْضَهُمْ يَقْرَأُ عَلَيْكَ قَالَ أَجَلْ قَالَ اقْرَأْ يَا عَلْقَمَةُ فَقَالَ زَيْدُ بْنُ حُدَيْرٍ أَخُو زِيَادِ بْنِ حُدَيْرٍ أَتَأْمُرُ عَلْقَمَةَ أَنْ يَقْرَأَ وَلَيْسَ بِأَقْرَئِنَا قَالَ أَمَا إِنَّكَ إِنْ شِئْتَ أَخْبَرْتُكَ بِمَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ فِي قَوْمِكَ وَقَوْمِهِ فَقَرَأْتُ خَمْسِينَ آيَةً مِنْ سُورَةِ مَرْيَمَ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ كَيْفَ تَرَى قَالَ قَدْ أَحْسَنَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ مَا أَقْرَأُ شَيْئًا إِلَّا وَهُوَ يَقْرَؤُهُ ثُمَّ الْتَفَتَ إِلَى خَبَّابٍ وَعَلَيْهِ خَاتَمٌ مِنْ ذَهَبٍ فَقَالَ أَلَمْ يَأْنِ لِهَذَا الْخَاتَمِ أَنْ يُلْقَى قَالَ أَمَا إِنَّكَ لَنْ تَرَاهُ عَلَيَّ بَعْدَ الْيَوْمِ فَأَلْقَاهُ رَوَاهُ غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ

علقمہ کہتے ہیں ہم عبداللہ بن مسعود کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ خباب آ گئے، کہنے لگے اے ابوعبدالرحمن کیا یہ نوجوان بھی آپ کی طرح قراءت کر سکتے ہیں؟ کہا (کیوں نہیں) اگر چاہو تو ان میں سے کسی سے کہوں کہ قرآن پڑھ کے سنائے؟ کہا ہاں، کہا اے علقمہ پڑھو، زیاد بن حدیر کے بھائی زید کہنے لگے کیا آپ علقمہ کو تلاوتِ قرآن کا حکم دیتے ہیں جبکہ وہ ہم سب سے بڑے قاری

نہیں؟ ابن مسعود نے کہا اگر چاہو تو تمہیں بتلاؤں نبی پاک نے تمہاری اور اسکی قوم کے بارہ میں کیا کہا تھا؟ کہتے ہیں میں نے سورۂ مریم کی پچاس آیات کی تلاوت کی، عبداللہ خباب سے کہنے لگے کیسا لگا؟ کہا بہت خوب، ابن مسعود نے کہا جس طرح میری قراءت ہے عین اس طرح یہ بھی پڑھتا ہے پھر خباب سے کہا جنہوں نے سونے کی انگشتری پہنی ہوئی تھی، ابھی وقت نہیں آیا کہ اسے اتار پھینکو؟ کہنے لگے آج کے بعد میرے پاس یہ نہ دیکھو گے، اتار کر ڈالدی۔

(فجاء خباب) مشہور صحابی، ابن ارت (فقال زید بن حدیر) زیاد بن حدیر کے بھائی، زیاد کبار تابعین میں سے ہیں حضرت عمر کا زمانہ پایا سنن ابو داؤد میں ان کی روایت بھی ہے نزیلِ کوفہ ہیں ایک مرتبہ اس کے امیر بھی بنائے گئے، اسدی ہیں بنی اسد بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر سے، ان کے بھائی زید کی کوئی روایت معلوم نہیں۔

(فی قومك و فی قومه) گویا آنجناب کے قبیلۂ نخع کی بابت تعریفی کلمات کی طرف اشارہ کیا علقمہ نخعی تھے اور بنی اسد کی ذم کی طرف، زیاد انہی میں سے تھے، نخع کی ثناء وتعریف والی روایت احمد اور بزار نے بسندِ حسن ابن مسعود سے نقل کی ہے، کہتے ہیں میری موجودی میں نبی اکرم نے (ایک مرتبہ) نخع قبیلہ کیلئے دعا فرمائی اور ان کی بابت تعریفی کلمات کہے حتی کہ میری خواہش ہوئی کاش میں بھی انہی کا ایک فرد ہوتا، جہاں تک بنی اسد کی ذم کا تعلق ہے تو یہ حدیثِ ابو ہریرہ وغیرہ میں مذکور ہے اس کے الفاظ ہیں: (أن جهينة وغيرها خير من بني أسد وغطفان) (میری رائے میں یہ ذم نہیں) نخع کا نام حبیب بن عمرو بن عُلة بن جلد بن مالک بن ادد بن زید تھا، بعض نے نخع لقب پڑنے کی وجہ یہ بتلائی ہے کہ اپنی قوم سے دور چلے گئے تھے (نخع أي بَعُدَ)، مستخرج ابی نعیم کی شعبہ عن اعمش سے روایت میں ہے کہ ان سے کہا یا تو تم چپ ہو جاؤ یا پھر بیان کرتا ہوں کہ اس کی اور تمہاری قوم کے بارہ میں کیا کہا گیا ہے۔

(فقرأت الخ) شعبہ کی روایت میں ہے کہ ان سے کہا: (رَتِّلْ فِداك أبي و أمي)۔ (وقال عبد الله كيف ترىٰ) اسی اسناد کے ساتھ موصول ہے خباب سے تخاطب ہے انہوں نے جواباً کہا (قد أحسن) احمد کی یعلی عن اعمش سے روایت میں صراحت سے ہے: (قال خباب أحسنت)۔

(وهو يقرأه) یعنی علقمہ، یہ ان کی عظیم منقبت ہے کہ ابن مسعود گواہی دے رہے ہیں کہ وہ ان جیسے قاری ہیں۔ (رواه غندر الخ) اسی اسناد کے ساتھ متصل ہے، اسے مستخرج میں ابو نعیم نے امام احمد کے واسطہ سے موصول کیا یہ ان کی کتاب الزھد میں بھی ہے البتہ مسند احمد میں یہ یعلی بن امیہ عن اعمش کے طریق سے ہے، حدیثِ ہذا سے ابن مسعود کی منقبت بھی ثابت ہوئی اور یہ کہ وہ موعظت و تعلیم کے باب میں حسنِ تأنی کے ساتھ متصف تھے، یہ بھی ظاہر ہوا کہ بعض صحابہ پر بعض احکامِ حِل وحرمت مخفی رہے آگاہ کرنے پر رجوع کیا، یا ممکن ہے ان کا اعتقاد ہو کہ نبی اکرم کا مردوں کو سونے کی انگشتری سے منع کرنا تنزیہی تھا مگر ابن مسعود کے توجہ دلانے پر کہ یہ تحریم ہے، فورا رجوع کر لیا۔ علامہ انور اس بابت لکھتے ہیں معلوم نہیں کیسے حضرت خباب کو یہ مغالطہ ہوا حالانکہ یہ حرام ہے۔

75 - باب قِصَّةُ دَوْسٍ وَالطُّفَيْلِ بْنِ عَمْرٍو الدَّوْسِيِّ (قبیلۂ دوس اور عمرو بن طفیل دوسی کا تذکرہ)

دوس کے نام ونسب کا ذکر غزوۂ ذی الخلصہ کے باب میں ہو چکا ہے، طفیلؓ کا نام ونسب درج ذیل ہے: ابن عمرو بن طریف بن عاص بن ثعلبہ بن سلیم بن فہم بن غنم بن دوس، انہیں ذو النور بھی کہا جاتا تھا کیونکہ جب خدمتِ نبوی میں حاضر ہو کر قبولِ اسلام کیا اور

نبی اکرم نے انہیں ان کی قوم کی طرف دعوت وتبلیغ کی غرض سے مقرر فرمایا تو عرضگزار ہوئے میرے لئے کوئی نشانی مقرر فرما دیجئے، اس پر آپ نے دعا کی: (اللهم نَوِّرلہ) تو اس کے نتیجہ میں پیشانی میں ایک نور پیدا ہوا، یہ دیکھ کر کہنے لگے مجھے ڈر ہے کہ لوگ اسے مثلہ خیال کریں گے تو وہ نور ان کے چابک کے کنارے پر منتقل ہوگیا اندھیرے میں چمکتا تھا، اسے ہشام بن کلبی نے ذکر کیا ہے ان کے مطابق تبلیغ کے نتیجہ میں والد نے اسلام قبول کرلیا البتہ والدہ کفر پہ قائم رہیں باقی پورے قبیلہ میں سے صرف حضرت ابو ہریرہ نے ان کی دعوت پر اسلام قبول کیا، اس سے ان کے قدیم الاسلام ہونے کا ثبوت ملا، ابن ابو حاتم جزم کے ساتھ ذکر کرتے ہیں کہ خیبر میں حضرت ابو ہریرہ کے ساتھ وہ بھی آئے تھے تو گویا یہ ان کی دوسری آمد تھی۔

4392 - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ ذَكْوَانَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَ الطُّفَيْلُ بْنُ عَمْرٍو إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ إِنَّ دَوْسًا قَدْ هَلَكَتْ عَصَتْ وَأَبَتْ فَادْعُ اللَّهَ عَلَيْهِمْ فَقَالَ اللَّهُمَّ اهْدِ دَوْسًا وَأْتِ بِهِمْ (ترجمہ کیلئے جلد چہارم ص:۴۳۹) طرفاه 2937، 6397

سفیان سے مراد ابن عیینہ ہیں، ابن ذکوان سے مراد ابوالزناد عبداللہ ہیں۔ (اللهم اهْدِ الخ) اس کا مصداق واقع ہوا، ابن کلبی رقمطراز ہیں کہ حبیب بن عمرو بن حثمہ دوسی جو قبیلہ دوس کے حاکم تھے قبل ازیں ان کے والد بھی سردارِ قبیلہ رہے، ان کی عمر تین سو برس ہوئی، حبیب کہا کرتے تھے میں اتنا تو جانتا ہوں کہ مخلوق کا کوئی خالق ہے لیکن یہ نہیں جانتا کہ وہ کون ہے؟ جب نبوتِ محمدی کی خبر ملی تو اپنی قوم کے پچھتر افراد کے ہمراہ آکر اسلام قبول کیا، ابن اسحاق ذکر کرتے ہیں کہ نبی اکرم نے طفیل بن عمرو کو عمرو بن حثمہ کا صنم جسے ذو الکفین کہتے تھے، گرانے بھیجا تو اسے پیوندِ خاک کر دیا، موسی بن عقبہ زہری سے ناقل ہیں کہ حضرت طفیل عہدِ ابوبکر میں معرکہ اجنادین میں شہید ہوئے، ابواسود نے بھی عروہ سے یہی نقل کیا، ابن سعد جزم کے ساتھ لکھتے ہیں کہ جنگ یمامہ میں (جو مسیلمہ کے خلاف ہوئی) جامِ شہادت نوش کیا تھا بعض نے یرموک بھی لکھا ہے۔

4393 - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ قَيْسٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ لَمَّا قَدِمْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ قُلْتُ فِي الطَّرِيقِ يَا لَيْلَةً مِنْ طُولِهَا وَعَنَائِهَا عَلَى أَنَّهَا مِنْ دَارَةِ الْكُفْرِ نَجَّتِ وَأَبَقَ غُلَامٌ لِي فِي الطَّرِيقِ فَلَمَّا قَدِمْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَبَايَعْتُهُ فَبَيْنَا أَنَا عِنْدَهُ إِذْ طَلَعَ الْغُلَامُ فَقَالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ هَذَا غُلَامُكَ فَقُلْتُ هُوَ لِوَجْهِ اللَّهِ تَعَالَى فَأَعْتَقْتُهُ . (ترجمہ کیلئے جلد سوم ص:۱۷۹) أطرافه 2530، 2531، 2532 -

اسماعیل سے ابن ابی خالد اور قیس سے مراد ابن ابی حازم ہیں۔ (قلت فی الطریق الخ) اس کی مفصل شرح کتاب العتق میں گزر چکی ہے اس روایت میں: (و أبق غلام لی) العتق کی روایت کے جملہ: (فأضل أحدهما صاحبه) کے مغایر نہیں کیونکہ روایتِ ہذا کے لفظ نے وجہِ اِضلال کی توضیح وتفسیر کی کہ (فأضل أحد) سے مراد ابو ہریرہ ہیں جبکہ غلام آبق ہوا لہذا ابن تین کے انکار کہ غلام بھاگا نہیں تھا (بلکہ راستہ سے بھٹک گیا تھا) کی طرف مطلقاً توجہ نہ دی جائے گی جہاں تک اس کے مدینہ میں واپس آجانے کا تعلق ہے تو اسے اس امر پر محمول کیا جائے گا کہ اس نے ارادہ بدل لیا اور اسلام کی برکت سے اپنے آقا کے پاس واپس آیا، یہ بھی محتمل

ہے کہ (أبق) بمعنی (أضل الطریق) ہی مراد لیا جائے تب دونوں روایتوں میں کوئی تنافی نہ ہوگی (یہ توجیہہ کرنا بھی محتمل ہے کہ فی الحقیقت غلام بھاگا نہیں تھا بلکہ راستہ میں کسی وجہ سے بچھڑ گیا تھا مگر ابو ہریرہ سمجھے کہ بھاگ گیا ہے لہذا أبق کا لفظ استعمال کیا، یہ بھی ممکن ہے کہ بھاگا ہی ہو مگر نبی پاک کی دعا سے واپس آ گیا)۔

علامہ انور (علی أنه من دارة الکفر الخ) کی بابت لکھتے ہیں کہ دارہ دار سے اخص ہے یہاں مراد علاقہ کفر ہے۔

76 - باب قِصَّةِ وَفْدِ طَيِّءٍ وَحَدِيثِ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ (وفدِ طیٔ کا قصہ اور حدیثِ علی بن عاصم)

(وحدیث عدی بن حاتم) یعنی ابن عبداللہ بن سعد بن حشرج بن امرؤ القیس بن عدی طائی، طیٔ بن ادد بن زید بن یشجب بن عریب بن زید بن کہلان بن سباً کی طرف نسبت ہے، کہا جاتا ہے کہ اصل نام جلہمہ تھا تو پہلا شخص جس نے (طوی البئر)۔(یعنی کنواں تعمیر کیا)، ہونے کی وجہ سے یہ نام پڑا بعض (أول من طوی المناهل) بھی کہتے ہیں،(مناھل یعنی پانی جمع کرنے کے ذخائر) مسلم نے ایک دیگر سند کے ساتھ حضرت عدی سے روایت کیا ہے کہ میں حضرت عمر کے ہاں آیا تو کہنے لگے پہلا صدقہ جس نے نبی اکرم اور آپ کے صحابہ کے چہروں کو (خوشی سے) گلنار کیا، طیٔ قبیلہ کے صدقات تھے جو تم لے کر آئے تھے، احمد کی روایت میں مزید یہ ہے کہ ہم آئے تو مجھ سے کچھ بے اعتنائی کا اظہار کیا اس پر میں نے سامنے آ کر کہا کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں؟ اس پر یہ بات کہی۔

4394 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ عَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ أَتَيْنَا عُمَرَ فِي وَفْدٍ فَجَعَلَ يَدْعُو رَجُلاً رَجُلاً وَيُسَمِّيهِمْ فَقُلْتُ أَمَا تَعْرِفُنِي يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ قَالَ بَلَى أَسْلَمْتَ إِذْ كَفَرُوا وَأَقْبَلْتَ إِذْ أَدْبَرُوا وَوَفَيْتَ إِذْ غَدَرُوا وَعَرَفْتَ إِذْ أَنْكَرُوا فَقَالَ عَدِيٌّ فَلاَ أُبَالِي إِذًا

عدی کہتے ہیں میں ایک وفد کے ساتھ حضرت عمر کی خدمت میں حاضر ہوا وہ لگے ایک ایک آدمی کا نام پکار کر اسے بلانے، میں نے کہا امیر المؤمنین کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں؟ کہا کیوں نہیں، تم اس وقت اسلام لائے جب یہ لوگ کافر تھے، تم آئے جبکہ یہ منہ موڑتے تھے، تم نے وفا کی جب یہ بے وفائی کے مرتکب ہو رہے تھے اور تم نے اس وقت پہچانا جب یہ انکاری ہو رہے تھے، یہ سن کر عدی نے کہا تب مجھے کوئی پرواہ نہیں۔

عبدالملک سے مراد ابن عمیر ہیں، عمرو بن حریث مخزومی صحابیِ صغیر ہیں سند میں تین صحابہ ہیں۔(أتيت عمر) یعنی ان کے دورِ خلافت میں۔ (أسلمت إذا كفروا) نبی اکرم کی وفات کے بعد فتنہِ ارتداد کی طرف اشارہ ہے جب کثیر لوگوں کے قدم ڈگمگا گئے مگر عدی ثابت قدم رہے۔(فلا أبالي إذا) یعنی اگر آپ میری قدر پہچانتے ہیں تب پرواہ نہیں کہ غیر کو مجھ پر مقدم رکھیں، الأدب المفرد میں بخاری کی تخریج کردہ ایک روایت میں حضرت عمر کے عدی کی اس بات کے جواب میں یہ الفاظ ہیں:(حیاك الله من معرفة) امام احمد نے حضرت عدی کے قبولِ اسلام کے قصہ کی بابت ایک روایت نقل کی ہے اس میں ہے عدی کہتے ہیں جب نبی اکرم کی طرف سے مبلغین ہمارے علاقہ میں آئے تو میں ان سے بچنے کی خاطر آگے بلادِ روم کے قریبی علاقوں کی طرف نکل گیا پھر خیال آیا بھاگنے کا کوئی فائدہ نہیں اگر سچے رسول ہیں تو میں آپ سے چھپ نہیں سکتا، یہ سوچ کر حاضر ہوا، فرمایا:(أسلِمْ تَسْلَم) میں نے عرض کی

کہ میں نے پہلے سے ایک دین اختیار کیا ہوا ہے یعنی عیسائیت، آگے اسلام لانے کا حال بیان کیا، ابن اسحاق نے بھی مطولاً ذکر کیا ہے اس میں ہے کہ ان کی بہن مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہوگئی مگر آنجناب نے احسان کرتے ہوئے آزاد کردیا انہوں نے بھی حضرت علی کے مشورہ سے آپ سے عفوو درگزر کا مطالبہ کرتے ہوئے تھا: (هلك الوالد وغاب الوافد فَامْنُنْ عليَّ مَنَّ اللّٰهُ عليك) آپ نے دریافت فرمایا وافد کون؟ کہا عدی بن حاتم، فرمایا اللہ اور اس کے رسول سے بھاگتا پھر رہا ہے تو انہی نے واپس آکر عدی کو آمادہ کیا کہ خدمتِ نبوی میں حاضر ہو جائیں ترمذی نے ایک اور طریق کے ساتھ عدی سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم مسجد میں تشریف فرما تھے کہ میں آیا تو فرمایا دیکھو یہ عدی بن حاتم آگیا، قبل ازیں آپ نے متعدد مرتبہ فرمایا تھا کہ مجھے امید ہے جلد اللہ اس کا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے گا۔

77 - باب حَجَّةُ الْوَدَاعِ (حجۃ الوداع)

حجۃ کی جیم پر زیر و زبر، دونوں جائز ہیں اس طرح وداع کی واؤ پر بھی، مسلم میں حضرت جابر کے حوالے سے صفتِ حج الوداع کی طویل حدیث میں ہے کہ نبی اکرم نے مدینہ آمد کے دسویں برس اعلان کیا کہ آپ حج کے لئے جا رہے ہیں اس پر مدینہ میں لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد جمع ہوگئی جو آپ کی اقتداء میں حج کرنا چاہتے تھے ابوسعید خدری کی ایک حدیث میں ہے کہ نبی اکرم نے ہجرت سے قبل بھی حج ادا کیا تھا ترمذی کی حدیثِ جابر میں ہے کہ قبل از ہجرت تین حج کئے تھے، ابن ماجہ وحاکم کی ابن عباس سے روایت میں بھی یہی ہے ابن حجر لکھتے ہیں یہ امر منی میں ایامِ حج کے دوران آنجناب سے ملاقات کے لئے انصار کے آنے والے وفود کی تعداد پر مبنی ہے اولا انہوں نے آکر تو اعُد کیا پھر اگلے برس عقبہ کی پہلی بیعت کی پھر اس کے اگلے برس عقبہ کی بیعتِ ثانیہ ہوئی جیسا کہ الھجر ۃ کے اوائل میں یہ ذکر گزرا ہے لیکن یہ اس امر کو مقتضی نہیں کہ اس سے قبل حج نہ کئے ہوں گے، حاکم نے بسندِ صحیح ثوری سے نقل کیا ہے کہ نبی پاک نے ہجرت سے قبل کئی حج کئے بقول ابن جوزی اتنے کہ تعداد معلوم نہیں بقول ابن اثیر ہر سال ہی کرتے ہوں گے، ابن عباس کی روایت میں ہے کہ آپ حجۃ الوداع کے لئے ذوالقعدہ کے پانچ دن باقی تھے کہ نکلے، یہ کتاب الحج میں گزری ہے شیخین کی حدیثِ عائشہ میں بھی یہی ہے، ابن حزم نے جزم کے ساتھ لکھا ہے کہ جمعرات کے روز نکلے مگر یہ محلِ نظر ہے کیونکہ یکم ذوالحجہ قطعاً جمعرات کے دن تھی کیونکہ بالتواتر ثابت ہے کہ آپ کا وقوفِ عرفہ بروزِ جمعہ تھا اس سے جمعرات بطورِ یکم ذی الحجہ متعین ہوئی لہذا مدینہ سے جمعرات کو نکلنا صحیح قرار نہیں پاتا بلکہ ظاہرِ روایت یہ ہے کہ جمعہ کو نکلے البتہ صحیحین کی حضرت انس سے ایک روایت میں ہے کہ ہم نے نمازِ ظہر مدینہ میں نبی اکرم کے ہمراہ چار رکعت ادا کی اور عصر کی نماز ذوالحلیفہ پہنچ کر دو رکعت ادا کی تو اس سے دلالت ملی کہ جمعہ کے روز بھی نہیں نکلے لہذا اب ہفتہ کا دن ہی باقی رہا لہذا قائل کا یہ قول: (لخمس بقين من ذى القعدة) اس امر پر محمول کیا جائے گا کہ یہ تب اگر یہ مہینہ پورے تیس دن کا ہوتا (عرب تاریخوں کا ذکر دو قسم کی تعبیروں سے کرتے تھے ایک یہ کہ فلاں مہینہ کے اتنے دن گزر گئے تھے کہ مثلاً یہ کیا: مضت ثلاثة أيام...... الخ دوم یہ کہ فلاں مہینہ کے اتنے دن باقی تھے کہ یہ کام کیا: لخمس بقين ، لِسِتٍّ بقين...... الخ چنانچہ جب آنجناب کے حجِ وداع کے لئے مدینہ سے نکلنے کے دن کی بابت کہا گیا: لخمس بقين من ذى القعدة ، کہ ذی القعدہ کے پانچ دن باقی تھے کہ نکلے، تو یہ ذہن میں رکھ کر کہ مہینہ اپنے تیس دن پورے کرے گا) تو اتفاق سے یہ مہینہ انتیس کا ہوا لہذا یکم ذوالحجہ جمعرات کو بنی اس سے تمام بیانات باہم مل جاتے ہیں، حافظ عماد الدین بن کثیر نے بھی یہی تطبیق دی ہے اسے ایک روایت میں حضرت

جابر کے ان الفاظ سے بھی تقویت ملتی ہے:(إنه خرج لخمس بقين من ذى القعدة أو أربع) مکہ میں آپ کا داخلہ چار ذوالحج کی صبح تھا جیسا کہ حدیثِ عائشہ میں ثابت ہے اور یہ اتوار کا دن تھا اس سے بھی اس قول کو تائید ملی کہ مدینہ سے آپ ہفتہ کے دن نکلے تھے تو اس طرح آٹھ راتیں راستہ میں کٹیں، اس کے تحت امام بخاری سترہ روایات لائے ہیں، اکثر کتاب الحج میں مشروح ہو چکی ہیں۔

علامہ انور لکھتے ہیں میں حجۃ الوداع کے باب کو تبوک کے باب سے قبل لانے کی حکمت نہیں سمجھ سکا حالانکہ تبوک کا غزوہ اس سے قبل تھا۔

4395 - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ ؓ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَأَهْلَلْنَا بِعُمْرَةٍ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيُهْلِلْ بِالْحَجِّ مَعَ الْعُمْرَةِ ثُمَّ لَا يَحِلَّ حَتَّى يَحِلَّ مِنْهُمَا جَمِيعًا فَقَدِمْتُ مَعَهُ مَكَّةَ وَأَنَا حَائِضٌ وَلَمْ أَطُفْ بِالْبَيْتِ وَلَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَشَكَوْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ انْقُضِي رَأْسَكِ وَامْتَشِطِي وَأَهِلِّي بِالْحَجِّ وَدَعِي الْعُمْرَةَ فَفَعَلْتُ فَلَمَّا قَضَيْنَا الْحَجَّ أَرْسَلَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ إِلَى التَّنْعِيمِ فَاعْتَمَرْتُ فَقَالَ هَذِهِ مَكَانَ عُمْرَتِكِ قَالَتْ فَطَافَ الَّذِينَ أَهَلُّوا بِالْعُمْرَةِ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ حَلُّوا ثُمَّ طَافُوا طَوَافًا آخَرَ بَعْدَ أَنْ رَجَعُوا مِنْ مِنًى وَأَمَّا الَّذِينَ جَمَعُوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَإِنَّمَا طَافُوا طَوَافًا وَاحِدًا

(ترجمہ کیلئے جلد دوم ص: ۴۷۳) .أطرافه 294، 305، 316، 317، 319، 328، 1516، 1518، 1556، 1560، 1561، 1562، 1638، 1650، 1709، 1720، 1733، 1757، 1762، 1771، 1772، 1783، 1786، 1787، 1788، 2952، 2984، 4401، 4408، 5329، 5548، 5559، 6157، 7229 -

4396 - حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَطَاءٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ إِذَا طَافَ بِالْبَيْتِ فَقَدْ حَلَّ فَقُلْتُ مِنْ أَيْنَ قَالَ هَذَا ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ مِنْ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى (ثُمَّ مَحِلُّهَا إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ) وَمِنْ أَمْرِ النَّبِيِّ ﷺ أَصْحَابَهُ أَنْ يَحِلُّوا فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ قُلْتُ إِنَّمَا كَانَ ذَلِكَ بَعْدَ الْمُعَرَّفِ قَالَ كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَرَاهُ قَبْلُ وَبَعْدُ

ابن عباس کہا کرتے تھے کہ جب حاجی طوافِ کعبہ کر لے تو وہ حلال ہو جاتا ہے، راوی کہتے ہیں میں نے پوچھا انہوں نے یہ مسئلہ کہاں سے اخذ کیا؟ کہا اللہ تعالی کے اس فرمان سے:(ثم محلها إلى البيت العتيق) اور اس امرِ نبوی سے جو صحابہ کرام کو حجۃ الوداع میں حلال ہو جانے کی بابت دیا تھا، میں نے کہا یہ حکم تو عرفات کے بعد دیا تھا، کہا ابن عباس کی رائے ہے کہ اس سے قبل یا بعد، دونوں صورتوں میں طواف کر لینے سے حلال ہو جائیگا۔

(فقلت من أين قال هذا ابن عباس؟) قائل ابن جریج اور مقول لہ عطاء ہیں مسلم کی روایت میں اس کی صراحت ہے، المعرف سے مراد وقوفِ عرفہ ہے، یہ اس امر میں ظاہر ہے کہ (طاف بالبيت) سے مراد معتمرِ مطلق ہے چاہے قارن ہو چاہے متمتع

، یہ ابن عباس کا مشہور مذہب تھا کتاب الحج کے باب (من طاف بالبيت إذا قدم) کے تحت یہ بحث گزری ہے۔

- 4397 حَدَّثَنِي بَيَانٌ حَدَّثَنَا النَّضْرُ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ طَارِقًا عَنْ أَبِي مُوسَى الأَشْعَرِيِّ قَالَ قَدِمْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ بِالْبَطْحَاءِ فَقَالَ أَحَجَجْتَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ كَيْفَ أَهْلَلْتَ قُلْتُ لَبَّيْكَ بِإِهْلاَلٍ كَإِهْلاَلِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ طُفْ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ حِلَّ فَطُفْتُ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَأَتَيْتُ امْرَأَةً مِنْ قَيْسٍ فَفَلَتْ رَأْسِي .

(ترجمہ کیلئے جلد دوم ص:۴۷۶) أطرافه 1559، 1565، 1724، 1795، 4346-

شیخ بخاری بیان بن عمرو بھی بخاری ہیں، نضر سے ابن شمیل اور قیس سے مراد ابن مسلم ہیں طارق، ابن شہاب ہیں کتاب الحج میں شرح متن گزر چکی ہے۔

4398 - حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ أَخْبَرَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهُ أَنَّ حَفْصَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَ أَزْوَاجَهُ أَنْ يَحْلِلْنَ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَقَالَتْ حَفْصَةُ فَمَا يَمْنَعُكَ فَقَالَ لَبَّدْتُ رَأْسِي وَقَلَّدْتُ هَدْيِي فَلَسْتُ أَحِلُّ حَتَّى أَنْحَرَ هَدْيِي .(جلد دوم ص:۴۸۸) أطرافه 1566، 1697، 1725، 5916-

الحج کے باب (التمتع و القرآن) کے تحت مشروح ہو چکی ہے۔

4399 - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ حَدَّثَنِي شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا الأَوْزَاعِيُّ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ امْرَأَةً مِنْ خَثْعَمَ اسْتَفْتَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَالْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ رَدِيفُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ فَرِيضَةَ اللَّهِ عَلَى عِبَادِهِ أَدْرَكَتْ أَبِي شَيْخًا كَبِيرًا لاَ يَسْتَطِيعُ أَنْ يَسْتَوِيَ عَلَى الرَّاحِلَةِ فَهَلْ يَقْضِي أَنْ أَحُجَّ عَنْهُ قَالَ نَعَمْ

(ترجمہ کیلئے جلد دوم ص:۴۳۶) أطرافه 1513، 1854، 1855، - 6228

یہ بھی کتاب الحج میں مشروح ہے یہاں غرضِ ایراد راوی کی تصریح ہے کہ یہ واقعہ حجۃ الوداع کے دوران پیش آیا تھا، ح کے بعد والے محمد بن یوسف جو کہ فریابی ہیں، بھی شیخ بخاری ہیں گویا اس روایت کا ان سے سماع نہیں کیا، ابونعیم نے مستخرج میں اپنے طریق سے اسے موصول کیا ہے سیاق انہی کا نقل کردہ ہے شعیب کا سیاق کتاب الاستیذان میں آئے گا ان کا سیاق اوزاعی کے سیاق سے اتم ہے۔

4400 - حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ أَقْبَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَامَ الْفَتْحِ وَهُوَ مُرْدِفٌ أُسَامَةَ عَلَى الْقَصْوَاءِ وَمَعَهُ بِلاَلٌ وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ حَتَّى أَنَاخَ عِنْدَ الْبَيْتِ ثُمَّ قَالَ لِعُثْمَانَ ائْتِنَا بِالْمِفْتَاحِ فَجَاءَهُ بِالْمِفْتَاحِ فَفَتَحَ لَهُ الْبَابَ فَدَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ وَأُسَامَةُ وَبِلاَلٌ وَعُثْمَانُ ثُمَّ أَغْلَقُوا عَلَيْهِمِ الْبَابَ فَمَكَثَ نَهَارًا طَوِيلاً ثُمَّ

خَرَجَ وَابْتَدَرَ النَّاسُ الدُّخُولَ فَسَبَقْتُهُمْ فَوَجَدْتُ بِلَالًا قَائِمًا مِنْ وَرَاءِ الْبَابِ فَقُلْتُ لَهُ أَيْنَ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ صَلَّى بَيْنَ ذَيْنِكَ الْعَمُودَيْنِ الْمُقَدَّمَيْنِ وَكَانَ الْبَيْتُ عَلَى سِتَّةِ أَعْمِدَةٍ سَطْرَيْنِ صَلَّى بَيْنَ الْعَمُودَيْنِ مِنَ السَّطْرِ الْمُقَدَّمِ وَجَعَلَ بَابَ الْبَيْتِ خَلْفَ ظَهْرِهِ، وَاسْتَقْبَلَ بِوَجْهِهِ الَّذِى يَسْتَقْبِلُكَ حِينَ تَلِجُ الْبَيْتَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجِدَارِ قَالَ وَنَسِيتُ أَنْ أَسْأَلَهُ كَمْ صَلَّى وَعِنْدَ الْمَكَانِ الَّذِى صَلَّى فِيهِ مَرْمَرَةٌ حَمْرَاءُ

(ترجمہ کیلئے جلد دوم ص: ۵۲۵) أطرافه 397، 468، 504، 505، 506، 1167، 1598، 1599، 2988، 4289

کتاب الحج کے باب (إغلاق البيت) میں مفصلاً مشروح ہے، شیخ بخاری محمد سے مراد ابن رافع ہیں الحج کی روایت بھی انہی سے ہے وہاں ان کے تعین کی بابت اختلاف کا بیان ہوا ہے، حدیثِ ہذا کو حجۃ الوداع کے باب میں نقل کرنا اشکال کا باعث ہے کیونکہ اس میں تصریح ہے کہ اس میں مذکور واقعہ فتح مکہ کے موقع کا ہے (اس اشکال کا کوئی حل پیش نہیں کیا)۔

4401 - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَخْبَرَتْهُمَا أَنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ حَاضَتْ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَحَابِسَتُنَا هِيَ فَقُلْتُ إِنَّهَا قَدْ أَفَاضَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَطَافَتْ بِالْبَيْتِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ فَلْتَنْفِرْ

ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن راوی ہیں کہ زوجہ رسول حضرت عائشہ نے انہیں خبر دی کہ حضرت صفیہ بنت حیی حجۃ الوداع کے دوران حائضہ ہوگئی تھیں تو نبی پاک نے فرمایا وہ تو ہمیں روکے رکھے گی؟ میں نے کہا یا رسول اللہ انہوں نے طوافِ افاضہ کرلیا ہے، فرمایا تب وہ کوچ کرسکتی ہے۔

أطرافه 294، 305، 316، 317، 319، 328، 1516، 1518، 1556، 1560، 1561، 1562، 1638، 1650، 1709، 1720، 1733، 1757، 1762، 1771، 1772، 1783، 1786، 1787، 1788، 2952، 2984، 4395، 4408، 5329، 5548، 5559، 6157، 7229-

یہ بھی الحج میں مشروح ہے۔

4402 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ ؓ قَالَ كُنَّا نَتَحَدَّثُ بِحَجَّةِ الْوَدَاعِ وَالنَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ أَظْهُرِنَا وَلَا نَدْرِى مَا حَجَّةُ الْوَدَاعِ فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ ذَكَرَ الْمَسِيحَ الدَّجَّالَ فَأَطْنَبَ فِي ذِكْرِهِ وَقَالَ مَا بَعَثَ اللَّهُ مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا أَنْذَرَ أُمَّتَهُ أَنْذَرَهُ نُوحٌ وَالنَّبِيُّونَ مِنْ بَعْدِهِ وَإِنَّهُ يَخْرُجُ فِيكُمْ فَمَا خَفِيَ عَلَيْكُمْ مِنْ شَأْنِهِ فَلَيْسَ يَخْفَى عَلَيْكُمْ أَنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ عَلَى مَا يَخْفَى عَلَيْكُمْ ثَلَاثًا إِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِأَعْوَرَ وَإِنَّهُ أَعْوَرُ عَيْنِ الْيُمْنَى كَأَنَّ عَيْنَهُ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ.

(ترجمہ کیلئے جلد پنجم ص: ۱۷۱) أطرافه 3057، 3337، 3439، 6175، 7123، 7127، 7407

ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ نبی پاک نے حجۃ الوداع کے موقع پہ خطاب کرتے ہوئے اللہ کی حمد وثنا بیان کی اس کے بعد دجال کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا میں تمہیں دجال سے ڈراتا ہوں اور نہیں بھیجا اللہ نے کوئی نبی مگر اس نے دجال سے ڈرایا ہے، نوح اور بعد کے سب نبیوں نے اس سے ڈرایا ہے بے شک اب وہ تمہی میں نکلنے والا ہے اسکا معاملہ تم پہ مخفی نہیں کہ وہ کانا ہوگا اور اللہ عزوجل کانا نہیں

4403 - أَلَا إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ قَالُوا نَعَمْ قَالَ اللَّهُمَّ اشْهَدْ ثَلَاثًا وَيْلَكُمْ أَوْ وَيْحَكُمْ انْظُرُوا لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ

(ترجمہ کیلئے جلد دوم ص:۶۴۴) أطرافه 1742، 6043، 6166، 6785، 6868، 7077 -

عمر بن محمد ابن عمر کے پڑپوتے ہیں، دادا کا نام زید ہے۔(كنا نتحدث الخ) اسماعیلی کی ابو عاصم عن عمر بن محمد سے روایت میں (كنا نسمع الخ) ہے (ولا ندری ماحجة الوداع) گویا نبی اکرم سے اس کا ذکر (یعنی حجۃ الوداع کی ترکیب) سنی صحابہ نے بھی یہی ترکیب استعمال کی مگر حیاتِ نبوی میں یہ نہ سمجھ پائے کہ وداع کی یہ اضافت آنجناب سے اس دنیائے فانی سے وداع کے مدِنظر تھی چونکہ تھوڑی ہی مدت (تین ماہ) بعد آپ کا سانحہ ارتحال ہوا تب مراد سمجھے اور جانا کہ آنجناب نے اس حج کے دوران دئے گئے خطبوں میں امت کو آخری وصیتیں کیں، کئی وصایا پر اللہ کو بھی گواہ بنایا جیسا کہ تبلیغِ رسالت پر بھی، کتاب الحج میں باب (الخطبة بمنى) کے تحت عاصم بن محمد بن زید عن ابیہ عن ابن عمر سے اسی روایت میں (نودع الناس) کے الفاظ بھی تھے وہاں بیہقی کی ایک روایت کے حوالے سے ذکر کیا تھا کہ سورت (إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ الخ) وسط ایام تشریق میں نازل ہوئی اس سے خود آنجناب کو بھی پتہ چلا کہ اب الوداع ہے اس پر آپ سوار ہوئے اور لوگوں کو خطاب کیا۔

(ثم ذكر المسيح الخ) خطبہ حجۃ الوداع صحابہ کی ایک جماعت نے نقل کیا ہے مگر دجال کا ذکر سوائے ابن عمر کی روایت کے کسی میں نہیں، امام بخاری نے ان میں سے حضرات جریر اور ابو بکرہ کی روایتیں اس باب کے تحت اور ابن عباس کی روایت الحج میں نقل کی ہیں وہیں عاصم بن محمد جو روایتِ ہذا کے راوی عمر بن محمد کے بھائی ہیں، کی ابن عمر سے روایت جو ذکرِ دجال کے بغیر ہے، نقل کی، عمر بن محمد ثقہ راوی ہیں لہذا ان کی زیادت صحیح ہے گویا انہوں نے وہ کچھ یاد رکھا جو دوسرے راوی نہ رکھ سکے اس زیادت کی بابت تفصیلی بحث کتاب الفتن میں ہوگی۔

مولانا انور شاہ (ثم ذكر المسيح الخ) کے تحت رقم طراز ہیں کہ یہ قطعہ بخاری کی صرف اسی جگہ ہے، یہ اس امر کی دلیل ہے کہ نبی اکرم کو دجال کی کلی معرفت دی گئی جیسے ہر کوئی یہ جانتا ہے کہ رات کے بعد کل ہے جبکہ یہ بد بخت محروم (مرزا قادیانی کی طرف اشارہ ہے) دعوی کرتا ہے کہ نبی اکرم کو دجال کے بارہ میں کلی معلومات نہیں دی گئیں تھیں پھر ہذیان بکتا ہے کہ اسے یہ معلومات دی گئی ہیں اسے والعیاذ باللہ انبیاء کے علوم سے کیا نسبت؟ اس کے پاس تو شیطانی وحی آتی تھی جسے وہ وحیِ نبوت خیال کرتا (میرے خیال میں وہ اسے وحیِ نبوت نہ خیال کرتا تھا بلکہ خود بھی اس حقیقت سے اچھی طرح آگاہ تھا کہ وہ جھوٹا اور شیطان کا چیلا ہے) لکھتے ہیں بخاری مطبوعہ ہند کی ص:۴۳۰، جلد اول کی ابن عمر سے روایت میں ہے کہ نبی اکرم جب ابن صیاد کے ہاں سے واپس ہوئے تو لوگوں سے خطاب فرمایا اس میں بھی دجال کا تذکرہ کیا اور فرمایا: (إني أنذركموه الخ) اس سے متبین ہوا کہ ابن صیاد آپ کی نظر میں دجالِ موعود نہ تھا بلکہ

منجملہ دجاجلہ کے ایک دجال تھا۔

اس حدیث کو مسلم نے (الإیمان) ابوداؤد نے (السنة) نسائی نے (المحاربة) اور ابن ماجہ نے (الفتن) میں تخریج کیا ہے۔

4404 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ قَالَ حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ أَرْقَمَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ غَزَا تِسْعَ عَشْرَةَ غَزْوَةً وَأَنَّهُ حَجَّ بَعْدَ مَا هَاجَرَ حَجَّةً وَاحِدَةً لَمْ يَحُجَّ بَعْدَهَا حَجَّةَ الْوَدَاعِ قَالَ أَبُو إِسْحَاقَ وَبِمَكَّةَ أُخْرَى .طرفاه 3949، 4471-

اس کی شرح اول الھجرۃ (اسی جلد کی پہلی حدیث) میں گزر چکی ہے۔(بعدما هاجرحجة واحدة) یعنی قبل ازیں کوئی حج نہیں کیا، حجِ اصغر یعنی عمرہ کی نفی نہیں، قطعاً آنجناب نے عمرے ادا کئے ہیں۔(قال أبواسحاق و بمكة أخرى) یہ اسی اسناد کے ساتھ موصول ہے اُبواسحاق کی اس سے غرض یہ باور کرانا ہے کہ (بعدماهاجر) کا ایک مفہومِ خاص ہے قبل از ہجرت بھی آپ نے حج کئے ہیں لیکن (أخری) کے لفظ پر اقتصار اس امر کا موہم ہوسکتا تھا کہ آپ نے ہجرت سے قبل سوائے ایک کے کوئی حج نہیں کیا جبکہ ایسا نہیں بلکہ آپ نے قبل از ہجرت کئی حج ادا کئے ہیں، مجھے تو اس امر میں کوئی شک نہیں کہ آپ مکہ میں رہتے ہوئے ہر سال حج ادا کرتے ہوں گے کیونکہ قریش زمانۂ جاہلیت میں ہر سال حج کرتے تھے اس سے وہی متخلف رہتا جو سفر میں ہوتا یا بیمار وضعیف ہوتا، وہ غیرِ دین پہ ہوتے ہوئے بھی حج سے محرومی گوارہ نہ کرتے بلکہ اسے اپنا امتیاز و شرف سمجھتے تھے تو نبی اکرم کیسے متخلف رہ سکتے تھے؟ جبیر بن مطعم کی ایک حدیث میں ہے کہ انہوں نے زمانۂ جاہلیت میں ایک مرتبہ آنجناب کو وقوفِ عرفہ کرتے دیکھا تھا ہجرت کی روایت میں گزرا کہ مسلسل تین برس حج کے لئے آئے ہوئے قبائلِ عرب کو دعوتِ اسلام دی۔

4405 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُدْرِكٍ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ عَنْ جَرِيرٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ لِجَرِيرٍ اسْتَنْصِتِ النَّاسَ فَقَالَ لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ .أطرافه 121، 6869، 7080-

حضرت جریر کہتے ہیں نبی اکرم نے حجۃ الوداع کے موقع پر انہیں حکم دیا کہ لوگوں کو چپ کرائیں، پھر اثنائے خطبہ فرمایا میرے بعد کہیں کافر نہ ہوجانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹتے پھرو۔

علی بن مدرک نخعی کوفی ثقہ ہیں، ابن حبان نے انہیں ثقات تابعین میں ذکر کیا ہے بخاری میں انکی یہی ایک روایت ہے البتہ اسے کئی مواضع میں نقل کیا ہے۔(استنصت الناس) اس سے ان حضرات کا رد ہوا جو مدعی ہیں کہ حضرت جریر نبی اکرم کی وفات سے صرف چالیس روز قبل اسلام لائے تھے کیونکہ حجِ وداع آپکی وفات سے اسی سے زیادہ دن پیشتر تھا۔

4406 - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ الزَّمَانُ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَةِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ السَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ثَلَاثَةٌ مُتَوَالِيَاتٌ ذُو الْقَعْدَةِ وَذُو الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِي بَيْنَ جُمَادَى وَشَعْبَانَ أَيُّ شَهْرٍ هَذَا قُلْنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ

فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ قَالَ أَلَيْسَ ذُو الْحِجَّةِ قُلْنَا بَلَى قَالَ فَأَيُّ بَلَدٍ هَذَا قُلْنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ قَالَ أَلَيْسَ الْبَلْدَةَ قُلْنَا بَلَى قَالَ فَأَيُّ يَوْمٍ هَذَا قُلْنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ قَالَ أَلَيْسَ يَوْمَ النَّحْرِ قُلْنَا بَلَى قَالَ فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ قَالَ مُحَمَّدٌ وَأَحْسِبُهُ قَالَ وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا وَسَتَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ فَسَيَسْأَلُكُمْ عَنْ أَعْمَالِكُمْ أَلَا فَلَا تَرْجِعُوا بَعْدِي ضُلَّالًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ أَلَا لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَلَعَلَّ بَعْضَ مَنْ يُبَلَّغُهُ أَنْ يَكُونَ أَوْعَى لَهُ مِنْ بَعْضِ مَنْ سَمِعَهُ فَكَانَ مُحَمَّدٌ إِذَا ذَكَرَهُ يَقُولُ صَدَقَ مُحَمَّدٌ ﷺ ثُمَّ قَالَ أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ. مَرَّتَيْنِ. أطرافه 67، 105، 1741، 3197، 4662، 5550، 7078، 7447-

ابو بکرہ خطبہ حجۃ الوداع نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ نبی پاک نے یہ بھی فرمایا، زمانہ اپنی اصل حالت پر گھوم آیا ہے اس ہیئت کی طرح جو اس دن تھی جب اللہ تعالی نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق کی سال بارہ ماہ پہ مشتمل ہے ان میں سے چار حرمت والے ہیں، تین تو پیدر پے، ذا القعدہ، ذوالحجہ اور محرم پھر انکے بعد مضری رجب جو جمادیٰ (ثانی) اور شعبان کے درمیان ہے، پھر فرمایا یہ کون سا مہینہ ہے؟ ہم نے کہا اللہ اور رسول ہی زیادہ جانتے ہیں آپ خاموش رہے ہمیں خیال ہوا کہ اسکا کوئی اور نام رکھیں گے، فرمایا کیا ذوالحجہ نہیں؟ ہم نے کہا کیوں نہیں، فرمایا یہ کون سا شہر ہے؟ ہم نے کہا اللہ و رسول ہی زیادہ جانتے ہیں، آپ خاموش رہے حتی کہ ہمارا گمان ہوا کوئی اور نام رکھ دیں گے فرمایا کیا یہ مکہ نہیں؟ کہا کیوں نہیں، فرمایا یہ آج کونسا دن ہے؟ کہا اللہ و رسول زیادہ جانتے ہیں، خاموش رہے ہمیں گمان ہوا کہ کوئی دیگر نام لیں گے، فرمایا کیا قربانی کا دن نہیں ہے؟ کہا کیوں نہیں، فرمایا بے شک تمہارے خون اور اموال۔ محمد کہتے ہیں میرا خیال ہے کہ اور تمہاری عزتیں بھی کہا تھا۔ تم پر ایسے ہی حرمت والی ہیں جیسے یہ تمہارے اس دن کی اس شہر میں اور اس ماہ میں حرمت ہے، تم عنقریب اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہو وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارہ میں سوال کرے گا، خبردار میرے بعد گمراہ نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارتے پھرو، اور جو یہاں موجود ہیں وہ دوسروں کو یہ باتیں پہنچادیں کہ شائد انکے بعض حاضرین کے بعض سے ان احادیث کو زیادہ یاد رکھنے والے ہوں، محمد جب یہ آخری بات بیان کرتے تو کہتے آنجناب نے بجا فرمایا، پھر نبی پاک نے دو مرتبہ فرمایا کیا میں نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا؟

عبدالوہاب، ابن عبدالمجید ثقفی، محمد، ابن سیرین اور ابن ابوبکرہ کا نام عبدالرحمن ہے، حدیث کی شرح کتاب العلم اور کچھ مباحث کتاب الحج میں گزر چکے ہیں، محرم کے مہینہ کو سال کا پہلا ماہ بنانے کی حکمت بعض نے یہ ذکر کی ہے کہ تا کہ سال کا پہلا مہینہ بھی اور آخری بھی حرمت والا ہو پھر درمیان میں بھی ایک مہینہ حرمت کا ہو یعنی رجب، آخر میں مسلسل دو حرمت والے حرمت والے مہینے (یعنی ذوالحجہ اور محرم) لانے سے ختام کی اہمیت اجاگر ہوئی کہ اعمال کا دارمدار خواتیم پر ہے۔

4407 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ أَنَّ أُنَاسًا مِنَ الْيَهُودِ قَالُوا لَوْ نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِينَا لَاتَّخَذْنَا ذَلِكَ الْيَوْمَ عِيدًا فَقَالَ عُمَرُ أَيَّةُ آيَةٍ فَقَالُوا (الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي) فَقَالَ عُمَرُ

إِنِّي لَأَعْلَمُ أَيَّ مَكَانٍ أُنْزِلَتْ أُنْزِلَتْ وَرَسُولُ اللَّهِﷺ وَاقِفٌ بِعَرَفَةَ

أطرافه 45، 4606، 7268-

طارق بن شہاب کہتے ہیں کچھ یہودیوں نے کہا اگر یہ آیت ہم پہ نازل ہوئی ہوتی تو ہم اسکے یوم نزول کو عید بنا لیتے، حضرت عمر نے کہا کونسی آیت؟ کہا یہ آیت:(اليوم أكملت لكم دينكم الخ) تو حضرت عمر نے کہا البتہ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ کس جگہ نازل ہوئی، نبی اکرم اس وقت وقوفِ عرفہ میں مصروف تھے جب اسکا نزول ہوا۔

(أن أناسا من اليهود) کتاب الإیمان میں (أن رجلا من اليهود) تھا وہاں بیان کیا تھا کہ اس سے مراد کعب احبار ہیں اس میں ایک اشکال ہے کہ وہ تو مسلمان ہو چکے تھے ایک جواب یہ ہو سکتا ہے کہ اسلام لانے سے قبل یہ بات کہی تھی مگر اس کے لئے معکر یہ امر ہے کہ کہا گیا کہ وہ نبی اکرم کی حیات میں ہی حضرت علی کے ہاتھوں یمن میں اسلام قبول کر چکے تھے، اگر یہ ثابت ہے تو محتمل ہے کہ یہود کی ایک جماعت نے سوال کیا ہو وہ بھی ہمراہ ہوں بلکہ متولّیِ سوال وہی بنے ہوں، اس سے تمام روایات کی باہمی تطبیق ہو سکتی ہے، کتاب الإیمان میں اس بارے تفصیل بحث ہوئی ہے۔

4408 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي الأَسْوَدِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ نَوْفَلٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِﷺ فَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِحَجَّةٍ وَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِحَجٍّ وَعُمْرَةٍ وَأَهَلَّ رَسُولُ اللَّهِﷺ بِالْحَجِّ فَأَمَّا مَنْ أَهَلَّ بِالْحَجِّ أَوْ جَمَعَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَلَمْ يَحِلُّوا حَتَّى يَوْمَ النَّحْرِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ وَقَالَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنَا مَالِكٌ مِثْلَهُ

حضرت عائشہ روایت کرتی ہیں کہ ہم نبی پاک کے ہمراہ بغرضِ حج نکلے ہم میں سے بعض نے حج اور بعض نے حج وعمرہ، دونوں کا احرام باندھا تھا جبکہ نبی پاک نے حج کی نیت باندھی تھی تو جس نے اہلالِ حج کیا یا حج اور عمرہ کو جمع کیا وہ یوم نحر تک حلال نہ ہوئے۔

أطرافه 294، 305، 316، 317، 319، 328، 1516، 1518، 1556، 1560، 1561، 1562، 1638، 1650، 1709، 1720، 1733، 1757، 1762، 1771، 1772، 1783، 1786، 1787، 1788، 2952، 2984، 4395، 4401، 5329، 5548، 5559، 6157، 7229-

اس روایت کو امام مالک سے متعدد طرق کے ساتھ آگے ان کے دو طرق سے نقل کیا ہے عبداللہ بن یوسف کے طریق سے (في حجة الوداع) کی عبارت بھی ہے یہی مقصودِ ترجمہ ہے اول باب میں ایک دیگر شیخ کی وساطت سے بحوالہ مالک اتم سیاق کے ساتھ گزر چکی ہے۔

4409 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ هُوَ ابْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ عَادَنِي النَّبِيُّﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ مِنْ وَجَعٍ أَشْفَيْتُ مِنْهُ عَلَى الْمَوْتِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ بَلَغَ بِي مِنَ الْوَجَعِ مَا تَرَى وَأَنَا ذُو مَالٍ وَلَا يَرِثُنِي إِلَّا ابْنَةٌ لِي وَاحِدَةٌ أَفَأَتَصَدَّقُ بِثُلُثَيْ مَالِي قَالَ لَا قُلْتُ أَفَأَتَصَدَّقُ بِشَطْرِهِ قَالَ لَا قُلْتُ فَالثُّلُثِ قَالَ

وَالثُّلُثُ كَثِيرٌ إِنَّكَ أَنْ تَذَرَ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُونَ النَّاسَ وَلَسْتَ تُنْفِقُ نَفَقَةً تَبْتَغِي بِهَا وَجْهَ اللَّهِ إِلَّا أُجِرْتَ بِهَا حَتَّى اللُّقْمَةَ تَجْعَلُهَا فِي فِي امْرَأَتِكَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ آأُخَلَّفُ بَعْدَ أَصْحَابِي قَالَ إِنَّكَ لَنْ تُخَلَّفَ فَتَعْمَلَ عَمَلاً تَبْتَغِي بِهِ وَجْهَ اللَّهِ إِلَّا ازْدَدْتَ بِهِ دَرَجَةً وَرِفْعَةً وَلَعَلَّكَ تُخَلَّفُ حَتَّى يَنْتَفِعَ بِكَ أَقْوَامٌ وَيُضَرَّ بِكَ آخَرُونَ اللَّهُمَّ أَمْضِ لِأَصْحَابِي هِجْرَتَهُمْ وَلَا تَرُدَّهُمْ عَلَى أَعْقَابِهِمْ لَكِنِ الْبَائِسُ سَعْدُ ابْنُ خَوْلَةَ رَثَى لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ تُوُفِّيَ بِمَكَّةَ .

(ترجمہ کیلئے جلد دوم ص:۱۹۳)أطرافه 56، 1295، 2742، 2744، 3936، 5354، 5659، 5668، 6373 - 6733

الوصایا میں مشروحاً گزری ہے۔

4410 - حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهُمْ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ حَلَقَ رَأْسَهُ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ .طرفاه 1726، 4411

ابن عمر کہتے ہیں نبی پاک نے حج وداع میں سر مبارک کا حلق کروایا تھا

اسے دوطرق سے لائے ہیں الحج میں اس کی شرح مذکور ہو چکی ہے۔

4411 - حَدَّثَنَاعُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ أَخْبَرَهُ ابْنُ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ حَلَقَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَأُنَاسٌ مِنْ أَصْحَابِهِ وَقَصَّرَ بَعْضُهُمْ .(جلد دوم ص:۲۳۱)طرفاه 1726، 4410-

4412 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ أَقْبَلَ يَسِيرُ عَلَى حِمَارٍ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَائِمٌ بِمِنًى فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ يُصَلِّي بِالنَّاسِ فَسَارَ الْحِمَارُ بَيْنَ يَدَيْ بَعْضِ الصَّفِّ ثُمَّ نَزَلَ عَنْهُ فَصَفَّ مَعَ النَّاسِ .أطرافه 76، 493، 861، 1857

ابن عباس کہتے ہیں نبی پاک حج وداع کے موقع پہ منی میں نماز پڑھا رہے تھے کہ وہ اپنی گدھی پر سوار آئے اور صف کے کچھ حصہ کے آگے سے گزر کر اترے اور صف میں مل گئے

منی میں اقامتِ جماعت کی بابت ابن عباس کی یہ روایت ابواب السترۃ میں مشروح ہے۔

4413 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ سُئِلَ أُسَامَةُ وَأَنَا شَاهِدٌ عَنْ سَيْرِ النَّبِيِّ ﷺ فِي حَجَّتِهِ فَقَالَ الْعَنَقَ فَإِذَا وَجَدَ فَجْوَةً نَصَّ .طرفاه 1666، 2999-

حضرت اسامہ سے نبی پاک کی سواری کی چال کے بارہ میں پوچھا گیا، کہنے لگے آہستگی سے چلتی تھی اور اگر خالی جگہ ملتی تو قدرے تیز رفتاری سے

یہ بھی انجح میں مشروح ہے۔علامہ انور(العنق) کی تشریح میں لکھتے ہیں ایسی چال جس میں سواری کی گردن ہلے (یعنی آہستہ روی سے) نص جو اس سے ذرا تیز ہو۔

4414 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَزِيدَ الْخَطْمِيِّ أَنَّ أَبَا أَيُّوبَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ صَلَّى مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ جَمِيعًا. طرفه 1674 -

ابوایوب راوی ہیں کہ انہوں نے حج وداع میں نبی پاک کے ہمراہ مغرب اور عشاء کی نمازیں جمع کر کے ادا کیں

یہ بھی انجح میں مشروح ہے۔

78 - باب غَزْوَةُ تَبُوكَ (غزوہِ تبوک)

وَهِيَ غَزْوَةُ الْعُسْرَةِ. اسے غزوۃ العسرۃ کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے

اس ترجمہ کو حجۃ الوداع کے بعد ذکر کرنا خطا ہے میرا خیال ہے کہ یہ ناقلینِ بخاری کا سہو ہے،غزوہ تبوک بالاتفاق حجِ وداع سے قبل سن ۹ ھ کے ماہِ رجب میں تھا،ابن عائذ کی حدیثِ ابن عباس میں ذکر ہے کہ طائف سے واپسی کے چھ ماہ بعد تبوک کی طرف روانگی ہوئی تھی یہ بعض کے اسے رجب میں قرار دینے کے مخالف نہیں کیونکہ کسور حذف کر کے رجب ہی بنتا ہے کیونکہ آپکی طائف سے مدینہ آمد ذی الحجہ میں ہوئی تھی (تو جس نے طائف کے چھ ماہ بعد پھر ماہِ رجب میں کہا گویا اس نے ذوالحجہ کے باقی ماندہ ایام کا اس حساب میں شمار نہیں کیا)۔

تبوک ایک معروف موضع تھا مدینہ اور شام کے وسطِ راہ میں واقع،کہا جاتا ہے کہ مدینہ سے چودہ مراحل کی مسافت پر،المحکم میں اسے ثلاثی صحیح میں مذکور کیا ہے البتہ ابن قتیبہ کی کلام اس کے معتل ہونے کو مقتضی ہے انہوں نے ایک روایت نقل کی جس کے الفاظ ہیں:(جاء النبی ﷺ وهم يبكون (فتح الباری میں یہی لفظ ہے مگر درست جیسا کہ آگے ذکر کیا۔ يبوكون۔ ہے) مكان مائها بقدح فقال ما زلتم تبوكونها) تو تب سے اسے تبوک کہا جانے لگا۔

(وهى غزوة العسرة) باب کی پہلی حدیث میں(جيش العسرة) ہے، یہ اللہ تعالی کے اس فرمانِ قرآنی:(الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ)[التوبة:۱۱۷] سے ماخوذ ہے، یہ غزوہ تبوک کے بارہ میں ہے،حدیث ابن عباس میں ہے کہ حضرت عمر سے کہا گیا ہمیں کچھ ساعتِ عسرت کی بابت بتلا یئے،کہا ہم قیظِ شدید (یعنی سخت گرمی) میں تبوک نکلے تو راستے میں شدید پیاس کا شکار ہوئے،اسے ابن خزیمہ نے تخریج کیا ہے تفسیر عبد الرزاق میں معمر عن ابن عقیل کے طریق سے ہے کہتے ہیں:(خرجوا فی قلة من الظهر وفی حر شديد) کہ نہایت گرمی کے عالم میں نکلے،سواریاں بھی کم تھیں شدتِ پیاس سے اونٹوں کو ذبح کر کے ان کے کرش (یعنی اوجھری) میں موجود پانی سے پیاس بجھاتے تھے(وكان ذلك عسرة من الماء وفى الظهر وفى النفقة فسميت غزوة العسرة) کہ ہر چیز کی تنگی تھی اس سے اس کا نام غزوۃ العسرۃ پڑا

تبوک کے لفظ میں مشہور اس کا غیر منصرف ہونا ہے،تانیث اور علمیت کی وجہ سے،جس نے منصرف کے بطور پڑھا اس کے مدِ

نظر موضع تھا، احادیثِ صحیحہ میں اسی نام سے مذکور ہے ایک حدیثِ مسلم میں ہے: (إنکم ستأتون غداً عینَ تبوك) اسے احمد اور بزار نے حضرت حذیفہ سے نقل کیا، بعض کے مطابق اس کا یہ نام نبی اکرم کے ان دو آدمیوں سے جو سب سے آگے پہنچ کر تبوک کے چشمہ سے پانی بھر رہے تھے، اس قول پر پڑا: (ما زلتما تبو کانها منذ الیوم) (یعنی تم دونوں دن بھر سے اسی کے ساتھ مشغول ہو) بقول ابن قتیبہ تب سے اس نام سے پکارا جانے لگا، (مگر نبی پاک نے تو جیسا کہ روایت کے الفاظ ہیں، اس سے قبل ہی اسے تبوک کے نام سے پکارا: ستأتون غداً عین تبوك، وہاں پہنچ کر ان دو آدمیوں کو پانی نکالتے دیکھ کر اسکے نام کی مناسبت سے ازرہِ تفنن: تبو کانها، کہا) بوك کالحفر (یعنی گڑھا)، مالک اور مسلم کے ہاں بھی یہ حدیث ہے مگر بغیر اس لفظ کے، انہوں نے اسے معاذ بن جبل سے روایت کیا ہے، اس میں ہے کہ آنجناب نے اثنائے سفر فرمایا تم ان شاء اللہ کل تبوک کے چشمہ پر ہو گے تو وہاں پہنچ کر کوئی اس کا پانی استعمال نہ کرے، کہتے ہیں ہم آئے تو دیکھا کہ دو آدمی ہم سے قبل وہاں پہنچ چکے ہیں اور چشمہ ایک شراک (یعنی تسمہ) کی طرح دکھائی دے رہا تھا جس میں پانی کی نہایت کم مقدار تھی، اس میں ہے کہ نبی اکرم نے اس سے کچھ پانی لے کر چہرۂ مبارک اور ہاتھوں کو دھویا اور بچے پانی کو اس میں گرا دیا جس سے وہ ابل پڑا اور کثیر پانی ظاہر ہوا

اس غزوہ کے سبب کا ذکر کرتے ہوئے ابن سعد اور ان کے شیخ وغیرہما لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کو شام کے ان تاجروں کے ذریعہ جو مدینہ میں زیت لے کر آتے تھے، خبر ملی کہ رومی اپنی قوت اکٹھی کر رہے ہیں اور لخم وجذام وغیرہ عیسائی عرب قبائل کو بھی ساتھ ملا لیا ہے اور ان کا مقدمۃ الجیش بلقاء تک آپہنچا ہے (یعنی مدینہ پر حملہ کا ارادہ ہے) اس پر نبی اکرم نے لوگوں کو نکلنے کی تیاری کا کہا اور سابقہ پالیسیوں کے برعکس پہلے سے بتلا دیا کہ کس طرف کا ارادہ ہے، طبرانی کے ہاں حدیثِ عمران بن حصین میں ہے کہ نصاریٰ عرب نے ہرقل کو لکھا کہ یہ شخص جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے، ختم ہو چکا اور ان کے ساتھی قحط سالی کا شکار ہیں چنانچہ اس نے عظمائے روم میں سے ایک امیر قباذ نامی کی سرکردگی میں چالیس ہزار کا لشکر روانہ کیا نبی اکرم کو خبر ملی اس وقت مسلمانوں کی کوئی تیاری نہ تھی کہتے ہیں حضرت عثمان کا شام کیلئے دوسو اونٹوں پر مشتمل تجارتی قافلہ تیار تھا انہوں نے وہ سارا خدمتِ نبوی میں پیش کر دیا، دوسو اوقیہ بھی دیئے میں نے سنا آپ فرما رہے تھے آج کے بعد عثمان کو اس کا کوئی عمل نقصان نہ دے گا، ترمذی اور حاکم نے عبدالرحمٰن بن حبان سے بھی نحوہ نقل کیا ہے، ابوسعید شرف المصطفیٰ اور بیہقی الدلائل میں شہر بن حوشب عن عبدالرحمٰن بن غنم کے حوالے سے ناقل ہیں کہ یہودیوں نے کہا اے ابوالقاسم اگر آپ سچے نبی ہیں تو ارضِ شام کو چلے جائیں وہی ارضِ محشر اور ارضِ انبیاء ہے اس پر آپ غزوہ تبوک کیلئے چلے، اصل مقصد شام تک رسائی تھی، تبوک پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے سورۂ بنی اسرائیل کی یہ آیات نازل کیں: (وَ إِن كَادُوا لَيَسْتَفِزُّونَكَ مِنَ الْأَرْضِ لِيُخْرِجُوكَ مِنْهَا) [الإسراء: ٧٦]۔ (گویا اس پر آپ نے آگے جانے کا ارادہ منسوخ کر دیا) اس کی اسناد حسن ہے اگرچہ مرسل ہے۔

4415 - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ أَرْسَلَنِي أَصْحَابِي إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَسْأَلُهُ الْحُمْلَانَ لَهُمْ إِذْ هُمْ مَعَهُ فِي جَيْشِ الْعُسْرَةِ وَهِيَ غَزْوَةُ تَبُوكَ فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللَّهِ إِنَّ أَصْحَابِي أَرْسَلُونِي إِلَيْكَ لِتَحْمِلَهُمْ فَقَالَ وَاللَّهِ لَا أَحْمِلُكُمْ عَلَى شَيْءٍ وَوَافَقْتُهُ وَهُوَ غَضْبَانُ وَلَا أَشْعُرُ

وَرَجَعْتُ حَزِينًا مِنْ مَنْعِ النَّبِيِّ ﷺ وَمِنْ مَخَافَةِ أَنْ يَكُونَ النَّبِيُّ ﷺ وَجَدَ فِي نَفْسِهِ عَلَيَّ فَرَجَعْتُ إِلَى أَصْحَابِي فَأَخْبَرْتُهُمُ الَّذِي قَالَ النَّبِيُّ ﷺ ، فَلَمْ أَلْبَثْ إِلَّا سُوَيْعَةً إِذْ سَمِعْتُ بِلَالًا يُنَادِي أَيْ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ قَيْسٍ فَأَجَبْتُهُ فَقَالَ أَجِبْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَدْعُوكَ فَلَمَّا أَتَيْتُهُ قَالَ خُذْ هَذَيْنِ الْقَرِينَيْنِ وَهَذَيْنِ الْقَرِينَيْنِ لِسِتَّةِ أَبْعِرَةٍ ابْتَاعَهُنَّ حِينَئِذٍ مِنْ سَعْدٍ فَانْطَلِقْ بِهِنَّ إِلَى أَصْحَابِكَ فَقُلْ إِنَّ اللَّهَ أَوْ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَحْمِلُكُمْ عَلَى هَؤُلَاءِ فَارْكَبُوهُنَّ فَانْطَلَقْتُ إِلَيْهِمْ بِهِنَّ فَقُلْتُ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ يَحْمِلُكُمْ عَلَى هَؤُلَاءِ وَلَكِنِّي وَاللَّهِ لَا أَدَعُكُمْ حَتَّى يَنْطَلِقَ مَعِي بَعْضُكُمْ إِلَى مَنْ سَمِعَ مَقَالَةَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لَا تَظُنُّوا أَنِّي حَدَّثْتُكُمْ شَيْئًا لَمْ يَقُلْهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالُوا لِي إِنَّكَ عِنْدَنَا لَمُصَدَّقٌ وَلَنَفْعَلَنَّ مَا أَحْبَبْتَ فَانْطَلَقَ أَبُو مُوسَى بِنَفَرٍ مِنْهُمْ حَتَّى أَتَوُا الَّذِينَ سَمِعُوا قَوْلَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مَنْعَهُ إِيَّاهُمْ ثُمَّ إِعْطَاءَهُمْ بَعْدُ فَحَدَّثُوهُمْ بِمِثْلِ مَا حَدَّثَهُمْ بِهِ أَبُو مُوسَى

اطرافه 3133، 4385، 5517، 5518، 6623، 6649، 6678، 6680، 6718، 6719، 6721، 7555-

ابوموسیٰؓ کہتے ہیں میرے ساتھیوں نے، جو رسول اللہ کے ساتھ اس غزوہ میں آئے تھے، مجھے آپ سے سواریاں مانگنے کے لیے بھیجا، میں نے آپ کے پاس آ کر عرض کی کہ یا رسول اللہ! میرے ساتھیوں نے مجھے سواریاں لینے کے لیے بھیجا ہے تو آپ نے فرمایا اللہ کی قسم! میں ان کو کسی چیز پر سوار نہ کروں گا، آپ دراصل پہلے سے غصہ میں تھے لیکن میں نہ سمجھا، میں بہت رنجیدہ ہو کر لوٹا مجھے ایک رنج تو یہ تھا کہ نبی پاک نے سواری نہیں دی اور دوسرا یہ کہ کہیں آپ ناراض نہ ہو گئے ہوں، میں اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور رسول اللہ نے جو کہا تھا ان سے بیان کر دیا، تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ میں نے سنا کہ بلالؓ آواز دے رہے ہیں اے عبداللہ بن قیس! میں ان کے پاس گیا تو انھوں نے کہا کہ تمھیں رسول اللہ یاد فرماتے ہیں میں آپ کے پاس گیا تو آپ نے فرمایا یہ دو اونٹ اور یہ دو اونٹ اور یہ دو اونٹ (یعنی) چھ اونٹ لے جا، آپ نے یہ دو اونٹ اسی وقت سعد بن عبادہؓ سے خریدے تھے پھر فرمایا یہ اونٹ اپنے ساتھیوں کے پاس لے جا اور ان سے کہہ کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے یہ کہا کہ اللہ کے رسول اللہ نے تمھیں یہ اونٹ سواری کے لیے دیے ہیں، میں وہ اونٹ لے کر اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور کہا کہ رسول اللہ نے تمھیں یہ اونٹ سواری کے لیے دیئے ہیں لیکن اللہ کی قسم! میں تمھیں ہرگز نہ چھوڑوں گا جب تک تم میں سے چند آدمی میرے ساتھ اس شخص کے پاس نہ چلیں جس نے آپ کا (سواری دینے سے) منع کرنا سنا ہے، کہیں یہ نہ سمجھنا کہ میں نے تم لوگوں سے ایک ایسی بات کہہ دی جو کہ رسول اللہ نے نہیں کہی تھی، انھوں نے مجھ سے کہا کہ ہم تمھیں سچا سمجھتے ہیں اور اگر تم (تصدیق کرانا) اچھا سمجھتے ہو تو ہم ایسا ہی کریں گے، پھر ابوموسیٰؓ ان میں سے چند آدمی ساتھ لے کر ان لوگوں کے پاس آئے جنھوں نے رسول اللہ کا یہ ارشاد سنا تھا کہ پہلے آپ نے انھیں سواری دینے سے انکار کیا تھا اور پھر اس کے بعد سواری عنایت فرمائی، تو انھوں نے وہی بیان کیا جو ابوموسیٰؓ نے اپنے ساتھیوں سے بیان کیا تھا۔

(لا أجد ما أحملكم عليه) موسیٰ بن عقبہ کی زہری سے روایت میں ہے کہ متعدد اصحابِ رسول جو سب تنگدست تھے اور پیچھے رہنا نہ چاہتے تھے، نے آپ سے مطالبہ کیا کہ انہیں سواریاں مہیا کی جائیں ان میں کئی انصاری اور مزنی بھی تھے آپ نے

فرمایا:(لا أجد) یعنی موجود نہیں ہیں، سیرت ابن اسحاق مین ہے کہ بکائین (یعنی جن کے بارہ میں قرآن میں ذکر ہوا کہ آپ سے سواریاں مانگیں آپ نے جب کہا میں نہیں پاتا جن پر تمہیں سوار کراؤں تو آنسو بہاتی آنکھوں سے واپس ہوئے) سات افراد تھے: سالم بن عمیر، ابولیلی بن کعب، عمرو بن الحمام، عبداللہ بن مغفل، بعض نے ان کی جگہ ابن غنمہ ذکر کیا، علیہ بن زید، ہرمی بن عبداللہ، عریاض بن ساریہ اور سلمہ بن صخر، کہتے ہیں مجھے کسی نے بتلایا کہ ابویاسر یہودی بعض کے مطابق ابن یامین نے ابولیلی اور ابن مغفل کو سواری مہیا کی ایک قول یہ ہے کہ ان سے مراد بنی مقرن ہیں جو سات بھائی تھے (حضرت نعمان بن مقرن اور ان کے بھائی)۔

(خذ هذين القرنين) یعنی ایک ساتھ بندھے دو اونٹ، بعض اس کا معنی ہم مثل دو اونٹ، کرتے ہیں ابوذر کی مستملی سے روایتِ صحیح بخاری میں (هاتين القرينتين) ہے یعنی (ناقتين) قبل ازیں اشعریوں کے تذکرہ میں گزرا کہ آنجناب نے سواری کیلئے انہیں پانچ اونٹ عطا کئے (بخمس ذود) اور فرمایا: (هذا بستة أبعرة) تو یا تو تعددِ قصہ ہے یا پانچ کے علاوہ بعد ازاں مزید ایک اونٹ دیا، جہاں تک راوی کا یہاں (هاتين القرينتين) کہنا ہے تو محتمل ہے کہ یہ راوی کا اختصار ہو، یا پہلی مرتبہ دو دئے پھر بعد ازاں چار کیونکہ قرین کا اطلاق واحد پر بھی اور زیادہ پر بھی ہوتا ہے وہ روایت جس میں (هذين القرينين) ہے یعنی اولاً مذکر پھر مؤنث، تو اولی سے مراد بعیر اور ثانیہ (علی إرادة الاختصاص لا علی الوصفية) ہے۔

(ابتاعهن) نسخہ کشمیہنی میں (ابتاعهم) ہے، آگے بھی ضمیرِ جمع مذکر استعمال کی لیکن یہ تحریف ہے جماعت کی روایت ہی اولیٰ ہے کیونکہ جمعِ غیر ذی العاقل ہے۔

(من سعد) ابن حجر لکھتے ہیں ابھی تک میں تعین نہیں کر سکا کہ کون سے سعد مراد ہیں؟ مگر مجھے لگتا ہے کہ یہ سعد بن عبادہ ہیں حدیثِ ہذا میں حالف کے اپنی قسم میں حانث ہونے کا جواز و ثبوت ہے جب دیکھے کہ ایسا کرنا خیر ہے، اس بارے الأیمان والنذور میں بحث آئے گی، حالتِ غضب میں انعقادِ قسم بھی ثابت ہوا باقی مباحث وہیں ذکر ہوں گے۔

علامہ انور (خذ هذين القرينين) کی بابت لکھتے ہیں عرب ایک جیسی طبع و عمر والے اونٹوں کو دو دو کر کے ایک ہی رسی میں باندھتے تھے انہیں قرینان کہا جاتا تھا، بزبانِ ہندی اسے (جوت) کہتے ہیں (شائد یہ جوٹا ہو)۔ اسے مسلم نے بھی تخریج کیا ہے۔

4416 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ خَرَجَ إِلَى تَبُوكَ وَاسْتَخْلَفَ عَلِيًّا فَقَالَ أَتُخَلِّفُنِي فِي الصِّبْيَانِ وَالنِّسَاءِ قَالَ أَلَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَيْسَ نَبِيٌّ بَعْدِي وَقَالَ أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ سَمِعْتُ مُصْعَبًا . (ترجمہ کیلئے جلد پنجم ص:۴۵۵) طرفہ 3707 -

یحی سے مراد قطان ہیں جبکہ حکم، ابن عتیبہ ہیں۔ (بمنزلة هارون) حاکم کی مرسلِ عطاء جسے اکلیل میں نقل کیا، میں ہے: (یاعلی اُخلُفنی فی أهلی واضرب وخذ وعِظ) پھر ازواجِ مطہرات کو ہدایت کی کہ علی کی سمع و اطاعت کرنا۔ (وقال أبوداؤد الخ) یہ طیالسی ہیں حکم کی مصعب سے تصریحِ سماعت کا ذکر مقصود ہے، اسے ابونعیم نے مستخرج اور بیہقی نے الدلائل میں موصول کیا ہے۔

اسے مسلم نے (الفضائل) اور نسائی نے (المناقب) میں نقل کیا ہے۔

4417 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ سَمِعْتُ عَطَاءً يُخْبِرُ قَالَ أَخْبَرَنِي صَفْوَانُ بْنُ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الْعُسْرَةَ قَالَ كَانَ يَعْلَى يَقُولُ تِلْكَ الْغَزْوَةُ أَوْثَقُ أَعْمَالِي عِنْدِي قَالَ عَطَاءٌ فَقَالَ صَفْوَانُ قَالَ يَعْلَى فَكَانَ لِي أَجِيرٌ فَقَاتَلَ إِنْسَانًا فَعَضَّ أَحَدُهُمَا يَدَ الآخَرِ قَالَ عَطَاءٌ فَلَقَدْ أَخْبَرَنِي صَفْوَانُ أَيُّهُمَا عَضَّ الآخَرَ فَنَسِيتُهُ قَالَ فَانْتَزَعَ الْمَعْضُوضُ يَدَهُ مِنْ فِي الْعَاضِّ فَانْتَزَعَ إِحْدَى ثَنِيَّتَيْهِ فَأَتَيَا النَّبِيَّ ﷺ فَأَهْدَرَ ثَنِيَّتَهُ قَالَ عَطَاءٌ وَحَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَفَيَدَعُ يَدَهُ فِي فِيكَ تَقْضَمُهَا كَأَنَّهَا فِي فِي فَحْلٍ يَقْضَمُهَا

(ترجمہ کیلئے جلد سوم ص: ۴۵۵)أطرافه 1848، 2265، 2973، 6893-

الإجارة میں یہ روایت گزر چکی ہے۔(قال عطاء) اسی کے ساتھ موصول ہے۔(فقاتل إنسانا الخ) اس بارے تفصیلی بحث کتاب الدیات میں آئے گی۔

علامہ انور لکھتے ہیں واقدی کے مطابق غزوۂ تبوک میں صحابہ کی تعداد ستر ہزار تھی، واقدی کی بابت رقمطراز ہیں کہ ان میں انہوں (یعنی علمائے اسماء الرجال) نے کلام کی ہے میرے نزدیک ان کا معاملہ حاطبِ لیل کا سا ہے (یعنی رات کے وقت ایندھن جمع کرنے والا) جو رجل وخیل کو جمع کر لیتا اور ہر رطب ویابس اکٹھا کرتا ہے، صحیح بھی اور سقیم بھی، یہ کذاب نہیں، امام احمد سے پہلے گزرے اور عمر میں ان سے بڑے تھے مگر دوستوں کے فقدان اور مددگاروں کی قلت نے انہیں ضائع کر دیا تو ان میں جس نے چاہا کلام کی، کوئی جواب دینے والا نہ تھا اب دارقطنی کو دیکھو وہ بھی ہر قسم کی حدیث نقل کر دیتے ہیں لیکن چونکہ شافعی المذہب ہیں لہذا ان کے حمایتی کثیر ہوئے تو ایسے مشہور ہیں جیسے سورج رابعۂ نہار (یعنی چوتھے گھنٹہ) میں، اور واقدی مجروح کا مجروح رہا کوئی ان کا دفاع کرنے والا نہ ہوا تو میری نظر میں یہ ان کا معاملہ ہے کہ ضعاف وصحاح کے جامع ہیں اور اس طرزِ عمل میں یہ منفرد نہیں دوسرے کئی نے بھی یہی کیا اس بابت اذواق مختلف ہیں بعض یہی طرزِ عمل اختیار کرتے جبکہ بعض اسے برا سمجھتے ہیں اور وہی کچھ نقل کرتے ہیں جو معتبر ہو۔

79 - باب حَدِيثُ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ (حضرت کعب بن مالک کا قصہ)

وَقَوْلُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ (وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خُلِّفُوا) اللہ تعالی کا فرمان: (ترجمہ) اوران تینوں کی توبہ قبول کی جو پیچھے چھوڑے گئے۔

آیت پر شرح حدیث کے اثناء کلام آئے گی۔

4418 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ وَكَانَ قَائِدَ كَعْبٍ مِنْ بَنِيهِ حِينَ عَمِيَ قَالَ سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ يُحَدِّثُ حِينَ تَخَلَّفَ عَنْ قِصَّةِ تَبُوكَ قَالَ كَعْبٌ لَمْ أَتَخَلَّفْ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي غَزْوَةٍ غَزَاهَا إِلاَّ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ غَيْرَ أَنِّي

كُنْتُ تَخَلَّفْتُ فِي غَزْوَةِ بَدْرٍ وَلَمْ يُعَاتِبْ أَحَدًا تَخَلَّفَ عَنْهَا إِنَّمَا خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُرِيدُ عِيرَ قُرَيْشٍ حَتَّى جَمَعَ اللَّهُ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ عَدُوِّهِمْ عَلَى غَيْرِ مِيعَادٍ وَلَقَدْ شَهِدْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لَيْلَةَ الْعَقَبَةِ حِينَ تَوَاثَقْنَا عَلَى الإِسْلَامِ وَمَا أُحِبُّ أَنَّ لِي بِهَا مَشْهَدَ بَدْرٍ وَإِنْ كَانَتْ بَدْرٌ أَذْكَرَ فِي النَّاسِ مِنْهَا كَانَ مِنْ خَبَرِي أَنِّي لَمْ أَكُنْ قَطُّ أَقْوَى وَلاَ أَيْسَرَ حِينَ تَخَلَّفْتُ عَنْهُ فِي تِلْكَ الْغَزْوَةِ وَاللَّهِ مَا اجْتَمَعَتْ عِنْدِي قَبْلَهُ رَاحِلَتَانِ قَطُّ حَتَّى جَمَعْتُهُمَا فِي تِلْكَ الْغَزْوَةِ وَلَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُرِيدُ غَزْوَةً إِلاَّ وَرَّى بِغَيْرِهَا حَتَّى كَانَتْ تِلْكَ الْغَزْوَةُ غَزَاهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي حَرٍّ شَدِيدٍ وَاسْتَقْبَلَ سَفَرًا بَعِيدًا وَمَفَازًا وَعَدُوًّا كَثِيرًا فَجَلَّى لِلْمُسْلِمِينَ أَمْرَهُمْ لِيَتَأَهَّبُوا أُهْبَةَ غَزْوِهِمْ فَأَخْبَرَهُمْ بِوَجْهِهِ الَّذِي يُرِيدُ وَالْمُسْلِمُونَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ كَثِيرٌ وَلاَ يَجْمَعُهُمْ كِتَابٌ حَافِظٌ يُرِيدُ الدِّيوَانَ قَالَ كَعْبٌ فَمَا رَجُلٌ يُرِيدُ أَنْ يَتَغَيَّبَ إِلاَّ ظَنَّ أَنْ سَيَخْفَى لَهُ مَا لَمْ يَنْزِلْ فِيهِ وَحْيُ اللَّهِ وَغَزَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ تِلْكَ الْغَزْوَةَ حِينَ طَابَتِ الثِّمَارُ وَالظِّلاَلُ وَتَجَهَّزَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَالْمُسْلِمُونَ مَعَهُ فَطَفِقْتُ أَغْدُو لِكَيْ أَتَجَهَّزَ مَعَهُمْ فَأَرْجِعُ وَلَمْ أَقْضِ شَيْئًا فَأَقُولُ فِي نَفْسِي أَنَا قَادِرٌ عَلَيْهِ فَلَمْ يَزَلْ يَتَمَادَى بِي حَتَّى اشْتَدَّ بِالنَّاسِ الْجِدُّ فَأَصْبَحَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَالْمُسْلِمُونَ مَعَهُ وَلَمْ أَقْضِ مِنْ جَهَازِي شَيْئًا فَقُلْتُ أَتَجَهَّزُ بَعْدَهُ بِيَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ ثُمَّ أَلْحَقُهُمْ فَغَدَوْتُ بَعْدَ أَنْ فَصَلُوا لأَتَجَهَّزَ فَرَجَعْتُ وَلَمْ أَقْضِ شَيْئًا ثُمَّ غَدَوْتُ ثُمَّ رَجَعْتُ وَلَمْ أَقْضِ شَيْئًا فَلَمْ يَزَلْ بِي حَتَّى أَسْرَعُوا وَتَفَارَطَ الْغَزْوُ وَهَمَمْتُ أَنْ أَرْتَحِلَ فَأُدْرِكَهُمْ وَلَيْتَنِي فَعَلْتُ فَلَمْ يُقَدَّرْ لِي ذَلِكَ فَكُنْتُ إِذَا خَرَجْتُ فِي النَّاسِ بَعْدَ خُرُوجِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَطُفْتُ فِيهِمْ أَحْزَنَنِي أَنِّي لاَ أَرَى إِلاَّ رَجُلاً مَغْمُوصًا عَلَيْهِ النِّفَاقُ أَوْ رَجُلاً مِمَّنْ عَذَرَ اللَّهُ مِنَ الضُّعَفَاءِ وَلَمْ يَذْكُرْنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حَتَّى بَلَغَ تَبُوكَ فَقَالَ وَهُوَ جَالِسٌ فِي الْقَوْمِ بِتَبُوكَ مَا فَعَلَ كَعْبٌ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي سَلِمَةَ يَا رَسُولَ اللَّهِ حَبَسَهُ بُرْدَاهُ وَنَظَرُهُ فِي عِطْفِهِ فَقَالَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ بِئْسَ مَا قُلْتَ وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ إِلاَّ خَيْرًا فَسَكَتَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَالَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ فَلَمَّا بَلَغَنِي أَنَّهُ تَوَجَّهَ قَافِلاً حَضَرَنِي هَمِّي وَطَفِقْتُ أَتَذَكَّرُ الْكَذِبَ وَأَقُولُ بِمَاذَا أَخْرُجُ مِنْ سَخَطِهِ غَدًا وَاسْتَعَنْتُ عَلَى ذَلِكَ بِكُلِّ ذِي رَأْيٍ مِنْ أَهْلِي فَلَمَّا قِيلَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَدْ أَظَلَّ قَادِمًا زَاحَ عَنِّي الْبَاطِلُ وَعَرَفْتُ أَنِّي لَنْ أَخْرُجَ مِنْهُ أَبَدًا بِشَيْءٍ فِيهِ كَذِبٌ فَأَجْمَعْتُ صِدْقَهُ وَأَصْبَحَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَادِمًا

وَكَانَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ بَدَأَ بِالْمَسْجِدِ فَيَرْكَعُ فِيهِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ جَلَسَ لِلنَّاسِ فَلَمَّا فَعَلَ ذَلِكَ جَاءَهُ الْمُخَلَّفُونَ فَطَفِقُوا يَعْتَذِرُونَ إِلَيْهِ وَيَحْلِفُونَ لَهُ وَكَانُوا بِضْعَةً وَثَمَانِينَ رَجُلاً فَقَبِلَ مِنْهُمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلاَنِيَتَهُمْ وَبَايَعَهُمْ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمْ وَوَكَلَ سَرَائِرَهُمْ إِلَى اللَّهِ فَجِئْتُهُ فَلَمَّا سَلَّمْتُ عَلَيْهِ تَبَسَّمَ تَبَسُّمَ الْمُغْضَبِ ثُمَّ قَالَ تَعَالَ فَجِئْتُ أَمْشِي حَتَّى جَلَسْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ لِي مَا خَلَّفَكَ أَلَمْ تَكُنْ قَدِ ابْتَعْتَ ظَهْرَكَ فَقُلْتُ بَلَى إِنِّي وَاللَّهِ لَوْ جَلَسْتُ عِنْدَ غَيْرِكَ مِنْ أَهْلِ الدُّنْيَا لَرَأَيْتُ أَنْ سَأَخْرُجُ مِنْ سَخَطِهِ بِعُذْرٍ وَلَقَدْ أُعْطِيتُ جَدَلاً وَلَكِنِّي وَاللَّهِ لَقَدْ عَلِمْتُ لَئِنْ حَدَّثْتُكَ الْيَوْمَ حَدِيثَ كَذِبٍ تَرْضَى بِهِ عَنِّي لَيُوشِكَنَّ اللَّهُ أَنْ يُسْخِطَكَ عَلَيَّ وَلَئِنْ حَدَّثْتُكَ حَدِيثَ صِدْقٍ تَجِدُ عَلَيَّ فِيهِ إِنِّي لأَرْجُو فِيهِ عَفْوَ اللَّهِ لاَ وَاللَّهِ مَا كَانَ لِي مِنْ عُذْرٍ وَاللَّهِ مَا كُنْتُ قَطُّ أَقْوَى وَلاَ أَيْسَرَ مِنِّي حِينَ تَخَلَّفْتُ عَنْكَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَمَّا هَذَا فَقَدْ صَدَقَ فَقُمْ حَتَّى يَقْضِيَ اللَّهُ فِيكَ فَقُمْتُ وَثَارَ رِجَالٌ مِنْ بَنِي سَلِمَةَ فَاتَّبَعُونِي فَقَالُوا لِي وَاللَّهِ مَا عَلِمْنَاكَ كُنْتَ أَذْنَبْتَ ذَنْبًا قَبْلَ هَذَا وَلَقَدْ عَجَزْتَ أَنْ لاَ تَكُونَ اعْتَذَرْتَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِمَا اعْتَذَرَ إِلَيْهِ الْمُتَخَلِّفُونَ قَدْ كَانَ كَافِيَكَ ذَنْبَكَ اسْتِغْفَارُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لَكَ فَوَاللَّهِ مَا زَالُوا يُؤَنِّبُونِي حَتَّى أَرَدْتُ أَنْ أَرْجِعَ فَأُكَذِّبَ نَفْسِي ثُمَّ قُلْتُ لَهُمْ هَلْ لَقِيَ هَذَا مَعِي أَحَدٌ قَالُوا نَعَمْ رَجُلاَنِ قَالاَ مِثْلَ مَا قُلْتَ فَقِيلَ لَهُمَا مِثْلُ مَا قِيلَ لَكَ فَقُلْتُ مَنْ هُمَا قَالُوا مُرَارَةُ بْنُ الرَّبِيعِ الْعَمْرِيُّ وَهِلاَلُ بْنُ أُمَيَّةَ الْوَاقِفِيُّ فَذَكَرُوا لِي رَجُلَيْنِ صَالِحَيْنِ قَدْ شَهِدَا بَدْرًا فِيهِمَا إِسْوَةٌ فَمَضَيْتُ حِينَ ذَكَرُوهُمَا لِي وَنَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْمُسْلِمِينَ عَنْ كَلاَمِنَا أَيُّهَا الثَّلاَثَةُ مِنْ بَيْنِ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْهُ

فَاجْتَنَبَنَا النَّاسُ وَتَغَيَّرُوا لَنَا حَتَّى تَنَكَّرَتْ فِي نَفْسِي الأَرْضُ فَمَا هِيَ الَّتِي أَعْرِفُ فَلَبِثْنَا عَلَى ذَلِكَ خَمْسِينَ لَيْلَةً فَأَمَّا صَاحِبَايَ فَاسْتَكَانَا وَقَعَدَا فِي بُيُوتِهِمَا يَبْكِيَانِ وَأَمَّا أَنَا فَكُنْتُ أَشَبَّ الْقَوْمِ وَأَجْلَدَهُمْ فَكُنْتُ أَخْرُجُ فَأَشْهَدُ الصَّلاَةَ مَعَ الْمُسْلِمِينَ وَأَطُوفُ فِي الأَسْوَاقِ وَلاَ يُكَلِّمُنِي أَحَدٌ وَآتِي رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَأُسَلِّمُ عَلَيْهِ وَهُوَ فِي مَجْلِسِهِ بَعْدَ الصَّلاَةِ فَأَقُولُ فِي نَفْسِي هَلْ حَرَّكَ شَفَتَيْهِ بِرَدِّ السَّلاَمِ عَلَيَّ أَمْ لاَ ثُمَّ أُصَلِّي قَرِيبًا مِنْهُ فَأُسَارِقُهُ النَّظَرَ فَإِذَا أَقْبَلْتُ عَلَى صَلاَتِي أَقْبَلَ إِلَيَّ وَإِذَا الْتَفَتُّ نَحْوَهُ أَعْرَضَ عَنِّي حَتَّى إِذَا طَالَ عَلَيَّ ذَلِكَ مِنْ جَفْوَةِ النَّاسِ مَشَيْتُ حَتَّى تَسَوَّرْتُ جِدَارَ حَائِطِ أَبِي قَتَادَةَ وَهُوَ ابْنُ عَمِّي

وَأَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَوَاللَّهِ مَا رَدَّ عَلَيَّ السَّلَامَ فَقُلْتُ يَا أَبَا قَتَادَةَ أَنْشُدُكَ بِاللَّهِ هَلْ تَعْلَمُنِي أُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَسَكَتَ فَعُدْتُ لَهُ فَنَشَدْتُهُ فَسَكَتَ فَعُدْتُ لَهُ فَنَشَدْتُهُ فَقَالَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ فَفَاضَتْ عَيْنَايَ وَتَوَلَّيْتُ حَتَّى تَسَوَّرْتُ الْجِدَارَ قَالَ فَبَيْنَا أَنَا أَمْشِي بِسُوقِ الْمَدِينَةِ إِذَا نَبَطِيٌّ مِنْ أَنْبَاطِ أَهْلِ الشَّأْمِ مِمَّنْ قَدِمَ بِالطَّعَامِ يَبِيعُهُ بِالْمَدِينَةِ يَقُولُ مَنْ يَدُلُّ عَلَى كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ فَطَفِقَ النَّاسُ يُشِيرُونَ لَهُ حَتَّى إِذَا جَاءَ نِي دَفَعَ إِلَيَّ كِتَابًا مِنْ مَلِكِ غَسَّانَ فَإِذَا فِيهِ أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّهُ قَدْ بَلَغَنِي أَنَّ صَاحِبَكَ قَدْ جَفَاكَ وَلَمْ يَجْعَلْكَ اللَّهُ بِدَارِ هَوَانٍ وَلَا مَضْيَعَةٍ فَالْحَقْ بِنَا نُوَاسِكَ فَقُلْتُ لَمَّا قَرَأْتُهَا وَهَذَا أَيْضًا مِنَ الْبَلَاءِ فَتَيَمَّمْتُ بِهَا التَّنُّورَ فَسَجَرْتُهُ بِهَا حَتَّى إِذَا مَضَتْ أَرْبَعُونَ لَيْلَةً مِنَ الْخَمْسِينَ إِذَا رَسُولُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَأْتِينِي فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَأْمُرُكَ أَنْ تَعْتَزِلَ امْرَأَتَكَ فَقُلْتُ أُطَلِّقُهَا أَمْ مَاذَا أَفْعَلُ قَالَ لَا بَلِ اعْتَزِلْهَا وَلَا تَقْرَبْهَا وَأَرْسَلَ إِلَى صَاحِبَيَّ مِثْلَ ذَلِكَ فَقُلْتُ لِامْرَأَتِي الْحَقِي بِأَهْلِكِ فَتَكُونِي عِنْدَهُمْ حَتَّى يَقْضِيَ اللَّهُ فِي هَذَا الْأَمْرِ قَالَ كَعْبٌ فَجَاءَتِ امْرَأَةُ هِلَالِ بْنِ أُمَيَّةَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ هِلَالَ بْنَ أُمَيَّةَ شَيْخٌ ضَائِعٌ لَيْسَ لَهُ خَادِمٌ فَهَلْ تَكْرَهُ أَنْ أَخْدُمَهُ قَالَ لَا وَلَكِنْ لَا يَقْرَبْكِ قَالَتْ إِنَّهُ وَاللَّهِ مَا بِهِ حَرَكَةٌ إِلَى شَيْءٍ وَاللَّهِ مَا زَالَ يَبْكِي مُنْذُ كَانَ مِنْ أَمْرِهِ مَا كَانَ إِلَى يَوْمِهِ هَذَا فَقَالَ لِي بَعْضُ أَهْلِي لَوِ اسْتَأْذَنْتَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فِي امْرَأَتِكَ كَمَا أَذِنَ لِامْرَأَةِ هِلَالِ بْنِ أُمَيَّةَ أَنْ تَخْدُمَهُ فَقُلْتُ وَاللَّهِ لَا أَسْتَأْذِنُ فِيهَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَمَا يُدْرِينِي مَا يَقُولُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا اسْتَأْذَنْتُهُ فِيهَا وَأَنَا رَجُلٌ شَابٌّ فَلَبِثْتُ بَعْدَ ذَلِكَ عَشْرَ لَيَالٍ حَتَّى كَمَلَتْ لَنَا خَمْسُونَ لَيْلَةً مِنْ حِينَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ كَلَامِنَا فَلَمَّا صَلَّيْتُ صَلَاةَ الْفَجْرِ صُبْحَ خَمْسِينَ لَيْلَةً وَأَنَا عَلَى ظَهْرِ بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِنَا فَبَيْنَا أَنَا جَالِسٌ عَلَى الْحَالِ الَّتِي ذَكَرَ اللَّهُ قَدْ ضَاقَتْ عَلَيَّ نَفْسِي وَضَاقَتْ عَلَيَّ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ سَمِعْتُ صَوْتَ صَارِخٍ أَوْفَى عَلَى جَبَلِ سَلْعٍ بِأَعْلَى صَوْتِهِ يَا كَعْبُ بْنَ مَالِكٍ أَبْشِرْ قَالَ فَخَرَرْتُ سَاجِدًا وَعَرَفْتُ أَنْ قَدْ جَاءَ فَرَجٌ وَآذَنَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِتَوْبَةِ اللَّهِ عَلَيْنَا حِينَ صَلَّى صَلَاةَ الْفَجْرِ فَذَهَبَ النَّاسُ يُبَشِّرُونَنَا وَذَهَبَ قِبَلَ صَاحِبَيَّ مُبَشِّرُونَ وَرَكَضَ إِلَيَّ رَجُلٌ فَرَسًا وَسَعَى سَاعٍ مِنْ أَسْلَمَ فَأَوْفَى عَلَى الْجَبَلِ وَكَانَ الصَّوْتُ أَسْرَعَ مِنَ الْفَرَسِ فَلَمَّا جَاءَ نِي الَّذِي سَمِعْتُ صَوْتَهُ يُبَشِّرُنِي نَزَعْتُ لَهُ ثَوْبَيَّ فَكَسَوْتُهُ إِيَّاهُمَا بِبُشْرَاهُ وَاللَّهِ مَا أَمْلِكُ غَيْرَهُمَا يَوْمَئِذٍ

وَاسْتَعَرْتُ ثَوْبَيْنِ فَلَبِسْتُهُمَا وَانْطَلَقْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَيَتَلَقَّانِي النَّاسُ فَوْجًا فَوْجًا يُهَنُّونِي بِالتَّوْبَةِ يَقُولُونَ لِتَهْنِكَ تَوْبَةُ اللَّهِ عَلَيْكَ قَالَ كَعْبٌ حَتَّى دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَإِذَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ جَالِسٌ حَوْلَهُ النَّاسُ فَقَامَ إِلَيَّ طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ يُهَرْوِلُ حَتَّى صَافَحَنِي وَهَنَّانِي وَاللَّهِ مَا قَامَ إِلَيَّ رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ غَيْرُهُ وَلَا أَنْسَاهَا لِطَلْحَةَ قَالَ كَعْبٌ فَلَمَّا سَلَّمْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ يَبْرُقُ وَجْهُهُ مِنَ السُّرُورِ أَبْشِرْ بِخَيْرِ يَوْمٍ مَرَّ عَلَيْكَ مُنْذُ وَلَدَتْكَ أُمُّكَ

.قَالَ قُلْتُ أَمِنْ عِنْدِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَمْ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ قَالَ لَا بَلْ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا سُرَّ اسْتَنَارَ وَجْهُهُ حَتَّى كَأَنَّهُ قِطْعَةُ قَمَرٍ وَكُنَّا نَعْرِفُ ذَلِكَ مِنْهُ فَلَمَّا جَلَسْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ مِنْ تَوْبَتِي أَنْ أَنْخَلِعَ مِنْ مَالِي صَدَقَةً إِلَى اللَّهِ وَإِلَى رَسُولِ اللَّهِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَمْسِكْ عَلَيْكَ بَعْضَ مَالِكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ قُلْتُ فَإِنِّي أُمْسِكُ سَهْمِي الَّذِي بِخَيْبَرَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ إِنَّمَا نَجَّانِي بِالصِّدْقِ وَإِنَّ مِنْ تَوْبَتِي أَنْ لَا أُحَدِّثَ إِلَّا صِدْقًا مَا بَقِيتُ فَوَاللَّهِ مَا أَعْلَمُ أَحَدًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ أَبْلَاهُ اللَّهُ فِي صِدْقِ الْحَدِيثِ مُنْذُ ذَكَرْتُ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَحْسَنَ مِمَّا أَبْلَانِي مَا تَعَمَّدْتُ مُنْذُ ذَكَرْتُ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِلَى يَوْمِي هَذَا كَذِبًا وَإِنِّي لَأَرْجُو أَنْ يَحْفَظَنِي اللَّهُ فِيمَا بَقِيتُ وَأَنْزَلَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ ﷺ (لَقَدْ تَابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ) إِلَى قَوْلِهِ (وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ) فَوَاللَّهِ مَا أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيَّ مِنْ نِعْمَةٍ قَطُّ بَعْدَ أَنْ هَدَانِي لِلْإِسْلَامِ أَعْظَمَ فِي نَفْسِي مِنْ صِدْقِي لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنْ لَا أَكُونَ كَذَبْتُهُ فَأَهْلِكَ كَمَا هَلَكَ الَّذِينَ كَذَبُوا فَإِنَّ اللَّهَ قَالَ لِلَّذِينَ كَذَبُوا حِينَ أَنْزَلَ الْوَحْيَ شَرَّ مَا قَالَ لِأَحَدٍ فَقَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى (سَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ إِذَا انْقَلَبْتُمْ) إِلَى قَوْلِهِ (فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَرْضَى عَنِ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ) قَالَ كَعْبٌ وَكُنَّا تَخَلَّفْنَا أَيُّهَا الثَّلَاثَةُ عَنْ أَمْرِ أُولَئِكَ الَّذِينَ قَبِلَ مِنْهُمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حِينَ حَلَفُوا لَهُ فَبَايَعَهُمْ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمْ وَأَرْجَأَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَمْرَنَا حَتَّى قَضَى اللَّهُ فِيهِ ، فَبِذَلِكَ قَالَ اللَّهُ (وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خُلِّفُوا) وَلَيْسَ الَّذِي ذَكَرَ اللَّهُ مِمَّا خُلِّفْنَا عَنِ الْغَزْوِ إِنَّمَا هُوَ تَخْلِيفُهُ إِيَّانَا وَإِرْجَاؤُهُ أَمْرَنَا عَمَّنْ حَلَفَ لَهُ وَاعْتَذَرَ إِلَيْهِ ، فَقَبِلَ مِنْهُ .

أطرافه 2757، 2947، 2948، 2949، 2950، 3088، 3556، 3889، 3951، 4673، 4676، 4677، 4678، 6255، 6690، 7225-

کعب بن مالکؓ نے کہا کہ میں رسول اللہ کے ساتھ ان تمام لڑائیوں میں شریک رہا جو آپ نے لڑیں، فقط ایک غزوۂ تبوک میں نہ

تھا، ہاں ایک غزوۂ بدر میں بھی شریک نہ تھا، لیکن اس میں شریک نہ ہونے والوں میں سے کسی پر بھی عتاب نہیں ہوا غزوۂ بدر میں نبی پاک قریش کا قافلہ لوٹنے کی نیت سے تشریف لے گئے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں اور ان کے دشمنوں کو اچانک، بغیر کسی طے شدہ منصوبے کے، آمنے سامنے کر دیا اور بے شک میں لیلۃ العقبہ میں رسول پاک کے ساتھ تھا کہ جب ہم نے اسلام پر قائم رہنے کا مضبوط قول وقرار کیا تھا اور میں لیلۃ العقبہ پر جنگ بدر کو ہرگز ترجیح نہ دوں گا اگر چہ لوگوں میں اس کی فضیلت زیادہ مشہور ہے غزوۂ تبوک میں شرکت نہ کرنے کا یہ قصہ ہوا کہ میں ایسا تندرست وطاقتور اور مالدار کبھی نہ تھا (جیسا میں اس وقت تھا) جبکہ میں اس غزوہ میں رسول اللہ سے پیچھے رہ گیا اور اللہ کی قسم! اس سے پہلے میرے پاس کبھی دو اونٹنیاں جمع نہیں ہوئیں لیکن اس غزوہ کے وقت میرے پاس دو اونٹنیاں موجود تھیں اور نبی پاک کا قاعدہ یہ تھا کہ جب کسی جنگ کا ارادہ کرتے تو اس کو صاف نہ بیان فرماتے بلکہ گول گول ایسا فرماتے کہ لوگ کوئی دوسرا مقام سمجھیں، جب اس لڑائی کا وقت آیا تو اتفاق سے سخت گرمی تھی اور دور دراز سفر کا سامنا تھا، صحرائی راستے کا سفر اور دشمنوں کی تعداد کثیر تھی اس لیے آپ نے مسلمانوں کو صاف صاف بتا دیا کہ ہم تبوک جانا چاہتے ہیں تا کہ وہ اچھی طرح لڑائی اور سفر کا سامان درست کر لیں، پس رسول پاک نے صاف صاف اپنا ارادہ مسلمانوں سے بیان کر دیا اور مسلمان بکثرت تھے اور کوئی رجسٹر وغیرہ نہ تھا کہ جس میں ان کے نام محفوظ ہوتے، کعبؓ کہتے ہیں کوئی مسلمان ایسا نہ تھا جو اس لڑائی میں غیر حاضر رہنا چاہتا مگر وہ یہ گمان کرتا تھا کہ اس کا غیر حاضر رہنا نبی پاک کو اس وقت تک معلوم نہ ہوگا جب تک کہ اس کے بارے کوئی وحی نہ اترے، رسول اللہ نے اس لڑائی کا اس وقت قصد کیا جب درختوں کا میوہ پک گیا تھا اور سایہ اچھا معلوم ہوتا تھا (یعنی سخت گرمی تھی)

خیر رسول اللہ نے اور آپ کے ساتھ اور مسلمانوں نے اس لڑائی کا سامان تیار کرنا شروع کیا، میں بھی ہر صبح کو جاتا کہ ان کے ساتھ سفر کا سامان تیار کروں پھر خالی لوٹ آتا اور کچھ تیاری نہ کرتا، میں اپنے دل میں کہتا کہ میں تو کسی بھی وقت اپنا سامان تیار کر سکتا ہوں، اسی طرح دن گزرتے رہے اور لوگوں نے محنت مشقت اٹھا کر اپنا اپنا سامان تیار کر لیا اور نبی اکرم اور مسلمان ایک صبح روانہ ہو گئے اور میں نے ابھی تک کچھ سامان نہ کیا تھا تو میں نے کہا کہ میں ان کے بعد ایک دو روز میں سامان تیار کر لوں گا پھر ان سے راستہ میں جا ملوں گا جب وہ روانہ ہو گئے تو دوسری صبح کو میں نے سامان تیار کرنا چاہا لیکن اس روز بھی خالی لوٹ آیا اور کوئی تیاری نہ کی پھر تیسری صبح کو بھی ایسا ہی ہوا کہ خالی لوٹ آیا اور کوئی تیاری نہ کی۔ میرا برابر یہی حال رہا (کہ آج نکلتا ہوں کل نکلتا ہوں) اور ادھر سب لوگ جلدی جلدی سفر کرتے دور نکل گئے۔ میرا کئی بار ارادہ ہوا کہ میں بھی کوچ کروں اور ان سے مل جاؤں اور کاش! میں ایسا کرتا مگر تقدیر میں نہ تھا۔ پھر رسول اللہ کے کوچ کر جانے کے بعد مدینہ میں جب میں گھر سے نکلتا اور لوگوں سے ملتا تو میں منافقوں، معذور اور ضعیف و ناتواں آدمیوں سے ملتا اور مجھے اس سے رنج ہوتا، نبی پاک نے مجھے راستہ میں کہیں یاد نہ کیا یہاں تک کہ تبوک میں پہنچ گئے پھر تبوک پہنچ کر (ایک مرتبہ) لوگوں کے درمیان بیٹھے ہوئے فرمایا یہ کعب نے کیا کیا جو نہیں آیا؟ بنی سلمہ کے ایک شخص نے کہا کہ یا رسول اللہ! اس کو اس کے اچھے لباس اور حسن و جمال پر غرور نے آنے سے روکا، یہ سن کر معاذ بن جبلؓ نے کہا کہ اے شخص! تو نے بہت برا کہا، اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! ہم اس کی سوائے بہتری کے اور کوئی بات نہیں جانتے! رسول اللہ خاموش ہو گئے، کعبؓ کہتے ہیں جب یہ خبر ملی کہ آپ واپس آرہے ہیں تو میرا غم تازہ ہو گیا اور مجھے خیال ہوا کہ کوئی ایسا حیلہ سوچنا چاہیے جس سے آپ کے غصہ سے بچ جاؤں اور اس بات پر عزیزوں میں سے عقلمند لوگوں سے مشورہ بھی لیا

جب یہ خبر ہوئی کہ رسول اللہ مدینہ کے قریب آگئے تو یہ سارے جھوٹے خیالات میرے دل سے جاتے رہے اور میں نے یقین کر لیا کہ میں جھوٹ بولنے سے آپ کے غصہ سے نہ بچ سکوں گا تو میں نے سچ بولنے کا فیصلہ کر لیا۔ صبح کو رسول اللہ مدینہ میں داخل ہوئے اور آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ جب سفر سے تشریف لاتے تو پہلے مسجد میں جاتے اور دو رکعت نماز پڑھتے۔ پھر لوگوں سے ملنے کے لیے بیٹھتے، اس عمل سے جب آپ فارغ ہو چکے تو اس وقت جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے، انھوں نے آنا شروع

کیا اور (جھوٹے) عذر (حیلے بہانے) بیان کیے اور اور قسمیں اٹھائیں، یہ لوگ تقریباً اسی (۸۰) سے کچھ زائد تھے، رسول اللہ نے ان کے حیلوں اور بہانوں کو تسلیم کر لیا اور ان سے بیعت لی اور اللہ سے ان کی مغفرت چاہی اور ان کے دل کے بھیدوں کو اللہ کے سپرد کر دیا۔ میں بھی حاضر ہوا اور السلام علیکم کہا تو آپ مسکرائے مگر جیسے غصہ میں کوئی آدمی مسکراتا ہے پھر فرمایا یہاں آؤ میں سامنے جا کر بیٹھا تو فرمایا کیوں پیچھے رہ گئے تم نے تو سواری بھی خرید لی تھی؟ عرض کی کیوں نہیں (بے شک میرے پاس سواری موجود تھی) اللہ کی قسم! بے شک اس وقت اگر میں کسی اور دنیا دار شخص کے سامنے بیٹھا ہوتا تو باتیں بنا کر اس کے غصے سے بچ جاتا، کیونکہ میں اچھا مقرر بھی ہوں مگر اللہ کی قسم! میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر آج میں جھوٹ بول کر آپ کو خوش کر لوں گا تو کل اللہ تعالیٰ (اصل حقیقت کھول کر) پھر آپ کو مجھ پر غصہ کر دے گا مگر آئندہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت کی مجھ کو امید تو رہے گی، اللہ کی قسم! میرے پاس کوئی بہانہ، عذر نہیں ہے، اللہ کی قسم! زور، طاقت، قوت، دولت سب میں کوئی میرے برابر نہ تھا اور میں یہ سب چیزیں ہوتے ہوئے پیچھے رہ گیا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا اس نے بالکل سچ کہا اور مجھے حکم دیا جاؤ جب تک تمہارے بارہ میں اللہ کوئی حکم نہ دے، میں اٹھ کر چلا تو میرے ساتھ قبیلہ بنی سلمہ کے چند آدمی بھی اٹھ کر میرے پیچھے آئے اور مجھ سے کہنے لگے کہ اللہ کی قسم! ہم نے تم سے ایسا کوئی قصور سرزد ہوتے نہیں دیکھا اور دیگر منافقوں کی طرح اگر تو بھی کوئی بہانہ کرتا تو رسول اللہ کی دعا تمہارے لیے کافی ہوتی، اللہ کی قسم! وہ برابر مجھے لعنت ملامت کرتے رہے یہاں تک کہ ان کی باتوں سے میرے دل میں آیا کہ نبی پاک کے پاس لوٹ کر چلوں اور اپنی اگلی بات کو جھٹلا کر کوئی بہانہ نکالوں، پھر میں نے ان سے پوچھا کہ اور بھی کوئی ہے جس نے میری طرح گناہ کا اقرار کیا ہو؟ انھوں نے کہا ہاں دو آدمی ہیں جنھوں نے تیری طرح اقرار کیا ہے اور ان سے بھی رسول اللہ نے یہی فرمایا جو تجھ سے فرمایا ہے، میں پوچھا کہ وہ کون ہیں؟ انھوں نے ایسے دو نیک شخصوں کا بیان کیا جو بدر، کی لڑائی میں شریک ہو چکے تھے اور جن کے ساتھ رہنا مجھے اچھا معلوم ہوا، جب انھوں نے ان دو شخصوں کا بھی نام لیا تو (مجھے تسلی ہو گئی اور) میں چل دیا

رسول اللہ نے پیچھے رہ جانے والوں میں، خاص کر ہم تینوں سے دوسرے آدمیوں کو بولنے سے منع فرمایا تو ہم سے سب آدمی بچنے لگے اور بالکل ناآشنا سے ہو گئے، ایسا معلوم ہوا جیسے زمین و آسمان بدل گئے، وہ زمین ہی نہ رہی، اسی حالت میں پچاس راتیں گزریں، مرارہؓ اور ہلالؓ دونوں اپنے اپنے گھروں میں پڑے روتے رہے اور میں ایک جوان اور مضبوط آدمی تھا، میں باہر نکلتا اور مسلمانوں کے ساتھ مسجد میں نماز پڑھتا اور بازاروں میں برابر آجاتا تھا لیکن مجھ سے کوئی بات نہ کرتا اور جب نبی پاک نماز سے فارغ ہو کر بیٹھتے تو میں جا کر سلام کرتا اور غور سے دیکھتا کہ آپ کے میرے سلام کے جواب میں کچھ لب مبارک ہلے یا نہیں اور پھر آپ کے قریب نماز پڑھنے لگتا اور اچھی نظروں سے دیکھتا تو نماز کے دوران آپ میری طرف متوجہ ہوتے اور (نماز کے بعد) جب میں آپ کی طرف دیکھتا تو منہ پھیر لیتے، اسی طرح ایک مدت گزری اور لوگوں کی اجنبیت زیادہ بڑھ گئی تو ایک روز میں چلا اور ابوقتادہؓ کے باغ کی دیوار پر چڑھا، وہ میرے چچازاد بھائی تھے اور اس سے مجھے بہت محبت تھی، میں نے انھیں سلام کیا تو اللہ کی قسم! انھوں نے بھی جواب نہ دیا، میں نے کہا اے ابوقتادہ! تجھے اللہ کی قسم! کیا تو نہیں جانتا کہ مجھے اللہ و رسول کے ساتھ کتنی محبت ہے؟ وہ خاموش ہو رہے۔ میں نے پھر قسم دے کر دوبارہ یہی کہا لیکن وہ خاموش رہے پھر تیسری بار قسم دے کر یہی کہا تو کہا کہ اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں، اس وقت میرے آنسو ٹپک پڑے اور میں پیٹھ موڑ کر دیوار پر چڑھ کر وہاں سے چلا آیا، کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ جب میں بازار میں جا رہا تھا تو ملک شام کا ایک عیسائی کسان ملا جو مدینہ میں اناج فروخت کرنے لایا تھا، وہ کہہ رہا تھا کہ لوگو! مجھے کعب بن مالک کا بتلاؤ، لوگوں نے میری طرف اشارہ کیا، جب وہ میرے پاس آیا تو اس نے غسان کے بادشاہ کا ایک خط مجھے دیا، اس میں لکھا تھا اما بعد! ہم نے سنا ہے کہ تمہارے پیغمبر نے تم سے بدسلوکی کی ہے اور اللہ نے تمہیں ایسا ذلیل نہیں بنایا ہے اور نہ ہی بے کار (تم تو کام کے آدمی ہو) تم ہمارے پاس چلے آؤ، ہم بڑی خاطر سے پیش آئیں گے، میں نے پڑھ کر خیال کیا کہ یہ بھی اللہ کی طرف سے امتحان ہے میں نے اسی وقت اس خط کو آگ کے تنور

میں جھونک دیا، ابھی پچاس راتوں میں سے چالیس راتیں گزری تھیں کہ نبی اکرم کا بھیجا ہوا ایک آدمی آیا اور کہا کہ آپ نے حکم دیا ہے کہ تم اپنی بیوی سے الگ رہو، میں نے پوچھا کہ کیا اسے طلاق دے دوں یا کیا کروں؟ اس نے کہا نہیں، اس سے الگ رہو، تعلقات زوجیت ادا نہ کرو، میرے دونوں ساتھیوں کو بھی یہی حکم دیا گیا، میں نے اپنی بیوی سے کہہ دیا کہ تم اپنے میکے چلی جاؤ، اور وہیں رہو جب تک کہ اللہ کی طرف سے کوئی حکم نازل نہ ہو، کعبؓ کہتے ہیں کہ ہلال بن امیہؓ کی بیوی آپ کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ یا رسول اللہ! ہلال بہت ضعیف ہے اور اس کی خدمت کرنے والا کوئی نہیں، اگر میں اس کی خدمت کروں تو کیا آپ اس کو برا سمجھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں صرف تمہارے قریب نہ آئے، تو اس نے کہا کہ اللہ کی قسم! جس روز سے آپ کا عتاب ہوا ہے، سوائے رونے کے اور کچھ کرتا ہی نہیں۔ (پھر کہتے ہیں کہ) مجھ سے بھی میرے بعض عزیزوں نے کہا کہ اگر تم بھی اپنی بیوی کے بارے میں نبی پاک سے اجازت مانگو (کہ وہ تمہاری خدمت کرتی رہے) تو مناسب ہے جیسے آپ نے ہلال بن امیہ کی بیوی کو اجازت دی (تمہیں بھی اجازت دیں گے)، میں نے کہا کہ اللہ کی قسم! میں تو کبھی رسول اللہ سے اس بات کی اجازت نہ مانگوں گا کیونکہ مجھے معلوم نہیں کہ آپ کیا فرمائیں اور میں تو جوان آدمی ہوں، اس کے بعد دس راتیں اور گزریں، اب پچاس راتیں پوری ہوگئیں، اس وقت سے جب سے آپ نے لوگوں کو ہم سے کلام کرنے کی ممانعت فرما دی تھی، پچاسویں رات کی صبح کو جب میں فجر کی نماز پڑھ کر اپنے گھر کی چھت پر تھا، اسی حالت میں کہ میں بیٹھا ہوا تھا اور جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے بھی کیا ہے، میں اپنی زندگی سے تنگ آ گیا اور زمین باوجود اپنی کشادگی کے میرے اوپر تنگ ہوگئی، اتنے میں میں نے ایک پکارنے والے کی آواز سنی جو سلع (نامی) پہاڑ پر چڑھ کر بلند کر بلند آواز سے پکار رہے تھے کہ کعب بن مالک! خوش ہو جاؤ۔ پھر کہتے ہیں کہ یہ سنتے ہی سجدہ میں گر پڑا اور مجھے یقین ہو گیا کہ اب میری مشکل دور ہوگئی ہو اور نبی ﷺ نے فجر کی نماز کے بعد لوگوں کو اطلاع دی کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارا قصور معاف کر دیا ہے تو اب لوگ بشارت دینے کے لیے (جوق در جوق) میرے پاس اور میرے دونوں ساتھیوں (مرارہ اور ہلالؓ) کے پاس جانے لگے، ایک شخص گھوڑا دوڑاتے ہوئے میرے پاس آئے اور اسلم قبیلے کا ایک شخص دوڑتا ہوا پہاڑ پر چڑھ گیا اور پہاڑ والے کی آواز مجھے گھوڑے والے کی آواز سے جلد پہنچی، جب یہ شخص جس کی بشارت دینے کی آواز مجھے پہنچی تھی میرے پاس آیا تو میں نے (خوشی میں) اپنے کپڑے اتار کر اسے پہنا دیے، واللہ! اس روز کپڑوں کی قسم سے میرے پاس یہی دو کپڑے تھے اور میں نے (ابوقتادہ) سے دو کپڑے مانگ کر پہنے اور رسول اللہ کی طرف چلا، راستہ میں لوگ جوق در جوق ملتے اور مجھے توبہ قبول ہو جانے کی مبارکباد دیتے اور کہتے کہ اللہ کی معافی تم کو مبارک ہو، کہتے ہیں جب مسجد میں داخل ہوا تو دیکھا کہ رسول اللہ بیٹھے ہیں، لوگ آپ کے گرد ہیں، پس مجھے دیکھتے ہی طلحہ بن عبیداللہ جلدی سے اٹھے اور مصافحہ کیا اور مبارکباد دی۔ اللہ کی قسم! ان کے سوا مہاجرین میں سے اور کسی نے اٹھ کر مجھے مبارکباد نہیں دی اور میں نے ان کا یہ احسان کبھی بھولنے والا نہیں، کعبؓ کہتے ہیں جب میں نے رسول اللہ کو سلام کیا تو آپ نے فرمایا اور آپ کا چہرۂ مبارک خوشی سے جگمگا رہا تھا، کعب تجھے اس دن کی بشارت ہو جو ان سب دنوں سے بہتر ہے، جب سے تیری ماں نے تجھ کو جنا، کہتے ہیں میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! یہ بشارت آپ کی طرف سے ہے یا اللہ کی طرف سے؟ تو فرمایا نہیں، بلکہ اللہ کی طرف سے، اور نبی پاک جب خوش ہوتے تو آپ کا چہرہ چاند کی طرح روشن ہو جاتا اور ہم لوگ اس کو پہچان لیتے، جب میں آپ کے سامنے بیٹھا تو میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! میں چاہتا ہوں کہ اپنی توبہ کی قبولیت کے شکریہ میں اپنا سارا مال اللہ کی راہ میں خیرات کر کے اللہ اور اس کے رسول کو دے دوں!

رسول اللہ نے فرمایا کچھ مال خیرات کرو اور کچھ اپنے لیے رہنے دو، وہ تمہارے لیے بہتری کا ذریعہ ہے، میں نے عرض کی میں اپنا خیبر کا حصہ اپنے لیے رہنے دیتا ہوں اور باقی خیرات کرتا ہوں پھر عرض کی کہ یا رسول اللہ! بے شک میرے سچ کی ہی وجہ سے اللہ نے مجھے نجات دی اور میری توبہ میں یہ بھی ہے کہ جب تک زندہ ہوں کبھی جھوٹ نہ بولوں گا۔ اور اللہ کی قسم! میں نہیں سمجھتا

کہ اللہ تعالیٰ نے کسی آزمائش میں سچ بولنے کی وجہ سے کسی مسلمان پر اتنا فضل کیا ہو جتنا مجھ پر کیا ہے۔ جب سے میں نے رسول اللہ سے اس معاملہ میں سچ سچ عرض کر دیا اس وقت سے آج کے دن تک میں نے کبھی قصداً جھوٹ نہیں بولا اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ باقی زندگی میں بھی مجھے جھوٹ سے محفوظ رکھے گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر سورۂ توبہ کی یہ آیات (۱۱۷، ۱۱۸اور) نازل کیں، اللہ کی قسم میں تو اسلام لانے کے بعد سے اللہ تعالیٰ کا کوئی احسان اپنے اوپر اس سے بڑھ کر نہیں سمجھتا کہ اس نے مجھے رسول اللہ کے سامنے سچ بولنے کی توفیق دی اور جھوٹ سے بچایا اگر میں جھوٹ بولتا تو دوسرے لوگوں (منافقوں) کی طرح جنہوں نے جھوٹ بولا، تباہ ہو جاتا۔ پس اللہ تعالیٰ نے جب وحی نازل کی تو ان جھوٹوں کے لیے ایسا برا لفظ اتارا کہ ویسا برا لفظ کسی کے لیے نہیں اتارا۔ فرمایا (ترجمہ) اب جب تم لوٹ کر آئے تو یہ لوگ اللہ کی (جھوٹی) قسمیں کھوئیں گے......'' آیت تک (سورۂ توبہ: ۹۵-۹۶)۔ سیدنا کعبؓ نے کہا کہ ہم تینوں آدمیوں کا حکم ان لوگوں کے حکم سے ملتوی رکھا گیا جنہوں نے جھوٹی قسمیں کھائیں اور رسول اللہ نے ہمارا معاملہ موخر کیا یہاں تک کہ اللہ نے فیصلہ کیا، اسی لیے اللہ نے (قرآن میں) یہ فرمایا (ترجمہ) اور ان تین شخصوں کو (معاف کیا) جو پیچھے کیئے گئے اور اس آیت میں پیچھے رہ جانے والوں سے یہی مراد ہے کہ ہمارے بارے میں تاخیر کی گئی اور ہم ڈھیل میں ڈال دیے گئے، یہ مراد نہیں کہ جہاد سے پیچھے رہ گئے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کے پیچھے رہے جنہوں نے قسمیں کھا کر عذر بیان کیے اور رسول اللہ نے ان کے عذر قبول کر لیے۔

(عن عبد الرحمن بن عبد الله الخ) اکثر رواۃ کے ہاں یہی ہے زہری سے اس حدیث کے طرق میں سے ایک طریق (عن عبد الرحمن بن كعب بن مالك) کے حوالے سے ہے وہ عبدالرحمٰن بن عبداللہ مذکور کے چچا ہیں حدیث کا بعض حصہ زہری خود عبداللہ سے روایت کرتے ہیں ابن مردویہ کی تخریج کردہ روایت میں احمد بن صالح کا یہ قول مذکور ہے کہ گویا زہری نے حدیث کا یہ حصہ خود عبداللہ سے سنا جبکہ باقی ساری روایت عبدالرحمٰن بن عبداللہ سے سماعت کی ہے انہی کے واسطہ سے ایک اور روایت میں عبداللہ بن کعب کے بھائی عبیداللہ کا واسطہ مذکور ہے ابن جریر کے ہاں یونس عن زہری کے طریق سے روایت کے شروع میں بغیرِ اسناد مذکور ہے کہ زہری کہتے ہیں آنجناب تبوک کی طرف عرب کے نصاریٰ اور شام کے رومیوں سے قتال کی غرض سے نکلے، تبوک پہنچ کر دس سے کچھ زائد دن قیام فرمایا وہیں اذرح اور ایلہ کے وفود آئے اور جزیہ پر مصالحت کی پھر آپ وہیں سے واپس ہوئے آگے نہیں گئے، قرآنی آیت: (لَقَدْ تَابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ) کے نزول کی بابت کہتے ہیں کہ یہ تین جن کا اس آیت میں ذکر ہوا انصار میں سے تھے، ان کے علاوہ اسی سے زائد افراد اور بھی تھے جو تبوک سے پیچھے رہے آنجناب واپس ہوئے تو صرف ان تینوں اصحاب نے صدقِ بیانی سے کام لیا اور اپنے قصور کا اعتراف کیا باقی سب نے جھوٹا حلف اٹھا کر کسی نہ کسی عذر کا سہارا لیا، آپ نے ان کے اَعذار کو قبول کیا (یعنی کوئی ظاہری عتاب نہ کیا) ان تینوں سے سماجی بائیکاٹ کا حکم جاری فرمایا، اس کے بعد زہری کہتے ہیں مجھے عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن کعب نے خبر دی، تو یہ ساری حدیث بیان کی۔

(وكان قائد كعب الخ) قابسی کے نسخہ میں یہاں اور ابن سکن کے نسخہ میں کتاب الجہاد کی روایت میں (من بنيه) کی بجائے (من بيته) ہے مگر اول ہی صواب ہے، مسلم کی معقل عن زہری سے روایت میں ہے کہ یہ حضرت کعب کے قائد تھے جب ان کی بینائی زائل ہو گئی تھی اور وہ احادیثِ نبویہ کے اپنی قوم میں سب سے اَعلم تھے۔ (إلا في غزوة تبوك) احمد کی روایتِ معمر میں یہ بھی ہے: (وهي آخر غزوة غزاها) یہ آخری غزوہ نبوی ہے، یہ زیادت موسی بن عقبہ کی ابن شہاب سے بغیر اسناد روایت میں بھی ہے اسی طرح یونس بن بکیر کی زیاداتِ مغازی کے مرسلِ حسن میں بھی۔ (ولم يعاتب أحدا) غزوۂ بدر کے باب میں اسی سند کے ساتھ

روایت میں تھا:(ولم يعاتب الله أحدا)۔

(إلا ورى بغيرها) توریہ (بلاغت کی اصطلاح میں) یہ ہے کہ ایک لفظ کے دو معانی محتمل ہوں ایک دوسرے کی نسبت اقرب ہو تو متکلم اس اقرب کا ایہام دے لیکن اصل مراد غیر اقرب معنی ہو، ابو داؤد کی محمد بن ثور عن معمر عن زہری کے طریق سے روایت میں یہ جملہ بھی ہے کہ آنجناب (اپنی توریہ والی پالیسی کے ضمن میں) فرمایا کرتے تھے (الحرب خدعة) لڑائی ایک دھوکہ ہے۔

یہاں ابن حجر بعنوانِ تنبیہ لکھتے ہیں کہ حدیث کا یہ قطعہ مفرداً بھی مروی ہے الجہاد میں اسی سند کے ساتھ ذکر ہوا ہے، یونس عن زہری کے طریق سے یہ زیادت بھی ہے کہ آپ عموما جب بھی سفر پہ نکلتے جمعرات کے دن آغاز کرتے، نسائی کی ابن وہب عن یونس کے حوالے سے یہ بھی ہے:(في سفرِجهاد ولا غيره) انہی کی ایک اور طریق سے روایت میں ہے کہ تبوک کیلئے بھی بروز جمعرات نکلے تھے۔

(أهبة غزوهم) نسخۂ کشمیہنی میں (أهبة عدوهم) ہے، اھبہ سے مراد وہ سامان جس کی سفر و جنگ میں ضرورت پڑسکتی ہے۔(ولا يجمعهم كتاب حافظ) یہاں بطور ترکیبِ توصیفی جبکہ مسلم میں بطور ترکیبِ اضافی ہے (يعني كتابُ حافظ) معقل کی روایت میں ہے کہ دس ہزار سے زائد تھے:(ولا يجمع ديوان حافظ)۔ اکلیلِ حاکم کی حدیثِ معاذ میں ہے کہ ہم نبی پاک کے ساتھ تبوک کیلئے نکلے، تیس ہزار سے زائد تعداد میں تھے ابن اسحاق نے اسی تعداد پر جزم کیا ہے، واقدی نے بھی ایک دیگر سندِ موصول سے اسے نقل کیا ساتھ میں یہ بھی ہے کہ ان میں دس ہزار شہ سوار تھے تو معقل کی روایت کو اس امر پر محمول کیا جائے گا کہ صرف شہ سواروں کا ذکر کیا، ابن مردویہ کی روایت میں (ولا يجمعهم ديوان حافظ) کے بعد ہے کہ کعب کی مراد یہ تھی کہ کوئی مکتوب دیوان (یعنی رجسٹر) ان کی تعداد کا جامع نہ تھا، اس سے ترکیبِ توصیفی والی روایت کی تقویت ثابت ہوئی، ابو زرعہ رازی سے منقول ہے کہ غزوہ تبوک میں اہلِ اسلام کی تعداد چالیس ہزار تھی تو یہ اکلیلِ حاکم کی روایت کے مخالف نہیں کیونکہ احتمال ہے کہ یہ تعداد ذکر کرنے والے نے جبرِ کسر کیا ہو۔(يريد الديوان) کلامِ زہری ہے حدیثِ حذیفہ میں مذکور اس امر سے احتراز مراد ہے کہ نبی اکرم نے ہدایت جاری فرمائی کہ میرے لئے اہلِ اسلام کی تعداد لکھ دو (یعنی مردم شماری)، ثابت ہے کہ سب سے اول دیوان سازی کا یہ کام حضرت عمر نے کرایا تھا۔

(قال كعب) اسی سند کے ساتھ موصول ہے۔(فما رجل) مسلم کی روایت میں ہے:(فقَلَّ رجل)۔(حين طابت الثمار والظلال) موسی بن عقبہ کی زہری سے روایت میں ہے سخت گرمی میں، خریف کی راتوں میں جبکہ لوگ اپنے کھجوروں کے باغات میں خارفین (یعنی پھل چننے اور اتارنے) تھے احمد کی طریقِ معمر سے روایت میں ہے:(و أنا أقدر شيء في نفسي على الجهاد وخفة الحاذ و أنا في ذلك أصفو إلى الظلال والثمار) الحاذ بمعنی حال ہے، وزن بھی یہی ہے یعنی جہاد کیلئے نکلنے پر بڑا قادر تھا، خفیف الحال تھا (یعنی کوئی خاص کام بھی نہ تھا) مگر سایوں اور ثمار کی طرف میلان ہوا، أصفو کو (أصعر) بھی روایت کیا گیا ہے ابن مردویہ کی روایت میں ہے:(والناس إليها صُعَّر) (یعنی ایسا گرم موسم تھا کہ لوگ سایہ دار جگہوں کے نہایت مشتاق تھے۔

(حتى اشتد الناس الجد) الناس کو پیش کے ساتھ ضبط کیا گیا ہے بطورِ فاعل جبکہ جد جیم مکسور کے ساتھ، منصوب علی نزع الخافض ہے یا یہ مصدرِ محذوف کی صفت ہے ای (اشتد الناس الاشتداد الجد) ابن سکن کے نسخہ میں ہے:(اشتدبالناس الجد) یہاں (الجد) فاعل ہے احمد و مسلم وغیرہما کی روایت میں بھی یہی ہے، ابن مردویہ کے ہاں یہ الفاظ ہیں:(حتى شمَّرَ الناس الجد) اس سے توجیہِ اول کی تائید ملتی ہے۔

(ولم أقض من جهازي) جہاز کی جیم پر زبر اور زیر دونوں جائز ہیں، ابن ابوشیبہ اور ابن جریر کے ہاں ایک دیگر طریق کے ساتھ یہ عبارت ہے:(فأخذت في جهازي فأمسيت ولم أفرغ فقلت أتجهز في غد) کہ تیاری شروع کرتا ابھی فارغ نہ ہوتا کہ شام ہو جاتی کہتا کل کرلوں گا (اسی طرح کل کل کرتے کرتے عرصہ گزر گیا)۔(حتی أسرعوا) کشمیہنی کے ہاں (حتی شرعوا) ہے مگر یہ تصحیف ہے۔(وتفارط) ای (فات وسبق) فرط سابق کو کہتے ہیں ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے:(حتى أمعن القوم و أسرعوا الخ) کہ لوگ تیار ہو کر چلے بھی گئے میں حیص بیص میں رہا کہ آج تیار ہوتا ہوں کل ہوتا ہوں حتی کہ لوگ اتنے آگے نکل گئے کہ اب ارادہ بنا کہ یہیں رہ جاؤں (یعنی اب انہیں پا نہ سکوں گا) احمد کی عمر بن کثیر عن کعب سے روایت میں ہے کہ اپنے آپ سے کہا اب تو لوگوں نے تین دن کا سفر طے کرلیا ہے تو قیام کو ترجیح دے دی۔(مغموصا) أي مطعونا في دينه (یعنی اس کے دین کی بابت شک ہو، کہ مثلا منافق ہے) بعض نے (مستحقراً) کا معنی کیا ہے (أغمصت فلانا) کہا جاتا ہے جب اسے حقیر جانے۔(حتى بلغ تبوك) اکثر کے ہاں یہی ہے بطور غیر منصرف، ایک روایت میں (تبوکا) ہے، جگہ مراد لیتے ہوئے۔(من بني سلمة) لام مکسور کے ساتھ، معمر کی روایت میں ہے (من قومي) واقدی کے ہاں مذکور ہے کہ یہ عبد اللہ بن انیس تھے، اسی نام و ولدیت کے ایک اور بھی مشہور صحابی ہیں، وہ نہیں مراد، وہ جہنی تھے، واقدی نے جنگِ یمامہ کے شہداء میں عبد اللہ بن انیس سلمی کا نام ذکر کیا، وہ یہی ہیں، انہیں جواب دینے والے بالاتفاق معاذ بن جبل تھے البتہ واقدی کہتے ہیں ایک روایت میں ہے کہ ابوقتادہ تھے، بقول ان کے اول اثبت ہے۔

(و النظر في عطفه) چادر کے حسن و بہجت سے کنایہ ہے، عرب رداء کو صفتِ حسن کے ساتھ متصف کرتے اور اسے عطف کا نام دیتے تھے (یعنی مجازاً) اسلئے کہ انسان کے شانوں پر پڑی رہتی ہے۔(فسكت رسول الخ) ابن حجر لکھتے ہیں آنجناب تبوک میں فروکش تھے کہ دور صحرا میں ایک شخص آتا دکھائی دیا فرمایا:(كن أبا خيثمة) (یعنی تمہیں ابوخیثمہ ہونا چاہیے) تو وہ وہی تھے، اسے طبرانی نے انہی سے نقل کیا، کہتے ہیں میں بھی پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھا ایک دن اپنے باغ میں داخل ہوا دیکھا کہ عریش پر پانی کا چھڑکاؤ کیا ہوا ہے میں نے بیوی سے مخاطب ہو کر کہا یہ انصاف نہیں کہ رسول اللہ تو سموم وحرور (یعنی گرم ہواؤں) میں ہیں جبکہ میں سایہ ونعیم کے مزے اٹھا رہا ہوں اسی وقت اٹھا کچھ کھجوریں لیں، اونٹنی پر بیٹھا اور چل پڑا، اہلِ لشکر کو دکھائی دیا تو رسول پاک نے فرمایا (كن أبا خيثمة) (لفظی ترجمہ ہے: ابوخیثمہ ہو جاؤ، مراد یہ کہ اللہ کرے تم ابوخیثمہ ہو) میں پاس آیا تو میرے لئے دعا فرمائی، ان کا نام سعد بن خیثمہ تھا، ابن اسحاق نے بھی ان کا واقعہ عبداللہ بن ابوبکر بن حزم سے مرسلاً نقل کیا ہے، بقول واقدی عبداللہ نام تھا ابن شہاب کہتے ہیں مالک بن قیس نام تھا۔

(أنه توجه قافلا) ابن سعد ذکر کرتے ہیں کہ رمضان میں واپسی ہوئی تھی۔(حضرني همي) نسخہ کشمیہنی میں (همني) ہے، مسلم کی روایت میں (بثی) اور ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے کہ سوچنا شروع کیا کہ کیا عذر گھڑ کر آنجناب کو پیش کروں، جملے تیار کرنا شروع کئے۔(و أجمعت صدقه) ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے جان گیا کہ صدق بیانی ہی سے نجات مل سکتی ہے۔

(وكان إذا قدم من السفر الخ) حدیث کا یہ ٹکڑا کتاب الجہاد میں علیحدہ سے بھی روایت کیا گیا ہے، احمد نے بھی اسے ابن جریج عن ابن شہاب کے طریق سے نقل کیا، اس میں ہے کہ آپ کی سفر سے واپسی اور مدینہ میں داخلہ چاشت کے وقت ہوتا، ابتداء مسجد سے کرتے

دو رکعتیں پڑھتے پھر کچھ دیر وہیں تشریف فرما ہوتے، ابن ابوشیبہ کی روایت میں ہے پھر اہلِ خانہ کے پاس جاتے، طبرانی کی ابوثعلبہ سے روایت میں ہے مسجد سے اٹھ کر اولاً حضرت فاطمہ کے ہاں تشریف لے جاتے وہاں سے ازواج مطہرات کے پاس آتے۔

(و كانوا بضعة و ثمانين رجلا) واقدی ذکر کرتے ہیں کہ یہ تعداد منافقینِ انصار کی تھی، بنی غفار وغیرہ کے منافقینِ اعراب بھی بیاسی کی تعداد میں تھے ان کے علاوہ عبداللہ بن ابی اور اس کے ہمنوا تھے جن کی تعداد کثیر تھی۔(تبسم المغضب) سیرت ابن عائذ میں ہے کہ نبی اکرم نے اعراض فرما لیا، عرض کی حضور اعراض کیوں فرماتے ہیں؟ فرمایا نہ تم منافق ہو نہ شک لاحق ہوا اور نہ دین بدلا پھر پیچھے کیوں رہے؟ (جدلا) یعنی فصاحت اور قادر الکلامی۔

(كافيك ذنبك) ذنبک منصوب علی نزع الخافض ہے یا بر بنائے مفعولیت، جبکہ (استغفار) بطورِ فاعل مرفوع ہے، ابن عائذ کی روایت میں ہے کعب کہتے ہیں میں نے کہا دو کام نہ کروں گا کہ پیچھے بھی رہ گیا اور اب آپ سے جھوٹ بولوں، لوگ کہنے لگے تم تو شاعرِ جری ہو میں نے کہا مگر جھوٹ بولنے کی جرات نہیں۔

(يؤنبوني) تأنیب سے، سخت ملامت۔(العمری) بنی عمرو بن عوف بن مالک بن اوس کی طرف نسبت ہے بعض نے عامری نقل کیا، یہ خطا ہے۔(ابن الربيع) یہی مشہور ہے، مسلم کی روایت میں (ابن ربيعة) ہے، ابن مردویہ کی مجمع بن جاریہ سے روایت میں (مرارة بن ربعی) ہے، یہ خطا ہے اسی طرح ابن ابی حاتم کے ہاں مرسلِ حسن میں (ربيع بن مرارة) بھی، اس مرسل میں انکے پیچھے رہ جانے کا سبب بھی مذکور ہے کہ ان کا ایک باغ اس زمانہ میں بڑا سرسبز و شاداب تھا اسے دیکھ کر خیال آیا کئی جہادی مہمات میں حصہ لیا ہے اس برس نہ جاؤں، بعد ازاں ندامت ہوئی تو اللہ سے مخاطب ہو کر کہنے لگے یا اللہ گواہ رہنا اسے تیری راہ میں صدقہ کرتا ہوں، اس میں تیسرے صحابیٔ ہلال کے تخلّف کا سبب بھی مذکور ہے کہ انکے رشتہ دار جو پہلے متفرق تھے (یعنی کوئی کہاں اور کوئی کہاں رہتا تھا) اب سب مدینہ میں جمع ہو گئے، ان سے کہا اگر اس برس آپ یہیں رہ جائیں؟ جب ندامت نے آ گھیرا تو نذر مانی کہ ان اہل و مال کے پاس نہ لوٹیں گے۔

(هلال بن أمية الواقفی) بنی واقف بن امرئ القیس بن مالک بن اوس کی طرف نسبت ہے۔(فذكروا لی رجلين الخ) بظاہر یہ کلامِ کعب ہے صنیعِ بخاری کا اقتضاء بھی یہی ہے، غزوہ بدر کی روایت میں میں نے بھی اسی پر صاد کیا تھا، قطعیت کے ساتھ انہیں بدری قرار دینے والوں میں ابوبکر اثرم بھی ہیں لیکن ابن جوزی نے ان کا تعاقب کرتے ہوئے اسے غلط قرار دیا ہے مگر ان کا موقف درست نہیں، بعض متأخرین نے ان کے غیر بدری ہونے پر حضرت حاطب کے قصہ سے استدلال کیا ہے کہ جب ان سے قصور سرزد ہوا تھا تو نبی اکرم نے نہ ان کا مقاطعہ کرنے کا حکم دیا اور نہ کوئی اور سزا دی تھی بلکہ حضرت عمر کے اجازتِ قتل مانگنے پر ان سے فرمایا تھا تمہیں کیا علم اللہ نے اہلِ بدر سے کہا ہے جو چاہو عمل کرو، میں نے تمہیں معاف کر رکھا ہے حالانکہ ان کا قصور ان سے سخت تھا، ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں کہ یہ استدلال واضح نہیں کیونکہ اس استدلال کے صحیح ہونے کا مطلب ہے اگر بدری صحابی کوئی بھی جنایہ کرے تو اس کا معاقبہ نہ ہوگا جبکہ ایسا نہیں، انہی حضرت عمر نے جن سے مخاطب ہو کر مذکورہ بات کہی ایک بدری صحابی قدامہ بن مظعون پر شراب پینے کی حد نافذ کی، آنجناب نے دراصل حضرت حاطب کو کوئی سزا اس لئے نہ دی تھی کہ ان کا بیان کردہ عذر قابلِ قبول سمجھا تھا بخلاف ان تینوں حضرات کے کہ ان کے پاس پیچھے رہنے کا کوئی عذر نہ تھا۔

(لي فيهما أسوة) اسوہ کے الف پر زیر اور پیش دونوں جائز ہیں، ابن تین کہتے ہیں تأسی بالنظیر صرف دنیا میں نافع ہے بخلاف آخرت کے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:(وَ لَنْ يَنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ إِذْ ظَلَمْتُمْ)[الزخرف:۳۹]۔(فمضيت حين ذكروا الخ) روایتِ معمر میں ہے کہ کہا بخدا اب کبھی اس بارے رجوع نہ کروں گا۔(أيها الثلاثة) رفع کے ساتھ، مگر یہ موضعِ نصب میں ہے علی الاختصاص یعنی:(متخصصين بذلك دون بقية الناس)۔

(حتى تنكرت الخ) معمر کی روایت میں ہے کہ درو دیوار نامانوس ہو گئے گویا یہ وہ نہیں جنہیں ہم پہچانتے تھے لوگوں کے رویے بھی بدل گئے گویا آشنا ہی نہ ہوں، حد سے متجاوز لاحق غم وحزن میں یہی احساسات ہوتے ہیں، بخاری کی التفسیر میں اسحاق بن راشد عن زہری کے طریق سے روایت میں ہے سب سے زیادہ باعثِ دکھ یہ خیال تھا کہ اگر اس حالت میں مر گئے تو آنجناب نمازِ جنازہ نہ پڑھیں گے، یہ بھی خیال آیا کہ اگر نبی اکرم انتقال فرما گئے تو بعد ازاں اہلِ اسلام کے ہمارے ساتھ یہی رویے رہیں گے ابن عائذ کی روایت میں ہے کہ راہبوں جیسی حالت ہوگئی۔

(هل حرك شفتيه الخ) حضرت کعب نے بیان نہیں کیا کہ آیا نبی اکرم ہونٹوں کو حرکت دیتے تھے؟ شائد اس کا سبب یہ ہو کہ وہ مارے خجالت کے لمبی نظر نہ ڈالتے تھے۔(من جفوة الناس) ابن ابوشیبہ کی روایت میں ہے، ہم راہوں میں چلتے تو کوئی ہم سے بات نہ کرتا اور نہ سلام کا جواب دیتا۔

(وهوابن عمي) اس رشتہ سے کہ دونوں کا تعلق بنی سلمہ سے ہے حقیقی چچا زاد مراد نہیں۔(الله و رسوله أعلم) آگے تقریر آئے گی کہ یہ ابوقتادہ کی حضرت کعب سے کلام نہیں ہے کیونکہ انہیں مخاطب کر کے یہ بات نہیں کہی۔(وتوليت الخ) معمر کی روایت میں ہے یہ سن کر میں آنسو نہ روک سکا پھر دیوار پھلانگ کر باہر نکل گیا۔

(من أنباط أهل الشام) أنباط استنباطِ ماء یعنی اس کے استخراج کی طرف نسبت ہے، یہ اس زمانہ میں کاشتکار تھے، یہ نبطی عیسائی تھا معمر کی روایت میں اس کی صراحت ہے نام معلوم نہیں ہو سکا، کہا جاتا ہے یہ نبط بن ہانب بن امیم بن لاوز بن سام بن نوح کی طرف منسوب ہیں۔(من ملك غسان) یہ جبلہ بن ایہم تھا ابن عائذ نے جزم کے ساتھ لکھا ہے، واقدی حارث بن ابی شمر قرار دیتے ہیں ابن مردویہ کی روایت میں ہے کہ ریشم کے ایک ٹکڑا میں خط لکھا۔(نواسيك) مواسات سے، ابن ابی شیبہ کی روایت میں مزید یہ بھی ہے:(في أموالنا فقلت إنا لله قد طمع فيَّ أهل الكفر) ابن مردویہ کے ہاں بھی نحوہ ہے۔

(فسجرته بها) کتاب کو بطورِ مؤنث متناول کیا، صحیفہ کے معنی ہیں حضرت کعب کی یہ کاروائی ان کی قوتِ ایمان اور اللہ و رسول سے محبت پر دال ہے ابن عائذ کی روایت میں ہے بعد ازاں اس امر کا شکوہ آنجناب سے بھی کیا تھا کہ آپ کا اعراض اس قدر تھا کہ اہلِ شرک مجھ سے امیدیں باندھنے لگے۔(إذ رسول رسول الله) واقدی کی روایت میں ہے کہ یہ خزیمہ بن ثابت تھے، ہلال اور مرارہ کے پاس بھی انہی نے یہ پیغام پہنچایا۔(امرأتك) یہ عمیرہ بنت جبیر بن صخر بن امیہ انصاریہ تھیں، ان کے تینوں بیٹوں عبداللہ، عبید اللہ اور معبد کی والدہ، بعض نے خیرہ نام ذکر کیا ہے۔

(الحقي بأهلك) نسائی کی روایت میں مزید ہے کہ اس پر وہ پیکے چلی گئیں۔(امرأة هلال) یہ خولہ بنت عاصم تھیں۔(فقال لي بعض أهله) ان کے نام سے واقف نہ ہو سکا اس میں اشکال ہے کہ نبی اکرم نے تو ہر ایک کو ان سے بات چیت

کرنے سے منع کیا ہوا تھا؟ جواب دیا گیا کہ یہ بات ان کے کسی بیٹے یا خاندان کی کسی بی بی نے کہی ہوگی، گھریلو عورتوں کو ان سے بات کرنے سے منع نہ کیا تھا، یہ بھی ممکن ہے کسی منافق نے ان سے یہ کہا ہو یا کسی غلام نے، وہ بھی اس دائرۂ نہی میں شامل نہ تھے۔ (علی جبل سلع) روایتِ معمر میں چوٹی کا ذکر ہے ابن مردویہ کی روایت میں ہے میں نے سلع کے دامن میں ایک خیمہ بنایا ہوا تھا، وہیں تھا، ابن عائذ کے ہاں مزید یہ ہے کہ دن وہاں گزارتا تھا۔ (یا کعب الخ) احمد کی عمر بن کثیر عن کعب سے روایت میں ہے کہ اس نے پکارا: (کعباً کعباً) پھراور قریب آیا اور آواز دی: کعب کو بشارت دو۔ (فخررت ساجدا الخ) ابن عائذ کے ہاں مذکور ہے کہ خوشی سے رونے لگے کہ توبہ قبول ہوگئی۔ (و آذن) کشمیہنی کے نسخہ میں (أذِنَ) ہے اسحاق بن راشد اور معمر کی روایتوں میں ہے کہ رات کا ایک تہائی حصہ باقی تھا کہ اللہ نے اپنے نبی پر ہماری توبہ نازل کی آپ اس رات حضرت ام سلمہ کے ہاں تھے، ام سلمہ میرے اس معاملہ کی خبر گیری رکھتی تھیں آپ نے سب سے پہلے انہی کو خبر دی کہ کعب کی توبہ قبول ہوگئی، وہ کہنے لگیں کسی کو بھیج کر انہیں خوشخبری نہ سناؤں؟ فرمایا پھر رات بھر لوگوں کی آمد و رفت شروع ہو جائے گی ساری رات سو نہ سکیں گے، نمازِ فجر کے وقت لوگوں مطلع کیا۔ (و رکض إلی رجل فرسا) نام معلوم نہیں محتمل ہے کہ حمزہ بن عمرو اسلمی ہوں۔ (و سعی ساع الخ) بقول واقدی یہ حمزہ بن عمرو تھے ابن عائذ کی روایت میں ہے کہ ابوبکر و عمر بھاگ کر گئے مگر اسے (وزعموا) سے ذکر کیا ہے، واقدی کے مطابق سلع پہاڑ پر چڑھ کر ندا دینے والے ابوبکر تھے اور گھوڑے پر سوار آنے والے زبیر بن عوام، کعب کہتے ہیں میرے پاس سب سے پہلے بشارت کے ساتھ پہنچے والے حمزہ بن عمرو اسلمی تھے جنہیں خوشی میں اپنی قمیص اتار کر دی، کہتے ہیں ہلال کے پاس خوشخبری لے جانے والے سعید بن زید تھے ان کا بیان ہے میں بنی واقف میں ان کے ہاں پہنچا بشارت سن کر سجدہ میں گر پڑے اتنا طویل سجدہ کیا کہ خیال ہوا یہیں فوت ہو جائیں گے، کہا جاتا ہے (ان پچاس ایام میں) روزانہ روزہ رکھتے، کھانا پینا تقریبا چھوڑ دیا تھا اور مسلسل روتے رہتے تھے تو بہت کمزور پڑ گئے تھے، مرارہ کو خوشخبری پہنچانے والے سلکان بن سلامہ اور سلمہ بن سلامہ بن وقش تھے۔

(ما أملك غيرهما يومئذ) یعنی کپڑوں میں ان کے سوا کچھ اور نہ تھا، دوسرا مال و متاع موجود تھا، ابن ابوشیبہ کی روایت میں تصریح ہے اس کی عبارت ہے: (ما أملك يومئذ ثوبين غيرهما)، ابن عائذ کی زہری سے روایت میں ہے اسی وقت پہنا دیا، (واستعرت ثوبين) واقدی کی روایت میں ہے کہ ابوقتادہ سے ادھار لئے۔ (ليهنك) نونِ مکسور کے ساتھ، ابن تین کا خیال ہے کہ نون پر زبر ہے بلکہ بقول سفاقسی یہی اصوب ہے کیونکہ یہ ہناء سے ہے، بقول ابن حجر یہ محلِ نظر ہے۔

(ولا أنساها لطلحة) کہا جاتا ہے اس کا سبب ہے کہ نبی اکرم نے ان کے اور حضرت طلحہ کے مابین مواخات قائم کی تھی البتہ اہلِ مغازی کے بیان کے مطابق کعب اور زبیر کی باہمی اخوت تھی اور زبیر اخوتِ مہاجرین کی رو سے طلحہ کے بھائی تھے اس اعتبار سے وہ ان کے بھائی کے بھائی ہوئے۔

(أبشر بخير يوم الخ) اس اطلاق میں اشکال ہے کیونکہ ان ایام میں تو ان کے قبولِ اسلام کا یوم بھی ہے وہی ان سب سے بہتر دن ہے، بعض اس کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہ طبعی طور پر اس سے مستثنیٰ ہے تو اسے اس کے عدم خفاء کے سبب بیان نہیں کیا، ابن حجر کہتے ہیں احسن جواب یہ ہے کہ قبولِ توبہ کا یہ دن ان کے یومِ اسلام کی تکمیل ہے تو قبولِ اسلام کا دن ان کی سعادت کی ابتدا کا دن اور یومِ توبہ اس کی تکمیل کا دن ہے لہذا دونوں اس میں شامل ہیں اگر یومِ اسلام ان کا خیر ایام تھا تو اب یومِ توبہ ان کے اسلام کی

طرف مضاف کر کے، خالی یومِ اسلام سے بہتر ہوا۔

(بل من عند الله) ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے تم لوگوں نے اللہ سے سچ کا معاملہ کیا اس نے بھی سچائی کا معاملہ کیا،(صدقتم اللّٰهَ فصدقكم)۔

(قطعة قمر) التفسیر کی روایتِ اسحاق میں (قطعة من القمر) ہے،قطعہ کی اس تقیید کی حکمت کی بابت سوال ہوسکتا ہے کہ کلامِ بلغاء میں عموماً چہرہِ حسین کو چاند کے ساتھ بغیر تقییدِ قطعہ کے تشبیہہ دی جاتی ہے، صفۃ النبیﷺ میں صحابہ کا آنجناب کو سورج کے ساتھ تشبیہہ دینے کا ذکر گزرا ہے خود حضرت کعب بھی جو شعرائے صحابہ میں سے تھے، اس کے قائل ہیں لہذا ضروری ہے کہ اس تقیید کی کوئی نہ کوئی حکمت ہو اور یہ جو کہا گیا کہ اس کی حکمت یہ ہے تا کہ سطحِ چاند میں موجود سیاہ نقطوں سے احتراز ہو،قوی نہیں کیونکہ چاند کے ساتھ مشبَہ قرار دینے کا مطلب اس کی ضیاء واستنارت کے ساتھ ہی تشبیہہ ہے تو کمالِ تشبیہہ پورے چاند کے ساتھ تشبیہہ دینے سے حاصل ہوگا نہ کہ اس کے قطعہ کے ساتھ، صفۃ النبی میں اس کی متعدد توجیہات بیان کی ہیں مختصراً یہ کہ یہ تشبیہہ دراصل چہرہِ اقدس کے کچھ حصہ کی ہے وہی جو خوشی ومسرت کے لمحات میں چمک اٹھتا تھا مثلاً پیشانی مبارک یا جیسے حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ خوشی میں آنجناب کے اساریر الوجہ (یعنی چہرہ کے خطوط) چمک اٹھتے تھے تو اس لحاظ سے بعض القمر کے ساتھ ہی تشبیہہ مناسب تھی۔

(و كنا نعرف ذلك منه) نسخۂ کشمیہنی میں (فیہ) ہے ابن مردویہ کے ہاں ایک دیگر طریق سے روایت میں ہے، کعب کہتے ہیں جب میری توبہ نازل ہوئی میں نبی اکرم کے پاس پہنچا اور آپ کے دستِ مبارک اور گھٹنوں کو بوسہ دیا۔(صدقة) مصدر موضعِ حال میں ہے أي (متصدقاً)، ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ حضرت کعب نے کہا میں اپنا سارا مال اللہ و رسول کے حوالے بطورِ صدقہ کرتا ہوں، فرمایا نہیں، میں نے عرض کی پھر نصف، فرمایا نہیں عرض کی ایک تہائی؟ فرمایا یہ ٹھیک ہے احمد کی روایت میں ہے کہ نبی اکرم نے ابولبابہ کے قصہِ توبہ میں ان سے بھی ثلث مال کا صدقہ قبول فرمایا تھا انہوں نے بھی عرض کی تھی کہ اپنا سارا مال راہِ خدا صدقہ کرتا ہوں۔(أبلاه الله) یعنی (أنعم عليه) اسی طرح ان کا قول: (في صدق الحديث مذ ذكرت ذلك لرسول اللهﷺ أحسن مما أبلاني) اسی طرح بعد میں ان کا قول: (فوالله ما أنعم الله عليَّ مِن نعمة قط بعد أن هداني إلى الإسلام أعظم من صدقي الخ) تو ان کا قول (أعظم و أحسن) اس امر پر شاہد ہے کہ یہ الفاظ استعمال کر کے مرادِ نفیِ افضلیت ہوتی ہے نہ کہ نفیِ مساوات کیونکہ اس (نعمت واحسان) میں کعب کے دو اور مشارک بھی ہیں اور وہ نفی کر رہے ہیں کہ کسی کو وہ کچھ حاصل ہوا ہو جو نہیں ہوا۔

(أن لا أكون كذبته) عیاض نے بیان کیا ہے کہ (لا) زائدہ ہے۔(و كنا تخلصنا) بطورِ صیغہِ مجہول، روایتِ مسلم میں (خُلصنا) ہے۔(و أرجأ) مہموز ہے أي (أخر) وزناً و معنیً، حاصل یہ کہ کعب قرآنی آیت: (وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خُلِّفُوْا)[التوبہ:۱۱۸] کی تفسیر بیان کر رہے ہیں یعنی انہیں مؤخر کیا گیا (أُخِّرُوا) حتی کہ اللہ کی طرف سے قبولِ توبہ کی خبر آئی، یعنی یہاں (خلفوا) سے (تخليف عن الغزوة) مراد نہیں، تفسیرِ عبدالرزاق میں معمر عمن سمع عکرمہ کے حوالے سے اس آیت کی تفسیر میں یہ قول منقول ہے:(قال: خُلِّفُوا عن التوبة) ابن جریر کے ہاں قتادہ سے بھی یہی منقول ہے ابن جریر لکھتے ہیں معنائے کلام یہ ہے کہ اللہ تعالی نے ان حضرات کی توبہ قبول کر لی جن کی توبہ مؤخر کی گئی تھی۔

قصہ کعب پر مشتمل اس حدیث سے منجملہ فوائد کے شہرِ حرام میں جوازِ غزو، جہتِ جہاد کی تصریح اگر مصلحت اس کی متقاضی ہو، کا ثبوت ملا، یہ بھی کہ اگر امیر کی طرف سے نفیرِ عام کا اعلان ہو تو ہر ایک کا نکلنا لازم ہوگا اور کسی کا پیچھے رہ جانا اس کے لئے باعثِ لوم ہوگا، اس بارے سہیلی لکھتے ہیں ان پیچھے رہ جانے والوں پر عتاب وغضب کا اظہار حالانکہ جہاد فرضِ کفایہ ہے، اس لئے کیا کہ خاص انصار کے لئے یہ فرضِ عین تھا کیونکہ انہوں نے اس پر آنجناب سے بیعت کی ہوئی تھی اسی لئے خندق کی کھدائی کے دوران ان کی نوکِ زباں پہ یہ شعر جاری تھا: (نحن الذين بايعوا محمدا علی الجهاد مابقينا أبدا) تو اس غزوہ سے (کہ نفیرِ عام کا اعلان ہوا تھا) کسی کا تخلف گویا اس بیعت کی خلاف ورزی تھی یہ بات دراصل ابن بطال نے لکھی اور سہیلی نے تائید کی ہے، ابن حجر کے مطابق شافعیہ سے منقول ایک قول یہ ہے کہ عہدِ نبوی میں جہاد فرضِ عین تھا اس پر عتاب مطلقاً تمام متخلفین کیلئے تھا (نہ کہ صرف انصار کے لئے) پھر یہ آیتِ قرآنی بھی اس کی مؤید ہے: (مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ)[التوبہ: ۱۲۰]۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ کوئی حقیقی عجز وعذر رکھنے والے کا تخلف باعثِ لوم نہیں اسی طرح اس کا بھی جسے خود امیر کسی غرض کیلئے پیچھے چھوڑ جائے، منافقین کا ترکِ قتل بھی ثابت ہوا، یہ استنباط بھی کیا جا سکتا ہے کہ زندیق اگر اظہارِ توبہ کرے تو اسے بھی قتل نہ کیا جائے، مجیزین کا جواب یہ ہے کہ ترکِ قتل کا یہ معاملہ عہدِ نبوی کے ساتھ مختص ہے جسکا سبب تالیف علی الإسلام کی حکمت تھی، معصیت کو ہلکا نہ سمجھا جائے اس کا عظمِ امر بھی ثابت ہوا، اس پر حسن بصری نے جیسا کہ ابن ابو حاتم نے نقل کیا، توجہ دلائی ہے کہتے ہیں (یا سبحان اللہ) اب ان تینوں حضرات نے نہ تو مال حرام کھایا تھا اور نہ دمِ حرام کا سفک کیا تھا اور نہ ہی فساد فی الأرض کے مرتکب ہوئے تھے اس کے باوجود ان کی حالت یہ ہوئی جس کا ذکر قرآن نے ان الفاظ میں کیا ہے کہ زمین باوجود فراخی کے تنگ ہوگئی تو وہ لوگ جو کبائر کا ارتکاب کرتے ہیں کیونکر بے خوف ہو سکتے ہیں، یہ بھی عیاں ہوا کہ قوی فی الدین کا مواخذہ ضعیف فی الدین کی نسبت سخت ہوگا، حکم بالظاہر اور معاذیر قبول کر لینا بھی ثابت ہوا، گناہگار کے تأسف وندامت سے رونے کی فضیلت بھی ثابت ہوئی، ظاہر پر احکام کا اجراء اور سرائر کو اللہ کے سپرد کر دینے کا بھی ثبوت ملا، مذنب پر ترکِ تسلیم وسلام اور تین دن سے زائد مدت کیلئے اس کا ہجران بھی ثابت ہوا، اس بارے جو نہی آئی ہے وہ اس امر پر محمول ہے کہ اس کا ہجران شرعی نہ ہو، صدق کا فائدہ اور انجام کار کے لحاظ سے کذب کی شؤم بھی ثابت ہوئی۔

آنجناب کا کعب کی بابت فرمان: (أما هذا فقد صدق) بظاہر اس امر کا مشعر ہے کہ باقی سب نے کذب بیانی سے کام لیا مگر یہ اپنے عمومی مفہوم میں نہیں کیونکہ مرارہ اور ہلال نے بھی سچائی سے کام لیا تھا لہذا انہی کے ساتھ مختص ہوگا جنوں نے حلف اٹھائے اور اعذار بیان کئے نہ کہ ان کے ساتھ جنہوں نے اعتراف کیا اسی لئے صدق بیانی کرنے والے حضرات کا معاقبہ بالتأدیب ہوا جس کا فائدہ جلد ہی ظاہر ہوا (کہ اللہ نے توبہ قبول کر لی) دوسروں کو دنیا میں کچھ نہیں کہا گیا مگر آخرت کا عذابِ طویل ان کا مقدر ہے ایک صحیح حدیث میں ہے جب اللہ کسی کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کی عقوبت دنیا میں جلدی کر دیتا ہے اور جب شر کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کی عقوبت روکے رکھتا ہے تو ایسا شخص روزِ قیامت اپنے گناہوں کے ساتھ نمودار ہوگا، یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان تینوں کے ساتھ یہ سخت معاملہ اس لئے کہا کہ انہوں نے بغیر عذر ترکِ واجب کیا تھا وہی جس کا آیت: (مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ الخ) اور مذکورہ بالا شعر میں ذکر ہوا، قول وفعل میں صدق کا عظیم القدر ہونا بھی عیاں ہوا اور یہ کہ اسی کے ساتھ دنیا وآخرت کی سعادت اور ان کے شر سے نجات معلق ہے، اس امر کا بھی جواز ثابت ہوا کہ دوست اور پڑوسی کے گھر میں اس سے اجازت لئے بغیر نیز غیرِ باب سے داخل ہوا جا سکتا ہے

بشرطے کہ ایسا کرنے سے اس کی رضا مندی معلوم ہو، یہ بھی ثابت ہوا کہ کسی کا (الله و رسوله أعلم) کہنا خطاب نہیں اور نہ کلام ہے اور اگر کسی نے قسم کھائی تھی کہ کسی کے ساتھ کلام نہ کرے گا تو یہ جملہ بول لینے سے حانث نہ ہوگا، اگر اس کے ساتھ مکالمہ کی نیت نہ تھی ابو قتادہ نے یہ جملہ تب بولا تھا جب کعب نے نہایت اصرار والحاح سے کام لیا وگرنہ پہلے ذکر ہوا کہ بادشاہِ غسان کے ایلچی نے جب بازار میں حضرت کعب کا پتہ پوچھا تھا تو لوگوں نے ان کی طرف اشارہ کر کے اس کی رہنمائی کی تھی یہ تک نہ کہا تھا کہ یہ کعب ہے، یہ ان سے اعراض وہجر کی انتہا ہے، یہ امر بھی ثابت ہوا کہ نماز کے دوران ایک آدھ بار اچٹتی ہوئی نظر کسی پر ڈال دینا صحتِ نماز کے لئے قادح نہیں، ایسے کاغذ کا جلا دینا بھی جائز ثابت ہوا جس میں اللہ کا نام ہے اور یہ بر بنائے مصلحت ہوگا (جیسے قرآن پاک کے ایسے اوراق جن کی جلد بندی ممکن نہیں ہوتی، جلا دیتے ہیں مگر اس معاملہ میں نہایت احتیاط اور شر پسندوں و بیمار دل والوں اور اہلِ توحید کے دشمنوں کی نگاہوں سے بچنے کی ضرورت ہے وہ خبیث الفطرت افراد ایسے مواقع کی تلاش میں رہتے ہیں کہ یہ الزام لگا کر کہ قرآن کی توہین کی اور اسے جلایا ہے، لوگوں کو برانگیختہ اور مشتعل کر کے کوئی سانحہ برپا کیا جائے متعدد واقعات ہو چکے ہیں گوجرانوالہ میں ایک بدفطرت میاں بیوی نے ایک حافظِ قرآن ڈاکٹر پر یہی الزام لگایا لوگوں کو مشتعل کیا اور جلوس بنا کر اس مظلوم کو پکڑا پولیس نے احتیاطاً اسے حوالات میں ڈال دیا وہاں سے نکال کر اسے زندہ جلایا، اللہ بھلا کرے اس زمانہ کے وزیرِ اعلیٰ پنجاب میاں منظور وٹو کا شائد اس کی مغفرت کے لئے یہی اقدام کافی ہو کہ باقاعدہ تحقیق کرائی اور معلوم کروایا کہ یہ سب کسی نے پرانا کینہ اور دشمنی نکالی ہے پھر مقدمہ چلا اور جلوس منظم کرنے میں پیش پیش سنی فورس کے مقامی لیڈر پر مقدمہ چلایا، اس طرح بہاول پور سے آگے کسی شہر میں، نام بھول گیا ہوں، ایک اہلحدیث مسجد کا جواں سال امام قرآن کے پرانے اوراق مسجد کے اندر جلا رہا تھا کہ بریلوی جتھہ بنا کر آ گئے الزام وہی پرانا کہ توہینِ قرآن کی ہے! کتنا بڑا لطیفہ ہے کہ ایک امام وقاری پر الزام لگایا جائے کہ توہینِ قرآن کر رہا ہے؟ اس سانحہ میں بھی وہ قاری صاحب زخمی ہو کر لبِ مرگ ہوئے مقامی جماعت اہلحدیث کے امیر انہیں بچاتے ہوئے شہید ہوئے، یہی کوششیں وہ اس بابت کرتے رہتے ہیں کہ اہلحدیثوں پر توہینِ رسالت کا الزام لگایا جائے کہ آپ کو بشر کہتے ہیں وغیرہ، تو دراصل یہ حضرات مفسد وشر پسند اور شیاطین کے نرغہ میں ہیں، ان کا مقدر ہی یہ ہے کہ اہلِ توحید کی مخالفت کرتے رہیں، ہر زمانہ وقوم کی تاریخ یہی ثابت کرتی ہے)۔

سجدۂ شکر کی مشروعیت بھی ثابت ہوئی، یہ بھی کہ بشارت لانے والے کو اس وقت اپنے پاس موجود نفیس ترین چیز ہدیۂ پیش کرے، کسی نعمت کے حصول پر تہنیت اور مبارکباد پیش کرنا بھی ثابت ہوا اور اس کے استقبال کو کھڑا ہونا بھی، ادھار لینے کی مشروعیت بھی ثابت ہوئی، اسی طرح قادم کے ساتھ مصافحہ کرنا اور احتراماً واستقبالاً کھڑے ہونا، توبہ کے وقت صدقہ کرنے کے استحباب کا بھی ثبوت ملا اور یہ کہ جس نے نذر مانی تھی کہ اپنا سارا مال تصدق کر دے گا، اس پر (مسئلہ جاننے کے بعد کہ ایسا کرنا جائز نہیں) لازم نہ ہوگا کہ تمام مال تصدق کر دے، اس بارے کتاب النذور میں بحث آئے گی، ابن تین لکھ بیٹھے کہ حضرت کعب ان مہاجرینِ اولین میں سے ہیں جو اہلِ قبلتین ہیں، تو یہ ان کا سہو قلم ہے کعب مہاجرینِ اولین میں سے نہیں بلکہ السابقین من الأنصار میں سے ہیں۔

علامہ انور حدیث کے الفاظ: (فطفت فيهم أحزنني أني لا أرى إلا رجلا مغموصا عليه النفاق) کے تحت کہتے ہیں اس میں میری کہی بات کہ اہلِ اسلام منافقین کو ان کی سیما (یعنی صفت وعلامت) کے ساتھ اچھی طرح پہچانتے تھے، کی دلیل ملتی ہے البتہ نبی اکرم نے اسی میں مصلحت جانی کہ ان کے نفاق پر کوئی بینہ طلب نہ کریں کہ انہیں قتل کر ڈالیں، کہتے ہیں حضرت کعب اور

باقی دوصحابیوں کا معاملہ تو بہ مؤخر کر دیا، اسی طرف قرآن کا لفظ (خُلِّفُوْا) اشارہ کرتا ہے، صاحبِ واقعہ نے اس لفظ کو اسی معنی پر محمول کیا ہے جبکہ لوگ سمجھے کہ سفر سے تخلّف مراد ہے،(إن من توبتی أن أنخلع الخ) کی بابت لکھتے ہیں کہ بات مشورہ طلب انداز میں کہی تھی جیسا کہ سیاق دلالت کرتا ہے یہ نہیں کہ انہوں نے وقف کر دیا تھا یا نذر مان لی تھی، حکایت کے عنوان سے رقم طراز ہیں کہ بشارت لانے والے کو عرفاً کوئی تحفہ دیا جاتا تھا تو حضرت کعب نے اپنا لباس اس کی نذر کیا، یہی معاملہ امام احمد کے ساتھ ہوا، شافعی نے دو مرتبہ حجاز سے (عراق کا) سفر کیا ہے ایک مرتبہ محمد بن حسن کی طرف اور دوسری مرتبہ امام احمد سے ملنے کے لئے ، پھر جب مصر واپس ہوئے تو وہاں خواب میں نبی اکرم نظر آئے فرمایا احمد کو پیغام دو کہ ایک مصیبت کے بعد بشارت اس کی منتظر ہے، شافعی نے اپنے اصحاب سے کہا کون یہ پیغام ان تک لے جائے گا؟ مزنی جو طحاوی کے ماموں ہیں، نے اسکی حامی بھری، جب امام احمد کے پاس پہنچے اور امام شافعی کا یہ پیغام دیا وہ رو پڑے اور کہا شائد نبی اکرم نے مجھ میں ضعف وخشوع محسوس فرمایا ہے، پھر اپنی قمیص اتار کر مزنی کو عطا کی، وہ جب شافعی کے پاس واپس پہنچے اور ساری تفصیل سنائی، پوچھا کیا بشارت سننے کے بعد کچھ عطا کیا؟ کہا جی ہاں یہ ان کی قمیص ہے، کہنے لگے آج تمہیں تنگی میں نہ ڈالوں گا اور نہیں کہوں گا کہ یہ مجھے دے دو ہاں اتنا ضرور کہتا ہوں کہ اسے پانی سے تر کر کے وہ پانی نچوڑ کر مجھے لا دو، انہوں نے یہی کیا تو امام شافعی نے کچھ پانی پی لیا اور کچھ اپنے جسم پر مل لیا، تو یہ ان ائمہ اور دین کے رہنماؤں کا باہمی وطیرہ تھا، رحمہم اللہ۔

80 - باب نُزُولُ النَّبِیِّ ﷺ الْحِجْرَ (مقامِ حجر سے نبی اکرم کا گزر)

حجر حائے مکسور کے ساتھ، قوم ثمود کی منازل ہیں بعض مدعی ہیں کہ نبی کریم یہاں سے گزرتے گئے نیچے نہ اترے تھے مگر ابن عمر کی حدیث میں صراحت کے ساتھ مذکور ہے کہ: (لمَّا نزل الحجرأمرهم أن لايشربوا) یہ أحاديث الأنبياء بئر ثمود کے باب میں گزری ہے۔

4419 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِیُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ ؓ قَالَ لَمَّا مَرَّ النَّبِیُّ ﷺ بِالْحِجْرِ قَالَ لاَ تَدْخُلُوا مَسَاكِنَ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ أَنْ يُصِيبَكُمْ مَا أَصَابَهُمْ إِلاَّ أَنْ تَكُونُوا بَاكِينَ ثُمَّ قَنَّعَ رَأْسَهُ وَأَسْرَعَ السَّيْرَ حَتَّى أَجَازَ الْوَادِیَ .أطرافه 433، 3380، 3381، 4420، 4702-

ابن عمر راوی ہیں کہ جب نبی پاک کا مقام حجر سے گزر ہوا تو فرمایا ان لوگوں کے مساکن میں داخل نہ ہونا جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا مبادا تمہیں بھی وہ عذاب پہنچ جائے جس نے انہیں اپنی لپیٹ میں لیا تھا الا یہ کہ تم روتے ہوئے گزرو، پھر آپ نے سر مبارک کو چادر سے ڈھانپ لیا اور سرعت سے وادی عبور کی۔

(أن يصيبكم) مفعول لہ ہے أی (كراهة الإصابة)۔

4420 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لأَصْحَابِ الْحِجْرِ لاَ تَدْخُلُوا عَلَى هَؤُلاَءِ الْمُعَذَّبِينَ إِلاَّ أَنْ تَكُونُوا بَاكِينَ أَنْ يُصِيبَكُمْ مِثْلُ مَا أَصَابَهُمْ . (سابقہ)أطرافه 433، 3380، 3381، 4419، 4702-

(لأصحاب الحجر الخ) کرمانی لکھتے ہیں یعنی ان صحابہ کرام سے فرمایا جو اس جگہ آپ کے ساتھ موجود تھے، حجر کی طرف مضاف اس وجہ سے کیا کہ انہوں نے اسے عبور کیا تھا، مگر یہ شدید تکلف وتعسف ہے دراصل (لأصحاب) کالام بمعنی (عن) ہے، مقول لہم محذوف کیا تا کہ ہر سامع اس عموم میں شامل سمجھا جائے تقدیرِ کلام یہ بنے گی: (قال لأمته عن أصحاب و هم ثمود، لا تدخلوا الخ) یہ واضح ہے اس میں کوئی خفاء نہیں۔

علامہ انور (ثم قنع راسه) کے تحت لکھتے ہیں گویا یہ اللہ کے عذاب سے متعوذ کی ہیئت ہے اور میرے نزدیک یہ استحسانِ طیلسان (سبز رنگ کی چادر جس کو علماء اور مشائخ استعمال کرتے تھے اور یہ عجمیوں کا لباس تھا) کی اصل ہے سیوطی نے اسے بارے ایک رسالہ تصنیف کیا مگر ان کا ذہن اس استنباط کی طرف منتقل نہیں ہوا، بعنوانِ فائدہ لکھتے ہیں کہ دیارِ ثمود اس جانب ساحلِ سمندر پر تھے آنجناب کا سفرِ تبوک غربِ عرب کی جانب سے تھا وہاں یہ دیار واقع نہیں مگر اس گھڑی اپنے پاس موجود جغرافیائی معلومات پر انحصار نہیں کرتا، ایراد صرف استحضار کے بعد ہی ممکن ہے۔

81- باب

یہ سابقہ سے بمنزلہِ فصل ہے کیونکہ اس کی احادیث قصہ تبوک ہی سے متعلقہ ہیں۔

4421 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ عَنِ اللَّيْثِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمُغِيرَةِ عَنْ أَبِيهِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ ذَهَبَ النَّبِيُّ ﷺ لِبَعْضِ حَاجَتِهِ فَقُمْتُ أَسْكُبُ عَلَيْهِ الْمَاءَ لَا أَعْلَمُهُ إِلَّا قَالَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ فَغَسَلَ وَجْهَهُ وَذَهَبَ يَغْسِلُ ذِرَاعَيْهِ فَضَاقَ عَلَيْهِ كُمُّ الْجُبَّةِ فَأَخْرَجَهُمَا مِنْ تَحْتِ جُبَّتِهِ فَغَسَلَهُمَا ثُمَّ مَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ .أطرافه 182، 203، 206، 363، 388، 2918، 5798، 5799

مغیرہ بن شعبہ راوی ہیں کہ نبی پاک قضائے حاجت کی غرض سے گئے پھر میں وضو کرانے کھڑا ہوا۔ راوی کہتے ہیں میرا خیال ہے کہ یہ تبوک کا واقعہ ہے، آپ نے چہرہِ اقدس دھویا اور جب بازو دھونے کیلئے انہیں باہر نکالنا چاہا تو آستین تنگ ہونے کی وجہ سے بازو جبہ کے نیچے سے نکالے اور انہیں دھویا اور موزوں پہ مسح کیا۔

کتاب الطہارۃ میں یہی روایت (ليث عن يحيى بن سعيد عن سعد) کے حوالے سے گزری ہے گویا اس میں لیث کے دو شیوخ ہیں۔ (لا أعلمه إلا في غزوة تبوك) المسح علی الخفین کے باب میں ان رواۃ کا ذکر کیا تھا جنہوں نے اسے بلا ترُدُد روایت کیا ہے، باقی مباحث بھی وہیں ذکر ہوئے، مسلم کی روایت میں جو عباد بن زیاد عن عروہ بن مغیرہ کے حوالے سے ہے، مزید یہ بھی ہے کہ جب آپ کے ہمراہ واپس قیام گاہ پہنچا تو لوگ عبدالرحمٰن بن عوف کو امام بنائے نماز ادا کر رہے تھے آنجناب کو آخری رکعت ملی عبد الرحمٰن نے سلام پھیرا تو نبی اکرم نے باقی نماز پوری کی، (قام رسول الله ﷺ يتم صلاته) آگے ذکر ہے کہ اس سے لوگوں کو بڑی گھبراہٹ ہوئی کہ آپ کا اور زیادہ انتظار کیوں نہ کیا ایک روایت میں ہے مغیرہ کہتے ہیں میں نے ارادہ کیا کہ عبدالرحمٰن کو پیچھے کر دوں مگر آپ نے فرمایا چھوڑو۔

علامہ انور روایت کے الفاظ (فقمت أسكب عليه الماء) کے تحت لکھتے ہیں مسند احمد کی روایت میں مزید یہ ہے کہ مغیرہ یہ پانی ایک خاتون سے لے کر آئے تھے آنجناب نے حکم دیا تھا کہ اس سے پوچھیں آیا یہ پانی مدبوغ جلد میں رکھا تھا یا غیر مدبوغ میں؟ یہ ہمیں مسئلہ میاہ میں فائدہ دے سکتی ہے۔

4422 - حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ قَالَ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ يَحْيَى عَنْ عَبَّاسِ بْنِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ قَالَ أَقْبَلْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوكَ حَتَّى إِذَا أَشْرَفْنَا عَلَى الْمَدِينَةِ قَالَ هَذِهِ طَابَةُ وَهَذَا أُحُدٌ جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ .

أطرافه 1481، 1872، 3161، 3791 -

ابو حمید کہتے ہیں تبوک سے واپسی کے دوران مدینہ کی جھلک دیکھتے ہی نبی پاک نے فرمایا یہ احد پہاڑ ہم سے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں

4423 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ الطَّوِيلُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ؓ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَجَعَ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوكَ فَدَنَا مِنَ الْمَدِينَةِ فَقَالَ إِنَّ بِالْمَدِينَةِ أَقْوَامًا مَا سِرْتُمْ مَسِيرًا وَلَا قَطَعْتُمْ وَادِيًا إِلَّا كَانُوا مَعَكُمْ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَهُمْ بِالْمَدِينَةِ قَالَ وَهُمْ بِالْمَدِينَةِ حَبَسَهُمُ الْعُذْرُ . (ترجمہ کیلئے جلد چہارم ص: ۳۵۵) طرفاه 2838، 2839 -

82 - باب كِتَابِ النَّبِيِّ ﷺ إِلَى كِسْرَى وَقَيْصَرَ (قیصر و کسریٰ کے نام مکتوباتِ نبوی)

کسری کا نام ونسب یہ ہے: ابن پرویز بن ہرمز بن نوشروان، نوشروان سب سے بڑا اور مشہور کسریٰ ہے بعض کے مطابق اسی نوشروان کی طرف مکتوبِ نبوی آیا تھا مگر یہ محلِ نظر ہے کیونکہ آگے نبی اکرم کی پیشین گوئی کا ذکر آئے گا جس میں فرمایا تھا کہ مکتوب الیہ کسری کو اس کا بیٹا زرمان قتل کر ڈالے گا اور یہ کسری بن پرویز ہی تھا، کسری ہر بادشاہِ فارس کا لقب ہوا کرتا تھا، عربی میں اس کا معنی ہے مظفری، اسکے کاف کے ضبط کی بحث علامات النبوۃ میں گزر چکی ہے، قیصر جو کہ ہرقل ہے، کا تذکرہ اوائل کتاب میں ہو چکا ہے۔

4424 - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بَعَثَ بِكِتَابِهِ إِلَى كِسْرَى مَعَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حُذَافَةَ السَّهْمِيِّ فَأَمَرَهُ أَنْ يَدْفَعَهُ إِلَى عَظِيمِ الْبَحْرَيْنِ فَدَفَعَهُ عَظِيمُ الْبَحْرَيْنِ إِلَى كِسْرَى فَلَمَّا قَرَأَهُ مَزَّقَهُ فَحَسِبْتُ أَنَّ ابْنَ الْمُسَيَّبِ قَالَ فَدَعَا عَلَيْهِمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ يُمَزَّقُوا كُلَّ مُمَزَّقٍ . أطرافه 64، 2939، 7264 -

ابن عباس راوی ہیں کہ نبی پاک نے عبداللہ بن حذافہ سہمی کے ہاتھ کسری کی طرف اپنا خط روانہ کیا، انہیں ہدایت فرمائی کہ بحرین کے گورنر کو یہ خط پہنچا دیں، اس نے وہ آگے کسری تک پہنچا دیا جب اس نے پڑھا تو پھاڑ دیا، راوی کے بقول میرا خیال ہے ابن

مسیّب نے یہ بھی بیان کیا کہ نبی پاک نے ان کے حق میں بددعا فرمائی کہ وہ بھی مکمل ٹکڑے ٹکڑے کر دئے جائیں۔
شیخِ بخاری اسحاق بن راہویہ ہیں، صالح سے مراد ابن کیسان ہیں۔ (مع عبد الله بن حذافة) یہی معتمد ہے عمر بن شبہ نے خنیس بن حذافہ لکھا مگر یہ غلط ہے وہ ام المؤمنین حفصہ کے متوفیٰ شوہر تھے جبکہ یہ ایلچی سن سات حدیبیہ کے بعد روانہ کئے تھے، عبداللہ بن عیسی اخی کامل بن عدی کے ترجمہ میں داؤد بن ابوہند عن عکرمہ عن ابن عباس کے حوالے سے قصہ اتخاذِ خاتم کے ضمن میں مذکور ہے کہ حضرت عمر بن خطاب کے ہاتھ کسری کی طرف خط بھیجا تھا مگر عبداللہ ضعیف راوی ہیں اگر یہ ثابت ہے تو ممکن ہے بادشاہِ فارس کو دو خط روانہ کئے ہوں۔

(إلى عظيم البحرين) یہ منذر بن ساوی عبدی تھا۔ (فدفعه) فاء برائے عطف علی محذوف ہے جس کی تقدیر یہ ہے کہ وہ آئے اسے خط حوالے کیا اس نے بذریعہ قاصد یہ خط کسری کی طرف روانہ کر دیا یا ممکن ہے منذر خود ہی یہ خط لے کر کسری کے دربار میں پہنچا ہو۔ (فلما قرأ) نسخہِ کشمیہنی میں (قرأه) ہے، خود نہ پڑھا تھا بلکہ اس پر پڑھا گیا تھا تو یہ مجاز ہے۔

(فحسبت أن ابن المسيب الخ) زہری قائل ہیں اسی اسناد کے ساتھ موصول ہے تمام طرق میں یہ مرسلاً ہی واقع ہے ممکن ہے انہوں نے یہ بات عبداللہ بن حذافہ سے سنی ہو ابن سعد کے ہاں ان کی روایت میں ہے: (فقرأ عليه كتاب رسول الله ﷺ فأخذه فمَزَّقَه)۔ (فدعا عليه الخ) یعنی کسری اور اس کے جنود پر (اسی لئے آگے جمع کا صیغہ ہے)۔ (أن يمزقوا) مجہول کے صیغہ کے ساتھ، یعنی ان کا تفرّق و تقطّع ہو، ابن حذافہ کی روایت میں ہے جب آنجناب کو خبر ملی تو یوں فرمایا: (اللهم مزّقْ مُلكه)،
پھر کسری نے اپنے عاملِ یمن باذان کو خط لکھا کہ حجاز میں اس شخص کو گرفتار کر کے لانے کیلئے دو آدمی بھیجو (یہ بھی اس کے تکبر کا ایک انداز تھا کہ پورے عرب میں کون میرے مقابلہ میں آنے کی ہمت کر سکتا ہے، دو افراد ہی کافی ہیں) باذان نے دو آدمی خط کے ہمراہ مدینہ بھیجے، آپ نے ان سے فرمایا اپنے آقا کو جا کر بتلا دو کہ میرا رب آج رات اس کے رب (یعنی کسری) کو قتل کر دے گا، کہتے ہیں یہ ۷ھ جمادی اولی کی دسویں تاریخ اور منگل کی رات تھی، اللہ نے اس کے بیٹے شیرویہ کے ہاتھوں قتل کروایا، زہری سے منقول ہے کہتے ہیں مجھے خبر ملی کہ کسری نے باذان کو لکھا مجھے خبر ملی ہے کہ قریش کے ایک شخص نے دعوائے نبوت کیا ہے اس کے پاس جاؤ اگر توبہ کر لے تو ٹھیک وگرنہ اس کا سر کاٹ کر میرے ہاں بھیج دو، کہتے ہیں جب آنجناب کی پیشین گوئی کے مطابق کسری کا قتل ہوا تو باذان اور اس کے ہمراہی ایرانی مسلمان ہو گئے۔

تنبیہ کے عنوان سے ابن حجر لکھتے ہیں ابن سعد نے جزم کے ساتھ لکھا ہے کہ عبداللہ بن حذافہ کی کسری کی طرف سفارت سن سات صلح حدیبیہ کے زمانہ میں تھی، واقدی نے شفاء بنت عبداللہ سے روایت کرتے ہوئے (منصرفه من الحديبيه) کے الفاظ نقل کئے ہیں بخاری کی صنیع سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اسے سن نو کا واقعہ خیال کرتے ہیں کیونکہ غزوہِ تبوک کے بعد اس کا ذکر کیا، اسی لئے آخرِ باب حدیثِ سائب نقل کی ہے کہ تبوک سے واپسی پر وہ دوسرے لڑکوں کے ہمراہ آنجناب کا استقبال کرنے ثنیۃ الوداع تک آئے، اہلِ سیر ذکر کرتے ہیں کہ آنجناب نے مقامِ تبوک سے بھی قیصر وغیرہ کی طرف خطوط لکھے تھے اور یہ حضرت دحیہ کی سفارت سے جدا واقعہ ہے، وہ جیسا کہ روایت میں تصریح ہے سن سات کا واقعہ ہے، مسلم کی حضرت انس سے روایت میں ہے کہ نبی اکرم نے قیصر وکسری (و إلىٰ كُل جبار عنيد) (اور ہر بادشاہ کی طرف) کی طرف خط لکھا، طبرانی کی حدیثِ مسور بن مخرمہ میں ہے کہ نبی اکرم صحابہ کے پاس آئے اور فرمایا اللہ نے مجھے تمام لوگوں کیلئے مبعوث کیا ہے پس تم میری طرف سے پہنچا دو اور اختلاف نہ کرنا تو عبداللہ

بن حذافہ کو کسری، سلیط بن عمرو کو حاکمِ یمامہ ہوذہ بن علی، علاء بن حضرمی کو ہجر میں منذر بن ساوی، عمرو بن عاص کو عمان میں جلندی کے بیٹوں جیفر اور عباد، دحیہ کو قیصر، شجاع بن وہب کو ابن ابوشمر غسانی اور عمرو بن امیہ کو نجاشی کی طرف خط دے کر روانہ کیا۔

سوائے عمرو بن عاص سبھی وفاتِ نبوی سے قبل واپس ہو لئے تھے، اصحابِ سیر نے مذکورہ بالا کے علاوہ یہ بھی ذکر کیا ہے کہ مہاجر بن ابوامیہ بن حارث بن عبدکلال اور جریر کو ذی الکلاع، سائب کو مسیلمہ اور حاطب بن ابی بلتعہ کو (حاکمِ مصر) مقوقس کی جانب خطوط دے کر روانہ کیا، مسلم کی مشارالیہ حدیثِ انس میں وضاحت ہے کہ جس نجاشی کو خط لکھا تھا یہ وہ نہ تھا جس کے اسلام کا تذکرہ ایک حدیث میں ہے۔

4425 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ الْهَيْثَمِ حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ لَقَدْ نَفَعَنِي اللَّهُ بِكَلِمَةٍ سَمِعْتُهَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَيَّامَ الْجَمَلِ بَعْدَ مَا كِدْتُ أَنْ أَلْحَقَ بِأَصْحَابِ الْجَمَلِ فَأُقَاتِلَ مَعَهُمْ قَالَ لَمَّا بَلَغَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَنَّ أَهْلَ فَارِسَ قَدْ مَلَّكُوا عَلَيْهِمْ بِنْتَ كِسْرَى قَالَ لَنْ يُفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْا أَمْرَهُمُ امْرَأَةً .طرفه 7099-

ابو بکرہ کہتے ہیں جنگِ جمل کے موقع پہ نبی پاک سے سنا یہ جملہ میرے کام آ گیا، وگرنہ میرا پکا ارادہ تھا کہ اصحابِ جمل (یعنی حضرت عائشہ کے لشکر) میں شامل ہو جاؤں اور انکے ساتھ مل کر لڑوں، کہتے ہیں وہ جملہِ نبوی یہ تھا کہ جب اہلِ فارس نے بنتِ کسری کو اپنا بادشاہ بنا لیا تو آپ نے فرمایا وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پا سکتی جنہوں نے عورت کو اپنا بادشاہ بنا لیا۔

عوف سے اعرابی اور حسن سے مراد بصری ہیں، تمام راوی بصری ہیں۔(من رسول الله ﷺ أيام الجمل) اس میں تقدیم و تاخیر ہو گئی ہے اصلِ کلام یہ ہے:(نفعني الله أيام الجمل بكلمة سمعتها الخ) گویا ایام (نفعنی) سے متعلق ہیں نہ کہ (سمعتها) سے، جنگِ جمل حضرات عائشہ وعلی کے لشکروں کے مابین لڑی گئی جنگ کا نام ہے حضرت عائشہ چونکہ ایک اونٹ پر سوار تھیں لہذا ان کے لشکری اصحابِ جمل کہلائے اس جنگ کا مفصل حال کتاب الفتن میں آئے گا، مختصراً یہ کہ شہادتِ عثمان کے بعد جب اہلِ مدینہ نے حضرت علی کو خلیفہ بنا لیا تو حضرات طلحہ وزبیر مکہ چلے گئے وہیں حضرت عائشہ حج کیلئے موجود تھیں ان کی رائے یہ بنی کہ بصرہ جا کر لوگوں کا ایک لشکر ترتیب دیا جائے جو حضرت عثمان کے قصاص کا مطالبہ کرے حضرت علی کو اطلاع ہوئی تو وہ ان کی طرف نکلے آخر دونوں لشکروں کے درمیان جنگِ جمل واقع ہوئی، اس کی وجہِ تسمیہ یہ بنی کہ حضرت عائشہ ہودج میں اونٹ پر سوار لوگوں کو اصلاح کی دعوت دیتی تھیں۔

(بنت كسرىٰ) یہ بوران بنت شیرویہ بن کسری بن پرویز تھی، شیرویہ نے جب اپنے والد بادشاہِ فارس کو قتل کر دیا تو اس نے قتل ہونے سے پہلے کچھ اس قسم کی سن گن محسوس کر کے خزانہِ شاہی میں ایک زہر آلود ڈبیہ رکھی (عمل حُقا مسموما) اور اس پر لکھ رکھا تھا:(حُق الجماع) یعنی جو اس نسخہ کو کھا لے اس کی قوتِ جماع بڑھ جائے گی، شیرویہ کے ہاتھ وہ نسخہ لگا چنانچہ اسے استعمال کر لیا جس سے اس کی ہلاکت واقع ہو گئی، یہ والد کو قتل کرنے کے چھ ماہ بعد کا قصہ ہے، قبل ازیں وہ اپنے تمام بھائیوں کو بھی مار چکا تھا تاکہ کوئی بادشاہت میں اس کا حریف نہ بنے اب جب اس کی موت واقع ہوئی تو درباریوں نے اس امر کو برا جانا کہ بادشاہت اس خاندان سے باہر منتقل ہو چنانچہ اتفاق رائے سے اس کی بیٹی بوران کو تخت پر بٹھلا دیا، طبری کے مطابق بعد ازاں اس کی بہن ارزمیدخت بھی بادشاہ بنی تھی، خطابی لکھتے ہیں حدیث سے ثابت ہوا کہ عورت نہ امارت سنبھالے اور نہ عہدہِ قضاء، یہ بھی ثابت ہوا کہ خود اپنی شادی کرنے کی

بھی مجاز نہیں اور نہ کسی کی کرا سکتی ہے، بقول ابن حجر ان کی یہ بات قابلِ گرفت ہے، امارت وقضاء والی بات تو جمہور کا قول ہے البتہ طبری اور مالک سے ایک روایت اس کے جواز کی ہے، ابوحنیفہ کے نزدیک ان امور میں جج بن سکتی ہے جن میں عورتوں کی گواہی جائز ہے۔

ترجمہ کے ساتھ اس حدیث کی مناسبت اس جہت سے ہے کہ یہ اس کسری کے قصہ کا تتمہ ہے جس نے حضور کا نامہ مبارک پھاڑا اور آپ نے اس کی تمزیق کی بددعا فرمائی تو اللہ نے اس پر اس کا بیٹا مسلط کر دیا جس نے اسے بھی اور اپنے تمام بھائیوں کو بھی قتل کر دیا پھر جلد خود بھی ہلاک ہوا حتی کہ انہوں نے ایک عورت کو اپنا بادشاہ بنالیا جوان کی عظیم بادشاہت کے زوال کا سبب بنی اور اس طرح آنجناب کی بددعا پوری ہوئی۔

4426 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ يَقُولُ أَذْكُرُ أَنِّي خَرَجْتُ مَعَ الْغِلْمَانِ إِلَى ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ نَتَلَقَّى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً مَعَ الصِّبْيَانِ . (جلد چہارم ص:۵٦۰) طرفاه 3083، 4427 -

4427 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ السَّائِبِ أَذْكُرُ أَنِّي خَرَجْتُ مَعَ الصِّبْيَانِ نَتَلَقَّى النَّبِيَّ ﷺ إِلَى ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ مَقْدَمَهُ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوكَ .
(سابقہ) طرفاه 3083، 4426

(وقال سفيان مرة مع الصبيان) یہ بھی موصول ہے راوی کو یہ وضاحت مقصود ہے کہ کبھی غلمان اور کبھی صبیان کا لفظ استعمال کیا دونوں ہم معنی ہیں پھر ایک دیگر شیخ عن سفیان کے حوالے سے (مقدمه من تبوك) کا اضافہ بھی نقل کیا، داؤدی نے اس کا انکار کیا ہے ابن قیم نے بھی ان کی متابعت کی اور لکھا کہ ثنیۃ الوداع تو مکہ کی جہت ہے نہ کہ تبوک کی بلکہ یہ تو آمنے سامنے کا فرق ہے، ایک مشرق میں اور دوسرا مغرب میں ہے، کہتے ہیں البتہ ممکن ہے اس طرف بھی کوئی ثنیۃ الوداع ہو، ثنیۃ (ما ارتفع من الأرض) (یعنی کوئی سطح مرتفع، ٹیلے وغیرہ) کو کہتے ہیں بعض نے پہاڑی راستہ قرار دیا ہے، ابن حجر تبصرہ کرتے ہیں اس کا مکہ کی جہت ہونا اس امر کیلئے مانع نہیں کہ کوئی شام کو جاتے ہوئے اس طرف سے نہ آئے یا جائے، جیسے مکہ میں ایک جہت سے داخل اور دوسری جانب سے خارج ہوئے تھے، حلبیات میں ایک منقطع سند کے ساتھ منقول روایت میں مذکور ہے کہ جب نبی اکرم مدینہ آئے تو خواتین یہ اشعار پڑھتے استقبال کو نکلیں: (طلع البدر علينا من ثنيات الوداع) تو کہا گیا ہے کہ یہ ہجرت کے بعد مدینہ پہنچنے کے موقع کا ذکر ہے اور بعض کے مطابق تبوک سے واپسی کا

آخر میں بعنوانِ تنبیہ لکھتے ہیں کہ آخرِ باب میں یہ روایت لانے کا مقصد اس امر کا اشارہ دینا ہے کہ بادشاہوں کو یہ خطوط عامِ تبوک یعنی ۹ ھ کو لکھے گئے البتہ بعض کا یہ قول کہ قیصر کو صلحِ حدیبیہ کے بعد خط روانہ کیا تھا، اس کیلئے دافع نہیں کیونکہ تطبیق ممکن ہے کہ اسے دومرتبہ خط لکھا ہو، یہاں مذکور دوسرا خط ہے، مسند احمد کی روایت میں اس کی تصریح ہے، اسی طرح وہ نجاشی جو مسلمان ہو گئے تھے اور جن کی غائبانہ نمازِ جنازہ آپ نے ادا فرمائی تھی، کو بھی خط لکھا تھا پھر اگلے نجاشی کو بھی جو کافر تھا مسلم کی حدیثِ انس میں ہے کہ آنجناب نے اللہ کی طرف دعوت دیتے ہوئے ہر جبار کو خط لکھا ان میں سے کسری، قیصر اور نجاشی کے نام ذکر کئے، کہتے ہیں یہ وہ نجاشی نہیں جو مسلمان ہو گئے تھے۔

83 - باب مَرَضِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَوَفَاتِهِ (آنجناب کی مرض ووفات)

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی (إِنَّکَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُونَ) اللہ تعالی کا فرمان: (ترجمہ) بے شک آپ بھی ایک دن فوت ہو جائیں گے اور وہ بھی، پھر سب لوگ روزِ قیامت اپنے رب کے پاس اپنے جھگڑے نمٹائیں گے۔

باب کی سولہویں حدیث کی شرح کے اثناء اس آیت کی ترجمۃ الباب سے وجہِ مناسبت بیان کی جائے گی، آپ کی مرض کی نوعیت کا بھی ذکر موجود ہے، یہ بھی ذکر آئے گا کہ مرض الموت کی ابتداء ام المؤمنین میمونہ کے گھر میں ہوئی، سیرت ابی معشر میں حضرت زینب بنت جحش مذکور ہے جبکہ سیرتِ سلیمان تیمی میں بیتِ ریحانہ، مگر اول معتمد ہے خطابی کے بقول سوموار کے دن آغاز ہوا بعض نے ہفتہ کے دن لکھا ہے حاکم ابو احمد کے نزدیک بدھ کے دن، کتنے دن مرض جاری رہا؟ اس میں بھی تعددِ آراء ہے اکثر کے نزدیک تیرہ دن بعض نے ایک دن کم یا زیادہ بتلایا ہے، سلیمان تیمی نے اپنی سیرت میں دس پر جزم کیا ہے بیہقی نے بھی اسے بسند صحیح تخریج کیا، یومِ وفات بالاتفاق ربیع الاول سوموار کا دن ہے صرف بزار کی حدیثِ ابن عمر میں گیارہ رمضان مذکور ہے، جمہور اور ابن اسحاق کے نزدیک بارہ ربیع الاول کو وفات ہوئی مگر موسی بن عقبہ، ابن زبیر، لیث اور خوارزمی نے یکم ربیع الاول قرار دیا ہے، ابومخیف اور کلبی نے اس کی دو تاریخ ذکر کی، سہیلی نے اسے راجح کہا ہے رافعی نے نقل کیا کہ حجۃ الوداع کے بعد اسّی دن زندہ رہے

سہیلی اور ان کے تابعین نے سوموار بارہ ربیع الاول کو یومِ وفات کہنا باعثِ اشکال قرار دیا ہے کیونکہ اس امر پر اتفاق ہے کہ یکم ذی الحجہ بروز جمعرات تھی تو تینوں مہینوں کو اگر پورے تیس دن کے یا انتیس کے یا بعض کو تیس اور بعض کو انتیس کے فرض کیا جائے یہ تاریخ و دن صحیح نہیں ٹھہرتی، تامل کرنے والے کے لئے یہ ظاہر ہے، بارزی پھر ابن کثیر نے جواباً اس احتمال کا اظہار کیا کہ تینوں مہینے کامل تھے اور اہلِ مکہ و اہلِ مدینہ نے ہلالِ ذی الحج کی بابت باہم اختلاف کیا تھا، اہلِ مکہ نے جمعرات کی رات جبکہ اہلِ مدینہ نے شبِ جمعہ دیکھا تھا تو وقوفِ عرفات اہلِ مکہ کی رؤیت کے مطابق ہوا پھر جب مدینہ واپس ہوئے تو اہلِ مدینہ کی رؤیت کے مطابق تاریخ شماری کی، تو اس لحاظ سے یکم ذی الحجہ گویا جمعہ کا دن اور آخری تاریخ بروز ہفتہ ہوئی، یکم محرم اتوار کو اور اس کی آخری تاریخ سوموار تھی، یکم صفر منگل اور اس کا آخری دن بدھ تھا، تو یکم ذوالحجہ جمعرات اور بارہ تاریخ بروز سوموار بنی، بقول ابن حجر یہ جواب بعید ہے کیونکہ اس سے چار مہینوں کا مسلسل تیس دن کا ہونا لازم آتا ہے، سلیمان تیمی جو ثقات میں سے ہیں، نے لکھا ہے کہ مرض کی ابتداء بروز ہفتہ صفر کی بائیس تاریخ کو ہوئی جبکہ وفات بروز سوموار دو ربیع الاول کو ہوئی، اس پر ماہِ صفر انتیس دن کا بنا اس کی یکم تبھی ہفتہ کے روز ممکن ہے جب ذوالحجہ اور محرم دونوں انتیس کے ہوں تو اس طرح مسلسل تین ماہ انتیس کے بنتے ہیں، جن کی رائے ہے کہ یکم ربیع الاول کو فوت ہوئے، اس پر دو مہینے انتیس کے اور ایک پورا بنا اسی لئے سہیلی نے اسے راجح کہا ہے

مغازی ابو معشر میں محمد بن قیس سے منقول ہے کہ نبی اکرم بدھ گیارہ صفر کو بیمار پڑے، یہ تیمی کے قول جو یکم صفر ہفتہ کو مقتضی ہے، کے موافق ہے ابن سعد نے جو عمر بن علی بن ابی طالب کے طریق سے نقل کیا کہ آنحضرت بدھ کو بیمار ہوئے جب ماہِ صفر کا ایک دن باقی تھا تو تیرہ دن بیماری جاری رہی اور بارہ ربیع الاول بروز سوموار داعیِ اجل کو لبیک کہا تو یہ مذکورہ اشکال کی بناء پر مردود ہے، اتوار یکم صفر کہ اس کی انتیس بدھ کے روز ہو، کیونکر درست ہو سکتا ہے؟ غرض یہ کہ یکم ذوالحجہ جمعرات تھی اگر اسے اور محرم کو کامل فرض کیا جائے تو یکم صفر سوموار بنی تو بدھ تک کیسے متاخر ہوا؟ لہذا ابومخیف کا قول ہی معتمد ہے (کہ دو ربیع الاول یومِ وفات ہے) دوسروں کی غلطی کا سبب گویا یہ

ہے کہ دو ربیع الاول کو انہوں نے بارہ بنالیا، یہ غلط فہمی جاری رہی اور بعض بعض سے بلا تامل یہی نقل کرتے رہے، اللہ اعلم
قاضی بدرالدین بن جمعہ نے ایک اور جواب بھی دیا ہے وہ یہ کہ قولِ جمہور کہ ربیع الاول کے بارہ دن گزرنے پر آپ کی وفات ہوئی، کو اس امر پر محمول کیا جائے گا کہ اس سے مراد اس کے ایام یعنی دن ورات ہیں جو جب گزر رے تو تیرہویں دن وفات ہوئی اور ساتھ میں یہ فرض کیا جائے کہ تینوں مہینے کامل رہے، اس سے قولِ جمہور صحیح ثابت ہوگا بقول ابن حجر صرف یہی امر اس کے لئے معکر ہے کہ اہل زبان کی اصطلاح میں جب یہ کہا جائے کہ بارہ ایام گزر رہے تھے کہ وفات ہوئی، تو اس سے یہی سمجھا جائے گا کہ راتوں کا گزرنا مراد ہے لہذا تاریخ دانی میں اس سے مراد بارہ ربیع الاول ہی ہے۔ اس باب کے تحت تیس احادیث نقل کی ہیں۔

4428 - وَقَالَ يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ عُرْوَةُ قَالَتْ عَائِشَةُ ؓ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ يَا عَائِشَةُ مَا أَزَالُ أَجِدُ أَلَمَ الطَّعَامِ الَّذِي أَكَلْتُ بِخَيْبَرَ فَهَذَا أَوَانُ وَجَدْتُ انْقِطَاعَ أَبْهَرِي مِنْ ذَلِكَ السَّمِّ

حضرت عائشہ کہتی ہیں نبی پاک نے مرض الموت میں فرمایا اے عائشہ خیبر میں اس زہر آلود لقمے کا ذائقہ میں ابھی تک محسوس کرتا ہوں، لگتا ہے اس زہر کی وجہ سے میری شہ رگ کٹ رہی ہے۔

یونس سے مراد ابن یزید ایلی ہیں اسے بزار، حاکم اور اسماعیلی نے عنبسہ بن خالد کے طریق سے موصول کیا بقولِ بزار عنبسہ یونس سے اس میں متفرد ہیں، یعنی اسے موصولا روایت کرنے میں، موسی بن عقبہ نے اپنی مغازی میں زہری سے اسے مرسلا روایت کیا ہے اس کے دو مرسل شاہد بھی ہیں جنہیں ابراہیم حربی نے غرائب الحدیث میں تخریج کیا ایک یزید بن رومان اور دوسرا ابوجعفر باقر کے طریق سے، حاکم کے ہاں ام مبشر سے موصولا مروی ہے کہ میں نے کہا یا رسول اللہ (ما تتهم بنفسك ؟ فإني لا أتهم بابني إلا الطعام الذي أكل بخيبر) (یعنی میں تو اپنے بیٹے کی موت کا ذمہ دار خیبر میں کھائے اس کھانے کو سمجھتی ہوں) ان کے بیٹے بشر بن براء بن معرور اسی کھانے کی وجہ سے فوت ہو گئے تھے، آنجناب نے یہ سن کر فرمایا: (فأنا لا أتهم غيرها وهذا أوان انقطاع أبهري) (کہ مجھے بھی یہی لگتا ہے کہ اس سے اسی سے میری رگ کٹ رہی ہے)، ابن سعد نے اپنے شیخ واقدی سے متعدد اسانید کے ساتھ خیبر میں پیش گئی اس زہر آلود بکری کا قصہ نقل کیا اس کے آخر میں ہے کہ اس کے بعد آپ تین برس زندہ رہے حتی کہ مرض الموت نے آگھیرا، آپ اس کے دوران فرمایا کرتے تھے: (ما زلت أجد ألم الأكلة التي أكلتها بخيبر عداداً حتى كان هذا أوان انقطاع أبهري) کہتے ہیں ابہر کمر کی ایک رگ ہے اور آپ کو شہادت نصیب ہوئی ہے، داؤدی (ما أزال أجد ألم الطعام) کا معنی یہ کرتے ہیں کہ آپ کا احساسِ تذوُّق کم ہو گیا تھا مگر ابن تین نے اس کا تعاقب کیا ہے۔

علامہ انور (انقطاع أبهري) کی بابت کہتے ہیں اس میں سرّ یہ ہے کہ تا کہ آپ باطنی شہادت سے مشرّف ہوں، ظاہری آپکے مناسبِ حال نہ تھی، ابہر وہ رگ ہے جو جگر سے نکلتی اور سارے بدن میں سرایت کرتی ہے، کہتے ہیں لعینِ قادیان نے قولہ تعالی: (وَ اللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ) کی بابت کچھ بحث کی ہے جو کسی معیار کی نہیں، اصل میں یہ عمومِ غیر مقصود ہے، اس بابت بحث گزر چکی، (أوان) ظرفیت کے بنا پر منصوب ہے، اہلِ لغت کہتے ہیں ابہر کمر میں عرقِ مستبطن (یعنی اندرونی رگ) ہے جو دل کے ساتھ متصل ہے اگر وہ منقطع ہو جائے تو موت واقع ہو جاتی ہے۔

4429 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ قَالَتْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِ (الْمُرْسَلاَتِ عُرْفًا) ثُمَّ مَا صَلَّى لَنَا بَعْدَهَا حَتَّى قَبَضَهُ اللَّهُ .

طرفه 763 -

ام فضل بنت حارث کہتی ہیں میں نے نبی پاک کو نمازِ مغرب میں سورۂ المرسلات پڑھتے سنا، پھر وفات تک آپ کو ہمیں نماز پڑھانا نصیب نہ ہوا۔

ام فضل حضرت عبداللہ بن عباس کی والدہ ہیں۔(القراء ة فی الصلاة) کے باب میں اس کی شرح گزر چکی ہے۔

علامہ انور (یقرأ والمرسلات) کے تحت کہتے ہیں آنجناب نے مرض الموت میں میرے نزدیک چار نمازیں جماعت کے ساتھ ادا فرمائی ہیں۔

4430 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يُدْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ إِنَّ لَنَا أَبْنَاءً مِثْلَهُ فَقَالَ إِنَّهُ مِنْ حَيْثُ تَعْلَمُ فَسَأَلَ عُمَرُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْ هَذِهِ الآيَةِ (إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ) فَقَالَ أَجَلُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَعْلَمَهُ إِيَّاهُ فَقَالَ مَا أَعْلَمُ مِنْهَا إِلاَّ مَا تَعْلَمُ .

(ترجمہ کیلئے جلد پنجم ص:۳۵۱)أطرافه 3627، 4294، 4969، 4970

(یدنی ابن عباس) یہ اقامتِ ظاہر مقام المضمر کی قبیل سے ہے ترمذی نے اسے شعبہ کے مذکورہ طریق سے ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے:(کان عمر یسألنی مع أصحاب رسول اللہ ﷺ) غزوۃ الفتح کے باب میں یہ روایت ابوبشر سے ایک دیگر طریق کے ساتھ اتم سیاق سے مشروحا گزری ہے آگے کتاب التفسیر کے باب تفسیر سورۃ النصر میں اس پر تفصیلی کلام ہوگی، حجۃ الوداع میں ابن عمر کی روایت گزری ہے کہ اس کا نزول ایامِ تشریق میں ہوا، طبرانی کی حدیثِ ابن عباس میں ہے کہ اس کے نزول کے بعد نبی اکرم امرِ آخرت کی بابت زیادہ توجہ فرمانے لگے تھے، طبرانی کی حدیثِ جابر میں ہے جب یہ سورت نازل ہوئی نبی اکرم نے حضرت جبریل سے فرمایا تم نے مجھے میری وفات کی خبر دی ہے، وہ کہنے لگے:(وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لَكَ مِنَ الْأُولَىٰ)۔

4431 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سُلَيْمَانَ الأَحْوَلِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَوْمُ الْخَمِيسِ وَمَا يَوْمُ الْخَمِيسِ اشْتَدَّ بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَجَعُهُ فَقَالَ ائْتُونِي أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ أَبَدًا فَتَنَازَعُوا وَلاَ يَنْبَغِي عِنْدَ نَبِيٍّ تَنَازُعٌ فَقَالُوا مَا شَأْنُهُ أَهَجَرَ اسْتَفْهِمُوهُ فَذَهَبُوا يَرُدُّونَ عَلَيْهِ فَقَالَ دَعُونِي فَالَّذِي أَنَا فِيهِ خَيْرٌ مِمَّا تَدْعُونِي إِلَيْهِ وَأَوْصَاهُمْ بِثَلاَثٍ قَالَ أَخْرِجُوا الْمُشْرِكِينَ مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ وَأَجِيزُوا الْوَفْدَ بِنَحْوِ مَا كُنْتُ أُجِيزُهُمْ وَسَكَتَ عَنِ الثَّالِثَةِ أَوْ قَالَ فَنَسِيتُهَا .

أطرافه 114، 3053، 3168، 4432، 5669، 7366 -

راوی کہتے ہیں ابن عباس نے کہا: جمعرات کا دن، اور کیا ہی جمعرات کا دن تھا؟ اس دن نبی پاک کی تکلیف میں شدت پیدا ہوئی تو فرمایا لاؤ میں تمہارے لئے کچھ وصیتیں تحریر کرا دوں تم بعد میں کبھی گمراہ نہ ہوسکو گے، مگر حاضرین تنازع میں پڑ گئے حالانکہ نبی کے پاس تنازع مناسب نہیں ہوتا، کچھ نے کہا آپ کی بات پہ عمل کرو، کیا آپ بیماری کی شدت کے سبب کوئی بے معنی کلام کر رہے ہیں؟ کچھ دوسرے ان کی بات کارد کرتے تھے، اس پر نبی پاک نے فرمایا مجھے چھوڑ دو میں جس حالت میں ہوں وہ اس سے بہتر ہے جسکی طرف تم مجھے بلا رہے ہو، کہتے ہیں آنجناب نے تین وصیتیں فرمائی تھیں: مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکال دینا اور وفود کی خاطر و مدارات کرنا جیسے میں کرتا تھا، تیسری سے خاموش رہے یا راوی نے کہا میں بھول گیا۔

(یوم الخمیس) مبتدا محذوف کی خبر ہے یا اس کا عکس۔(وما یوم الخمیس) تفخیم امر کے ارادہ سے کسی چیز سے شدتِ تعجب کے وقت یہ اسلوب استعمال ہوتا ہے الجہاد کی روایت میں مزید یہ بھی تھا کہ یہ کہہ کر اتنا روائے کہ کنکریاں تر ہوگئیں مسلم کی طلحہ بن مصرف عن سعید بن جبیر کے طریق سے روایت میں ہے پھر آنسو بہنا شروع ہوئے حتی کہ ان کے رخساروں پر موتیوں کی لڑی جیسے لگے، ابن عباس کا یہ رونا محتمل ہے اس وجہ سے ہو کہ وفاتِ نبوی کا تذکرہ کرتے ہوئے غم تازہ ہوگیا یا اس خیال سے کہ جوان کے خیال میں وہ اہم بات کتابت سے رہ گئی جو نبی اکرم لکھوانا چاہتے تھے اسی لئے آمدہ روایت میں (رزیة کل الرزیة) کے الفاظ ہیں، کتاب العلم میں اس بارے بحث گزری ہے۔

(اشتد برسول الله وجعه) الجہاد میں (یوم الخمیس) بھی مزاد ہے اس سے اس امر کی تائید ملی کہ مرض کی ابتدا اس سے قبل ہوئی تھی، آمدہ روایت میں (لما حضر الخ) ہے یعنی جب موت حاضر ہوئی (یہ لفظ آخری لمحات پر بولا جاتا ہے) تو یہ تجوز ہے کیونکہ آپ اس کے بعد سوموار تک زندہ رہے۔ (کتابا) کہا جاتا ہے آپ کسی کی خلافت کے بارہ میں لکھوانا چاہتے تھے اس بارے مزید بحث کتاب الأحکام کے باب الاستخلاف میں آئے گی۔

(ولا ینبغی عند نبی تنازع) دونوں طرح محتمل ہے کہ حدیثِ مرفوع کا حصہ ہو یا ابن عباس کا ادراج، درست اول احتمال ہے، العلم کی روایت میں (لا ینبغی عندی التنازع) تھا۔

(ماشأنه أهجر) جمیع رواۃِ بخاری کے ہاں یہاں ہمزہ مذکور ہے الجہاد کی روایت میں اس کے بغیر ہے عیاض کے بقول أهجَرَ بمعنی (أفحَشَ) ہے، کہا جاتا ہے: (هجرَ الرجل إذا هذیٰ) اور (أهجرَ إذا أفحَشَ)، تعاقب کیا گیا ہے کہ انکی یہ بات اس امر کو مستلزم ہے کہ (أهجر) میں هاء ساکن ہو (یعنی بابِ افعال میں ماضی: ہُو کا صیغہ قرار دیتے ہوئے) مگر تمام روایات میں ہائے مفتوح کے ساتھ ہے (گویا ہمزہ برائے استفہام ہے) عیاض وغیرہ نے اس نکتہ پر طویل کلام کی ہے قرطبی نے اس کا اچھا ملخص پیش کیا جس کا ماحصل یہ ہے کہ راجح یہ ہے کہ ہمزہ برائے استفہام اور آگے فعل ماضی کا (ہُوَ) کا صیغہ ہے، کہتے ہیں بعض نے (أ هجراً) پڑھا ہے فعل مضمر کے مفعول کے بطور، أي (قال هجرا)، ہجر ہائے مضموم کے ساتھ ہذیان کو کہتے ہیں یہاں مراد بیمار شخص کے منہ سے جو بے ربط اور غیر منتظم، جملے نکلتے اور سامعین کو کوئی خاص سمجھ نہیں آتے لہذا ان کا نوٹس بھی نہیں لیتے، مگر نبی اکرم کی نسبت ایسے کلمات کا صدور مستحیل ہے کیونکہ آپ حالتِ صحت اور مرض، دونوں میں معصوم ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوىٰ) [النجم: ۳] اور آپ کا فرمان ہے میں غضب و رضا میں صرف حق ہی کہتا ہوں، یہ امر اگر ثابت ہے تو یہ بات کہنے والوں نے ان حضرات پر استنکاراً جنہوں نے آپ کے حکم کے مطابق دوات قلم لانے سے توقف کیا، یہ بابت کہی ہے گویا اس نے کہا کیوں توقف

کرتے ہو؟ کیا نبی اکرم دوسرے بیماروں کی طرح ہذیان گوئی کر سکتے ہیں؟ آپ کا حکم مانو اور دوات وقلم حاضر کرو کیونکہ آپ حق کے سوا کچھ نہیں کہتے، کہتے ہیں یہ احسن الأجوبہ ہے، کہتے ہیں یہ بھی محتمل ہے کہ بعض نے یہ بات کسی معروض شک کی وجہ سے کہی ہو لیکن یہ امر اسے بعید کرتا ہے کہ باقیوں نے انکار نہ کیا حالانکہ وہ کبار صحابہ تھے، اگر کرتے تو وہ منقول ہوتا، یہ احتمال بھی ہے کہ قائل نے نہایت دہشت وحیرت کے عالم میں یہ بات کہی ہو، بعض اہل علم لکھتے ہیں محتمل ہے کہ قائل کی مراد یہ ہو کہ آپؐ اس وقت شدتِ وجع میں ہیں تو گویا لازم بول کر ملزوم مراد لیا، کیونکہ ہذیان اسی صورت صدور پذیر ہوتا ہے جب بیماری شدید ہو، یہ بھی کہا گیا کہ یہ بات موجود حضرات کو چپ کرانے کی نیت سے کہی گئی گویا وہ کہہ رہے ہیں کہ یہ آپ کے لئے ایذاء کا باعث ہے، یہ بھی محتمل ہے کہ (أهجر) فعل ماضی ہو، ھُجْر ہائے مفتوح اور سکونِ جیم کے ساتھ، سے اور مفعول محذوف ہو أی (الحیاۃ) اور علاماتِ موت دیکھتے ہوئے بلفظِ ماضی ذکر کیا (یعنی کیا اب ہجرو فراق درپیش ہے؟ کہ نبی اکرم دوات قلم منگوا کر آخری نصیحتیں لکھوانا چاہتے ہیں)

ابن حجر کہتے ہیں میں قرطبی کے ذکر کردہ تیسرے احتمال کو راجح سمجھتا ہوں اور بظاہر اس کا قائل تازہ قبولِ اسلام والا تھا اور معہود یہ تھا کہ تکلیف کا غلبہ جس پر ہو وہ کبھی اس سے نجات پانے کی خاطر وہ باتیں جو کہنا چاہتا ہے، لکھواتا ہے، دوسری روایت کے الفاظ (فقال بعضهم إنه قد غلبه الوجع) سے اس کی تائید ملتی ہے، اسماعیلی کے ہاں محمد بن خلاد عن سفیان کے طریق سے اسی روایت میں ہے: (فقالوا ما شأنه يهجر ، استفهموه)، ابن سعد کی سعید بن جبیر سے ایک دیگر طریق کے ساتھ روایت میں ہے: (إن نبی الله ليهجر)، اس امر سے بھی تائید ہوتی ہے کہ بعد میں کہا: (استفهموه) یعنی آپ کا معاملہ دیکھو، سمجھو کہ آپ کیا چاہتے ہیں اور فیصلہ کرو کہ یہ اولیٰ ہے یا نہیں، دوسری روایت کے الفاظ: (فاختصموا الخ) سے مترشح ہوتا ہے کہ حاضرین کے بعض افراد امتثالِ امر کرنا چاہتے تھے جب اختلاف واقع ہوا تو جس طرح تنازُع وتشاجُر میں ہوتا ہے برکت مرتفع ہوگئی، کتاب الصیام میں گزرا کہ ایک رات آنجناب صحابہ کرام کو شبِ قدر کی اطلاع دینے نکلے آگے دو آدمیوں کو باہم جھگڑا کرتے دیکھا تو صلح میں ایسے مشغول ہوئے کہ اس کا علم اٹھا لیا گیا، مازری لکھتے ہیں صحابہ کرام کے لئے اس میں اختلاف اس لئے جائز ہوا حالانکہ آپ کا حکم صریح تھا کیونکہ اوامر کے ساتھ کبھی ایسے قرائن ہوتے ہیں جو انہیں دائرۂ وجوب سے خارج کر دیتے ہیں تو یہاں گویا ایسا کوئی قرینہ ظاہر ہوا جس نے دلالت کی کہ یہ امرِ مذکور علی الحتم نہیں بلکہ اختیاری ہے لہذا ان کی سوچ مختلف ہوئی، حضرت عمر مصمم علی الامتناع ہوئے کیونکہ ان کی نظر میں کچھ ایسے قرائن تھے جن سے ان کے لئے مترشح ہوا کہ نبی اکرم نے یہ حکم جزماً نہیں دیا، آنجناب کا عزم یا تو وحی کی وجہ سے ہوتا تھا یا آپ کے ذاتی اجتہاد کے سبب، اسی طرح آپ کا ترک بھی یا تو بذریعہ وحی ہوتا تھا یا بالاجتہاد (یعنی اگر آپ نے مذکورہ حکم بذریعہ وحی دیا تھا تو صحابہ کرام کے اختلاف کے باوجود اسے ترک نہ فرماتے، آپ کا اسے ترک کرنا اس امر کا اشعار ہے کہ یہ ترک بھی بذریعہ وحی تھا اگر اس کا امر بذریعہِ وحی تھا، اگر پہلے دیا گیا حکم مبنی بر اجتہاد تھا تو بعد میں اس کا ترک بھی مبنی بر اجتہاد تھا)۔ اس میں ان حضرات کی حجت ہے جو شرعیات کے باب میں بھی رجوع الی الاجتہاد کی بات کرتے ہیں، نووی کہتے ہیں علماء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ حضرت عمر کا کہنا: (حسبنا كتاب الله) ان کی قوتِ فقہ اور دقیق نظری کی دلیل ہے کیونکہ انہیں ڈر ہوا کہ اگر ایسے امور لکھوا دئے جن کی ادائیگی سے اگر وہ قاصر رہے تو عقوبت کے مستحق ہو سکتے ہیں کیونکہ یہ امورِ منصوصہ ہوتے تو ان کا ارادہ بنا کہ علماء پر بابِ اجتہاد منسد نہ ہو، آنجناب کا ان کی اس رائے پر عدم انکار ان کی تصویبِ رائے کا اشارہ ہے، (حسبنا الخ) کہہ کر ان کا اشارہ اس آیت کی طرف تھا:

(مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ)[الأنعام:۳۸] یہ بھی محتمل ہے کہ نبی اکرم کے شدتِ کرب کو دیکھتے ہوئے آپ کو زحمت نہ دینا مطمحِ نظر رہا ہو، پھر قرینہ سے انہیں اندازہ ہوا کہ کوئی ایسی بات نہیں جس سے مستغنی نہ ہوا جا سکے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو نبی کریم کسی صورت اس کا ترک نہ کرتے (یہ جمعرات کے دن کا واقعہ ہے آپ اس کے بعد سوموار کی صبح تک زندہ رہے یقیناً ایسے مواقع تھے کہ پھر دوات قلم طلب فرما لیتے پھر شائد ہفتہ کے دن باہر آ کر خطبہ بھی تو ارشاد فرمایا تھا جس میں انصار کے ساتھ حسنِ سلوک کی وصیت فرمائی) ابن عباس کا قول (إن الرزية الخ) اس کے معارض نہیں کیونکہ قطعی بات ہے کہ حضرت عمر ان سے افقہ ہیں

خطابی لکھتے ہیں حضرت عمر کا امتناع اس امر پر محمول تھا کہ آپ علیہ السلام اس وقت کرب اور نزع کے عالم میں تھے انہیں خیال ہوا کہ اس وقت اگر آپ کوئی چیز لکھواتے ہیں تو کہیں منافقین کو طعن کا موقع نہ مل جائے کہ عموماً اس قسم کی کیفیات میں وقوع ما یخالف الاتفاق کا امکان ہوتا ہے تو یہ انکے توقّف کا سبب تھا، تعمّداً آپ کے فرمان کی مخالفت نہیں کی اور نہ۔ حاشا وکلا۔ کوئی ایسا خیال ہوا کہ غلطی کا وقوع ہو سکتا ہے، باقی شرح حدیث کتاب العلم میں ذکر ہو چکی ہے۔ (وقد ذهبوا يردون عنه) کی بابت محتمل ہے کہ مراد یہ ہو کہ آپ کے قول کا آپ پہ اعادہ کرتے تھے تاکہ استثبات ہو (یعنی آپ کی بات دہراتے تھے تاکہ اگر آپ نے واقعۃً یہی کہا ہے جو انہیں سمجھ آیا تو اس کی تحقیق ہو) یا یہ مراد ہے کہ سابق الذکر بات کہنے والے کا رد کرتے تھے۔

(أهجر) کی بابت مولانا انور کہتے ہیں ہجر ہذیان کو کہتے ہیں، ملعون روافض نے اس لفظ کو لے کر طعن سازی کی ہے! میں کہتا ہوں ان کے لئے اس میں کچھ نہیں، یہ دراصل بطریقِ انکار کہا تھا تو اس میں سلبِ ہجر ہے نہ کہ وہ معنی جو وہ کرتے ہیں۔

(دعوني فالذي أنا فيه خير الخ) ابن جوزی وغیرہ لکھتے ہیں محتمل ہے کہ مفہوم یہ ہو کہ جس کرامت کا میں معاینہ کر رہا ہوں جو اللہ نے فراقِ دنیا کے بعد میرے لئے تیار کر رکھی ہے وہ موجودہ صورتحال سے بہتر ہے یا یہ کہ جس راقبہ اور اللہ سے ملاقات کی تیاری اور اس بارے تفکر میں ہوں وہ اس مباحثہ سے بہتر ہے جس میں تم پڑے ہوئے ہو کہ دوات وقلم لانے کے اس حکم کی مصلحت کیا ہے، یہ معنی بھی محتمل ہے کہ میرا اس امر سے امتناع کہ کتابت کراؤں، بہتر ہے: (مما تدعونني إليه من الكتابة)، ابن حجر کہتے ہیں اس کا عکس بھی محتمل ہے یعنی تم جو عدمِ کتابت کی رائے رکھتے ہو اس سے میرا حکمِ کتابت بہتر تھا بلکہ یہی ظاہر ہے، جبکہ علی الذی قبلہ یہ امر بر بنائے آزمائش وامتحان تھا، اللہ نے حضرت عمر پر اس کی مراد ظاہر فرمائی جو دوسروں سے مخفی رہی، جہاں تک ابن بطال کا قول ہے کہ حضرت عمر ابن عباس سے فقاہت میں بڑھ کر تھے کہ قرآن کو کافی سمجھا جبکہ ابن عباس کا اس پر اکتفاء نہ تھا تو یہ متعقَّب ہے کہ اسے مطلقاً کہنا جید نہیں، ان کے قول: (حسبنا كتاب الله) کا مفہوم یہ نہیں کہ ان کے خیال میں قرآن بغیر سنت کے کافی ہے بلکہ جب ان کے ہاں قرینہ قائم ہوا اور ڈر لاحق ہوا کہ اس کتابت سے کچھ ناگوار امور مترتب ہو سکتے ہیں جیسا کہ اشارہ ہوا، تو رائے دی کہ اعتماد علی القرآن سے ایسے اندیشے مترتب نہیں ہو سکتے، ابن عباس جو کہ حبر القرآن اور اعلم الناس بتفسیرہ وتاویلہ ہیں، کے حق میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ غیر مکتفی بالقرآن تھے، البتہ انہیں اس بات پر تأسّف ضرور رہا کہ اگر کتابت بحکمِ رسول عمل میں آجاتی تو گویا ان کے ہاں کچھ تنصیصی امور ہوتے جو استنباط سے بہتر ہوتا، کفارۃ المرض کی اسی روایت میں ابن عباس کے اس قول کی مزید شرح بیان کی جائے گی

(و أوصاهم بثلاث) یعنی اس حالت میں، اس سے دلالت ملی کہ آپ نے قبل ازیں جو دوات وقلم لانے کا حکم دیا تھا وہ امرِ متحتم نہ تھا کیونکہ جیسا کہ ذکر کیا گیا اگر وہ منجانب اللہ حکم تھا تو آپ صحابہ کے اختلافِ رائے کے باوجود اسے ترک نہ فرماتے بلکہ اللہ

تعالیٰ اس امر کے مابین حائل ہونے والوں پر اظہارِ عتاب فرماتا، پھر آپ اس واقعہ کے بعد کئی دن زندہ رہے اور کئی امور طے فرمائے، کئی ہدایات جاری فرمائیں تو محتمل ہے کہ جن امور کی کتابت کا ارادہ فرمایا وہ سب کہہ دئے، جزیرۂ عرب سے اخراجِ مشرکین کی بحث الجہاد میں گزر چکی ہے۔

(أجیزوا الوفد) جائزہ بمعنی عطیہ ہے کہا جاتا ہے اس کی اصل یہ ہے کہ کچھ لوگ وفد کی شکل میں ایک بادشاہ کے ہاں حاضر ہوئے وہ اس وقت ایک پل پر کھڑا تھا، کہنے لگا (أجیزوھم) تو اس کے حکم سے ہر شخص کو دیتے اور چھوڑتے، وہ پل عبور کرتا:(فیجوز علی القنطرة متوجها) تو اس سے کسی بڑے کے ہاں آنے والے کو دئے گئے عطیہ پر جائزہ کے لفظ کا اطلاق ہونے لگا، کسی شاعرِ مدح خواں کو اس کی مدح سرائی کے عوض ملے عطیہ پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔(بنحو ما کنت أجیزھم) آپ کے عہد میں وفود میں شامل ہر شخص کا عطیہ ایک وقیہ چاندی ہوتا تھا جو چالیس درہم بنتا ہے۔

(وسکت عن الثالثة الخ) محتمل ہے اس کے قائل سعید ہوں، پھر اسماعیلی کے ہاں صراحت ملی کہ اس کے قائل ابن عیینہ ہیں، مسند حمیدی میں اور انہی کے طریق سے ابونعیم نے متخرج میں روایت نقل کی جس میں ہے:(قال سفیان قال سلیمان أی ابن أبی مسلم لا أدری أذکر سعید الثالثة فنسیتها أوسکت عنها) یہی ارجح ہے، داؤدی کہتے ہیں تیسری وصیت قرآن کی بابت تھی ابن تین بھی قطعیت سے یہی کہتے ہیں، مہلب کہتے ہیں بلکہ اس کا تعلق حضرت اسامہ کے لشکر کی تجہیز سے تھا ابن بطال بھی اسے قوی قرار دیتے ہیں، ان کی دلیل یہ ہے کہ جب صحابہ کرام نے عہدِ ابوبکر میں اس بابت اختلافی رائے دی تو حضرت ابوبکر نے یہی کہہ کر ان کی بات کا رد کیا کہ نبی اکرم نے وفات کے وقت اس کی وصیت فرمائی تھی، عیاض کہتے ہیں ممکن ہے تیسری وصیت یہ ہو:(ولا تتخذوا قبری وثنا) مؤطا کی روایت میں یہ ثابت اور اخراجِ یہود کے امر کے ساتھ مقروناً مذکور ہے یا ممکن ہے یہ وہ ہو جس کا حضرت انس کی ایک روایت میں ذکر ہے:(الصلاة وما ملکت أیمانکم)۔

4432 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا حُضِرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَفِي الْبَيْتِ رِجَالٌ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ هَلُمُّوا أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لاَ تَضِلُّوا بَعْدَهُ فَقَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَدْ غَلَبَهُ الْوَجَعُ وَعِنْدَكُمُ الْقُرْآنُ حَسْبُنَا كِتَابُ اللَّهِ فَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْبَيْتِ وَاخْتَصَمُوا فَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ قَرِّبُوا يَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لاَ تَضِلُّوا بَعْدَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ غَيْرَ ذَلِكَ فَلَمَّا أَكْثَرُوا اللَّغْوَ وَالاِخْتِلاَفَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قُومُوا قَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ فَكَانَ يَقُولُ ابْنُ عَبَّاسٍ إِنَّ الرَّزِيَّةَ كُلَّ الرَّزِيَّةِ مَا حَالَ بَيْنَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَبَيْنَ أَنْ يَكْتُبَ لَهُمْ ذَلِكَ الْكِتَابَ لاِخْتِلاَفِهِمْ وَلَغَطِهِمْ .أطرافه 114، 3053، 3168، 4431، 5669، 7366-

ابن عباس کی جمعرات کے دن والی سابقہ روایت ہے، اس میں مزید یہ ہے کہ اثنائے تنازع بعض نے کہا تمہارے پاس قرآن موجود ہے وہ تمہیں کافی ہے تو حاضرین جھگڑے میں پڑ گئے کچھ کہتے تھے دوات قلم لاؤ جیسے آپ فرماتے ہیں، تا کہ تم آپ کے بعد گمراہ نہ ہو سکو، جبکہ بعض اس سے مختلف بات کہتے تھے، جب شور وغل زیادہ ہوا تو نبی پاک نے سب کو وہاں سے اٹھا دیا۔ بقول عبیداللہ ابن

عباس کہتے تھے افسوس صد افسوس نبی کے ارادۂ کتابت کے درمیان حائل ہوا گیا۔

(فاختلف أهل البيت الخ) یعنی جو صحابہ اس وقت گھر میں موجود تھے، نبی اکرم کے اہل بیت مراد نہیں (قوموا)(ابن سعد کی روایت میں (عنی) بھی ہے۔

مولانا انور(لما حضر رسول الله الخ) کی بابت لکھتے ہیں جانو کہ تخریج کبھی فعل معروف اور مجہول میں مختلف ہوتی ہے تو مثلا(توفَّى الله زيدا) کی تخریج کرتے ہوئے گا ہے من اخذ الحق قرار دیا ہے اور گا ہے استیفائے عمر سے، بخلاف:(تُوُفِّيَ زيدٌ) کے، اس کی تخریج صرف اول معنی پر ہے پھر (حضر) کو جو لازم کہا گیا ہے تو اسکی بطور مجہول کیونکر تخریج ہوسکتی ہے جبکہ وہ ان صورِ ثلاثہ میں سے نہیں جن میں لازم کو متعدی بنالینا جائز ہے، میں کہتا ہوں یہ جہل ہے واجب نہیں کہ تخریجِ مجہول تخریجِ معروف کی طرح ہو، خاتمۃ المفتاح میں بیانِ وصایا کے مقام پہ مذکور ہے کہ ایک شخص نے ایک جنازہ میں حضرت علی سے پوچھا(من المتوفِي؟) اسم فاعل کے صیغہ پر، علی نے جواب دیا: اللہ تعالی، یعنی اللہ نے اسے فوت کیا ہے، گویا اس کی اصلاح کی کہ اس نے درست صیغہ نہیں بولا، اسے متوفَّی (یعنی اسمِ مفعول کا صیغہ) کہنا چاہئے تھا (اردو میں بھی عین یہی غلطی کی جاتی ہے، متوفی اور مسمی کہا جاتا ہے) کہتے ہیں قرآن کی آیت:(وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ أَزْوَاجاً) میں يتوفون، کو بطورِ صیغۂ معلوم پڑھنا حضرت علی کی قراءت ہے، اس پر میں کہتا ہوں متوفی کو اسم فاعل کے بطور کہنا اور پڑھنا بھی صحیح ہے۔

4433 - حَدَّثَنَا يَسَرَةُ بْنُ صَفْوَانَ بْنِ جَمِيلٍ اللَّخْمِيُّ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَعَا النَّبِيُّ ﷺ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ فِي شَكْوَاهُ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ فَسَارَّهَا بِشَيْءٍ فَبَكَتْ ثُمَّ دَعَاهَا فَسَارَّهَا بِشَيْءٍ فَضَحِكَتْ فَسَأَلْنَا عَنْ ذَلِكَ.

أطرافه 3623، 3625، 3715، - 4434 - فَقَالَتْ سَارَّنِي النَّبِيُّ ﷺ أَنَّهُ يُقْبَضُ فِي وَجَعِهِ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ فَبَكَيْتُ ثُمَّ سَارَّنِي فَأَخْبَرَنِي أَنِّي أَوَّلُ أَهْلِهِ يَتْبَعُهُ فَضَحِكْتُ.

(جلد پنجم ص:۳۵۰)أطرافه 3624، 3626، 3716، 6286

(دعا النبي ﷺ فاطمة الخ) علامات النبوۃ میں اس حدیث کے شروع میں تھا کہ حضرت فاطمہ نبی اکرم کی چال سے مشابہ چال سے چلتی آئیں آپ نے انہیں اپنے دائیں یا بائیں طرف بٹھالیا، (مرحبا بنتی) کہا(ثم سارها)، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن حبان اور حاکم کی عائشہ بنت طلحہ عن عائشہ کے حوالے سے روایت میں ہے، کہتی ہیں میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ سمت، ھدی اور دَل (یعنی چال ڈھال اور سیرت و کردار) میں نبی اکرم کے ساتھ حضرت فاطمہ کے قیام وقعود سے زیادہ کوئی آپ سے مشابہ ہو، جب بھی آتیں آپ کھڑے ہوکر استقبال فرماتے، بوسہ دیتے اور اپنی نشست میں انہیں بٹھلاتے آپ بھی جب ان کے ہاں جاتے وہ بھی یہی کرتیں مرض الموت میں آئیں جھک کر بوسہ دیا، تمام روایات اس امر پر متفق ہیں کہ آنجناب نے اولا انہیں اپنی موت کی بابت خبر دی، دوسری مرتبہ کی گفتگو جس کے نتیجہ میں ہنس پڑیں، کی بابت اختلاف ہے عروہ کی روایت میں ہے کہ انہیں بتلایا تھا کہ اہلِ بیت میں سب سے پہلے وہی آپ سے آن ملیں گی جبکہ روایتِ مسروق میں ہے کہ آپ کو بتلایا کہ وہ اہلِ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں انہوں نے سب سے پہلے آن ملنے والی بات کو پہلی بات کے ساتھ شامل کر کے نقل کیا ہے، یہی راجح ہے کیونکہ مسروق کی روایت میں ایسی زیادات ہیں

جو روایتِ عروہ میں نہیں اور وہ ثقات ضابطین میں سے ہیں مثلا انکی زیادات میں یہ قول عائشہ ہے: کہتی ہیں میں آج کی طرح کی خوشی کا مظاہرہ نہیں دیکھا جو اظہارِ غم کے فوری بعد ہے تو اس بارے حضرت فاطمہ سے پوچھا مگر وہ کہنے لگیں میں آنجناب کے راز کو افشاء یہ کروں گی پھر وفات کے بعد پوچھا تو کہنے لگیں مجھے چپکے سے یہ بتلایا تھا کہ حضرت جبریل ہر سال ایک مرتبہ مجھ سے دورہِ قرآن کیا کرتے تھے امسال دو مرتبہ کیا ہے اور میرا خیال ہے کہ یہ اس لئے کہ میری اجل آ گئی ہے اور تم اہلِ بیت میں اولین فرد ہو جو مجھ سے آن ملوگی، عروہ کے ہاں یہ سب مذکور نہیں، عائشہ بنت طلحہ کی روایت میں بھی ایک زیادت ہے وہ یہ کہ حضرت عائشہ نے جب حضرت فاطمہ کو روتے پھر ہنستے دیکھا تو کہنے لگیں میں تو انہیں اعقل النساء میں سے خیال کرتی تھیں مگر وہ بھی (عام) عورتوں میں سے نکلیں، تعددِ قصہ ہونا بھی محتمل ہے اس کی تائید روایتِ عروہ میں مذکور اس جزم سے ملتی ہے کہ آپ اس مرض میں فوت ہو جانے والے ہیں بخلاف روایتِ مسروق کہ اس میں یہ بات ظنی اور حضرت جبریل کے دورہ قرآن کے حوالے سے بطریقِ استنباط ہے، کہا جا سکتا ہے دونوں روایتوں میں سوائے زیادت کے کوئی منافات نہیں، کوئی مانع نہیں کہ اولا آپ کا انہیں یہ بتلانا کہ وہ سب سے پہلے ان سے آن ملیں گی، ان کی بکاء یا اس کے ساتھ ساتھ ضحک کا بھی سبب ہو تو ہر راوی نے وہ ذکر کیا جو دوسرے نے نہیں کیا، نسائی نے ابوسلمہ عن عائشہ کے طریق سے رونے کا سبب یہ ذکر کیا کہ آنجناب نے اپنی وفات کی خبر دی اور سببِ ضحک آپ کا یہ بتلانا کہ تم سیدۃِ نساء ہو، عائشہ بنت طلحہ کی ان سے روایت میں رونے کا سبب آپ کی موت جبکہ ہنسنے کا سبب کہ سب سے قبل وہ آپ سے آن ملیں گی، طبری کے ہاں ایک دیگر واسطہ کے ساتھ حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ آپ نے حضرت فاطمہ سے فرمایا تھا کہ حضرت جبریل نے مجھے خبر دی ہے کہ مسلمانوں کی کوئی خاتون مقام ومرتبہ میں آپ کی ذریت سے بڑھ کر نہیں تو تم صبر میں ان سے کمتر نہ بن جانا، اس امر پر اتفاق ہے کہ اہلِ بیت میں حضرت فاطمہ وفاتِ نبوی کے بعد سب سے پہلے فوت ہوئیں، ازواج مطہرات سے بھی۔

شاہ انور (فضحکت) کی بابت کہتے ہیں ایک روایت میں ہے کوئی نبی نہیں مگر اس کی عمر سابقہ نبی کی عمر کا نصف ہوتی ہے، حافظ ابن قیم نے اس کی فہمِ مراد میں غلطی کی اسی طرح سیوطی نے بھی، مگر انہوں نے البتہ مرقاۃ الصعود میں رجوع کر لیا مگر وہاں جو معنی ذکر کیا وہ بھی درست نہیں، درست جیسا کہ ذکر گزرا یہ ہے کہ انہیں اسی برس کی عمر میں اٹھایا گیا، جس نے تینتیس برس کی عمر ذکر کی اس نے ایک اور معنی کا قصد کیا، وہ یہ کہ یہ اہلِ جنت کی عمر ہے اور اس سے مراد ان کی بقاء اور اسی حال میں ان کا دوام ہے تو اس قائل کی مراد یہ ہے کہ وہ اہلِ جنت کی عمر پر اٹھائے گئے تھے اس مفہوم میں کہ اب مرورِ دہور وازمان انہیں بوڑھا یا پرانا نہ کرے گا، ایک ہی حال میں باقی رہیں گے جیسے اہلِ جنت ہوں گے کہ نہ ان کے کپڑے بوسیدہ ہوں گے اور نہ ان کا شباب فنا ہوگا کیونکہ ایسی جگہ ہیں جہاں تغیرات کی اثر انگیزی مفقود ہے، جو بھی وہاں موجود ہے اس کی حالت اہلِ جنت کی سی ہے تینتیس برس کی عمر کا جوانِ رعنا، تو سیدنا عیسی جیسے اٹھائے گئے اسی طرح نازل ہوں گے نہ انہیں نصب (یعنی تھکاوٹ) نے مَس کیا ہوگا نہ وصب (یعنی بیماری) نے، سر سے پانی کے قطرے ٹپکتے ہوں گے کیونکہ جب اٹھائے گئے تازہ غسل کیا ہوا تھا تو نزول کے وقت یہی کیفیت ہوگی گویا ابھی حمام سے نکلے ہیں تو یہی مراد ہے قائل کے اس قول کی کہ تینتیس برس کی عمر تھی کہ اٹھائے گئے۔

4435 - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَسْمَعُ أَنَّهُ لَا يَمُوتُ نَبِيٌّ حَتَّى يُخَيَّرَ بَيْنَ الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ ، فَسَمِعْتُ

النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ وَأَخَذَتْهُ بُحَّةٌ يَقُولُ (مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ) الآيَةَ فَظَنَنْتُ أَنَّهُ خُيِّرَ

أطرافه 4436، 4437، 4463، 4586، 6348، - 6509

حضرت عائشہ کہتی ہیں میں سنا ہوا تھا کہ اللہ کا کوئی نبی فوت نہیں ہوتا جب تک انہیں دنیا وآخرت کے مابین اختیار نہ دیا جائے، تو نبی پاک کو جبکہ آپ کی آواز (بوقتِ وفات) بھاری ہو چکی تھی، سنا فرما رہے تھے ان لوگوں کے ساتھ جن پر اللہ نے انعام کیا، تو میں نے جانا کہ یہ آپ کو اختیار دیا گیا تھا (اور آپ نے آخرت کو چن لیا)۔

4436 - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا مَرِضَ النَّبِيُّ ﷺ الْمَرَضَ الَّذِي مَاتَ فِيهِ جَعَلَ يَقُولُ فِي الرَّفِيقِ الأَعْلَى .

(سابقہ) أطرافه 4435، 4437، 4463، 4586، 6348، - 6509

سعد سے مراد ابنِ ابراہیم ہیں جو سابقہ روایت کی سند میں مذکور ہیں اسے سند عالی سے مختصراً اور سندِ نازل سے تاماً نقل کیا ہے پھر زہری عن عروہ کے طریق سے اتم سیاق کے ساتھ لائے ہیں، سندِ عالی کے شیخِ بخاری مسلم بن ابراہیم ہیں اس کے الفاظ روایتِ غندر کے مغایر ہیں، بقول ابن حجر احمد بن حرب عن مسلم شیخ بخاری کے اسی طریق کے حوالے سے ایک روایت ملی جس میں (الذی قبض فیه) کے بعد یہ الفاظ مذکور ہیں: (أصابته بحة فجعلت أسمعه يقول: في الرفيق الأعلى مع الذين أنعم الله عليهم من النبيين الآية، قالت فعلمت أنه يخير) تو گویا بخاری نے مسلم کی روایت نقل کرتے ہوئے موضعِ زیادت پر اقتصار کیا یعنی (في الرفيق الأعلى) کے الفاظ کیونکہ یہ غندر کی روایت میں موجود نہیں اسماعیلی نے صرف روایتِ غندر تخریج کی ہے اسے معاذ بن عن شعبہ کے طریق سے نقل کیا ہے۔

(كنت أسمع أنه لا يموت نبي الخ) حضرت عائشہ نے اس روایت میں یہ تصریح نہیں کی کہ کن سے یہ بات سنی مگر آمدہ روایتِ زہری میں اس کی صراحت موجود ہے کہ نبی اکرم سے اس کی سماعت کی۔ (ثم يحيا أويخير) یہ راوی کا شک ہے، احمد کی مطلب بن عبداللہ عن عائشہ کے طریق سے روایت میں ہے کہ نبی اکرم فرمایا کرتے تھے: (ما من نبي يقبض إلا يرى الثواب ثم يخير) کہ ہر نبی کو وقتِ وفات اس کا ثواب دکھلایا جاتا ہے پھر انہیں اختیار دیا جاتا ہے (کہ چاہیں تو زندہ رہنا پسند کریں اور چاہیں تو موت) انہی کی حدیثِ ابوموہیبہ میں ہے کہتے ہیں مجھے نبی کریم نے فرمایا مجھے زمین اور خلد کے خزائن کی کنجیاں دی گئیں پھر جنت بھی، پھر اختیار دیا گیا کہ دنیا میں رہنا پسند کروں یا جنت اور رب سے ملاقات، تو میں نے جنت اور رب سے ملاقات کو اختیار کیا، عبدالرزاق کے ہاں مرسلِ طاؤس مرفوع میں ہے کہ مجھے اختیار ملا کہ زندہ رہوں حتی کہ اپنی امت کی فتوحات دیکھوں یا پھر تعجیل ہو، تو میں نے تعجیل اختیار کی۔

علامہ انور (لا يموت نبي حتى يخير) کے تحت لکھتے ہیں احادیث میں انبیاء کرام کی تخییر کا ذکر ہے حضرت موسیٰ کو اختیار دیا گیا کہ بیل کی جلد پر ہاتھ رکھیں اس کے نیچے جتنے بال آئیں اتنی ان کی عمر ہو گی اگر چاہتے تو کر لیتے اور ایسا ہی ہوتا قرآن کہتا ہے سیدنا نوحؑ کی عمر ساڑھے نو سو برس تھی، پھر یہ بد بخت، غبی وغوی حضرت عیسیٰ کی طولعمری سے تمسخر کرتا ہے گویا اس کی نظر میں انبیاء کی اس تخییر اور بیل کے جسم پر ہاتھ رکھنے کا حکم لاشئ ہے، ہزءِ محض ہے، اس کا کفر کتنا زیادہ ہے!

یہاں تنبیہ کے عنوان سے ابن حجر لکھتے ہیں حضرت عائشہ کا نبی اکرم کے قول (في الرفيق الأعلى) سے یہ سمجھنا کہ آپ کو(اس لمحے) اختیار دیا گیا، ان کے والد کی نبی اکرم کے ایک مرتبہ اثنائے خطبہ قول:(إن عبدا خيره الله بين الدنيا و بين ما عنده فاختار ماعنده) سے فہم کہ عبد سے مراد خود نبی پاک ہیں، کی نظیر ہے۔

(و أخذته بحة) حلق میں پھانس سی اٹک جانا جس سے آواز بدل جاتی ہے، کہا جاتا ہے:(بحِحت بحّاً) اور(رجل أبح) اگر کسی کی فطری طور پر آواز بیٹھی بیٹھی ہو۔علامہ انور(بحة) کا معنی سعال (کھانسی) کرتے ہیں۔

(مع الذين أنعم الله عليهم) مسند احمد کی مطلب عن عائشہ سے روایت میں یہ الفاظ ہیں:(مع الرفيق الأعلى مع الذين أنعم الله عليهم من النبيين و الصديقين والشهداء) (رفيقا) تک،نسائی کی ابوموسی سے روایت جسے ابن حبان نے صحیح قرار دیا، میں ہے(فقال أسأل الله الرفيق الأعلى الأسعد مع جبريل و ميكائيل و إسرافيل)بظاہر رفیق سے یہاں مراد وہ جگہ جہاں ان مذکورین کی رفاقت حاصل ہو، ذکوان عن عائشہ کی روایت میں ہے کہ وفات واقع ہونے تک (في الرفيق الأعلى) کہتے رہے، یہ احادیث بعض کے اس زعم کا رد کرتی ہیں کہ (الرفيق) کسی راوی کی تغییر ہے اصل میں:(الرقيع) تھا جو آسمان کے ناموں میں سے ہے، جوہری کہتے ہیں الرفيق الأعلى سے مراد جنت ہے اس کی تائید ابواسحاق کی روایت کے ان الفاظ سے ہوتی ہے:(الرفيق الأعلى الجنة)،ایک قول یہ ہے کہ الرفیق یہاں اسم جنس ہے جو واحد اور مافوقہ کو شامل ہے اور اس سے مراد انبیاء اور وہ سب جن کا آیت میں ذکر ہوا، اس کے آخر میں ہے:(وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقاً) [النساء : ٦٩] اس کلمہ کو بصیغہِ افراد لانے میں نکتہ یہ ہے کہ اہلِ جنت جنت میں (على قلب رجل واحد)(یعنی بیک جان ہزاروں قالب ہوکر) داخل ہوں گے، اسے سہیلی نے ذکر کیا بعض مغاربہ (علمائے مغرب یعنی مراکش واندلس) نے اس احتمال کا اظہار کیا ہے کہ الرفيق الأعلى سے مراد اللہ تعالی کی ذات ہے کیونکہ یہ اس کے اسماء میں سے ہے، جیسا کہ ابوداؤد نے عبداللہ بن مغفل سے مرفوعا نقل کیا کہ (إن الله رفيق يحب الرفق)،ابن حجر کہتے ہیں مسلم میں یہ حدیث حضرت عائشہ سے منقول ہے، کہتے ہیں محتمل ہے کہ رفیق کلیم کی طرح صفتِ ذات یا پھر صفتِ فعل ہو، یہ بھی محتمل ہے کہ اس سے مراد حضرۃ القدس ہو جیسا کہ احتمال ہے کہ مراد وہ جنکا ذکر مذکورہ بالا آیت میں ہوا، رفاقت سے مراد (تعاونهم على طاعة الله) اور بعض کا بعض کے ساتھ مرتفع ہونا، یہ تیسرا احتمال ہی معتمد اور اسی پہ اکثر شراح نے اقتصار کیا ہے،ازہری نے قولِ اول کو غلط قرار دیا ہے مگر جس جہت سے انہوں نے اس کی تغلیط کی وہ قابلِ توجیہ نہیں، سہیلی لکھتے ہیں آنجناب کی حیات کا اختتام اس کلمہ کے ساتھ ہو۔نہ میں حکمت یہ ہے کہ یہ توحید اور ذکر بالقلب کو متضمن ہے تاکہ اس سے دوسروں کے لئے یہ مستفاد ہو کہ شرط نہیں کہ ذکر باللسان ہو کیونکہ بعض لوگوں کی نسبت بولنے سے کوئی امر مانع ہو سکتا ہے تو ظاہر ہوا یہ ضار نہیں اگر اسکا دل ذکر کے ساتھ عامر (یعنی آباد) ہے۔

(فظننت أنه خير) زہری کی روایت میں ہے یہ سن کر میں نے کہا اب ہمارا ساتھ تو اختیار نہ فرمائیں گے، یہ بھی جان گئی کہ حالتِ صحت میں جو ہمیں سنایا کرتے تھے یہ وہی معاملہ ہے (کہ اللہ انبیاء کو موت سے قبل اختیار دیتا ہے) مغازی ابوالأسود میں عروہ سے منقول ہے کہ اس حالت میں حضرت جبرئیل آئے اور مذکورہ اختیار دیا، سہیلی لکھتے ہیں واقدی کی بعض کتب میں پڑھا کہ اولین لفظ جو آپ کی زبان مبارک سے نکلا جب آپ حضرت حلیمہ کے ہاں رضاعت پذیر تھے، اللہ اکبر ہے اور آخری کلمہ یہ جس کا ذکر اس حدیثِ

عائشہ میں ہوا، حاکم نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ آخری جملہ جو زبان مبارک سے نکلا یہ ہے: (جلا ل ربی الرفیع)۔

4437 - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ إِنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ صَحِيحٌ يَقُولُ إِنَّهُ لَمْ يُقْبَضْ نَبِيٌّ قَطُّ حَتَّى يَرَى مَقْعَدَهُ مِنَ الْجَنَّةِ ثُمَّ يُحَيَّا أَوْ يُخَيَّرَ فَلَمَّا اشْتَكَى وَحَضَرَهُ الْقَبْضُ وَرَأْسُهُ عَلَى فَخِذِ عَائِشَةَ غُشِيَ عَلَيْهِ فَلَمَّا أَفَاقَ شَخَصَ بَصَرُهُ نَحْوَ سَقْفِ الْبَيْتِ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ فِي الرَّفِيقِ الأَعْلَى فَقُلْتُ إِذًا لاَ يُجَاوِرُنَا فَعَرَفْتُ أَنَّهُ حَدِيثُهُ الَّذِي كَانَ يُحَدِّثُنَا وَهُوَ صَحِيحٌ .

أطرافه 4435، 4436، 4463، 4586، 6348، 6509 -

عائشہ صدیقہ کہتی ہیں کہ نبی پاک نے صحت کی حالت میں فرمایا تھا کوئی نبی اس وقت تک میں فوت نہیں ہوا جب تک جنت میں اس کو اس مقام نہیں دکھلایا گیا پھر (جب تک) اس کو یہ اختیار نہیں دیا گیا ہے کہ چاہے (تو دنیا میں) زندہ رہے یا آخرت کو اختیار کرے، جب آپ بیمار ہوئے اور آپکا وقت قریب آیا اور آپ کا سر مبارک میری ران پر تھا، اول تو آپ پر غشی طاری ہوئی، پھر جب افاقہ ہوا تو نگاہ گھر کی چھت کی طرف لگائی اور فرمایا اے اللہ! بلند رفیقوں میں رکھ، اس وقت میں نے کہا کہ اب آپ ہمارے ساتھ رہنا پسند نہیں کریں گے اور میں جان گئی کہ یہی ہے وہ بات جو آپ حالتِ صحت میں فرمایا کرتے تھے (کہ ہر نبی کو اختیار دیا جاتا ہے)

4438 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا عَفَّانُ عَنْ صَخْرِ بْنِ جُوَيْرِيَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ دَخَلَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَأَنَا مُسْنِدَتُهُ إِلَى صَدْرِي وَمَعَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ سِوَاكٌ رَطْبٌ يَسْتَنُّ بِهِ فَأَبَدَّهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَصَرَهُ فَأَخَذْتُ السِّوَاكَ فَقَصَمْتُهُ وَنَفَضْتُهُ وَطَيَّبْتُهُ ثُمَّ دَفَعْتُهُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَاسْتَنَّ بِهِ فَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ اسْتَنَّ اسْتِنَانًا قَطُّ أَحْسَنَ مِنْهُ فَمَا عَدَا أَنْ فَرَغَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ رَفَعَ يَدَهُ أَوْ إِصْبَعَهُ ثُمَّ قَالَ فِي الرَّفِيقِ الأَعْلَى ثَلاَثًا ثُمَّ قَضَى وَكَانَتْ تَقُولُ مَاتَ بَيْنَ حَاقِنَتِي وَذَاقِنَتِي.

أطرافه 890، 1389، 3100، 3774، 4446، 4449، 4450، 4451، 5217، 6510 -

حضرت عائشہ روایت کرتی ہیں کہ میں نبی پاک کو اپنے سینے کے سہارے بٹھائے ہوئے تھی کہ عبد الرحمٰن بن ابو بکر داخل ہوئے انکے ہاتھ میں تازہ مسواک تھی جو وہ کر رہے تھے آپ کی نظر اس مسواک کی طرف لگی تو میں نے اسے لے کر توڑا اور چبا کر آپ کے حوالے کی تو آپ نے مسواک کی اور ایسے اچھے انداز میں کہ قبل ازیں ایسا نہ دیکھا تھا، اس سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ اپنا ہاتھ۔ یا کہا انگلی۔ اٹھائی اور تین دفعہ (فی الرفیق الاعلی) کہا اور روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی، حضرت عائشہ کہا کرتی تھیں آپ کی وفات اس حالت میں ہوئی کہ آپ کا سر میری ہنسلی اور ٹھوڑی کے درمیان تھا۔

حاکم نے جزم کے ساتھ انہیں محمد بن یحی ذہلی قرار دیا ہے ابن سکن کے نسخہ میں یہ ساقط ہیں اس میں بخاری کے شیخ عفان قرار پائے ہیں، وہ بھی شیوخِ بخاری میں سے ہیں کچھ روایات ان سے نقل کی ہیں جن میں سے ایک کتاب الجنائز میں ہے۔ (سواک رطب) ابن ابی ملیکہ عن عائشہ کی روایت میں (جریدۃ رطبۃ) ہے۔ (یستن بہ) أی یستاك، اصلاً سن سے ہے، سین مفتوح

کے ساتھ، اسی سے مسن ہے جس پر لوہا سن (یعنی تیز) کیا جاتا ہے، (یسن علیه الحدید)۔(فقضمه) أي مضغه، قضم دانتوں کے کناروں سے پکڑنے کو کہتے ہیں، عیاض لکھتے ہیں اکثر رواۃ نے اسے صاد کے ساتھ روایت کیا ہے بمعنی (کسرته أو قطعته) ابن تین کے بقول ایک روایت فاء اور مہملہ کے ساتھ بھی ہے، محبّ طبری لکھتے ہیں اگر یہ صاد کے ساتھ ہے تو آگے (فطیبته) تکرار ہے اور اگر صاد کے ساتھ ہے تب نہیں کیونکہ تب اس کا مفہوم ہوگا لمبا ہونے کی وجہ سے توڑا یا اس جگہ کو دور کیا جہاں سے عبدالرحمٰن مسواک کر رہے تھے۔

(ثم لینته ثم طیبته) یعنی پانی کے ساتھ، محتمل ہے تطییب تلیین کے لئے تاکیداً ہو، آگے ذکوان عن عائشہ کی روایت میں آئے گا کہ میں نے عرض کی کیا آپ کے لئے پکڑلوں؟ سر کے اشارہ سے ہاں کہا، چنانچہ پکڑا اور آپ کے منہ مبارک میں ڈال دیا، سخت محسوس ہوا تو نکال کر کہا نرم کردوں؟ اشارہ سے فرمایا ہاں۔

(مات و رأسه بین الخ) ذکوان عن عائشہ کی روایت میں ہے میرے گھر میں اور میری باری کے دن میں (بین سحری و نحری) فوت ہوئے اور اللہ نے آپ کے دنیا میں آخری دن بوقتِ وفات میری اور آپ کی ریق جمع کردی، حاقنہ تھوڑی سے نیچے اور ذاقنہ اس سے اوپر کے حصہ کو کہا جاتا ہے، یا حاقنہ (نقرة الترقوة) (یعنی ہنسلی کی ہڈی کے پاس کا گڑھا سا) کو کہتے ہیں یہ دو عدد ہیں، سحر سینہ ہے اصل میں رئۃ (یعنی پھیپھڑے) کو کہتے ہیں نحر سے مراد موضعِ نحر (یعنی حلق)، حاصل یہ کہ حاقنہ اور ذاقنہ کا درمیان وہی جسے دوسری روایت میں: (بین سحری و نحری) سے تعبیر کیا، یہ ماقبل حدیث میں مذکور کہ آپ کا سر ان کی ران پر تھا، کے مغایر نہیں کیونکہ یہ اس امر پر محمول ہے کہ زانو کو سینے کی طرف بلند کیا ہوا تھا البتہ حاکم اور ابن سعد کی متعدد طرق سے تخریج کردہ ایک روایت کے یہ معارض ہے جس میں ہے کہ انتقال کے وقت آنجناب کا سر حضرت علی کی گود میں تھا مگر ان میں سے ہر طریق میں کوئی شیعی راوی ہے لہذا یہ قابلِ التفات نہیں، آگے تفصیل سے ان اسانید کا حال بیان کیا ہے، ابن سعد کی نقل کردہ حدیثِ جابر میں ہے کہ کعب احبار نے حضرت علی سے کہا نبی اکرم کی آخری کلام کیا تھی؟ کہنے لگے میں نے آپ کو اپنے سینے سے لگایا ہوا تھا اور سر مبارک میرے کندھے پہ تھا کہ فرمایا: (الصلاة الصلاة) اس کی سند میں واقدی اور حرم بن سنان ہیں، دونوں متروک ہیں ایک روایت میں واقدی عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی عن ابیہ عن جدہ سے راوی ہیں، واقدی اور عبداللہ کے مابین انقطاع کے ساتھ ساتھ عبداللہ کمزور راوی ہیں، اگلی روایت میں بھی واقدی ہیں، منقطع بھی ہے، ایک راوی ابوالحویرث عبدالرحمٰن بن معاویہ مدنی ہیں جو بقول مالک ثقہ نہیں، ان کے والد مجہول الحال ہیں ایک سند میں (واقدی عن سلیمان بن داؤد بن الحصین عن أبیه عن أبی غطفان) ہے، سلیمان مجہول الحال ہیں حاکم کی اکلیل میں حبہ عدی عن علی کے طریق سے مروی ہے کہ جب انتقال ہوا میں نے آپ کو اپنے سینے سے لگایا ہوا تھا، حبہ ضعیف ہے، ایک حدیثِ ام سلمہ میں ہے کہ علی: (آخرهم عهداً برسول الله) یعنی واحد شخص جو آنجناب کے پاس موجود تھے تو گویا ان کی مراد مردوں میں سے آخری شخص ہیں، تطبیق بھی ممکن ہے کہ کچھ دیر پہلے حضرت علی نے گود میں لگایا ہوا تھا آپ پر غشی طاری ہوئی وہ سمجھے کہ روح قفسِ عنصری سے پرواز کرگئی لہذا لٹا کر اٹھ کھڑے ہوئے مگر پھر آپ کو افاقہ ہوا اور حضرت عائشہ نے اپنے سینے کے ساتھ لگا لیا وہاں آخر کار فوت ہوگئے، مسند احمد کی یزید بن بابنوس سے روایت میں اس کا اشارہ موجود ہے حضرت علی سے راوی ہیں کہ ایک مرتبہ آپ کا سر مبارک میرے کندھے سے ٹکا ہوا تھا کہ سر ایک طرف ڈھلک گیا میں سمجھا کہ کان میں کچھ کہنا چاہتے ہیں تو آپ کے منہ سے نہایت ٹھنڈا لعابِ دہن

نکل کر میرے سینے پر پڑا جس سے میری جلد کانپ اٹھی، خیال ہوا کہ آپ پر غشی طاری ہوئی ہے پھر میں نے کپڑے سے آپ کو ڈھانپ دیا۔

4439 - حَدَّثَنِي حِبَّانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا اشْتَكَى نَفَثَ عَلَى نَفْسِهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ وَمَسَحَ عَنْهُ بِيَدِهِ فَلَمَّا اشْتَكَى وَجَعَهُ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ طَفِقْتُ أَنْفِثُ عَلَى نَفْسِهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ الَّتِي كَانَ يَنْفِثُ وَأَمْسَحُ بِيَدِ النَّبِيِّ ﷺ عَنْهُ . أطرافه 5016، 5735، 5751 -

حضرت عائشہ کہتی ہیں آنجناب جب کبھی بیمار ہوتے تو اپنے اوپر معوذات کا دم کرتے اور اپنے جسم پر دستِ مبارک پھیرتے تو مرض الموت میں میں بھی یہی دم کرنا شروع ہوئی اور خود آنجناب کا ہاتھ مبارک تھام کر اسے جسدِ اطہر پر پھیرتی۔

(بالمعوذات) یعنی جسم شریف کو مسح کرتے ہوئے یہ پڑھتے جاتے ، مالک عن زہری کی فضائل القرآن والی روایت میں ہے کہ خود اپنے پر معوذات پڑھتے ، الطب کی اسی روایت میں معمر کا قول آئے گا کہ میں نے زہری سے پوچھا کس طرح پھونک مارتے تھے؟ کہا اپنے ہاتھوں پر پھونک مارتے پھر انہیں چہرہ اقدس پر پھیر لیتے ،الدعوات میں عقیل عن زہری کے حوالے سے ذکر ہوگا کہ سوتے وقت بستر میں بیٹھ کر دم فرماتے ، یہ لیث عن عقیل کی روایت ہے، مفضل بن فضالہ عن عقیل کی فضائل القرآن کی روایت میں ہے کہ جب اپنے بستر پر جاتے ہتھیلیوں کو جمع کرتے پھر ان میں پھونک مارتے پھر آخری تینوں سورتیں پڑھتے ،معوذات سے مراد (قل أعوذ برب الفلق) اور (قل أعوذ برب الناس) ہے، جمع کا لفظ یا تو اس اعتبار سے کہ اقلِ جمع دو ہیں یا کلمات مراد لینے کے اعتبار سے جن کے ساتھ ان دونوں سورتوں میں تعوذ واقع ہوا ہے، یہ بھی محتمل ہے کہ ان دونوں کے ساتھ سورۃ الإخلاص کو شامل کر کے معوذات کا لفظ استعمال ہوا ہو،اس کا اطلاق تغلیبا ہوا یہی معتمد ہے۔

(ومسح عنه بيده) روایتِ معمر میں ہے:(و أمسح بيد نفسه لبركتها) مالک کی روایت میں (رجاء بركتها) ہے مسلم کی ہشام بن عروہ عن عائشہ سے روایت میں ہے کہ جب آپ مرض الموت میں مبتلا ہوئے میں دم کرتی اور آپ کا دستِ مبارک پکڑ کر آپ کے جسدِ اطہر پر پھیرتی کیونکہ میرے ہاتھ کی نسبت اس کی برکت اعظم تھی، آخر الباب کی حدیثِ ابن ابی ملیکہ عن عائشہ میں آئے گا کہتی ہیں (ایک مرتبہ) میں دم کرنے لگی تو سر آسمان کی طرف اٹھا کر فرمایا:(في الرفيق الأعلى) ،طبرانی کی حدیثِ ابوموسی میں ہے کہ دم سے آپ نے افاقہ محسوس کیا، حضرت عائشہ آپ کے سینہ مبارک کو چھوتیں اور شفایابی کی دعا فرماتیں تو آپ نے فرمایا:(لا ، ولكن أسأل الله الرفيق الأعلى) ،اس پر ساتویں حدیث کے اثناء کلام ہوگی۔

علامہ انور (بالمعوذات) کے تحت کہتے ہیں تیسری سورۃ الإخلاص تھی (و أمسح بيد النبي) کے تحت رقم طراز ہیں کہ یہ ان کا کمالِ علم ہے کہ معوذات پڑھیں جب دیکھا کہ آنجناب ہوش میں نہیں کہ خود دم کر سکیں، مگر ہاتھ آپ کا ہی پکڑ کر پھیرا تا کہ زیادہ برکت ہو۔

4440 - حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُخْتَارٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ ﷺ وَأَصْغَتْ إِلَيْهِ قَبْلَ أَنْ يَمُوتَ وَهُوَ مُسْنِدٌ إِلَيَّ ظَهْرَهُ يَقُولُ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي وَأَلْحِقْنِي بِالرَّفِيقِ .

طرفه 5674-

حضرت عائشہ کہتی ہیں وفات سے ذرا پہلے میں نے کان لگائے تو اور تب آپ اپنی کمر مبارک میرے ساتھ ٹکائے تھے، فرما رہے تھے: (ترجمہ) اے اللہ مجھے معاف فرما، مجھ پہ رحم کر اور رفیق سے مجھے ملادے

4441 - حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ هِلَالٍ الْوَزَّانِ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ ؓ قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ فِي مَرَضِهِ الَّذِي لَمْ يَقُمْ مِنْهُ لَعَنَ اللَّهُ الْيَهُودَ اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ قَالَتْ عَائِشَةُ لَوْلَا ذَلِكَ لَأُبْرِزَ قَبْرُهُ خَشِيَ أَنْ يُتَّخَذَ مَسْجِدًا .

أطرافه 435، 1330، 1390، 3453، 4443، 5815-

حضرت عائشہ کہتی ہیں آنجناب نے مرض الموت میں فرمایا اللہ یہودیوں پر لعنت کرے جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبور کو مساجد بنالیا، کہتی ہیں اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا تو آپ کی قبر کھلی رکھی جاتی۔

اس کی شرح کتاب الصلاۃ اور کتاب الجنائز میں گزر چکی ہے۔

علامہ انور (لعنة الله على اليهود والنصارى) کی نسبت کہتے ہیں کہ صلت بن محمد کی سابقہ روایت میں صرف یہود کا ذکر ہے نصاریٰ کا نہیں، اس سے قادیان کے بدبخت نے اپنی بحث کی، اس کا ضعف ذکر ہو چکا۔

4442 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ لَمَّا ثَقُلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَاشْتَدَّ بِهِ وَجَعُهُ اسْتَأْذَنَ أَزْوَاجَهُ أَنْ يُمَرَّضَ فِي بَيْتِي فَأَذِنَّ لَهُ فَخَرَجَ وَهُوَ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ تَخُطُّ رِجْلَاهُ فِي الْأَرْضِ بَيْنَ عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَبَيْنَ رَجُلٍ آخَرَ قَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ فَأَخْبَرْتُ عَبْدَ اللَّهِ بِالَّذِي قَالَتْ عَائِشَةُ فَقَالَ لِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ هَلْ تَدْرِي مَنِ الرَّجُلُ الْآخَرُ الَّذِي لَمْ تُسَمِّ عَائِشَةُ قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هُوَ عَلِيٌّ وَكَانَتْ عَائِشَةُ زَوْجُ النَّبِيِّ ﷺ تُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لَمَّا دَخَلَ بَيْتِي وَاشْتَدَّ بِهِ وَجَعُهُ قَالَ هَرِيقُوا عَلَيَّ مِنْ سَبْعِ قِرَبٍ لَمْ تُحْلَلْ أَوْكِيَتُهُنَّ لَعَلِّي أَعْهَدُ إِلَى النَّاسِ فَأَجْلَسْنَاهُ فِي مِخْضَبٍ لِحَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ طَفِقْنَا نَصُبُّ عَلَيْهِ مِنْ تِلْكَ الْقِرَبِ حَتَّى طَفِقَ يُشِيرُ إِلَيْنَا بِيَدِهِ أَنْ قَدْ فَعَلْتُنَّ قَالَتْ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى النَّاسِ فَصَلَّى لَهُمْ وَخَطَبَهُمْ .

أطرافه 198، 664، 665، 679، 683، 687، 712، 713، 716، 2588، 3099، 3384، 4445، 5714، 7303-

حضرت عائشہ روایت کرتی ہیں کہ جب آنجناب کی بیماری نے شدت پکڑی تو آپ نے ازواج مطہرات سے اس بات کی اجازت لی میرے گھر میں اپنے ایامِ مرض گزاریں تو انہوں نے اجازت دیدی، ایک دفعہ آپ دو آدمیوں کا سہارا لئے نکلے، آپ کے قدم مبارک زمین سے گھسٹ رہے تھے ایک تو عباس تھے دوسرے کوئی اور، عبید اللہ کہتے ہیں میں نے یہ بات ابن عباس کو بتلائی تو کہا جانتے ہو

دوسرے کون تھے؟ کہا نہیں، کہا علی بن ابو طالب، کہتے ہیں ام المؤمنین بیان کرتی تھیں کہ نبی پاک نے انکے گھر میں جب تکلیف کی شدت تھی، فرمایا مجھ پر سات مشکوں جنکے منہ ابھی کھولے نہ گئے ہوں، کا پانی بہاؤ شائد لوگوں کو کچھ وصیتیں وغیرہ کر پاؤں، تو ہم نے آپ کو حضرت حفصہ کے ایک لگن میں بٹھلایا اور ان مشکوں کا پانی ڈالنا شروع کیا حتی کہ آپ نے اشارہ کیا کہ کافی ہے پھر نکلے، نماز پڑھائی اور خطبہ ارشاد فرمایا۔

(لما ثقل رسول الخ) معمر عن زہری کی روایت میں ہے یہ واقعہ تب کا ہے جب آپ حضرت میمونہ کے گھر میں تھے۔ (استاذن أزواجه الخ) ابن سعد نے بسند صحیح زہری سے نقل کیا ہے کہ حضرت فاطمہ نے ازواج مطہرات سے یہ بات کہی، کہنے لگیں آنے جانے میں آپ کے لئے مشقت ہوتی ہے (تو مستقلا بیتِ عائشہ میں آپ کو رکھا جائے) ابن ابی ملیکہ عن عائشہ سے روایت میں ہے کہ آپ کو ان کے گھر بروز سوموار لایا گیا اور اس سے اگلے سوموار کو انتقال کیا، کتاب الطھارۃ کے ابواب الإمامہ میں باقی شرحِ حدیث گزر چکی ہے وہیں اس بارے اختلاف کا ذکر ہوا کہ کن دو افراد کا سہارا لے کر آپ باہر نکلے تھے، مسلم کی حضرت عائشہ سے روایت میں ہے کہ ایک طرف فضل بن عباس اور دوسری طرف کوئی اور شخص تھے ایک روایت میں حضرت اسامہ کا ذکر ہے دار قطنی میں اسامہ اور فضل کا ذکر ہے ابن حبان کی روایت میں بریرہ اور نُوبہ مذکور ہیں ابن سعد کی ایک روایت میں فضل اور ثوبان کے نام مذکور ہیں، ان تمام روایات کے مابین تطبیق یہ دی گئی ہے کہ یہ تعددِ واقعہ ہے، یہ اس قول سے بہتر ہے کہ ایک ہی مرتبہ نکلنے کے دوران باری باری ان اصحاب نے سہارا دیا (کیونکہ مسافت اتنی نہ تھی کہ تھکاوٹ ہو جاتی)۔

(في بيتي) مسند احمد کی یزید بن بابنوس سے روایت میں ہے کہ آپ نے ازواج مطہرات سے فرمایا مجھ سے تمہارے گھروں میں اب گھوما نہیں جاتا اگر چاہو تو (حضرت عائشہ کے گھر میں بیماری کے ایام گزارنے کی) اجازت دے دو، آپ کے مرض کی ابتدا جب ہوئی آپ حضرت میمونہ کے گھر پہ تھے۔ (من سبع قرب) کہا گیا ہے سات کے اس عدد میں حکمت یہ ہے کہ یہ زہر اور جادو کے توڑ میں مفید ہے اوائل باب میں گزرا کہ خیبر میں دئے گئے زہر کا اثر عود کر آیا تھا، ایک حدیث میں ثابت ہے کہ جس نے علی الصبح سات عدد عجوہ کھجوریں تناول کیں اس دن اس پر زہر اور جادو اثر نہ کرے گا، نسائی کی روایت میں صحیح سند کے ساتھ مُصاب پر سات مرتبہ فاتحہ کے دم کا ذکر ہے، صحیح مسلم میں ہے کہ تکلیف کی صورت میں سات مرتبہ یہ کلمات پڑھے: (أَعُوذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّمَا أَجِدُ وَ أُحَاذِرُ)۔ ابنِ ابی شیبہ کے ہاں مرسلِ ابو جعفر میں ہے کہ آنجناب بار بار فرماتے میں کل کہاں ہوں گا؟ اس سے وہ سمجھ گئیں کہ حضرت عائشہ کے گھر جانے کا انتظار ہے جب ان کے گھر پہنچے تو یہ کہنا چھوڑ دیا اس پر ازواج مطہرات نے انہی کے گھر رہنے کی اجازت دیدی۔

(ثم خرج إلى الناس الخ) فضل ابی بکر میں ابن عباس کی روایت گزری ہے کہ نبی اکرم نے اثنائے مرض خطبہ دیا جس میں فرمایا: (لو كنت متخذا خليلا الخ) اس میں ہے کہ یہ آپ کی آخری مجلس تھی، مسلم کی حدیثِ جندب میں ہے کہ یہ آپ کے انتقال سے پانچ دن قبل کا واقعہ ہے، شائد یہ آپ کے دوات وقلم لانے کے حکم کے بعد کا ذکر ہے۔

سید انور (ثم خرج إلى الناس) کے تحت لکھتے ہیں یہ اس امر کی صراحت ہے کہ اس رات نماز کیلئے نکلے، ہمیں فکِ نظم اور اسے اس امر پر محمول نہ کرنا چاہئے کہ کسی اور روز نکلنا مراد ہے۔

4443 و 4444 - وَأَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ عَائِشَةَ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ

عَبَّاسٍ قَالاَ لَمَّا نَزَلَ بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ طَفِقَ يَطْرَحُ خَمِيصَةً لَهُ عَلَى وَجْهِهِ فَإِذَا اغْتَمَّ كَشَفَهَا عَنْ وَجْهِهِ وَهُوَ كَذَلِكَ يَقُولُ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ يُحَذِّرُ مَا صَنَعُوا .حديث 4443أطرافه 435، 1330، 1390، 3453، 4441، -5815 ـ حديث 4444أطرافه 436، 3454، 5816 -

عائشہ اور ابن عباس راوی ہیں کہ نبی پاک شدتِ مرض میں بے چین ہو کر کبھی چادر منہ پہ ڈالتے اور کبھی ہٹاتے اس دوران فرمایا اللہ کی یہود و نصاریٰ پر لعنت کہ اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنالیا، گویا انکے اس طرزِ عمل سے اجتناب کی تلقین فرما رہے تھے۔

(وأخبرني عبيد الله أن عائشة قالت الخ) یہ بھی مقولِ زہری اور موصول ہے، الگ الگ یہ وضاحت کرنے کے لئے کیا کہ ان کے شیخ کے پاس ابن عباس و عائشہ، دونوں سے کیا کیا معلومات ہیں (اکیلی حضرت عائشہ سے کیا کچھ ہے)۔

4445 - أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ لَقَدْ رَاجَعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فِي ذَلِكَ وَمَا حَمَلَنِي عَلَى كَثْرَةِ مُرَاجَعَتِهِ إِلاَّ أَنَّهُ لَمْ يَقَعْ فِي قَلْبِي أَنْ يُحِبَّ النَّاسُ بَعْدَهُ رَجُلاً قَامَ مَقَامَهُ أَبَدًا وَلاَ كُنْتُ أُرَى أَنَّهُ لَنْ يَقُومَ أَحَدٌ مَقَامَهُ إِلاَّ تَشَاءَمَ النَّاسُ بِهِ فَأَرَدْتُ أَنْ يَعْدِلَ ذَلِكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ أَبِي بَكْرٍ رَوَاهُ ابْنُ عُمَرَ وَأَبُو مُوسَى وَابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ .

أطرافه 198، 664، 665، 679، 683، 687، 712، 713، 716، 2588، 3099، 3384، 4442، 5714، 7303 -

حضرت عائشہ کہتی ہیں (جب نبی پاک نے مرض الموت میں حضرت ابوبکر کی بابت حکم جاری کیا کہ میرے مصلائے امامت پہ کھڑے ہوں تو) میری بار بار مراجعت کا سبب یہ تھا کہ میں خیال کرتی تھی کہ لوگوں کو وہ آدمی اچھا نہ لگے گا جو آپکی جگہ پہ کھڑا ہوا، کہیں لوگ منحوس سمجھنا نہ شروع کر دیں! تو چاہا کہ نبی پاک انکی بجائے کسی اور کی بابت یہی حکم فرمادیں۔

(رواہ ابن عمر الخ) شائد اشارہ حضرت ابوبکر کی امامت سے متعلقہ حصہ کی طرف ہے نہ کہ پوری حدیث کی طرف، ابن عمر کی روایت ابواب الإمامة، ابوموسی کی احادیث الأنبیاء کے حضرت یوسف کے باب میں اور ابن عباس کی حدیث الإمامہ میں موصول ہے۔

4446 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ الْهَادِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَاتَ النَّبِيُّ ﷺ وَإِنَّهُ لَبَيْنَ حَاقِنَتِي وَذَاقِنَتِي فَلاَ أَكْرَهُ شِدَّةَ الْمَوْتِ لأَحَدٍ أَبَدًا بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ . أطرافه 890، 1389، 3100، 3774، 4438، 4449، 4450، 4451، 5217، 6510 -

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا سر مبارک وفات کے وقت میرے سینہ پر تھا، جب سے میں نے رسول اللہ پر موت کی سختی دیکھی، اس کے بعد سے میں موت کی سختی کو کسی کے لئے برا نہیں سمجھتی۔

(فلا أكره شدة الموت الخ) آگے ذکوان عن عائشہ کے حوالے سے روایت میں اس شدتِ موت کا تذکرہ آئے گا، احمد اور ترمذی وغیرہما کی قاسم عن عائشہ کے حوالے سے روایت میں ہے کہ میں نے دیکھا کہ پاس پڑے پانی سے بھرے پیالے میں ہاتھ داخل کرتے ہیں پھر چہرہِ اقدس پر ملتے اور فرماتے ہیں اے اللہ ان سکراتِ موت میں میری مدد فرما، الطب کی مسروق عن عائشہ سے

روایت میں ہے کہتی ہیں جتنی تکلیف وشدت موت کے وقت نبی اکرم کی دیکھی اتنی کسی کی نہیں دیکھی، الطب کی حدیثِ ابن مسعود میں آئے گا کہ اس شدت کے سبب آپ کو دہرا اجر حاصل ہوا، مسند ابی یعلی کی حدیثِ ابی سعید میں نبی پاک کا یہ فرمان منقول ہے کہ ہم گروہِ انبیاء کے لئے جیسے اجر دوہرا ہے اسی طرح ہماری بلاء بھی مضاعف ہے۔

علامہ انور (فلا أكره شدة الموت) کے تحت کہتے ہیں اس میں اس امر کی کوئی دلیل نہیں کہ نبی اکرم پر موت کے ان لحات میں اتنی سختی طاری تھی جو کسی کی موت میں نہیں ہوئی، یہ صرف بابِ اعتبار اور فقط صورِ تعبیرات میں سے ہے کیونکہ حضرت عائشہ نے جب آپ کی یہ حالت ملاحظہ کی تو اس انداز سے اسے تعبیر کیا اہلِ عرف کے ہاں ان مواقع پر اس قسم کی تعبیرات کثیر ہیں (یعنی اسے شدت سے تعبیر کرنا حضرت عائشہ کی اپنی تعبیر ہے لازم نہیں کہ حقیقۃً شدت طاری ہو، محبت کرنے والے محبوب کے پاؤں میں چبھا کانٹا اپنے دل میں پیوست محسوس کرتے ہیں) کہتے ہیں متعدد بار کہا ہے جو ظاہری الفاظ مدِنظر لکھتے ہوئے حقائق ایجاد کرتا اور عما فی الخارج سے غضِ نظر کرتا ہے، وہ ظالم ومتعدی ہے۔

4447 - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا بِشْرُ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ أَبِي حَمْزَةَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ الأَنْصَارِيُّ وَكَانَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ أَحَدَ الثَّلاَثَةِ الَّذِينَ تِيبَ عَلَيْهِمْ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍؓ خَرَجَ مِنْ عِنْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي وَجَعِهِ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ فَقَالَ النَّاسُ يَا أَبَا حَسَنٍ كَيْفَ أَصْبَحَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ أَصْبَحَ بِحَمْدِ اللَّهِ بَارِئًا فَأَخَذَ بِيَدِهِ عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ لَهُ أَنْتَ وَاللَّهِ بَعْدَ ثَلاَثٍ عَبْدُ الْعَصَا وَإِنِّي وَاللَّهِ لأُرَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ سَوْفَ يُتَوَفَّى مِنْ وَجَعِهِ هَذَا إِنِّي لأَعْرِفُ وُجُوهَ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عِنْدَ الْمَوْتِ اذْهَبْ بِنَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَلْنَسْأَلْهُ فِيمَنْ هَذَا الأَمْرُ إِنْ كَانَ فِينَا عَلِمْنَا ذَلِكَ وَإِنْ كَانَ فِي غَيْرِنَا عَلِمْنَاهُ فَأَوْصَى بِنَا فَقَالَ عَلِيٌّ إِنَّا وَاللَّهِ لَئِنْ سَأَلْنَاهَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَمَنَعَنَاهَا لاَ يُعْطِينَاهَا النَّاسُ بَعْدَهُ وَإِنِّي وَاللَّهِ لاَ أَسْأَلُهَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ .طرفه 6266-

راوی کہتے ہیں مجھے ابن عباس نے بتلایا کہ علی بن ابی طالب نبی پاک کے ہاں سے نکلے، یہ مرض الموت کا واقعہ ہے، لوگوں نے پوچھا اے ابوالحسن نبی پاک نے صبح کس حالت میں کی ہے؟ کہنے لگے اللہ کا شکر ہے اب حالت اچھی ہے، تو حضرت عباس نے انکا ہاتھ پکڑ کر کہا بخدا تم تین دن بعد محکوم ہوجاؤ گے میرا خیال ہے کہ رسول اللہ ضرور اس بیماری میں فوت ہوجائیں گے کہ میں بنی عبد المطلب کے چہرے پہچانتا ہوں جو وہ موت کے وقت ہوجاتے ہیں آؤ رسول پاک کے پاس جائیں اور آپ سے دریافت کریں کہ آپ کے بعد خلافت کس کے پاس ہوگی، اگر تو ہمارے پاس رہے تو ہمیں اسکا علم ہو بصورتِ دیگر بھی ہمیں علم ہو اور آپ ہمارے بارے میں نصیحتیں کرجائیں؟ علی نے کہا واللہ اگر ہم نے آپ سے اس بابت پوچھا اور آپ نے ہمیں یہ معاملہ سونپنے سے منع کردیا تو پھر کبھی لوگ ہمیں اسکے قریب بھی نہ پھٹکنے دیں گے لہذا میں آنجناب سے اس بابت کوئی سوال نہ کروں گا۔

شیخِ بخاری ابن راہویہ ہیں ابونعیم نے مستخرج میں اسی پر جزم کیا ہے۔ (أخبرني عبدالله بن كعب) اس سے غزوہ

تبوک میں گزری اس بحث کی تائید ملتی ہے کہ زہری نے عبداللہ سے سماع کیا ہے جبکہ ان کے بھائیوں عبدالرحمٰن اور عبید اللہ اور عبدالرحمٰن بن عبداللہ سے بھی، لہذا دمیاطی کا اس بارے توقف بے معنی ہے، اسناد صحیح ہے اور زہری کا عبداللہ سے سماع ثابت ہے شعیب اس میں منفرد نہیں، اسماعیلی نے صالح عن ابن شہاب کے طریق سے تخریج کرتے ہوئے سماع کی صراحت کی ہے، عبدالرزاق کے ہاں اسے معمر نے بحوالہ زہری ابن کعب کے حوالے سے نام ذکر گئے بغیر روایت کی ہے، سند کا ایک لطیفہ ہے کہ اس میں تابعی کی تابعی اور صحابی کی صحابی سے روایت ہے۔

(عبد العصا) اس امر کا کنایہ ہے کہ غیر کے تابع ہوں گے (یعنی کوئی اور خلیفہ بن جائے گا) یہ ان کی قوتِ فراست کی دلیل ہے۔(لأری) ہمزہِ مفتوح کے ساتھ بمعنی (أعتقد) یا اس کے پیش کے ساتھ بمعنی (أظن) بھی محتمل ہے، حضرت عباس نے یہ بات اپنے تجربہ کی بناء پر کہی کیونکہ آگے مذکور ہے کہ وہ موت کے وقت بنی عبدالمطلب کے چہروں کو پہچانتے ہیں ابن اسحاق زہری سے ناقل ہیں کہ یہ عین روزِ وفات کا واقعہ ہے۔ (فأوصی بنا) مرسلِ شعبی جسے ابن سعد نے نقل کیا، میں ہے (و إلا أوصی بنا فحفظنا من بعده) یعنی اپنے بعد ہماری بابت وصیت فرما کر ہماری حفاظت کا بندوبست فرما دیں، انہی کی ایک اور طریق سے روایت میں ہے کہ علی کہنے لگے کیا کسی کو ہمارے سوا اس امر کی طمع ہوگی؟ کہا میرا خیال ہے ہوگی۔

(لا یعطیناها الناس الخ) یعنی لوگ پھر کبھی اس کے قریب نہ پھٹکنے دیں گے (یہ بھی جمہوریت کی دلیل ہے کہ خلیفہ کے انتخاب کی نسبت لوگوں کی طرف کی گئی) ، کہیں گے تم لوگوں کو تو نبی اکرم محروم کر گئے ہیں ابن سعد کی روایت میں اس کی صراحت ہے۔

(لا أسألها رسول الله الخ) یعنی اس کا مطالبہ نہ کروں گا (کہ اپنے بعد مجھے ولی عہد نامزد کر دیں) مشار الیہ مرسلِ شعبہ میں ہے کہ وفات ہو جانے کے بعد حضرت عباس نے حضرت علی سے کہا ہاتھ آگے کرو کہ میں بیعتِ خلافت کروں پھر (دیکھا دیکھی) لوگ بھی کر لیں گے مگر انہوں نے ایسا نہ کیا، فوائدِ ابی طاہر ذہلی میں جید سند کے ساتھ ابن ابی لیلی سے منقول ہے کہتے ہیں حضرت علی کو سنا حضرت عباس کا یہ قصہ ذکر کر کے کہا کاش ان کی بات مان لی ہوتی، دو مرتبہ کہا عبدالرزاق کہتے ہیں معمر ہم سے پوچھا کرتے تھے دونوں میں کس کی رائے اصوب تھی؟ ہم کہتے عباس کی، مگر وہ انکار کرتے اور کہتے اگر آپ حضرت علی کو نامزد کر جاتے اور لوگ نہ مانتے تو گویا وہ کافر ہو جاتے۔

4448 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ الْمُسْلِمِينَ بَيْنَاهُمْ فِي صَلاَةِ الْفَجْرِ مِنْ يَوْمِ الاِثْنَيْنِ وَأَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي لَهُمْ لَمْ يَفْجَأْهُمْ إِلاَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَدْ كَشَفَ سِتْرَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ فَنَظَرَ إِلَيْهِمْ وَهُمْ فِي صُفُوفِ الصَّلاَةِ ثُمَّ تَبَسَّمَ يَضْحَكُ فَنَكَصَ أَبُو بَكْرٍ عَلَى عَقِبَيْهِ لِيَصِلَ الصَّفَّ وَظَنَّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يُرِيدُ أَنْ يَخْرُجَ إِلَى الصَّلاَةِ فَقَالَ أَنَسٌ وَهَمَّ الْمُسْلِمُونَ أَنْ يَفْتَتِنُوا فِي صَلاَتِهِمْ فَرَحًا بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ بِيَدِهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ أَتِمُّوا صَلاَتَكُمْ ثُمَّ دَخَلَ الْحُجْرَةَ وَأَرْخَى السِّتْرَ .أطرافه 680، 681، 754، 1205 -

حضرت انس بن مالک راوی ہیں سوموار کے دن مسلمان حضرت ابوبکر کی امامت میں نمازِ فجر کی ادائیگی میں مشغول تھے کہ ناگاہ حجرۂ عائشہ کا پردہ اٹھا کر رسولِ پاک نے جھانکا، لبوں پہ مسکراہٹ کھلی، ہنسے، ابوبکر یہ دیکھ کر پیچھے کو ہٹنا شروع ہوئے خیال کیا کہ آقائے دوراں نماز کو آنا چاہتے ہیں، کہتے ہیں مسلمان مارے خوشی کے نمازوں کو توڑنے ہی والے تھے کہ آپ نے اشارہ کیا کہ نماز پوری کرو پھر حجرہ میں داخل ہوکر پردہ گرادیا (یہ آنجناب کی آخری جھلک تھی، اسکے کچھ دیر بعد ملأ اعلی سے جاملے)۔

(أن المسلمین بیناھم الخ) اس میں مذکور ہے کہ اس دن امامت نہیں کرائی، بیہقی نے جو محمد بن جعفر عن حمید عن انس کے طریق سے نقل کیا ہے کہ نبی اکرم کی آخری نماز جو لوگوں کو پڑھائی یہی نمازِ صبح تھی تو یہ بخاری کی روایتِ ہذا کے مدِ نظر صحیح نہیں، ممکن ہے درست نمازِ ظہر ہو (یعنی کسی اور دن کی)۔

(ثم دخل الحجرة الخ) ابوالیمان کی شعیب سے روایت میں مزید یہ ہے: (وتوفی من یومه ذلك) کہ پھر اسی دن آپ کا انتقال ہوگیا، اسے کتاب الصلاۃ میں نقل کیا ہے، اسماعیلی کے ہاں اسی طریق سے روایت میں ہے کہ وفات ہو چکنے کے بعد لوگوں نے رونا شروع کیا تو حضرت عمر مسجد میں کھڑے ہوئے اور کہا میں کسی کو نہ سنوں جو کہے محمد فوت ہو گئے ہیں، یہ شرطِ صحیح پر ہے۔ (وتوفی من آخر ذلك الیوم) یہ جملہ ابن اسحاق کے جزم کے ساتھ بیان کہ چاشت کے وقت انتقال کیا، کے لئے خادِش ہے، تطبیق یہ ہوگی کہ لفظ آخر کا اطلاق اس معنی میں ہے کہ نہار کے نصف ثانی کے اول میں داخل ہوئے تھے اور یہ زوال کے قریب کا وقت ہے (ابن اسحاق نے: اشتدَّ الضُحی کی ترکیب استعمال کی ہے) اشتدادِضحیٰ قبل از زوال واقع ہوتا ہے جو زوالِ آفتاب تک مستمر رہتا ہے موسیٰ بن عقبہ نے زہری سے جزم کے ساتھ نقل کیا ہے کہ سورج زائغ (یعنی زوال پذیر ہونے کے بعد) ہونے کے بعد وفات ہوئی ابوالاسود کی عروہ سے بھی یہی روایت ہے اس سے میری ذکر کردہ تطبیق کی تائید ملتی ہے۔

مولانا انور (بیناھم فی صلاة الفجر الخ) کے تحت لکھتے ہیں اس حدیث کے ظاہر سے یہی مترشح ہوتا ہے کہ آپ اس نماز کیلئے باہر تشریف نہیں لائے لیکن امام شافعی نے الأم میں ابن ابوملیکہ سے مرسلاً نقل کیا ہے کہ نبی پاک نے حضرت ابوبکر کی اقتدا میں یہ نماز ادا کی تھی، ابن ابوملیکہ کا حضرت عائشہ سے سماع ثابت ہے تو ان کا مرسل مرفوع کے حکم میں ہے لہذا بخاری کی نقل کردہ اس حدیث کا متبادر مفہوم اس کے پیشِ نظر ترک کردیا جائے۔

4449 - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ أَنَّ أَبَا عَمْرٍو ذَكْوَانَ مَوْلَى عَائِشَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَائِشَةَ كَانَتْ تَقُولُ إِنَّ مِنْ نِعَمِ اللَّهِ عَلَيَّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ تُوُفِّيَ فِي بَيْتِي وَفِي يَوْمِي وَبَيْنَ سَحْرِي وَنَحْرِي وَأَنَّ اللَّهَ جَمَعَ بَيْنَ رِيقِي وَرِيقِهِ عِنْدَ مَوْتِهِ دَخَلَ عَلَيَّ عَبْدُ الرَّحْمَنِ وَبِيَدِهِ السِّوَاكُ وَأَنَا مُسْنِدَةٌ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَرَأَيْتُهُ يَنْظُرُ إِلَيْهِ وَعَرَفْتُ أَنَّهُ يُحِبُّ السِّوَاكَ فَقُلْتُ آخُذُهُ لَكَ فَأَشَارَ بِرَأْسِهِ أَنْ نَعَمْ فَتَنَاوَلْتُهُ فَاشْتَدَّ عَلَيْهِ وَقُلْتُ أُلَيِّنُهُ لَكَ فَأَشَارَ بِرَأْسِهِ أَنْ نَعَمْ فَلَيَّنْتُهُ وَبَيْنَ يَدَيْهِ رَكْوَةٌ أَوْ عُلْبَةٌ يَشُكُّ عُمَرُ فِيهَا مَاءٌ فَجَعَلَ يُدْخِلُ يَدَيْهِ فِي الْمَاءِ فَيَمْسَحُ بِهِمَا وَجْهَهُ يَقُولُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ إِنَّ لِلْمَوْتِ سَكَرَاتٍ ثُمَّ نَصَبَ يَدَهُ فَجَعَلَ يَقُولُ فِي الرَّفِيقِ

الأَعْلَى حَتَّى قُبِضَ وَمَالَتْ يَدُهُ .

أطرافه 890، 1389، 3100، 3774، 4438، 4446، 4450، 4451، 5217، 6510

حضرت عائشہ کہا کرتی تھیں اللہ کا مجھ پہ بڑا احسان ہے کہ نبی کی وفات میرے گھر میں، میری باری کے دن میں اور میرے سینہ اور حلق کے درمیان ٹیک لگائے ہوئے ہوئی، نیز اس آخری وقت میں اللہ نے میرا اور آپ کا لعابِ دہن جمع کر دیا وہ یوں کہ عبد الرحمن مسواک لئے گھر میں داخل ہوئے (آگے وہی قصہ بیان کیا جو سابقہ ایک روایت میں گزرا) کہتی ہیں آپ کے سامنے چمڑے یا لکڑی کا ایک بڑا پیالہ تھا جس میں پانی تھا، آپ اس میں ہاتھ مبارک ڈالتے اور چہرے پر مل لیتے، کلمہ پڑھتے اور فرماتے موت کی سکرات ہیں پھر ہاتھ اٹھایا اور یہ کہتے ہوئے جان، جان آفرین کے سپرد کردی: (في الرفيق الأعلىٰ) اور ہاتھ ڈھلک گیا۔

4450 - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ ؓ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَسْأَلُ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ يَقُولُ أَيْنَ أَنَا غَدًا أَيْنَ أَنَا غَدًا يُرِيدُ يَوْمَ عَائِشَةَ فَأَذِنَ لَهُ أَزْوَاجُهُ يَكُونُ حَيْثُ شَاءَ فَكَانَ فِي بَيْتِ عَائِشَةَ حَتَّى مَاتَ عِنْدَهَا قَالَتْ عَائِشَةُ فَمَاتَ فِي الْيَوْمِ الَّذِي كَانَ يَدُورُ عَلَيَّ فِيهِ فِي بَيْتِي فَقَبَضَهُ اللَّهُ وَإِنَّ رَأْسَهُ لَبَيْنَ نَحْرِي وَسَحْرِي وَخَالَطَ رِيقُهُ رِيقِي ثُمَّ قَالَتْ دَخَلَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ وَمَعَهُ سِوَاكٌ يَسْتَنُّ بِهِ فَنَظَرَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقُلْتُ لَهُ أَعْطِنِي هَذَا السِّوَاكَ يَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ فَأَعْطَانِيهِ فَقَضِمْتُهُ ثُمَّ مَضَغْتُهُ فَأَعْطَيْتُهُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَاسْتَنَّ بِهِ وَهُوَ مُسْتَنِدٌ إِلَى صَدْرِي

(سابقہ کے ہم معنی ہے) أطرافه 890، 1389، 3100، 3774، 4438، 4446، 4449، 4451، 5217، 6510۔

4451 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ ؓ قَالَتْ تُوُفِّيَ النَّبِيُّ ﷺ فِي بَيْتِي وَفِي يَوْمِي وَبَيْنَ سَحْرِي وَنَحْرِي وَكَانَتْ إِحْدَانَا تُعَوِّذُهُ بِدُعَاءٍ إِذَا مَرِضَ فَذَهَبْتُ أُعَوِّذُهُ فَرَفَعَ رَأْسَهُ إِلَى السَّمَاءِ وَقَالَ فِي الرَّفِيقِ الْأَعْلَى فِي الرَّفِيقِ الْأَعْلَى وَمَرَّ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ وَفِي يَدِهِ جَرِيدَةٌ رَطْبَةٌ فَنَظَرَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ فَظَنَنْتُ أَنَّ لَهُ بِهَا حَاجَةً فَأَخَذْتُهَا فَمَضَغْتُ رَأْسَهَا وَنَفَضْتُهَا فَدَفَعْتُهَا إِلَيْهِ فَاسْتَنَّ بِهَا كَأَحْسَنِ مَا كَانَ مُسْتَنًّا ثُمَّ نَاوَلَنِيهَا فَسَقَطَتْ يَدُهُ أَوْ سَقَطَتْ مِنْ يَدِهِ فَجَمَعَ اللَّهُ بَيْنَ رِيقِي وَرِيقِهِ فِي آخِرِ يَوْمٍ مِنَ الدُّنْيَا وَأَوَّلِ يَوْمٍ مِنَ الآخِرَةِ

(ایضاً) أطرافه 890، 1389، 3100، 3774، 4438، 4446، 4449، 4450، 5217، 6510۔

پہلی روایت میں ابن ابوملیکہ ذکوان کے واسطہ کے ساتھ جبکہ تیسری میں بلا واسطہ حضرت عائشہ سے روایت کر رہے ہیں البتہ دونوں طرق میں کچھ ایسی عبارات ہیں جو دوسرے میں نہیں، بظاہر دونوں طریق محفوظ ہیں۔ (فأمرّہ) یعنی دانتوں سے گزارا، کشمیہنی ، اصیلی

اور قابسی کے نسخوں میں (بأمرہ) ہے بقول عیاض اول اولی ہے، دوسری روایت میں ہے (فقبضه الله و إن رأسه لبين نحرى و سحرى) احمد کے ہاں ہمام عن ہشام سے روایت میں ہے کہ جب روح نکلی تو ایسی خوشبو محسوس ہوئی جس سے پاکیزہ کبھی نہ پائی۔

علامہ انور پہلی روایت کے الفاظ (ثم نصب يده فجعل يقول في الرفيق الأعلى) کے تحت لکھتے ہیں جانو کہ انبیاء کی عبادت میں تشبیہ محض نہیں جیسے عبدہ اصنام ہوں اور نہ تجرید صرف ہے جیسے فلاسفہ ہوتے ہیں، یہ تعطیل صرف اور تشبیہ بحت کے درمیان ہے، آپ دعاء کے وقت تجرید کی طرف بھی اشارہ کرتے تھے، اب اس موقع پر ہاتھ یا انگلی بلند کر کے (في الرفيق الأعلى) کہنے میں ایک فائدہ مہمہ ہے جس کی طرف توجہ لازم ہے وہ یہ کہ انگلی بلند کرنا بھی صورِ دعاء میں سے ہے اسی لئے ابن ہمام نے اسے دعا کی صورتوں میں سے ایک صورت قرار دیا ہے، شدتِ برد میں اسے جائز کہا ہے، ترمذی نے باب (ماجاء في كراهية رفع الأيدي على المنبر في الدعاء) کے تحت ایک روایت نقل کی جس میں ہے کہ بشر بن مروان نے اثنائے خطبہ دعا کرتے ہوئے ہاتھ بلند کئے تو عمارہ بولے اللہ ان دو چھوٹے ہاتھوں کو مقبح کرے میں نے رسول اللہ کو اس سے زیادہ کرتے نہیں دیکھا، راوی نے انگلی کا اشارہ کیا، بعض نے اسے اس امر پر محمول کیا ہے کہ رفع برائے تفہیم تھا جیسے خطیب حضرات کرتے ہیں کہ انہیں نہیں معلوم کہ یہ بھی دعا کی صور میں سے ایک صورت ہے کیونکہ فقدانِ عمل اور انقطاعِ تعامل ہے، میرے نزدیک درست یہ ہے کہ یہ برائے دعاء ہے جیسے ترمذی نے باب باندھا، بیہقی کے ہاں بھی یہی ہے، کیوں نہ ہو؟ حدیث میں تصریح ہے کہ یہ برائے دعا تھا، منقول ہے کہ نبی کریم نے بوقتِ ولادت بھی انگلی اٹھائی اور اللہ اکبر کہا (پہلے ابن حجر کے حوالے سے گزرا کہ حضرت حلیمہ کے ہاں جب بولنے کی عمر کو پہنچے تب پہلا لفظ اللہ اکبر منہ سے نکلا) اور جب وفات ہوئی تو بھی انگلی اٹھائی اور کہا: (اللهم الرفيق الأعلى) تو ابتدا بھی خوب ہوئی اور انتہاء بھی، ہر حالت میں وہ کچھ بیان کیا جو مناسبِ حال تھا، پہلے حال میں کبریائی کا بیان کیا کیونکہ آپ کی ولادت ہوئی ہے اور آخری دموں میں الیق یہی تھا کہ ملیک کے پاس جاتے ہوئے دعا کریں گویا اس قرآنی آیت پر عمل پیرا ہوئے: (فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَ إِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ)۔

4452 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ أَقْبَلَ عَلَى فَرَسٍ مِنْ مَسْكَنِهِ بِالسُّنْحِ حَتَّى نَزَلَ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ فَلَمْ يُكَلِّمِ النَّاسَ حَتَّى دَخَلَ عَلَى عَائِشَةَ فَتَيَمَّمَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ مُغَشًّى بِثَوْبِ حِبَرَةٍ فَكَشَفَ عَنْ وَجْهِهِ ثُمَّ أَكَبَّ عَلَيْهِ فَقَبَّلَهُ وَبَكَى

(یہ اور اگلی دونوں حدیثوں کا مفصل ترجمہ جلد دوم ص: ۱۴۷ میں موجود ہے) أطرافه 1241، 3667، 3669، 4455، 5710

4453 - ثُمَّ قَالَ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي وَاللَّهِ لَا يَجْمَعُ اللَّهُ عَلَيْكَ مَوْتَتَيْنِ أَمَّا الْمَوْتَةُ الَّتِي كُتِبَتْ عَلَيْكَ فَقَدْ مُتَّهَا

أطرافه 1242، 3668، 3670، 4454، 4457، 5711-

4454 - قَالَ الزُّهْرِيُّ وَحَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ خَرَجَ وَعُمَرُ يُكَلِّمُ النَّاسَ فَقَالَ اجْلِسْ يَا عُمَرُ فَأَبَى عُمَرُ أَنْ يَجْلِسَ فَأَقْبَلَ النَّاسُ إِلَيْهِ وَتَرَكُوا عُمَرَ فَقَالَ

أَبُو بَكْرٍ أَمَّا بَعْدُ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا ﷺ فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ اللَّهَ فَإِنَّ اللَّهَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ قَالَ اللَّهُ (وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ) إِلَى قَوْلِهِ (الشَّاكِرِينَ) وَقَالَ وَاللَّهِ لَكَأَنَّ النَّاسَ لَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ أَنْزَلَ هَذِهِ الآيَةَ حَتَّى تَلاَهَا أَبُوبَكْرٍ فَتَلَقَّاهَا مِنْهُ النَّاسُ كُلُّهُمْ فَمَا أَسْمَعُ بَشَرًا مِنَ النَّاسِ إِلَّا يَتْلُوهَا فَأَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ عُمَرَ قَالَ وَاللَّهِ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ سَمِعْتُ أَبَا بَكْرٍ تَلاَهَا فَعَقِرْتُ حَتَّى مَا تُقِلُّنِي رِجْلاَيَ وَحَتَّى أَهْوَيْتُ إِلَى الأَرْضِ حِينَ سَمِعْتُهُ تَلاَهَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَدْ مَاتَ

اطرافه 1242، 3668، 3670، 4453، 4457، 5711

(من مسكنه بالسنح) کتاب الجنائز میں سنح کا ضبط ذکر ہوا، حضرت ابو بکرؓ کی زوجہ کا یہاں گھر تھا۔ (لا یجمع الله علیك موتتین) اول الجنائز میں اسکی شرح گزر چکی، بعض نے غرابت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا کہ دوسری موت سے مراد شریعت کی موت ہے یعنی اللہ یہ نہ کرے گا کہ آپ کو بھی موت دے اور آپ کی شریعت کو بھی، اس قول کا قائل حضرت ابو بکر کے اس جملہ سے حجت پکڑتا ہے: (من کان یعبد محمدا فإن محمدا قد مات و من کان یعبد الله الخ)۔ کرمانی کہتے ہیں اگر کہو قرآن میں یہ تو مذکور نہیں کہ حضرت محمد فوت ہو گئے ہیں؟ (یعنی حضرت ابو بکر کی تلاوت کردہ اس آیت میں) پھر جواب دیتے ہیں کہ ابو بکر نے اسے اسلئے تلاوت کیا تھا کہ آنجناب کی اب حقیقۃً وفات واقع ہو گئی تھی، ابن حجر لکھتے ہیں ابن سکن کی روایت نے مراد واضح کر دی، اس میں (علمت) کا لفظ بھی مزاد ہے۔

(قال وحدثنی أبوسلمة الخ) قائل زہری ہیں۔ (و عمر یکلم الناس) یعنی ان سے کہہ رہے تھے کہ نبی اکرم کا انتقال نہیں ہوا، احمد کی یزید بن بابنوس عن عائشہ سے روایت میں ہے کہ اس ضمن میں حضرت عمر اور حضرت مغیرہ کا بھی آپس میں تکرار ہوا اس میں (فسجیته ثوبا) کے بعد ہے کہ عمر اور مغیرہ آئے اجازت طلب کی میں نے اجازت دیدی حجاب اٹھایا آنجناب کو دیکھا (واغشیتاہ) کا لفظ کہا (یعنی ہائے غشی طاری ہو گئی) جب جانے کے لئے دروازے پر پہنچے تو مغیرہ کہنے لگے اے عمر نبی اکرم فوت ہو گئے ہیں، وہ بولے تم جھوٹ کہتے ہو تم ایسے آدمی ہو جو فتنہ کا شکار ہوئے ہو، بے شک رسول اکرم کبھی نہیں مر سکتے حتی کہ اللہ منافقوں کو فنا نہ کر دے پھر ابو بکر آئے چادر اٹھائی، دیکھا اور إنا للہ پڑھی اور کہا رسول پاک انتقال فرما گئے، ابن اسحاق، عبدالرزاق اور طبرانی نے عکرمہ کے طریق سے نقل کیا ہے کہ حضرت عباس نے حضرت عمر سے کہا کیا تم میں سے کسی کے پاس نبی اکرم کی طرف سے اس بابت کوئی عہد ہے؟ (کہ آپ کو موت نہ آئے گی) وہ بولے نہیں، کہنے لگے تو پھر آپ انتقال فرما چکے ہیں اور اس وقت تک موت نہیں آئی جب تک آپ نے صلح نہیں کی، جنگیں نہیں لڑیں، نکاح وطلاق کے معاملے نہیں کئے اور تمہیں نہایت روشن اور واضح راستہ پر چھوڑا ہے، یہ ان کی کلامِ صدیق سے موافقات ہیں، ابن ابی شیبہ نے ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ ابو بکر کا عمر سے گزر ہوا جو کہہ رہے تھے کہ نبی اکرم کا انتقال نہیں ہوا اور ہو بھی نہیں سکتا جب تک تمام منافقین کو قتل نہ کر دیں، ابو بکر کہنے لگے اے شخص! رسول اللہ فوت ہو چکے ہیں قرآن میں نہیں پڑھا؟ (إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ) [الزمر: ۳۰] نیز فرمایا: (وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ) [الأنبیاء:

۳۴] پھر منبر پر چڑھے حمد و ثناء کی اور مذکورہ بالا خطاب کیا۔

(وما محمدٌ إلا رسول الخ) ابن بابنوس کی روایت میں مزید یہ بھی ہے کہ حمد و ثناء کے بعد اولا یہ آیت تلاوت کی: (إِنَّكَ میتٌ و إِنَّہُمْ مَيِّتُون) پھر اس کے بعد: (وَمَا مُحَمَّدٌ الخ) کی تلاوت کی اس میں ہے کہ یہ سن کر حضرت عمر نے (استعجاب کے عالم میں کہا) کیا یہ آیت کتاب اللہ میں ہے؟ مجھے گویا پتہ ہی نہ تھا کہ یہ قرآن میں ہے، ابن عمر کی حدیث میں بھی یہ ہے کہ پھر منبر سے اترے مسلمان متبشر ہوئے (یعنی صدمہ کے ابتدائی لمحات میں جو عقلیں ماؤف ہونے جیسی صورتحال پیدا ہوگئی تھی وہ اب ختم ہوئی) منافقین کو کآبہ نے آن گھیرا (یعنی اہل اسلام کے سنبھل جانے سے انہیں پریشانی ہوئی) بقول ابن عمر گویا ہمارے چہروں پر پردے تھے جو اب دور کئے گئے۔

(فأخبرني سعيد الخ) یہ زہری کا مقول ہے خطابی نے غرابت کا مظاہرہ کیا جب لکھا مجھے اس کے قائل کا پتہ نہیں کہ زہری ہیں یا ان کے شیخ ابوسلمہ؟ ابن حجر کہتے ہیں عبدالرزاق نے معمر سے تصریح کی ہے کہ یہ زہری کا مقول ہے، ابن مسیب کے حضرت عمر سے اس اثر کو مزی نے اطراف میں نظر انداز کیا ہے حالانکہ یہ انکی شرط پر ہے۔

(فعقرت) ضمِ عین اور کسرِ قاف کے ساتھ بمعنی (ھلکت) ایک روایت میں عین کی زبر کے ساتھ ہے بمعنی (دھشت و تحیرت) یعنی تحیر و دہشت میں گرفتار ہوا، یعقوب بن سکیت نے فاء کے ساتھ عفر یعنی تراب، سے روایت کیا ہے، نسخہ کشمیہنی میں (فقعرت) ہے، یہ خطا ہے۔ (أھویت) کشمیہنی کے ہاں (ھَوِیت) ہے۔

(تلا ھا أن النبیﷺ الخ) اکثر نے یہی الفاظ نقل کئے۔ (أن النبی الخ) تلاھا کی ہاء سے بدل ہے یعنی وہ آیت تلاوت کی جس کا مفہوم ہے کہ نبی کا فوت ہونا اچھا نہیں اس سے مراد یہ آیت ہے: (إِنَّكَ مَيِّتٌ وَ إِنَّہُمْ مَيِّتُوْنَ) ابن سکن کے نسخہ میں ہے کہ میں جان گیا کہ نبی کریم حقیقۃً انتقال فرما گئے ہیں، عبدالرزاق کی معمر عن زہری سے روایت میں بھی یہی ہے، اس کے الفاظ ہیں: (فعقرت و أنا قائم حتى خررت إلى الأرض فأيقنت أن رسول اللهﷺ قد مات) حدیث سے حضرت ابوبکر کی قوتِ جاش اور کثرتِ علم پر دلالت ملی، حضرت عباس کی بھی اس پر موافقت منقول ہے جیسا کہ ذکر ہوا، اور مغیرہ کی بھی جیسا کہ ابن سعد نے نقل کیا اور ابن مکتوم کی بھی، ان کا ذکر ابو اسود کی مغازی میں بحوالہ عروہ ہے کہتے ہیں وہ آیت (إنك ميت الخ) پڑھتے جاتے مگر لوگ التفات ہی نہ کرتے تھے، کہتے ہیں اکثر صحابہ آنجناب کی وفات سے انکاری تھے۔

علامہ انور روایت کے جملہ (أما الموتة التي كتبت عليك فقد متها) کے تحت لکھتے ہیں، مجہول ہے، ضمیرِ مفعول بہ کے ساتھ، یہی فعلِ لازم میں طریق ہے جب اسے تجوزاً متعدی کے بطور استعمال کیا جائے، (إنك ميت وإنهم ميتون) کے تحت لکھتے ہیں کہ لغوی کہتے ہیں فوت شدہ کیلئے مخفف اور زندہ کیلئے یعنی جو ابھی مرے گا، مشدد مستعمل ہے، واو کے تین معانی ہیں اگرچہ نحاۃ نے انہیں مدون نہیں کیا، لیکن میرے نزدیک اگر خارج میں ثابت ہیں تو پرواہ نہیں کہ انہوں نے مدون کیا یا نہیں! پہلا معنی، عطف، دوسرا، معیت اور تیسرا جو معنی دیتا ہے اور وہی یہاں مراد ہے، معنی یہ کہ آپ بھی مرنے والے ہیں اور وہ بھی، عقیدۃ الإسلام کی مراجعت کرو۔

4455و 4456و 4457 - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي عَائِشَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ عَائِشَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ قَبَّلَ النَّبِيَّ ﷺ بَعْدَ مَوْتِهِ .

حدیث 4455 أطرافه 1241، 3667، 3669، 4452، - 5710- حدیث 4456طرفه - 5709-
حدیث 4457أطرافه 1242، 3668، 3670، 4454، 4453، 5711 -

حضرات عائشہ اور ابن عباس کہتے ہیں حضرت ابوبکر نے نبی پاک کی وفات کے بعد آپ کو بوسہ دیا

4458 - حَدَّثَنَا عَلِیٌّ حَدَّثَنَا یَحْیَی وَزَادَ قَالَتْ عَائِشَةُ لَدَدْنَاهُ فِی مَرَضِهِ فَجَعَلَ یُشِیرُ إِلَیْنَا أَنْ لاَ تَلُدُّونِی فَقُلْنَا کَرَاهِیَةُ الْمَرِیضِ لِلدَّوَاءِ فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ أَلَمْ أَنْهَکُمْ أَنْ تَلُدُّونِی قُلْنَا کَرَاهِیَةَ الْمَرِیضِ لِلدَّوَاءِ فَقَالَ لاَ یَبْقَى أَحَدٌ فِی الْبَیْتِ إِلاَّ لُدَّ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلاَّ الْعَبَّاسَ فَإِنَّهُ لَمْ یَشْهَدْکُمْ رَوَاهُ ابْنُ أَبِی الزِّنَادِ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِیهِ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ .
أطرافه 5712، 6886، 6897 -

حضرت عائشہ کہتی ہیں (چونکہ آنجناب کے اس دنیا میں آخری ایام ام المؤمنین حضرت عائشہ کے گھر بسر ہوئے لہذا تقریبا یہ سب روایات انہی کے حوالے سے منقول ہیں) دورانِ مرض ایک مرتبہ ہم نے آپ کے منہ مبارک میں دوائی ڈالی، آپ نے اشارہ سے ایسا کرنے کو منع بھی کیا تھا، جب افاقہ میں آئے تو فرمایا کیا میں نے روکا نہ تھا؟ ہم نے عرض کی ہم نے سوچا بیمار دوائی لینے کو برا سمجھتے ہی ہیں، فرمایا جتنے افراد بھی گھر میں موجود ہیں سب کے منہ میں یہ دوائی ڈالی جائے اور میں دیکھ رہا تھا کہ عباس تمہارے ساتھ شامل نہ تھے لہذا انہیں مستثنی رکھا جائے۔

شیخ بخاری علی بن مدینی ہیں جبکہ یحی سے مراد ابن سعید قطان ہیں، مراد یہ ہے کہ علی نے عبداللہ بن ابوشیبہ کی یحی سے سابقہ روایت کے نقل میں موافقت کی اور قصہ لدود کی زیادت کی ہے۔ (لددناہ) یعنی زبردستی منہ کے کنارے میں دوائی ڈالدی، اگر دوائی حلق میں زبردستی ڈالی جائے تو یہ عمل وجور کہلاتا ہے۔ (فقلنا کراهية الخ) عیاض کہتے ہیں ہم نے اسے (کراھیۃ کو) مرفوع ضبط کیا ہے أی (هذا منه كراهية الخ) مفعول لہ ہونے پر منصوب ہونا بھی محتمل ہے أی (نهانا بكراهية للدواء) مصدر ہونا بھی محتمل ہے أی (كرهه كراهية الدواء)۔ بقول عیاض رفع مصدریت کی بنا پر منصوب پڑھنے سے اوجہ ہے۔

(لا يبقى أحد الخ) کہا گیا ہے اس سے ہر عمداً معاملہ میں قصاص کی مشروعیت ثابت ہوئی مگر یہ محل نظر ہے کیونکہ تمام حاضرین تو دواء ڈالنے میں شریک نہ تھے، آپ نے یہ حکم ازرہِ عقوبت دیا تھا کیونکہ آپ کے منع کرنے کے باوجود ایسا کیا، براہ راست جو ملوث تھے ان کی عقوبت تو ظاہر ہے جو عمداً شریک نہ ہوئے تھے انہیں اسلئے کہ دوسروں کو منع نہ کیا، ابن العربی لکھتے ہیں آپ نے چاہا کہ قیامت کے دن کہیں آپ کا ان پر حق نہ بنتا ہو جس سے انہیں خَطْبِ عظیم کا سامنا کرنا پڑے لہذا دنیا ہی میں سزا دے کر چھٹکارا دلا دیا، ان کی اس بات کا یہ کہہ کر تعاقب کیا گیا ہے کہ آپ تو اپنی ذات کیلئے انتقام نہ لیتے تھے بلکہ عفوو درگزر کا معاملہ فرماتے تھے، ظاہر یہ ہے کہ تادیباً ایسا کیا تا کہ دوبارہ ایسی حرکت نہ کریں، نہ کہ قصاصاً یا انتقاماً، بعض نے لکھا ہے کہ اس موقع پر حالانکہ دوائی استعمال فرماتے رہے، لد کو اس لئے مکروہ جانا کہ متحقق ہو چکا تھا کہ آپ اس مرض میں انتقال کر جائیں گے تو جس کیلئے یہ متحقق و واضح ہو جائے اس کے لئے تداوی مکروہ ہے، بقول ابن حجر یہ محلِ نظر ہے بظاہر یہ واقعہ قبل از تخییر و تحقق ہے آپ نے دراصل اسلئے اس دوائی کا استعمال مکروہ جانا کہ آپ کی مرض کے مناسب نہ تھا کیونکہ صحابہ واطباء نے ذات الجنب (یعنی نمونیہ) کی بیماری تشخیص کی تھی اور وہ اسی کی دوائی دینا چاہتے تھے حالانکہ مذکورہ مرض لاحق نہ تھا جیسا کہ ظاہرِ خبر سے مترشح ہے۔

(رواه ابن أبي الزناد الخ) اسے محمد بن سعد نے بحوالہ محمد بن صباح اسی سند کے ساتھ موصول کیا اس کے الفاظ ہیں:(كانت تأخذ رسول اللهﷺالخاصرة فاشتدت به فأغمي عليه فلددناه) جب افاقہ ہوا تو فرمایا اگر تمہارا خیال ہے کہ مجھے ذات الجنب کی بیماری لاحق ہے تو اللہ اسے مجھ پر مسلط نہ کرے گا، پھر حکم دیا کہ گھر میں موجود ہر فرد کو لد کیا جائے حتی کہ ام المؤمنین میمونہ جو روزے سے تھیں، کو بھی لد کیا گیا، ابوبکر بن عبدالرحمٰن کے طریق سے روایت میں ہے کہ ام سلمہ اور اسماء بنت عمیس نے لد کا مشورہ دیا تھا، عبدالرزاق نے بسند صحیح اسماء بنت عمیس سے روایت کیا ہے کہ جب بیماری کا آغاز ہوا آپ حضرت میمونہ کے گھر میں تھے مرض اتنی بڑھی کہ غشی طاری ہوگئی، خواتین نے لد کے بارہ میں مشورہ کیا آخر رائے بنی کہ ایسا کرلیں، جب افاقہ میں ہوئے تو فرمایا یہ ان عورتوں کا فعل ہے جو ادھر سے۔ حبشہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے، یعنی ام سلمہ اور اسماء بنت عمیس کیونکہ یہ مہاجراتِ حبشہ میں سے تھیں۔ آئیں ہیں، لوگوں نے عرض کی ہمیں خیال ہوا کہ آپ کو ذات الجنب ہے فرمایا اللہ مجھے اس کے ساتھ تکلیف نہیں دے سکتا، اب گھر میں جتنے افراد ہیں سب کو زبردستی یہی دوا دی جائے، اس سے ابن ابوالزناد کی ایک روایت جس کی سند میں ابن لہیعہ ہیں، کا ضعف ثابت ہوتا ہے جس میں حضرت عائشہؓ کے حوالے سے ہے کہ آپ ذات الجنب کی وجہ سے فوت ہوئے، ابن حجر کہتے ہیں پھر میرے لئے ظاہر ہوا ہے کہ تطبیق ممکن ہے وہ یہ کہ ذات الجنب کا لفظ دو قسم کی مرض کی بابت مستعمل ہے آگے کتاب الطب میں اس کی تفصیل آئے گی، ایک قسم کا ورم جو غشاءِ مستبطن (یعنی سینے کی اندر کی جانب جھلیوں پر سوجن ہو جانا) میں عارض ہوتا ہے دوسری ہوا جو پسلیوں کے درمیان تحتقن (یعنی داخل) ہوتی ہے، یہاں اول کی نفی ہے، مستدرک حاکم کی روایت میں ہے:(ذات الجنب من الشيطان)، ثانی یہاں مثبت ہے اس میں اول کی طرح محذور نہیں۔

علامہ انور (لا يبقى في البيت إلا لد) کے تحت رقمطراز ہیں کہ حضرت عباس کو مستثنیٰ کر دیا یا تو اس وجہ سے کہ چچا مثلِ والد ہوتا ہے یا اس وجہ سے کہ وہ موقع پر حاضر نہ تھے جیسا کہ حدیث میں ہے (یعنی بعد میں آئے) کہتے ہیں میرے لئے سب کو لد کرنے کے حکمِ نبوی کی حکمت ظاہر نہیں ہوتی تھی حتی کہ ایک شیخ کی حکایت پڑھی جنہیں ایک لڑکا ان کی مجلس میں حاضر ہو کر نشانہِ مذاق و تمسخر بنایا کرتا اور ان کی شان میں گستاخی کیا کرتا تھا، شیخ اس پر صبر سے کام سے لیتے اور برداشت کرتے اور اسے کچھ نہ کہتے، ایک دن حد ہوگئی لڑکے نے انہیں تھپڑ مار دیا! شیخ گھبرا کر کھڑے ہوئے اور حاضرین سے کہا اسے فوراً تھپڑ مارو مگر انہوں نے تاخیر کر دی اسی اثناء لڑکا اچانک مرگیا، شیخ کہنے لگے اس کا خون تمہاری گردن پر ہے کیوں نہ میں نے جب تھپڑ مارنے کا حکم دیا تھا، اطاعت کی؟ اگر تم تھپڑ مار دیتے تو یہ نہ مرتا، اس کی وجہ یہ بیان کی کہ پہلے اس کی گستاخیوں پر میں برداشت اور صبر سے کام سے لیتا تھا لیکن آج جب حد سے بڑھ گیا اور تھپڑ مارا تو اللہ کی غیرت جوش میں آگئی میں نے چاہا اس سے قبل کہ اس کی گرفت کا شکار ہو، تھپڑ مار کر بدلہ لے لیا جائے اگر تم فوراً تعمیلِ حکم کر لیتے تو یہ اللہ کے انتقام سے بچ جاتا مگر جب تم نے تاخیر کی تو ذو البطش الشديد نے اسے پکڑ میں لے لیا، تو یہاں بھی اسی قسم کی صورتحال ہوگی، اگر نبی اکرم ایسا کرنے کا حکم نہ دیتے تو ممکن تھا ان پر عذابِ الٰہی کا نزول ہو جاتا کہ نبی اکرم کے منع کے باوجود ایسا کیوں کیا؟

4459 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا أَزْهَرُ أَخْبَرَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ ذُكِرَ عِنْدَ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَوْصَى إِلَى عَلِيٍّ فَقَالَتْ مَنْ قَالَهُ لَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ

وَإِنِّي لَمُسْنِدَتُهُ إِلَى صَدْرِي فَدَعَا بِالطَّسْتِ فَانْخَنَثَ فَمَاتَ فَمَا شَعَرْتُ فَكَيْفَ أَوْصَى إِلَى عَلِيٍّ طرفه 2741

اسود کہتے ہیں حضرت عائشہ کے پاس ذکر ہوا کہ نبی پاک نے بوقتِ وفات حضرت علی کو کچھ وصیتیں فرمائی تھیں؟ کہا کون یہ بات کہتا ہے؟ میں نے دیکھا کہ آپ میرے سینے سے ٹیک لگائے ہوئے تھے، آپ نے طشت طلب فرمایا پھر ایک طرف ڈھلک گئے مجھے پتہ بھی نہ چلا کہ آپ وفات پا گئے پھر علی کو کب وصیت کی تھی؟

از ہر سے مراد ابن سعد سمان بصری ہیں ان کے شیخ عبد اللہ بن عون بھی بصری ہیں جبکہ ابراہیم جو کہ نخعی ہیں اور ابوالاسود کوفی ہیں۔(ذکر) صیغۂ مجہول کے ساتھ، الوصایا میں (ذکروا) کا لفظ تھا اسماعیلی کی اسی طریق کے ساتھ روایت میں ہے کہ (قیل لعائشة إنهم يزعمون أنه أوصى إلى علی)۔

4460 - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ عَنْ طَلْحَةَ قَالَ سَأَلْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى أَوْصَى النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ لَا فَقُلْتُ كَيْفَ كُتِبَ عَلَى النَّاسِ الْوَصِيَّةُ أَوْ أُمِرُوا بِهَا قَالَ أَوْصَى بِكِتَابِ اللَّهِ .(ترجمہ کیلئے جلد چہارم ص:۲۲۹)طرفاہ 2740، 5022-

الوصایا میں مفصل طور سے مشروح ہے۔

علامہ انور (أوصى بكتاب الله) کی بابت کہتے ہیں کہا گیا ہے کہ باء اس میں للاستعانت ہے تو یہ آپ کے دوسرے قول: (تركت فيكم الثقلين كتاب الله الخ) کا ہم معنی ہے، اگر یہ برائے صلہ ہے تب مفعول ہے (أوصى إلى علی) کے تحت لکھتے ہیں انہیں بعض وصیتیں کی تھیں مثلاً آپ کی زرہ جو ایک یہودی کے پاس جس سے گھر والوں کے لئے کچھ غلہ لیا تھا، رہن رکھی تھی، کو چھڑوائیں روافض یہ بات کر کے کچھ اور کہنا چاہتے ہیں (کہ خلیفہ بنانے کی وصیت کی تھی) تو یہ لغو بہتان ہے۔

4461 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ قَالَ مَا تَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا وَلَا عَبْدًا وَلَا أَمَةً إِلَّا بَغْلَتَهُ الْبَيْضَاءَ الَّتِي كَانَ يَرْكَبُهَا وَسِلَاحَهُ وَأَرْضًا جَعَلَهَا لِابْنِ السَّبِيلِ صَدَقَةً .(ترجمہ کیلئے جلد چہارم ص:۲۲۹)أطرافه 2739، 2873، 2912، 3098

عمرو بن حارث سے مراد مصطلقی ہیں جو ام المؤمنین میمونہ بنت حارث کے بھائی تھے، الوصایا میں یہ بھی مشروح ہے۔

4462 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ لَمَّا ثَقُلَ النَّبِيُّ ﷺ جَعَلَ يَتَغَشَّاهُ فَقَالَتْ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ وَاكَرْبَ أَبَاهُ فَقَالَ لَهَا لَيْسَ عَلَى أَبِيكِ كَرْبٌ بَعْدَ الْيَوْمِ فَلَمَّا مَاتَ قَالَتْ يَا أَبَتَاهُ أَجَابَ رَبًّا دَعَاهُ يَا أَبَتَاهُ مَنْ جَنَّةُ الْفِرْدَوْسِ مَأْوَاهُ يَا أَبَتَاهُ إِلَى جِبْرِيلَ نَنْعَاهُ فَلَمَّا دُفِنَ قَالَتْ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ يَا أَنَسُ أَطَابَتْ أَنْفُسُكُمْ أَنْ تَحْثُوا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ التُّرَابَ

حضرت انس راوی ہیں کہ نبی پاک جب بوجہِ بیماری بوجھل ہوئے اور بار بار غشی کا عالم طاری ہوتا تھا تو یہ دیکھ کر حضرت فاطمہ نے

کہا ہائے ابا جان کی تکلیف، فرمایا آج کے دن کے بعد تیرے والد کو کوئی تکلیف نہ ہوگی، جب وفات پا گئے تو حضرت فاطمہ کہنے لگیں ہائے ابا جان، اپنے رب کی پکار پہ لبیک کہہ دی، جنتِ فردوس میں اپنے ٹھکانے پہنچ گئے، ہم جبریل کو آپ کی وفات کی خبر سناتے ہیں، جب آنجناب کو دفن کر دیا گیا تو انس سے مخاطب ہو کر کہنے لگیں اے انس تمہارے دلوں نے نبی پاک پر مٹی ڈالنا ہنسی خوشی کیسے گوارا کر لیا؟

(وا کرب أباه) مبارک بن فضالہ کی نسائی کے ہاں حضرت انس سے روایت میں (وا کرباه) ہے اول اصوب ہے کیونکہ روایت میں آگے کا جملہ: (لیس علی أبیك کرب الخ) اس امر کی دلیل ہے کہ آواز بلند نہ کی تھی (یعنی بین نہ ڈالے تھے) وگرنہ منع فرما دیتے۔

(یا أبتاه) گویا (یا أبی) کہا، تاء یاء سے بدل ہے جبکہ الف للندبۃ اور مدِّ صوت کے لئے اور ہاء للسکت ہے۔ (من جنة الفردوس مأواه) من موصولہ ہے، طیبی نے المصابیح کے ایک نسخہ سے میم پر زیر بھی نقل کی ہے بطور حرفِ جر مگر کہتے ہیں کہ اول اولی ہے۔ (إلی جبریل ننعاه) کہا گیا ہے کہ صواب (نعاه) ہے، سبط ابن جوزی نے المرة میں اسی پر جزم کیا ہے بقول ابن حجر اول قابلِ توجیہہ ہے لہذا محض ظن کی بنیاد پر رواۃ کی تغلیط نہ کرنی چاہئے، طبرانی نے بطریق عارم اور اسماعیلی نے سعید بن سلیمان کے طریق سے، دونوں حماد سے اس حدیث میں یہ جملہ بھی نقل کرتے ہیں: (یا أبتاه من ربه ما أدناه) طبرانی کی معمر کے طریق سے روایت میں بھی یہ ہے، اسی طرح ابوداؤد کی حماد بن سلمہ عن ثابت کے طریق سے بھی، خطابی لکھتے ہیں بعض جہال کا دعوی ہے کہ آنجناب کے مقولہ (لا کرب علی أبیك بعد الیوم) کا مفہوم ومطلب یہ ہے کہ آپ کا کرب اس امت پر شفقت کی وجہ سے تھا کہ جانتے تھے کیا کیا فتنے اور مصائب وقوع پذیر ہونے والے ہیں، ان کی یہ بات لاشیٔ ہے کیونکہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ وفات کے سبب آپ کی امت پر شفقت منقطع ہوگئی، امرِ واقع یہ ہے کہ آپکی شفقت قیامت تک باقی ہے کیونکہ آپ بعد والوں کے لئے بھی مبعوث ہیں اور ان کے اعمال آپ پر معروض ہیں، ظاہری معنی ہی مقصود ہے اور کرب سے مراد موت کے وقت کی سختی وتکلیف ہے تمام بشر کی طرح آپ کے جسدِ اطہر کو بھی آلام پہنچتی تھیں اور یہ آپ کے تضاعُفِ اجر کا ایک پیمانہ تھا۔

(فلما دفن قالت فاطمة یا أنس الخ) یہ حضرت انس کی حضرت فاطمہ سے روایت ہے چونکہ صحابہ کرام کی آپ کی بابت رقتِ قلبی سے واقف تھیں تو ازرہِ عتاب یہ بات کہی (یہ دکھ کے اظہار کا ایک انداز ہے) انس جواب میں رعایۃً خاموش رہے لسانِ حال سے کہہ رہے ہوں گے ہماری دل کیا اس امر پر راضی تھے؟ مگر یہ سب تو مجبوراً کرنا ہی پڑتا ہے، بزار کی تخریج کردہ ایک روایت میں ابوسعید کہتے ہیں جونہی دفن سے فارغ ہوئے دلوں کو بدلا ہوا پایا ترمذی وغیرہ کی ثابت عن انس سے روایت میں بھی یہ ہے، (أنکرنا قلوبنا) انکے یہ کہنے کا مطلب ہے کہ پہلے کی طرح باہمی الفت، صفاء اور رقت نہ رہی کیونکہ پہلے کی طرح اب نبی اکرم کی تعلیم وتادیب حاصل نہ رہی (میرے خیال میں۔ أنکرنا قلوبنا۔ کا معنی یہ ہے کہ دلوں کی عجیب حالت ہوگئی یا جیسے اردو محاورہ ہے کہ گویا جان نہ رہی، یہ اظہارِ حزن کا ایک اسلوب ہے)۔

حضرت فاطمہ کے آنجناب کی تکلیف کو محسوس کر کے یہ کلمات کہنا اس امر کی دلیل ہے کہ یہ نوحہ نہیں بلکہ توجُّع ہے (یعنی تکلیف محسوس کر کے ایک طرح کا دلاسہ یا اظہارِ انسیت) کیونکہ آنجناب نے انہیں منع نہ فرمایا، وفات کے بعد جو آپ نے جملے کہے، ان سے

استنباط کیا جا سکتا ہے کہ اگر مرنے والا لواحقین کے کہے الفاظ وصفات پر پورا اترتا ہوتب منع نہ ہوگا لیکن اگر وہ ایسی ایسی صفتیں ذکر کریں جو اس میں موجود نہ تھیں تو یہ دائرۂ منع میں ہے۔

84 - باب آخِرِ مَا تَكَلَّمَ النَّبِيُّ ﷺ (نبی پاک کی آخری کلام)

4463 - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ يُونُسُ قَالَ الزُّهْرِيُّ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ فِي رِجَالٍ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ وَهُوَ صَحِيحٌ إِنَّهُ لَمْ يُقْبَضْ نَبِيٌّ حَتَّى يَرَى مَقْعَدَهُ مِنَ الْجَنَّةِ ثُمَّ يُخَيَّرَ فَلَمَّا نَزَلَ بِهِ وَرَأْسُهُ عَلَى فَخِذِي غُشِيَ عَلَيْهِ ثُمَّ أَفَاقَ فَأَشْخَصَ بَصَرَهُ إِلَى سَقْفِ الْبَيْتِ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ الرَّفِيقَ الأَعْلَى فَقُلْتُ إِذًا لاَ يَخْتَارُنَا وَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَدِيثُ الَّذِي كَانَ يُحَدِّثُنَا وَهُوَ صَحِيحٌ قَالَتْ فَكَانَتْ آخِرَ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَ بِهَا اللَّهُمَّ الرَّفِيقَ الأَعْلَى

حضرت عائشہ کہتی ہیں نبی پاک عین آخری لمحات میں جبکہ سر مبارک میرے زانو پہ اور غشی کا عالم طاری تھا تو تھوڑا افاقہ ہونے پہ نظر گھر کی چھت کی طرف اٹھ گئی تو اس حالت میں سابق الذکر کلمات ادا فرمائے، کہتی ہیں میں یہ سنکر سمجھ گئی کہ آپ نے اختیار ملنے پر ہماری مجاورت اور رفاقت پر اللہ کی رفاقت کو ترجیح دی ہے، تو صحیح حالت میں آپ کی کہی بات یاد آ گئی کہ ہر نبی کو اس وقت تک موت نہیں آتی جب تک یہ اختیار نہ دیا جائے۔

یہ حدیثِ عائشہ سابقہ باب کی ساتویں حدیث کے اثناء مشروح ہو چکی ہے۔(أخبرني سعيد في رجال من أهل العلم) ان اہلِ علم میں سے عروہ کا ذکر گزرا ہے گویا حضرت عائشہ رافضیوں کی پھیلائی بات کی طرف اشارہ کر رہی ہیں جو کہتے تھے کہ حضرت علی کے حق میں خلافت کی وصیت کی تھی اور یہ کہ وہ آپ کے قرض چکا دیں، عقیلی نے الضعفاء میں حکیم بن جبیر کے ترجمہ میں عبدالعزیز بن مروان عن ابی ہریرہ عن سلمان کے طریق سے نقل کیا ہے کہ میں نے کہا یا رسول اللہ اللہ نے کوئی نبی نہیں مبعوث کیا مگر انہیں ساتھ ہی بتلا دیا کہ کون ان کا ولی عہد ہوگا تو کیا آپ کو بھی بتلایا؟ فرمایا ہاں وہ علی بن ابو طالب ہے، جریر بن عبدالحمید عن اشیاخ من قومہ عن سلمان کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ میں نے پوچھا یا رسول اللہ آپ کا وصی کون ہے؟ فرمایا میرا وصی، میرا راز دار اور اہل پر میرا خلیفہ اور بعد والوں میں سے سب سے بہترین علی بن ابو طالب ہے، ابو ربیعہ ایادی عن ابن بریدہ عن ابیہ کے طریق سے مرفوعا روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہر نبی کا ایک وصی ہوتا ہے اور علی میرے وصی اور ولد ہیں، عبداللہ بن سائب عن ابی ذر سے نقل کیا ہے کہ میں خاتم الأنبیاء اور علی خاتم الأوصیاء ہیں، تو یہ سب موضوع روایتیں ہیں، ابن جوزی نے انہیں الموضوعات میں ذکر کیا ہے۔

علامہ انور روایت کے الفاظ:(ثم قال اللهم الرفيق الأعلى) کے تحت لکھتے ہیں مسند احمد اور بیہقی کی روایت میں ہے کہ آپ کی آخری کلام:(فيما ملكت أيمانكم) تھی مگر اس کی اسناد قوی نہیں، درست وہی جو بخاری میں ہے تطبیق بھی ممکن ہے کہ احمد وبیہقی کے ہاں جو مذکور ہے وہ اس اعتبار سے کہ لوگوں کے لئے آخری حکم یہ تھا جبکہ بخاری میں جو مذکور ہے وہ مطلقاً آپ کی آخری کلام ہے۔

85 - باب وفاة النبی ﷺ (وفاتِ نبوی)

یعنی کتنے سالوں کے قیامِ مدینہ کے بعد وفات واقع ہوئی۔

4464 و 4465 - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَبِثَ بِمَكَّةَ عَشْرَ سِنِينَ يُنْزَلُ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ وَبِالْمَدِينَةِ عَشْرًا.

حديث 4464طرفه - 4978 حديث 4465أطرافه 3851، 3902، 3903، 4979 -

حضرات عائشہ اور ابن عباس کا بیان ہے کہ نبی اکرم مکہ میں دس برس ٹھہرے، قرآن آپ پر نازل کیا جاتا رہا اور مدینہ میں بھی دس برس کا قیام رہا۔

یحیی سے مراد ابن ابوکثیر ہیں۔(لبث بمكة عشر الخ) یہ آمدہ روایتِ عائشہ کہ آپ کی عمر مبارک تریسٹھ برس تھی، کے معارض ہے الا یہ کہ اسے الغائے کسر پر محمول کیا جائے جیسے کتاب المناقب کے باب صفة النبی کے تحت مذکور حدیثِ انس کی بابت کہا گیا تھا، آپ کی زیادہ سے زیادہ عمر پینسٹھ برس ذکر کی گئی ہے، اسے مسلم نے عمار بن ابوعمار عن ابن عباس سے نقل کیا، احمد کے ہاں بھی یوسف بن مہران عن ابن عباس کے طریق سے ہے، یہ حدیثِ باب کے مغایر ہے کیونکہ اس کا مقتضایہ ہے کہ آپ ساٹھ برس زندہ رہے الا یہ کہ اسے الغائے کسر پر محمول قرار دیا جائے یا اس امر پر کہ آپ کی بعثت بعمر تینتالیس برس ہوئی، یہ عمرو بن دینار کی ابن عباس سے روایت ہے، ہشام بن حسان عن عکرمہ عن ابن عباس سے روایت میں ہے کہ آپ کا مکہ میں (بعد از بعثت) قیام تیرہ برس رہا، چالیس سال کی عمر میں مبعوث ہوئے وفات کے وقت عمر مبارک تریسٹھ سال تھی، یہی جمہور کا قول ہے، حاصل یہ ہے کہ جس صحابی سے بھی مشہور قول کے خلاف کچھ مروی ہے ان سے مشہور قول (کہ تریسٹھ برس کی عمر ہوئی) کے موافق بھی مروی ہے اور یہ حضرات عائشہ، ابن عباس اور انس ہیں، حضرت معاویہ سے بلا اختلاف تریسٹھ برس کا قول منقول ہے، سعید بن مسیب نے دونوں اقوال کی تطبیق دیتے ہوئے لکھا ہے کہ جس نے مکہ کا قیام تیرہ برس کہا اس نے اس اولین وحی سے شروع کیا جب فرشتہ پہلی دفعہ آپ کے پاس (غارِ حرا میں) آیا تھا اور جس نے لکھا کہ مکہ میں دس برس گزارے اس نے فترۃ الوحی کی مدت کے اختتام سے شروع کیا (یعنی پہلی وحی کے بعد جب تین برس کے لئے وحی کا سلسلہ منقطع ہوا تھا) پھر حضرت جبرئیل (یَا أَیُّھَا الْمُدَّثِّر) کی ابتدائی آیات کے ساتھ نازل ہوئے، اس ضمن میں عمر بن شبہ کا ایک شاذ قول بھی ہے کہ آپ کی کل عمر اکسٹھ یا باسٹھ سال تھی، ابن عساکر نے بھی ایک دیگر طریق سے روایت کیا ہے کہ آپ کی عمر مبارک ساڑھے باسٹھ برس تھی، یہ اس قول کے مطابق صحیح ثابت ہوتی ہے کہ آپ ماہِ رمضان میں پیدا ہوئے، مگر پہلے ذکر ہوا کہ یہ شاذ قول ہے بعض نے روایاتِ مشہورہ کے مابین تطبیق یہ دی ہے کہ جس نے پینسٹھ کہا اس نے جبر کیا مگر یہ محلِ نظر ہے کیونکہ اس سے فقط چونسٹھ برس کا عدد خارج ہوتا ہے بقول ابن حجر کم ہی اس طرف متنبہ ہوئے ہیں۔

(قال ابن شهاب وأخبرني سعيد الخ) اسی سند کے ساتھ موصول ہے۔(مثله) سے مراد یہ محتمل ہے کہ ان کی مراد یہ ہے کہ حضرت عائشہ سے اس کی تحدیث کی، یہ بھی محتمل ہے کہ مرسلا ہو، تو مثل سے مراد فقط متن ہوگا ابن حجر کہتے ہیں صفة النبی میں اس حدیث کی شرح میں اس کے موصول ہونے کو جائز کہا تھا، اب ظاہر ہوا کہ میری وہ بات بحمد اللہ صحیح ٹھہری۔

علامہ انور (لبث بمكة عشر سنين) کے تحت رقمطراز ہیں کہ شائد یہ ان حضرات کے قول پر مخرّج ہے جو زمانۂ فترۃ الوحی تین برس قرار دیتے ہیں، آپ چالیسویں برس کی ابتدا میں نبی بنائے گئے، تریسٹھ سال کی عمر میں فوت ہوئے اگر اس میں سے فترۂ وحی کے تین سال نکال دیں تو اس لحاظ سے مکہ اور مدینہ کا قیام دس دس برس ہوا، زمانۂ فترہ کا اس لئے استثناء کیا کہ روایتِ ہذا میں ایک قید

مذکور ہے یعنی (ینزل علیه القرآن) تو اس حساب سے آپ کی عمر ساٹھ سال بنی، یہ مسیح علیہ السلام کی کل عمر کا نصف ہے آسمان میں ان کے مکث کو ان کی عمر میں شامل نہیں کیا گیا، ان کی عمر کے اسی برس گزر گئے ہیں جبکہ چالیس سال باقی ہیں ان میں سات برس مہدی علیہ السلام کی معیت میں گزریں گے، لکھتے ہیں حسابِ شمسی کے لحاظ سے حضرت عیسی کی عمر ایک سو بیس برس بنتی ہے اور آنجناب کی تریسٹھ برس کی عمر بحسابِ قمری ہے حسابِ شمسی میں وہ ساٹھ سال بنتی ہے تب حضرت مسیح کی عمر کا نصف قرار دینے کے لئے زمانۂ فترہ کو منہا کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

4466 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ تُوُفِّيَ وَهُوَ ابْنُ ثَلاَثٍ وَسِتِّينَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَأَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ مِثْلَهُ .أطرافه 3536 -

یعنی بوقتِ وفات آپ کی عمر مبارک تریسٹھ برس تھی

86- باب

4467 - حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ تُوُفِّيَ النَّبِيُّ ﷺ وَدِرْعُهُ مَرْهُونَةٌ عِنْدَ يَهُودِيٍّ بِثَلاَثِينَ يَعْنِي صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ

أطرافه 2068، 2096، 2200، 2251، 2252، 2386، 2509، 2513، 2916

حضرت عائشہ کہتی ہیں بوقتِ وفات آنجناب کی زرہ تیس صاع جو کے عوض ایک یہودی کے پاس رہن رکھی ہوئی تھی

سفیان سے مراد ثوری ہیں۔(بثلاثین) اکثر کے ہاں اسی طرح تمییز کے حذف کے ساتھ ہے اکیلے مستملی کے نسخہ میں (ثلاثین صاعا) ہے اس حدیث کو یہاں وارد کرنے کا مقصود یہ بیان کرنا ہے کہ آپ کے آخری احوال میں سے یہ بھی ہے (چونکہ دنیا میں آپ کے آخری ایام واحوال کا تذکرہ ہو رہا ہے تو بر سبیل تذکرہ اسے بھی ذکر کر دیا) یہ سابق الذکر حدیثِ عمرو بن حارث کے بھی موافق ہے جس میں تھا کہ آپ نے نہ کوئی دینار ترکہ میں چھوڑا اور نہ کوئی درہم۔

87 - باب بَعْثُ النَّبِيِّ ﷺ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ فِي مَرَضِهِ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ

(آنجناب کا مرض الموت میں حضرت اسامہ کو ایک مہم پہ بھیجنا)

امام بخاری نے اس باب کو مؤخر کر کے یہاں اس لئے وارد کیا ہے کہ منقول ہے کہ آنجناب نے حضرت اسامہ کے اس لشکر کی تیاری و روانگی کا حکم ہفتہ کے دن وفات سے دو روز قبل دیا تھا، ارادہ کا اظہار قبل ازیں ماہِ صفر کے آخر میں فرما چکے تھے حضرت اسامہ کو بلا کر فرمایا تھا اپنے باپ کی جائے شہادت پر پہنچو اور گھوڑوں کے ذریعہ اسے موطن بنا لو اور میں تجھے اس لشکر کا امیر بناتا ہوں اللہ کا نام لے کر روانہ ہو جاؤ، علی الصباح حملہ آور ہونا اگر کامیاب رہو تو ادھر زیادہ عرصہ نہ ٹھہرنا، (ربیع الاول کی) تین تاریخ کو آپ کی بیماری کا آغاز

ہوا، آپ نے اپنے دستِ مبارک سے حضرت اسامہ کے لئے لواء باندھا اسامہ نے اسے پکڑا اور بریدہ کو علمبردار بنایا اور مقامِ جرف میں جا خیمہ زن ہوئے ان کے لشکر میں کبار مہاجرین وانصار بھی تھے جن میں حضرات ابوبکر، عمر، ابوعبیدہ، سعد، سعید، قتادہ بن نعمان اور سلمہ بن اسلم وغیرہ ہیں، اس بارہ میں کچھ حضرات نے جن میں عیاش بن ابوربیعہ بھی تھے، بات کی مگر حضرت عمر نے ان کا رد کیا نبی اکرم کو پتہ چلا تو یہ مذکورہ خطبہ ارشاد فرمایا آخری وصیتوں میں یہ بھی فرمایا تھا کہ لشکرِ اسامہ کو ضرور روانہ کرنا چنانچہ حضرت ابوبکر نے خلیفہ بنتے ہی اس وصیت پہ عمل کیا، اسامہ بیس دن اس جہت کو چلے جہاں ان کے والد شہید ہوئے تھے اور اپنے والد کے قاتل کو قتل کیا اور صحیح وسالم لشکر کو لئے واپس آگئے، غنیمت بھی حاصل کی، اہلِ سیر نے تفصیل سے اس مہم کا حال لکھا ہے یہ آنجناب کا آخری سریہ تھا، ابن تیمیہ نے اپنی کتاب الرد علی ابن المطہر میں اس بات سے انکار کیا ہے کہ ابوبکر وعمر لشکرِ اسامہ میں تھے اس ضمن میں ان کا مستند واقدی کی اپنی اسانید کے ساتھ تخریج کردہ روایت ہے جسے ابن سعد نے بھی ترجمہِ نبویہ کے آخر میں بغیرِ اسناد ذکر کیا ہے، ابن اسحاق نے بھی اپنی سیرت میں اسے نقل کیا، اس کا خلاصہ ہے کہ نبی اکرم کی مرض الموت کا آغاز بدھ کے روز ہوا جمعرات کو صبح حضرت اسامہ کے لئے عقدِ لواء کیا اور ہدایت جاری فرمائی کہ اللہ کے راستہ میں نکل پڑو اور اپنے والد کی شہادت گاہ جاؤ میں نے تمہیں اس لشکر کا امیر مقرر کیا ہے، اس میں ہے کہ مہاجرینِ اولین میں سے کوئی باقی نہ رہا مگر وہ اس مہم میں شریک ہوا ان میں ابوبکر وعمر بھی تھے بعد ازاں جب حضرت ابوبکر نے انہیں روانہ کیا تو حضرت عمر کو مدینہ ہی میں چھوڑ جانے کا کہا تو انہوں نے اجازت دیدی، یہ سب ابن جوزی نے بھی المنتظم میں نقل کیا ہے واقدی بھی ذکر کرتے ہیں، ابن عساکر نے بھی اپنے طریق سے نقل کیا کہ لشکرِ اسامہ میں ابوبکر وعمر کے ساتھ ساتھ حضرات ابوعبیدہ، سعد، سعید، سلمہ بن اسلم اور قتادہ بن نعمان وغیرہم بھی تھے بقول واقدی اس لشکر کی تعداد تین ہزار تھی ان میں سات سو قریشی تھے ابوہریرہ سے ایک روایت میں اس کی تعداد سات سو مذکور ہے۔

4468 - حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنِ الْفُضَيْلِ بْنِ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ اسْتَعْمَلَ النَّبِيُّ ﷺ أُسَامَةَ فَقَالُوا فِيهِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ قَدْ بَلَغَنِي أَنَّكُمْ قُلْتُمْ فِي أُسَامَةَ وَإِنَّهُ أَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ .

(جلد پنجم ص:۴۷۱) أطرافه 3730، 4250، 4469، 6627، 7187 -

4469 - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ ؓ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بَعَثَ بَعْثًا وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ فَطَعَنَ النَّاسُ فِي إِمَارَتِهِ فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ إِنْ تَطْعُنُوا فِي إِمَارَتِهِ فَقَدْ كُنْتُمْ تَطْعُنُونَ فِي إِمَارَةِ أَبِيهِ مِنْ قَبْلُ وَايْمُ اللَّهِ إِنْ كَانَ لَخَلِيقًا لِلإِمَارَةِ وَإِنْ كَانَ لَمِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ وَإِنَّ هَذَا لَمِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ بَعْدَهُ

(سابقہ) أطرافه 3730، 4250، 4468، 6627، 7187.

88- باب

سب کے ہاں یہ بلاترجمہ ہے۔

4470 - حَدَّثَنَا أَصْبَغُ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو عَنِ ابْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنِ الصُّنَابِحِيِّ أَنَّهُ قَالَ لَهُ مَتَى هَاجَرْتَ قَالَ خَرَجْنَا مِنَ الْيَمَنِ مُهَاجِرِينَ فَقَدِمْنَا الْجُحْفَةَ فَأَقْبَلَ رَاكِبٌ فَقُلْتُ لَهُ الْخَبَرَ فَقَالَ دَفَنَّا النَّبِيَّ ﷺ مُنْذُ خَمْسٍ قُلْتُ هَلْ سَمِعْتَ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ شَيْئًا قَالَ نَعَمْ أَخْبَرَنِي بِلَالٌ مُؤَذِّنُ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ فِي السَّبْعِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ

راوی کہتے ہیں میں نے صنابحی سے پوچھا آپ نے کب ہجرت کی؟ کہا ہم یمن سے بارادہ ہجرت چلے، جحفہ پہنچے تھے کہ ایک سوار ملا اس سے احوال دریافت کیے تو کہنے لگا نبی پاک کی تدفین کو پانچ دن گزر چکے ہیں، میں نے پوچھا کیا شب قدر کی بابت کچھ سنا ہے؟ کہا مجھے حضرت بلال مؤذنِ نبی نے بتلایا کہ یہ (رمضان مبارک کے) آخری دھاکے کی سات راتوں میں (سے ایک میں) ہے۔

ابن ابی حبیب سے مراد یزید ہیں جبکہ ابوالخیر کا نام مرشد بن عبداللہ تھا، صنابحی کا نام عبدالرحمٰن بن عسیلہ ہے ان کی بخاری میں صرف یہی ایک روایت ہے۔(فأقبل راکب) بقول ابن حجر ان کا نام معلوم نہ ہو سکا۔(قلت ھل سمعت) قائل ابوالخیر اور مقول لہ صنابحی ہیں، اس بارے کتاب الصیام میں تفصیلی بحث گزر چکی ہے۔

89 - باب كَمْ غَزَا النَّبِيُّ ﷺ (غزواتِ نبوی کی تعداد)

امام بخاری نے کتاب المغازی کا اختتام بھی اس کی ابتداء کی طرح کیا۔

4471 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ سَأَلْتُ زَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ كَمْ غَزَوْتَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ سَبْعَ عَشْرَةَ قُلْتُ كَمْ غَزَا النَّبِيُّ ﷺ قَالَ تِسْعَ عَشْرَةَ .طرفاه 3949، 4404-

ابواسحاق کہتے ہیں میں نے زید بن ارقم سے سوال کیا آپ نے نبی پاک کے ہمراہ کتنے غزوات میں شرکت کی؟ کہا سترہ میں، پوچھا آنجناب کے کل کتنے غزوات ہیں؟ کہا انیس۔

زید بن ارقم کی اس حدیث پر آغازِ کتاب میں مفصل بحث گزر چکی ہے، اس کے راوی ابواسحاق ہی کے حوالے سے آمدہ روایتِ براء ہے گویا انہیں غزواتِ نبوی کی تعداد جاننے کی بہت حرص تھی زید بن ارقم سے پوچھا پھر حضرت براء سے ملاقات ہوئی تو ان سے بھی یہی سوال کیا۔

علامہ انور (کم غزا النبی الخ) کے تحت رقمطراز ہیں کہ ہر ایک نے اپنے حسبِ علم تعداد ذکر کی۔

4472 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ حَدَّثَنَا الْبَرَاءُ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ خَمْسَ عَشْرَةَ

حضرت براء کہتے ہیں میں نے نبی پاک کے ہمراہ پندرہ غزوات میں شرکت کی۔

4473 - حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلِ بْنِ هِلَالٍ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ كَهْمَسٍ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ غَزَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ سِتَّ عَشْرَةَ غَزْوَةً

ابن بریدہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی پاک کے ہمراہ سولہ غزوات میں شرکت کی۔

شیخ بخاری احمد بن حسن بن جنید ترمذی حافظ ہیں بخاری کے اقران میں سے ہیں صحیح بخاری میں ان سے یہی ایک روایت ہے ابن بریدہ کا نام عبداللہ ہے سلیمان بن بریدہ سے بخاری نے کوئی روایت نقل نہیں کی۔(ست عشرۃ غزوۃ) مسند احمد میں بھی یہی مذکور ہے مسلم نے بھی امام احمد سے یہی نقل کیا، یہ ان چار احادیث میں سے ایک ہے جسے مسلم نے ان شیوخ سے تخریج کیا جن سے امام بخاری نے یہی روایات بالواسطہ تخریج کیں جبکہ یہی صورتحال امام بخاری کی نسبت دو سو سے زائد احادیث میں واقع ہوئی ہے، ابن حجر کہتے ہیں میں نے انہیں ایک علیحدہ جزء میں جمع کیا ہے، مسلم نے ایک اور طریق کے ساتھ عبداللہ بن بریدہ عن ابیہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے آنجناب کے ہمراہ انیس غزوات میں شرکت کی جن میں سے آٹھ میں رزم آرائی ہوئی، تعدادِ غزوات اور اس بارے مختلف روایات کی توجیہہ اور مفصل بحث کتاب المغازی کے شروع میں گزر چکی ہے، جہاں تک سرایا ہیں تو وہ ستر کے قریب ہیں، ابن سعد نے طبقات میں استیعاب کے ساتھ ان کا تذکرہ قلمبند کیا ہے ابن حجر کے بقول میں نے مغلطائی کی ایک تحریر پڑھی جس میں ہے کہ غزوات و سرایا کی مجموعی تعداد ایک سو ہے، ایسے ہی ہے۔

سید انور (حدثنا أحمدبن محمد بن حنبل الخ) کی بابت کہتے ہیں کہ امام بخاری نے یحی بن معین سے ایک مقام پر روایت لی ہے اور احمد سے دو جگہ، امام مالک سے بھی روایت نقل کی ہے، کہتے ہیں امام احمد سے ان کا سماع کثیر نہیں اس لئے کہ بخاری ان کی حیات میں صغیر السن تھے جب اگلی دفعہ آئے تو وہ تدریس کو خیرباد کہہ چکے تھے لہذا زیادہ سماع ممکن نہ ہو سکا جہاں تک ابوداؤد ہیں وہ مسلم سے عمر میں بڑے ہیں، وہ طویل عرصہ ان کے ہم نشین رہے بلکہ فقہِ حنبلی کی روایت ان پر منتہی ہوتی ہے، صحیح بخاری میں امام ابوحنیفہ سے منقول کوئی حدیث موجود نہیں البتہ متعدد روایات ان کے شاگردوں کے شاگردوں کے واسطہ سے ہیں اسی طرح دوسرے احناف کی بابت ہے، پھر اگرچہ بخاری نے صحیح بخاری میں ابوحنیفہ سے کچھ اخذ نہیں کیا لیکن نعیم بن حماد سے اخذ موجود ہے، کہا جاتا ہے وہ تعلیقاتِ بخاری کے رواۃ میں سے ہیں میرے تتبع کے مطابق دو جگہ ان سے مرفوع روایتیں بھی منقول ہیں ان کی نشاندہی گزر چکی ہے، نعیم بن حماد سنت میں تزویر کے مرتکب ہیں اور مثالبِ ابوحنیفہ میں بھی (یعنی ان کی عیب جوئی کرنے میں) جیسا کہ ان کے تذکرہ میں لکھا ہوا ہے اس کے باوجود خلق افعال العباد میں بخاری نے ان سے اخذِ کثیر کیا ہے لہذا ہم پر واجب ہے کہ بخاری کی خاطر تزویرِ مذکور کی تاویل کریں (یعنی اس لفظ کا وہ معنی مراد نہیں جو عام فہم ہے یعنی جھوٹ گھڑنا) ہم کہیں گے کہ تزویر فی السنۃ کا معنی ہے اس کی تائید کرنا، اسی طرح مثالبِ ابوحنیفہ میں ان کی تزویر سے مراد یہ ہے کہ ان کی بابت مشہور ایسی ویسی حکایات سے استلذاذ کرتے تھے، یہ نہیں کہ

خود گھڑتے تھے وگرنہ اس کا ظاہری معنی شدید ہے، لکھتے ہیں اگر بخاری نے ابوحنیفہ سے اخذ نہیں کیا تو کیا ہوا؟ اگر یہ جرح ہے تو ایسے حضرات سے روایات لی ہیں جو مقام ومرتبہ میں ان کے موازی نہیں بلکہ ان سے کمتر ہیں۔

خاتمہ

کتاب المغازی میں مرفوع احادیث کی تعداد (563) ہے ان میں سے (76) معلق ہیں مکررات کی تعداد۔ شروع سے یہاں تک۔(153) ہے سوائے (63) احادیث کے باقی متفق علیہ ہیں۔ آثارِ صحابہ وتابعین کی تعداد (42) ہے۔

یہاں اللہ تعالی کے فضل وکرم اور اسکی توفیق سے چھٹی جلد اختتام پذیر ہوئی۔

۲۳/ مارچ ۲۰۱۰ء بمطابق ۶/ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ

دل کی شریانیں کھولنے کا اکسیر نسخہ۔ بائی پاس مت کرائیں

(مولانا اللہ وسایا صاحب)

۱۸ اپریل بروز ہفتہ ساہیوال ختم نبوت کانفرنس کیلئے جانا ہوا اس سے ایک دن قبل بندہ کو دل کی جگہ ہلکا درد ہوا اور پھر کافی دیر گھبراہٹ اور بوجھ رہا۔ حضرت مولانا بشیر احمد عثمانی خطیب پاکپتن سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے بتلایا کہ میری انجیو گرافی ہوئی ڈاکٹروں نے بائی پاس تجویز کیا اور ایک ماہ بعد کی تاریخ دیدی اس دوران ایک حکیم صاحب نے ذیل کا نسخہ دیا جو کہ میں نے ایک ماہ استعمال کیا۔ مقررہ تاریخ پر کارڈیالوجی سنٹر لاہور میں سوا دو لاکھ روپے جمع کرائے، ڈاکٹروں نے معائنہ کیا ٹیسٹ لئے اگلے دن بائی پاس ہونا تھا ٹیسٹوں کی رپورٹیں لیں، تین ڈاکٹروں کا بورڈ بیٹھا پہلے اور بعد کی رپورٹوں کو دیکھا تو مجھ سے پوچھا کہ انجیو گرافی کے بعد تم نے کیا دوا استعمال کی؟ میں نے نسخہ بتلایا، انہوں نے کہا تمہاری بند تین شریانوں میں سے دو کھل چکی ہیں نسخہ کا استعمال جاری رکھیں شاید باقی ایک بھی کھل جائے، بائی پاس کی فی الحال قطعاً ضرورت نہیں، جمع شدہ رقم واپس لی اور گھر آ گیا،

مولانا بشیر احمد نے ازرہ کرم ایک بوتل فقیر کو تیار کر کے عنایت کی اور نسخہ بھی بتا دیا جو یہ ہے:

۱۔ لیموں کا رس ایک پیالی

۲۔ ادرک کا رس ایک پیالی

۳۔ لہسن کا رس ایک پیالی

۴۔ سرکہ سیب ایک پیالی

ان چار پیالی رسوں کو ملا کر دھیمی آنچ پر نصف گھنٹہ آگ دیں جب ایک پیالی کم ہو کر تین رہ جائیں تو آگ سے محلول کو اتار کر ٹھنڈا ہونے پر تین پیالی شہد ملائیں سب کو خوب مکس کر کے بوتل میں محفوظ کر لیں یومیہ نہار منہ تین چمچ کھانے والے محلول کو پئیں ان شاء اللہ دل کی بند شریانیں کھل جائیں گی۔

بشکریہ روزنامہ نوائے وقت، ۱۳ اگست ۲۰۰۸ء

حدیث ۔ سرد ح ۔ صحیح بخاری